

۱۲۶	فصائل صحابہ	۲۰۰	تیسویں اختلاف ائمہ کا یہی دلائل ہوا ہے
۶	آیات وآلہ بر فضائل صحابہ	۲۰۳	ابن مسعود نے جو کچھ انصاف و خلافت کے لیجن میں باہر لایا مصادره علیہ الملوک باطل ہے۔
۸۱	ابن الام کا جو کہ منافقین حضرت کے چوبی سے چلے گئے	۲۰۶	بعض اصول شیعہ دلائل عقلی و نقلی سے ثابت نہیں
۱۲۶	مطالب صحابہ میں عبارت تہذیب کی توجیہ	۲۰۸	وہابی طرز پر روایات شیعہ میں کثرت ائمہ کا ابطال
۱۲۹	جواب مخالفین صحابہ	۲۱۳	ان کی مصیبت کو دلت تو صرف کہتے ہیں لیکن حلول مصیبت کو پہلے صرح دروغ فرماتے ہیں
۱۵۱	ابن طلحہ کے جواب صحابہ کثیرہ کچھ حضرت کی طرف سے نہ ہوئی	۲۱۵	نقص حدیث کے شور و آواز میں کہتے الزام کا جواب
۱۵۷	احادیث میں کی بھی کا جواب	۲۱۸	جواب ائمہ میں کچھ نہیں کہ اگر راہ خلافت میں وہابیہ داخل میں میرے
۵۵	حضرت عباس علیہ السلام کا کہنا کہ حضرت ابوبکر کی بیعت قبول کی	۲۳۳	تقریبات حضرت کا تہذیب میں جرح قبیح
۱۵۸	درباب حبشہ شیعہ طوائف علما کے تہذیب کی تکذیب	۲۳۷	عصمت
۱۶۱	ادس حدیث کی جو شیعہ نقص خلافت پر دال ہے	۲۳۸	اثبات تہذیب عصمت کی پہلی دلیل کا ابطال
۱۶۳	روایات میں دولت تہذیب تراش خراش کرتے ہیں	۲۳۹	اثبات تہذیب عصمت ائمہ کی دوسری دلیل آخرہ تہذیب کا ابطال
۱۶۵	حسب انبیاء شیعہ غالباً یہی غلطی کیا ہے یہ شیعہ شیعہ کہتے ہیں کہ	۲۴۵	اثبات تہذیب عصمت ائمہ کی تیسری دلیل آخرہ تہذیب کا ابطال
۱۶۷	جواب ابن کثیر کا کہنا کہ اگرچہ ابن کثیر نے یہ بھی کہتے ہیں	۲۴۶	اثبات تہذیب عصمت ائمہ کی چوتھی دلیل آخرہ تہذیب کا ابطال
۱۶۹	سمت آیات اہل سنت صحیح عبد الرزاق لاہی	۲۴۸	دلائل عصمت ائمہ تہذیب
۱۷۷	صحیح علیہ السلام حضرت تہذیب سے نہیں کہ الزام صحیح	۲۴۹	اثبات تہذیب عصمت ائمہ کی پہلی دلیل آخرہ تہذیب کا ابطال
۱۸۰	حضرت تہذیب اہل ذریعہ میں تقیہ کے خلاف ہیں	۲۵۶	اثبات تہذیب عصمت ائمہ کی دوسری دلیل آخرہ تہذیب کا ابطال
۱۸۳	ایمان صحابہ کے کہ تہذیب خلافت تک ایمان نہیں ہو سکتا	۲۵۸	اثبات تہذیب عصمت ائمہ کی تیسری دلیل آخرہ تہذیب کا ابطال
۱۸۶	حدیث شیعہ میں اہل امارہ و سکون نہایت	۲۵۹	اثبات تہذیب عصمت ائمہ کی چوتھی دلیل آخرہ تہذیب کا ابطال
۱۹۳	تہذیب اہل سنت کے کہ حضرت تہذیب صحیح ہوتی ہیں	۲۶۳	اثبات تہذیب عصمت ائمہ کی پانچویں دلیل آخرہ تہذیب کا ابطال
۱۹۸	صلوات تہذیب کے ائمہ کے انباء کی عصمت میں قبیح کیا ہے	۲۶۷	نقص

۱۶۸	۵۶۰	۱۶۹	۵۶۱	۱۷۰	۵۶۲
۱۷۱	۵۶۳	۱۷۲	۵۶۴	۱۷۳	۵۶۵
۱۷۴	۵۶۶	۱۷۵	۵۶۷	۱۷۶	۵۶۸
۱۷۷	۵۶۹	۱۷۸	۵۷۰	۱۷۹	۵۷۱
۱۸۰	۵۷۲	۱۸۱	۵۷۳	۱۸۲	۵۷۴
۱۸۳	۵۷۵	۱۸۴	۵۷۶	۱۸۵	۵۷۷
۱۸۶	۵۷۸	۱۸۷	۵۷۹	۱۸۸	۵۸۰
۱۸۹	۵۸۱	۱۹۰	۵۸۲	۱۹۱	۵۸۳
۱۹۲	۵۸۴	۱۹۳	۵۸۵	۱۹۴	۵۸۶
۱۹۵	۵۸۷	۱۹۶	۵۸۸	۱۹۷	۵۸۹
۱۹۸	۵۹۰	۱۹۹	۵۹۱	۲۰۰	۵۹۲
۲۰۱	۵۹۳	۲۰۲	۵۹۴	۲۰۳	۵۹۵
۲۰۴	۵۹۶	۲۰۵	۵۹۷	۲۰۶	۵۹۸
۲۰۷	۵۹۹	۲۰۸	۶۰۰	۲۰۹	۶۰۱
۲۱۰	۶۰۲	۲۱۱	۶۰۳	۲۱۲	۶۰۴
۲۱۳	۶۰۵	۲۱۴	۶۰۶	۲۱۵	۶۰۷
۲۱۶	۶۰۸	۲۱۷	۶۰۹	۲۱۸	۶۱۰
۲۱۹	۶۱۱	۲۲۰	۶۱۲	۲۲۱	۶۱۳
۲۲۲	۶۱۴	۲۲۳	۶۱۵	۲۲۴	۶۱۶
۲۲۵	۶۱۷	۲۲۶	۶۱۸	۲۲۷	۶۱۹
۲۲۸	۶۲۰	۲۲۹	۶۲۱	۲۳۰	۶۲۲
۲۳۱	۶۲۳	۲۳۲	۶۲۴	۲۳۳	۶۲۵
۲۳۴	۶۲۶	۲۳۵	۶۲۷	۲۳۶	۶۲۸
۲۳۷	۶۲۹	۲۳۸	۶۳۰	۲۳۹	۶۳۱
۲۴۰	۶۳۲	۲۴۱	۶۳۳	۲۴۲	۶۳۴
۲۴۳	۶۳۵	۲۴۴	۶۳۶	۲۴۵	۶۳۷
۲۴۶	۶۳۸	۲۴۷	۶۳۹	۲۴۸	۶۴۰
۲۴۹	۶۴۱	۲۵۰	۶۴۲	۲۵۱	۶۴۳
۲۵۲	۶۴۴	۲۵۳	۶۴۵	۲۵۴	۶۴۶
۲۵۵	۶۴۷	۲۵۶	۶۴۸	۲۵۷	۶۴۹
۲۵۸	۶۵۰	۲۵۹	۶۵۱	۲۶۰	۶۵۲
۲۶۱	۶۵۳	۲۶۲	۶۵۴	۲۶۳	۶۵۵
۲۶۴	۶۵۶	۲۶۵	۶۵۷	۲۶۶	۶۵۸
۲۶۷	۶۵۹	۲۶۸	۶۶۰	۲۶۹	۶۶۱
۲۷۰	۶۶۲	۲۷۱	۶۶۳	۲۷۲	۶۶۴
۲۷۳	۶۶۵	۲۷۴	۶۶۶	۲۷۵	۶۶۷
۲۷۶	۶۶۸	۲۷۷	۶۶۹	۲۷۸	۶۷۰
۲۷۹	۶۷۱	۲۸۰	۶۷۲	۲۸۱	۶۷۳
۲۸۲	۶۷۴	۲۸۳	۶۷۵	۲۸۴	۶۷۶
۲۸۵	۶۷۷	۲۸۶	۶۷۸	۲۸۷	۶۷۹
۲۸۸	۶۸۰	۲۸۹	۶۸۱	۲۹۰	۶۸۲
۲۹۱	۶۸۳	۲۹۲	۶۸۴	۲۹۳	۶۸۵
۲۹۴	۶۸۶	۲۹۵	۶۸۷	۲۹۶	۶۸۸
۲۹۷	۶۸۹	۲۹۸	۶۹۰	۲۹۹	۶۹۱
۳۰۰	۶۹۲	۳۰۱	۶۹۳	۳۰۲	۶۹۴
۳۰۳	۶۹۵	۳۰۴	۶۹۶	۳۰۵	۶۹۷
۳۰۶	۶۹۸	۳۰۷	۶۹۹	۳۰۸	۷۰۰
۳۰۹	۷۰۱	۳۱۰	۷۰۲	۳۱۱	۷۰۳
۳۱۲	۷۰۴	۳۱۳	۷۰۵	۳۱۴	۷۰۶
۳۱۵	۷۰۷	۳۱۶	۷۰۸	۳۱۷	۷۰۹
۳۱۸	۷۱۰	۳۱۹	۷۱۱	۳۲۰	۷۱۲
۳۲۱	۷۱۳	۳۲۲	۷۱۴	۳۲۳	

۶۴۷	محبت کے لئے حضرت عباسؓ کی نسبت قدح کو تسلیم کر لیا	۶۴۳	مکاح ام کلثوم
۶۴۸	حضرت عباسؓ کی بیوی نے حضرت عباسؓ کی نسبت قدح کی تحسین کیا	۶۴۴	ابن ابی سنیہ کی کتاب میں ہے کہ قدح کا مکاح حضرت عباسؓ کی بیوی نے کیا
۶۴۹	ابو جریب کی بیوی نے حضرت عباسؓ کی نسبت قدح کی تحسین کیا	۶۴۵	ابن ابی سنیہ کی کتاب میں ہے کہ قدح کا مکاح حضرت عباسؓ کی بیوی نے کیا
۶۵۰	شہید کے نزدیک لہ الزنا ہونے کا قاعدہ کلیہ	۶۴۶	ابن ابی سنیہ کی کتاب میں ہے کہ قدح کا مکاح حضرت عباسؓ کی بیوی نے کیا
۶۵۱	حسب روایات شیوایت میں کانٹے بڑا دعویٰ الخ عباسؓ کے	۶۴۷	ابن ابی سنیہ کی کتاب میں ہے کہ قدح کا مکاح حضرت عباسؓ کی بیوی نے کیا
۶۵۲	حسب روایات شیوایت میں کانٹے بڑا دعویٰ الخ عباسؓ کے	۶۴۸	ابن ابی سنیہ کی کتاب میں ہے کہ قدح کا مکاح حضرت عباسؓ کی بیوی نے کیا
۶۵۳	طعن قصہ احراق بیت فاطمہؓ کا جواب	۶۴۹	ابن ابی سنیہ کی کتاب میں ہے کہ قدح کا مکاح حضرت عباسؓ کی بیوی نے کیا
۶۵۴	قصہ ایقاع فعل اور صرف ہتھکڑی و تحریف میں علیؓ کی	۶۵۰	ابن ابی سنیہ کی کتاب میں ہے کہ قدح کا مکاح حضرت عباسؓ کی بیوی نے کیا
۶۵۵	ظاہر کچھ فرق نہیں	۶۵۱	ابن ابی سنیہ کی کتاب میں ہے کہ قدح کا مکاح حضرت عباسؓ کی بیوی نے کیا
۶۵۶	احاق بیت کے لئے مثل منہم وغیرہ جمع کرنا غلط ہے	۶۵۲	ابن ابی سنیہ کی کتاب میں ہے کہ قدح کا مکاح حضرت عباسؓ کی بیوی نے کیا
۶۵۷	قصہ ایقاع فعل نہیں	۶۵۳	ابن ابی سنیہ کی کتاب میں ہے کہ قدح کا مکاح حضرت عباسؓ کی بیوی نے کیا
۶۵۸	برائے شہید پر عجیب کے اعتراض کا جواب	۶۵۴	ابن ابی سنیہ کی کتاب میں ہے کہ قدح کا مکاح حضرت عباسؓ کی بیوی نے کیا
۶۵۹	آیت غار کو جواب میں قاضی نور اللہ شہسوری کی غلطی	۶۵۵	ابن ابی سنیہ کی کتاب میں ہے کہ قدح کا مکاح حضرت عباسؓ کی بیوی نے کیا
۶۶۰	اور غلطی کی تائید کے نزدیک	۶۵۶	ابن ابی سنیہ کی کتاب میں ہے کہ قدح کا مکاح حضرت عباسؓ کی بیوی نے کیا
۶۶۱	خطبہ ملا دفنان میں حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ	۶۵۷	ابن ابی سنیہ کی کتاب میں ہے کہ قدح کا مکاح حضرت عباسؓ کی بیوی نے کیا
۶۶۲	تحقیق اور علامہ کشمیری کا انکار اور اسکا ابطال	۶۵۸	ابن ابی سنیہ کی کتاب میں ہے کہ قدح کا مکاح حضرت عباسؓ کی بیوی نے کیا
۶۶۳	بیرہند علیؓ کی آیت اثبات کے لئے حضرت عباسؓ کی غلطی کا جواب	۶۵۹	ابن ابی سنیہ کی کتاب میں ہے کہ قدح کا مکاح حضرت عباسؓ کی بیوی نے کیا
۶۶۴	خطبہ ملا دفنان میں تحقیق ابن سہیم ابو کریم یا عمرؓ کی حق میں ہے	۶۶۰	ابن ابی سنیہ کی کتاب میں ہے کہ قدح کا مکاح حضرت عباسؓ کی بیوی نے کیا
۶۶۵	اور شرح کی عبارت ادا کی تحقیق	۶۶۱	ابن ابی سنیہ کی کتاب میں ہے کہ قدح کا مکاح حضرت عباسؓ کی بیوی نے کیا
۶۶۶	ابن سہیم نے شرح ابن ابی شیبہ میں خطبہ میں خدا کا نام نہ لکھنے کی	۶۶۲	ابن ابی سنیہ کی کتاب میں ہے کہ قدح کا مکاح حضرت عباسؓ کی بیوی نے کیا
۶۶۷	ظہاری اور خواجہ اشرف کی طرف سے مذکور کیا	۶۶۳	ابن ابی سنیہ کی کتاب میں ہے کہ قدح کا مکاح حضرت عباسؓ کی بیوی نے کیا
۶۶۸	محبت کے اس اعتراض کا جواب کہ علماء اہل سنت	۶۶۴	ابن ابی سنیہ کی کتاب میں ہے کہ قدح کا مکاح حضرت عباسؓ کی بیوی نے کیا
۶۶۹	لہ ملا دفنان کو غلطی اسی قسم کہتے ہیں	۶۶۵	ابن ابی سنیہ کی کتاب میں ہے کہ قدح کا مکاح حضرت عباسؓ کی بیوی نے کیا
۶۷۰	صاحب طعن الریاح کا کتاب کج جان کے	۶۶۶	ابن ابی سنیہ کی کتاب میں ہے کہ قدح کا مکاح حضرت عباسؓ کی بیوی نے کیا
۶۷۱	نام کے گھر پر صاحب تحفہ رحمہ اللہ کی طرف	۶۶۷	ابن ابی سنیہ کی کتاب میں ہے کہ قدح کا مکاح حضرت عباسؓ کی بیوی نے کیا
۶۷۲	نسبت کرنا غلط ہے	۶۶۸	ابن ابی سنیہ کی کتاب میں ہے کہ قدح کا مکاح حضرت عباسؓ کی بیوی نے کیا
۶۷۳	حبیب شہید مکاح حضرت عباسؓ کی نسبت ناجائز ہے	۶۶۹	ابن ابی سنیہ کی کتاب میں ہے کہ قدح کا مکاح حضرت عباسؓ کی بیوی نے کیا
۶۷۴	فریقین کے نزدیک ابتدا اسلام میں مکاح کا نیکو کار ہے	۶۷۰	ابن ابی سنیہ کی کتاب میں ہے کہ قدح کا مکاح حضرت عباسؓ کی بیوی نے کیا
۶۷۵	جس طرح وہ بھی نکاح کا قائل ہے	۶۷۱	ابن ابی سنیہ کی کتاب میں ہے کہ قدح کا مکاح حضرت عباسؓ کی بیوی نے کیا
۶۷۶	فائدہ جدید روایت نسخ مکاح بامشک	۶۷۲	ابن ابی سنیہ کی کتاب میں ہے کہ قدح کا مکاح حضرت عباسؓ کی بیوی نے کیا
۶۷۷	محبت کے نزدیک ابتدا اسلام میں مکاح کا نیکو کار ہے	۶۷۳	ابن ابی سنیہ کی کتاب میں ہے کہ قدح کا مکاح حضرت عباسؓ کی بیوی نے کیا

مقدمہ زندگ من فریڈرک کے ساتھ حضرت عالم
ایضاً دہشتہ کے شا کا ثبوت۔

حضرت زهرا عا کا ابو بکر کے ساتھ اشیر عمر کے خلاف کرنا
برائیت ٹھیکہ مستحق ہی باطل ہے

محکم دلائل سے مزین و متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

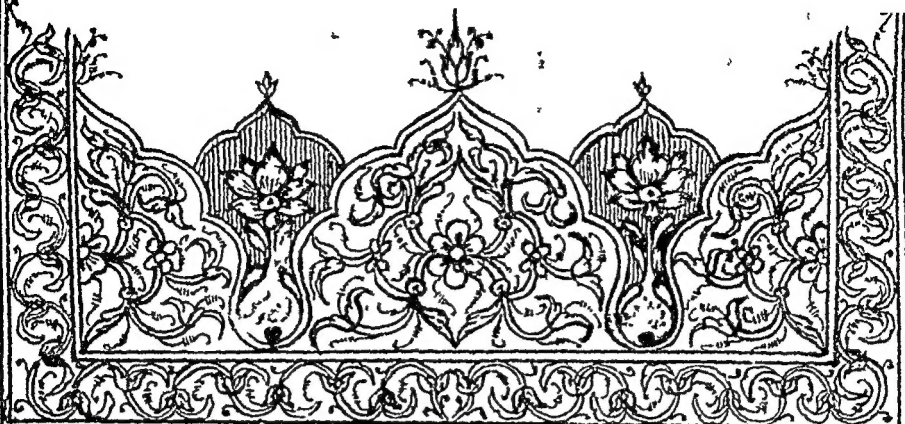
شعرت مجیدہ جو اس عالم السعریٰ میں نوازا گیا ہے یہی ہے
 اراک کفار و کفارہ ہیں شرک و کفر انہیں کیا پتا نہیں کہ یہ
 وائے اسے -

التماس ضروری

کافہ اہل سنت و جماعت نمایان پیش ہو کر دین سلیم و دار اور دوسرا پشت پناہ اہل اسلام و جان آدمی الا قرآن مجید و جلال حق تعالیٰ
کیونکہ میں اس کے کفر و خبیث معانہ میں کر دین کی امانت اور لشکر و شہادت مخالفین سے اولیٰ حمایت و نصیحت ہو کر دوسرے راہ
خداوند تعالیٰ سے فرما کر مافقہ و اسم و استغفر من حق و اور پیچیدگی نصیب لے کر زمانہ شیدا امیر شامی عشرہ میں جھکا کر خلافت
اور کثرت کو بیزگانان میں مساجد کے دروازے پر لٹکاتے ہوئے کہیں کہیں کتب و نسخہ و من کتب کرنا و تحفیہ ہو گیا ہے اگرچہ بعض علماء کا کہنا ہے
بیش کے درویشان میں جد و جہد کو غایت تصور کر لینی و یا چاروں کوئی مرد یا بی بی نہیں چھوڑا جگہ کی تقریر یا کو تاہم سیدان فقر و ہشام
دین کے ایک فریاد کا تصور خاطر و شہارہ اور اکثر علماء اہل سنت و جماعت علیہ السلام نے قیام و جد و جہد یا اسطوت کو دیکھ کر نہیں فرمایا اور اہل سنت
ہم دینی جہاد کو فراموش نہیں کرتے بلکہ دین کا نام و دین کے کتب و نسخہ و من کتب کرنا و تحفیہ ہو گیا ہے اگرچہ بعض علماء کا کہنا ہے
کتب و نسخہ جن کو کہہ کر اہل اسلام نہیں دیا جاسکتا اور فقیر سے کوئی بھی کتب جو دن و رات فرسادہ کے دوسرا ہو اور دن و رات
الفرقان کی قرأت عکس نہیں جیسے فقیر نے اس راوی میں قدم رکھا اور اہل سرزمین میں بی بیانح میں آیا اور باوجود کاش و قبش کے
اہل سنت کہاں کہیں ایسا ذخیرہ کتب کیونکہ معلوم ہو جس جگہ سے وہ کی جن میں لکھا اور کمال فاس کی یاد دہی اور جہاد حق تعالیٰ میں
کتب تیسرا اور بعض ماریہ ذرا ہم کہیں لیکن یہ خیال ہم کہیں ہوا کہ ایسا ذخیرہ ذرا ہم کیا جاوے جو کتب نہ کسی شہد کو عادی ہو
تو جہاد والے راہ اہل سنت و جماعت میں خیال کے جدا جواب نے تاہم کی اور ذخیرہ کتب دینی و خانہ و جہاد کی نصیب جو راہ اہل سنت
نہیں دیکھا اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ

[illegible]

مُلقب خلیل الرحمن علیہ السلام



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شکر کہ حمد اکثر اہل بیت با مبارکایا من ہو متصف بالمحب والعلو وصفات الکمال ومنہ عن شوب
 النقص والقبائح والزوال تنسبت ذاتہ۔ ولقدست اسمائہ وصفاتہ۔ لاله الامہ الکبیرہ المستعال
 الذی انزل علیہنا احسن الحدیث کتابا متشابہا مثالی تقشیر منہ بحلوہ۔ منہ آیات محکمات
 من ام الكتاب۔ یدہی نبی الی واراحت لودیت۔ انما لایاتہ الباطل من بین یدہیہ ولا من
 خلقہ تنزل من حکیم سید فرقان من الحق والباطل ونور وهدی للناس فالذین کفروا بآیات اللہ
 لطم عذاب شدید۔ فاکمل لنا الدین القویم واتم نعمہ الظاہرة والباطلۃ علیہما و علی عبادہ المؤمنین
 وسلم وسلم عدو خلقہ ذرۃ عرشہ وکلماتہ وایام متوالیا علی رسولہ وخیر خلقہ سیدنا واولادنا محمد سید
 المرسلین ثم لتنبیئنا ید القدر المجلیلین رسول الثقلین امام الثقلین الذی عصمنا عن اہل التفرقة العو جوار
 وشرع لنا الشریعت الغرار۔ ویدنا المکیہ الخفیۃ الہیۃ البیضاء۔ الی علیہا ونہا را سوار۔ و علی الدرجۃ
 العزیزۃ الوثقی لتسکین من یجوز الہدی لتہدین حصو صا منہم من قوموا لا وودوا وادوا من یکنہم فی
 الاسلام للظہر واما صایہم فی الاسلام کبح شیدہ شہادۃ تمام کشف الرشدین بل کان کشف نوح وابرہیم
 سن لنبیین علی لسان سید المرسلین علی من تعہدوا بحسان ایوم الدین۔ اما بعد

سال و چلا آتا جس جی باہم دونوں فرقہ میں ایسا فرقہ ڈال دیا جیسا کہ فرود سلام میں واقع ہے بلکہ اس سے
 بھی کچھ بڑا اور اسکا اس طرح طے ہونا ممکن نہیں اور میدان مناظرہ تحریری نہایت وسیع ہو ہر ایک
 نسبت دوسری کے جو کہیں کچھ نہ کچھ کہہ سکتا ہو۔ دنیا کی حالتیں غور کرنے سے معلوم
 ہو سکتا ہو کہ اگر مقابلہ ایران باطلہ کچھ لکھتے تو وہ بھی جوابی نیز سے دینے نہیں کریں گے۔ پہر کوئی
 مسئلہ مختلف نہیں ایسا باقی نہیں رہا۔ کہ کمال فریقین نے کما حقہ اسکی بحث تفتیش اور تجویزی
 اسکی چاہ نہیں نہ کی ہو اور جدوجہد کو اسکی تحقیقات میں غایۂ مقصود کی نہ پونچا یا ہو یہ ہی وجہ ہے
 کہ علماء اہلسنت نے یہ عقبات و مراحل طے کر کے تہرحت فرمائی ہی اور بدوین ضرورت
 اس طرف توجہ نہیں نہ رہا تا اور شیعہ کی کتابیں دیکھنا اور انہی سے لٹنا اور حیدان مناظرہ شروع کر دیا
 چنانچہ دوسری اہل زلمیہ باطلہ کہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ کیفیت ہو اور تمام اہل مذہب اللہ تعالیٰ اہلسنت
 کا لوازمان کی ہیں جو فرقہ اہلسنت کی مقابل ہوا اسنی ہونہہ کی ہی کہانی چنانچہ اہلسنت کے
 ان ہا حثونی قضی جو حال میں ہی واقع ہوئی ہیں۔ جیسا کہ اگرہ کا مباحثہ پادری فنڈر وغیرہ کے ساتھ
 اور چاند پور صلیع شاہیچان پور کا سو کہ الار رہا مباحثہ ہنود اور عیسائیوں کے ساتھ مثل آفتاب تہہ ہنار
 روشن ہیں۔ جسکو مخالفین خود اپنی زبان سے تسلیم کر چکے ہیں شہر تروی تنہا تہہ علم عمادہم
 وفضل ما شہدت بہ الاعدا۔ سہی نہایت مختصر کے تہہ اس مانجہ نے اسکا جواب لکھا اور
 ایجاز کر ساتھ جواب مطاعین مذہب اہل شیعہ کی شائع اور علماء شیعہ کی غلطیاں بطور نمونہ جن
 کہیں لو مقصود اس سے یہ تھا۔ کہ ہر صاحب مذہبہ ہو جائیں اور سچہ لیں کہ اس ہر چہاڑ سے کچھ
 فائدہ نہیں۔ بحوالہ اللہ تعالیٰ نہ اہلسنت کہہ اپنی مذہب میں بودی اور کم زور ہیں۔ نہ مذہب شیعہ
 کی قبائح و مشائخ مخفی دستور کس بری پر اہل حق سے چہر چہاڑ شروع کرتے ہیں۔ اور ہر
 اسقل کے ہوتے ہیں شہر ہر کہ باقولاد باز و چہہ کرد۔ سہ عہد میں خود رنجہ کرد چہہ شد
 تعالیٰ تیرہ سو برس اہل سنت اور انکا مذہب عہد وہ خاندانی تھا بمضمون ات کہہ
 ھو اللہ الذی ارسل رسولہ یہدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ

وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ عموماً تمام ادیان ہندو مذہب پر جو خصوصاً مذہب قبیح پر جو ابتدا و حدوث سے
 تشریف میں مستور و مستتر و محسوس غالب چلا آیا ہے اور اللہ تعالیٰ حسبِ عدل و قیام قیامت
 غالب رہے گا۔ پھر کچھ حوصلہ سے جو انسانی انگنہ ملاوی۔ لیکن میر صاحب کو بدین جہدہ اونکو
 اپنی مذہب سے نفی نہیں ہی صرف مناظرہ کی ہی کتاب میں دیکھی ہیں اور نیز خیال ہے کہ اسنت
 کتب شیعہ کی دیکھی کو خود ہی حرام سمجھتی ہیں اور انہی متنفذین اور عام طور پر کتابین بھی
 دستیاب نہیں ہو سکتی جو کہ یکوا لازم کا موقع میسر ہو اور ہم اس سنت کے مذہب سے واقف ہیں
 پس اسنت بہت ابلہ ہماری کیا جواب دیکھتی ہیں۔ متنبہ خوا۔ اور برخلاف خصوصاً اہلِ رضا کے
 جبکہ تفصیل عقربہ اچھا آئینہ مذکور ہوگی آمادہ جدال و مناظرہ ہوئے اور اسل وجہ کی
 یہ ہوئی کہ میر صاحب کو دوسرے کی کو گونگی گفتگو اور چٹیر چار کا اتفاق ہوا اگر بکاسر سلسلہ
 چٹیر تو انہوں نے تفصیل و لغو سمجھا کہ اتفاقات نہیں رہا یا اور عوام جاری ہو اپنے مذہب سے بھی
 چندان واقف نہیں ہوتے دوسرے کا جواب کیا دیکھتی تھی اسلی آپکا دماغ عرش بریں پر جانچو
 اور چھوڑا دیکری نیست کا تحمل میں سما یا اور اس مختصر تحریر کے جو ہمیں جو تقریباً بقدر متن چار
 ورق کے ہوگی ایک طوار طویل الذیل کتب کے بڑے عزیزان موصوفین ماہہ بیچ اثنا عشر
 میری پاس بھیجا۔ اگر اوستہ میر کو معمولی طور پر لکھا جاوے تو تقریباً دس یا بارہ جرموں کو با برعم
 خود خضم کو لا جواب کر دیا اور یہ ان مناظرہ جیت لیا جب کہ وہ تحریر سفر کے رواروی میں
 جبکہ میں وطن الوطنہ کی طرف عازم تھا اسٹیشن لیمیا نہ پر ملی تھی اسلی سنگام قیام وطن میں
 اسکو دیکھ ہی نہیں سکا۔ اور جب مع انجیر ہوا واپس اپنے وطن انامہ کی طرف مراجعت کی وقت
 اسکو تامل کی نظر سے دیکھا کہ انہی نظم میں باوجود اپنی جہدہ کی اوستہ میر کو گزراں لائن
 نہیں سمجھتا کہ علماء اسکی طرف اتفاقات فرمائیں چہ جائیکہ اسکو قابل جواب سمجھا جائے اور دل
 نہ چاہتا تھا کہ اس کے جواب میں تسلیم اور ہٹا یا جاوے گا چنانچہ اس امر کی تصدیق ہی ہو چکی تھی ہی لیکن
 شہدات وہ بھی جیسا کہ پہلے بیان میں تھا کہ کاتب کی اس کو تمام ادیان پر گرجا لگے کا فردن کو ۱۱۔

پہریری دہی عزیز تر سے یہ جواب بجواب پر مقرر اور اسکی گہرے اور فرمایا کہ اگر اسکا جواب لکھا جائیگا
 تو میرا صاحب کا لکیر اور بھی دو بالا ہوگا اور انکا وہی خیال خام نہ ہو جائیگا ان حضرات کا ہر
 تو تھا ہی سہا وہی حضرت و تکیہ و رماندگان باوہی ضلالت رہنمائی گمراہی وادی جہالت میں
 بدرکامیلین الفقہ الکامل الحدیث الباری المفسر الزائری و مرشدی و سیدی و سندی و سیدی و سیدی
 و افتخار مولائی مولوی العالم مولانا ہی فطاحل صاحب جناب مولوی شہید احمد صاحب دم اللہ خدا ان کا ہم
 مدرس ہر شہرینچ بھی بنظر بعض صاحب وقت جواب بجواب لکھنی کی سبب ارشاد فرما کر تحریر عن سلام
 کو جسے از فرمایا۔ بندہ نے تعمیل ارشاد حضرت مخدوم دامت برکاتہم جواب بجواب لکھنی کا تہنیک
 اور تب اندیشہ معینہ و اہم کن اور انکو مطالعہ کر کے کچھ کچھ لکھنا شروع کیا۔ لیکن بعض موانع کی وجہ
 سے چند ہی پابندی وقت اور التزام میں نہوا جب ہی طرح اس سالہ کی چند اجراء لکھ چکا تو بذریعہ عام اخبارات
 اور خاص تیر و کی معلوم ہوا کہ ایک عام جلسہ لہریانہ میں جعفر خاں صاحب شیعہ کے مکان پر
 منعقد ہوا اور اس میں فیما بین مولوی شتاق احمد صاحب سلمہ انہیوی وغیرہ اہل سنت و میرزا حسین
 صاحب وغیرہ اہل تشیع کے علی الاعلان زبانی مباحثہ ہوا جس میں جب غصہ صداقت خداوندی و
 بل حق غالب آیا۔ اور قدامل تشیع میرزا حسین صاحب غیرہ علی رؤس شہادہا کت و محرم مولوی
 یہ صاحب وغیرہ کھڑے سوال ثبوت حقیقیہ اختلاف فیصلہ فیصدیقین تھا جبکہ مولوی شتاق احمد صاحب
 نایت نور سے مثل آفتاب نورانی کر کی دکھلادیا اور مولوی شتاق احمد صاحب غیرہ کھڑے سے
 ثبات عصمت ائمہ کا تھا جو حضرت میر صاحب سہین نہ آیا۔ و کیف الخو یعلو ولا یعلو

ر شادی اور وعدہ صحیح بل نقد بالحق علی الباطل فید مغر فاذا هو زاهق
 غرر شیعہ کا عصمت کی نسبت دعویٰ محض خیالی بظاہر ہے جسکی نہ کتاب اللہ تعالیٰ سے
 سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اہل اہل ائمہ کرام مثبت و مؤید سبحان اللہ حضرت شیعہ

لے سچی بات ادبچی پیشی ہے نیچے نہیں ہوتے۔ بلکہ پیکیٹے ہیں ہم حق کو اوپر باطل کے
 پس تو رہا ہر سو اسکا پس ناگہان وہ فنا ہو جاتا ہے۔

در مقام اولاد

ظلال عصمت

مفسرین خود ہی ائمہ کی نسبت انہی روایت کرتے ہیں کہ آیت + إِنَّ الَّذِينَ
يُكْفَرُونَ مَا أَنتَ لَنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّا لِلنَّاسِ فِي
الْكِتَابِ انہی کی شائین نازل ہوئے اور نیز اُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّعُنُونَ
سہی ائمہ ہی سر از میں چنانچہ علامہ بسبی نے بحار الانوار کی باب التہمان علم میں ان روایات کے
تخریج کی ہے جس سے معاذ اللہ ان کا کاتین حق اور ان کی دشمنوں کا ملعون ہونا ظاہر رہا ہوتا ہے اور خود
ہی ان کی عصمت کو جی مدعی میں پر خیال کرنے کی جگہ ہے کہ مصوئیت اور عوئیت یعنی جہ
الارض بعد اس جگہ کی مینی خیال کیا کہ مری پیری عنایت احمد صاحب لہ کے وجود کا تحریر جواب دہ تھا
وہ باصرہ جوہ حاصل ہو گیا۔ اب کچھ حاجت نہیں رہی کہ میر صاحب کی جواب کجواب لکھنی میں نفع
او فائدہ کجبادے۔ چنانچہ حضرت محمد دوم دام برکاتہم کچھ مدت میں بہین خیال ایک عرصہ
لکھتی جگہ خلاصہ مدعا یہ تھا کہ اس سلالہ کی تحریر جو مقصود تھا وہ زبانی مناظرہ سے حاصل ہو گیا
پھر ملاوہ جرح او فائدہ اور اخلال اہمال شاغل فیہ کی اس تحریر میں کلمات متضمن سوء ادب
بجانب بزرگان دین بھیجی تھی تم سے کہتی ہیں۔ اگرچہ ان کا صداد ہونا محض الزام یا نقل و شیعہ
کی روایات نہ سب ہی ہی اور عقائد و دلی سے نہیں بلکہ وہی ان کو نہایت کردہ اور بد چلتا ہوں اگر عباد
موتوا اس تحریر کو موقوف ہوتوی کردن کجواب دہی حضرت محمد دوم ولایت برکاتہم نے ارقام فرمایا
جس کا حاصل یہ ہے کہ جو کام للشی طور پر شروع کر دیا گیا ہی ان کا اتمام کو پونچھا ہی مناسب ہی
انہ تحقیق جو لوگ کہ چہاتے ہیں جو کچھ کہ انہی سلیوں اور بیت سچھی اکی کیا کہ سبھی کو وہی لوگوں کے کج کتاب کے یہ لوگ
لست کرتا ہی ان کو اللہ اور سنت کرتے ہیں ان کو سنت کرنے والے۔ وعن حمران عن ابی جعفر علیہ السلام نے قول اللہ
اَن لَّا تَمُوتُوا اَن تَرْتَابِنَ اَن تَبْنِیَاتِ و ہدی من بدہا مینا و الناس کما مینی بدہا کج بنی اللہ استعان۔ عن ابن ابی عمیر عن عرو
ابی عبد اللہ علیہ السلام ان الذین یموتون اَن تَرْتَابِنَ اَن تَبْنِیَاتِ و ہدی علی علیہ السلام۔ عن عبد اللہ بن عمر بن عبد اللہ بن عمر
فی قولہ اَن تَرْتَابِنَ اَن تَبْنِیَاتِ و ہدی علیہ السلام علیہ السلام قال نعم ہم۔
تنبیہ کی ہدی تحقیق اور علامہ بسبی جو کچھ کہی تاویل فرمائی کہ ان کا جواب بجا شائیدہ میں مفصل مذکور ہی ۱۱ عنہ منہ

تمام چوڑا مناسب زمین اور جبر کام کی ابتدا نیک نیتی کی ساتھ فرض حمایت اسلام کی گئی ہے
 اور کمال انجام تک پہنچنے سے اس تہذیب کو پورا کر دینا ہی مناسب ہے حضرت محمد دم دست ظلال
 برکاتہم کے اس ارشاد ہی جب معلوم ہوا کہ اکثر تہذیبوں پر غریمت ہی نہ بطور حضرت اور تہذیب
 جو ایسی کوئی چارہ نہیں اور ہوقت سی کمزورت چست باند بکریاں ترم خارج از اوقات مدبر
 لکھنا شروع کیا۔ جس پر کہ اس چمدان اور ضعیف ناتوان کی قدرت و استطاعت سی اس تہذیب کا
 لکھا جانا باوجود تنہا کے مشاغل کثیرہ کی دشوار بلکہ خارج تھا۔ لیکن محض حق تعالیٰ کے
 فضل و کرم نے دشگیری فرمائے۔ جو کچھ امداد و اعانت خداوند تعالیٰ شانہ کی طر ف سے اس جم
 کی لکھنی میں اس عاجز و ناتوان کے شامل حال ہوئی۔ اوسکے بیان نسبت مدد زبان قاصر و کوتاہ
 میں۔ کتب شیعہ کا دستیاب ہونا اس عاجز کی استطاعت سے خارج تھا۔ مگر محض بفضل خداوند
 تعالیٰ نے کتب بقدر ضرورت پیش فرما دیں۔ روایات محنت جالیاں کتب بمسوطہ میں ہی
 برآمد ہونا غایت تفحص اور نہایت تلاش و جستجو منحصراً ہر ماہ کا کفایت و تلاش و مشقت تہذیب
 یہ محض وہی ہی امداد ہے مضامین بقدر اسی طرف سے زمین میں وارد ہو۔ یہی وہی ہے کہ
 اس حیرت میں کسی شخص سے استعانت کی ضرورت واقع نہیں ہوئی۔ اور وقت الزام سے تقریباً
 سات ماہ میں بقضائے ختم کو پہنچ گئی اللہ جل جلالہ احصاء ثناء علیک انت
 کما اتینت علی الفضل اور یہ حضرت محمد دم دست برکات کی برکات و دعوات اور توجہات کا فضل
 ہی ورنہ نہ کہانیں اور کجیاں یہ نہ کہت گل و نیم صبح تیری لہریانی۔ حق جل جلالہ نہ حضرت
 محمد دم کے علم میں اور عمل میں دین میں اور دنیا میں برکت عطا فرمادی۔ اور ارباب قرب پرست ہر
 رکھی اور عالم کو ادبھی تو ان فیضان سے منور رکھی اور اس عاجز کو اور تمام دوستوں کو ادبھی جماعت میں مجبور
 فرمادی۔ اللہم آمین۔ ویرسم اللہ عبداللہ انا لہ مینا۔ ولسا ایلہ اللہ تعالیٰ علی امتہ
 ووضعت عن خیر تمام خیرہ بلکہ بھنا غم حیا ودر حقیقت ہمدان حضرت مولائی و مرشدی و
 لہ الہی میں تیری ثنا کا حصہ نہیں کر سکتا ہوں کیونکہ تو دیا ہی دیا کہ تو نے اپنے تعریف آپ کی ہے۔

التماس از روی ابرو مقرر شد

بومی حسد می آید علی طبقه مخفی و سبلی و تو ملت به الی خدمت لیکن و سبلیه بخانی - کفایت
 رافع در جاتی - فالمر جو من لکرتیه ان یاخذید نه المذنب سبحانی یوم منزل فیه قدام
 ولایب الی یوم الفزع الاکبر یوم تزیغ فیه القلوب و تذوب الاجسام و لکان بالیفه علی
 ذوق امر و صیفه علی حسب ماشاده سیمه مورخا بهیذات الی شمس
 افحام العنید - ناظرین الی انصاف و یکمین کی گنج داتین التماس به کفر خطه
 تحریر از ابو محمد رچند نور بمحوظ خاطر که بین -

اول ناظرین رساله این رساله بین اگر کوی کلمه ناشائسته و مانع نسبت جناب حضرت اذند علام
 یا نسبت شان بنیاد و رساله السلام یا نسبت حضرت ائمه دو دیگر اهل بیت که ام
 صاحب اعظام و غیره بزرگان کے ملاحظہ فرمادین - تو او سکواس عاجز کے عقیدہ و مجموع
 نفرادین - اور یہ سبجہین کہ بندہ نے بہ کلمہ اپنی اعتقاد و لکھا ہی حاشا و کلام میر گزیر گز
 عقیقہ نہ بین کہ امن کے کیکی شامین خندان تعلیم و ادب کوئی کلمہ جائز و صحیح سمجھا جاو
 بلکه قطعی کفر و حرام اعتقاد کرتا ہوں - فرق اسلام میں سر کوئی فتنہ ایسا بہتین کہ جساو
 جناب خداوندی و انبیاء و رسول کے وجوب تعلیم میں کلام ہو - سوائی بعض فرق شیعہ کے بعض
 روایات مامیہ ثنائیہ کے لیے صحابہ و اہل بیت کی تعلیم و توفیر میں یہ خوارج خدمت کو غایت و شیعہ
 کو صحابہ کرام کی اور کتب و تفسیر کو فروع و عقائد کرتے ہیں اور خوارج خدمت اہل بیت کرام کے دلیل و وجوب اور
 تفصیل کو فروع و عقائد کرتے ہیں مگر اصل یہ کجا و عموما ہی عقائد میں پیروی نہیں ہے بلکہ اہل بیت کی محبت
 اور تعلیم کو ایسا ہی واجب اور جزو اسلام اعتقاد کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ کی محبت اور تعلیم
 کو واجب اعتقاد کرتے ہیں - اور انکی جناب میں گستاخی کو ایسا ہی حرام و ناجائز سمجھتے
 ہیں - جیسا کہ صحابہ کرام کی جناب میں گستاخی کو غیر منشیہ و خوارج کو اس باب میں اپنی اعتقاد
 کہ میران کے دونوں پونہیں برابر وزن کرتے ہیں - لیکن چونکہ اس رسالہ میں شیعہ کو
 انکی روایات و اہم دنیا مقصود و سبلی و افق مثل شہور کفر کفر نباشد اس قسم کا

جو کلیتہً مسلم کہہ گیا ہے وہ مذہبِ شیعہ کے مطابق ہے کہ وہی مضمون اونکی روایات سے بدالت
 مطابق یا التواضعی ثابت ہوتا ہے مثلاً حضرت ابوالانبیاء آدم علیہ السلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا
 نوزاد اللہ تعالیٰ نے اسی لعین کے برابر بلکہ وحید اور شہید ہوا۔ حضرات شیعہ کی روایات
 سے کہہ گیا ہے علامہ اکی اور انبیاء کی نسبت خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرنا۔ ائمہ کا قرآن مجید
 کی تفسیریں تبدیل کرنا اور اوسمیں وقوعِ تحریف و تبدیلی ائمہ کا فرمانا جناب فاطمہ رضی اللہ
 عنہا کا جناب امیر رضی اللہ عنہ کو دشنام دہی اور سب و شتم کرنا۔ اور اذکارِ فاسق و فجار کے
 مجمع میں تشریف لیجانا۔ جناب امام حسین رضی اللہ عنہ کا عام سب و شتم انوکھے حقوق میں ناجائز
 تصرف و خیانت کرنا۔ جناب امام کلثوم رضی اللہ عنہا صاحبِ جزا دی جناب امیرِ مراء فاطمہ الزہراء
 رضی اللہ عنہا کی دشمنی و امن پاک کو بخش کی بجائے ستم و ملامت کرنا وغیرہ۔ اس
 قسم کی سب کفریات اور خرافات حضرات شیعہ کی مذہبی روایات سے باوجود کراہت و تنکار
 طبع بطور الزام لکھی گئی ہیں۔ پسین رسالہ اس جنس کے کفریات اس رسالہ میں کہیں کہیں
 بحین ہوں۔ اور بندہ کو معاف و معذور فرمائیں میں بہتر زبان اور صمیم فواد و جان سے ان
 کفریات سے تبری و تخاصی کرتا ہوں۔

دوم۔ میرزا محمد حسین صاحب نے اپنی پہلی تحریر میں میرزا محمد حسین صاحب کی ہماری مقابلہ میں جو عبارت تحریر
 فرمائی ہے چشم دید لکھیں۔ تحفہ وغیرہ کی بہرہ پر نہیں۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے
 کہ حضرت میرزا صاحب نے تو ضرور ہی اسکا الزام فرما رکھا ہے کہ جو عبارت کتبِ حضم سے نقل کرتے
 ہیں وہ چشم دید ہوتی ہے چنانچہ بندہ نے حکم کی تعمیل کی اور اس کے جواب میں جو روایت
 لکھی وہ چشم دید لکھی۔ اور نیز دائرہ نقل روایات کو وسیع کر دیا اور عرض کیا کہ جب روایات صحیح الماخذ
 اور غیر صحیح الماخذ ہر ایک فریق نے دوسری فریق سے نقل کی ہیں تو اس صورت میں ہر قدر
 کافی ہے کہ جس کتاب سے اس روایت کو نقل کیا۔ حادی او کا حوالہ دیا جاوے اصل ماخوذ سے
 نقل کرنا کہ ضرور نہیں۔ ہاں اگر حضم کسی روایت کی نسبت صحت نقل کا انکار کرے اور کھی کہ

یہ روایت کذب و دروغ ناقل ہے۔ تو اس وقت اس روایت کی صحت نقل کا ثابت کرنا کتب میں
 مذہب ضعیف سے لازم ہوگا۔ باوجود اس دعویٰ کے جو یہ صاحب نے فرمایا اور باوجود اس قیاس کے
 جو سند نے عرض کی یہ صاحب نے نقل فرمایا تین قطع نظر التزام حوالہ کتب خصوصاً مقبرہ
 صحت نقل کو ہی ملحوظ خاطر نہیں کہا۔ بلکہ مقتضاء تدین دعائی روایت کے الفاظ میں اس
 مطالبہ نسخ و تحریف فرمائی۔ مقدمہ نوح حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا میں ایک روایت
 فتح الباری سے لکھی ہے جسکی خاتمہ کی الفاظ یہ ہیں کہ یہ کیوں یقبل منہ
 ذلك العذر حتی الجاہ ختم روایت پر کوئی حوالہ نہیں دیا جس سے خیال کیا جاسکتا ہے
 کہ شاید آپ نے فتح الباری سے ہی بلا واسطہ نقل کی ہوگی۔ حالانکہ فتح الباری میں اس
 روایت کا کہیں نام نشان نہیں ملا۔ اگر آپ نے فتح الباری سے نقل کی ہے تو فرامین فتح الباری
 میں یہ روایت کس باب میں کس صفحہ پر مذکور ہے۔ اور نیز تفسیر معالم التنزیل سے لکھا ہے کہ انبیا
 میں ہے ایک نبی نے بت خانہ میں جانا اور کفار کی عبادت میں شریک ہونا دین حق
 کی ترویج کی لہٰذا اختیار فرمایا یہ بھی محض دروغ ہے۔ تفسیر معالم التنزیل سے بحوالہ التزام
 ایک روایت نقل کی جس سے کہا واصل حق کے مذہب پر کلام مجیبہ میں تحریف کا واقع ہونا
 ثابت کرنا منظور ہے اسکی آخر کا یہ جملہ لکھا ہے۔ وقال عثمان رضی اللہ عنہ نے
 المصحف لحناء و سقیمہ العرب بالسنہ ادر ترجمہ اسکا اصرح کیا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ
 نے کہا کہ قرآن میں لحن اور سقیمہ العرب ہے یہ لفظ یعنی سقیمہ العرب بستیہا محض حضرت
 میر صاحب یا انکی بزرگ کشمیری صاحب صاحب نزہہ کا نسخ اور تحریف کیا ہوا ہے
 کہ کسی روایت میں یہ لفظ ہو بلکہ فی الاصل یہ لفظ اصرح مروی ہے کہ سقیمہ العرب
 بستیہا۔ یہ میں تفاوت رہ از کجاست تا کجا۔ لیکن یہی جہد را اس سالہ میں روایت
 لکھی ہیں حسب قرار داد اکثر اہل شیعہ کی کتب معتبرہ سے تلاش کر کے چشم دید کسی میں
 اس کا یہ عذر قبول نہیں کیا یہاں تک کہ اسکو مجبور کر دیا۔ ۱۱۔

اور جس جگہ کوئی روایت بالواسطہ نقل کی ہے وہ ان حوالہ ہی دیدیا ہے جس شخص میں
میں متعدد روایات نقل کی ہیں۔ اس سبب کہ اگر کچھ روایات بالواسطہ نقل کی ہیں تو وہ
ایک دوسرے میں دیدی گئی ہیں۔ پہرا وجود اسکے اگر کسی جگہ خلاف منہادہ ناظرین کوئی
ایسا بلاخطہ قرار دین چوسکھوا واقع ہوا تو بندہ کو معذرت سچو میں کہ جناب میر صاحب
پہرا اس منہادہ کو توڑ چکے ہیں۔ والیادی ظلم۔

سوم۔ حضرت میر صاحب نے اپنی تحریر کی موافق تخت لفظ میں اپنی اخلاق و تہذیب
شائستگی پر امتحان روزانہ فرمایا ہے۔ بالاینہاد دعائی تہذیب حضرت نے اسی تحریر میں
بمقتضای اپنے ادعائی اخلاق و تہذیب کے ترضیات و مطاعن بھی کہیں دیر نہ نہیں
فرمایا بلکہ کوئی دقیقہ بد تہذیب کا اوٹھا نہیں رکھا کیونکہ بخش اور گالیوں کا تہذیب چوکے
باوجود اسکر بندہ نے ایسی کلمات کو جواب ترکی بہ ترکی سے دانستہ اعراض اور
اختیار کیا ہے اور التزام کیا ہے کہ انشاء اللہ تقالے کوئی کلمہ خلاف تہذیب بطرح
تشیع کے دانستہ نہیں لکھیگا۔ اور اگر اتفاقاً کوئی کلمہ نا دستہ سبقت قلم سے نکل گیا
جسکی نسبت بندہ نے یہ خیال کیا ہو کہ گران بار خاطر سامی ہوگا تو بندہ اسکی نسبت
نہایت عاجزی کے ساتھ معافی کا خواہن ہے۔ کہ میر مقصود کسی کا دل دکھانا نہیں ہے
بلکہ جو میر صاحب نے اپنی تحریر میں گویا میری طرف سے فرمادیا ہے کہ مباشرتہ مذہبی میں اختلاف حق
ہو یا باطل کے لئے ایسی الفاظ بولے اور لکھے چکے ہیں۔ جو نا کو اربعہ مخاطب ہوں
پہرا کہ ہوا ایسا کوئی کلمہ نا دستہ میری زبان و قلم سے نکل گیا ہو تو وہ ہے واجب العفو ہے۔

چہارم۔ تجرید جواب اب جواب کہارہ میں حضرت میر صاحب کی یہ فرمایش تھی کہ جواب اب جواب
بجاء و قاطعاً عبارت سے نکل گیا کہ جواب اب جواب کے طور سے متقطعات لکھا جاوے بلکہ
پوری پوری عبارتیں جواب کے لیکر تروید کیجئے چنانچہ حسب فرمایش میر صاحب بندہ
پوری پوری عبارتیں اور جملے لیکر تروید کی ہے کہ میں کوئے عبارت نہیں چھوڑی

جس کا جواب نہ لکھا ہوا اور جواب البجواب میں جس کو لیکر تردید نہ کی ہو مگر جو عبارت میر صاحب
 شروع تحریر میں بطور تہید کے لکھی ہی اوسکی تمام عبارت نقل کر کے تردید کرنا بطول داخل
 اور فضول لا حاصل سمجھا پہلی اوس میں سے تھوڑی تھوڑی عبارت نقل کر کے تردید کی ہو
 اور نیز ترجمہ روایات ہی جو میر صاحب نے تحریر میں درج کیا تھا۔ میں نے بخوف اخصا حجاب جواب
 میں اوسکو اخذ نہیں کیا صرف اصل عبارت کی نقل نہ کرتا کیا ہے۔

پنجم۔ چونکہ بعض مضامین میر صاحب کی تحریر میں مکرر شدہ کرر واقع ہوئی ہیں اور اذکی جواب
 میں جب ہر جگہ کی عبارت نقل کی ہی تو کچھ کچھ لکھا ہی اگرچہ ہر موقع میں حتی الوسع طرز
 جدید اور جدا مضامین کو ملحوظ خاطر رکھا ہی مگر تاہم بعض مضامین مکرر واقع ہوئی ہوئے
 پس ناظرین دقیقہ شناس دلنگاہوں اور محکومعات فرمائیں۔

ششم۔ میر صاحب نے بندہ کی عبارت کو اپنی جواب میں مختلف عنوان ہی لیکر جواب تحریر
 فرمایا ہی کہیں کہیں بندہ کی عبارت کو بعنوان لفظ قال تعبیر کیا ہی اور اکثر جگہ لفظ قولہ
 کہ ساتھ عبارت کو اخذ کیا ہی یہی وجہ سی کہ جس جگہ بندہ کی تحریر میں ہی لفظ قولہ
 لکھا ہوا تھا اوس جگہ میر صاحب نے اپنی تحریر میں قولہ قولہ مکرر لکھا ہی جو ذوق سلیم کی نزدیک
 متکہہ و مستقیم ہی۔ پہلی بندہ نے باندیشہ خلطہ التباس عبارت نقل عبارت
 میں یہی قاعدہ مقرر کیا ہی کہ جس جگہ میر صاحب نے بندہ کی کلام کو لفظ قال یا قولہ سے
 شروع کیا ہی بندہ نے اوسکے نقل میں اوسکی عنوان پر لفظ قال الفاعل محجب
 بخط تعلیق نقل کر لی لکھا ہی اور اوسکے بعد اپنے عبارت سابقہ اور میر صاحب کی جواب کا
 جس جگہ بقدر ضرورت نقل کر کے اوسکی تردید کو لفظ یقول العبد الفقیر الی مولاه
 سے شروع کیا ہی جو بخط تعلیق علی ہر اور اس دو میان میں جو لفظ قال یا قولہ یا قول
 میر صاحب کی تحریر کا ہی اوسکو بخط تعلیق بانک لکھا ہی پیر اس جواب کے جس قدر جملہ
 باقی ماندہ ہیں اونکو لفظ قولہ خط نسخ جملہ سے اور اوسکی تردید لفظ اتقول نسخ علی سے

شروع کی گئی تھی یہاں تک کہ میر صاحب کا دوسرا قول شروع ہوا اور میر صاحب کی تہمید کی تردید میں چونکہ اندیشہ خلط والتباس تھا اور تحریر ہی بنظر اختصار چند اقوال المتقطہ پر کی گئی تھی اسلیٰ نقل عبارت میر صاحب معنون بلفظ قولہ نسخہ جلی کی گئی اور اسکی تردید اس طرح بلفظ اقوال شروع کی گئی ناظرین ہنگام ملاحظہ ملحوظ خاطر رکھیں۔

مفتی میر صاحب نے اپنی تحریر کو دین ورق جواب تحریر مولوی پیر محمد خاں صاحب اور جواب تحریر کسی دوسرے شخص کے ساتھ جسکو شاید وہ اس عاجز کی تحریر سمجھی ہوگی بذیل مذہب فرمایا شاید اس سے یہ غرض ہو کہ اسکا جواب ہی بندہ ہی لکھے لیکن چونکہ اس کے اکثر مضمین کی تردید اس سالہ میں گذر چکی تھی اور تحریر ہی طویل ہو گئی تھی اسلیٰ بندہ نے بنظر اختصار اس کے بعض اقوال پر گفتگو کی اور باقی کو مابقی چوالہ کر دیا۔

وہاں اشعار فی المرام متعینا بالملک العلام دیو جی وغیرہ کو کیل دلا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ اعظم

تردید تہمید

قولہ جواب سو پہلے مباحثہ کا اصلی حال لکھا جاتا ہے۔ النہ اقوال یہ قصہ تو خدا جانے کہاں تک صحیح ہی۔ لیکن علماء اور دعوات شیعہ کا عام قاعدہ ہی کہ ہمارے دسترس اور موقع پاتے ہیں۔ ضعف، اہانت ہو اختلاط کر کے مذہبی چمچر چھا کر دیتے ہیں۔ اور چینی چمچری باتیں بنا کر اپنی مذہب کی طرف رغبت دلاتے ہیں اور دعوت کرتے ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ یہ دتیرہ حضرات شیعہ کا اونکی مذہبی روایات منقولہ بجا الانوار وغیرہ کے رو سے جائز ہے یا ناجائز انشاء اللہ تعالیٰ کسی جگہ مختلف نہیں کریگا۔ چنانچہ اسی قضیہ کلیہ کے مطابق ہماری میر صاحب نے ہی مکر می جی عنایت احمد صاحب قدوسی گنگوہی کے ساتھ یہی چال چلی۔ لیکن چونکہ میر جی صاحب موصوف کو مذہبی تحقیقات میں حضرت مخدوم العالم مولانا دیر شاہ نے

رشید احمد صاحب گنگوہی دم برکا تہم اور دے تیکے تلامذہ و خدام کی ایک مضبوط پشت پناہ
 حاصل تھی پہلی پیرچی صاحب نے میر صاحب سے مقابلہ کیا اور انکو جواب دی اور دے تیکے
 چالو نکو اور چو نکو کاٹا پس میر صاحب کا یہ فرمانا کہ پیرچی صاحب خود اس امر کی بادی ہو
 ظاہر غلط اور کذب معلوم ہوتا ہے کیونکہ پہلے اس سے کہا ہے کہ انکو مباحثہ نہیں کا
 شوق مواجس سے ظاہر ہے کہ پیرچی صاحب کو پہلے سے شوق مباحثہ نہ تھا اور اب
 میر صاحب کے فیض صحبت سے پیدا ہوا ہے میر معلوم نہیں یہ شوق کیونکر پیدا ہوا اور
 کس امر سے ناشی ہوا ظاہر بخبر اسکے کہ میر صاحب کی چٹیر چٹاڑ سے پیرچی صاحب کے
 یہ شوق مناظرہ پیدا ہوا ہوا اور کوئی قریب احتمال نہیں ہی کیونکہ اول غصہ ہوا اہستہ کے
 مناظرہ کی طرف توجہ نہیں ہوتی علی الخصوص پیرچی صاحب تو علوم و وجہ عقلیہ
 و نقلیہ سے ہی کچھ ایسی واقف نہیں ہیں جو انکو خود بخود بھیجی رہتا ہی شوق مناظرہ
 پیدا ہوا اور خود اس امر کی بادی ہوں۔ جب آپ وجود مخالفت مذہب کے انکا اتنا قلبی
 اپنی ساتھ خیال کرتے ہیں تو ممکن نہیں کہ آپ نے حسب عادت ایسی ہی چٹیر چٹاڑ نہ کی ہو
 اور انکو اپنے مذہب کی طرف دعوت نہ فرمائی ہو پیر اس بنیاد پر پیرچی صاحب نے آیت
 اختلاف لکھ کر آپ سے جواب چاہا تو وہ بادی مناظرہ نہیں ہو سکتے اور انہی لفظ بادی
 کا اطلاق غلط اور خلاف واقع ہے۔ باقی رہا یہ جو آپ فرماتی ہیں کہ آخرین جو میری
 تحریر گئی تو تمام علماء دینیانہ نے اس کے جواب سے پہلے ہی کی۔ اور عقب گذاری کے لٹی
 جیلر دہانے پیدا کئے چند آپ نے انکی جیلے قطع کئی۔ لیکن بنجم آپ کے کسی میں
 حرات نہوی کہ آپ کا جواب لکھتا یا انکی مناظرہ کا قصہ کرتا۔ یہ محض انکی لٹ ترانیان میں
 جو انکی مجلس مع طلب و مانع میں سمائی ہوئی میں۔ ورنہ نے تحقیقت ہر شخص انکی تحریر
 کو دیکھ کر معلوم کر سکتا ہی کہ آپکی زبانی دعویٰ انکو نفس الامر اور واقع کی مطابقت سے کچھ
 آشنا ہی نہیں اور یہ عادی بالکل خلاف واقع ہیں چنانچہ اس تسدیر کے دیکھنی سے

جسکے روز قلعہ کے بندہ درپے ہے اور میر صاحب کا مایہ ناز و افتخار ہی میری اس کراش
 کی بخوبی تصویب تصدیق ہو سکتی ہے مگر ان میں سے ہم کہ علماء لدھیانہ نے اغماض اور
 جواب فرمایا ہوگا اور جواب یا ہوگا لیکن ان کے اعتراض کا اجماع یہ نہیں ہے کہ جو میر صاحب
 نے لکھا فرمایا بلکہ انہوں نے اس پر جواب نہ دیا ہوگا کہ لکھو قابل خطاب اور اپنی تحریر کو قابل جواب
 نہ سمجھا ہوگا۔ ورنہ خود ہی اول آپ فرماتے ہیں کہ علماء و فقیہین کو نہی و قیہ تحقیقات
 سائل میں پانچ نہیں رکھا اور آپ ہی کا مقولہ ہے کہ باب ثانی لایا داسع ہے جو
 ہر جگہ جاری ہو سکتا ہے۔ پھر کیا کوئے عاقل اور کر سکتا ہے کہ علماء لدھیانہ کو ہی
 مضمون جواب اپنی علماء سے ہی نقل نہیں کر سکتے تھے یا کوئی ناویل ہی پیدا
 نہیں کر سکتی تھے حاشا و کلاما پیر بعد اس دعا کی یہ کسر نفسی اور تواضع فرمانا
 کہ میر جی صاحب کی طرف سے یہ باب تحریر سوال اصرار اور اپنی طرف سے مامیت اور عذر
 انکار و موافقہ ماثبات ہے۔ اول تو میر جی صاحب کو جب جواب آخری تحریر علمی
 لدھیانہ کی سکوت سے عزت و شرم آئی تھی تو جدید سوال کے مطالبہ کی کیا ضرورت تھی
 اور مہنت کی ایک جانب سے کیا حاجت تھی آخری تحریر سامی جسکے جواب سے ہر جگہ
 علماء لدھیانہ عاجز ہو چکی تھے دوسری علماء کے پاس بھیجو کے لے کر اور دوسری جواب لے کر کے
 واسطے کافی تھے اور انکو ہی گنجائش تھی کہ فرماتے جس تحریر سے علماء لدھیانہ کہتا
 ہو چکر ہیں اور یہ کہ جواب دوسری علماء کو لے کر چاہیے مگر یہ کہ شاید انکو خیال ہوگا کہ
 دوسری علماء ہی ایسی سزا و جملہ مثل علماء لدھیانہ مکرین۔ اور بدین وجہ جواب دی ہی
 عقب گذاری مکرین کہ اس مباحثہ کی ابتدا ہی صحیح نہیں تھی آپ تحریر سوال پر آمادہ
 ہوئی لیکن یہ تو آپکا عین مدعا تھا۔ اور ظاہری کہ پہلی تحریر میں ہی مسئلہ امامت ہی
 میں نہیں اور یہ سوال جدید ہی امامت ہی میں لکھا گیا ہے عسلاوہ ازین میر صاحب
 کی نزدیک علماء اہل سنت عسلاوہ شیعہ کی کتابیں دیکھنی اور نئے نئے سائل متنازعہ فیہا

میں خصوصاً اجرات صحابیہ میں گفتگو کرنے گناہ اور مذہب کے غفل جاتی ہیں اعلیٰ اللہ سبحانہ
تو آپ کی زور تحریر کے سامنی ہاگت ہو چکی ہے پھر نہ قلت استعداد و حیچدانی عوسیم
الفرستی وضعف دماغ وغیرہ کے کیا معنی یہ حالت تو اسکو مقتضی ہے کہ آپ کی
دی ہی لن ترانیان بجاہون جنہون نے آپکے تخیلات کی بہ نسبت پونچائی تعجب ہو
کہ علماء الدہیانہ کے مقابلہ میں تو بیہ ورشور کہ اوں کو تو مباحثہ کی دعوت فرمائیں
اور عام اجازت دیں کہ چاہوا زس نو گفتگو شروع کرو یا طرز مباحثہ حسب مرضی خود بدل
دوا و سوقت نہ قلت استعداد و حیچدانی کچھ مانع ہو اور نہ عدیم الفرستی اور دوام مرض
روکی۔ اور جب پیری صاحب سوال لکھا وہا میں تو بیہ عیب موجود ہو جائیں پس ان
حالات اور قرآن میں غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ اخبار حال مباحثہ
واقع سے کقدر بر اصل بعید ہی قولہ غرض یہ تھی کہ کوئی صاحب اسکا جواب
الضاف سے تحریر فرما دیں اور محض تحقیق حق منظور ہو اقول جناب میر صاحب اگر
آپ کو اس تحریر سے واقعی تحقیق حق منظور ہو تو سبحان اللہ کیا کہنا۔ لیکن تحقیق
حق کی تو بیہ صورت ہو سکتی ہے کہ اول آپ اپنی معتقدات سے خالی الذہن
اور تصعب و عناد سے فارغ البال ہو کر مسائل مختلف فیہا کے دلائل متعارضہ
میں حقانیت والضان کی نظر سے غور فرمائیں اور آپ کا خضم ہی یہ ہی طریقہ
ملحوظ رکھیں۔ اور یہ ہی تحقیق حق کے کوئی صورت ہو سکتی ہے کہ آپ نے فرمایا
کہ ہماری معتقدات صحیح اور دلائل عقلیہ و نقلیہ ثابت ہیں ہمیں ادنیٰ صحت و ثبوت
میں حق یقین کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے خواہ وہ آپکے معتقدات عند الخصم
صحیح ہوں یا غلط اور واقع کے مطابق ہوں یا غیر مطابق۔ لیکن خضم اپنے
معتقدات جو بزعم سامی غلط اور مخالف دلائل عقلیہ و نقلیہ کے ہیں تحقیق
کر رہے اور محض تحقیق حق منظور ہو۔ اور غرض ہر کہ اسکے جواب میں آپ کا خضم لگا بھی

یہی کہتا اور صریح اچکا جمل مکابرہ ہی تحقیق حق کیونکہ جب ہر فرق اپنے اپنے
 معتقدات کو حق اعتقاد کی بیٹھا ہے اور دوسری فرق کے معتقدات کو باطل توہرگز
 اپنے معتقدات کی قبائح اور دوسرے فرق کے معتقدات کی محاسن ذہن میں نہیں
 آتیگی اور فرق اپنے معتقدات کی جنکو وہ حق اعتقاد کی بیٹھا ہے نصرت اور جانب داری
 کریگا۔ اور کبھی تحقیق حق نہوگی بہر کیف لفظ تحقیق حق میں اگر لفظ حق سے مراد حق
 واقعی اور نفس الامری ہی تو چشم مارو شن ہم ہر طرح تحریر سے تقریر سے حاضرین
 سہکو کی طرح درج نہیں اور اگر حق مرعوسی مراد ہے تو وہ سہر سہر بغایدہ کیونکہ خصم
 نزدیک وہ محض ناحق اور باطل ہے۔ اگر آپکو تحقیق حق مد نظر تھی تو اول اپنے
 اپنے معتقدات کی نسبت حق الیقین کا خلاف واقع دعویٰ فرمایا ہوتا اور جب آپ
 انجمن نسبت اسکی مدعی ہیں کہ آپکو اول ثبوت میں حق الیقین کا مرتبہ حاصل ہو گیا ہی
 تو ثبوت و تحقیق حق والصفاء تو خود بدولت ہی نے منہدم فرما دیا آپ اپنی خصم سے
 الصفاء و تحقیق حق کا طالب ہونا غیث اور خیال محال ہی۔ اگرچہ اہل خرد کو نزدیک
 آپکو اس حبل القدر دعوے کی تکذیب تردید آپکی اسی تحریر سے آشکارا طور پر پوری ہو
 باقیہ ہم آپ ہی تحقیق حق کے لئے سہر چشم حاضرین اور ملتس ہیں کہ اگرچہ آپ نے
 ہماری پہلی تحریر کو بنظر الصفاء ملاحظہ نہیں فرمایا اچھا ان معروض کو ہی بنظر انصاف
 و تحقیق ملاحظہ فرماویں۔ قول دوم کہ بعد میرے شفیق نے مجکو جواب لکھ دیا
 کسی گم نام شخص نے لکھا ہی جواب تو کیا ہی حضرت مجیب نے اپنی جودت طبع دکھانے کو
 میری سوال کو مجھ ہی پر غلبہ کیا ہی گو بظاہر یہ علم مناظرہ کی بہت کھنڈی ہیں مگر
 اصل میں یہ ہی ایک قسم کا گریز ہے اور واقعہ میں اسکا جواب ہی کیا تھا حضرت
 غور کیا کہ اصل سوال کا جواب تو کچھ ہو نہیں سکتا اور بدون لکھی کچھ چارہ نہیں
 پہنچی یہ طرز اختیار فرمائی۔ اقول جناب کا سوال اور شہبان سہر سہر میں

پاس میری عزیزوں نے ارسال فرمایا تھا رمضان شریف میں بسبب شدت گرمی و کس و نامگی
 میام مذارت قرآن شریف کی تحریر جواب ہی مختصر رہے جس کے نسبت معافی چاہتا ہوں بعد ازاں
 ماہ میام بندہ نے حکم کی تعمیل کی۔ اور شروع سوال میں جواب لکھ کر دیا۔ تاہم آخری چند متین
 روانہ کر دیا۔ گمنامی کی شکایت فضول ہے اگلو اپنی جواب سے مطلب ہی مجیب کی
 گمنامی اور نام اور ہی سے کیا مطلب۔ کیا آپ یہ نہیں مانتے ہو گا انظر الی ما قال علاوہ ازیں
 انہی مجیب تو انکی تفتیح میری صاحب تہ خواہ وہ اگلو اپنا جواب طبع زاد دیون یا کسی سے
 ہو چکر جواب دیون اور غایر ہے کہ میری صاحب علماء اہل سنت میں ہی جس سے دریا
 کر کے یا لکھو اگر جواب دہنگی وہ اوسکو جانتی ہونگے اور اس امر کی کچھ ضرورت نہیں
 کہ آپ ہی واقف ہوں ہاں اگر آپ ایسی علامت اللہ ہوتے کہ انکی نظیر و شواہد ہوتے
 اور اسوقت آپ فرماتے کہ ہم اسوقت جواب قبول کرینگے جبکہ فلان عالم اہل سنت
 میں سے ہماری مقابل ہو اور ہمارے سوال کا جواب لکھی۔ تو کچھ حیدان مستانہ نہ تھا
 لیکن جبکہ آپ خود اپنی اعتراف محض فارسی خوان ہیں اور مناظرہ ہی کی چند کتابیں
 آپکا مبلغ علم ہے تو ایسی حالت میں آپکا گمنام کے جواب ہی کہ استہتکاف
 فرمانا اور نام اور کے جواب کا طالب ہونا بروعی فسل اسرنازیبا ہے اور یہ بندہ جو
 بیشک گمنام ہے اگر جواب میں اپنا نام لکھ ہی دیتا تو ہی اپنی گمنامی کے وجہ سے
 وہ تحریر گمنام ہی کے تحریر ہوتی اور نام لکھنا اور نہ لکھنا برابر ہوتا۔ باقی رہا بندہ کی
 تحریر کی نسبت جو کچھ تحریر فرمایا اوسکو جواب میں مختصر کیفیت آپکو سوال کے اور
 اپنے جواب کے اہل انصاف کے سامنی پیش کی دیتا ہوں اور انصاف کا طالب
 ہونا ہوں۔ سوال سامی بحیثیت مقصود و امر و نگو شتمین تھا۔ اول جواب نے بڑے
 جوش و خروش سے دعویٰ حقیقت اپنی اصول ثلثہ کا فرمایا تھا اور لکھا تھا کہ ہم
 اصول عقلاً و نقلاً ثابت ہیں اور کوئی دلیل عقلی یا نقلی ثبوت حقیقت اصول مذکور

آپ نے بیان نہیں فرمایا تھی پہر باوجود اسکے یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ اگر کوئی حساب
 ہماری شرائط کو رد کرے تو محض لانسلم کہ نہ مال دین اور یہ حضرت کے مناظرہ
 دانی تھے کہ دعویٰ بلا دلیل لکھیں اور حضم سے اسکی تردید میں دلائل کے طالب
 ہوں جب آپ مدعی حقیقت اصول نشہ تھے تو آپ پر واجب تھا کہ اول اذکو دلائل
 عقلیہ نفسانیہ سے ثابت فرماتے اور بعد اسکے حضم کو کھتری کہ محض لانسلم کہہ
 ز مال دین پہر اذکو جواب میں آپکا حضم آپکے دلائل پر جب قواعد مناظرہ نقض یا
 سار ضمیمہ پیش کرتا بلکہ جب آپکا حضم مانع ہے تو وہ بعض مقدمات کی نسبت حسب
 قاعدہ لانسلم ہی کہہ سکتا تھا۔ پس آپکو اپنے رتبہ کی اور اپنی محیب کے منصب کی خبر
 نہیں لیکن باین ہمہ آپکو دعویٰ خود ہی بلا دلیل ذکر کیا اور خلاف منصب بے محل
 واوید شروع کر دیا۔ یہ حضرت کے انصاف اور مناظرہ دانی کا مقتضا تھا۔ سہلی
 ہمو اسکی کچھ شکایت نہیں۔ امر دوم آپنے علماء اہل سنت سے درخواست کی تھی کہ
 وہ اپنی اصول موضوعہ کو دلائل عقلیہ سے اور دلائل نقلیہ سے ثابت کریں علماء
 اسکی ذیل میں آپنے کچھ طاعین خلفاء رضی اللہ عنہم و صحابہ کرام رضوان اللہ
 علیہم اجمعین ذکر کی اور باقی ماندہ بخاری غیظ صاحب تحفہ منہجی الکلام و بدایہ و بدایہ کی
 تعلیط میں نکالا چونکہ آپ محض سائل ہی نہ تھے بلکہ اولاد مدعی اور ثانیاً سائل تھی
 تو حسب قاعدہ آپ پر واجب تھا کہ اپنی دعویٰ کو دلائل سے ثابت کرتے بعد اسکو
 اہل سنت سے انکے اصول پر دلائل مثبتہ کی طالب ہونیکا آپکو منصب حاصل ہوتا
 برخلاف اسکو اپنے اپنی دعویٰ کو اپنے رسم میں بدیہی الثبوت تصور فرما کر اور
 مسلمات حضم پر سبھیکہ بلا دلیل نہ فرمایا اور حضم سے اسکو اصول پر دلائل کے خواہ
 ہوئی تو ظاہر ہے کہ آپکا حضم آپکو ایسے کب سینگا اور آپ سے ضرور دلائل مثبتہ خواہ
 نشہ کی نسبت غلو گیر ہو گا یہ اٹو تحریر سامی کی کیفیت تھی اب بندہ کو جواب

کیفیت اہل انصاف سنیں کہ بندہ نے اول آپ سی اچکی ادس عوی کا جو شروع ہو
 میں بلا دلیل فرمایا تھا اثبات جاہ اور ثبوت اصول ثلثہ کی دلائل طلب کی اور سی
 پر گفتا نہیں کیا بلکہ بعد اسکی محض تبرعاً باس خاطر سامی آپ کے روایات مسلمہ سے اچکی ہو
 مذہب کو باطل کیا جو اہل سنت کے بزعم جناب اصول موضوعہ کی ثبوت کے لئے
 ایک بہت بڑی قوی دلیل تھی بعد اس کے اصول اہل سنت کا ذکر کیا اور باتناغ
 سامی تفصیل دلائل سے انماض کیا لیکن بطور تہنیتہ و ایفاظ اذکی ثبوت کا حوالہ جسما
 اقوال و افعال حضرات ائمہ کرام رضی اللہ عنہم کے تفصیل اقوال و افعال کو قوت
 تفصیل دلائل ثبوتہ اصول ثلثہ سامی پر منحصر رکھا کہ تفصیل ذکر اقوال و افعال کا موقع اذت
 ہوگا جبکہ جناب اپنی اصول سنت کو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت فرمایا گی اور ظاہری
 کہ ایک دلیل مثبت اصول اہل حق حضرت کے اصول بطلان سے پیدا ہو ہی چکی تھی ہر
 مختار آپ کو مطاعن کا جواب دیکر اگر انا چند مفاسد مذہب سامی لکھی ہر صاحب تحفہ
 فتہی الکلام کے تعظیماً ابطال لکھ کر آئیں گے اما غلط پر ثبوت کیا۔ اب ہم
 کچھ نہیں عرض کرتے آپ ہی بزعم خود منصف ہیں آپ جو چاہیں فرمائیں چاہی
 اس کو اپنی دلیل و قی جواب تصور فرمائیں اور چاہی مناظرہ کے شکستہ ہی
 بتائیں اور چاہی گریز فرمائیں حق لکھ مگر تعجب ہو کہ حضرت نے اپنا نام نامی کیوں
 نہ تحریر فرمایا۔ تقیہ تو شاید انکو نزدیک علامت نفاق ہو یہ ہی شان پروردگار و
 حجت کردگار ہے کہ باوجودیکہ یہ حضرات تقیہ کو حرام اور منافقون کا نشان فرماتے
 ہا میں پھر ایسی خفیف امور میں تقیہ کرتے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالغیر صاحب
 صاحب تحفہ جو اس فن میں اپنے اہل مذہب میں حمید عصر تھے اور تاخرین
 جمہور اہل سنت اس مناظرہ میں انکو مقتلہ میں یا اینہم تحفہ میں اپنا نام لکھتی ہیں
 وہ ہی تو یہ جو از قسم تقیہ ہی فرماتے ہیں چنانچہ اذہ الخفا خاتمہ الطبع میں مولی محمد حسن

صاحب صدیقی فرماتے ہیں کتاب دارالافتاء عن حنفیہ الخلفاء تصنیف عالم ربیعہ رحمہ اللہ
 محمد اسماعیل بخاری ثانی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی است و اخیر
 بعض کسان از عبارت تحفہ اثنا عشریہ الخ اقول ہماری حضرت مجتبیٰ اس جگہ
 تقیہ کا ذکر فرمایا اور مکتوبہ دم تحریر نام کی نسبت الزام دیا کہ باوجودیکہ یہ حضرات تقیہ کو
 حرام اور منافقوں کا نشان کہتے ہیں پھر خود ہی اس کی ترکیب ہوتے ہیں کہ اپنی تحریروں
 میں تقیہ کرتے ہیں اور نام نہیں لکھتے یا لکھتے ہیں تو یہ لکھتے ہیں جو از جنس تقیہ ہی
 حضرت مجتبیٰ کے اس تمام تفصیل و تطویل سے اہل علم و فہم سمجھ گئی ہونگے کہ
 حضرت کو نہ حقیقت تقیہ سے واقفیت ہی نہ محل نزاع کی خبر ہے نہ اہل سنت کا مذہب
 معلوم ہے نہ اپنا مذہب جانتی ہیں ایسی ضرورت ہو کہ ہم مختصر یہی تقیہ کا ذکر کریں
 اور حضرت مجتبیٰ کے کمال علمی اور مناظرہ دانی اور انصاف کو آشکارا کریں اول تو یہی
 سراسر غلطی جو اہل سنت کی طرف نسبت کرتے ہیں کہ وہ مطلقاً تقیہ کو حرام اور منافقوں کا
 نشان کہتے ہیں اور یہ اہلسنت پر محض افتراء و بہتان ہے پھر دم تحریر نام اور توریہ تقیہ
 محمد بن داخل کرنا دوسرا ظرہ ماجرا ہی میر صاحب مدعی ہیں کہ انکو عن عفوان سن پتیر
 سہ نہ باظرہ کا شوق رہا اور کتب مناظرہ کی مطالعہ میں انہماک رہا ہی بتلا میں تو سہتی
 اوہنوان نے دیکھا ہی کہ اہلسنت نے مطلقاً تقیہ کو حرام اور منافقوں کا نشان لکھا ہی
 یا کہیں یہ لکھا ہی کہ توریہ از قسم تقیہ ہی یا نام نہ لکھنا یا غیر ہونا نام لکھنا از جنس تقیہ ہی
 اور اس کا ثبوت انکو کسی روایت معتبرہ اہلسنت سے ملا ہی۔ افسوس کہ میر صاحب
 اتنا برا دعویٰ فرمائیں اور اس کا ثبوت ندین۔ بڑا افسوس یہ ہے کہ میر صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ
 کو ہی کہہ کر نہ دیکھ لیا اور میں کتنی تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ کو لکھا ہے۔ میں یقین کرتا ہوں
 کہ اگر حضرت مجتبیٰ تحفہ کا ملاحظہ فرمایا لیتے تو یہ تحریر اس طرح چشم انصاف بند کر کے
 تحریر نہ فرماتے۔ جیاب میر صاحب۔ جس تقیہ کو علماء اہلسنت حرام اور منافقوں کا

نشان فرماتے ہیں وہ تقیہ وہی کہ علماء شیعہ جب کہ اپنی رسائل میں یہ تعریف فرماتے ہیں
 وہی موافقہ اہل الخلاف فیما یدینیون بد یعنی اہل خلاف کے قیاف
 انکو دینی امور میں حسب شمول شمول گنگا گنگا واس جہانگئی جہان واسن دزاسی
 خیالی نفع کی امید پر کہ ذرا تقیہ و تدبیر ہوگی یا توڑی سی وہی ضرر کے اندیشہ سے اگر خارج
 تو اس کے محافل میں جا نہیں سکتا معاذ اللہ بجا مذخوشنودی قوم سر پا یوم المہیت عنوان اللہ
 علیہم کے جناب میں بے محابا گستاخان کرنے لگے اور اگر کجا بس اہل سنت میں شریک
 ہوئی تو نزع و عداۃ اہلبیت کے فضائل و مناقب بیان فرماتے لگے اور تقیہ حرام
 وہی کہ جو شیعہ کہہ کر امام علیہم السلام (حاشا ہم) کی جناب پاک کی طرف منسوب کرتے
 میں چنانچہ کہتے ہیں کہ جناب امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجودیکہ
 انکو کچھ خوف نہ تھا خلفاء رضوان اللہ علیہم سے بیعت کر کے تمام عمر سرفراز کیا ہی
 کلمہ پڑھتی رہے بلکہ انکی انتقال کے بعد بھی بیان فضائل و محاسن کا ورد رہا ہمیشہ
 باہم شیر و شکر رہے جمعہ جماعات و اعیاد اونہیں کے عجیبی ادا کرتے رہے۔ اکثر
 سال خلفاء کی رعایت سی انکو موافق خلاف حق لوگوں کو بتلا کر گمراہ کرتے رہے
 غضب خلاف وارتدادیت پر اسی تقیہ کے بدولت چون و چرانہ کی قرآن کی تحریف
 پر صبر و سکوت فرمایا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلے قرآن منزل میں اسما صفحہ کائنات
 سحرگم ہو گیا۔ غضب مذک پر نہ بولے معاذ اللہ تذلیل المہیت ہوئی اور حضرت سید
 مطہر رضی اللہ عنہا پر حسب تقریر علماء قوم کیا کیا جور و جفائیں گدازیں اور خبر نہوی
 علی ذہ القیاس جسکا تفصیل سے اہل ایمان کے بدن یر بال بہتر سے ہوتے ہیں۔
 بعد اوسکے خلیفہ ثانی جناب امام حسن رضی اللہ عنہ اسی تقیہ مشورہ کی بدولت خلعت
 خلافت نبوت جو نیابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور تمام مسلمانوں کے حقوق
 کی جوابدہی اور ذمہ داری اوسکو سہا تہ منوط ہی اپنی اوپر سے اوتار کر برنعم شیعہ ایک

کا فوکو پہنا دیا اور اس کو حوالہ کر کے آپ ایک طرف ہو بیٹھی اور لوگوں کو گمراہی میں چھوڑ دیا
 علاوہ انہی آئمہ کرام رضائے تو خلافت کا نام تک بھی کہی نہ دیا اور آخر میں خاتم
 سلسلہ امامت حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ نے تو آرام گاہ شرمین راے
 عین نبوت پر ہی اختیار فرمائی کہ صد ہا برس گزر گئی اور شیعیان پاک منتظران قیامت کے
 جانیں لبون پراگبین کیکن حضرت اپنی جمال جہان آرا کو ششاقان زیارت پر
 جلوہ گر نہیں نہ ماتے۔ پہلے کچھ دنوں سلسلہ سفارت و خط و کتابت رجات جاری تھی
 اب وہ ہی منقطع ہو گیا کیا حضرت کو یہ خبر نہ ہو گی کہ اس زمانہ میں علاوہ اس کے کہ خواجہ
 و نواصب کا وہ زور شور نہیں رہا کتنی جگہ جان کا خوف اونکو نہیں ہے کیا مہدی
 سودانی کا حال معلوم ہو کر ہی آپ کو اس میں کچھ شک و تردد ہی رہا ہو گا یہی فرض کیا
 کہ خوف کی بجائے ہو ہی سہی اور کو فہم لکھنو وغیرہ کا اخلاص و ایمان قابل اعتماد نہ ہو
 لیکن اگرچہ نہیں تو بلا دہو نہیں ایران ہی میں ظہور فرما کر اظہار دعوت حق فرمائی جہاں لاکھوں
 مخلصین کچھ فدائی ہیں اور جانبازی کے لئی تیار و مستعد بیٹھی ہیں مگر یہ کہ ہندو ہی
 اس میں سحر ہے جس کو دریافت حقیقت سے عقل و مین کو تار و قاصر ہیں سبھا کہ
 نہایتان عظیم اور بجل اللہ و قوتہ اس نقیہ کذابیہ کا ابطال آیات قرآنی و احادیث نبوی
 اور قصص انبیاء سابقین و اقوال و افعال جناب امہ کرام رضوان اللہ علیہم سے
 مثل آفتاب رقبہ التہار ثابت ہر آیات قرآنی سے ایک آیت مع اوس تفسیر جو کچھ
 صافی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہی ملے گا نقل کرتا ہوں تا فرین اہل انصاف ملاحظہ فرمائیں۔
 اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَقَّعْتُمُ الْمَلَائِکَةَ طَالِیْنَ اَنْفُسِهِمْ فِیْ حَالٍ ظَلَمَهُمُ الْفُسْهُمُ بِتَوَكُّ
 الْحِجْرَةِ وَ مَوَافَقَةِ الْکُفْرَةِ قَالُوْا اِی الْمَلَائِکَةِ تَوْبِیْنَالْهَم فِیْمَ کُنْتُمْ مِّنْ اٰمِنِمْ
 لہ۔ جو لوگ ترک ہجرت اور موافقت کفار کی سبب اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں و رشتی ذمہ
 جان کا توفیق از روی تو بیخ اس پر چہ بین کیوں ! امور دین میں تہہ را کیا حال تھا ؟

قالوا لکما مستضعفین فی الارض یتضعفنا اهل التبرک بالله فی ارضنا
 وبلادنا بکثر عددهم وقوتهم ویمنعوننا من الایمان بالله واتباع رسوله
 اعتذروا مما وجوبه لضعفهم وعجزهم عن الحجرة او عن الظهار والدين
 واعلام کلمته قالوا ای الملائکه تکلذبنا لهم التبرک ارض الله واسعة فتمها
 حیما تفرجوا من ارضکم وودوکم وتفرقوا من یمنعکم من الایمان الی
 قطر اخر کما فعل المهاجرون الی المدینه والحجبه فاولئک ما واهم جهنم
 وسأت مصیرا و فی الاية دلالة علی وجوب الحجرة من موضع لا یمکن
 الرجل فیه من اقامه دینه وعن النبی صلی الله علیه وسلم من فرید یدیه من
 ارض الی ارض وان کان شبرا من الارض استوجب الجنة وکان رفیق
 ابراهیم ومحمد انتهى ملتقطا۔ اہل انساب اس آیت شریف کو اور اسکی تفسیر کو
 مع آیات ملتئمہ کے ملاحظہ فرمائیں اور حقیقت تفسیر پر قوت و اطلاع حاصل کریں
 اگرچہ جبکہ بہت بحث کی گنجائش ہے اور اس تفسیر سی بہت عقیدہ حل ہو سکتی ہیں جو
 تقویٰ اس مسئلہ پر اکتفا کر کے اور ضامین سبب کو اذعان صافیہ ناظرین پر حوالہ کر کے

لے تہ وہ جواب دہ ہیں کہ تم نے جو عقیدہ منسوب ہے۔ یعنی ہماری نکان یا ربین شرک لوگ تھی انہوں نے اپنی فوت اور کثرت
 تعداد کو سبب سمجھ دیا یا تھا اور خدا تعالیٰ پر ایمان لگا اور رسول کی پیروی کرنے سے کماؤ کثرت ہی پر اہل شریعت و مرنش کے جواب میں
 خدا تعالیٰ کے چونکہ ہم غلو پر بہت تھی اس سے ہجرت کی انہارین اور ہا کلمہ حق نمکر کر تب دوشی انکو چھوڑا لی کے کچھ کسی نے
 کیا خدا تعالیٰ کا نکلنا فراخ نہ تھا کہ تم نے ہجرت کر جانا اور اپنی وطن اور گھر پر چل نکلتی اور جو لوگ تم کو ایمان لائے وہ کچھ
 انہی قطع تعلق کر کے کسی اور طرف کا رہنے لگے جیسا کہ اہل بدعت اور ملک مشرکین نے کیا۔ پس یہ لوگ کہ انکا مادہ مذہب ہی
 اور یہ بہت بڑا گشت ہی پس یہ آیت صاف دلالت کرتے ہو کہ جب کسی شخص کسی مجاہد پر دین کا قائم نہ کرے کہ وہ اسکی اور ہجرت نہ
 چھوڑ دینا واجب ہے۔ اور آخرت ہجرت کو کہ جس شخص اپنی کو (مثلاً) ایک ایک جگہ سے دوسرے جگہ ہجرت کیا اگرچہ پیافیت ایک ہی
 حالت کی کہ وہ نہ۔ اور اس چہنٹ جب ہو جائے گی اور ہر ایمان محمد کا رفیق بن جانا ہے۔۔۔

اگر چلتا ہوں احادیث نبوی سنی علامہ باقر مجلسی سید اول سجادین نقل کرتے ہیں
 ابن یزید عن محمد بن جہور القمی رفعہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم اذا ظهرت البدع فی امتی فلیظہر العالم علمہ فان لم
 یفعل فلیر لعنة اللہ۔ ابی عن عبد اللہ بن المغیرۃ و محمد بن سنان
 عن طلحہ بن زید عن ابی عبد اللہ عزابا علیہم السلام قال قال علیہ
 السلام ان العالم الکاتم علمہ یبعث انن اهل القیمۃ یرحبا تلعنه کل
 دابة حتی دواب الارض الصغار۔ یہ روایات صحیح مطبوعہ تہذیبیہ اور علمائے شیعہ جو
 کچھ ان روایات میں تاویل فرما کر منسوخ و تحریف کرتے ہیں اور کہتی ہیں کہ مراد اسوایہ و
 تہذیبیہ کے ہے وہ برومی عقل و انصاف ہرگز قابل قبول نہیں اقوال و افعال ائمہ کی تفصیل نقل
 موجب تطویل ہو سکتی اور ہمیں سہولت و قدر قلیل کے بیان پر اکتفا کرتا ہوں بہت سی اقوال مطبوعہ تہذیبیہ
 بیج البلاغہ وغیرہ کتب میں مذکور ہیں اور ہمیں سے جناب امیر رضی اللہ عنہ کا ایک قول جو
 بیج البلاغہ میں شریف رضی نے نقل کیا ہے لکھتا ہوں ومن کلام لہ علیہ السلام
 لما عرفوا علی بعت عثمان لقد علمت انی احق بہا من غیرہا واللہ لا سلمن
 ما سلمت امور المسلمین ولم یکن فیہا جور الا علی خاصہ۔ اس قول سے صفات
 ثابت ہی کہ جناب نے تسلیم و انقیاد خلیفہ کا اوس وقت تک قبول کر رکھا ہی جب تک
 کہ مسلمانوں کے امور سلامت ہیں اور سوائی ذات خاص جناب کے کسی پر ظلم و جور

۱۔ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب میری امت میں بدعتیں ظاہر ہونے لگیں عالم کو چاہی کہ
 اپنا عالم ہر کسی پر اگر ایسا نہ کرے تو اس پر لعنت ہو ۱۲۔ ۱۳۔ فرمایا علیہ السلام اپنے کو چھوڑا والا اور ٹھایا جائیگا اہل
 قیامت میں سب سے زیادہ بدبو والا سب جانور و پر پخت کرنے میں یہاں تک کہ زمین بچھوٹے چھوٹے کیرے ۱۴۔ ۱۵۔
 جب لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کی سمیت کا قصد کیا تو اس وقت جو کچھ جناب امیر نے فرمایا اوس میں یہ کلام ہی۔ تم جان چکے ہو
 کہ میں اپنی غیر نبوتی بات نہ کہتے ہوں خدا قسم یہ میرا دھمکاؤں کا کھلا کونہ کہ مسلمانوں کو اس میں اپنے پرکھنا اور یہ کہ اس میں کسی ظلم و ستم

نہوا و جب یہ ہوگا یعنی مسلمانوں کے حقوق ضائع ہو گئی اور ان پر جو یہ ہوگا تو پرہیزگار
 و انقیاد و نرمی کا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خلفاء رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہمیشہ شیر و شکر ہی
 کہی مخالفت نہیں فرمائی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کے ساتھ ذرا نرمی اور ادا
 نرمی اول ہر طرح ہنمائی فرمائی یہاں تک کہ آخر کار قتل و قتل سے ہی دریغ نہیں
 فرمایا اگرچہ کامیاب نہ ہوئی اور قتل و قتل و قتل ہو گیا اور یہ فعل حضرت رضی اللہ عنہ کا
 امر میں مبتلا تھی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اگرچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
 سے مناقشہ نہ فرمایا لیکن نرید پلید جو آپ سے صرف بیعت کا ہی خواستگار تھا آپ نے
 ہرگز اس کی بیعت کرنا قبول نہ فرمایا اور آپ نے قتل و قتل کی فوج کی کثرت سے ڈرا اس
 لکھا اور اپنے آپ کو اور جو انان اہل بیت کو طعنے تیغ بے دریغ کر کے شربت شہادت پلن
 فرمایا اور سید کی ایک فرض نہ رہی کہ جو تفسیر ہی تیغ و قتل سے اوکھاڑ دیا۔ یہ مقام استطراد
 ہی اور طول کا ہی اندیشہ ہی اسلئے ہم بسط و تفصیل سے عرض نہیں کر سکتے غرض یہ تفسیر
 جو مختلف فیہا میں الفرقین ہی اور جبکہ اہل سنت و جماعت کا نشان کہتے ہیں نہ تو یہ
 دساریں کجا تو یہ اور کجا تفسیر کجا یہاں کجا اسماں۔ اہل سنت کے یہاں اکثر
 عزوات میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو یہ منقول ہی اور تو یہ میں امر و مہین و
 دو چہتین بفرض ابہام مقصود اور ابہام کلمات مقصود کے استعمال کیا جاتا ہے اور
 نہ لکھنا تو تو یہ ہی نہیں ہے چہ جائیکہ تفسیر مجبور ہو پس حضرت مجیب جیسی مدعی انصاف
 سے نہایت مستجاب ہے کہ ایک ذکر لایعنی لکھ ڈالا اور یہ خیال فرمایا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں
 اور یہ نہ سوچا کہ میں انصاف کا دعویٰ ہی اسی تحریر میں کر چکا ہوں اگر کوئی ان کو
 جمع کرے گا تو کیا کہیگا۔ پہر اب ہم ان تحقیقات پر اپنی عجیب لیبس کر کیا انصاف کی
 اسیر رکھیں۔ اگرچہ تو یہ میں بحیثیت جواز ضرورت و عدم ضرورت و دینو مادی
 میں چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مزاج سبب سے ہیں معہذا تحفہ کی دہما

میں جو حضرت شاہ صاحب قدس سرہ الغیر نے توریہ اپنا غیر معمولی تحریر فرمایا
 علاوہ اور مصالح کے ایک یہ بھی ضرورت اس طرف داعی تھی کہ اس زمانہ میں شیخ
 کا نہایت زور تھا اکثر بڑی بڑی فوجی مقصد دار و نہیں متعصب ہو تے تھے چنانچہ تقریباً اسی
 زمانہ میں حضرت نرائن پور جہان رحمتہ اللہ علیہ بدون اسکی کہ کوئی گناہ مستوجب قتل
 اور کسی سرزد ہو چکا تھا اور انکی دست بندی سی ٹھہرنا اچھل کر شربت شہادت نوش
 فرما چکے تھے اور اسکا کچھ تدارک و انتقام نہ ہوا تھا تو ایسی طوفان بے تمیزی کے وقت میں
 اگر یہ کتاب حضرت شاہ صاحب کے نام سے شائع ہوتی تو وقوع فتنہ قتل و قتال
 کا یقین تھا اور اس فتنہ کی آتش کا شمارہ صد ہا خانان کو خاک سیاہ کرنا۔ اور بعض ارباب
 اسی زمانہ میں بارادہ فاسد حضرت شاہ صاحب کی مجلس میں ہی آئے لیکن حق تعالیٰ
 نے اپنے فضل سے محفوظ رکھا اور انکی شر کو دفع کیا یہ قصہ کچھ بیت پرانا نہیں ہے
 اگر آپ تحقیق فرمائیں گے تو معلوم ہو جائیگا کہ یہی بے تحقیق اعتراض کرنا اسکی
 ادعا کی انصاف پر زیا نہیں ہے اور انگیزی عملداری اور انتقام کو ملحوظ اس زمانہ
 کی اس وقت کو انتظامی امور میں خیال کرنا سراسر خلاف عقل ہے کیونکہ وہ زمانہ
 ابتدا عملداری اور تسلط کا تھا اسوقت جس قدر مدارات و مراعات و اغماض ہوتی تھی
 اسوقت اسکا نام و نشان ہی نہیں بلکہ جو کیفیت قبل از غدر تھی وہ بھی اسوقت نہیں
 شخص جانتا ہے کہ انگیزی تسلط تدریجی ہوتا ہی آج کچھ ہے کل کچھ پس جن دو
 زمانوں میں تقریباً سو برس کا فضل واقع ہو گیا ہوا وہیں سے ایک کو دوسری پر قیاس
 کر کے ایک حکم کرنا کس قدر عبید از عقل و انصاف ہے اور منبہ نے جو اپنا نام نہیں لکھا
 اسکی وجہ یہ ہوئی کہ تحریر سامی میری پاس بالواسطہ آئی تھی مجھ کو معلوم نہ تھا کہ یہ میری
 صاحب نے پیرایہ مناظرہ کا کیونکر رکھا ہی اپنی ہی طرف سے اپنے عمار سے نیکہ
 جواب دیتی ہیں یا وہ ہی جواب جیسے پیش کر دیتے ہیں اور نہ منبہ کو اس شرط کی

اطلاع دی گئی تھی کہ اگر تحریر میں کیا نام نہ ہوگا تو آپ اس تحریر کو قبول نہ فرمائیں گی اور کچھ
 نام آدمی ہی مقتودہ تھے تو میں نے خیال کیا کہ جواب عاری الزام سیرجی صاحب
 کی خدمت میں بھیج دوں پہراگی اور کمزور تیار ہی یہ جواب پیش کریں یا انکریں اور اگر
 پیش کریں تو خود جسطرح مناسب جہین پیش کر دیں گے تو نے تحقیق سے
 سائل سیرجی صاحب سلمہ اور مولوی ابوالطیب غفرلہ تھے اور انکو اس امر کی
 اطلاع تھی کہ یہ تحریریں عاجز کی ہی تو اس صورت میں نام نہ لکھنا نہ لوزیہ ہے نہ تقیہ
 اصل وجہ جو کچھ تھی عرض کر دی اگر آپ کو اس میں شک ہو تو سیرجی صاحب سے
 دریافت فرمائیں۔ اب آپ اسکو چاہیں تو یہ فرمائیں باقیہ بنائیں انکی انصاف اور
 کی سب شایان شان ہی ہوگا اگرچہ شفیق کا وعدہ یہ تھا کہ مجیب کا ضرور نام ہوگا
 بلکہ اسی شرط پر مجسبی نام لکھو لیا تھا اور یہ اقرار تھا کہ اگر مجیب اپنا نام نہ لکھیں تو جواب
 نہ لکھنا مگر اب وہ ہی حیران ہیں اور کہتی ہیں کہ خیر گو یہ وعدہ وفا نہ ہوا مگر تو میری خاطر
 سی جواب لکھنے اقول پہلے گزارش ہو چکا ہی کہ انکی شفیق نے یا کسی نے مجھ کو آپ کے
 اس شرط کی اطلاع نہیں فرمائی ورنہ نام لکھنی میں کچھ تامل اور کچھ دریغ نہ تھا پہر یہ جو
 میر صاحب فرماتے ہیں کہ میرے شفیق ہی چاہو جو حیرت میں گرفتار ہو گئی اور عدم
 وفاء وعدہ کو تسلیم کر کے جوابا جواب کے منتظر ہونے لگے سرسرفروشی اول
 اپنی شفیق سے دریافت فرمایا ہوتا کہ آپ نے شرط مقرر کی مولف جواب کو اطلاع دی ہو
 یا نہیں جب اسکو جواب میں وہ یہ فرماتے کہ میں اس شرط کی ادسکو اطلاع دی ہے
 تو آپ نے دریافت فرمایا ہوتا کہ اوسنی نام لکھنی سے انکار کیا ہی کیونکہ احتمال ہی کہ
 نام لکھنا بوقت نقل سہوارہ گیا ہو اور اگر وہ یہ فرماتے کہ اس شرط کی ادسکو
 اطلاع نہیں دی گئی تو آپ نے فرمایا ہوتا کہ اس شرط کو واپس بھیج دیا جی تاکہ وہ یا نام
 لکھی یا انکار کرے اور اگر یہ ہی ممکن نہ تھا تو بعد یہ ایک کاڑد کے آپ کے شفیق

دریافت فرما سکتی تھے کہ نام کیون نہیں لکھا اور عجیب نہیں کہ میں اذکیو خاتمہ تحریر
اپنا نام لکھنے کے اجازت لکھ بیٹھا یہ موقع مرکز نہ اس کے انکار کا تھا نہ اذکیو مبتلا حیرت ہو گیا
اور اصرار کا۔ لیکن ان اصناف ادعا کا مقتضایہ یہی کہ بدون تحقیق بلا تفتیش اس پر
تقیہ کا حکم لگا دیا اور اس اذعان یقین کے ساتھ گویا مخبر صادق نے خبر دی یا وحی
نازل ہوئی قولہ اگرچہ حضرت مجیب کمال علم و فضل کے مدعی ہیں حتیٰ کہ امتحان لینکو
مستعد ہیں اقول میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہرگز مدعی اپنے علم و فضل کا نہیں ہوں بلکہ
تمام خاندان میں اس مرض نفسانی کا نام و نشان نہیں۔ لیکن ان کا ہی بنظر حمایت
اسلام مخالفین کے زعم شکنی کے لئے مدعی ہے ہو جاتا ہوں اور یہاں یہ ایسا ہی مجبور
ہو جیسا کہ جہاد اعداء کے وقت پسندیدہ خداوند تعالیٰ ہی۔ اور واضح رہے کہ
امتحان لینے کے قصد سے جو اعداء کمال علم و فضل ستیبا طو فرمایا ہے یہ شخص خوش
فہمی سے ناشی ہے کیونکہ جس امتحان کے لئے عرض کیا گیا تھا اسکو واسطی کمال علم
و فضل کی ضرورت نہیں اسلام کہ یہ دریافت کرنا کہ فلاں کتاب کا کون مصنف ہے اور
فلاں مصنف کی تصنیفات کیا ہیں اس کیسے بحال علم و فضل کی ضرورت نہیں ہے پس دلیل
و دعویٰ کو مثبت نہونی نسبت ادعا کمال علم و فضل سامی قابل تماشایہ جو عینال فرماتے
ہیں کہ ایک عالم ہماری مقابلہ میں ہر سکوت برب ہے سو بفضلہ تعالیٰ اس دعویٰ
کی صلیت عنقریب کشف ہوا چاہتی ہے قولہ اور بظاہر بڑی کروڑوں سید
منافروں میں قدم رکھا ہے اقول یہ کچھ طعن و تشنیع و شکوہ و شکایت کی بات
نہیں ہے حمایت دین اسلام بڑی کروڑوں مستعدی سے کرنا خاص اہل اسلام کا ہی
حصہ ہی آخر یہ غم خود اپنے جواب میں تو اپنے ہی بڑا کروڑ دکھایا ہے قولہ مگر
ضعف تحریر میں سے ثابت ہے کہ اصل سوال کے جواب میں کچھ ہی تحریر فرمایا اور طعن
تشنیع اور تہدید زبانی کے کسی بات کا تعرض کیا اقول یہ حضرت کی فہم کی خوبی

جو آپ فرماتے ہیں کہ اصل سوال کے جواب میں کچھ بھی تحریر فرمایا اور بخیر طعن کو شیعہ تہذیب
 زبانی کے کسی بات کا تعرض نہ کیا ورنہ اگر ذرا غور سے ملاحظہ فرماتے تو اوس میں اپنا جواب
 پائے چنانچہ اجمالی طور پر اوس تحریر کی کیفیت اہل انصاف کی سامنی پیش کر چکا ہوں نظر
 انصاف ملاحظہ فرمائیں اور جناب کو تو اختیار ہی چاہی مناظرہ کی نہت کشمکش تباہی یا
 گریز فرمائیں یا تہدید زبانی اور طعن و تشنیع تصور کریں مثل مشہور زبان کے آگے نہ گواہ کہتا
 قول حضرت نے خیال فرمایا کہ سوائی تحفہ اور کچھ سامان نہیں ہی چال چلی چاہی کہ
 وہ ہی امور جنکا تحفہ میں ذکر ہے اور انہیں ہی ادنیٰ زعم میں کچھ بحث ہو سکتی ہی اس ساجد میں
 چٹرنے چاہی اپنی میری وہی قول ای کی جنکی بحث تحفہ میں موجود ہے یعنی اول شرائط
 ملکہ است کی دلائل طلب فرمائی اقول یہ ہی حضرت کا تخیل محض ہے یا بذریعہ
 استعارہ طاق جنت کے معلوم فرمایا ہوگا کہ میں نے خیال کیا کہ میری پاس سوائی
 تحفہ کچھ سامان نہیں حالانکہ خود ہی ازالہ انہیں اور آیات بنیات کی میری پاس ہونیکا
 اعتراف فرماتے ہیں اور اس مرکا شیعہ کو ہی اعتراف ہی کہ ازالہ انہیں تحفہ سے ماخوذ نہیں
 اچھا پاس خاطر سامی مسلم کہ میری پاس سوائی تحفہ کوئی سامان نہیں سلسلی دہی قول
 ہی جنکی بحث تحفہ میں موجود ہے اور تحریر ہی ضعیف ہے اور لکھی پاس مواد تالیف ہر قسم کا
 موجود معادن بہتہ ملکہ بدرجہ قوی لیکن اگر یہ آپکا زعم صحیح ہو تو آپکو مبارک ہو جلد ہی
 فیصلہ ہو جائیگا آپکو کچھ وقت اور ٹھانی نہ پڑے گی پس ہی ایساٹ کہہ دیجی کہ جسکے
 بحث تحفہ میں موجود نہیں اور میدان مناظرہ جیت لیجی۔ اور کوئی قول اپنے
 سوال میں ایسا بتلائی تو سہی جسکی بحث تحفہ میں نہیں ہے قول کلام حضرت
 کو حکم کی تعمیل کرتے ہیں اقول آداب عرض ہو قول کلام اور حسب وعدہ جواب کے
 منتظر ہیں اقول لیجے حاضر۔

تروید اصل جواب

قال انما فضل محبيب قال محبيب اللبيب بسم الله الرحمن الرحيم وفضل على رسول الله
 وعلی آلہ وصحابہ اجمعین۔ اقول۔ اس خطبہ میں یہ کلام ہے حسب مذاق اہل سنت و جماعت
 خصوصاً حضرت محبيب صحابہ کو اہل بیت مقدم کرنا مناسب تھا نہ بالعکس کہ نہ ایک
 بعد جناب رسول خداصل کے کل خلائق پر میں حیث الثواب لہ تہ تفضیل شخص
 کو ہی جیسا کہ شرح عقائد نسفی میں جو اہلسنت کی معتبر کتاب ہی موجود ہے۔ فی فضل الشہر
 بعد نبی ابوبکر الصديق ثم الفاروقؓ۔ انتہی اور حضرت محبيب کی خصوصیت کی جہی ہی
 کہ وہ خود ہی پرچہ میں تحریر فرمائی ہیں علی الخصوص خلفائے رضی اللہ عنہم کو
 اہلسنت نام است ہی باعتبار مرتبہ اعلیٰ و فضل اور ایمان میں ثبات و اہل اعتقاد کرتے ہیں
 الخ حالانکہ اسی عقائد نسفی بلکہ اور کتاب عقائد میں خلفاء اربعہ کی تفضیل ترتیب
 ذکر ہے مگر حضرت محبيب نے خلفاء اربعہ ہی نہ لکھا اسلئے مناسب تھا کہ صحابہ کو اہل بیت مقدم
 فرمائے تاکہ زبان ساتھ قلب جنان کے موافق و مطابق ہوتے نہ یہ کہ دل میں
 کچھ اور زبان پر کچھ۔ **يقول العبد الفقير لے مولاه** ہماری میر صاحب نے خطبہ
 ہی سی جو یہ بے سوچی سمجھی کلام و تردید شروع کی شاید اس سے یہ مطلب ہوگا
 کہ چہال ہیں یا بحث فخر و نیکنامی ہو۔ کہ میر صاحب نے بسم اللہ سے لیکر آخر تک کی تردید
 کروئی لیکن اہل علم و فہم کے نزدیک تو ایسی اعتراضات سے بچنا ظہار اپنی نادقتی
 اور کم علمی کے اور کچھ حاصل نہیں۔ اگرچہ ہم مناقشہ لفظی کو پسند نہیں کرتے کیونکہ
 تطویل لاطائل ہو کر بیان مقصود میں محمل ہوتا ہے چنانچہ ہم نے اپنے پہلی تحریر میں ہی
 اسکو ترک کر دیا تھا لیکن بپاس خاطر حضرت مخاطب بحث لفظی کیجاتے ہے کہ اذکرک شہید
 رفع واجبات سے ہے۔ پس واضح ہو کہ ہماری محبيب نے شہود و اعتراض میں
 مقدم لفظ آل کی نسبت لفظ صحاب پر مناسب ہونے کا حکم کیا ہی جو اذکرک مقتضی
 بر اولیت مقدم جو ذکر کی ہے مقتضی وجوب کو ہی فرماتے ہیں تاکہ زبان ساتھ قلب

اگر کسی تقدیر صحابہ نہ ہو

دجنان کے موافق ہو جائی زبان کا قلم کے ساتھ مطابق ہونا ضروریات دین کی ہی اور
 عدم التوافق نفاق ہے۔ بہر تقدیر اولاً میر صاحب کو ثابت فرمانا چاہی کہ عطف بالواو تیسرا
 ہی کو مستلزم ہے ہم اسکو ہی تسلیم نہیں کرتے بلکہ ہم کہتی ہیں کہ واو محض جمعیت فی الحکم کو
 مفید ہی چنانچہ واقفان فن عریۃ جانتی ہیں کہ کلام فصیح میں کہی تنزل اعلیٰ سے نکل
 کی طرف ہوتا ہی اور گاہی ترقی پہنچتی ہی اعلیٰ کی جانب کی جاتی ہی۔ قرآن شریف کی
 موضع متعدد میں جن تعالیٰ نے انبیاء و رسل کا ذکر فرمایا ہے جو آپ کی اس دعویٰ کو بطل ہے
 آیہ و تلک جنتنا آئینا اخر چند آیات تک پڑھ جائی اور اگر یاد نہ ہو تو کسی حافظ
 سے پڑھو ایسی ہی یا قرآن میں دیکھ کر پڑھ لیجئے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو پہلے سیدہ
 میں من کان عدو اللہ و ملک و رسلہ الخ پڑھ لیجی ثانیاً ہم کہتی ہیں کہ لفظ آل
 اصحاب کو بھی شامل ہے اور اوسکے مخالف و مقابل نہیں اور کچھ ضرورت نہیں تھی
 کہ لفظ اصحابہ ذکر کیا جانا لیکن چونکہ اکثر حضرات مصنفین شیعہ نے یہ طرز اختیار فرمایا
 کہ اصحاب کا ذکر خطبہ نہیں نہیں فرماتے اور شاید انکا یہ غمخوار اس وجہ سے ہو کہ انکی
 روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اصحاب میں سے کوئی شخص مصیبت تو درکنار رسوائی
 حضرت مقداد کی حصہ از تردد سی ہی نہیں بچا چنانچہ اس جگہ ایک ہی روایت ہے
 اکثفا کرتا ہوں جناب قاضی صاحب شوستری مجالس المؤمنین میں تبدیل ذکر مقداد
 فرماتے ہیں دشمن ابوعمر و کشتی کہ از علماء امامیہ است کہ کتاب سما و الرجال بسناد خود
 از حضرت امام محمد باقر راایت نموده ارتد الناس الا ثلثۃ نفر سلمان و ابوذر
 و المقداد فقلت فہما قال کاں خاص حصۃ تدرج قال ان اردت الذی لم
 یتک و لم یدخلہ متی فالمقداد۔ علی الخصوص حضرت مخاطب کی مذاق پر کہ
 سب اگر توبہ ہو گئی مگر تین شخص تان ابوذر مقداد میں پوچھا اور غار فرمایا کہ وہ کچھ پر گیا تھا لیکن پھر لوٹ آیا فرمایا
 اگر ایسا شخص جیسا کہ کچھ شک ہو یا ہوا جسکی کوہ دل میں نہ داخل ہوا ہو تو مقداد ہے۔ ۱۲-

اوہوں نے تصحیح فرمائی کبھی مصیبت کرام ہونے سے بالکل خارج کر دیتی ہے چنانچہ فرماتے
 ہیں کل صحابہ کا کرام ہونا کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ صلعم اور خود اقوال
 و افعال صحابہ بلکہ خود صحابہ تحفہ کی تحقیق سے ثابت نہیں ہوتا سورہ جمعہ کے
 آخر کو ملاحظہ فرمائی۔ واذاروا تجارة اور لہوا انفسوا الیہا الخ۔ تو اس سے صاف
 ثابت ہوا کہ مصیبت کرامت کی بالکل خلاف ہی تو صحابہ کرام معاذ اللہ کرام نہویں اور
 جبکہ صحابہ کرام کا وجود ہی تحقیق نہوا تو شاید یہ سبیلی مصنفین شیعہ نے لفظ اصحابہ
 کو ترک فرمایا اور اہلسنت نے خیال کیا کہ اگر لفظ صحابہ کو ترک کرتی ہیں تو وہاں خلافت
 مقصود پیدا ہوتا ہے اور ایک امر شیعہ میں تشبیہ لازم آتا ہے تو بغرض دفع
 تو ہم خلاف مقصود اور جزا از عن تشبہ بطور تخصیص بعد تمہیم کی لفظ اصحابہ کو ذکر کیا تاکہ
 فرضنا لفظ اول اصحاب میں تقابل ہے اول لفظ اول اصحاب کو شامل نہیں تاہم یہاں تصریح
 باطنی کیونکہ اگر خلفاء کو فضائیت حاصل ہے تو وہ فضل کلی ہے اور فضل کلی اعتبار
 تقدم فضل خبری کو مانع نہیں تو اس موقع پر تقدم لفظ آل کا باعث بار فضل خبری یعنی
 جنیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوا۔ رابعاً یہ اعتراض بلا تدرک کیا گیا ہے
 اور اس دلیل معالی مثبت نہیں اسلیں کہ دعویٰ یہ کیا گیا ہے کہ لفظ اصحاب
 کو آل پر تقدم کرنا چاہی اور اسکی دلیل یہ ارشاد ہوئی کیونکہ بعد جناب رسول خدا
 صلی اللہ علیہ وسلم کے کل خلافت پر من حیث الثواب والرتبہ تفضیل شیخین کو ہی
 اور ظاہری تفضیل شیخین تدرج تفضیل سبع اصحاب رضی اللہ عنہم نہیں پس اگر لفظ
 اصحابہ کا آل پر تقدم کیا جاویں تو موافق زعم سامی ہوگا ہی کہ سبع صحابہ اہلسنت
 و فضل ہوں اور حاشا کہ اہلسنت ایسا اعتقاد رکھتی ہوں۔ لیکن میں نہایت شغیب
 بلکہ ہمہ تن حیرت ہوں کہ جناب والا نے باہر ہمہ ادعائی انصاف و دانش
 جب اس خطبہ پر جو بظاہر نے مجسمہ مسلک سامی کے موافق تھا کہ اسمین لفظاً

تقدم آل کا اصحاب پر واقع ہے جو مقتضی تقدم تہی کو ہی از زیر صحاب کا ہی ذکر کیا گیا ہی
 غایتہ فی الباب آپ اصحاب سے وہی اصحاب سمجھیں گے جنکو برخلاف مقصود آیات صحیحہ
 اپنی کی آپ نے کرام اعتقاد قرار کیا ہی اس جو میں خروش سے معترض ہیں تو اپنے جہوں
 علماء مصنفین پر جو قدیم حدیث لفظ آل ہی پر کثافت فرمائی ہیں اور گویا اصحاب کے ذکر کے
 خطیونین صلوٰۃ و سلام کے لئی قسم کہا کہ ہی کیا کچھ اعتراض نہیں کیا ہوگا اکثر حضرت
 شیعہ تو صرف آل کا ہی ذکر فرماتے ہیں اور بعض حضرت جیسی ہماری محبت مخاطب ثناء
 اس خیال ہی کہ مبادا کوئی کسی قسم کی گرفت کرے ذکر آل اصحاب ہر دو ترک فرمادیتی ہیں
 اور بعض متشیب اگر کہیں اہل سنت میں جا پھرس اور وہ ان تصنیف کا اتفاق ہوا یا باس تسنن
 میں کوئی کتاب تالیف کی تو لابد اصحاب کا ہی ذکر فرمادیتی ہیں پس ہماری حضرت محبت
 فرامین تو سہی کیا کسی دیت میں اصحاب کرام پر تباہ صلوٰۃ و سلام بھیجی کے حرمت وار ہو
 ہی یا کہ نبی اللہ رضائیں ہی حضرات وغیرہ میں اصحاب پر صلوٰۃ و سلام کی ممانعت فرمائی
 ہی جسکی وجہ سے حضرات نے یہ عہد موثق باندھا ہی۔ ہنسی تو صحیفہ کاملہ کے روایت میں
 یوں پڑا ہے۔ **اللّٰهُمَّ وَاصْحَابَ مُحَمَّدٍ خَاصَّةً الَّذِينَ أَحْسَنُوا الْقُلُوبَ وَخَفِضُوا**
تَعْلِيمَ هِيَ مَلَا حُظَّ فَوَ لِيَجْهَ۔ اگر یہ فرامین کہ اصحاب کرام معصوم نہیں ہم عرض کریں گے
 کہ آل ہی تمام معصوم نہیں بلکہ صرف انکو نزدیک اللہ علیہم السلام ہی معصوم ہیں۔ پس بخ
 اس امر کو اور کیا سمجھا جاسکتا ہی کہ اصحاب کے ساتھ بغض و عدوت کی بیان تک نوبت
 پہنچی کہ حرف بوجہ ہستہ تک لفظ کی جو کہ لفظ اصحاب میں ہر اور بوجہ ہستہ لفظ اصحاب
 اپنی معتقد علیہ اصحاب کو ہی جنکو برخلاف روایات کرام اعتقاد قرار کیا ہی صلوٰۃ و
 سلام محروم کر دیا۔ باقی رہا یہ ارشاد تا کہ زبان ساتھ قلب جناب کے موافق مطابق
 ہو جائے نہ یہ کہ دلسین کچھ اور زبان پر کچھ یا تو اپنی مذہب کی ناواقفیت سے آیا
 لے اسی رحمت بیح اصحاب محمد پر ناسک جنہوں نے اچھی مصاحبت کی۔ ۱۱

زیادہ تر اصحاب کرام خلافت میں

انھم یفوا عن الکلام فی الدین فتاویل حوالیک المستکملون بانہ انما فی
 من لا یحسن ان یتکلم فیہ فاما من یحسن ان یتکلم فیہ فلم ینہ فہل ذلک کما
 تاو لوالا فکت علیہ السلام المحسن وغیر الحسن لا یتکلم فیہ فان اتہ الکبر
 من نفعہ۔ عن کاشف اللتام اور ظاہر ہے کہ حقیقت کے ساتھ کلام مجاہدین
 شراب و قمار کی نسبت ارتداد و فساد ہے یَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِیْہَا اِثْمٌ
 کَبِیْرٌ وَمَصَافِحٌ لِلنَّاسِ وَذَٰلِہُمَا الْکِبْرُ مِنْ نِّفَعِہَا مَا تَوْحَشَتْ اِلَیْہِہِ اُمَمٌ لِّیَہِیْ اِیْنِی الشَّامِیْنِ
 در باب ممانعت کلام گفتگو اس آیت کی طرف اشارہ فرما کر کلام فی الدین کو نمبر شراب
 و قمار کی دفعوں اور دفعوں کے لینی برابر خرام قرار دیا۔ اگر اس بارہ میں چشم دید روایات
 مطلوب ہوں تو سنی سلامہ مجلسی بجا الانوار کے جلد اول اب کتمان الخمر میں جو بیست و
 روایات لکھی ہیں اور بیست چند روایات شیطانیہ لفظیہ میں عرض کرتا ہوں۔ عن
 عبد اللہ بن یحییٰ عن حمزہ بن عبد اللہ السجستانی عن معمر بن یحییٰ
 قال قال ابو عبد اللہ علیہ السلام یا معمر اکتما امرنا ولا تذاہ فانہ من
 کتمان امرنا ولہ بیعہ اعزہ اللہ فی الدنیا وجعلہ نور ابن عیینہ فی الامم
 لے کہ انہوں نے میں نے کلام کو ممانعت قرار دیا ہے اس پر ان لوگوں جو کلام گفتگو کرنے میں بیباکی کی جو یہ ممانعت کو
 دہلی ہے جو بیست و نہ سوچو جو کہ کثرت کی شاق ہیں اور بیست و نہ سوچو جو کہ کثرت کی شاق ہیں اور بیست و نہ سوچو جو کہ کثرت کی شاق ہیں
 ترکیبوں میں جو بیست و نہ سوچو جو کہ کثرت کی شاق ہیں اور بیست و نہ سوچو جو کہ کثرت کی شاق ہیں اور بیست و نہ سوچو جو کہ کثرت کی شاق ہیں
 کیونکہ اگر نفع ہو گا گناہ دن کے فائدہ سے زیادہ ہے۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ
 سے روایت ہے کہ نہ دیا آئیے اے معمر کتمان کو پوشیدہ رکھو اور اس کو آشکارا نہ کرو
 پس جو شخص کتمان کو چھپائے اور اس کو بیباکی نہیں خدا تعالیٰ اس کو دنیا میں غرت دیگا۔ اور اس کتمان
 اگر کوئی بنا کر قیامت کے روز اس کی پیشانی میں رکھے گا۔ ۱۲۔

انکار انہوں نے نہ سوچو جو کہ کثرت کی شاق ہیں اور بیست و نہ سوچو جو کہ کثرت کی شاق ہیں اور بیست و نہ سوچو جو کہ کثرت کی شاق ہیں

حضرات شیعہ کے اکابر کا جو عزم انکی شخصیات پر تھا یہ حال ہی کہ امام کی نافرمانی کرین عالم و ملت
 کری پڑی انہار سے باز نہ آئیں اور ان ہی پر کیا منحصر صحابہ مقبولین نے ہی تو امام بلا فصل کے ساتھ
 میں طاعت نہیں فرمائی تھی تو یہ کچھ نئی بات نہیں مگر تعجب یہ ہے کہ باوجود ان روایات
 کی یہ حضرات یہ روایتیں ہی فرماتے ہیں عن محمد بن جہور القمی قال قال
 اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا ظهرت البدع فی امتی فلیظہر العالم علیہ فان لم
 یعمل فعلیہ لعنة اللہ۔ پھر آپ فرمائی کہ روایات مذہب کی ہر سی زبان کا قلب و زبان کے ساتھ
 موافق ہونا اصل اصول دین ہے یا مخالف ہونا اور زبان کو دل کے ساتھ موافق کرنے سے دین
 اسلام سے خارج ہوتا ہے یا مخالف کرنے سے فاعتبہ و یا اولی الابصار قال الفاضل بحسب
 ثم قال۔ اما بعد ان دون ایک سوال مجرہ مولوی فرزند حسین صاحب اثنا عشری متعلق بحث
 امامت میری نظر سے گزرا اگرچہ پہلے اس مسئلہ میں اور اسکی تعلقات میں طرفین سے دفاتر سیاہ
 ہو چکی ہیں اور مفصلہ نہیں ہوا اور نہ جب تک فائدہ توفیق راہ ہدایت کی طرف کشان کشان
 لاوی اور عنایت خداوند تعالیٰ شانہ دیکھیری فرمائی تب تک مفصلہ ممکن ہے۔ اقول۔ مجہ
 جیسی پھر ان کی نسبت لفظ مولوی تحریر فرمایا محض تواضع و عنایت سامی ہی مہنون
 ہوں واقع میں میں بجا پرہیزگار ہوں ہرگز مولویت کی لیاقت نہیں رکھتا ان یہ ضرور
 کہ ابتدا میں تیسری منظرہ مذہبی کا شوق رہا ہی کیفہ طرفین کی کتابیں دیکھی اور بائیں ہنری میں
 لفظ مولوی اپنی نام کے ساتھ لکھا جانا ایک قسم کی ہنسی و استہزاء سمجھتا ہوں ایسی آئینہ معانی
 کا خوان ہوں **یقول الغیب فی التفسیر الی مولانا** اگر آپ اپنی اس پانچویں
 سچی ہیں اور آپ محض فارسی خوان ہیں اور عبارات عربیہ کو نہ سمجھ سکتی ہیں نہ ترجمہ کر سکتی ہیں
 تو ضرور کہ آپ اپنی تحریرات کے مواقع اعتراض جواب میں جو عبارتیں اپنی یا خصم کی کتب عربیہ
 سی نقل کرتے ہیں جنکا سمجھنا بجز استعداد علوم عربیہ کی نہیں ہو سکتا اور عبارات کی نقل
 اور ادن سے ہستہ لال کرنے میں اپنی مذہبی ایماؤں سے مدد لیتی ہو تو اگر کسی علمدار کی

تو نہایت کثرت سکوت کر کے دانا سون ہی

اعانت و امداد و سہین آپ کو شامل حال ہوگی چنانچہ اس قسم کی تحریرات و خطرات شیعہ کی ان ہزاروں
 کمیٹی ہوا کرتے ہیں۔ تو ایسی صورت میں میری مخاطب و میری محبت متعرض آپ سے اس
 قوت اور تائید و برادران ایمانی اور صلہ و قادر و حافی کی ہونگی جو شامل حال سامی ہی علیہ نہ اس
 عنوان سے میں آپ کو تعبیر کروں آپ اس قوت کی ساتھ ملکر معبر غنہ ہونگی تو اگر میںی لفظ مولوی
 آپ کو لینی اطلاق کیا تو خلاف واقع اور بجا نہیں کیا کیونکہ میری مخاطب محض آپ ہی نہیں ہیں
 بلکہ آپ مع تقویت و تائید کے ہیں اور اس کی انضمام کے ساتھ بیشک آپ مولوی ہیں تو مجموعہ
 یہ لفظ مولوی حمل کیا گیا ہے۔ اور اگرچہ یہ تقویت و تائید عوارض خارجیہ سے ہے لیکن چونکہ
 نمبر اول و دوم غیر منفک عن الذات ہے سلیبی اس کو و صاف ذاتی سمجھ لیں اس کو محض تو اضع
 اور عنایت تحسول فرمانا محض تو اضع و عنایت ہے ممنون ہوں۔ قول ہدایت کو لینی
 توفیق ایزدی و درکار ہی مگر جس فرقہ سے یہ توفیق بہانہ سلب ہو گئی ہو کہ فرقہ ثانی کی کتاب کا
 دیکھنا اور نہ ملنا امور متنازعہ ہیں گنگو کر نا خصوصاً شجرات صحابہ میں گناہ سمجھتی ہیں
 اور ان باتوں کو اپنی مذہب کا محل جاننے ہوں عالم سبب میں اس فرقہ کی ہدایت کی کیا امید ہے
 اقول اس تقریر سے معلوم ہوا کہ آپ کو توفیق کے معنی اسی آتا ثنائی ہے۔ جناب میں توفیق کے
 معنی توجیہ الحساب نحو مطلوب الخیر میں اور خارجی کہ میں مطلوب خیرت کی تائید
 مقید ہی جو بیان مفقود ہی مطلوب شر کی توجیہ سباب کو کوئی نا واقف ہی توفیق نہ کہ بیگا
 اور اگر خیر غرضی مراد ہو اور مطلقاً ہر ایک فرقہ کی کتاب میں دیکھنا اور نہ ملنا امور متنازعہ ہیں
 میں گنگو کر نی اور اس کو ثواب سمجھنا توفیق ہو تو پھر خواجہ کو پوی جو کہ اپنی کتاب میں ملے
 بنوت کو سبب شتم کرتے ہیں اور سواد الوجہ فی الدارین کہاتے ہیں جیسا کہ حضرات شیعہ
 نے بے ہدایت کیا صحابہ کی یہ بھی و تیرہ اختیار کر رکھا ہی شدہ ہو کہ حضرات شیعہ
 کہہ سکتی ہیں کہ جس فرقہ سے یہ توفیق بیان تک سلب ہو گئی ہو الخ تو اس صورت میں
 آپ ہی اقرار سے ایسی در تمام شیعہ سے توفیق سلب ہوئی اور کوئی متدین خیال نہیں

کر سکتا کہ خوارج کی کتابوں کا دیکھنا جنہیں معاذ اللہ المہیت اہل ہمارے دستمنوں کی توہین و تہلیل ہو
 مستحب و بموجب توازن اگر ہماری محیب بروی اپنی مذہب کے واقعی ایسا ہی اعتقاد کرتے ہو
 تو ہمیں بھی طبع فرامین - علیٰ ہذا القیاس یہود و نصاریٰ و مجوس ثبت پرست و غیرہ سب
 بمقام حضرت شیعہ کے اپنی اوں کتابوں کی نسبت جنہیں حق تعالیٰ شانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی نسبت کلمات مقطوعہ و نامنکر لکھی ہیں یہی ترانہ ہوگا پہر جو کچھ اسکا جواب حضرت شیخ خوارج
 وغیرہ کو دیوں یہی ہماری طرف سے یہی قبول فرمائیں اور اصل یہی کہ جس فریق کے نزدیک فرق
 ثانی کے پیشواؤں کی یہ کتاباں جرم مذہب ہو اور اسکو عبادت و عقائد و کوششوں بلکہ اپنی پیشواؤں کو برا کہنی سے پاک ہو
 اور انکی کتابیں اس قسم کی مضامین سے مملو ہوں اور انکی کتابیں ایسی کلمات کی خورقہ ہوں تو بیشک فرق
 ثانی ایسی لوگوں کی ملنی اور انکی کتابوں کی دیکھنی سے کارہ ہوگا اور اہل اسلام سمجھیں گے کہ چونکہ یہ عداوت
 اہلین قاعدہ ہی کہ جب حق منتفع و محقق ہو جائے تو مخالفین کتابیں کہتی ہیں اور اہل اسلام متنازعہ فیہا
 میں گفتگو کرنے سے سود و فایز اذات بلکہ کیفہ خطرناک ہوتا ہے کیونکہ ہر ایک امر کی تہجان
 کی اور اسکو عقول قاصرین چنانچہ حق تعالیٰ شانہ نے وَمَا أَوْتِيتُمْ مِنَ الْجَلْمِ إِلَّا قَلِيلًا
 فرما کر پتہ دیا اور جابجا کلام مجاہدین مخالفین کے ساتھ اختلاف اور انکی دوستی اور
 موالات کی ممانعت فرمائی۔ اور جب اہل سنت اپنی مذہب کو منتفع و محقق کر چکے اور موافق
 کتاب و سنت پا چکے تو انکو کچھ ضرورت باقی نہیں رہی کہ بغیر تحقیق حق شیخ خوارج سے
 ملین اور انکی کتابیں دیکھیں اور اپنی بزرگوں کا سب و دشنام سنیں اور دیکھیں۔ ان کا بھی بظہر
 حمایت اسلام و تہکیت اللہ تعالیٰ تضام و بغض الازامت مخالفین دیکھتی ہیں اور متنازعہ فیہا
 میں گفتگو کرتے ہیں اور اسکو کلامی حرام نہیں کہتا بہتہ زمین اگر کچھ فرامین و اہل شرع
 و نفوی فرامین سودہ خارج از قانون بحث ہو۔ لیکن طلب توفیق اوس فرقہ سے دیکھنا
 چاہیے کہ ان اسرار کس درجہ تک ہو کہ جو تمام کتب اہل حق دیکھتی ہیں کتاب اللہ پرستی میں
 اور اہل اذی انبیب نہیں ہوتی اور مراد مستقیم سے منحرف ہیں خدا تعالیٰ شانہ کے لئے

۲
 ۳
 ۴
 ۵
 ۶
 ۷
 ۸
 ۹
 ۱۰
 ۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰

پہرہا میں ہمہ اگر ان کلمات کو آپ اسوجہی کہ خاص میری قلم سے نکلی ہیں مکر وہ اور خلاف
 تہذیب خیال فرماتے ہیں تو لہجہ میں معافی مانگتا ہوں اور ممنون ہوں کہ اسکی جواب
 میں آپ نے سکوت فرمایا کیونکہ اس فن میں مجھسی آپ کے ساتھ برابری نہوسکیگی قال
الفاضل المحیط۔ قولہ۔ وہ یہی کہ اپنی سلسلہ شرائط سے تحریر فرما کر ادنیٰ
 نسبت دعویٰ فرمایا ہی کہ یہ شرائط دلائل عقلیہ و نقلیہ سی ثابت ہیں اسکی بعد لکھا ہی کہ جو
 صاحب جواب تحریر فرماوین اوکو چاہی کہ اگر ہماری شرائط کو رد فرماوین تو محض لاسلم
 کہہ کر نہ مال دین بلکہ دلائل عقلیہ و نقلیہ رد فرماوین۔ اقول۔ اسلاف سی بڑے قدم
 رکھنی اور سابقین سے سبقت کا قصد کرتا جو یہ سبب تحریر فرمایا ہی سمجھتے ہیں
 نہیں آتا کیا حضرت مجیب ان شرائط ثلثہ کو میری ایجاد سمجھتی ہیں اگر انکا یہ خیال
 ہی۔ تو وہ تحفہ کی باب ہفتم کو ملاحظہ فرماوین کہ صاحب تحفہ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ شرائط
 امامیہ نے اسلیسی امامت میں لگائی ہیں کہ خلاف خلفائے ثلثہ کو عین دعویٰ میں
 برہم کریں۔ کل علماء شیعہ کثر بحم اللہ فی البریہ یہی شرائط لکھتی آتے ہیں۔
 یا اسلیح کہ مینی اوکو مدلل دلائل عقلیہ و نقلیہ لکھا ہی۔ یہ ہی حجت امامت میں
 شرح مفصل موجود ہے۔ یا یہ کہ دلائل نہیں ہو اب تحریر یہ ہی کہ اپنی دعویٰ
 کہ جو درست اسکی دلائل نہ لکھیں مدلل دلائل لکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مجیب نے
 ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و خلفائے ثلثہ کی تمام امت سے افضلیت کے دعویٰ میں تحریر فرمایا
 کہ کتاب اللہ فضائل صحابہ سے پر ہی اور اقوال ائمہ شہداء انکی مدائج میں وارد ہیں حالانکہ
 ایک آیت قرانی اور ایک قول عترت ہی نقل نہیں فرمایا میں حیران ہوں کہ حضرت مجیب نے
 جو سبب میر سبقت وغیرہ کا لکھا ہی میری سمجھ میں نہیں آتا بقول **العمید**
الفقیہ لے مولانا میں آپکی ادعائی انصاف اور جہارت فن مناظرہ پر کہ تہذیب
 سن نہیں سے اسی میں منہمک رہی نہایت متاسف ہوں کہ ختم کا کلام بحسب مع

محتمل نہ نہیں سمجھ سکتی یا یہ کہ سمجھتی ہیں لیکن صرف بعض ایراد اعتراض کلام کی ادس
 محتمل سے انما من نسوانی میں حسب بار و قائم ہی۔ پس اگر اس کا نام انصاف اور سنا ظہر
 والی ہی تو دیکھی یا انصاف کی کسی کچھ ہوگی۔ میں پوچھتا ہوں کہ اسلاف سے بڑے بڑے
 رکشی اور بائین سے سبقت کا قصد کر لے کے جو جناب کے کلام میں سے ہیں جنہاں
 پیدا فرمائی ہیں کیا بجز ادن جنہاں تہ گانہ کے اور کوئی احتمال دس کلام میں پیدا نہیں
 ہو سکتا۔ کیا کوئی دلیل حصر عقلی یا استقرائی جناب کے ادس پر قائم فرمائی ہے ظاہر
 تو یہ کہ محض بانی دعویٰ ہے۔ نے بحقیقت دیکھی تو یہ تینوں احتمال غلط ہیں اور مدار
 تقدم سبقت اس پر ہی کہ جناب کے اول تحریر فرمایا کہ یہ مدعا بدلائل عقلیہ و نقلیہ
 ثابت ہے اور بعد اس کے لکھا کہ جو صاحب جواب تحریر فرمادین تو محض لائیں کہ
 نہ مال دین۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ بنعم جناب یہ شرط اس درجہ ثابت
 متحقق ہیں کہ ان پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا اور ضم کو بجز لائیں کے اور کچھ نہیں
 آتا کہ یا اہلسنت آتشک جواب شرط لائیں کرتے چلے آئی ہیں حالانکہ اس قدر وسیع
 مسئلہ میں کہ جس میں مجال کلام کو بہت وسعت اور غنایش ہی بلکہ اگر انصاف دیکھیں تو علماء
 شیعہ اس مسئلہ میں محض محتملات بعید از لفظ اور دوار عقل سے ہمیت ہدلال کرتے ہیں
 اور بجز دعویٰ کفر و ارتداد کبار صحابہ مہاجرین و انصار و ازواج مطہرات رسول کریم و گارہا
 المؤمنین کے اور کوئی مساع نہیں پاتے۔ تو ایسی سکہ کی نسبت اتنا بڑا کلہ کیا بہت
 بڑی تقدم و غم سبقت کو مقتضی ہے۔ جو بہت سی اکابر شیعہ سی صادر نہیں ہوا۔
 پس حضرت مجیب کا بہ فرمایا کہ میں حیران ہوں کہ حضرت مجیب نے جو سبب میری سبقت وغیرہ
 کا لکھا ہی میری سمجھ میں نہیں آتا اب نہ قابل افسوس ہو اور یہ جو ارشاد ہے کہ وہ
 تحریر یہ ہی کہ اپنے دعویٰ کو گوہر دست او کی دلائل نہ لکھیں۔ لیکن مدلل بدلائل لکھیں
 میں الخ۔ یہ اور ہی طرفہ تماشا ہی کیون حضرت یہ کہان کا داب تحریر ہے کہ خاتم

دعویٰ پیش کرین اور اسکی دلائل ذکر نہ فرمائیں کوئی شخص مناظرہ میں بمقابلہ جزم دعویٰ
 ذکر کر کے دلائل کو برات عاشقان بر شاخ آہو نہیں بنا سکتا۔ حالانکہ وہ یہ بھی جانتا ہو کہ جزم
 اس دعویٰ کو تسلیم نہیں کرتا۔ کیونکہ خود جناب کے نزدیک بھی مسلم ہے کہ دعویٰ ابلا و میل مسموع
 ہی تو معلوم نہیں کہ یہ داب تحریر کس قاعدہ پر مبنی ہے رہا یہ جو بطور تشبیہ بیان فرماتے ہیں
 چنانچہ حضرت مجیب نے خلفا ثلاثہ کی فضیلت کو دعویٰ میں۔ الخ۔ اور زندہ کو بھی اپنی خطا
 میں شریک کرتے ہیں یہ اس سے بھی زیادہ عجیب و غریب ہے بلکہ حضرت کے مناظرہ
 دانی کی نہایت قوی دلیل ہے اس سے اہل فہم صاف سمجھ سکتی ہیں کہ آپ کو دعویٰ اور حاکمی
 دعویٰ میں امتیاز و تفرق نہیں ہے۔ اگرچہ میں کیا بلکہ ہر ایک شخص اہلسنت میں سے اس فضیلت
 خلفا و رضی اللہ عنہم کا معتقد اور مدعی ہے لیکن اس عبارت میں جسکو جناب نے نقل فرمایا ہے
 میری طرف دعویٰ کو نسبت کرنا سراسر غلط ہے کیونکہ سیاق کلام بصرحت دال ہے کہ یہ عبارت حضرت
 دعویٰ ہی بلکہ معتقد اہلسنت کو مبنی ہے نہ یہ کہ متکلم کے مدعی ہونے کو مثبت ہے پس حاکمی دعویٰ کو
 مدعی کہنا آپ ہی جیسی مناظرہ دان کا کام ہے تو اسلمی زندہ کو عدم سوق دلائل منفرہ نہیں
 حضرت نے ہی اگرچہ ابتداء میں اختلاف نقل کیا ہے جس سے شاید آپ کو بھی یہ شبہ پیدا ہو
 کہ ہم بھی مدعی نہیں اور حاکمی دعویٰ میں اور زندہ نے جو آپ کو مدعی قرار دیا ہے اسکو غلط اور
 خلاف مناظرہ سمجھیں لیکن اس قدر اور بھی خیال فرمائیں کہ آپ نے آخر تحریر میں یہ فقرہ
 تحریر فرمایا ہے (جو صاحب جواب تحریر فرمادین وہ ہماری شرائط کو بدلائل رد فرمائیں الخ)
 جس سے صاف ثابت ہے کہ انکی عرض محض نقل و حکایت مذہب نہ تھی بلکہ آپ کو دعویٰ سے مقتضی
 تھا ایسی آپ کو مدعی قرار دیا گیا جسکو جناب نے بلا رد انکار تسلیم کر لیا۔ پس اگر آپ تامل فرمائیے
 تو سمجھ جائیگی کہ میں اس خط میں آپکا شریک نہیں ہو سکتا۔ قول اللہ تعالیٰ یہ شرائط ایسی
 متحقق ذناب ہیں کہ حضرت مجیب نے باوجود سخت انکار زبانی کے دو شرطین تو تسلیم فرمالین
 افضلیت خلفا ثلاثہ کا تقریر کیا اقرار ہی اور رض کی بابت تحریر فرماتے ہیں کہ (یہ دعویٰ کے

کہ اصل سنت اس باب میں نفس کے قائل نہیں علی الاطلاق صحیح نہیں (اس سے بڑھ کر ہمارے
 کی تہلکوں کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔) اقول۔ کہان میں اہل علم و فہم انصاف جو ہر
 فاضل محبت کے انصاف و مناظرہ دانے کو ملاحظہ فرما دیں اور حضرت کی شرائط مثلاً کا ایسا کمال
 ثبوت جس سے زیادہ کوئی ثبوت نہیں ہو سکتا بنظر قائل و کہیں اور اس میں ثبوت کی کیفیت
 نہیں۔ اگر حضرات کی پاس اس سے بڑھ کر شرائط مثلاً کے اثبات کے لیے اور کوئی حجت نہیں
 تو اس سے یقین کر لینا چاہیے کہ حضرات کی پاس شرائط مثلاً کا کچھ ثبوت نہیں ہے جناب
 میر صاحب میں نے اگر خلفا مثلاً رضی اللہ عنہم کی فضیلت کا تصریحاً اعتراف کیا تو
 اس سے بموجب کس قاعدہ مناظرہ کی خلاف ورزی کی گئی ہے شترائط فضیلت لازم آیا
 اور اگر یہی یہ لکھا کہ یہ دعویٰ کہ اصل سنت اس باب میں نفس کے قائل نہیں علی الاطلاق صحیح
 نہیں تو یہ کیونکہ مستلزم شترائط نفس کو مواخذہ کے لیے ذرا تو سوجھی اور کچھ تو انصاف فرمائی
 کیا وجود شئی اور شترائط شئی متحد ہیں حاشا کہ باہم اتحاد ہو کیونکہ بدیہی ہی کہ شترائط شئی
 جو بعض اعتبارات سے موقوف علیہ ہوتا ہی نفس وجود شئی سے ایک وصف زائد ہی اور کو
 متفرع ہی جیسا کہ اور اوصاف ہی متفرع علی الوجود ہیں اور وجود خواہ عین ذات قرار دیا جاوے
 یا زائد علی الذات سمجھا جاوے ہر طرح منافی شترائط ہی ایسی کہ اتحاد ذات مع الوصف
 محال ہی اور اتحاد وصفین متضامین ہی ممکن۔ یا یہ کہ وجود شئی مستلزم شترائط کو
 اور یہ ہی بدیہہ غلط ہی کیونکہ ملائکہ لازم باہمی منتفی ہی ورنہ لازم آوی کہ تمام
 صفات موجود فی فرد واحد کا شترائط مسلم ہو حالانکہ یہ صراحتہً باطل ہے ایسی کہ
 مستلزم بطلان تعدد دائمہ بلکہ انبیاء کو ہی لونی اوقات مختلفہ کیونکہ ظاہری کہ تمام صفات
 موجودہ فی شخص قطعاً یقیناً دوسری شخص میں نہیں موجود ہونگی ورنہ لازم آوی کہ تمام
 متحدین ہو جائیں۔ پس جبکہ اتحاد اور مستلزم دونوں باطل ہو گئی تو شترائط اد کہان
 پس آپ دیدہ بصیرت و انصاف کہو لکھ ملاحظہ فرمائیں اور تامل کریں کہ یہ جو بختی فرما

اعتراف فضیلت شترائط نفس کے قائل ہیں

کہ اس سے بڑھ کر ہمارے شرائط کے مدلل ہونے کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے اس سے صاف ثابت
 ہوتا ہے کہ آپ کو اعتراف ہی کہ انکی پاپس شرائط مثلاً ثبوت کی ایسی کوئی دلیل نہیں ہے پس
 جبکہ آپ کو شرائط کے ذیل ہونے کا اعتراف ہے۔ تو ہلکاؤ کی تردید کی کیا ضرورت ہے۔ اور کیا
 انکی تردید میں دلائل کا مطالبہ سہا سہا۔ **قال الفاضل المحیب** قولہ بیشتر علماء
 شیعہ کا یہ دیر رہا ہے کہ ہمیشہ اعتراض کیا کیسی۔ **اقول**۔ تین چار سطر پہلے حضرت
 تحریر فرما چکے ہیں کہ اس مسئلہ۔ اور اسکی تعلقات میں طرفین سے دقت سیاہ ہو چکی ہے
 اگر عبادت ہمیشہ اعراض کی کی تو یہ دقت کس نے سیاہ کیے۔ کیا محض اہل سنت ہی دفاتر
 سیاہ کیا کیسی اگر یہ ہی تو یہ طرفین کی قید زائد محض ہے اور یہ بھی جہت میں نہیں آتا کہ تاقوت یک ایک
 فریق کچھ لکھ دسکا مخالف فریق خود بخود دقت سیاہ کیا کری ایسی کلام میں یہ تناقض ہے جب اصلی بحث
 شروع ہوئی تو دیکھی کیا ہوگا **يقول العبد الفقير الى مولاه** اے مجاہد ہمارے حضرت میر صاحب نے ہماری کلام
 میں وقوع تناقض کا دعویٰ فرمایا۔ اہل دانش و انصاف اس کے ملاحظہ کر ہی تکلیف فرمائیں اور ہمارے
 حضرت انجیب کو انکی اعتراض کے دلائل اور واہ واہ آفرین احسن کا شور عرش برین تک
 پہنچائیں میر صاحب میں تو انکی مناظرہ دانی کا قائل ہو گیا جو حضرت فرمائیں وہ بجا اور درست
 جناب میر صاحب کو عبارت فہمی کا نہایت ہی ملکہ ہے۔ بندہ کی عبارت یہی ہے۔ "پیشتر عبادت
 شیعہ کا یہ دیر رہا ہے کہ ہمیشہ اعتراض کیا کیسی اور جب کہی خدا نخواستہ جواب ہی کا
 موقع آپ آؤں شرگربہ لانے لگے اور ایسی تقریریں فرمانے لگی جو مضحکہ اطفال ہوں۔ اس اردو
 عبارت میں ہمارے فاضل مجیب نے غالباً لفظ اعتراض کو جو ہم نے باب افتعال سے لکھا تھا
 اعراض باب افعال سے سمجھا اور وقوع تناقض کے ہماری کلام میں مدعی ہوئی یعنی مانا کہ ہماری تحریر
 میں یہ نقطہ تاء افتعال کے مہوارہ گئی ہوئی۔ لیکن یہ سیاق عبارت کیا چلا کر نہیں
 کہہ رہا ہے کہ اگر آپ اعراض کے کچھ معنی نہیں ہے۔ اور یہاں لفظ اعتراض ہی مناسب
 کیونکہ دو امر متقابل ذکر کیے گئے ہیں اول اعتراض دوسرا موقع جواب

دہی خواہی کہ اعتراض جواب باہم متقابل میں اور لفظ موقع جواب خود مقتضی سبقت
 اعتراض کو ہی تو اس سے صاف سمجھ میں آسکتا ہی کہ پہلی جوبکہ لگایا تھا وہ لفظ اعتراض باب
 افتعال سے تہا نہ اعتراض باب افتعال سے تعجب ہو کہ آدمی بے سوچھی سمجھے اتنا بڑا اعتراض
 کر دے اور سیاق و سباق عبارت میں تا مل نہ فرما دے جب اردو عبارت سمجھنے
 میں یہ حال ہے تو اور عبارات کیا خاک سمجھ سکتی ہیں۔ یہ اس فہم بزرگ نے
 میں کہ ہمیں مذہب حقیقت میں حق یقین کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے۔ مگر شاید آپ یہ
 عند فرامین کہ میں ایک ایک جملہ لیکر تردید کرتا ہوں اور جب معنوں جہل سابقہ کا تمام ذکر
 حافظہ سے نکل گیا اور سوقت دوسری جملہ کی ذمت آئی۔ لیکن جبکہ ابھی سے نصیحت
 و تحقیق حق اور مناظرہ والے کا یہ حال ہے تو جب اصل
 بحث شروع ہوگی تو اس وقت دیکھیں کیا ہوگا۔ قول ہے۔ تعجب ہے
 کہ اعتراض کی سبب ہماری طرف کیجھاتے ہے۔ حالانکہ
 معاملہ برعکس اس باب میں سکوت اہل سنت کا مذہب جو نہ ہمارا۔ اقول۔ یہ دعویٰ ہے
 میں ہرگز آپ کی عسما کی طرف اعتراض و سکوت کی نسبت نہیں کی۔ آپ نہ کی عبارت
 نظر تامل ہو کہ رمانہ فرامین گستاخی محاف مینی اور مستریر میں آپ کی عسما کی نسبت یہ
 عرض کیا ہی کہ حضرات موقع جواب دہی میں تقریرات لغو اور لا طائل فرماتے ہیں جبکہ
 مشائخائیت و ابطال حق ہے یا قلت استعداد و قصور بلکہ اور اسکو اعتراض کے ساتھ
 تغیر فرمانا صحیح نہیں ہے۔ کما ان اعتراض کہاں تقریرات سقیمہ۔ ان آپ نے اعتراض اور
 سکوت کو اہل سنت کی طرف نسبت کیا یہ صحیح ہے بیشک علماء اہل سنت اعتراض سکوت
 ایسی مواقع میں بسیار فرماتے ہیں جبکہ دیکھ لیتی ہیں کہ حضم رحمت تمام ہو گئی اور حق
 منکشف ہو گیا اور حضم حق سے دست بردار ہو کر پسر جہال و منکابرہ آگیا یا یہ کہ
 کا مبتدا میں عنوان مباحثہ سے معلوم کر لیا کہ حضم حق صحیح اور قابل خطاب پہلی ہیں

عن عبد الله بن سنان قال اردت الدخول على ابي عبد الله فقال له من
الطابق استاذن لي على ابي عبد الله فقلت له نعم فدخلت عليه فاعلمته مكانه
فقال لا تأذن له علي فقلت جعلت فداك انقطاع اليكم ولانكم وجدتم فيكم
ولا يقدر احد من خلق الله ان يخصمه فقال لي يخصمه صبي من صبيان الكناينة فقلت
جعلت فداك هو اجل من ذلك وقد خاصم جميع اهل الاديان فخصمهم فكيف
غلام من الغلمان وصبي من الصبيان فقال يقول له الصبي اخبرني عن امامك
ان تخصم فلا يقدر ان يكذب علي فيقول لا فيقول له فانت تخصم الناس من غير
ان يامر لك امامك فانت عاص له فيخصمه يا ابن سنان لا تأذن له فان الكلام والنظر
تفسد التينة ونحو الدين - پس جب آپ کی سوسن الطاق کا شہادت اٹام یہ حال ہے تو
دوسروں کو حال کو اسی پر قیاس کر کے اپنی دعویٰ کی تصدیق یا تکذیب بتقضاء اپنی دین
دیانت والصفات کے فرامین ہماری عرض کر نیکی کچھ حاجت نہیں رہے قول
میں اپنا تجربہ عرض کرتا ہوں کہ اس وقت تک دوستم کے اہل سنت سے گفتگو کا اتفاق ہوا ایک
رجس سے رابطہ تعارف و شناسائی ہے اگر ایسی حضرات سے کہیں گفتگو ہوئی تو سوامی منشی

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰
 ۲۰۱
 ۲۰۲
 ۲۰۳
 ۲۰۴
 ۲۰۵
 ۲۰۶
 ۲۰۷
 ۲۰۸
 ۲۰۹
 ۲۱۰
 ۲۱۱
 ۲۱۲
 ۲۱۳
 ۲۱۴
 ۲۱۵
 ۲۱۶
 ۲۱۷
 ۲۱۸
 ۲۱۹
 ۲۲۰
 ۲۲۱
 ۲۲۲
 ۲۲۳
 ۲۲۴
 ۲۲۵
 ۲۲۶
 ۲۲۷
 ۲۲۸
 ۲۲۹
 ۲۳۰
 ۲۳۱
 ۲۳۲
 ۲۳۳
 ۲۳۴
 ۲۳۵
 ۲۳۶
 ۲۳۷
 ۲۳۸
 ۲۳۹
 ۲۴۰
 ۲۴۱
 ۲۴۲
 ۲۴۳
 ۲۴۴
 ۲۴۵
 ۲۴۶
 ۲۴۷
 ۲۴۸
 ۲۴۹
 ۲۵۰
 ۲۵۱
 ۲۵۲
 ۲۵۳
 ۲۵۴
 ۲۵۵
 ۲۵۶
 ۲۵۷
 ۲۵۸
 ۲۵۹
 ۲۶۰
 ۲۶۱
 ۲۶۲
 ۲۶۳
 ۲۶۴
 ۲۶۵
 ۲۶۶
 ۲۶۷
 ۲۶۸
 ۲۶۹
 ۲۷۰
 ۲۷۱
 ۲۷۲
 ۲۷۳
 ۲۷۴
 ۲۷۵
 ۲۷۶
 ۲۷۷
 ۲۷۸
 ۲۷۹
 ۲۸۰
 ۲۸۱
 ۲۸۲
 ۲۸۳
 ۲۸۴
 ۲۸۵
 ۲۸۶
 ۲۸۷
 ۲۸۸
 ۲۸۹
 ۲۹۰
 ۲۹۱
 ۲۹۲
 ۲۹۳
 ۲۹۴
 ۲۹۵
 ۲۹۶
 ۲۹۷
 ۲۹۸
 ۲۹۹
 ۳۰۰
 ۳۰۱
 ۳۰۲
 ۳۰۳
 ۳۰۴
 ۳۰۵
 ۳۰۶
 ۳۰۷
 ۳۰۸
 ۳۰۹
 ۳۱۰
 ۳۱۱
 ۳۱۲
 ۳۱۳
 ۳۱۴
 ۳۱۵
 ۳۱۶
 ۳۱۷
 ۳۱۸
 ۳۱۹
 ۳۲۰
 ۳۲۱
 ۳۲۲
 ۳۲۳
 ۳۲۴
 ۳۲۵
 ۳۲۶
 ۳۲۷
 ۳۲۸
 ۳۲۹
 ۳۳۰
 ۳۳۱
 ۳۳۲
 ۳۳۳
 ۳۳۴
 ۳۳۵
 ۳۳۶
 ۳۳۷
 ۳۳۸
 ۳۳۹
 ۳۴۰
 ۳۴۱
 ۳۴۲
 ۳۴۳
 ۳۴۴
 ۳۴۵
 ۳۴۶
 ۳۴۷
 ۳۴۸
 ۳۴۹
 ۳۵۰
 ۳۵۱
 ۳۵۲
 ۳۵۳
 ۳۵۴
 ۳۵۵
 ۳۵۶
 ۳۵۷
 ۳۵۸
 ۳۵۹
 ۳۶۰
 ۳۶۱
 ۳۶۲
 ۳۶۳
 ۳۶۴
 ۳۶۵
 ۳۶۶
 ۳۶۷
 ۳۶۸
 ۳۶۹
 ۳۷۰
 ۳۷۱
 ۳۷۲
 ۳۷۳
 ۳۷۴
 ۳۷۵
 ۳۷۶
 ۳۷۷
 ۳۷۸
 ۳۷۹
 ۳۸۰
 ۳۸۱
 ۳۸۲
 ۳۸۳
 ۳۸۴
 ۳۸۵
 ۳۸۶
 ۳۸۷
 ۳۸۸
 ۳۸۹
 ۳۹۰
 ۳۹۱
 ۳۹۲
 ۳۹۳
 ۳۹۴
 ۳۹۵
 ۳۹۶
 ۳۹۷
 ۳۹۸
 ۳۹۹
 ۴۰۰
 ۴۰۱
 ۴۰۲
 ۴۰۳
 ۴۰۴
 ۴۰۵
 ۴۰۶
 ۴۰۷
 ۴۰۸
 ۴۰۹
 ۴۱۰
 ۴۱۱
 ۴۱۲
 ۴۱۳
 ۴۱۴
 ۴۱۵
 ۴۱۶
 ۴۱۷
 ۴۱۸
 ۴۱۹
 ۴۲۰
 ۴۲۱
 ۴۲۲
 ۴۲۳
 ۴۲۴
 ۴۲۵
 ۴۲۶
 ۴۲۷
 ۴۲۸
 ۴۲۹
 ۴۳۰
 ۴۳۱
 ۴۳۲
 ۴۳۳
 ۴۳۴
 ۴۳۵
 ۴۳۶
 ۴۳۷
 ۴۳۸
 ۴۳۹
 ۴۴۰
 ۴۴۱
 ۴۴۲
 ۴۴۳
 ۴۴۴
 ۴۴۵
 ۴۴۶
 ۴۴۷
 ۴۴۸
 ۴۴۹
 ۴۵۰
 ۴۵۱
 ۴۵۲
 ۴۵۳
 ۴۵۴
 ۴۵۵
 ۴۵۶
 ۴۵۷
 ۴۵۸
 ۴۵۹
 ۴۶۰
 ۴۶۱
 ۴۶۲
 ۴۶۳
 ۴۶۴
 ۴۶۵
 ۴۶۶
 ۴۶۷
 ۴۶۸
 ۴۶۹
 ۴۷۰
 ۴۷۱
 ۴

مذاق کے جواب نہیں دیا اور یہی فرمایا کہ مابین دوستی ہی اور دوستی میں مذہبی گفتگو بھی جا
 یہ گفتگو کی طرح دل دوستی نہیں ہے اگر انصاف مد نظر ہو۔ اقول نے واقع عوام کو یہی چاہی ہے
 کہ جب انکو نہ اپنی مذہبیات پر عبور نہ دوسرے مذہب کے اطلاع نہ مناظرہ جانیں نہ مباحثہ کے
 دھنگ سے واقف نہ اپنا جواب دیکھیں نہ دوسرے مذہب کی جواب کی صحت و غلطی پر متنبہ ہو سکیں
 تو وہ کیا مباحثہ کریں گے اور کیا انصاف کر سکیں گے پس ایسی لوگوں کو یہی چاہی کہ مذہبی گفتگو
 ہی پہنچتی کریں بلکہ انکو قطع تعلق دوستی کرنا چاہی۔ آپ ہی فرمائیں اگر ایسی صورت
 عوام اہل تشیع کو پیش آدمی تو علمائے شیعہ اسکی نسبت کیا حکم فرمائیں گے۔ ظاہر ہی
 کیا ترک تعلق کا حکم فرمائیں گے یا تقیہ کا حکم لگائیں گے۔ اور سنی کہ نبذہ نے جو کچھ جواب
 متمہدین میں عرض کیا تھا کہ حضرات شیعہ کے عادت ہی کہ ضعف اہل سنت سے اختیاط
 کر کے مذہبی چہر چھڑا کر تے ہیں اور میری صاحب اس امر کے بادی نہیں ہیں
 اس معروض کے تصدیق خود حضرت مجیب کے اعتراف سے ہو گئی آپ فرماتے ہیں کہ اگر آپ
 حضرات سے گفتگو ہوئی جن سے رابطہ دشمنانی تھا تو ادھون نے ہنسی مذاق کے جواب نہ دیا
 بلکہ گفتگو کو روکا اور نہ کیا کہ دوستی میں مذہبی گفتگو سچا ہے۔ قی اللہ دوسری حضرت
 جنسی یہ رابطہ تھا اگر انکی کہی اتفاق ہوا تو یہ مطلق سکوت اختیار فرامی یا بدشتی جواب
 اقول۔ بیشک سکوت اختیار فرمایا ہوگا میں پیشتر گزارش کر چکا ہوں کہ بعض مواقع میں
 علماء اہل سنت اعراض اور سکوت اختیار فرماتی ہیں لیکن اسکو علامت عجز اور دلیل
 تسلیم سمجھنا غلط ہے اور جن حضرات نے بدشتی جواب دیا وہ بیاداش الکی دوستی اور تعصبات
 کی ہوگا۔ قی اللہ میرے ہمدی صاحب مولف آیات بینات کہ جب کلام کو ہماری حضرت
 مجیب پڑے فخر بیانات سے اس جواب میں نقل فرماتے ہیں جس زمانہ میں سزاورد میں
 تحقیق مدار تھی اور بندہ روایہ می تھا اور یہ رسالہ آیات بینات میری نظر سے گذر ا تھا
 انکی خدمت میں ایک نیاز نامہ لکھ کر بعض مسائل میں گفتگو چاہی تھی مگر میرے صاحب صحت

مطلق جواب نہ دیا اور اعراض ہی فرمایا۔ اقول میں عرض کر چکا ہوں میری علیحدگی
 بیشک آپ کو جواب نہ دیا ہو گا۔ لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو مخاطب صحیح تصور نہیں کیا
 اور قابل خطاب نہیں سمجھا۔ نہ یہ کہ عجز کی وجہ سے سکوت اختیار کیا یہ محض جناب کا
 خیال ہی خیال ہے قریباً خود اسی شہر میں مجھ سے تین حضرات تحریر ہی
 گفتگو کر چکی ہیں اور آخر کو اعراض ہی کرتے بن آئی اقول ایسی ہی حضرات کی
 بی اعتنائی اور کم التفاتی نے آپ کے عجب کو اس درجہ پہنچا دیا۔ اگر یہ حضرات توجہ فرماتے
 تو آپ کی ان دعوؤں کی کیونکر یہاں تک نوبت نہ ہوتی۔ پس آپ کی جواب سے اعراض ناظر
 بوجہ قلت اعتقاد و مساللات کی ہی یا اس وجہ سے ہی کہ آپ نے حسب عادت مطاعن و تعریضات
 تحریر فرمائی ہوں گی اور ظاہر ہی کہ ان کی جواب میں ایسی ہی کلمات الزام لکھتی تھیں تو عجب
 کہ بوجہ استکراہ ایسی کلمات کہ اگرچہ الزام ہی تھی جواب سے اعراض فرمایا ہو گا۔ پس یہ
 جواب فرماتے ہیں کہ آخر کو اعراض ہی کرتے بن آئی جس میں مفہوم ہوتا ہے کہ بوجہ عجز جواب
 نہ دی کہ میرے غلط ہے کیونکہ ہر میدان تحریر ایسا وسیع ہے کہ اس میں کوئی شخص عاجز نہیں
 ہو سکتا کہ ضعیف قوی کچھ نہ لکھ سکے اور بندہ تو کسی کی تحریر کی نسبت ایسا حیا نہیں کرتا
 کہ کوئی مخالف اس کا معارضہ حقاً یا باطلا نہ کر سکے یہ آپ ہی کا عقیدہ ہے کہ علماء شیعہ کی کتاب
 اس وجہ عجز ہیں کہ ان کا معارضہ خارج از امکان ہے حالانکہ شہادت امام معصوم امام مشکین شیعہ
 حضرت مومن الطاق ایک طفل مکتب سے مناظرہ نہیں کر سکتی تھی اور وہ ان کو ساکت کر سکتا
 اور اگر آپ اس خاطر سامی کو تسلیم کر لیں کہ یہ سکوت عجز کی وجہ سے تھا۔ تو یہ بھی انصاف اور حقیقت
 کی بہت بڑی دلیل ہے۔ بخلاف حضرات شیعہ کے کہ ان کا مایہ افتخار یہ ہے کہ انہی لغین کی
 تحریر کا برائی نام جواب لکھا جاوے حق و ناحق سے کچھ بحث نہیں ہوتی اور یہ بھی خاص
 اہل سنت کی تحریرات کو ساتھ معاملہ ہے۔ صدقہ تحریرین رضاری و منوود آریون وغیرہ
 شائع ہوتی ہیں خبر ہی نہیں ہوتی۔ اور ظاہر ہی کہ سلسلہ آخر کہیں نہ کہیں منقطع ہو گا

تو شکر گریہ لانی لگا اور ایسی تقریریں فرماتے لگی جو مضحکہ اطفال ہوں۔ اقول اس کے جواب میں
 بجز خاموشی کیا عرض کریں۔ سخت افسوس اور تعجب ہے کہ ابتداء ہی میں یہ تہذیب الفاظ اور
 سخت کلامی شروع ہوئی ہی خدا خیر کرے وہ کبھی آئندہ کہاں تک نسبت ہو سکتی ہے
 ہنوز دہلی دور بہت گزر گئی حیات۔ اس قدر عرض کی بہ وہ دن نہیں جاتا کہ آپ نے
 محض یہ ہی ایک اصطلاح سنی ہی ایک اور شتر غزوہ ہی تھوڑی اگر آپ جنگ جمل کے
 واقعات کو نظر غور و تامل انصاف ملاحظہ فرماویں تو دمان آپ کو بہت سی شتر غزوہ معلوم
 ہوں۔ **بقول العبد الفقیر الی مولانا سجاد ہامری حضرت میر صاحب**
وجود التزام تہذیب اختیار سکوت کے جو چوچہ بہ عتشیعات و تقریضات لطیفہ
 کی پیرایہ میں ادا کر کے اپنی بزرگوں کے ارجح کو ثواب پہنچایا کہ کسی نصف سبب پختی نہیں چند
 خواہش نفس مقضی ہے کہ ہم ہی اس کی جواب میں کوئی ٹکسین نہ عرض کریں۔ لیکن جبکہ ہم التزام کر چکے
 ہیں کہ کوئی کلمہ خلاف تہذیب دستہ نہیں لکھیں گے اسلی اس کی جواب میں سکوت کرتے
 ہیں۔ قولہ مضحکہ اطفال لکھا ہی واقع میں پروردگار طفل و جوان بالغ و نابالغ میں محققین کے
 نزدیک صرف عقل کا ہی فرق ہی۔ گلستان میں یہ فقرہ لکھا ہی۔ بزرگی بغفلت نہایت
 پس جو فرق اصول بن عین شل سے دست بردار ہو حتی کہ حسن قبح عقلی کا قائل ہو وہ عقلا کی
 نزدیک مثل اطفال ہے اور یا ہر ہی اگر وہ عتلا کی باتیں نہ سمجھی اور نہ ہی قوم مذکور ہی۔
 بیعت نگویند از سر بار نیچہ چرنے و کران ہندی نگر و صاحب ہوش۔ اس کا دوسرا شعر گلستان میں
 خود ملاحظہ فرمایا جیگا۔ اقول۔ اس قریل میں ہی حضرت مجیب نے ہکو بطور تسخیر کیا کچھ نہیں فرمایا۔
 چنانچہ اہل خرد سمجھتی ہیں مگر ہم حسب التزام خود اس سے اغماض کرتے ہیں۔ ہاں
 حسن قبح کی بحث جو حضرت مجیب نے فرمائی اور اس کی نسبت ہم پھر کیا کہ ہم حسن و قبح عقلی
 قائل نہیں ہیں تو اسے بمنزل اطفال موعی۔ اس کی جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور خود
 کرتے ہیں کہ کونساں رد عقل و ترع سے دست بردار ہی۔ لیکن اقل ہم اپنی

فاضل مجیب ہی سے اذکوانکی الصفات و مناظرہ دانی کی قسم دیکر پوچھتی ہیں خدا کی لہر
 ذرا انصاف سے فرمائیں کہ بزم جناب جو فرقہ اصول دین جن عقل سے یہاں تک دست بردار ہو
 کہ حسن و قبح عقلی کا قائل نہ ہو۔ تو وہ آپ جیسی عقلا کے نزدیک مثل اطفال ہی تو اب
 فرمائی کہ جو فرقہ اصول دین میں شرع اور شارع سے یہاں تک دست کش ہو کہ حسن و
 قبح شرعی کا بھی قائل نہ ہو بلکہ خداوند تعالیٰ اور عباد پر اپنی عقول کو حاکم قرار دی تو وہ فرقہ
 شارع کی نزدیک کس اسم سے موسوم اور کس لقب سے ملقب ہو گا بد اون عصیت و جنتیت
 و بلائی نارخوش و بگناہ جواب غنایت ہو۔ اس سوال میں دو امر ذرا حیرت انگیز معلوم تھے
 عقل کا خدا پر حاکم ہونا اور عقول کا عباد پر حاکم ہونا مبادا کوئی نادانقت اذکوا اس عاجز کا اندر تصور
 کرے اسلمی مجب ملّا اذکوا ثبوت ضروری۔ امر اول عقول کا خدا پر حاکم ہونا۔ سوا اس کا ثبوت یہ ہے
 کہ ابن بطرحلی باب حادی عشر میں فرماتے ہیں۔ الخافس فی انہ تعالیٰ علیہ اللطف

السادس فی انہ تعالیٰ یجب علیہ فعل عوض الا لام الصادرة عند (الی قال)
 و یجب زیادہ علی الالم۔ اس سے بصرحت ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ پر حکم عقل لطف اور
 آلام کا عوض واجب ہے اور جب لطف اور عوض حکم عقل اور سپر واجب ہوا تو نزدیک لطف
 و عوض حکم عقل اور سپر حرام ہو گا اور ظاہر ہے کہ وجوب و حرمت کا حکم حسن و قبح کا حکم ہی تو اس میں
 سن اذانہ خداوند تعالیٰ حکم وجوب حرمت و حسن و قبح اور اس فرقہ کی عقل کا محکوم ہے
 جو وجوب لطف و عوض کا خدا تعالیٰ پر قائل ہے۔ بلکہ کفار کی عقل کا بھی حکم ہوا۔
 سبحانک اللہم تا تذکر حق تبارک۔ امر ثانی عقل کا عباد پر حاکم ہونا یہ امر بدیہی ہے
 کیونکہ جب حسن و قبح عقلی ہیں تو حضرات کے نزدیک عقل ہے محسن اور منجی ہی اور وہی
 موجب اور محرّم اور مبیح ہوئی نہ ذات پاک خداوند تعالیٰ نے شانہ توجب عقل ہی موجب ہو
 لے پانچواں اس بیان میں کہ خدا تعالیٰ پر لطف واجب ہے لے چنانچہ اس بیان میں کہ جو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے منہ
 پہنچین خدا تعالیٰ پر واجب ہے کو انکی عوض میں (منہ کے ساتھ) کوئے کام کرے۔

اور وہی محرم اور صحیح ہوئی تو عباد مکلفین پر وہی حاکم ہوئی نہ شارع سبحان اللہ انہی پر
 قربان حسین خداتعالیٰ نے سنا کہ ابہر رتبہ عقل کا محکوم ہو اور عقل کا یہ مرتبہ کہ خدا تعالیٰ نے
 تمام عباد مکلفین اور کثیر حکم۔ اگرچہ اس موقع پر بہت مضامین باقی ہیں اور بحث کی بڑی
 گنجائش ہے لیکن خوف تطویل اور عجالت وقت بہ کو خست نہیں دیتی عجلادہ ازین حضرت
 محیب کی کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ قائلین حسن قبح شرعی علی العموم حسن قبح عقلی سے
 دست بردار ہیں۔ اور یہ محض غلط اور افترا ہے منشا اسکا یہی کہ نہ اہل سنت کی کتابیں کہیں
 نہ اپنی ہی کتابوں کو ملاحظہ فرمایا ہے کبھی یہاں لے اعتراض فرمادیا۔ یا یہ کہ باوجود قہریت
 کی انصاف اور عائشہ نے حضرت نہ دی ہوگی کہ حق لکھتی اور محض بغرض عسوم و شمول اعتراض
 بلحاظ پسد پیش عسوم کے پیرایہ میں ملن کو آد فرمایا۔ ایسی باتوں پر اگرچہ ناواقف نازد
 افترا کریں۔ لیکن واقف تو ضرور زیر لب قسم فرمائیگی۔ لیجی ہم اسکا غلط ہونا کیسی ہی متبرک کتاب
 لکھتی ہیں النافع یوم المشرق فی شرح الباب السیاحی عشرین صفحہ ۲۲ پر لکھا ہے۔
 اعلم ان الفعل ضروری التصور وهو اما ان یکون له وصف زائد علی حدوثه
 اولاً التانی کحرکۃ الساعی والاول اما ان یعمل العقل من ذلک الزائد اولاً ولاولاً
 هو القیہ والنشأ وهو الذی لا ینفرد العقل منه اما یتساوی فعله وتركه وهو المباح او
 یتساوی فان ترجح ترکہ فهو اما مع المنع من النقیض فهو الحرام والا فهو المکروہ
 وان ترجح فعله فاما مع المنع من ترکہ فهو الواجب او مع جواز ترکہ فهو المندوب۔
 اسے واضح ہے کہ نفس ضروری تصور ہے پس تو نفس کے وہی ایک سایہ ہوتا ہے جو ایک حد و پڑا ہوا نہیں۔ دوسرے صورت کی
 مثال یہ ہے کہ جیسے غافل شخص کی حرکت اور سیرت اول میں تو یہ ہوگا کہ عقل اسے نہ کسی نفرت کریں یا کبھی سار اول قبیح ہی ہے
 دوم وہ ہی عقل اس سے شغریہ ہو۔ سو یا تو اس کا کرنا اور نہ کرنا سادی ہوگا اور اس کو مباح کہتی ہیں اور یا ساد
 ہوگا۔ پس اگر اسے ترک راجع ہو تو اس کے نقیض منوع ہوگی میں مطلق ہے اور جو نہیں ہے مکرہ ہے اور اگر اس کا نفس راجع ہے پس یا تو
 اس کا منوع ہوگا پس وہ واجب۔ یا اس کا ترک جائز ہی پس مستحب ہے۔ ۱۲۔

اذا تقرهذه افا علم ان الحسن والقبه يقالان على ثلثه معان الاول كون الشئ صفة
 كمال لقولنا العلم حسن او صفة نقص كقولنا الجمل قبيح - الثاني كون الشئ ملاماً
 للطبع كالمستلذات او مضافاً له كالا لام - الثالث كون الحسن ما يستحق على فعله المدح
 عاجلاً والثواب اجلاً والقبيح ما يستحق على فعله الذم عاجلاً والعقاب اجلاً ولا خلاف
 في كونهما عقليين بالا اعتبار الاولين واما بالا اعتبار الثالث فاختلف المتكلمون
 فيه فقالت الاشاعرة ليس في العقل ما يدل على الحسن والقبه بهذا المعنى بل الشارع
 فاحسنه فهو الحسن وما فحده فهو القبيح وقالت المعتزلة والا ما صير في العقل ما يدل

على ذلك فالحسن حسن في نفسه والقبيح قبيح في نفسه سواء حكم الشارع بذلك او لا
 انتهى بقدر الحاجة - اس كلام سبيحاً به ثابت هو تباہی کہ جو فرقہ حسن و قبح شرعی کا قائل ہے
 او سبکی طرف پر نسبت کرنے کہ وہ علی العموم حسن و قبح عقلی کا قائل نہیں غلط اور تقریر
 اس طرح اس کلام سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو فرقہ حسن و قبح کے عقلی ہونے کا قائل ہے
 وہ علی العموم باعتبار قینون معانی کے حسن و قبح کی عقلی ہونے کا متفقہ ہے گو شرع
 سے ایسی دست برداری ہے کہ کسی اعتبار سے حسن و قبح میں شریعت کے حکم کو دخل
 نہیں ہے تو اس سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ قائلین حسن و قبح شرعی بعض اعتبارات
 معانے کو دوسری حسن و قبح عقلی ہونے کے یہی قائل ہیں اور جامع بین العقل والشرع ہیں

۱۔ پس جب یہ قرار پایا جاتا چاہی کہ حسن اور قبح کا اصل تین سخن پر ہوتا ہوا دل ہونا ایک شئ کا صفت
 کمال جیسا کہ علم حسن یا صفت نقص جیسا کہ قبح ہر دو م ہونا کسی شئ کا موافق طبیعت کے جیسا کہ مستلذات یا مخالف
 طبیعت کے جیسا کہ الام سوئم حسن وہ ہر حکم کرنے پر مدح عاجل ہوا اور ثواب اجل - اور قبیح وہ جسکی کرنے پر مذمت
 اور عذاب آتا ہے ان پہلی دونوں صورتوں کے عقلی ہونی میں اختلاف نہیں ہے - اور دوم کی نسبت متکلمین اختلاف ہے چنانچہ شاعر کہتی ہیں
 عقل کے نزدیک ایسی کو جو خیر نہیں ہے جو سطح حسن و قبح پر دلالت کر سکے بلکہ شرع جس چیز کو حکم ہے وہ حسن اور جو کتبیب کبدی وہ قبیح ہے
 اور مقررہ لایا کہ قول ہر عقل میں یسوی ہے جو ہر دکانا کہی ہے جس میں حسن و قبح نفس ہر دو قبیح ہے خواہ اس پر شرع حکم دیا یا نہ دیا

اور قائلین بجنس عقل کے اعتبار سے حق تباری شرعی کے قائل نہیں ہیں اور جب عدہ
مسئلہ خود شرع ہو گیا بالکل دست بردارین بلکہ شرع سے دست برداری کو اپنا نفع اور نفع بھی
پہچانیں بہر طرفہ تماشایہ ہی کہ باوجود اس شرع سے دست برداری کی محبت یہ ہو کر عقل سے
بیزار اور دست بردار ہوتے ہیں اور شرع کی طرف رجوع کرتے ہیں اور نہ ادھر کے ہوتی ہیں
نہ ادھر کے ہوتے ہیں۔ شیخ علم الہدی امامیہ نے جو مسئلہ تفصیل انبیاء علیہ السلام کے من لکھا ہے
اور کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ مسئلہ۔ فی تفصیل الانبیاء علیہ السلام

علیہم السلام من املاء علم الہدی۔ اعلم انہ لا طریق من جهة
العلم والعقل علی القطع بقضل مکلف علی اخر لان الفضل المرامی فی
هذا الباب هو زیادة استحقاق الثواب ولا سبیل الی معرفة مقادیر الثواب
من ظواهر فعل الطاعات وان الطاعتین قد تساویان فی ظاہر الاھرامان
زاد ثواب واحد علی الاخر زیادة عظیمہ واذا لم یکن للعقل فی ذلك مجال
فالمرجع فیہ الی السمع فان دل سمع مقطوع بہ من ذلك علی شئ عول علیہ
والا لکان الواجب التوقف والشک۔ اسمین علم الہدی نے صاف طور پر فرمایا
کہ عقلی احکامات کے ظاہر سے فضیلت کسی مکلف کے دوسری مکلف پر دریافت نہیں ہو سکتی
تو لا محالہ سوائے حکم شرع اور کو دریافت کی کوئی سبیل نہیں حالانکہ یہ حکم آپ کے عقل کے خلاف

سے مسئلہ فضیلت انبیاء کی ملائکہ پر حسب تحریر علم الہدی کے۔ جانتا چاہیے کہ علم عقل کے وہی ایک مکلف کی
فضیلت دوسرے مکلف پر قطعی طور پر دریافت کرنے کا کوئی طریق نہیں ہے کیونکہ جو فضیلت اس موقع پر مراد ہے
استحقاق ثواب کا زیادہ ہونا ہی اور طاعات کی ہری پرتیاں اس کتاب کی مقدار شناخت کرنیکی کوئی سبیل نہیں ہے۔ اور
اوقات اور عین تہ مبارک ہر کے سادی ہوتی ہیں اگرچہ ایک کا ثواب دوسرے کا ثواب سے کہیں بڑھ کر ہو
اور جب اس معاملہ میں عقل کو دخل نہیں تو ہستماع (شرع) کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے پس اگر سماع سے یہ مسئلہ قطعی ہے
اس طرح معلوم ہو چکا کہ انہی کتاب جانیگا۔ روزہ توقف اور شک واجب ہو گا ۱۲۔

لیجی شریعہ دان دست برداری تہی عقل سے بیان بنیاری ہے تو ایسی نہ تو کو
 جو عقل و شرع دونوں سے دست بردار ہو آپ ہی فرمائیں کہ کیا فرمائیں گے ہم تو کچھ عرض نہیں کر سکتے
 اور اسی کچھ پانچ سو نہیں اس قسم کے بہت سے افادات ہیں قال الفاضل المحمید
 قولہ۔ مناظرہ فریقین کے کتابیں موجود ہیں جکا دل چاہی دیدہ بصیرت کہو لکن بظ
 انصاف دیکھ لیوی۔ اقول۔ واقع میں آپنی دیدہ بصیرت کہو لکن بظ انصاف دیکھا
 تو درکنار بظ سراسری ہی ملاحظہ نہیں فرمایا ورنہ ہرگز ایسا فرما۔ یقول العبد الفقیر
 الی مولانا شریف مفتی اگر نظر سراسری کی طرف راجع ہے تو مسلم لیکن آپکو مفید نہیں
 کیونکہ باادفات آدمی نظر سراسری میں حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھ لیتا ہے اور اگر
 نظر تامل اور نظر سراسری دونوں کی طرف راجع ہے تو غلط ہی اور کذب۔ کاش جسعی دم
 دیت جیانی کے نفی کو علت فرماتے کی شہادتی ہے۔ اگر دوسرے کو علت گذارش منظور فرماتے
 تو کس قدر موزوں اور قرین انصاف تھا۔ بندہ نے علاوہ اور کتابوں کے تشبیہ المطالعین کو بطور
 عاریت چند روزہ دستیاب ہوئی تھی بظ تامل دیکھا اور نیز ایک جلد عیقات میں سے مطالعہ
 کیا پس انکی کیفیت کیا عرض کردن اگر کچھ کہوں تو ڈرتا ہوں کہ مباد آپ اپنی مصنفین و مصنفات
 کی اہانت و تحقیر سے تباہ فرمائیں اور بندہ کو بد تہذیبی کے ساتھ مضمون کرین بہتر سے
 دچ رہوں اور آپ میری اس سکوت سے یہ سمجھ کر دل خوش کر لیجیگا کہ ہماری کتابیں
 شکست میں۔ لیکن ان بقول شخصی سبلی راجحہ مجنون باید دید۔ انکو انکی آنکھوں سے
 نہیں دیکھا ورنہ جب سہ ماہی کو کہہ بلفظ ہرگز ضرر صادق آتا۔ **نکات** و عین الرضا
 من کل عیب کلیلہ و لکن عین السخط تمدی المساویا۔ حق لا تعجب
 کہ برسوں سے تحفہ کی جواب چیکر شائع ہو گئے۔ منشی الکلام کا جواب ادسکی مصنف
 کی ہی زمانہ حیات میں شائع ہو اسی اہانت کے عالم بلکہ خود صاحب منشی الکلام کی حیات
 میں اور زمانہ حیات میں آگے بڑھ کر (دیکھی ہو) ضعیف ہو۔ لیکن عدالت کی آنکھ پر ایمان ظاہر کرتی ہے۔

دہمت نہی کہ جواب لکھتا تھا کی وجہ اور مقصود انجام کا جواب تو ایک طرف ہرگز
 آیات بنیات کا جواب شائع ہو چکا ہے اور اس کا مولف زندہ و سالم ہے اذکی یا انکی
 کسی ہم مذہب کی طاقت نہیں کہ جواب کی جرات کرے! اینہہ پہر ایسا لکھنا حضرت
 مجیب کا ہی کام ہے اقول یہ محض حضرت کی وہی لہن ترانیاں میں جلی نسبت
 پیشہ گزارش کر چکا ہوں درجہ حضرت کی ہلاکت کو تو کہی بھی جرات دہمت نہی کہ مقابلہ
 اہل سنت کے اتنا بڑا کلمہ اپنی منہ سونکالین اذکا تو یہ حال تھا کہ ذرا ذرا سی حدیث کے
 جواب میں اذکر دل درجہ کائناتی تھے مبتلا ہی حیرت و تشویش ہوتے تھے کف
 افسوس ملتی تھے پھر و منی اپنا سر ہوڑنے کو تیار ہوتے تھے منشی سبجان علی صاحب
 خط بنام مولوی نور الدین صاحب جو رسالہ الکاتبین میں درج ہے اور اس کا خلاصہ
 رانخاب آیات بنیات میں ہی نقل کیا ہے اسکی عبارت ملتقطاً عرض کرتا ہوں خلاصہ فرمایا
 اور سوچی کہ ایسی اکابر شکمیں شیعہ کی دلی حالت بمقابلہ اہل سنت جو باہم مخفی طور پر
 ظاہر کجاتے تھے ایسی تھے اور بندہ خیال کرتا ہے کہ آپ بمقابلہ ان حضرات کی اپنی تاہم
 کچھ ہی نہ سمجھتی ہو گئے اس پر قیاس کر لینا چاہی کہ آپ کی دلی حالت بروی عقل و انصاف
 اہل سنت کے مقابلہ میں کسی کچھ ہوگی منشی سبجان علی خان اپنی اس خط میں جو بنام مولوی
 نور الدین صاحب کے لکھا ہے لکھتی ہیں چنانچہ الی بے پایان از بودن سند حدیث اصحاب
 کا مجموعہ در طرق شیعہ از تحریر خدام دریافتہ برداشتہ ام برای خدا زود رفتی گردد کہ چاہے
 دہان سند پیدا کردہ و سرگاہ سند چنین احادیث در طرق شیعہ یافتہ باز سر
 بکدام سنگ توان زد۔ بجواب اسکی جو کچھ مولوی نور الدین صاحب نے تحریر فرمایا قابل
 ملاحظہ ہو وہ تحریر فرماتے ہیں۔ حیرانی و تشویش سامی از ہم رسیدن سند حدیث
 بخیر کمناصب را اتفاق افتادہ بجائی خود است۔ پہر اسکی کچھ بعد تحریر فرماتے ہیں
 دہندہ را حیرتی کہ در خصوص این امرست نہ از آن جهت کہ امر باقتدا و فلان و فلان لازم می آید

بلکہ حیرت ازان است کہ بعد از احاطہ است بدو چیز عظیم القدر یعنی قرآن و حضرت ارشاد
 این مبنی کہ اصحاب من مثل ابو ذر و سلمان و حذیفہ و مقداد و ابن مسعود بخود مہم ہدایت اندہ کہ
 افتد کثیر راہ دین و نجات خواہید یافت و مہمندی خواہید شد چہ محمل است کہ باشد و مزید
 حیرت آنکہ بعضی از علما می گویند کہ مراد اہل بیت اند و درین معنی بہ بعضی از اخبار و آثار
 کہ خلاف انرا شیخ ابن بابویہ غالباً در ہایہ نقل کردہ تثبیت دارند و درین صورت قطع نظر ازین
 تخالف مذکور حدیث اول ہم معارض میشود الا بابیکہ کہ بزرگان قائل شوند یا نیکہ معاذ اللہ حال
 اہلبیت ہم مانند اصحاب بود کہ جمعی براہ اہداث و رد ثبوت و بعضی بر حال خویش
 راسخ ماندند و لم یقل بہ اہد۔ الے قولہ۔ لہذا حیرت بندہ درین باب نسبت بحیرت جناب
 مضاعف خواہد بود سخت حیرتہ دارم کہ گھما می دست را بہ ہم می سایم ارتقا و قلب جگر خدام بر جا
 خود است بقضای بشریت نمیتوان گفت بلکہ عین درد دینی است۔ انتہی۔ پس اس سے
 آپکی فہم در اوصاف کا حال بخوبی واضح ہر ازین حجب آپ محض فارسی خوان ہین لو انک
 علمی احیاء علماء کی تعلق اور آپکا قول اسباب میں بروئی اعتراف سامی عند العقلا
 کیا وقت کہہ سکتا ہی غایتہ مافی الباب جو کچھ اس باب میں آپ فرما تے ہیں مختصر
 سنی سنائی باتیں ہوں مگر تودہ بمقابلہ معانیہ کے کیونکہ قابل قبول ہو سکتی ہیں۔ پس اصل
 یہ ہی کہ وہ جواب ہی اس لائن میں کہ علما انکو جواب کی طرف التفات فرمائیں
 فق لہ اگر حضرت اہل سنت ان کتابوں کا ملاحظہ فرماتے تو یہ کب ممکن ہوتا کہ وہی باتیں
 جو تحفہ میں مذکور ہیں در انکی جواب نہایت متانت سے مسکت خضم تحریر ہو چکے ہین
 بدون انکی رد کی چوٹے چوٹے دو دو یا تین تین جزدیا کم و بیش کرسا تحفہ میں سے خلا
 کر کے شایع کرتے جیسا کہ یہ شیعہ و بدعتیہ دے وغیرہ حضرات نے کیا ہی اقول
 یہ تو پہلے گذارش ہو چکا کہ جوابات تحفہ کا متانت سے مسکت خضم ہونا محض خیال سامی
 واقع میں نہ اول میں متانت ہی نہ اولی اسکا ت خضم حاصل ہے بلکہ نے نفس الامر

متصف ببحث ہی نہیں۔ اب اسکو آپ ملاحظہ فرمائیجئے کہ بندہ نے یہی تو جواب سوال کا
 انکی گمان کو موافق تحفہ سے ہی حاصل کر کے کچھ لکھا تھا پھر اسکی تردید میں جناب نے وہی
 نقل کیا ہوگا جو تحفہ کے جوابات میں ادن مضامین کے جواب میں درج ہے پس خود آپ
 لکھ دیا تو عقل و انصاف سے دیکھیں کیا اسکا نام تنانت اور اسکا ت حضم ہی۔ مثلاً
 الزام تحریف کے جواب میں آپ ہی تحفہ کے جوابوں کی نقل کرتے ہیں کہ اہل سنت کی
 روایات کسی ہی تحریف قرآن ثابت ہی اور روایات اس قسم کی لکھتی ہیں کہ ان کے مصنف
 بقیۃ العرب بہستہا علی ذہ القیاس تمام مضامین کا یہ ہی حال ہے جناب اسکا نام جواب
 متین مسکت حضم نہیں بلکہ اسکو موت کی پنجہ سے جان چوڑانا کہتی ہیں۔ باقی اگر
 یہ جواب فرماتے ہیں کہ چوڑے چوڑے رسالے لکھتی ہیں۔ اور جوابات تحفہ کی تردید میں
 لکھتی ہیں اسکا جواب پہلے معروض ہو چکا ہے کہ علماء اہل سنت امر مفروع عنہ کی طرف
 بلا ضرورت داعیہ متوجہ نہیں ہوتے اور بوقت ضرورت بقدر ضرورت اسکی طرف توجہ
 فرماتے ہیں۔ جب کہیں علماء تبعیہ وہی اپنے پرانی اعتراضات جو تہذیباً اور علمیاً
 نقل کرتے چل آتے ہیں علماء اہل سنت کی پاس بھیجتی ہیں یا صغفار اہل سنت کی سنی
 فخر آیا اغوا پیش کرتے ہیں اور وہ ادن اعتراضات کے جواب کے لے اپنی علم کی طرف
 رجوع کرتے ہیں تو اسوقت علماء اہل سنت بقدر تردید و ابطل الاعتراضات الزام تحقیقاً
 تحریر فرماتے ہیں جو کمال البصر انصاف پسندان روزگار ہوتا ہے۔ ہاں اگر جوابات تحفہ کا
 مسکت حضم ہونا اس اعتبار سے آپ فرماتے ہیں کہ وہ جوابات خود آپ ہی اپنی جواب میں
 کہ اوہن مضامین انصاف آمیز حق سے عاری اور انصاف سے خالی اور تقریرات باطلہ اور عیبات
 لاطائفہ مذکور میں اور اس پر سے مخالفین کو مسکت میں اور ضرورت جواب نہیں تو مسلم لیکن
 آپ کو کچھ غیہ نہیں اور اگر اس سے ہمارے مسکت حضم میں کہ اوہن ایسی مضامین عالیہ حق
 صحیحہ مذہب میں کہ اوہن نہ جائز گشت نہاد ان باتے رہی ہے اور گفت و شنید

اور تحفہ کو کسی استدلال کو ہر ایک مجتہدِ عالم بانی نہیں چھوڑا تو غلطی کیونکہ اہل جواب تحفہ کا
جو نام نہ لکھا گیا ہے جب ہی نہایت متین اور مستحکم حصص اور غایت درجہ شداد و شداد و جنتوں
دستیفا کو متضمن ہے چنانچہ ہماری حضرت عجیب ہی فخر اوسمین سے نقل کرتے ہیں
جب کی کیفیت اپنی موقع پر واضح کیا گیا ہے اس کے بعد اس تھوڑی کی کیا حاجت تھی جو
مناظرین شیعہ نے بعض بعض ابواب کے بعدم خود جواب تحریر فرما کر شائع فرمائی اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو اپنی مطلب میں کافی نہیں تھا پھر صاحب عقبات نے تو اور بھی رہی ہے
ابوہ سابقہ کی وقت کہودی اور واضح کر دیا کہ تحفہ کے مصائب سے شیعیان پاک کو قیامت
تک ہی سنگاری ممکن نہیں ہر ایک لاحق اپنے سابق کی کوتاہی و غور واضح کرتا ہے
پس لکھا اور جو ابونہ ناز فرمانا سے خلاف انصاف ہے اور اس سے بخوبی اندازہ کیا جکتا ہے
کہ تحفہ کس تہ کی کتاب ہے اور اس کی مضامین کس قدر متین اور مستحکم حصص میں۔ قول اگر
حضرت عجیب کو دعویٰ اور حوصلہ ہے تو بسم اللہ کسی جواب کا جواب تحریر فرمادین آیات نبی
کی جواب کا ہی جواب لکھیں تحفہ الاشعرۃ جواب بدیشیم چمکیر شائع ہوا ہے اوس کی جواب
جواب کی طرف متوجہ ہوں اور نہیں تو ایک چوٹا سا رسالہ برق لامع منظوم ہے اوس کا ہی جواب
لکھیں مگر حجب مناظرہ کی کتاب میں ہی نہ دیکھیں تو اور کیا کریں۔ اقول جناب میر صاحب تاحی
معاف چونکہ ابتدا میں تمہارے کتب مناظرہ ہی آپ نے دیکھی ہیں اسی تحفیات کا طبع ملا رہا ہے
استیلا ہے اس کا علاج کتب فرہی ہے کہ معجون انصاف و جوارش تحقیق حق سے فرمائی
مبنی اس تخیل کا محض کبر و اعجاب نفس ہے مستحیل الجواب تو ان کی اسلاف مثل شیخ مفید شیخ
صدق وغیرہ کے رسائل و کتب ہی نہیں ہیں بلکہ تخیل الجواب کیا عسیر الجواب ہے
انہیں ان بزرگوں کے بعض رسائل و کتب موجود ہیں جن کی بحول اللہ قائلے آیت
تردید ہو سکتی ہے۔ مگر اصل یہ ہے کہ ہمارا اہل سنت نے حضرات کو اور حضرات کی
کتب کو اور حضرات کے مذہب کو اور اس طرہ و خوارم کو کہی کسی شمار میں نہیں سمجھا

اور ہمیشہ بحقیقت اور لاشعری محض سمجھتی رہی یہی وجہ ہے کہ کتب مذہب فقہ ہول و
 جب خلافیات مسائل ذکر کئی جاتے ہیں آپ صاحبزادہ کوئی نام کسی نہیں سنا
 الاذکرہ و شذوذاً۔ اور آپ کی لہی ہمارا مقابلہ اور ہمارا جواب دنیا میرا یہ ناز و الفت رہ چلا
 آپ کی تمام کتب مذہبی انہی دعویٰ کے شاہد ہیں چنانچہ ہماری اقوال کا ذکر آپ کی کتاب شذوذ
 و تذکرہ ترک کرتی ہیں چنانچہ ہر کسی کے مقصود بحسب الاعتناء وہی مذہب سمجھا جاتا ہے جو کہ اس
 کچھ وقت ہو جب ہم آپ کو اور آپ کی مذہب کو کچھ سمجھتی ہیں ہمیں تو اس کی الباطل میں اس
 کیونکہ منہک ہونگی جس سے اس کی طرف عمتنا اور اتہام ثابت ہو ان وقت ضرورت
 ہے جس موقع میں عوام کی گمراہی کا خوف ہو ان سبب کچھ لکھ دیں گے ہمارا مذہب سیدنا محمد
 اصولاً و فروعاً غبار نقص عیب سر پاک و صفات ہے اور مخالفین کے ہر ایک کے توقع منقطع ہے
 اس فعل عیث کی طرف کیونکہ متوجہ ہوں عملاً و ازین آج کل ہندوستان میں بہت مذہب
 اسلام کے مخالف مثل نصاریٰ و ہنود و آریہ و برہمن وغیرہ رائج ہیں اور وہ ان کی تحریریں
 جتنی اور شائع ہوتی ہیں جو اصول اسلام کے مخالف درود سپر حملہ آور ہوتی ہیں اور اسلام
 میں سے کسی کو اسے اس کی جواب کی طرف تسلیم نہیں اڑھاتا تو کیا کسی عاقل کے نزدیک
 یہ دلیل عجز و بیچارگی ہو سکتی ہے حضرت ہی سے پوچھتا ہوں کہ جس قدر تحریریں ہنود و آریہ
 کی مثلاً مخالف اسلام شائع ہو چکی ہیں کیا علماء شیعوں نے ان سب کا جواب لکھا ہے
 تو کیا اس کو دلیل عجز و بیچارگی تصور فرمائیں گے حاشا و کلام پس عدم تحریر جواب کو
 دلیل عجز و بیچارگی سمجھنا غلط ہے۔ قطع نظر اس سے جن رسائل کے جواب کی نسبت دعوت
 فرماتے ہیں اور جن کو اعجاز کے مرتبہ میں سخیل احجاق تصور فرماتے ہیں اگر اس عجیبازی
 یہ وجہ ہے کہ ہم سے اس کی شخص اور بیکہ اور گالیوں کا انتہین ممکن ہے تو مسلم ائمہ مبارک
 بیشک شکست خضم میں اور اگر باعتبار مسلمی مضامین کے اور دلائل ثبوتیہ اصولیہ
 کی بحث کے اعتبار سے فرماتے ہیں تو آپ ان دلائل کا انتخاب فرما کر یہی بحثیں فرمائیے

کہ تخیل الجواب اور سکت خضم میں یا نہیں۔ رہا بندہ کی نسبت کتب مناظرہ کی ناقصیت
 کا الزام کیفہ صحیح ہے کہ مجلو تو ابتداء میں شدہ سہ اسکا شوق نہیں ہوا اور نہ کبھی سہین ہماک
 رہا البتہ آپ صاحبوں کی چوہر چھاڑ کے بدولت نے اس مسئلہ اسٹوٹ توجہ ہوئی حضرات
 کی حصول ہیکے واقفیت حاصل کی۔ اور کتب مناظرہ کیفہ رد کیہیں۔ چنانچہ اسکی کیفیت
 مطاوی ابحاث میں منکشف ہو جائیگی۔ لیکن میں حیران ہوں کہ ہماری حضرت مجیب
 کتب مناظرہ سے کیا فائدہ حاصل ہوا باعتبار نفع دین کے تو سابقاً معلوم ہو ہی چکا
 جو ائمہ کرام رضی اللہ عنہم نے متکلمین شیعہ کے مناقب بیان فرمائی اور انکو
 بشارتیں دین سودینی فائدہ تو یوں برباد ہوا البتہ اگر کچھ دنیاوی نفع ہو تو مضائقہ
 نہیں لیکن وہ اہل دایت کو نزدیک بعض نفع دینی قابل اعتبار نہیں مہر علوم
 نہیں اپر تانا زرافتخار کیوں ہے۔ **قال لفاضل محریب** قولہ۔ توجبات سائل کے
 اہل ستر جدید اختیار کرنے سے دو احتمال ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ واقعی تحقیق حق
 مد نظر ہے اگر یہی تو چشم باروشن دل ماشا و دوسری یہ کہ عوام اہل سنت کے لیو محض ترویج
 و تشویل ہے بہر کیف جو کچھ ہی وہ اپنی کہلا جاتا ہے سیرت بوقت صبح شود بچو
 روزہ معلومت کہ باکہ باختم عشق در شب دیجورہ۔ اقول۔ حضرت یہ طرز جدید نہیں
 وہی تدیم طرز ہے کہ جسکا جواب آپکو علماء بزعم خود دیتے آئے اور ہرگز عہدہ براہین
 ہو سکی۔ چنانچہ انشاء اللہ اگر آپ اس میدان میں ثابت قدم رہیں گی تو آپ پر بھیجی ملی
 روشن ہو جائیگا۔ **يقول العبد الفقير الى مولاه** اہل سنت کا عہدہ
 نہونا تحریرات منشی سبحان علیخان صاحب دمولوی نور الدین صاحب سہی بخوبی واضح
 ہی اور نیز لکچریر ہی گوما خلاصہ مضامین سلف کا ہے اسکی جواب سہی ہی انشاء اللہ تھا
 بخوبی واضح ہو جائیگا کہ فریقین میں کونسا فریق دوسری کے جواب سہی نفس
 عہدہ براہین ہو سکتا اور کیفہ اس تحریر کے ابحاث سابقہ سہ واضح ہو ہی چکا ہے

پہر دوم نہیں کہ اسی فضل کمال کے پہر ہی پر یہ دیکھ بیان ہیں کہ اگر آپ اس میں
 متنازعہ میں ثابت قدم رہی تو آپ پر ہی بخوبی روشن ہو جائیگا یا کوئی دم دہسین
 کسی خاص رقت کے لیے محفوظ رکھ چوڑا ہے۔ اہل انصاف ذرا غور فرمائیں یہ تو
 ظاہر ہی کہ مسئلہ امت مع اپنی شرائط و توابع و لواحق کے شیعہ کے نزدیک اصل
 اصول دین مثل توحید و نبوت کے واجب الایمان ہی اور اہل سنت او سکواصل عقائد
 نہیں کہتی علیٰ ذہن القیاس اور کی شرائط وغیرہ میں گفت گوئی کہ سید انکو واجب الایمان
 اعتقاد کرتے ہیں اور اہل سنت کے نزدیک انکا کچھ ثبوت نہیں۔ توحید اور نبوت
 باہم متفق علیہ معاد و اخروی جسکو قیامت کبریٰ سے تعبیر کرتے ہیں وہ بھی متفق علیہ
 ائمہ اور انکی اہل حقیقی ایزد معی شیعہ کا دار دنیا میں ہر رجوع فرمانا جسکو جنت اور
 صغریٰ کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہی مختلف فیہ ہی کہ شیعہ کے نزدیک واجب الاعتقاد ہے اور
 اہل سنت کو نزدیک نہیں۔ پس اس صورت میں اہل سنت کا جو اعتراض ہے وہ اصل
 مذہب شیعہ پر ہے اور اسکا بیج کن ہے کیونکہ اہل سنت اور اصول میں ہی جکی صرف علماء
 سید مدعی ہیں جس پر اعتراض کر سکتے وہ اعتراض اصول مذہب سید کو صدمہ بیان ہوگا
 اور اہل شیعہ اہل سنت کے کسی اصل مذہب پر اعتراض نہیں کر سکتی کیونکہ توحید و نبوت
 و معاد متفق علیہ اور امت خود فروع میں صدمہ ہے تو علماء شیعہ اہل سنت کے
 اصول مذہب ہی کسی اصل کو اپنی اعتراض سے صدمہ نہیں پہنچا سکتی۔ ان غایت
 سے غایت باعتبار اصول مذہب یہ اعتراض کر سکتی ہیں کہ اہل سنت بعض اصول
 اعتقادات کو منکر ہیں خیر دار ایمان ہے اور ظاہر ہی کہ اس صورت میں اس امر کے
 اثبات کا عہدہ ہی حضرات شیعہ ہی پر ہوگا کہ ان امور کا اصلی اعتقاد ہی ہونا
 ایسی دلائل قطعیہ سے ثابت کریں جو اثبات مسائل صلیہ اعتقاد یہ کے لیے کافی
 ہوں اور حقد رد شولہ مدعی اور مثبت کو ہوتی ہے نافی کو نہیں ہوتے

پہر اسکی ہمار ضد میں اہلسنت کہتی ہیں کہ آپ نے اون امور کو جنکا دلائل قطعیت سے
 اصلی عقائدی ہو یا پایہ ثبوت کو نہیں پونچتا اصلی و عقائدی عقائد کو رکھا ہی اور
 عقائدی کا انکار مذموم ہی غیر عقائدی کو واجب الاعتقاد عقائد کو رکھا ہی مذموم ہو گا
 تو اس تمام گذریشن سے جو اجمالاً عرض کے ہیں اہل فہم انصاف سمجھ سکتی ہیں کہ ہم میں
 کو نسا فریق عہدہ پر نہیں ہو سکتا اور کس قدر حق کو دوسرے کی مقایہ میں دشواری
 پیش آرہی ہے قیاسی یہ مرد و احتمال بجائی خود نہیں خدا نخواستہ مجھ کو اپنی عقیدہ
 میں کس طرح کا شک و ریب نہیں میں نے اپنے علم و عقل کے موافق اپنی مذہب کے
 حقیقت میں حق یقین کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے اور یہ محض دعویٰ سالی ہی نہیں
 بلکہ بفضلہ تعالیٰ ثابت ہی کر سکتا ہوں بائیمہ بفرض محال مثل شریک باری اگر کسی مخلوق
 حق ثابت ہو تو اسکی تسلیم کرنے میں کچھ عذر نہیں۔ اقول سبحان شہیدان تو
 ہماری حضرت مجیب مجتہد کیا بلکہ امام بن بیہیہ شورشوری یا وہ بے نمکی یا تو
 یہ ارشاد تھا کہ میں محض فارسی خوان ہوں اور لفظ مولوی کی اطلاق کو ہی سخریہ دستہرا
 سمجھتا ہوں۔ یا یہ کہ اپنی مذہب کی حقیقت میں حق یقین کا مرتبہ یہاں تک حاصل
 کر لیا ہے کہ اسکا حق یقین ہونا اپنی خصم پر ہی محقق و ثابت کر سکتی ہیں۔ پہر اس فضل
 و کمال پر اگر عوام و خواص شیعہ ایک تہم لیں اور آپ پر فدا ہوں تو انکا فخر ہے۔ اور
 ائمہ شیعین از فخر الاولین و آخرین کے لقب سے لقب کرین تو انکو زیبا ہے۔ اب اس سے
 حنبلی و مالکی کہ مذہب لائے جو سابقاً عرض کیا تھا کہ سابقین سے سبقت کا قصد کیا
 جس پر اب جیلا اوٹھی وہ کچھ بجا نہ تھا مگر میں حیران ہوں کہ حصول مرتبہ حق یقین کے ساتھ
 جیسے اپنے قید لگائی ہے (اپنی علم و عقل کے موافق) اس قید کے کیا معنی ہیں کیا
 مرتبہ حق یقین میں پہاغت بار علم و عقل اسکا خاص کٹنگیک ہوتے ہے اس سے
 اہل خرد بخوبی سمجھ سکتی ہیں کہ آپ محض تخیلات و وہمیات کو مرتبہ حق یقین میں

سمجھتی ہیں اور جانتی ہیں کہ حق یقین کس کو کہتی ہیں اور ظاہری کہ حصول مرتبہ حق یقین بطریق کشف
 یا الہام یا حدیث یا آثار طاق حقیقت کو تو ہونگا۔ کیونکہ یہ طریق یقین میں اور نہ اپنی خصم پر یہ عا کا
 اثبات ممکن اور نیزہ آپادان کی کسی خبر صادق نے خبر دی نہ آپ پر وحی نازل ہوئی اور علامہ انکی اور
 کوئی طریق علم یقین کا ایسا حال نہیں ہوا جو مشرقین کو مجبوسہ اسکی کہ یہ مرتبہ حق یقین کا جو چنی
 اصول اور قواعد حاصل کیا یہی بعد سنیفا اولہ تفصیل کے اور نہیں نظر دستہ لال سے اور بعد جتو اور موقوف علیہ
 الاولہ اور ادنیٰ کما حقہ ماہر مکر حاصل کیا ہوگا کیونکہ تقلید اس مرتبہ کا حصول مستمع ہے
 اور یہ ہی ظاہر ہے کہ یہ علوم الہیہ کے جانتی پر موقوف ہے اور نیزہ اس پر موقوف ہے
 کہ کتاب اللہ کو باہر سند متواترہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کیا ہو
 اور نیزہ احادیث کو باہر سانیہ صحیحہ یا دیگر مواعلات رجال سے آگئی ہو اور مطالب اصولہ کتاب
 سنت کی اولہ و ثانیہ عام و خاص و مؤل و مشترک و حقیقت مجاز و نا نسخ و منسوخ وغیرہ
 کا واقف ہو واصل صحیحہ یا مبادی اسکی پاس موجود ہوں اور ان کے ہر ایک موقع کا واقف ہو اور موارد
 اجتماع ہی محفوظ ہوں جب یہ امور حاصل ہو گئی تو بطریق نظر دستہ لال یقین یقین
 مسائل کا حاصل ہوگا۔ لیکن آپ فرماتے ہیں کہ محض فارسی خوان ہوں نہ کتاب اللہ
 کی سمجھ ہی ہے سپرد دربار اصول عقائد کا ہی بلکہ کتاب اللہ مقل متواتر تحریف سے
 محفوظ شیعہ کے پاس موجود ہی نہیں ہے اور جو موجود ہی وہ نہ متواتر سیماں ہے
 ہے اور نہ حسب اعتقاد محدثین و مفسرین شیعہ تحریف سے خالی بلکہ متواتر محرف ہونا اسکا واثبات
 سے محقق ہے اور اگر تسلیم کیا جادے کہ کتاب اللہ موجود متواتر غیر محرف ہے تو ادن
 اکابر بزرگان دین کی نسبت کیا فتویٰ دین گے جنہوں نے بڑی شد و مد سے اسکو
 محرف ثابت کیا ہے چنانچہ بحث تحریف میں مفصل اسکا ذکر آگیا اور یہ آپ جانتی ہیں
 کہ مکذیب کتاب اللہ اور انکار متواتر کیا ہے۔ اور نہ حدیث سے آشنا ہی ہیں اور ان کے
 سمجھنی میں دو سر و زخمی محتاج ہیں کہ وہ ترجمہ عبارت کرین اور آپ سمجھیں خواہ غلط

ترجمہ کریں یا صحیح سلاوہ ازین علوم الہی کی یہی تقریباً ایسی ہی حالت ہوگی صرف و نحو
 بنیادی معانی و بیان وغیرہ سے ناواقفیت تو اس صورت میں تو آپ کو صحت مذہب
 میں مرتبہ علم الیقین کا یہی حاصل نہیں ہو سکتا ہی چہ جائیکہ مرتبہ حق الیقین کا جو
 بالاترین مراتب یقین ہی حاصل ہو۔ بہر کیف اگر دعویٰ محض فارسی خوانی کذب و دروغ
 اور یہ سب بیادہ مذکورہ آپ کو مستحضر ہوں تو غایتی سرفاتیہ آپ کو صحت مسائل میں علم الیقین کا
 مرتبہ حاصل ہوگا جو مرتبہ مجتہد ہی لیکن آپ دعویٰ حصول مرتبہ حق الیقین میں جو اعلیٰ ترین
 مراتب سے ہی اور محسوسات و بدہیات اولیہ سے یہی زیادہ اطمینان بخش ہے اور
 انبیاء و صدیقین کے مراتب سے ہے تو اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ شاید دعویٰ
 نبوت یا امامت کمزور خاطر ہوگا مگر جیسا اجتماع محض فارسی خوانی کا اور اس مرتبہ کی
 حصول کا محال تھا اس سے زیادہ اجتماع کذب و حصول مرتبہ حق الیقین ممکن ہے
 پس میں متحیر ہوں حضرت یازمین پرہی یا آسمان پر چاہی شایہ فارسی خوانی
 اس غرض سے ظاہر کی ہوگی کہ اگر مناظرہ میں الزام کہا جائے تو کچھ ہیست نہامت و دنیا
 نہو۔ زیادہ سے زیادہ یہی شہور ہو کہ ایک فارسی خوان تھا کیا ہوا جو الزام کہا گیا
 عرض اگر اس تحریر کو محاط کیا جاتا ہے تو محض فارسی خوانی کی ہی تصدیق ہوتی ہے
 بلکہ اس تحریر کی آپ کی طرف منسوب ہونی میں ہی شک ہوتا ہی اور یہی کچھ نہیں تو
 دوسرے کی ادا ضرور ہوگی اور اگر ادعا ہی حق الیقین کو دیکھاجاوی تو قطع نظر اس سے
 کہ اس دعویٰ کو یہ آپ کی تحریر زبان حال سے مذہب ہی محض فارسی خوانی
 غلط ہوئے جاتی ہے۔ ہم جہاں تک اس تحریر میں بغور و تامل نظر کرتے ہیں کہیں اس
 غلط علم القدر دعویٰ کا ثبوت نہیں دیکھتی بلکہ بحث سے اسکی نقیض کا ثبوت پیدا ہوتا ہے چنانچہ
 بعض مضمین میں جو اجاث سابقہ کی ضمن میں مذکور ہوتی ثابت ہوتا ہے اور اجاث آئندہ سے
 بخوبی ثابت ہوگا۔ ہر دو احتمالات کی تردید و تخلیط سے یہ ثابت ہوا کہ آپ کو تحقیق حق ہرگز

مد نظر نہیں ہے کیونکہ احتمال اول تحقیق حق ہے و ثبوت سلاوہ ازین آخری فقرہ متضمن تعلیق
 بالحال نہ معلوم باہرین میں محال سے آخر تک اس کا کو آشکارا طور پر ثابت کر رہا ہے پھر معلوم
 نہیں کہ انشاء و تحقیق حق کا حکم بمقتدا قولہ تعالیٰ انا مردانہ بالبر و دوسری کی ہی ایسی ہے
 با این ہمہ عبارت آئندہ میں احتمال لکھنے کو تسلیم کر لیا اور فرمایا بلکہ اصلی غرض فرقہ اہل سنت
 کی ہدایت غصوباً اور اپنی شفیق کی خصوصاً الخ اور بندہ کے غرض تزدیر و تسویل سے
 یہ ہی تھی پس انکار جہتالین اس مناظرہ دانے پر تعجب انگیزی قبول اور تزدیر و تسویل سے
 مجب کو کیا حاصل۔ مولوی میں نہیں سجد کا واعظ میں نہیں مذہبی خدمت سے معاش میر
 حاصل نہیں کرتا مرجع خلافت میں نہیں کو خواہ مخواہ دوکان جمانی کے لیے اسی بانی
 کو دن پھر لوگوں کو فریب میں پھپھانے سے مجب کو کیا ظاہری فائدہ ہوگا اقول معلوم
 نہیں حضرت نے ان اشارات و کنایات کا مورد اپنی ذہن عالی میں کس کو قرار دیا ہے اور
 یہ توضیحات کی طرف راجع ہیں۔ اگرچہ بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے
 اپنی علماء و اکابر و مقتدایان مذہب مجتہدین میں کسی کو نہ لکھا ہوگا سبب عجز یا
 اس کی دوسری ہم مذہب مراد ہونگی لیکن بغرض تسلیم اگر ان توضیحات کا اطلاق ہمہ میں دہی
 ہو سیکے تو حضرات مجتہدین شیعہ جنہیں یہ سبب اوصاف مع شئی زائد پائی جاتی ہیں
 ان توضیحات کو ساتھ لے دھن ہوگی بہت شاد م کہ از رقیبان دھن کشان گشتی
 گوشت خاک با ہم بر باد رفتہ باشد قطع نظر اس سے ہماری حضرت مجیب ہی تو بر نعم خود
 درجہ اجتہاد حاصل کر چکے ہیں تو اور مرجع خلافت بنی۔ اور دوکان جمانی کے لیے کیا سریر
 سنگ نکلتی ہیں مذہبی خدمات سے معاش یوں ہی پیدا کیجئے ہی۔ قبلہ و کعبہ بنی
 کی دیر تھی کہ سب کچھ موجود۔ محالغین سے مناظرہ کر کے شہرت پیدا کی سرفہین
 فتویٰ دہی کنایہ ادعائی اجتہاد فرمایا پھر مجتہدین بیٹی پر کیا تھا چراغ روشن
 مراد حاصل۔ اسی حضرت آج ہی کیا تھا اس کثرت کا ثمرہ آئندہ دیکھیں گے۔ خدا خواہ

قال لا تخاصموا الناس فان الناس لو استطاعوا ان يحبوا لاجبونا ان الله خذ
 ميثاق شيعتنا يوم اخذ ميثاق النبيين فلا يزيد فيهم احدا بد او لا ينقص منهم
 احدا ابدا ابى عن صفوان وفضالة عن داود بن فرقد قال كان ابى يقول
 ما لكم ولداء الناس انه لا يدخل في هذا الامر الا من كتب الله له ان يدخل
 صاف معلوم ہوا ہی کہ اس غرض سے جہاں کہ لوگ اپنی مذہب سے پہر شیعہ بن جائیں ہوں
 اور ناجائز ہی پس اس سے آپ خیال فرمایا یعنی کہ اپنے جوانی غرض اس سبب سے کہ اگر آپ
 وہ کس قدر یہی اور چونکہ علت ہی عموم کو مقتضی ہے اور نیز بابتا بر وایات معتبر ثابت
 ہو چکا ہی کہ نور امام آخر الزمان تک زمانہ تقیہ مستمر ہی تو یہ نہی ائمہ گذشتہ کو
 امامت پر ہی منحصر نہیں ہو سکتی۔ علاوہ ازیں اگر سبب و گفتگو سے آپ کی غرض
 اصلی یہی تھی تو اول غلطی یہ کہالی کہ اپنے اپنی آپ کو محض فارسی خوان خاک
 کیونکہ ہر شخص سمجھتا ہی کہ جسکو علوم کتاب و سنت کی خبر نہیں محض فارسی خوان
 وہ کیونکہ طالب عالیہ کتاب و سنت کی طرف دوسرے کو ہدایت کر سکتا ہی بلکہ وہ
 اس صرح کا ہی معنی او خوشنیت گمست کر رہی کند + معنیہ اگر لفظ ہدایت ہی ہدایت
 مراد ہی تو حسب قول مع برعکس نہ نام رنگی کا فورہ نتیجہ ہی ہم صندہ اور اگر بد
 واقعی اور نفس الامری مراد ہی تو یہ حضرت کا کام نہیں۔ حق تعالیٰ شا
 اپنی فضل و کرم سے اہل سنت کو متمسک بالثقلین اور متبع صحابہ کرام بخو
 ہدایت فرما کر حقیقی نفس الامری ہدایت پر ایسا مضبوط و مستحکم فرما رکھا۔
 ۱۵ امام ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ سرمدی ہی فرمایا اگر کسی محبت و مباحثہ نہ کرے کیونکہ اگر ہر کو
 تو بیک دوست کہتی اللہ تعالیٰ نہ جسد انبیا سے عہد لیا تھا ہمارے شیون ہی عہد لیا تھا اب انہیں نہ کوئی
 ہو سکتا ہو نہ کوئی کہ ہو سکتا ہی ۱۶ میرا پ کہا تھا تبین لوگوں کو اپنی دین کی طرف بلانی کیا تعلق کہ
 اس دین میں کوئی شخص مراد کی جاؤ گئے مگر دبا ہی داخل نہیں ہو سکتا۔ ۱۷

کہ تشکیک مشکک سے تذبذب محال ہے۔ محمد اللہ الذی ہدانا لہذا وما کنا لنہتدی
 لو ان ہدانا اللہ ولہ الحمد فی الاولی والآخرہ قولہ شعر جو حضرت نے لکھا ہے مخفی
 طبع پر ڈال ہے اسکا جواب کیا لکھیں مگر بات یہ ہے کہ ہماری عجیب عالم فاضلین
 اور اہل علم کی نظر آں پہوتی ہے دورانہ پیشی فرما کر اپنے نفس نفیس سی ہی مخاطب ہیں
 اقول سبحان اللہ ابھی تو میں آپ کی نزدیک گناہ تھا ابھی عالم فاضل ہو گیا۔ خیر بہرہ
 اگر نظر انصاف واقعی سے اس تحریر کو ملاحظہ فرمایا گا تو واضح ہو جائیگا کہ اس شعر میں
 آپ کا مخاطب آپ سے مخاطب ہی یا اپنے نفس سے ورنہ انصاف پسندان روزگار کو
 دریافت فرمایا جائیگا۔ اس سے زیادہ اور کیا عرض کریں قولہ چشم مارو شن دل باشد
 تحریر فرمانا درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اگر اس مباحثہ سے آپ کا دل شاہ و چشم روشن
 ہوتی تو شروع ہی میں یہ سخت کلامی نفرماتے بلکہ نہایت نرمی و ملائمت و اخلاق
 پیش آتے اقول کیسے سخت کلامی اگر کی گئی ہے تو صرف حضرت کی تعریضات
 مقابلہ میں کی گئی ہر دس۔ اگر آپ اسکی بنیاد نہ باندھتی تو بندہ سے یہی کوئی
 کلمہ ثقیل نہ سختی۔ معہذا مخالفین کے مقابلہ میں ہر جگہ نرمی و ملائمت و اخلاق اپنی
 چشم روشن و دل شاہ ہونے کو مستلزم نہیں ہے بلکہ بعض مواقع میں غلط و شدت
 محسوس ہوتی ہے تو یہ تفریع غلط ہی۔ جن اگر بجای اسکی یہ فرماتے کہ ہم کو تحقیق حق
 نظر نہیں ہے (چنانچہ ابھی صاف انکار کر چکے تھے) تو چشم مارو شن دل باشد فرمانا درست
 معام نہیں ہوتا تو بجا تھا کیونکہ چشم کارو شن اور دل کلاشا ہونا تو تحقیق حق پرست تھا
 ادب ہی جانا تا تو یہ ہی درست نہوا۔ لیکن شکل یہ ہے کہ اگر تحقیق حق سے انکار
 کریں تو کیونکر کریں کہ صریح خلاف انصاف ہے۔ اور اگر اقرار کریں تو کس طرح کریں کہ مستلزم
 تشکیک فی المذہب کو ہی۔ خیر حسب موقع اقوار یا انکار جو مناسب ہوتا ہی وہ کہہ دیجئے
 قال الفاضل النحیب قولہ سہیلی مناسب خیال کیا کہ چند ہی اپنے وقت

اگر انما یہ کو اس میں صرف کردن کا احدی کہیں سے خالی نہ ہوگا۔ اقول۔ مباحثہ مذہبی کا
 ایسا خفیف کام ہی کہ اس میں وقت صرف کر نیو وقت گرانما یہ کہا جائے اگر غور فرمائے
 تو یہ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہی بقول اکبر الفقیر الی مولانا
 صاف مثل روز روشن ظاہر و باہر ہے کہ حضرت میر صاحب اپنی نہایت کے کوچہ
 بالکل نابینا چہانتاک روایات شیعہ میں غور کیا جاتا ہے اوس سے ثابت ہوتا ہے
 کہ جدال مباحثہ کرنا حرام اور خلاف اللہ و رسول و ائمہ کے ہی بلکہ مباحثہ کرنا دین کے
 نکمٹا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان انبہادات ائمہ ملعون ہوتا ہے چنانچہ کچھ روایات معتبرہ
 مباحثہ کو رد ہو چکی ہیں اور کسی قدر اب موعوض ہو گئی تو معلوم نہیں ہماری محبت سبب
 مباحثہ کو کس بنیاد پر اعلیٰ درجہ کی عبادت قرار دیتے ہیں اور کیوں ہم پر مقرر ہے۔ مگر
 ان اگر ملعون ہونا اور خدا و رسول و ائمہ کے خلاف کام کرنا اور دین سے خارج ہونا
 حضرت مجیب کی نزدیک اعلیٰ درجہ کی عبادت ہو تو مضائقہ نہیں تو اس صورت میں
 خوارج نہروان و نواصب شام کو بھی شرف فتح سنا دین روایات سنی کے علاوہ
 مجلس بحار میں تخریج فرمائے ہیں اوس میں سے ملے قطعاً چند روایات نقل کرتا ہوں
 باسنادہ التیمی عن الرضا عن ابیہ عن علی علیہم السلام قال لعن اللہ
 الذین یجادلون فی دینہ اولئک ملعونون علی لسان نبیہ صلی اللہ
 علیہ وسلم۔ اس حدیث سے منافرہ کرنے والوں کا ملعون ہونا ببارت النفس ثابت ہے
 عزائے عبد اللہ جعفر بن محمد الصادق و اللہ قال کا صحابہ اسمعوا منی کلاما ہو
 خیر لکم من الدھم الموقف لا یصارین احدکم سفیہا ولا احلیما فانہ من صا
 لے حضرت علی رضی اللہ عنہ سہری ہی فرمایا انہر خدا لعنت کری جو خدا دین میں جھگڑا کرتے ہیں یہ لوگ پیغمبر کے اللہ کے
 کی زبانوں ہیں۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ایسے باروں کو فرمایا کہ میری بات سنو جو تمہاری لئے
 (نہان ہی) کہہ رہا ہوں کہ گورنوں کے پیروں میں سے کسی کی کسی غیہ سے جھگڑے اور نہ کسی علیم سے۔ ۱۲۔

مباحثہ مذہبی حرام ہے

حکماً اقضاه ومن ماری سفیہا ارداء اس حدیث سے علی العموم مباحثہ کی نفی
 ثابت ہوئی کیونکہ لایا میں فعل منفی ہے اور کفار فعل و مفعول دونوں نہ و واقع ہوئی ہیں
 اور قاعدہ ہے کہ نہ مباحثہ سیاق نفی میں عموم و شمول کا فائدہ دیا کرتا ہے تو کسی شخص کو
 کسی کی ساتھ مباحثہ کرنا جائز نہوا۔ عن ابی عبد اللہ ؑ قال یھذا اصحاب الکلام و
 یخو المسلمین ان المسلمین ھم الخبا۔ سمعت ابی عبد اللہ ؑ یقول لا تخاصموا الناس
 لدینکم فان الخاصمۃ مہرۃ للقلب۔ سمعت ابی جعفر ؑ یقول انما شیعتنا
 الخرس۔ قال امیر المؤمنین ؑ ایاکم والجدال فانھا یورث الشک فی دین اللہ
 سمعت ابی عبد اللہ ؑ یقول مشکلموا ھذہ العصابۃ من شرار من ھم منھم اس باب
 میں جس قدر روایات وارد ہوئی ہیں اگر اونکا استیفائی جاوے اور سب کے ساتھ اون پر بحث
 کیجاوے تو ایک کتاب جدا کا نہ تیار ہو سکتی ہے ہم صرف ایک قول فیصل پر اکتفا کرتے ہیں جو امام
 جعفر صادق ؑ سے علامہ مجلسی نقل کیا ہے اور چونکہ عبارت بہت طویل ہے اسلئے ملتقطاً نقل
 کرتے ہیں عن ابی محمد العسکری ؑ قال ذکر عند الصادق ؑ الجدال فی الدین و
 ان رسول اللہ ؐ والائمة المعصومون قد نفوا عنہ فقال الصادق ؑ لمریۃ عنہ مطلقاً
 لکنہ نفی عن الجدال بغیر النبی احسن اما تسمعون اللہ یقول ولا تجادلوا اھل الکتاب
 ۱۔ کیونکہ جو حدیث سے مباحثہ کرنا وہ اسکو حق سے روک دینا اور جو کسی سفیہ سے جبکہ پیادہ اسکو ہلاک کر دیا۔ ۲۔ امام ابی عبد اللہ
 سے روئے ہوا کہ کلام گستاخانہ کرنے والے ہلاک ہو گئے اور نہ نجات پا جائیں گے شک سلمان ہی نجات یافتہ ہیں ۳۔ یعنی امام ابی عبد اللہ
 سے سننا تھا کہ اپنی ایک مجلس میں لوگوں نے جبکہ روک دیا کیونکہ جبکہ اول کو بایا کر نہوا لاسی ۴۔ یعنی امام ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے سننا
 فرماتے تھے ہمارے شیعوں کو گئی ہیں ۵۔ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنی ایک وجہ سے بچا کیونکہ وہ اللہ
 دین میں شک پیدا کرتا ہے ۶۔ یعنی امام محمد اندھ ضی اللہ عنہ سے سننا تھا کہ ہر ایک کی شکایتیں بہترین کے امام کے
 فرما کر امام جعفر صادق ؑ کی خدمت میں پہنچ جاتیں مباحثہ کرنے کا ذکر ہوا اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت فرمائی تھی
 کہ کسی مطلقاً ممانعت نہیں فرمائی کہ کسی نے اس مباحثہ کی ممانعت کی ہے جو غیر عمدہ طریقہ کی ہو کیا تم نہیں سنو خدا تعالیٰ اس پر عمدہ طور پر کتاب

اَلَا بِالتَّيِّ هِيَ احْسَنُ وَقَوْلُهُ تَعَالَى ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ لِتُقَالُوا بِالْإِيمَانِ قَدْ قَرَنَهُ
 الْعُلَمَاءُ بِالذِّينِ وَالْجِدَالِ بِغَيْرِ التَّيِّ هِيَ احْسَنُ مُحَرَّمٌ وَحَرَمَ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى شَيْعَتَنَا قِيلَ بَابِ
 رَسُولِ اللَّهِ فَمَا الْجِدَالُ بِالتَّيِّ هِيَ احْسَنُ وَالتَّيِّ لَيْسَ بِاحْسَنُ قَالَ أَمَّا الْجِدَالُ بِغَيْرِ التَّيِّ هِيَ احْسَنُ
 أَنْ تَجَادَلَ مَبْطُلًا فَيُفْزِرَ عَلَيْكَ بَاطِلًا فَلَا تَرُدُّ بِحُجَّتِكَ قَدْ نَصَبَهَا اللَّهُ وَلَكِنْ تَحْجِزْ قَوْلًا وَتَحْجِزْ
 حَقًّا بِرَيْدِ ذَلِكَ الْمَبْطُلِ أَنْ يَعْينَ بِهِ بَاطِلُهُ فَتَحْجِزَ ذَلِكَ مُحَافَظَةً أَنْ يَكُونَ لَهُ عَلَيْكَ فِي حُجَّتِهِ
 لَأَنْكَ لَا تَدْرِي كَيْفَ الْخُلُصَ مِنْهُ فَذَلِكَ حَرَامٌ عَلَى شَيْعَتَنَا أَنْ يَصِيرَ وَافِقَةً عَلَى ضَعْفِ
 أَنْوَاعِهِمْ وَعَلَى الْمَبْطُلِينَ أَمَّا الْمَبْطُلُونَ فَيَعْمَلُونَ ضَعْفَ الضَّعِيفِ مِنْكُمْ إِذَا نَعَاطَ
 مَجَادَلَتَهُ وَضَعْفٌ فِي يَدِهِ حُجَّتُهُ عَلَى بَاطِلِهِ وَأَمَّا الضَّعْفَاءُ مِنْكُمْ فَتَقْعَمُ قُلُوبُهُمْ لِمَا يَرَوْنَ
 مِنْ ضَعْفِ الْحَقِّ فِي يَدِ الْمَبْطُلِ وَأَمَّا الْجِدَالُ بِالتَّيِّ هِيَ احْسَنُ فَقَوْلُهُمْ أَمَّا اللَّهُ تَعَالَى يَنْهَى عَنْ مَجَادَلَةِ
 بِهِ مِنْ جِدَالِ الْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَلِحْيَانِهِ فَقَالَ حَالِكِيَا عَنْهُ وَضَرْبَ لَنَا مَثَلًا وَتَسْمَى خَلْقُهُ قَالَ
 مَنْ حُجِيَ الْعِظَامُ وَهِيَ كَهَيْئَةِ حَيْمٍ فَقَالَ اللَّهُ فِي الزَّوْجِ عَلَيْهِ كُلُّ مَا تَحْتَمِلُ حَيْثُهَا اللَّهُ تَعَالَى أَشْأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ الْعَرَاةُ فَهَذَا الْجِدَالُ
 بِالتَّيِّ هِيَ احْسَنُ لِأَنَّ فِيهَا قَطْعٌ عَنِ الْكَافِرِينَ وَأَزَالَةٌ شَبْهَتِهِمْ وَأَمَّا الْجِدَالُ بِغَيْرِ التَّيِّ هِيَ احْسَنُ
 لِأَنَّ فِيهَا جِدَالٌ رَافِعٌ لِقَائِهِمْ فِي حَقِّ مَا تَهْتَبُونَ بِهِ دُكَاكِرَ رَسْمِ كَيْفِ دَعْوَتِ الْكُفَرِيِّينَ وَأَمَّا مَنْ سَأَلَ عَنْ جِدَالِ الْكُفَرِيِّينَ
 دُونَ تَهْتَبِ كَيْفِ أَيْ دُونَ جِدَالِ مَنْفَرَةٍ عَنْهُمْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ أَنْ يَكُونُوا كَمَا تَهْتَبُونَ بِهِمْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ أَنْ يَكُونُوا كَمَا تَهْتَبُونَ بِهِمْ
 أَوْ كَمَا تَهْتَبُونَ بِهِمْ كَيْفِ أَيْ دُونَ جِدَالِ مَنْفَرَةٍ عَنْهُمْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ أَنْ يَكُونُوا كَمَا تَهْتَبُونَ بِهِمْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ أَنْ يَكُونُوا كَمَا تَهْتَبُونَ بِهِمْ
 جَوْزُهُ فَتَقْدَرُ عَلَيْهِمْ كَيْفِ أَيْ دُونَ جِدَالِ مَنْفَرَةٍ عَنْهُمْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ أَنْ يَكُونُوا كَمَا تَهْتَبُونَ بِهِمْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ أَنْ يَكُونُوا كَمَا تَهْتَبُونَ بِهِمْ
 مَرْجَاؤُكُمْ أَيْ دُونَ جِدَالِ مَنْفَرَةٍ عَنْهُمْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ أَنْ يَكُونُوا كَمَا تَهْتَبُونَ بِهِمْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ أَنْ يَكُونُوا كَمَا تَهْتَبُونَ بِهِمْ
 لَيْسَ حَرَامٌ أَنْ يَكُونُوا كَمَا تَهْتَبُونَ بِهِمْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ أَنْ يَكُونُوا كَمَا تَهْتَبُونَ بِهِمْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ أَنْ يَكُونُوا كَمَا تَهْتَبُونَ بِهِمْ
 أَنْ يَكُونُوا كَمَا تَهْتَبُونَ بِهِمْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ أَنْ يَكُونُوا كَمَا تَهْتَبُونَ بِهِمْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ أَنْ يَكُونُوا كَمَا تَهْتَبُونَ بِهِمْ
 كَمَا تَهْتَبُونَ بِهِمْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ أَنْ يَكُونُوا كَمَا تَهْتَبُونَ بِهِمْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ أَنْ يَكُونُوا كَمَا تَهْتَبُونَ بِهِمْ
 جِدَالِ مَنْفَرَةٍ عَنْهُمْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ أَنْ يَكُونُوا كَمَا تَهْتَبُونَ بِهِمْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ أَنْ يَكُونُوا كَمَا تَهْتَبُونَ بِهِمْ

بآن تجد حقاً لا یملک ان تفارق بینہ و بین باطل من تجادل وانما تدفع عن باطل بان
 تجد الحق فهذا هو المحرم لا تلك مثله تجد هو حقاً ومجدت انت حقاً آخر - انتہی قطع نظر
 تعارض ادن دایات سے جو اس بارہ میں دوسویں ہیں اس قول فیصل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ
 مباحثہ کرنا سوائے انبیاء اور ائمہ کے دوسری شخص کا کام نہیں ہے بلکہ دوسرے کو نا جائز
 و حرام ہی کیونکہ سوائے انبیاء و ائمہ کے کوئی شخص حجت منصوب من اللہ کو نہیں پہچان سکتا
 اور نہ ضلعاً و اخوان یا مبطلین کے حق میں فتنہ ہونے سے بچ سکتا ہے علی انھوں
 ایسا شخص جس کو اپنی مذہبیات کی ہی پوری واقفیت نہ ہو اور محض فارسی خوان ہی ہو تو
 اس کی حق میں مناظرہ کرنا بموجب اس قول فیصل کے بیشک حرام ہوگا۔ اب دل چاہتا ہے
 کہ اس باب میں علامہ مجلسی کے تحقیق نقل کروں۔ اہل انصاف اس کو بھی ملاحظہ فرمائیں اور
 ہماری تحبیب کی واقفیت مذہب کی راہ دین۔ و عظیم من الاخبار ان المذموم
 منه هو ما كان الغرض فيه الغلبة والظهار الكمال والفخر او التعصب وترويج
 الباطل واماماً كان لاظهار الحق ورفع الباطل ودفع الشبهة عن الدين
 وارشاد المضلین فهو من اعظم اركان الدين لكن التميز بينهما في غاية الصعوبة
 والاسکال وکثیرا ما يشبه احدهما بالآخر في بادی النظر والنفوس في تسویدات
 خصیة لا يمكن التخلص منها الا بفضله تعالى۔ علامہ کی اس تحقیق میں یہی ہم بحث
 اغماض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے یہی تحبیب مجلسی متکلمین کے لیے مناظرہ کا
 ۱۔ کہ تو ایسی حق کا انکار کری کہ جو اہل حق میں مشہور ہو اور اس کا باطل کو حق کا انکار کر دے کہ تو یہ جہل و
 کیونکہ اس صورت میں اہل باطل کے ہر کوئی ایک حق کا انکار کیا اور تو دوسری حق کا انکار کیا، ۲۔ احادیث سے ظہر ہوتا ہے کہ کبرا
 متباد وہی حسین علیہ السلام کا اظہار و فخر و ارجح کے جائز اور باطل کی ترویج مقصود ہو جو میں مباحثہ میں حق کا اظہار و باطل کا رفع و دین
 شہدہ ازالہ اور گمراہی نہایت ہو تو وہ کس عظیم کام میں ہے لیکن ان دونوں میں تفرق نہایت سخت ہوا اور اس شکل سے بے ادا
 بادی نظیر میں ایک دوسرے کی تشریح ہوتا ہے اور اس میں نفس اور کسی ایسی چیز میں کچھ نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل کے اور کسی خاص ملک میں نہیں ہے۔

عبادت نہو تاکہ حرام اور مستوجب لمن ہوتا ہے پر اب ہماری محبت فیہ ذرا اٹھتا
 سرفرازمین کیا اعلیٰ درجہ کی عبادت ایسی ہے امور جو تے ہیں۔ علامہ ازین اگرچہ پہلو
 مذہبی خفیف کام ہوتا ہم اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کوئی مذہبی کام اس سے بڑھ کر نہ ہو
 بلکہ بہت سے مذہبی امور اس سے بدرجہا بہتر و برتر ہونگی علیٰ اختلاف مصلحتیں مانیں
 چنانچہ ان ضروری یا مفید نہو اور محالین کے راہ یا بے کی توقع نہو تو ایسے وقت میں
 جو شخص دوسری امور مذہبی عالیہ میں مشغول ہو گا وہ بیشک مباحثہ میں اپنے وقت کا
 صرف کرنے کو وقت گرانما یہ کہیگا حق اللہ اس اخیر فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر
 تحقیق حق و ابطال باطل منظور نہیں بلکہ اپنے رائے یا مخالف کے مغلوبیت اصلی ہوتی
 اور انشاء اللہ تعالیٰ انہیں سے کوئی عرض ہی حاصل شدنی نہیں ہے اقول
 آپ کی نزدیک تحقیق حق مستلزم تک فی الذہب کی ہو تو واقعی مجاہد تحقیق حق منظور نہیں
 کیونکہ بفضل اللہ تعالیٰ درجہ مجاہد کو اپنی مذہب کی صحت و حقیقت میں کسی نوع کا شک
 و ریب نہیں ان ابطال باطل و مغلوبیت مخالف ہی مقصود ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ
 ہو حاصل ہے شعر مستعمل لیلیٰ ای دیں تدایت و اتی غزلیہ فی التقاضی فرم
 قال الفاضل المحجیب۔ قولہ۔ پس واضح ہو کہ اگرچہ فیما بین اہل سنت و جہ
 و تبیدہ اثنا عشر کے بہت سے مسائل اصول و فروع میں مخالفت ہے لیکن مذہبی
 یہ صحیح کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین علیہم اجمعین خلافت اللہ رضی
 کو اہل سنت تمام است سے باعتبار مرتبہ اعلیٰ و افضل اور ایمان میں اہمیت و کمال
 کرتے ہیں۔ اقول۔ اصل اختلافی مسئلہ اذہنی منظم اختلاف کا ماخذ مسائل دین و ایمان
 بعد جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسیہ اہل اصول و فروع کو اہل
 سنی کہ بموجب حدیث متفق علیہ مسئلہ اہل بدعتی کے فتنہ نوح الخ نہایت
 اور موافق حدیث متفق علیہ الی تارک فیہم الثقلین کتاب اللہ و عزہ قلمنا حکم

حکم خدا سے جدا نہیں ہو سکتا اور صحابہ ہی انکی ہی تسک کے مامور تھے یا خود کرتے ہیں
اور اہل سنت صحابہ اور تابعین و تبع تابعین کو ماخذ اپنی دین اور ایمان کا ٹھہرتے ہیں اگرچہ
بعض انہیں سنیے یا صبیح عداوت اہل بیت طاہرین اور قائلین ذریعہ رسید المرسلین اور قرین
اور قاضین و ناگشتین سے ہوں۔ جیسا کہ ملاحظہ روادہ صحاح اور غیر صحاح اہل سنت سے ظاہر
ہے حضرت مجیب نے جو مبتنی اختلاف کا معاملہ صحابہ ٹھہرایا ہے بجای خود معلوم نہیں جتا
کیونکہ اگر بفرض محال مثل شریک باری سب صحابہ عدو تھے ہر جائیں اور بخلاف احادیث
کثیرہ مثل حدیث عوض وغیرہ پر پیکر دلائل عقلیہ و نقلیہ کے جس میں کتب ضخیمہ تصنیف ہو چکی ہیں
کل صحابہ کا ناجی ہونا ہی ثابت ہو جائے تو اس سے ماخذ مسائل اصولیہ و فروعیہ ہونا اور نکات ثابت
ہو گا سلیئے کہ عدم عصمت ادنیٰ اتفاقی بین الامت ہے اور شیعوں کے نزدیک بلکہ عقلمند
زیدک بجز اہلبیت معصومین صلاوۃ اللہ علیہم اجمعین کو فی ماخذ اصول و فروع نہیں سکتا
ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مبنی معظم اختلاف کا یہ ہی مسئلہ ہو بلکہ مسئلہ امامت ہے اس اختلاف
نیر کا مبنی صحیح جیسا کہ بندہ پہلے عرض کر چکا ہے **یقول العبد الفقیر الی مولائے**
امام ان روزگار اور مصفاں قبری و اسصار کو صلائے عام ہے کہ ذرا اس بحث کو نظر
رد تامل ملاحظہ فرما کر ہمارے مجیب کے اقتضا و تحقیق حق اور نفاذ و ادواتہ و مطلق کی داد و دین میرے
ایک مسئلہ امامت کے معظم خلافیات ہونے پر بندہ نے عرض کیا تھا کہ ہم اختلافیات اور
مختلفات کا معاملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عموماً اور خلفاء ثلاثہ رضوان اللہ علیہم خصوصاً
اہل سنت انکو تمام امت میں فضل اعتقاد کرتے ہیں اور شیعہ بدتر از کفار و منافقین سمجھتے ہیں
و اختلاف مسئلہ امامت ہی اسی اصل سے ناشی ہے۔ بجواب اس کے مسئلہ امامت کے مبنی
مظہم خلافیات ہونے کی تائید میں ہمارے حضرت فاضل مجیب نے باین خلاصہ ارشاد فرمایا
اہل خلافتی مسئلہ اور مبنی معظم اختلاف کا ماخذ مسائل دین و ایمان ہے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
میکل اصول و فروع کو بموجب ارشاد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت طاہرین سے

لیتی ہیں اور اہل سنت صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کو ماخذ اپنے دین و ایمان کا بہرہ قرار دیتے ہیں
 اگرچہ بعض ائمہ میں سے تابعین عدوت الہییت ظاہرین اور تابعین فرتہ سید المرسلین
 اور راقین اور قاسطین اور ناگشتین سے ہوں۔ پس حضرت مجیبؑ جو مبنی اختلاف کو
 صحابہ شہرہ یا ہر بجای خود معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر لفظ محال سب صحابہ حد دل شہرہ
 تو اس سے بوجہ اس کی کوئی عدم حصمت اتفاقی ہر ماخذ مسائل اصولیہ و فروعیہ ہونا اور ان کا
 نہ ہونا۔ پس کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مبنی معظم اختلافات کا معاملہ صحابہ ہو بلکہ مسدا امت
 اس اختلاف کثیر کا مبنی ہر اسی حضرات خدا کے لئے ذرا حضرت مجیبؑ کو اس میں
 ملاحظہ فرمائیں کہ اس سے بندہ کے عودین کی تسلیم و تائید ہونی ہے یا تغلیط و
 اب سنی کہ فاضل مجیبؑ فرماتے ہیں کہ ماخذ مسائل دین شیعہ کے نزدیک ذریعہ
 ہیں اور اہل سنت کے نزدیک صحابہ رضہ وغیرہ ہیں تو اگر اس تقابل سے حضرت مجیبؑ
 یہ غرض ہے کہ اہل سنت ذریعہ ظاہرین کو ماخذ دین نہیں اعتقاد کرتے تو بد
 غلط اور محض افترا ہے کیونکہ قضیہ کلیہ الصحابہ کلہم عدول خبیات ذریعہ ظاہرہ کو کشتی
 اور اہل سنت کی کتب صحاح وغیرہ روایات الہییت رضا سے مملو و مشحون ہیں
 ان کی فضائل و محامد سے شرف و مزین ہیں اور مجتہدین اہل سنت کا علم غالباً ماخذ
 ہی سے ہی۔ اہل سنت کے بزرگان طریقت خوشہ چین میاں الہییت کے
 دن دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم وصف مقتدائیت اور ماخذیت میں اہل سنت
 نزدیک بحکم حدیث متفق علیہ اصحابی کا انجم الخ شریک الہیت میں اور اگر اس
 حضرت مجیبؑ کے غرض انتفاہ ماخذیت الہییت عند اہل سنت نہیں ہے تو جہاں
 اس صورت میں حاصل یہ ہو اگر الہییت باتفاق فریقین ماخذ دین میں اور
 علی اختلاف۔ الہیت اور انکو ہی الہی کہ وہ مصداق کنتم خیر امتہ میں۔ ماخذ
 دینی ہیں۔ اور شیعہ انکو ماخذ مسائل دین نہیں شہرہ لے اور شریعت اعتقاد کرے۔

دینی و دین الی حدیث و روایات

اور اسکی وجہ کلام سے صاف ظاہر ہے کہ بعض اونیہن سے بزعیم شیعه صاحبین عداوت اور اونیہن
اور اونیہن اور قاسطین اور ناکشین ہیں اور فیض محال مثل شریک باری اگر کل صحابہ عدول
ہو جاتے تو عدم عصمت اتفاقہ مانع ماخذیت ہے۔ تو اس سے کاشمیں نے راجعہ النہار ثابت ہوا
کہ دار اختلاف ماخذیت کا خیریت اور شریعت صحابہ رضی پر ہے۔ اور جب ماخذیت صحابہ کی خیریت
کی علت خیریت اور شریعت اور انصافیت اور نقصیت صحابہ رضی ہوئی تو فوراً یہی اشیاء
اصل مبنی اختلافات معاملہ صحابہ کا جو بندہ لئے عرض کیا تھا ہوا یا نہوا اور اس جواب سے
بندہ کی گزارش کی تائید و تقویت ہوئی کہ ہنوی۔ سلنا مبنی معظم خلافت کا ماخذیت صحابہ
والہبیت رضی ہی ہے لیکن اس سے مسئلہ امامت کا مبنی ہونا کی طرح ثابت نہیں ہوتا
اس سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ مبنی معظم خلافت کا ماخذیت ہی اور مسئلہ امامت
ہی ہی اصل سے ناشی ہے تو آخری تفریع جو بطور نتیجہ مقدمات و دلائل سابقہ کے
ذکر کی ہے۔ پس کیونکر ہو سکتا ہے کہ مبنی معظم اختلاف کا یہ مسئلہ ہو بلکہ مسئلہ امامت
ہی اس اختلاف کثیرہ کا مبنی ہے غلط اور غیر مرتبط اور دعویٰ بے دلیل رہی۔ خوش گفت
ع۔ میں الزام اوسکو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔ چونکہ اس جگہ ہماری حضرت مجیب نے
ماخذیت والہبیت صحابہ کا ذکر فرمایا اور بہت خطیان کہا میں اور حق سے بمراصل دور
ہو گئی پہلی کسی قدر اسکا بیان ہی واجب ہوا۔ پس واضح ہے کہ فی الاصل ماخذ دین ایمان
ذات بابرکات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جقدر دین ہے وہ ماخذ مشکوۃ نہرت
ہی دین اور واسطہ تبلیغ دین میں اللہ تعالیٰ والا امت رسول ہی ہوتا ہی اور علاوہ رسول کے
جقدر احاد امت میں وہ سب محتاج تبلیغ رسول میں اور مکلفین و مبلغین اور نے تحقیقت
متبع اور اونیہن دین میں۔ نہ متبع اصل کیونکہ اگر انکو ماخذ اصلی دین کا قرار دیا جاوے گا تو انکا
خلیفہ ہونا باطل ہوگا اور نبی ہونا لازم آوے گا اور یہ باتفاق فریقین باطل ہے۔ حسب مذہب
اہل سنت تو اسکا بطلان بدیہی ہے۔ اور شیعه اگرچہ ائمہ کو انبیاء علیہم السلام کے

خواص و لازم میں شریک کرتے ہیں جو اونچی نبوت کو مستلزم کرے بلکہ انبیاء سے رتبہ میں
 بڑا ہے میں۔ چنانچہ حضرت علیؓ کو تمام انبیاء سے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی خانات عقل و نقل افضل قرار دے کر آئین تیغ مفید اپنے رسالہ تفضیل امیر المؤمنین علی رضی اللہ
 میں فرماتے ہیں۔ اختلف الشيعة في هذه المسئلة فقال الجارودية انه كان علي السلام
 افضل من كافة الصحابة فاما غيرهم فلا يقطع على فضله على كافة من بعده
 ومن سلفه او فضله او متك في ذلك و قطعوا على فضل الانبياء عليهم السلام كلهم
 واختلف اهل الامامة في هذا الباب فقال كثير من متعلميهم ان الانبياء عليهم السلام
 افضل منه على القطع والنيات وقان جمهور اهل الآثار منهم والفقه بالروايات
 وطبقه من المتكلمين منهم واحكام الجاح انه عليه السلام افضل من كافة البشر سوى رسول الله
 محمد بن عبد الله صلوات الله عليه فانه افضل منه ووقف منهم نفر قليل في هذا الباب فقالوا
 لسا نعلم ان افضل من سلفه من الانبياء او كان مساويا لهما او دونهم فما يستحق به التوب
 فاما رسول الله صلى الله عليه وآله محمد بن الله فكامل على غير ارباب قال فريق منهم اخوان من المؤمنين
 صلوات الله عليه افضل البشر سوى اولي العزم من الرسل فانهم افضل منه عند الله اولي العزم من الرسل
 سلك مسلك تفضيل من شيعه هم مختلفين في باراديه كبريتي من حضرت علي بن ابي طالب و تسميكم افضل من علي بن ابي طالب

معاہدہ کی سبب افضل ہوئے کہ ہم عقین نہیں کر سکتے اگرچہ صحابہ کرامؓ کے لئے جو کہ نبی کریمؐ کی خدمت میں
 حضورؐ کو یکساں بارادہ حضرت امیرؓ کو تمام انبیاء کا تینا افضل کہتے ہیں اور امیر ہی اس باب میں مختلف ہوتی ہیں بہت سے مسکین
 کہتے ہیں کہ انبیاء حضرت سر تقیہ و بقیہ اصل میں اور جو در اہل اخبار و حدیث اور تہذیب اور سکین اور اہل محبت کہتے ہیں کہ
 حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آدمیوں کو افضل میں لیکن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 جناب امیرؓ سے افضل میں اور تہذیب سے لوگوں اس باب میں توقف کیا ہی اور کہا ہی کہ ہم نہیں جانتے
 کہ حضرت امیرؓ انبیاء کا رتبہ سے باعتبار زیادتی و تخفیف تو ایک افضل میں اور ایک کم ہو جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب امیرؓ
 بڑا کم ہوئے افضل میں اور امیرؓ سے ایک فرق کہتا ہے کہ حضرت امیرؓ افضل البشر ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت امیرؓ

تفصیل کے لئے کہ انبیاء میں امیرؓ کو اولیٰ و افضل قرار دینا صحیح ہے یا نہیں

اگلی ٹیکہ یہ روایت لکھی ہے وقولہ علیہ السلام وقد سئل غلام من المؤمنین کان منہ لیس من النبی علیہ
 السلام قال لو یکن بینہ و بینہ فضل سویا لوسالۃ التی اوردھا۔ وجاء مثل ذلك بعینه عن ابیہ
 عن جعفر والی الحسن والی محمد بن العسکری علیہ السلام۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بخود
 رسالت کے جناب امیرؑ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان کوئی
 وصف زاد نہیں جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت پر ہتھ لاکر لیا جاوے
 اور اس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ دوسری مابین صفات جنہیں فضل کلی کا دار و دار ہے مثلاً کثرت
 ثواب و قرب من اللہ تعالیٰ وغیرہ میں جناب امیرؑ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
 افضل نہیں تو کم ہی نہیں اور ہر بیت سیماہ و الفسنا و انفسکم حب او عار شدید خود مستلزم
 مساوات ہے اور وصف رسالت خود مستلزم فضیلت کو نہیں کیونکہ یہ امر بدیہی ہے کہ
 فضیلت نبوت رسالت رسل و انبیاء سابقین کے لیے ہی حاصل تھی لیکن باوجود اس کے جناب امیرؑ
 انسانی باعتبار دوسری صفات کے افضل ہیں تو معلوم ہوا کہ رسالت مستلزم فضیلت کے
 نہیں۔ بلکہ رہنمائی امت متبرہ رسالت اور خلافت اور کلیمیت و روحانیت سے افضل ہے اور
 اگر ہم اس سے بھی ترقی کریں اور اصول و روایات شیعہ پر جناب امیرؑ کی فضیلت کے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مدعی ہوں تو بھی کہہ سکتے ہیں کہ علاوہ اولیٰ فضائل کے جو جناب رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتے ہیں جن میں جناب امیرؑ کو شرکت اور مساوات ہے بہت
 فضائل جناب امیرؑ میں ایسی موجود ہیں جنہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم محمدؑ میں۔ جو سخا
 اور سخاوت اور فصاحت و بلاغت جناب امیرؑ کو حاصل ہے وہ کسی فرد بشر کو حاصل نہیں
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چاہی کلام مجید میں عناب ہو اور جناب امیرؑ کی نسبت بخیر محامد کے
 اور کچھ دار نہیں ہوا اور ظاہر ہے کہ غیر محتایب محتایب سے افضل ہے۔ ان سب سے
 اہم رضی اللہ عنہ سے کہیں بڑھ چکا کہ جناب امیرؑ کا مرتبہ نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ تمنا فرمایا بخیر رسالت
 و حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تھی اور کچھ زیادہ سے نہ تھی۔ ۱۱۔

احوال شیعہ کو مبرا کی جائے نہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی افضل ہیں۔

بزرگوار ہیں کہ اگر حسب روایات شیعہ جناب امیر کی انصافیت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نعماد عاکرین تو ممکن ہی۔ ^{طہ} كُلُّ هَلٍّ يَسْتَوِي الْأَعْمَى الضَّيْرَ لَمْ يَهْلُ سَمُوَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورِ
 حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتا ہے جس سے صاف واضح ہے کہ نور خلافت سے افضل ہے اور شیعہ کی روایات
 سے ثابت ہے کہ معاذ اللہ رسول اللہ خلافت میں اور جناب امیر نور میں۔ علامہ مجلسی کا رد ابن ابی نضر
 ابن قایوس سے اور وہ امام صادق رضی سے روایت کرتا ہی قال السواد الذی فی القصر محمد
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور تفسیر معافی میں بذیل تفسیر آیت قَالِ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
وَلْتَصِرُوا وَابْتَعُوا النَّوَارَ الَّذِي أَنْزَلَ مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ لکھا ہی والعیاشی عن الباقر
 النور علی وفي الکافی عن الصادق ع النور فی هذا الموضع علی والامام علاءہ ازین اور بیت
 ایسی فضائل میں جو جناب امیر کے ساتھ ہی مخصوص ہیں اور ذات باریکات جناب سرور
 کائنات کے اذن سے خالی ہی جسکی تفصیل میں مستقل جداگانہ رسالہ تالیف ہو تو اس
 معلوم ہوا کہ روایات شیعہ جناب امیر کا نہ بشر سے بلا استثناء افضل ہیں چنانچہ یہ
 مدعا حدیث متواتر المعنی سے جسکو شیخ فقیہ ابو محمد جعفر بن محمد علی القمی تزیل سے اپنی رسالہ
 نوادر الاثر لعلی غیر البشر میں جو اس وقت میری دستبرد پہنچا ہوا کہہا ہی روایت کیا ہی اظہار
 اصحیح پر حدیث ابو محمد مرقون بن موسیٰ التلعکبری قال حدثنی احمد بن محمد بن سعید قال حدثنی محمد بن
 عبید عتبة الکندی قال حدثنی عبد الرحمن بن یزید عن ابيه عن الاعمش عن
 عاصم بن عمر عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ علی خیر البشر
 من شک فیہ فقد کفر۔ لیکن باوجود ان سب امور کے خلیفہ فائز نبی ہی کہتے ہیں
 نبی دروہول نہیں کہتے قاضی نور اللہ شوستری مجالس المؤمنین میں بذیل ذکر محمد علی
 لے نہ کہہا ہی یا نبیا اور یا برابر میں یا تیرگی اور برابر میں ۱۱ ص ۱۱۱ مصادق نے فرمایا کہ چاند میں کی سیاحی حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم میں ۱۱ ص ۱۱۱ امام باقر سروری کہ نور حضرت علی میں ۱۱ ص ۱۱۱ کافی میں امام صادق سے روایت
 کہ اگر کج نور سرور حضرت علی اور امیر میں ۱۱ ص ۱۱۱ رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا علی غیر بشر ہے جو امین شک کریں وہ کافر ہی ۱۱۔

بن الحسین بن سجاد بن ابوبکر القمی کہتی ہیں۔ زیرا کہ امام قائم مہم نہیں است در جمیع امور گرد
 اسم نبوت و نزول وحی۔ توجب ائمہ خلیفہ او قائم مقام ہوئی علی الخصوص ایسی نبی کی قائم مقامی
 جو دین کو جمیع حیات سے مکمل فرما گیا اور کسی قسم کی کمی کو تاہی باقی نہیں چھوڑی تو ایسی نبی کا نائب
 خلیفہ محض ناقل و حاکی ہی دیں۔ تودہ اصلی و حقیقی ماخذ دین ہرگز نہیں ہو سکتا ہی۔ لیکن انہیں
 چونکہ قرن اول میں محمد مدیہ علیہ الصلوٰات و التسلیمات کی قلوب انوار بركات افتاب عالم تاب
 نبوت سے منور ہو گئی اور بیض صحبت سر حلقہ انبیا سر تاج اصفیا سے جس رنگ آلودہ زل
 کر لئے کسرت احمد اور کسیر از موم حاصی کے لہر تریاق کبیر سے مجلی مجلی ہوئی اور ان کی قلوب
 میں شمع انوار نبوت شمع ہیما تمک پر تو ڈالا کہ ان کو اس صحبت سے وہ کیفیات حاصل ہوئیں جو
 آسمن کو آگ سے بلکہ سنگ پارس سے حاصل ہوتی ہیں۔ اور مدارج امتلا میں حکم امتحان کمال
 العیاز کمال چکے تو شارع علیہ الصلوٰة والسلام نے ان کو بخوم ہدایت فرما کر امت کو ان کے
 اقتدا کی طرف رغبت دلانی اور ان کو ماخذ قرار دیا لیکن نہ ماخذ اولی و اصلی بلکہ ثانوی و فرعی۔
 اس کی بعوض ظاہر ہی کہ دین خداوند جل شانہ جسکا ماخذ مبلغ اصلی رسول ہے قرن ثانی سے آخر تک
 اس کا بلا واسطہ پہنچنا محال ہے تو ایسی ہی ضرور ہوا کہ ہر قرن لاحق اپنے قرن سابق سے دین اخذ
 کری اس صورت میں ہر قرن سابق اپنے قرن لاحق کے حق میں ماخذ دین ہوگا بلکہ ہر ایک
 استاد اپنی شاگرد کے لئے ماخذ ہوا۔ غرض کہ اولاد بالذات ماخذ دین ذات باریکات حضرت
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ثانیاً بالاتباع اصحاب کرام میں جنہیں المعبیت ہی شامل
 ہیں اور ثالثاً بالعرض ہر قرن سابق اپنے قرن لاحق کے لئے ماخذ دین ہے جنہیں محدثین و اخبارین
 و مجتہدین و متکلمین و مفتیین و اصحاب ریالت و ارباب رفات و روات آثار داخل ہیں پس
 اگر حضرت مجیب کی غرض لفظ ماخذ سے ماخذ اولی و اصلی ہے تو بالکل انوار غلط ہی کہ شبیہ المعبیت کہ
 ماخذ قرار دیتی ہیں اور اہل سنت صحابہ کو بلکہ فریقین حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی
 ماخذ حقیقی و اصلی قرار دیتے ہیں۔ اور اگر ماخذ سی ماخذ بطریق عموم مراد ہی تو اور ہی زیادہ غلط اور

اپنی کتب پر چشم پوشی ہی بلکہ خود اسی قول کے مخالف ہر کیونکہ اس قول کے آخر عبارت سے خواہری
 کر دیا خذیت کا عصمت پر ہی اور عصمت نہ پائی جاوے گی دواخذ دین ہوئی کی صلاحیت و
 قابلیت نہیں رہے گی۔ لیکن یہاں پر بھی اولیٰ کے منہج پر عصمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 علیہ وسلم کے جو اخذ اول ہیں۔ صحیح و مسلم ہی وہیں۔ پہلی کہ بعد تکمیل دین کے کسی شخص کے عصمت
 ضرورت باقی نہیں ہی اور نہ کسی فرد کی عصمت پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی معتد بہ قائم ہی۔ اور اگر
 کسی پر عصمت کی ضرورت ہی تو یہ ضرور ہی کہ تمام آخذ دین بھیجی کے ساتھ تک پہنچے ہوئے
 اور وہی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی موصوم نہیں ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ
 علماء اہل بیت جو مسائل شرعیہ اہل بیت سے نقل کرتے ہیں اکثر ان مسائل میں اہلیت و اہل بیت
 صلی اللہ علیہ وسلم سے شخص ناقل و حاکم ہیں نہ خود ماخذ صلی اللہ علیہ وسلم اگر تفسیر محال اہلیت پر عصمت
 تسلیم کریں تو ادنیٰ بھیجی کے درجہ والوں کی نسبت کلام ہی آوردہ بالاتفاق موصوم نہیں ہیں
 حالانکہ دواخذ دین ہیں۔ پس یہ دعویٰ کہ تنبیہ بکابر عاقل کے نزدیک سوائی موصوم کی اور کوئی
 ماخذ نہیں ہو سکتا غلط ہوا اور اس کی تعلیل خود معاملہ الاصول سے وغیرہ کتب اصول سے ہوئی ہے
 کیونکہ جو اجماعات بعد غیبت کبریٰ امام آخر الزمان کے منعقد ہوئی ہیں علوم نہیں انکو کوئی
 موصوم سے اخذ کیا ہی۔ غرض جب روایات مجتہدین وغیرہ ہی ماخذ دین پڑھیں کہ شکی ہم
 عصمت ہی مسلمہ نہیں بلکہ انہیں سے بعض کافق و کفر ہی تسلیم ثابت کیا گیا ہی تو اب خود
 کہ حضرت مجیب کا یہ قول کہ قدر غلط اور خلاف واقع ہوگا ادل ہم روایات کا ماخذ دین ہونا ثابت
 کرتے ہیں بعد اس کی انکی کفر و فسق سے بحت کرنگی۔ علامہ مجلسی نے اسکا رد میں نقل کیا ہے۔
 الکلیسی عن اسحاق بن یعقوب قال سالت محمد بن عثمان العمری رحمہ اللہ ان یوصل لک کتاباً
 سالت فیہ عن مسائل اشکلت علی فورد التوقیع بحط مولانا صاحب الرواں علیہ السلام
 نے کیسی مسجد پر عیوب کی روایت کرنا ہی اسی کہا میں محمد بن عثمان عمری سے سوال کیا کہ آیا امام آخر الزمان کی عیوب میں عیوب
 کہہ سائل شک پرچی ہی ہے یا ہی (یہاں کوئی جواب نہیں) مولانا صاحب الرواں کا دست حنفی قرآن۔ دل ہوا۔

سبب انرا دی تا کہ انرا کہ در وقت من

وأما الحوادث الواقعة فارجعوا فيها إلى رواة حديثنا فانهم حجتي عليكم وأنا حجة الله
 - الخیر - اس حدیث میں صاف ثابت ہے کہ روایات حدیث شیعہ کی اوپر ائمہ کی طرف سے حجت میں اور ایم
 غیبیہ میں ہی مآخذ دین ہیں - اب دوسری دعویٰ کا جو کفر و فسق روایات ہی ثبوت لیجی
 اگرچہ حضرات شیعہ کی سہا م لعن ہے + انبیاء تک بھی تو بچا رہے روایات کس شمار میں ہیں
 لیکن چونکہ یہ موقع میان محمد و مناقب روایات کا ہی پہلی بیان صرف روایات کی بیان ہے
 پر گفتار کیا جاتا ہے - انبیاء کی محمد و مناقب روایات کا ہی پہلی بیان صرف روایات کی بیان ہے
 اولاً میں اس دعویٰ کی اثبات کی اپنی معارف الاصول کی عبارت صفحہ ۱۱۵ سے نقل کرتا ہوں جو
 خبر واحد کی معمول ہونے کی شرائط میں لکھی ہے - الثالث الامان واشترطه هو المشهور
 بین الأصحاب و حجتهم قوله تعالى إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ فَاخْبِرْهُ وَحَكِّمُوهُ إِنَّ اللَّهَ ابْهَمُ الْعِلْمِ
 الفطیحة ومن ضارعه بشرط ان لا يكون متهمًا بالكذب عتجان الطائفة عملت بخبر عبد الله
 بکیر و السامع و علی بن ابی حمزة و عثمان بن عیسیٰ و بمارواه بنو فضال و الطاطریون و احباب
 المحقق رحمه الله لان ان الطائفة عملت باخبار هؤلاء والعلامة مع تصريحه بالاستشهاد
 في المذهب اکثر فی الخلاصة من ترجیح قبول روایات فاسدی المذهب اس سے صاف
 واضح ہے کہ حضرات شیعہ کے روایات کفار و بد مذہب ہی ہیں سبحان اللہ کیا اہلبیت کے ساتھ
 تسک اور دلا ہی کہ کفار و بد مذہبوں کی روایات قبول کرین اور ان کو ترجیح دین سبیک کفار
 سید (اس میں لکھا تھا) کہ حوادث واقعہ میں ہماری حدیث کی روایت کی طرف رجوع کر دیکر وہ تمہاری حجت میں اور میں کی حجت میں
 تیسری شرط بیان ہے اور ایمان کے شرط ہونا اصحاب میں شیعہ ہی بدلیل قول تاملے ان جاکم فاسق الخ و محقق نے شیخ سے
 نقل کیا ہے کہ شیخ نے فطیحة اور دن جیسی (بیشمار) خبریں بطریق جوہر کے ساتھ متہم نہیں عمل کیا اس میں ہر جائزہ لکھا ہے کہ (اس میں)
 عبد اللہ بن علی بن ابی حمزة و عثمان بن عیسیٰ کی خبروں پر اور دن خبروں پر جو فضال و الطاطریون نے روایت کیا ہے اس میں جائزہ لکھا ہے کہ
 محقق نے اس کا جواب دیا کہ اب تک ہم نہیں جانتے کہ ان لوگوں کی خبروں پر عمل کیا ہو اور علامہ طوسی باوجود کہ ایمان کے شرط ہونے کی
 تفسیر میں شیخ کی ہر تاہم فہم میں بد مذہبوں کی روایات قبول کرنے کو بہت ترجیح دی ہے - ۱۰ -

- الخیر - اس حدیث میں صاف ثابت ہے کہ روایات حدیث شیعہ کی اوپر ائمہ کی طرف سے حجت میں اور ایم

دین اخذ کر کے غنیہ نجات میں جفرات شیعہ ہی سوار ہوئی ہیں۔ حضرت بن عکین کہ
 تو میری بہتر گمان ہے۔ سید ولد علی نے اس اصول میں نقل کیا ہے۔ واما الذین
 للذین اشاروا الیہم من الواقفۃ والفقہیۃ وغیر ذلک فمن ذلک جابان احدہما ان مایور
 ہولاء یجوز العمل بہ اذا کانوا ثقات فی النقل وان کانوا مخطئین فی الاعتقاد اذا
 علم من اعتقادہم تمسکہم بالذین و تمسکہم من الکذب و وضع الاحادیث و ہذا کما
 طلقہ جماعۃ عاصروا الامۃ نحو عبد اللہ بن بکر و سماعہ بن مرثد و نحو بنی فضال من
 المتأخرین عنہم و بنی سماعہ و من شاکلہم فاذا علمنا ان ہولاء الذین استمالہم
 وان کانوا مخطئین فی الاعتقاد من القول بالوقف وغیر ذلک کانوا ثقات فی النقل
 فما یكون طریقہ ہولاء جاز العمل بہ ابک بقتہ تفصیل اس اجمال کی سنی اور اپنے
 حضرت محقق کے تحقیق کے دائرہ کی اور دیکھی کہ جو خاص قدامیہ ائمہ ہیں اور شیعہ کے اخذ
 ہیں ان کے کسی کسی عجیب و غریب حالات ہیں۔ آپ کے ثقہ الاسلام کلینی روایت
 کرتے ہیں۔ عن ابن الحارث و ابن الحسین انہما یقولان تکلما جوف الی السرقۃ و التبا
 صمد کما یقولہ الجوی الیقینی صاحب الطاق۔ اور نیز کلینی نے روایت کی ہے۔ عن الحسن بن
 عبد الرحمن الحمادی قال قلت لابی الحسن کاظم ان ہستام بن الحکم یزعم ان اللہ تبارک و تعالیٰ
 علی بکر فرق (باطل) دقتہ و بطحیہ سے جبکہ ملت اشاد کیا اور کسی اور جاب میں اول یہ کہ کسی روایت پر عمل کیا جاوے
 بستہ علیک نفس میں منبر ثقہ ہوں اگر اعتقاد کے دوسری خبر پر ہوں لیکن انکی اعتقاد کے دوسری ہیں پرچہ اور جہت
 اور ماہیت کی گہرت سے پرہیز کرنا مسلم ہوتا ہوا دلوں کو گونہ میں سے جو ائمہ کے ہم عصر کسی ایک جماعت کا یہ ہے طریقت
 چنانچہ عبد اللہ بن سماعہ بن مرثد و بنی فضال میں متاخرین اور بنی سماعہ اور جاب کی شاخ میں درجہ سنی جان بیکر
 جبکہ ملت ہی اشار کیا ہے اگر ثقہ ہیں بسبب دفعہ کی نالہ ہوئے خطا پر ہی بیکر نقل میں ثقہ ہی توجہ کا مسئلہ ہے کہ مسکن
 علی شیشی کہتا ہے کہ وہاں (مذہب) خدا تعالیٰ ان کہ کہو کہ ہاں اور باقی ہوں یہ سبب تحقیق و صاحب الطاق کہتی ہیں کہ
 حالی کہتا ہے کہ سنی امام کاظم علیہ السلام تین عرصوں کا پیشام میں کہ کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ (سوائے اللہ) جسم پر تو یا خدا و اس کا پاک کرے۔

قلہ یوزن فقال لو کان معاطب لاذن نجاء کلب شتر فی وجہ ابی بصیر قال اف
 اب ما هذا قال جلیسہ هذا کلب شتر فی وجہک کما عر الارغام تعجب یہی کہ یہی
 حضرات نجاء اللہ امان اللہ ہے اور یہ بزرگوار ان اللہ کے خواص مخلصین تھی عبدالمطلب
 روزہ یقین میں ائمہ سے نقل کیا ہے شتر الحمدین بالحنجۃ یرید من معویۃ العجلۃ والبولصیر
 لیت بن البحرۃ ومحمد بن مسلم و زرارۃ اربعة نجباء اللہ و امان اللہ علی حلالہ و
 حرامہ کما ہولہ لا تقطعت آثار البوۃ اسال اصول میں لکھا ہے وقد ذکرہم الشیخ الثقلانی
 باللیل الصدوق ابو عمر الکشی فی کتابہ فقال اجتمعت العصابة علی تصدیق ہولہ و انوار
 من اصحاب ابی جعفر واصحاب ابی عبد اللہ و انقادوا الہم بالفقہ فقالوا فقہ الاولین
 زرارۃ و معروف بن جریوہ و برید و ابولصیر الاسدی - ابی انا قال - وقال بعضهم مکان
 ابی بصیر الاسدی ابولصیر المرادی - عن محمد بن عبد اللہ المسمع عن علی بن
 عن محمد بن ابراہیم بن داود بن مرخان قال سمعت ابا عبد اللہ یقول انی لا احدث الرجل
 بحديث و انہاء عن القباس فیخرج من عندی فینا ولی حدیثی علی غمرنا و یلہ انی امرت
 قوامان یسکما و اصبحت قوما فکل یأول لنفسہ یرید المعصیۃ للہ و لرسولہ فلو سمعوا و اطاعوا

علی اسکو پر دانی نہیں کہی جا کر یہی سنا ہے لیکن تو یہی کہی ہو جا پس الکر انما اور یہی کہی ہو ثروت کیا یہی کہی ہو
 کہی ہو یہی کہی ہو لیکن یہی کہی ہو یہی کہی ہو یہی کہی ہو یہی کہی ہو یہی کہی ہو یہی کہی ہو یہی کہی ہو
 اللہ اگر یہی کہی ہو لیکن یہی کہی ہو یہی کہی ہو یہی کہی ہو یہی کہی ہو یہی کہی ہو یہی کہی ہو یہی کہی ہو
 کہی ہو یہی کہی ہو یہی کہی ہو یہی کہی ہو یہی کہی ہو یہی کہی ہو یہی کہی ہو یہی کہی ہو یہی کہی ہو
 ذرا ابولصیر بن جریوہ سے یہی کہی ہو یہی کہی ہو یہی کہی ہو یہی کہی ہو یہی کہی ہو یہی کہی ہو یہی کہی ہو
 بوجہ اللہ فانی تھی کہ انہاں شخص کہیں جیت رہا ہوں اور قیاس سے اسکو روک دیتا ہوں یہی کہی ہو یہی کہی ہو یہی کہی ہو
 تامل کر کہ یہی کہی ہو یہی کہی ہو یہی کہی ہو یہی کہی ہو یہی کہی ہو یہی کہی ہو یہی کہی ہو یہی کہی ہو
 مزاں نیک لڑائی لڑائی نہ تو کالہ لکھا کہ یہی کہی ہو یہی کہی ہو یہی کہی ہو یہی کہی ہو یہی کہی ہو یہی کہی ہو

لاودعتهم ما اودع ابی اصحابہ ان اصحاب ابی کانوا زیناً احياء وامواتاً اعنى زارة ومحمد
بن مسلم ومنهم ليث المراءى وبريد الجبل هؤلاء قوامون بالقسط هؤلاء قوالون بالصدق
وهؤلاء السابقون السابقون اولئك المقربون - علاوہ ازین طرفہ تماشایہ یہی کہ ابتداء را غایت
امامین سلسلہ سفارت و خط و کتابت جاری رہا ہے جو حضرات امامیہ کا خدین ہر دوسری شیعیان پاک نے عرض کیا کہ
امام کچھ مدت میں ہجید یا دوسرے کسی سفیر کے وسیلہ سے جواب لگیا اور سب سے زیادہ عجیب غریب یہی کہ حضرت
طہر نقیہات کو بہ نسبت سلسلہ سند روایت کے زیادہ قابل اعتبار سمجھتی ہیں اس اصول میں نقل کیا ہے۔
الخامس منها ان الشيخ الصدوق قال في القصص بعد نقل توقيع هذا التوقيع عندي بخط

الى محمد الحسن بن علي وفي كتاب محمد بن يعقوب الكليني روايته خلاف ذلك التوقيع
عن الصادق ع ثم قال استفتي بهذا الحديث مشيراً الى ما رواه محمد بن يعقوب الكليني
عن الصادق ع ابل فتى بما عندي بخط الحسن بن علي - تو اس صورت میں باخدا اصلی اپنے دین کا
اہمیت کو قرار دیا سرسخت اور سخت ہر ان شاید کوئی شخص ان حضرات کی توبہ و انابت کے
اور پیروی کی متعلق شخص گزارش ہو کہ اسکا فیصلہ پہلے ہی آپ کی قاضی نور اللہ شوشتری صاحب
مجالس المؤمنین ہیں اور علامہ مجلسی بجا میں عل شیخ الشائخ سے فرما چکی ہیں - قاضی صاحب
بنو حنیفہ کے ذکر میں لکھتی ہیں - مخفی نہ اند کہ وجوب حسن ظن بحدیثی تعالیٰ و انبیاء و اوصیاء
مخصوص میں مقبول و مسوع است اما بغیر ایشان کہ جائز خطابات مذموم است علامہ مجلسی روایت کرتے ہیں

۱۵ - توجہ کہ میرے باپ نے اپنے بارہ کو سونپا ہے میں ہی انکو سونپا میری باپ کے یازندہ اور نیکی بعد بہت اچھی تھے یعنی زکریا
اور محمد بن اسماعیل مرادی اور زید بن علی یہ لوگ انصاف برپا رکھنی والے نہایت سچ بولنے والے ۱۶ - باخوین یہ کہ شیخ
صدوق نے قصہ میں بعد نقل ایک فرمان کے کہا کہ یہ فرمان میرے پاس امام ابو محمد کا خطلی موجود ہے اور کلینی نے امام
صادق سے اسی فرمان کے خلاف روایت کی ہے پر کہتا ہے - کہ میں کلینی کے اس حدیث پر فتویٰ نہیں
دیتا بلکہ امام کا وہ نسخہ فرمان جو میرے پاس موجود ہے اس پر فتوے

عن اس عاھر عن معمر بن محمد عن محمد بن حمہور القمہ باسنادہ رفعہ قال قال رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اری اللہ لصاحب بدعتہ بالثوبۃ قبل یرسل اللہ وکیف نذلک
 حال الترتیب قلہ جہا۔ اور ان روایات سی سی ہی ثابت ہی کہ یہ حالات ان حضرات کے وقت
 مصاحبہ اللہ کے تھے اور انکی آمد و رفت محض بغرض طمع نفسانی و ہوا پرستی و تخریب دین نہیں ہی
 تو ایسی شخصوں کے لیے توبہ و نابت کا قائل ہونا اور انکی نسبت حسن ظن کرنا کیا ضروری توبہ
 ایسی لوگوں کو اخذ دین قرار دینا اور ہر المہبت کی طرف دین کو منسوب کرنا حضرات سیدہ کے
 ہی جرات ہی اور زیادہ متبع سے تو یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ کتب ہدایت امام معصوم خارج
 و نواصب کی روایات کا ہی رد کرنا جائز نہیں ہونا مولانا مولوی حمید علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
 بحار الانوار باقر مجلسی سے نقل فرماتے ہیں امام صادق ۲ نے فرمایا۔ لا تکذبوا
 محدثی انا کہ بہ مر جع ولا قدری ولا خارجی نسبنا فانکم کما تکتھون
 لعلہ تنی من الحق متکذبوا علی اللہ عز وجل موق عہشہ۔ اس سے صاف ثابت ہی
 کہ نواصب نام و خارج نہروان جو انہ سے روایات کرین اور انکا ہی رد کرنا جائز نہیں ہے
 توجہ روایات ہی اخذ دین ہوئی تو اس صورت میں صرف المہبت کو اخذ دین کہنا اور
 یہ کہنا کہ مافیل کے نزدیک بجز معصوم کے دوسرے کو فی شخص اخذ دین نہیں ہو سکتا۔
 سرسہ روایات اور خرافات ہی۔ ہر ایک ہکو اپنی فاضل مخاطب کے دیانت و انصاف پر
 کمال افسوس ہے کہ اس قول میں اپنا اخذ دین تو صرف عمرت ظاہرہ کو بتلایا اور فرمایا کہ تبت
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمہ کل اصول و فروع اہل بیت ظاہرین ہی بموجب حدیث
 سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مدحی کی توبہ بیکار فرمایا کسی مرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 دہرے رہا کہ اسکی دھن اسکی محنت پر گئی ہی۔ ۲ کوئی مرجی یا قدری یا خارجی تہا ہی تھا
 کوئی حدیث لاوی اور ہا ہی طرف مست کری تو ہم اسکو مست چہلاؤ کہو کہ تم ہمیں جانتی سنا بدہ حق سے
 اور تم خدا کی نکرہیب کرد اذکر عرش پر۔ ۱۲۔

سفینہ وحدیث ثقلین لیتے ہیں اور اہل سنت کا ماخذ دین صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کو
 فرمایا اور فرمایا کہ اہل سنت صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کو ماخذ اپنے دین و ایمان پر ہے
 اگرچہ ان میں سے نا صبیحین عداوت اور ثقلین ذریتہ اور مار قین اور باسطین و نکاشین سہوٹ
 کہیں حضرت کیا اسکا نام انصاف ہو کیا اسکو دیانت کہتی ہیں۔ اگر ماخذ سے عام ماخذ
 مراد ہی تو پہر اپنی لمبی عمرت ظاہرہ پر ہی کیونکہ انصاف فرمایا اور اگر ماخذ سے خاص ماخذ
 مراد ہی تو پہر اہل سنت کے لیے تو تابعین اور تبع تابعین کو کیونکہ زیادہ فرمایا وہ ہی تو صحابہ
 کی راکر اسکو نہین سمجھتی مگر شاید ماخذ سے عام ماخذ مراد ہو اور تمام شیعہ داخل عمرت ہوں
 لیکن اس صورت میں وہ عصمت جو آپ نے ماخذ ہونی کے لیے شرط ٹرائی تھی وہ
 مفقود ہو بہر کیف یہ انصاف محفوظ خاطر رکھنا چاہی۔ باقی رہا یہ جو ہماری فاضل
 محیب نے الحدیث سفینہ اور حدیث ثقلین کا ذکر فرمایا ہے اسکی متعلق مختصر گزارش ہو
 کہ حسب اعتراض آپ کی مذہبی بیانی مولوی نور الدین کے حدیث نجوم معارض حدیث ثقلین ہے
 اور جب حدیث ثقلین کے معارض ہوئی تو حدیث سفینہ کے بھی معارض ہو گئی لہذا ہما فی الحدیث
 اور یہی مولوی نور الدین کی کلام سے ظاہر ہے کہ معارضہ حدیث ثقلین و حدیث نجوم میں درجہ
 ایک جہ کے ہی جو عمرت ہی اور جزو ثانی یعنی کتاب اللہ کی بابت کچھ معارضہ نہیں ہو۔ اور جب
 ہم معارض کی وجہ میں غور کرتے ہیں تو انہیں کچھ معارضہ معلوم نہیں ہوتا کیونکہ جب الفاظ
 احادیث کو دیکھا جاتا ہے تو حدیث ثقلین میں لفظ تنسک واقع ہے اور حدیث نجوم میں لفظ
 اقتدا ہے اور کتب لغات سے واضح ہے کہ تنسک کے معنی حقیقی اتباع اور پیروی کے نہیں اور نہ
 رکب سفینہ جو حدیث سفینہ میں واقع ہے اسکی معنی حقیقی اقتداء کے ہیں اور ظاہر ہے کہ لفظ
 اقتداء کے حقیقی معنی پیروی کے ہیں منتہی الارب میں لکھا ہے اسکا چنگ در زدن نقل
 اسکا بالشی اذ تنسک ہے۔ پہر لکھا ہے۔ تنسک چنگ در زدن و باز دایمادن از چنیرے۔ اور
 لکھا ہے اقتداء ہے بردن نجسی۔ جب یہ امر ثابت ہو چکا کہ تنسک کے معنی اتباع کے نہیں

بکری پڑنے اور چنگل مارنے کو ہیں۔ اور اقتدار کے معنی اتباع کے ہیں۔ تو اب یہی قرآن میں مل گیا
 تو قرآن ہی سہی سب آدم ہوا کہ حدیث ثقلین میں لفظ تسک کے معنی اتباع کے ہیں عزت نہیں
 ہو سکتی بلکہ معنی دلا، محبت کے ہیں حیاتیہ حسب تحقیق علیہ السلام تبعہ الامودۃ فی القربا کا مدلول ہے
 کیونکہ اولاً تسک کے معنی اتباع معنی مجاہزی ہیں اور ظاہر ہی کہ صیوریت الی الجواز بلا قریبہ صافہ جائز
 نہیں۔ اگرچہ معنی محبت کے ہی اس اعتبار سے مجاہزین لیکن چونکہ اسکا کوئی معارض نہیں اور قریبہ
 صحت غصوم ہو یہی سہی وہ صحیح ہوئی۔ لہذا حدیث ثقلین اور حدیث سفینہ میں لفظ عزت
 لہذا طبیعت واقع ہوا ہی۔ اور عزت کے معنی حضرات سیدہ کچھ ہی کون نہ اختصار کریں باہت بار
 اتباع کے صحیح نہیں ہو سکتی کیونکہ ماخذ دین ہونے کے لئے عصمت شرط ہے۔ اور عزت
 علی الاطلاق غیر موصوم ہے تو حسب مذاق سیدہ امہ سموا اور حضرت محب خصوصاً محال ہو کہ
 غیر موصوم کے اتباع کی طرف دعوت فرمائی۔ اور اگر عزت والہ طبیعت سے مراد صرف جناب امیر
 حسنین و فاطمہ رضی اللہ عنہم میں تو باقی امہ تبعہ خارج ہو گئی اور اگر مراد صرف دوازہ اہل
 توقیع نظر سے کہ اس تحقیق پر کوئی قریبہ قائم نہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا غایب
 ہو جائیگی۔ غرض کہ اگر زید تبسبہ و اسمعیل حسن بنتی وغیرہ اولاد امہ عترت میں داخل ہیں تو ان
 حدیث سے اتباع ثابت کرنا خلاف عقل اور خلاف مذہب ہے اور اگر یہ عترت سے خارج ہیں
 پر امہ کے داخل ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ ثالثاً یہ امر یہی ہے کہ جذیب یا قرابت
 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتباع میں سمجھ کر داخل نہیں ہے بلکہ صریح داردار اتباع اس
 کہ حضرت صلی اللہ علیہ کی فیض محبت اور علوم سے استفادہ حاصل کیا یہ۔ کیونکہ حضرت صلی
 علیہ وسلم کے زمانہ سے اس وقت تک جس قدر عزت گذرتی چلتی آئی ہی صدہا دہین سے
 ایسی ہیں جنکو حضرات شیعہ کافرو فاسق سمجھتی ہیں اور ظاہر ہی کہ منک کی علت اس
 جزئیات اور عزت ہونا واقع ہے اور جب علت ہی مقتضی وجوب اتباع بلکہ جواز اتباع
 ہوتی تو ہر تسک کو اتباع محمول کرنا بعید از عقل ہے رابعاً ثقلین کتاب اللہ اور عزت

اور اولیٰ نسبت احد ہما اعظم من الآخر اشادی اور حضرت مجیب ہی فرماتے ہیں کہ عترت کا حکم خدا کے
 حکم سے چند نہیں تو جس نے کتاب اللہ کا اتباع کیا اسکو عترت کا اتباع حاصل ہو گیا تو اس کو توکل
 تسک کے معنی اتباع لینا عترت کی لیے محض تاکید ہے اور ظاہری کہ مناط عدم ضلالت جیسا
 اتباع ہی ویسا ہی محبت اور ولا ہے تو تسک کو محبت اور ولا پر حمل کرنا تائیس ہوگا اور تائیس پر حمل کرنا
 باعث بار تاکید کی انتہا واولے ہے۔ خلاصہ۔ عترت میں سے واجب الاتباع صرف امام
 زمان ہوتا ہے اور باقی سب تابع ہوتی ہیں اگر تسک سے مراد ایمان اتباع ہوتا تو صرف امام کے
 تسک و اتباع کو ذکر کیا جاتا نہ تمام عترت کو تمام عترت کی اتباع کی طرف دعوت کرنا گویا
 سب کو امام بنانا ہے۔ تو اس وجہ سے تسک کے معنی ہیجہ اتباع جائز نہیں۔ مان ولا محبت
 باعتبار قرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کے لیے حاصل ہے تو اس سے صاف
 سمجھ سکتی ہیں کہ ہیجہ تسک بمعنی ولا و محبت ہے۔ سادہ۔ اگر تسک اور رکوب سفینہ بمعنی
 اتباع ہو تو یہ فرق شیعہ زیدیہ و اسماعیلیہ و فطحیہ و ناموسیہ و کیسانیہ وغیرہ جو برعم خود و تسک
 بر ثقلین میں اور اثنا عشریہ کے اصول کے موافق کافر ہیں وہ بھی ناجی اور اہل حق ہوں وہو
 خلاف اصول اثنی عشریہ۔ باقی رہا کتاب کے نسبت سوا و سکی نسبت لفظ تسک کے معنی ہیجہ اتباع
 ممکن نہیں مان معنی اتباع ہی ماخوذ ہو گئی۔ لیکن حدیث بخوم میں کہ حضرت نے ارشاد فرمایا
 اصحاب کالبخوم یا ہم قدیم اہتدیم صریح افتدرا بالاصحاب کو ہے اور ہر ایک کے اقتدار کو اہل انوار و
 اسکی سنی میں راہ ناول ہی مدد ہے۔ تو کسی طرح کا تعارض حدیث بخوم میں اور حدیث سفینہ
 و ثقلین میں نہیں ہے کیونکہ حدیث بخوم عمومًا اصحاب کے اقتدار پر دلالت کرتی ہے اور حدیث
 سفینہ و ثقلین عمومًا عترت کے وجوب محبت اور ولا پر دلالت کرتے ہیں مولوی نور الدین ^{رحمۃ اللہ علیہ}
 کی خوش فہمی تھی کہ دونو حدیثوں میں تعارض سمجھ کر غلطان و پچان ہوئی۔ اور ائمہ میں سے جو
 زمرہ اصحاب میں معدود ہیں انکی اتباع پر حدیث بخوم دلالت کرتے ہیں اور باقی
 ائمہ رضا کا اتباع دوسرے دلائل سے ثابت ہے۔ تو اس حدیث سے کل اصحاب کو امام کا

بیشتر تقالے عدل اور ناجی ہونا ہی نہیں ثابت ہوا۔ بلکہ ان کا مقصد اور مدعی ہونا ہی
 ثابت ہو گیا۔ پس اس تمام گزارش سے ثابت ہوا کہ حضرات شیعہ کے ماخذ دین و ایمان
 لعینین ذریت طاہرین اور ملعونین اور منکرین امامت اور کافرین اورارقین میں نہ ملے بہت
 طاہرین۔ اور اہل سنت کے ماخذ دین و ایمان اصحاب کرام نجوم الہدی علی لسان
 اور عزت طاہرین ہیں۔ بحمد اللہ علی ذلک۔ قولہ ملعونہ اگر بینی اختلاف کثیر کا
 یہی مسئلہ ہوتا تو صاحب تحفہ جنوں ایک کتاب ضخیم اس باب میں لکھی۔ اور اگرچہ اسکی
 لکھی میں اونکو چند ان وقت نہیں ہوئی صرف مواقع کا ترجمہ ہی کرنا پڑا ہے کوئی
 باب خاص اس مسئلہ میں لکھتی حالانکہ کوئی باب تفصیل صحابہ میں نہیں لکھا۔ اقول
 اگر ہماری محیب بسبب کو اس باب میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سند مشہور
 تو لیجئے مشہی الکلام میں خاتم المتکلمین مولانا مولوی حمید علی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک
 سوال نقل کیا ہے جو در باب صحت مذہب شیعہ یا اہل سنت حضرت شاہ صاحب سے کیا گیا
 اور جو کچھ اسکا جواب شاہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے وہ یہی نقل ہے اوسمیں سے مقتدا
 عرض کرتے ہوں اوس سے آپ دیکھ لیجئے کہ شاہ صاحب کے نزدیک مبنی اختلاف
 مذہب کا کیا ہے۔ اسی برادر اول بنائی ہر مذہبی دریافت کن و کتابی ہر فرقہ را یکسو گزرا
 و در طاق نہ و چون بر بنائی بر یکی واقف شوی آن بنابر آیات قرانی مطابق کن و بنائی
 ہر کدام مذہب کہ محکم در نسخ مبنی آنرا مذہب حق دانستہ کتابا سے آہنا میخوان و بعل
 و بنا ہر مذہبی کہ باطل یا کجے کتابائی آنرا دساوس شیطان دانستہ در آب انداز و اگر دوزخ
 و آہنا را پارہ پارہ کن و یقین دان کہ آن مذہب الہییت انہیت بلکہ مذہب شیطانی
 پس بدانکہ بنا مذہب الہیت بر ایمان و تقدی و صلاح و راستی ابو بکر و عمر و عثمان و علی
 و غیر ایشان از ہاجرین و انصار و دیگر اصحاب سید المرسلین است صلی اللہ علیہ و
 کہ ہزار ہا کن بودند و ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در راہ خدا جہاد و نماز کردند و نماز

حیات شریف ہمیشہ در نصرت و حمایت او بودند و بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در خلافت خود عدل و انصاف و راستی گزیدند و خدمت الہدیت و محبت انہا بجا آوردند و امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ ہمیشہ با نہا نشست و برخاست نموده و ہمراہ انہا با کفار جہاد کرده و در پس انہا نماز خواندہ و ہمیشہ با نہا صحبت داشتہ و بعد وفات انہا در حق انہا دعائی خیر نموده و بسیار مدح و مناقب انہا بیان نموده و بنا بر مذہب شیعیہ بر کفر و نفاق خلفائے ثلاثہ و غیر ہم ہزاران صحابہ پسیدہ ابرار است کہ اینہا میگویند کہ ہمہ انہا ایمان بہ نفاق آورده بودند و ہجرت ہم برای ریاست و طمع دنیا کردہ بودند و ہمہ جہاد و عبادت انہا برای ریای بودند برائی خدا و بعد وفات آنحضرت صلعم ہمہ بہ ہست او انداز سانیدند و مرتضیٰ علی را یار می نگردند و حق او را بزرگرفتند و متابعت و نماز علی رضی اللہ عنہ ہمراہ انہا بنا بر خوف و تقیہ بود حتی کہ علی رضی اللہ عنہ دختر ظاہر خود را در نکاح عمر رضی اللہ عنہ برای تقیہ داد و نام پسران خود ابو بکر رضی اللہ عنہ و عثمان رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ را برای تقیہ نهاد۔ الی آخر ما قال بل غلطہ الشریف۔ اور مخفیہ میں باب فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم کے نسبت انکار باین معنی درست نہیں کہ اس عنوان سے کوئی باب منعقد نہیں کیا۔ لیکن اسکو عدم اثبات فضائل صحابہ پر دلیل لانا انصاف سے بہر حال بعید ہے کیونکہ باب امامت کا دار مدار بالکل فضیلت صحابہ پر ہے۔ باب مطاعن سے اگر اثبات فضائل صحابہ مرو نہیں تو اور کیا ہے باب تو لا و تبرکاکا مہنی بخیر فضائل صحابہ کے اور کچھ نہیں۔ مہند حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بطور تکملہ تحفہ کے ایک باب تفضیل حدیث گاہ تالیف فرمایا اور وہ کسی وجہ سے تحفہ کے ساتھ لاحق نہیں ہوا میں نے خود اسکا مطالعہ کیا ہے اور اب بھی بعض احباب کے پاس موجود ہے۔ باقی رہا یہ ارشاد کہ صرف صواعق کا ترجمہ کرنا پڑا ہی حضرت مجیب کے کمال انصاف اور نہایت واقفیت کی دلیل ہے میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ اگر آپ صواعق کو دیکھتے تو ہرگز یہ کلمہ منہ سے نہ نکالتے آپ بی تحقیق جو بی خبرین سنی سنائی ببقابلہ خصم لکھ کر ناحق خفیف ہوئی ہیں اسی حضرت تحفہ اور صواعق دو نو بندہ کے پاس موجود ہیں اگر آپ کا دل چاہی تو اپنی

اس قول کی صداقت و کذب کو دیکھ لیجی یہی ہمارا موضوع ہے یہی ہمارا ہیٹھ لیا ہے لیکن یہ کہنا کہ صرف
صداقت کا ترجمہ ہی کرنا پڑا ہے بالکل غلط ہے اور اگر بالفرض صداقت کا ہی ترجمہ ہو تو اس میں کیا عیب ہے
اور کونسا طعن ہے۔ اولاً ادھون نے تحفہ اپنی نام کی طرف منسوب نہیں فرمایا ہے۔ ثانیاً جو
کوہ لیا ہے اس میں مذہب ہی اخذ کیا ہے کسی یہودی یا نصرانی یا شیعہ یا عارضی سے تو نہیں لیا جو
سنا یہ محل طعن ہوگا۔ قول حلفائے حق کے افضلیت کا جواب اتفاقاً دہکتی ہیں تحفہ کے
باب ہفتم میں ہی بحث میں وہ فرماتے ہیں در افضلیت ہم گنجائش بحث بسیارست وہ تو اس باب میں
مشک اور متردد میں اور اکابر اہل سنت سے ہیں۔ اقول انہوں نے اس عبارت کو سمجھنی نہیں ہی
آپ نے خطا کی۔ مشک اور متردد میں ہر کوئی نسا لفظ دلالت کرتا ہے کیا بحث کی گنجائش ہونا مشک اور متردد
مستند میں ہی حاشا و کلام۔ صد مسائل فقہیہ و اصولیہ و کلامیہ حضرات شیعہ کے یہاں ایسی ہیں جن میں
گنجائش بحث بہت ہے بلکہ باہم اختلاف و جدال ہے کیا حضرات ادن سب میں مشک اور متردد میں
جناب امیر کی افضلیت انبیاء سے کقدر محل بحث و گفتگو ہی خود مسئلہ امامت اور وہی اصول میں ہے جو
میں بہت کچھ قبل اقال ہے مسئلہ جعت جسکو قیامت صغریٰ کہتی ہیں اس مسئلہ غیبت امام زمانہ
جو اہل سنت میں ہے اور جن میں حضرات متردد میں باوجود کیا مہات مسائل سے ہیں۔ ان میں گنجائش
بحث جعفری عقل پر محض نہیں۔ جب کوئی دلیل عقلی و نقلی ہیتم پونہچی تو یہاں تک مجبور ہوتی کہ مسئلہ
غیبت میں یہ کہہ دیا کہ انہا اھولہ کے استاثروھا اللہ تعالیٰ باوجودیکہ یہ معتقدات کہ
دلیل عقلی و نقلی سے ثابت نہیں اور حضرات محض تقلید سلف الکی معتقد ہیں کیا آپ انکی نسبت
یہ کہہ سکتی ہیں کہ حضرات سنیہ اپنی ان عقائد میں مشک اور متردد میں۔ پس گنجائش بحث کا ہونا
کی طرح مستند تک و تردد کو نہیں ہے۔ یہ صرف حضرت کی خوش فہمی ہے دلیں۔ علاوہ
ازین اگر کوئی شخص آکر تمام معتقدات والہیات و نبوت وغیرہ کا انکار کر کے آئے بموت طلب کرے
سنا امام کے ہنسا کی وجہ یہ سب پستیدہ مکتبوں کے ہے جسکو مانتا لے نے ایسے ہی علم میں رکھا ہے وہ دیکھو
اور سب طبع میں اسباب۔ ۱۱۔

تو مشکل چھائی اور طول طویل بحث کے نوبت آئی حالانکہ یہ نہیں کہا جائے گا کہ آپ اپنی معتبر شہادت
 مشکوک و متروک ہیں فوق ہر حال۔ آپ ہم یہ دیکھتی ہیں کہ یہ اعتقاد اہل سنت کا
 مدلل مدلل عقیدہ و قلبیہ سندہ و یقینی ہے یا محض نقلیہ سلف اور ظنی ہے۔ اس بار میں
 کوئی دلیل عقلی و نقلی قائم نہیں چنانچہ نظر اقتصاد ایک دو قول ان حضرات کے نقل موافق ہیں
 موافق قاضی عضد الدین کے صفحہ ۶۱۶ میں یہ عبارت لکھی ہے واعلم ان مسئلہ
 الافضلیۃ لا مطمع فیہا فالجزم والیقین ولیست مسئلہ متعلق بہا عمل فتکفی فیہا بالظن
 والمقصود المذکورہ من الطرفين بعد تعرضها لا یفید القطع علی ما لا یخفى علی منصف لکن
 وجدنا السلف قالوا بان الافضل ابو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی وحن قلنا بہم یقتضی
 بانہم لولم یعرفوا ذلك لما طبقوا علیہ فوجب حلینا اتباعہم فی ذلك۔ خلاصہ اسکا یہ ہے
 کہ مسئلہ تفصیل قطع یقینی نہیں ہی بلکہ ظنی ہے اور سلف کہنا یا نہیں کہہتے ہیں افضل ابو بکر
 بعد عمر و بعد عثمان و بعد علی ہیں۔ نقل عن جمع البحرین۔ شرح عقاید نسفی میں تفصیل
 علی ترتیب خلافت لکھا ہے علی ہذا وجہنا السلف والظاهر انہ لولم یکن لہم دلیل علی ذکرہما حکما
 اور ہمارے اقوال ہی اسی قسم کے ہیں۔ اقول۔ چونکہ اس جگہ ہمارے محیب لبیب کو فہم
 مطلب عبارت موافق میں خطا ہوئی اسلئے اولاً ضروری کہ مطلب عبارت بیان کیا جائے
 اور بعد اسکی جواب کے تقریر کی جائے پس منہج ہو کہ موافق نے شروع اس بحث میں
 دلائل فضلیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ذکر کیں اور بعد اسکی حضرت علی رضی اللہ
 عنہ کی فضلیت کے دلائل ذکر کیں جو علما شیعوہ انکی فضلیت کے اثبات میں تقریر کرتے ہیں۔ بعد اسکی حسب
 انکا جواب دیکر یہ عبارت مذکورہ لکھی جسکا حاصل یہ ہے کہ مسئلہ فضلیت (حب مذاق و شکلیں)
 جزمی اور یقینی نہیں کیونکہ کلامی طرز پر یقین کے اثبات کے لئے یا تو کوئی دلیل عقلی
 جو مقدمات حقہ یقینیہ سے مرکب ہو مثبت افضلیت ہو اور ظاہر ہے کہ فضلیت
 جسکا مدار کثرت ثواب اور علو مرتبہ عند اللہ اور اقریبیت الی اللہ ہے اس معقول نہیں چنانچہ

یہ عبارت سلف کا ہے جو کہ ظنی ہے

اعمال و دلیل عقلی ہے

سابقاً ثابت ہوا کہ مسلم اہل ہدیٰ امامیہ بیان ہو چکا ہے۔ یا نفس قرآنی ہو جو عبارت اس
 اور کوشیت ہو وہ یہی نہیں ہے یا کوئی حدیث متواتر مفید یقین ہو وہ یہی مفقود۔
 احادیث اتحاد جو اس باب میں وارد ہوئی ہیں معارضہ سے قطع نظر وہ مفید یقین نہیں
 تو اہل کلام کے طرز و اس سلسلہ کا ثبوت یقینی نہوا۔ لیکن ہماری عجیب اس سے یہ سمجھنا
 کہ یہ سلسلہ کی طرح یقینی نہیں حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ اسکی آگے ہی صاحب مواقف نے
 بطور استدراک رد دفع توہم کے یہ فرمایا۔ لیکن ہم نے سلف کو پایا کہ وہ فضیلت بہ ترتیب
 غنمت کہتی تھی اور جن ظن حاکم ہے اگر انکی پاس کوئی دلیل ہوتی تو اس پر متفق نہوتے
 اور اجماع نہ کرتے تو ہم پر انکی پیروی واجب ہوتی۔ یہ عبارت صریحاً اس امر پر دلالت ہے
 کہ سلسلہ فضیلت صاحب مواقف کے نزدیک اجماعی اور اسکی نزدیک اجماع ہر واقعہ
 کہ فضیلت بہ ترتیب خلاف ہے اگر باہم تین کے فضیلت پر اجماع ہو تو یقین کی فضیلت
 تو قطعاً اجماعی ہے۔ اور اجماع اگرچہ کلامی طور پر یقینی حجت نہو سہی تاہم باتفاق شیعہ
 و اہل سنت اصولیین اور فقہاء وغیرہ کی نزدیک حجت ہے جمال الدین ابی منصور حسن بن ابی
 بن علی بن احمد شہید ثانی شیعہ عالم الاصول علیہ السلام اور وقوع اور حجت اجماع
 کی تحریر فرماتے ہیں۔ ونحن لما ثبت عندنا بالادلة العقلية والنقلية كما حقق
 مستقص في كتب اصحابنا الكلامية ان رضوان التكليف لا يخلو عن امام معصوم
 حافظ للشرع تجب الرجوع الى قوله فيه فمتى اجتمعت الامة على قول كان دليلاً
 في حملته لانه سديدها والخطا ما مومن عليه فيكون ذلك الاجماع حجة۔ اس سے
 صاف واضح ہے کہ شیعہ کے نزدیک اجماع حجت ہے۔ اور امام معصوم کے شمول کے
 لئے اور جب تک کہ نزدیک دلائل نقلیہ و لیسویہ ثابت ہو چکا چاہے ہماری اصحاب کے کتب کلامیہ میں حاصل ہو کہ ہر امام معصوم کجاں سے
 جسکی نقل کی طرف رجوع ہو سکی زمانہ تکلیف کا خالی نہیں ہوتا پس جب کسی قول پر امت مجتمع ہو جائیگی امام کا قول ہی
 اور اسکی شمول ہوگا کیونکہ کلامت کا سرکار ہی اور خطا کا اور غرور نہیں تو یہ اجماع حجت ہوگا۔ ۱۲۔

نسبت جو کچھ فرمایا ہے یہ محض ایک لقو بات ہے امام کا شمول اس میں خود قطعی نہیں
 کیونکہ اس کو قطعیت پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے۔ اجماع کے ساتھ قول امام کے تضام سے اگر کوئی
 دلیل خارجی مثل وجود امام عینہ یا وجدان قول عینہ اور تواثر نقل کے دال ہو تو اجماع کا
 نام لینا ہی النوا در بیافزیدہ ہے کیونکہ اس وقت معتبر اور حجت قول امام ہی نہ اجماع اور اگر یہی
 اجماع قول امام پر دال ہے تو منقطع اور محتمل پر بنا بر اجماع ہے اور محض اثباتات پر مذہب کی
 بنیاد قائم کی ہے۔ اور ظاہر حسب مذہب شیعہ شش ثانی ہی کیونکہ صاحب معالم آگے بڑھ کر
 لکھتے ہیں **ولا یفتی ان فائدة الاجماع تقدم عندنا اذا علم الاثام بعینه نعم یصلو**
وجوده حیث لا یعلم بعینه ولكن یعلم کونه فی جملة المجتہدین ولا ید فی
ذلك من وجود من لا یعلم اصله ونسبہ فی جملة تهم اذ مع علم اصل الكل ونسبهم
یقطع بخرجه عنهم۔ اب آپ بغور ملاحظہ فرمادیں کہ یہ اجماع ہمیں وجود امام اور اس کی قول کے
 دخول کے بنا بر محض تخیلات و ثبوتات پر باندہ رکھی ہے حجت ہی۔ ظاہر ہے کہ ایام
 غیبت کبریٰ میں امام کے وجود پر کوئی دلیل قطعی باطنی قائم ہے اور نہ اس کی قول کے دخول پر
 کوئی حجت ہی تو ایسا عجیب و غریب اجماع حضرات شیعہ کے ہے نزدیک حجت ہو سکتا ہے
 اگرچہ سبک بحث کی بہت گنجائش ہے لیکن خوف تطویل اس سے اغماض کرتا ہوں اس
 ہو کیا بحث آپ جانے اور آپ کی شہید ثانی اور آپ کا اجماع صرف مقصود یہ ہے
 کہ اجماع اہل شیعہ کے نزدیک حجت ہی اور وہ کیسا ہی کچھ ہی حضرت شہید ثانی
 کی کلام سے حجت ہونا اور سکنا ثابت ہو گیا۔ اہل سنت کے نزدیک سن لچمی حضرت ثانی
 ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ قرۃ العینین کے شروع میں تفسیر فرماتے ہیں۔

اسے اور پوشیدہ نہیں کہ جب پسند نام کہ جو معلوم ہو تو اجماع کا فائدہ نہ ہو گی مان اور سکنا وجود اس کے تصور پر سبک امام
 معلوم نہ ہو لیکن سبک اہل اجماع کے اسکا ہونا معلوم ہو اور اس کی ایسی لوگوں کا ہونا ضرور ہے جن کی اصل نسب کی اطلاع ہو
 سہی اگر سبک اصل نسب کی اطلاع ہوگی تو امام کا اس اجماع سے خارج ہونا یقیناً معلوم ہو گا۔ ۱۲۔

باید دانست که مذہب حق که اتاعہ است کرامتہ مساعیہ ہم بہ تبعیت صحابہ و تابعین بآن فترت اند
 تفنیل حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق است بر غیر ایشان از صحابہ چہ علی رضی و چہ حسن
 رضی و اندہ سنہم اجمعین را از عجایب امور است کہ این سلسلہ در زمان سلف از اجلی بدیہیات
 کہ ہرچ حافظی در آن شک نمی کرد الا قومی از مبتدعان کہ متبع آثار صحابہ و تابعین شیمہ ایشان نباشد و دیگر
 جسکہ ہی کتاب میں سریر فواتیہ میں۔ سادہ اجماع کہ اصل ثلث قرار دادہ اند از اصول الربیعہ
 باوجودیکہ اسماعیہ عقیدہ منی شود الا بعد قیام دلیل از کتاب و سنت و قیاس برای ہی دو فائدہ است
 یکی آنکہ سبب اجماع سلسلہ قطعی میشود و اگر اجماع منی بود بسیار است کہ قطع نباشد مثلاً صورتی
 اجماع آنجا خبر واحد یا قیاس باشد دیگر آنکہ غالباً چون مجتہدین سلسلہ اجماع کردند ماخذ را فراموش
 میسازند و دوم بعد نقل ماخذ را فراموش میکنند بحیث کفایت اسماعیہ از ان ہند از اکثر مسائل جماعیہ ماخذ آنها
 چنانکہ می باید می نباید منقول است۔ پس جبکہ ہمہ باجماعی کہ جمیع علیہ علف کا ہی بلکہ نایہ سلف میں حلے
 بر ہیات سری توبیہ کہنا کہ مطلق اس پر کوئی دلیل قائم نہیں اور ہی جمیع وجوہ ظنی ہے غلط ہو ہند
 سنا کہ یہ سلف ظنی ہوا و کوئی دلیل عقلی و نقلی یقینی اس کی اثبات پر قائم نہیں تا ہم ہمار ہی محیب کو باقتبار ہی
 مذہب کی اعتراض کی گنجائش نہیں کیونکہ حضرت محیب کے مذہب میں اصول فروع دین اخبارات و احادیث و ظنیات
 سر ثابت ہو سکتی ہیں یعنی وہی تمام اصول متداول و یکہ یحیی۔ خبر واحد جو ان مفیدہ للعلم ہی خالی ہوا اس کی کتب
 میں بعد بیان اختلاف کے تیسری دلیل لامل حجیت خبر واحد میں لکھتی ہیں۔ حال الامور فی التہامیہ
 اما الامامیۃ فالأخباریون منهم لم یعولوا فی اصول الدین و فروعہ الا علی اخبار الأئمہ
 المروری عن الأئمہ و الاصولیون منهم کانی جعفر الطوسی و غیرہ واقفوا علی قول خبر الواحد
 و لم ینکرم سوی الرضی اتباعہ شیعہ قد حصلت لہم ادراک سر کچھ اگلی جگہ کہ لکھتی ہیں
 سلسلہ ملاحظہ نہ ہا ہیں کہا ہوا یہ کہ تین نے اصول از فروع میں اخبار احادیث پر ہے و ہما دیکھا ہے کہ سروری میں
 اور امیریس نے مثلاً جعفر طوسی و فیروکی خبر واحد کا قبول کرنے میں ان کی موافقت کی ہوا اور رضی و دیگر
 اجماع کثیر اسکا انکار نہیں کیا کیونکہ اسکو ایک شبہ پر کیا ہوا۔

بعضی نسخہ میں کہ خبر واحد کو ثابت ہوا ہے

و موافقوناً من اهل الخلاف احتجوا بمثل هذه الطريقة ايضاً فقالوا ان الصحابة
والتابعين اجمعوا على ذلك بالبدليل ما نقل عنهم من الاستدلال بخبر الواحد وعملهم
في الوقائع المختلفة التي لا تكاد تحيط وقد تكلمنا ذلك مرة بعد اخرى وشاع وزاد بينهم
ليذكر عليهم احد والا لنقل وذلك يوجب العلم العادي باتفاقهم كالقول الصحيح - تو اسن سانس
نمايت ہوا کہ فضلیت پر اگر دلائل ظنیہ اخبار احادیث قائم ہوں - تاہم ہمارے محبت کو
گنجائش اعتراض نہیں حالانکہ اسپر دلیل قطعی سہ فریقین قائم ہے اور یہ حال خواہ نزدیک
ہو اور اس جزو احد کا ہی جو خالی عن القرائن ہو - چنانچہ شروع بحث معاملہ میں لکھا ہے
اور اگر جزو احد کے ساتھ قرائن مفید یقین ملحق و مضمم ہوں وہ خود قطعی حجت ہو چنانچہ
یہ ہی اوستی سالم الاصول سے مفہوم ہوتا ہے اور اگر اس سہ فریقیت میں قطع نظر
اجماع سے کیجاوے تو قرائن خارجیہ بھی مثل اشکاف و فی العبادۃ اور جہاد فی اللہ
اور کتب احادیث کفار و مرتدین اور تہجد و نماز اور شاعت اسلام اور عدل و داد و بیعت شریعت
اور اوکھا خلفا کو حمایت و نصرت و مدح کرنا وغیرہ - جنکی شرح کتاب قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین
بشرح و بسط مذکور ہے اسکی ثبوت قائم ہیں تو اگر اخبار احاد سے حدوائے ظنی ہوں کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ
اگر قطعیات بعد انضمام قرائن کو معارض نہیں - تو اسکو محض ظنی خیال کرنا اور بلا دلیل عقلی
و نقلی سمجھنا اگرنا درست ہے تو صرف خطا ہے اور اگر دیدہ و دستہ ہے تو انصاف و تحقیق حق کا
خون کرنا ہے - حق اگر غور کا مقاسم ہے کہ اس تفضیل پر جسکے خیرات ملت قابل میں اور
اسکو محقق مدین داخل کر لکھا ہے خود اونکی ہی علماء کے اقوال سے کوئی دلیل قائم نہیں بلکہ یہ
سہ معنی ہماری ہوائوں میں خلاف ہے اس صبی طریقہ بحث پر ہی کہ کسی بار تابعین نے اس امر پر جماع کیا ہاں لیل
کو نام نہ نہ نہیں خبر واحد پر مسئلہ اور اس سے مسئلہ منقول ہوا دیدہ امر مرہ بعد از مرہ واقع ہوا ہی درہنہ ثبوت
ذائع ہوا کہ کسی انداز پر نہیں کیا درہنہ منقول ہوتا تو یہی مثل قول صریح کے ادائے اتفاق پر مسلم
عادی کو موجب ہے - ۱۲ -

لکھتی ہیں کہ علیؑ نہاد وجدنا السلف اس قول میں اور تا وجدنا آباؤنا میں کیا فرق ہے حالانکہ
 اسی طرح عقائد نفسی کے شروع میں لکھا ہی ہے **وغيره العقائد عن الالهة التفصيلية بالكلام** الخ
 پر تفصیل خلفاء کا عقائد میں داخل کرنا اور بدولت اقامت دلیل اسکا قائل ہونا اور علیؑ نہاد وجدنا
 السلف کہنا کیونکہ جائز ہوگا۔ اقول۔ گذشتہ سابقہ صریح ہے کہ یہ اعتراض بجا غور
 و تدبر قائم کیا گیا ہے مگر جو مقام غور کا تھا لیکن حضرت نے غور نہیں فرمایا ورنہ بمقتضای اظہار
 یہ اعتراض فرماتے کیونکہ اسی گمان سے ثابت ہو چکا ہے کہ یہ اعتقاد بدلیل
 قطعی نہیں۔ لیکن حضرت مجیب اپنا فکر فرما دین ادبی سلامہ و دیگر ہا طبع نے مبنی اصول
 و فروع کا غنیا پر رکھ دیا اور جاری سید عالم الہدی کے دعویٰ قدامت کو انکی تسبیح و ثناء
 فی غلطی اور تبہ و محمول فرمایا پس اس جواب کا فکر کجی قطع نظر اس سے اگر آئی ہو
 کہ بوقت قطعی کا دعویٰ ہی تو مسلمہ حجت کو جو اصول معتقدات سے ہے چنانچہ شیخ محمد بن
 الحسن البحرانی نے بدایۃ الہدایہ میں لکھا ہے **يجب على المكلف الاقرار بوجود الله سبحانه وتعالى**
وعلمه وعلوه وبقائه وتوحيده عن المقص وسائر صفاته الواردة في الكتب والسنة والجماع
بالمعاد الحسنى وهو القيمة الكبرى والرجعة وهي القيمة الصغرى مجتہدی کہتا ہے اور
 از ضروریات مذہب تبعیت کسی دلیل عقلی یا نقلی قطعی سے ثابت فرما دیجیے اور اگر قطعی
 نہ ہو مکی تو ظنی ہی سے ثابت کیجیے ان نا انصافی کے راہ سے کہی جائیں کہ چار سو نام
 اصول و فروع و دلائل قطعیہ سے ثابت ہیں جیسا سید رضی کا خیال ہے اسکا کوئے
 علاج ہمیں باقی رہا انکی سوال فرق نہاد وجدنا اور علیؑ نہاد وجدنا السلف کا جواب ہم بوجہ اپنی
 التزام تہذیب کی کچھ نہیں عرض کر سکتے مگر انما کہتے ہیں کہ فعلی نہاد اہل کتابی اور نہاد وجدنا
 سے معنی مکلّف پر حدود تھائے انشاء کے حدود و احاطہ اور عدل و برسم اور قدرت اور تہذیب کا انعام و عقاب
 جو کہ اس دس سو دس دس افراد و احاطہ ہے درحاجت جو قیامت کبرے ہے اور رحمت اللہ فوقہا
 صرے اور کما ہی اقرات و احاطہ ہے۔ ۱۱-

آباد نامین جس قدر فرق ہو اوسکی نسبت علی بن ابی طالب و جدنا السلف میں اور ناما و جدنا آباد نامین زیادہ
 فرق ہو اقول۔ معہذا ان کل کتابوں میں تفضیل خلف اربعہ کی حسب ترتیب خلافت
 درج ہے مگر ہماری حضرت مجیبؑ صرف خلفا ثلاثہ پر ہی اکتفا فرمایا اور باعث نہایت
 محبت و غایت تمسک بہ اہل بیت اپنے خلیفہ رابع کا ذکر تک نہ کیا اقول۔ یہ امر
 بلاشبہ ہی کہ عدم ذکر شے اوسکے نقص و ایرانی کو مستلزم نہیں تو معاذ اللہ حضرت امیر المؤمنین امام الشہیدین علی
 عسکرم ذکر اسوجہ کرنا نہیں کہ انکی خدمت میں نہ لادو تمسک میں کوتاہی ہو حضرت کے ساتھ سوء اعتقاد ہی
 کو میں ایسی ہی جوینی اعتقاد کرتا ہوں جیسا کہ حضرات ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ
 سوء اعتقاد کو بے دینی سمجھتا ہوں لیکن چونکہ مناسطہ میں متفق علیہ کے ذکر کی کچھ ضرورت
 نہیں ہوتے مختلف فیہ کا ذکر بہتہ ضروری ہی پہلی خلفا ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے ذکر پر اکتفا کیا گیا
 اور یہ تو حضرت مجیبؑ ہی جانتی ہو گئے لیکن آخر کیا کریں آپ کو دینیہ انصاف اور تحقیق حق نے نہ چھوڑا
 کہ آپ یہ اعتراض فرمادیں قال الفاضل المجیب۔ قولہ صحابہ کرام الخ اگر لفظ کرام
 صفت احترامیہ ہی اور مقصود اس سے غیر صحابہ کرام سے احترام ہے تو حاشا و کلام کہ
 شیعہ صحابہ کرام کو برا سمجھتی ہوں بلکہ اپنی نزدیک جن لوگوں کو غیبر کرام جانتی ہیں اور انکا
 ایسا ہونا کتب و تفسیر سے ثابت کرتے ہیں انکو ہی برا جانتی ہیں یقول العبد الفقیر
 مولانا الغنی اسی اہل دانش و انصاف دای متجربان اعتساف ذرا ہماری حضرت مجیبؑ
 انصاف و تحقیق حق کو ملاحظہ فرمانا اور دیکھنا کہ کس شد و مد سی نہ مالتی میں کہ حاشا و کلام کہ شیعہ
 صحابہ کرام کو برا سمجھتی ہوں۔ اس سبب کہ نہایت مضبوطی کے ساتھ تہامنا۔ بندہ عرض کرتا
 حضرات شیعہ کے یہ محض زبانی دعوے ہیں در نہ حضرات نے اپنی کتابوں میں تو انبیاء
 و اصحاب پاکؑ کو کفر و فسق سے چھوڑا تو یہ دعوے محض مخالف اپنے کتب
 رکھی ہے۔ لیکن نقل روایات سے پہلے یہ گزارش ہے کہ بطور مقتدمہ یہ قاعدہ
 اپنے ذہن میں محفوظ رکھیں کہ حضرت مجیبؑ کے نزدیک معصیت مکرمت کی بالکل خلاف ہے

اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کی مراد یہ ہے کہ جو کچھ آئندہ عبارت میں نہ لکھو اس کا قیاس نہ کرنا
 ثابت کر کے بنا، اقرانہات اسی پر رکھی ہے تو جب یہ کہہ دو کہ جو کچھ تو اب روایات سنیں
 انبیاء کو کفر تک نہیں چھوڑا حضرت شیخ صدوق طائفہ ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن القاسم
 خصال میں روایت فرماتے ہیں۔ عن عبد اللہ علیہ السلام قال اصول الکفر ثلثہ
 الحرص والاستکبار والحسد فاما الحرص فادم حين يهرى عن الشجرة حمله الحرص على ان
 اكل منها واما الاستکبار فالیس حين يامر بالسجود فالی واما الحسد فابا ادم حين قتل صاحبه
 یحییٰ حضرت آدم علیہ السلام علیہ السلام من حب ابائت اہل صدوق کے اور نقل کا
 از کتاب جو اصل کفر ہے پایا گیا اور کفر میں اس کے برابر کوئی نہیں ہے ایک اصل کفر کی پائی
 جاتے ہے اور معاذ اللہ توبہ توبہ آپ میں ہی ایک اصل پائی جاتی ہے اب دیکھیں کہ یا تو
 عیسیٰ کہ کافر تک صغائر کبار سے کہوا اور عذر معصوم ہے یا یہ کہ ننوذا اللہ نہیں کے
 برابر ہو گئی اب حضرت مجیب تو نقل روایت کی تکذیب فرمادیں گی اور یہ تو ممکن نہیں کتاب مذکورہ
 پاس ہو نہ تھا لے موجود ہی جہیں یہ روایت سر یا غوامت مذکور ہے یا اس روایت کے تکذیب فرمادیں گی
 اور یہ ہی ممکن نہیں کیونکہ حضرت صدوق کی روایت ہے اگر کسی تکذیب کیجے دیگی تو اذکار و صف
 صدوق نے یہ کیا بلکہ کذب صادق آسکا عداوت اہل اور کسی احتمال و تاویل کی گنجائش نہیں سچا
 حضرات ایسی کفریات روایت فرمادیں اور پھر کوئی صدوق کے لقب سے بھگت ہوں اور کوئی علم
 خطاب اپنے اہل بیت سے پاویں۔ اور لیجئے یہی مبداء سلسلہ ابوالانبیاء والمرسلین
 میں جنکی نسبت حضرت صدوق نے عیون اخبار الرضا میں ایک طویل روایت بیان فرمائی
 لے یعنی اصول کفر تین ہیں حرص اور تکبر اور حسد لیکن حرص پس آدم جبکہ منع کیا گیا درخت سے تو
 حرص نے اس کو اوسیر پر گنجھت کیا۔ کہ اوسیر سے کہا گیا۔ اور تکبر پس جبکہ حکم کیا گیا سجدہ
 پس اس نے انکار کیا۔ اور حسد پس آدم کا بیٹا۔ جبکہ اس نے اپنے بہائی کو حسد
 قتل کر ڈالا۔ -۱۲-

انبار کفر کا ثبوت ذیل سے ہو سکے گا

اور تفسیر صافی میں ہے ولا تقربا نذہ الشجرہ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ حدثنا عبد الواحد بن
محمد بن عبد ومن اللیثا وری العطار قال حدثنا علی بن محمد بن قتیبة عن حماد بن سلیمان عن
عبد السلام بن صالح الہروی قال قلت للرضاء یا ابن رسول اللہ اخبہ فی غن الشجرۃ الی اکل منها
ادم وحواء ما كانت فقد اختلف الناس فیہا فمنہم من یروی انہا الحظۃ فمنہم من یروی
انہا العنب ومنہم من یروی انہا شجرۃ الحسد فقال کل ذلك حق قلت فما معنی هذا الوجود علی
اختلافہا فقال یا ابا الصلوات ان شجرۃ الجنة تحمل انواعا فكانت شجرۃ الحظۃ فیہا عنب و لیست
کشجرۃ الدنیا وان ادم علیہ السلام لما اکرمة اللہ تعالیٰ ذکرہ باسمیادہ ملکئیلہ و باد خالہ الجنة قال فی
نفسہ هل خلق اللہ بشرًا افضل منی فعلم اللہ عز وجل ما وقع فی نفسه فناداه ارفع لاسک یا ادم فانظر
الی سائر عرشی فرفع ادم لاسہ الی ساق العرش فوجد علیہ مکتوب بالالہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی
ابن ابیطالب امیر المومنین و زوجته فاطمہ سیدۃ نساء العالمین والحسن والحسین سیدا
تشیاب ہن الجنة فقال ادم یا رب من ہؤلاء فقال عز وجل ہؤلاء من ذریۃک و ہم خیر منک
ومن جمیع خلقک لولا ہم ما خلقت الجنة والنار ولا السماء والارض وایاک ان تنظر
الی یعنی عبد السلام بن صالح الہروی کہتا ہے کہ نبی مام رضاء سے پوچھا اسی فرزند رسول اللہ صمدہ درخت کی تاجس سے آدم و حوا
کہا یا تھا کون نے اس میں خلقت کر کہا ہے بعضی کہتے ہیں کہ وہ گندم کا درخت تھا بعضی کہتے ہیں کہ وہ انگور کا درخت تھا
اور بعضی کہتے ہیں کہ وہ حسد کا درخت تھا اپنی فرمایا اے ابا الصلوات جنت کا درخت چند قسم پر ہوتا ہے ہر قسم کا درخت اصل میں گندم کا
اور اس میں خوش انگور کے پتی اور جب خدا تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے مسجدہ کر کے اور جنت میں داخل کر کے
بزرگوں کا مذاق تو اپنی اہل بیت پر کیا کہی بشر جیسے فعل ہے۔ خداوند تعالیٰ نے خطروں کا بھی آدم کو فرمایا اے آدم
ادھر اگر ساق عرش پر دیکھ آدم نے دیکھا تو اس پر کہا ہوا تھا (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی بن ابی طالب امیر المومنین
وزوجتہ فاطمہ سیدۃ النساء امین الحسن والحسین سیدۃ شباب اہل الجنة) تو کہا اسی پروردگار یہ کون میں فرمایا یہ میری
اور اذان میں ہیں اور تجھ سے اور تمام مخلوق سے بہتر میں اگر یہ ہوتے تو نہ تجھ کو پیدا کرتا اور نہ جنت و نار کو اور نہ آسمان
اور زمین کو اور خبردار انکو۔

الیہم بعین الحسد ما خرجک من حواری فظن الیہم بعین الحسد و تمنی منزلتہم فسلط اللہ علیہ
 الشیطان حتی اکل من التھیجۃ الّتی نفی عنہا و تسلط علی حوائطہ و نظر الی فاطمہ و بن الحسد حتی اکل
 من التھیجۃ کما اکل آدم ما خرجہما اللہ تعالیٰ من جنتہما بطعمہما عن حواء الارض - یہ روایت
 بہت وجہ قابل غور ہے لیکن بیان حرف سقید ثابت کرنا ہے کہ حضرت آدم علی نبینا علیہ
 الصلوٰۃ والسلام کے حق میں بہت بڑی معصیت حضرات نے ثابت فرمائی کہ باوجودیکہ حق تعالیٰ
 شانہ نے نہایت تاکید کے ساتھ حد کی ممانعت فرمائی یہ باوجود اس کہ حضرت آدم نے نہ مانا
 اور حد نہ سمجھی جسکی بنیاد فی الواقع اس نے درجہ کا حد کبیر ہوگا چہ جائیکہ افضل الاولین
 و الاخرین کے مراتب کا حد کیا جاوے گا و اللہ کشفہ حضرت آدم کے عرق حد جوش میں آئی
 کہ خدا تقالے کی یہی ایک نہی اور پہلے گزاریں ہو چکا ہے کہ اصول کفر کے حضرات
 تین قرار دیے ہیں - حرص اور استکبار تو پہلے حرص حضرت آدم حق میں بیعت انھیں
 بروایت صدوق ثابت ہو کر سادات اہلبیت ثابت ہو چکا و اللہ تعالیٰ اس روایت
 میں دوسری اصل کفر کی یعنی جو حد ہے بلکہ اعلیٰ درجہ کا حد حضرت ع کے و بطور ثابت
 کیا گیا تو اب معاذ اللہ توبہ و بدستغیرہ کے نزدیک حضرت آدم علی نبینا علیہ السلام کا
 مرتبہ باوجود نبوت کے کفر میں اہلبیت میں سے دو چند ہوا بلکہ اگر غور کیا جاوے
 تو ایسی روایت ہے کہ استکبار ہی مہوم ہوتا ہی آچکا یہ خیال کہ مجھ سے کوئی افضل
 نہیں ظاہر ناستی عرق استکبار سے ہے تو گویا مدار سلسلہ انبیاء و الہاء و الابرار و خلیفہ اللہ
 فی الارض بہ نسبت اہلبیت کے کفر میں مستہ گوئے زیادہ ہوئی کیونکہ بہت مراتب اصول کفر کے
 ملے حد کی نگاہ میں نہ کہ نہایت توبہ ہی توبہ ہو چکا کہ آدم کو حد کی نگاہ سے دیکھا اور انکی مرتبہ کے
 آرزو کی پس خدا نے اسے و سر شیطان مسلط کر دیا بیان کہ اس درخت سے کھا یا جسکی ممانعت تھی اور خود
 غلطیہ کی طرف حد کی نظر سے دیکھا تو اس پر ہی سلطان مسلط ہوا اور اس نے ہی اسی درخت سے کھا یا پس غلطیہ
 کو ذکر اہی جنت نہ کھلایا اور اپنے توبہ سے جدا کر کے زمین پر اتار دیا - ۱۱-

معاوانہ آپ میں باقی گئی باقی رہی آپ تقلید فاضل جانی وغیرہ حسد کی تاویل غلطی کے تحت
 نفرا میں در کلام کی اطراف و جوانب و قرار میں کوئی خط و خاطر کہیں کہیں نہ غلطی اور حسد باہم متضاد میں بطور
 حقیقت اطلاق احمد علی الاخر صحیح نہیں غلط محض آرزو کرنا اس جیسی نعمت کا ہی جو دیکھو
 حاصل ہے بدوین قصد زوال کے اور حسد اس نعمت کو تمنا کرنا جو دوسری کو حاصل ہو اس
 زائل ہو کر اور غلط شرعاً جائز بلکہ محمود ہے اور حسد ناجائز اور مذموم تو اس حدیث کو سچا غلط پر
 حمل کرنا محال ہے اور اگر بغیر محال حسد کے معنی غلط کے ہوں تاہم جبکہ خداوند تعالیٰ نے
 سخت تاکید سے ممانعت فرمائی اور ان الفاظ میں فرمایا دایک ان تضر الیہم بعین حسد تو اس کو
 محرم اور مثل حسد ہونے میں کیا کلام باقی رہتا تو اس صورت میں اس کا ارتکاب مثل
 ارتکاب حسد کی سیوا اور ارتکاب حرام لازم آیا۔ مگر تعجب تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے
 حضرت آدم کو صرف ثمنی منزلت ائمہ پر اس قدر غضوب و مہر دفرمایا حالانکہ اس وقت اس میں نہ
 اگر وہ بالفرض حاصل ہو جاتے تو کسی کا کچھ نقصان نہ تھا۔ لیکن دنیا میں جبکہ تمام عالم کے حقوق
 امامت کے ساتھ متعلق تھے امامت غضب ہو گئی اور ائمہ ذلیل و خوار ہو گئی اور خدا تعالیٰ
 کو ڈرا ہی غصہ نہ آیا اس لطیف کی قربان اور اس عدل پر قدابے شک یہ بے یمن تین
 حضرات شیعہ کے خدا کی ہر شایان شان میں مگر یہ کہ جیسا امام نے تقیہ فرمایا شاید خدا تعالیٰ
 نے ہی ذکر تقیہ فرمایا ہو۔ اور روایت لیجئے۔ **روی محمد بن الحسن الصفار عن ابي جعفر**
قال الله تعالى لا دم و ذریبہ اخرجهما من صلب المستبریکم و هذا محمد رسول الله و علیهما
المؤمنین و اوصیائہ من بعدہ و لاۃ اخری و ان المہدی انتقمہ من اعدائہ و اعبدن
طوعاً و کرہاً قالوا اقرضوا و شهدنا و ادم لم یقر ولم ینکح لہ عنہ علی الاقرار۔ عن المتحف
 سے خلاصہ یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے روز میثاق جب سب سے اقرار وحدانیت و نبوت و
 دو صابت لیا تو سب نے اقرار کیا لیکن حضرت آدم نے نہ اقرار کیا
 اور نہ ارادہ اقرار کا کیا۔

علامہ حضرت آدم علی نبیہ علیہ السلام حضرت یونس علی نبیہ علیہ السلام کے شان میں جو روایات
 مروی ہیں سنہی کلینی نے روایت کرتا ہے۔ عن ابن ابی یعفور قال سمعت ابا عبد اللہ و
 هو رافع یدہ الی السماء رب لا تکل علی نفسی طرفۃ حین ابد ولا اقل من دالک لما کان
 ما سرع من ان تقد بالدمع من جوانب لحيته ثم اقل علی فقال یا ابن ابی یعفور ان یونس
 ابن مثنیٰ وکلہ اللہ الی نفسہ اقل من طرفہ حین فاحدث دالک قلت فبلغ بہ کفر اصلک اللہ
 فقال لا ولكن الموت علی تملک الحال کان هلاکا۔ عن التحفۃ اور ظاہری کہ یہ حالت حسین
 موت ہلاکت کے ساتھ تعبیر کیجا دی یہ وہی حالت ہے جو معصیت کے ارتکاب کی حالت ہے
 اور لیجئے ملا باقر مجلسی سے مولانا مولوی حیدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے روایت
 نقل فرمائی ہے ابو حمزہ ثمالی روایت کردہ کہ روزی عبد اللہ پیر عمر بن عبد اللہ
 زین العابدینؑ نے فرمایا کہ تو نے کہا یگونی یونسؑ یا از برای این بشکم اہی انڈھتند۔ اباب جہم
 امیر المؤمنینؑ پر عرض کر دندا و توقف کر دے حضرت گفت بلی من گفتہ ام ادرت بنوائی و
 نشینہ عبد اللہ گفت اگر است میگونی علامتی بر است گفتاری خود بکن بنما حضرت
 فرمود تا عصا بردیدہ من دبستد بعد از ساعتی فرمود کہ چشہا سے خود را بکشائید چون
 دیدہ اہی خود را کشویدم خود را در کنار داری کہ مویہائش بلند شدہ بود و بدیم پس پیر
 گفت کہ اہی سید من خون من در گردن نست حضرت فرمود کہ اضطراب کن کہ احوال است
 گوئی خود تو مینائم پس فرمود کہ اہی ہا ہی ناگاہ ہا ہی سر از دریا میرون آورد مانند کوچ غنیمت میگفت
 بیک اہی ولی خدا حضرت فرمود تو کبستی گفت من ہا ہی یونسؑ اہی سید من فرمود
 کہ مار افردہ کہ قصہ یونسؑ کہ بود ہا ہی گفت کہ اہی سید حق تالے ہا ہی پیغمبری ہوت

سے حاصل ہو کہ ابن ابی یعفور کہتا ہے کہ آدم عبد اللہ و مار کہی تھی کہ اہی بگو کہ یونسؑ کی ایک کڑی کہ کہہ دے کہ
 کہوں کہ خدا تالے دے کہی نفس کثرت چک چپک سے کم ہو گیا تھا تو اسی یہ احداث کی بنی پر جا گیا اس سبب کہ کہ
 ہو چک گیا تھا تو بنیہ لیکن اسی حالت کو پہنچ گیا تھا کہ اس حالت میں مرنا ہلاکی تھے۔ ۱۱۔

نکرده از آدم تا جبرئیل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مگر آنکہ ولایت شما اہل بیت را بر وجہ
 گردن پس ہر کتببول کرد سلام ماند و ہر کہ ایا کرد بہت ملگروید تا آنکہ حق تعالی یونس را بہ پیغمبری
 گردانید پس حق تعالی وحی کرد با کہ اسی یونس قبول کن ولایت امیر المؤمنین علی دائرہ شدین
 از صلب او با سخنان دیگر کہ با وحی نمود یونس گفت چگونہ اختیار کنم ولایت کسی را کہ اورا
 ندیدہ ام وحی شناسم و رفت بہ کنار دریا پس خدا بہن وحی فرمود کہ یونس را فرو برد استخوان
 اورا ست کنن پس ہر روز در شکم من ماند اورا میگردانیدم در دریا و در تار و پود میگردانیدم
 لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ قبول کردم ولایت امیر المؤمنین دائرہ راشدین
 از فرزندان او پس چون ایمان آورد بولایت شما امر کرد پروردگار من کہ اورا انداختم بر ساحل دریا
 پس حضرت امام زین العابدین فرمود کہ اسی ماہی برگرد بسوی ہشتیان خود و آب از موج
 قرار گرفتہ انتہی - حاصل یہ کہ حضرت یونس علیہ السلام کو جب حکم خداوند می پوچھا کہ ولایت امیر
 ایمان لاؤ تو انہوں نے خدا تعالیٰ کے حکم کو نہ مانا اور ولایت اللہ کی ایمان سے صریح انکار کر دیا
 پس اسکی نر امین چلک جو کچھ کہ چکھا - اسکی طرح حضرت آدم ؑ سے لیکر حضرت رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم تک جس قدر انبیاء مبعوث ہوئی ولایت اللہ اوں پر پیش کی گئی اگر قبول کیا تو
 بمیات محفوظ رہی ورنہ عقوبت میں مبتلا ہوئی چنانچہ حضرت آدم ؑ کا جنت سے نکلنا اور حضرت
 ابراہیم ؑ کا آگ میں ڈالا جانا حضرت یوسف ؑ کا چاہ کفان میں غیب ہونا حضرت ایوب ؑ کا
 مصیبت میں مبتلا ہونا وغیرہ اسی قبیل سے ہے چنانچہ مناقب مرتضوی سے خلاصہ
 مولوی حبیب علی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے - تو اس سے پیا گیا کہ انبیاء نے تمقا
 امامت اللہ ہی جو چڑ ایمان ہی انکار کیا - سبحان اللہ ع چونکہ از کعبہ بر خیزو کجا ماہر سمانے
 جب انبیاء ہی حکم نہ مانیں اور رد وحی کریں اور بیچارہ نکا تو کیا ذکر ہے - مجملہ حالات
 انبیاء کے کہ تو سن چکے اب ذرا اللہ کے حالات بھی سن لیجئے جو حضرات بعد عیان محبت و ولار
 روایت فرماتے ہیں - حضرت علی امیر المؤمنین و امام المتقین قائد الفرائض جن کی نصبت

تمام انبیاء و رسل پر سوائے حضرت مسلم سے انکی شان میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بفقہ الرسول
 کے نشان میں من غضبہا اللہ غضبہ فی تسلیم کرتے ہیں انکی زبان سے یہ کلمات نقل
 کرتے ہیں جو مولوی حمید علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف میں ملا باقرہ
 مجلسی سے نقل کیے ہیں۔ مانند جنین پر دہ نشین ہم تہ و تہل خانمان درخانہ گرجتہ
 خود را ذیل کردی گرگان میدرند می برند تو از جای خود حرکت نمی کنی محل اعتماد من
 دیا و در من سست شد شکایت من بسوی پدر من و محاصمہ من بسوی پروردگار من اسکا
 اجمال کے کثیر تفصیل عبارت تذکرہ الائمہ سے واضح ہوتی ہے۔ دینی ہجرت
 و ہجرت حق و راستہ انچہ شیخین نسبت باہل بیت رسالت واقع ساختند و نسبت زنا۔
 استغفر اللہ بحضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا و ہشام دادن و ہشام دادن باو و غضب خدا کہ اختلاف
 نمودن و کشتن و زدن اہل بیت و مقطہ شدن محسن شش ماہ و آئین نجافہ پیغمبر اللہ و ختنہ
 یہ باتیں کہ جبکی شکایت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمائی پس اگر حضرت امیر المؤمنین اس سکوت
 میں ناحق پر تھے اور محض بوجہ جہن و نامردی کے عاثر اجابہ عن ذلک یہ سب
 کچھ دیکھتی تھے اور نہ بولتی تھے تو قطع نظر اس کے کہ بعد اعلیٰ درجہ کے معصیت تھے
 یہ امر فوج استحقاق خلافت پر ایمان لایستحق الا ائمہ فقہیہ سلمہ ہر اور اگر آپ حق پر تھے
 اور بوجہ وصیت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ ساکت و صامت رہی تو اولاً
 کیا یہ وصیت ابو بکر اشجع کے قتل کی وقت فراموش ہو گئی تھے اور نیز اب حضرت عباس
 کو ہنگامہ میں تصنیف نہیں ہوئی تھی۔ اور ثانیاً کیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا طبع حکم حضرت
 امیر نہ نہیں اور کیا حضرت امیر کی نسبت ایسی کلمات مستحسن جوار اول میں پہلے
 معیوب ہیں اونکو نا جائز تھے۔ اور کیا اونکو حضرت کا یہ ارشاد جو سچا رالا نوار میں
 خاتم الملکین نے نقل کیا ہے لا یغصہ علیا فانہ ان غضب غضبت بغضبہ یا ورنہ ہوتا
 ہر کف اگر آپ کا سکوت حق تھا تو معاذ اللہ حضرت امیر سے کلمات مستحسن حضرت

ائمہ کے ثنائین کہہ معصیت سے نہیں بچ سکتی۔ علاوہ اسکی علما شیعہ کو تو حضرت
 فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اہلبیت سے ہونے میں کلام و تردد ہی چنانچہ صاحب ارغام
 شافعی شرح کافی سے نقل کیا ہے ان اہل بیت کل نبی اوصائہ وطلہ ہذا ایمان
 دخول فاطمہ فی اہل بیتہ باعتبار انہا ولیۃ وصال اہل البیت (الی ان قال) ویمکن
 ان لا تکون داخلہ فی اہل البیت۔ اور نیز دیگر علما شیعہ کی کلام سے ہی اسکی تائید
 و تقویت ہوتی ہے چنانچہ شیخ مقدادی کنز العرفان فی فقہ القرآن میں لکھا ہے اور
 اجماع شیعہ کا بیان کیا ہے کہ آل صرف ائمہ معصوم ہی ہیں اور کوئی نہیں اسکی عبارت یہ ہے
 الذین یجب علیہم الصلوۃ فی الصلوۃ و یتحجب فی غیرہا الا ائمة المعصومون لا طبا
 الاصحاب انہم ہم الال۔ ولان الامر بذلک مشعر بعیاتہ العظیم المطلق الذی
 لا یتوجہ الا بالمعصوم واما فاطمہ علیہا السلام فتدخل ایضاً لانہا بضعت منہا
 بلفظہ اسجگہ شیخ مقدادی نے دو دلیلین بیان کی پہلی دلیل بطرح تمام لفظ آل کے ائمہ کے
 ساتھ خاص ہونے پر اور حضرت فاطمہ کی آل سے خارج ہونے پر دلالت کرتے ہیں
 اور یہ بھی ظاہر کرتی ہے کہ آل کا ائمہ کی ساتھ خاص ہونا مجمع علیہ حضرات شیعہ کا ہے
 دوسری دلیل جناب فاطمہ رضی کی معصوم نہ ہونے پر دلالت ہے کیونکہ مدار استحقاق غایت
 تعظیم کے لیے معصوم ہونا قرار دیا ہے اور یہ اس سے حضرت فاطمہ رضی کی خارج ہونے کا
 شیخ کو اہمہ پیدا ہوا اور بطور رفع توہم اور ہتدراک کے حضرت سلام اللہ علیہا کے استحقاق
 غایت تعظیم کو بسبب جبریت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ثابت فرمایا۔ علاوہ ازیں علامہ
 لے تحقیق برنی کی اہلبیت اور کیا دیکھا ہوتی ہیں تو اس اعتبار سے حضرت فاطمہ کا اہلبیت میں داخل ہونا ممکن ہے کیونکہ آپ
 اہلبیت کے چاہیے تھا واسطہ میں (یہاں تک کہ کہتا) اور ممکن ہے کہ اہلبیت میں داخل نہ ہوں۔ ۱۲۔ ۱۳۔ جن
 لوگوں پر نماز میں درود پڑھنا واجب ہے اور نماز کے سوا مستحب ہے ائمہ معصومین ہیں کیونکہ اصحاب
 شیعہ کا یہ اتفاق ہے کہ آل صرف معصومین ہی ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ درود کا حکم ہونا نہایت
 تعظیم کو مشعر ہے جسکا سوا ہی ائمہ معصومین کے اور کوئی مستحق نہیں ان حضرت فاطمہ رضی کو وجوب صلوۃ
 میں داخل نہیں کیونکہ حضرت م کا جڑ ہیں ۱۴۔

شیخ زکریا حضرت فاطمہ علیہا السلام کی اہلبیت سے تعلق

مجلسی ہی تھا یقیناً من مقررہ حضرت کو لازم امامت تسلیم کر لیا ہی کہ وائینا صحاہی صحیح صرف ہمارے
 واقعہ معلوم ہو کہ دلالت حضرت بخیرت مکتبہ عصمت لازم امامت ہے تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت
 فاطمہ رضی اللہ عنہا نہیں ہیں کیونکہ آپ قطعاً امام نہیں تو معصوم ہی نہیں۔ پس ان دونوں
 دلیلوں سے صاف واضح ہوا کہ حضرت علیہا السلام نہ آل امین داخل ہیں اور نہ معصوم
 ہیں۔ حالانکہ آیت تطہیر سے بعضیہ حدیث کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اہلبیت میں داخل ہونا
 اور بقدر ثابت ہے جس قدر ائمہ کا داخل ہونا ثابت ہے بلکہ اس سے ہی زیادہ۔ کیونکہ سوائے
 امیر رضا اور جناب سنی کے باقی ائمہ رضی اللہ عنہم قطعاً باعتبار نفس او سبب داخل نہیں ہیں اور جناب فاطمہ
 باعتبار نفس قطعاً یقیناً او سبب داخل ہیں۔ نتیجتاً کہ جو یقیناً داخل ہوں بلکہ قطعاً تطہیر سے
 خارج ہوں وہ تو اہلبیت اور معصوم ہو جائیں اور جو قطعاً تطہیر میں داخل ہو اور کو
 تطہیر سے بلکہ آل مومنین سے ہی خارج کر دیں۔ سبحان اللہ یہ حضرات متبعہ کا ہی دلائل
 اور تک ہے بیشک یہ دین حضرات ائمہ سے ہی احاد کیا ہو گا کہ حضرت فاطمہ تو اہلبیت اور عصمت صحیح
 ہوں اور اہلبیت میں داخل ہوں۔ تو خیر جب ان کو اہلبیت سے ہی کمال حکم اور عصمت خاصہ ائمہ کا ہی فرمایا ہو
 تو اب عصمت کو بہ نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حضرت فاطمہ کی طرف منسوب کرنا آپ کو سبب ہو گا
 حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلکہ آپ کی جناب پاک کی نسبت روایت کرتے ہیں کہ معاذ اللہ
 آپ نے غسل بیت المال بلا اجازت و قبل قیمت تنگ نہ کیا لکن صرف کیا جو کبیرہ گناہ ہے اصل روایت
 امام عظیم شیعہ نے بیان کی ہے لیکن ترجمہ فارسی اور کائناتہ لفظین میں فاضل جالبی کی کتاب
 فوائد الصغیرہ و مواظبہ حسنہ سے نقل کیا گیا ہے سلی وہ لکھتا ہوں۔ روزے بھانے
 پیش حضرت امام حسینؑ نازل گردید پس امام حسینؑ در ہی قرص گرفتہ مانے خرید نہان خویش
 نہاشت کہ مان را بان حاضر از دور دران روزہ چند مشکہا بمی غسل از طرف میں بخدمت
 حضرت امیرؑ رسیدہ بود پس امام حسینؑ بقبر خادم سرودند کہ دین منکی را از مشکہا سے

بخشاید چون کشود حضرت بقدر یک رطل از آن مشک غسل گرفتند و جهان خوراندند پس چون
 امیر علیہ السلام خواست که مشکها را میانہ تحقیق آن قسمت نماید از قنبر پرسید کہ کسی
 این مشکها کشودہ قنبر عرض کرد کہ بلی یا امیر المؤمنین سرگذشت را نقل نمود چون حضرت امیر
 حرف اورا شنیدند در غضب شدہ فرمودند علی بن حسین را حاضر سازند چون حضرت
 امام حسین حاضر شد حضرت امیر درہ برداشت امام حسین گفت بحق عمی جعفر یعنی بحق و حرمت
 عم من از قصصین درگذر رضا بل حضرت امیر المؤمنین بود کہ ہر گاہ کہ بحق جعفر میگفت پس
 غضب انحضرت تسکین مینافت پس حضرت امیر مرد ماحاک اذ اخذت منه قبل القسمۃ
 چہ چیز باعث شد کہ قبل از قسمت آن بان متصرف شدی امام حسین عرض نمود کہ حق ما
 در دست چون قسمت میشد بقدر یک رطل از حصہ خود داخل میکردم حضرت امیر فرمود کہ پدر تو
 فداتو باد کہ ترا نمیرسد کہ توازن منتفع شوی پیش از آنکہ مسلمانان منتفع شوند آگاہ
 باش کہ اگر غمی بود کہ دیدہ بودم کہ دندانهای ترا بغیر خدا اصلی و اللہ عبادہ السلام می بوسید
 من ترا درین وقت میزد و بعد از آن حضرت امیر خود در می کہ در کنار دای خود بستہ بود قنبر
 دادند و فرمود کہ قسم اول غسل از بار خردیدہ ببار چون آورد و عقیل قسم خورده میگوید کہ گویا من
 می بینم کہ از مردود دست دهن مشک را حضرت امیر گرفته اند و قنبر غسل را در آن داخل میکند
 بعد از آن حضرت امیر علیہ السلام دهن مشک را بنی بست و میگفت و میفرمود - اللہم اغفر
 للحسین فانه لم یحلہم خداوند از قصص حسین درگذر کہ او نادانستہ این کار کرده انتہی لفظ
 بموجب مضمون اس روایت کے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے
 سیال مال کی شہدین سے بلا اجازت امام و قبل القسمت کہ جبہین دوسرے مسلمانوں کے
 حقوق پہی تھے لیکہ تصرف کیا۔ میں پوچھتا ہوں کہ یہ خیانت کچھ انکی نزدیک محصیت
 نہیں کیا مسلمانوں کے مال میں ہا قسمت و اجازت تصرف کرنا امام کے پیچھے چلے جاتے
 سمجھ کر ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال تو طشت از بام ہے

کہ حضرت نے خلافت نبوت جو نبیائے رسول ہے۔ معاذ اللہ ایک کافر کو سونپ دی حالہ
 آپ کی سائنہ باعتبار ظاہر بھی فوج کثیر تھے اور نے بحقیقت آپ کو کچھ اسکی حاجت نہ تھی۔ کیونکہ
 آپ کو اپنی موت کا تو حال معلوم ہوگا تو پھر آپ کو خوف کس بات کا تھا تو یہ مصیبت و ظلم و کفر و فساد
 نہیں تو کیا ہر جگہ کی بابت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا جسکو علماء شیعہ نقل کرتے ہیں
 لو جزا لقی کان احبالی ما فعلہ اخي الحسن یعنی اگر میرے ناک کاٹ جاتی تو اس سے بہتر
 نہا جو میرے بہائی حسن نے کیا کہ معاویہ کو خلافت سپرد کر دی۔ جزا لقی کے آپ معنی جاکر
 ہو گئی۔ خواہ حقیقی لقمہ یا تجازی بہر کیف یہ خلع خلافت و صلح معاویہ ایسی حرکت تھی
 جسکو امام معصوم اپنی ناک کشی سے بدتر اور تاد فرماتا ہے۔ تو اگر امام حسین رضی اللہ عنہ کا قول حق ہے
 تو فعل امام حسن رضی اللہ عنہ کا کبیرہ اور مصیبت ہے اور اگر خلاف ہے تو کذب امام معصوم کی کلام
 میں لازم آتا ہے اور کذب مصیبت کبیرہ ہے اور اگر نہ کی خلاف تو پھر معلوم نہیں کہ اصحاب
 کیا ایسی خطا کی جس سے ادنیٰ ادنیٰ مصیبت سے کرام ہونے سے خارج ہوئی اور اعتبار
 اور ائمہ رضی اللہ عنہم کا جو یکہ انکی کھڑو معاصی سے لے کر جاتے ہیں پیراؤں کو کرام کسی جاتے ہیں انبیاء
 و ائمہ کا کا حال تو مجملات میں لیا اب اصحاب سبولین کی کیفیات و حالات یہی ذرا ملاحظہ ہوں تاکہ
 اس دعویٰ کی تصدیق جو ہمارے مجاہدین نے فرمایا ہے بخوبی ہو جاوے کہ حاشا و کلا کہ شیعہ
 صحابہ کرام کو برا سمجھتی ہوں منجملہ صحابہ کرام مقبولین شیعہ کے عبد اللہ بن عباس
 انکی نسبت قالہی نور اللہ شمسہ می مجالس المؤمنین میں تحریر فرماتے ہیں سلامہ علیہ و خلاتہ
 الاقوال نے معرفۃ الرجال آوردہ کہ عبد اللہ بن عباس صاحب خاص حضرت امیر مہمید اولہ و حال
 و زہرگی و اخلاص و باطن حضرت اشہر از انست کہ مخفی ماند و شیخ ابوہریرہ کشتی در کتاب خود
 بعضی از روایات آوردہ کہ تتضمن شرح است در ابن عباس و حال آنکہ شان ابن عباس
 اجل و اعلیٰ از انست و آں روایات را در کتاب کبیر رجال آوردیم و جواب از انہا گفتیم ابن عباس تمام
 کلام سلامہ علیہ در بیست و دو حاصل جمیع قوادحی کہ از روایات کشی مفہوم میشود و انجمن

صحابہ کرام و ائمہ کے حالات

اعمال ابن عباس سے مولف ابن کتب را با ایمان و اعتقاد است اما جو بہ کہ علامہ حلی
در کتاب بحیر خود ذکر کردہ بنظر قاضی شمس الدین سید محمد ملا حال حضرت ابن عباس رضی
تو معلوم ہو چکا اب اول اعمال کے تفصیل سنیں۔ یہی حضرت ابن عباس جنکو آپ
اور آپکی بہن زکوا را اصحاب کرام میں شمار کرتے ہیں جبکہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے انکو
بصرہ پر حاکم مقرر کیا فرصت و موقع پاکر بیت المال کا نکالوٹ کر اور خیانت کر کے اپنی گھر
۲ بیٹی حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے جو درد انگیز خط انکی نام اس معاملہ میں لکھا ہے دیکھ کر
قابل ہر نوح البلاغت سے بعینہ نقل کرتا ہوں۔ **وَمِنْ كِتَابِ الْعَلِیِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِبَعْضِ عُمَّالِهِ**
أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي كُنْتُ أَشْرَئُكَ فِي أَمَانَتِي وَجَعَلْتُكَ شَعَارًا وَبَطَانَتِي لَمْ يَكُنْ فِي أَهْلِي رَجُلٌ وَلَوْ
مِنْكَ فِي نَفْسِهِ طَوَاسُثٌ وَمَوَازِنٌ وَأَدَاءُ الْأَمَانَةِ إِلَيَّ فَلَمَّا رَأَيْتُ الزَّمَانَ عَلَى ابْنِ عَمِّكَ قَدْ كَلَبَ وَالْعَدُوَّ
قَدْ حَرَبَ وَأَمَانَةَ النَّاسِ قَدْ خَزَيْتَ وَهَذِهِ الْأُمَّةُ قَدْ فَتَكَتْ وَشَعَرَتْ قَلْبُ ابْنِ عَمِّكَ
الْمَجْنُونِ فَقَارَقَتْهُ مَعَ الْمَقَارِقِينَ وَخَذَلَتْهُ مَعَ الْخَذَالِينَ وَخَنَتْهُ مَعَ الْخَائِنِينَ فَلَا ابْنَ عَمِّكَ
أَسِيَّتَ وَلَا الْأَمَانَةَ أَدَيْتَ وَكَانَكَ لَمْ تَكُنْ لِلَّهِ تَزِيدَ بِجَهَادِكَ وَكَانَكَ لَمْ تَكُنْ عَلَى بَيْعَةٍ مِنْ رَبِّكَ
وَكَانَكَ إِذَا كُنْتَ تَكِيدُ هَذِهِ الْأُمَّةَ عَرْدَنِيَاهُمْ وَتَتَوَى عَرْتَهُمْ عَزِيقَهُمْ فَلَمَّا أَمْلَيْتَكَ الشَّدَّةَ
فِي خِيَانَةِ الْأُمَّةِ أَسْرَعْتَ الْمَكْرَةَ وَعَاجَلْتَ الْوَشْيَةَ وَاخْتَطَفْتَ مَا قَدَرْتَ عَلَيْهِ مِنْ أَمْوَالِهِمْ

۱۔ اما بعد۔ میں نے شریک کیا تھا تجھ کو اپنی امانت میں اور بنا یا تھا تجھ کو اپنا جانی اور پہنائے۔ میرے
جہنم میں میری غمخواری اور معاونت اور دار امانت کے لیے میری اہل میں تجھ سے زیادہ معتد کوئی نہ تھا۔ پس جب تو نے
دیکھا کہ چچا کے بیٹی پر زائد و شوار و سخت ہے اور دشمن غضبناک ہے اور لوگوں کی امانت ذلیل ہو گئی اور یہ امانت قتل ہوئی
اور منتشر و پریشان ہو گئی۔ تو دل کی بیٹی اپنی چچا کے بیٹے کے لئے تو نے اولیٰ کر دی۔ اور جہاں ہو گیا
اوس سے جہاں ہونے والوں کے ساتھ۔ اور ذلیل چھوڑ دیا اوسکو چھوڑنے والو کو ساتھ اور تو نے ہی خیانت کی
خیانت کر نیا والوں کے ساتھ۔ نہ تو نے اپنے چچا کے بیٹی کی غمخواری کی۔ اور نہ امانت ادا کی۔ گویا تو اپنے
جہاد میں خدا کی رضا مندی کا ارادہ نہ کرتا تھا۔ اور گویا تو اپنی پروردگار پر ہوسا نہ کرتا تھا۔ اور گویا تو فریب کرتا تھا
اس امانت سے انکی دین کے لیے۔ اور دل میں سوچ رہا تھا انکی غفلت کو مال غنیمت سے پس
جب تجھ کو امانت کی خیانت میں حیلہ کی قدرت ہوئی۔ سرعت سے حیلہ کیا اور
جلدی سے کود پڑا۔

المصونة لا راسلهم وایا هم وعاجلت انقطاعنا الذي بالازل دامية المعزى الكسيرة فغلة
 الى الجار حبيب الصدر رحمة غير متاخر من اخذ كالك لا ايا الغيرك حدرت الى اهلك ترا
 من ايك وتلك فسيهان الله اما تو من المعاد او متخاف تقاس الحساب ايها المعدود عندنا
 من ذوى الالباب كيف تسبع مترا يا وطعاما وانت تعلم انك تاكل حراما وتشرب حراما و
 وبقاع الاماء وتنكم النساء من اليتامى والمساكين والمجاهدين الذين افاء الله عليهم
 هذه الاموال واحزبهم البلاد فالتقى الله واراد الى هؤلاء القوم موالهم فانك ان الفعل
 ثم امكن الله لا عذر ان الى الله فيك ولا خزيك بسيفي الذي ما خربت به احدا الا دخل
 والله لوان الحسن والحسين فعلا مثل الذي فعلت ما كانت لهما هتكم هوادة ولا خفلا
 معنى بارادة حتى اخذ الحق منهم واخرج الماثل عن مظهرهما فاقسم بالله رب العلمين ما يبرئني
 انما الخلدت به من موالهم حلال الى ان تركه ميراثا لمزبعتكم فضعه ويدها انك قد بلغت
 ودفنت تحت التري وعرضت عليك اعمالك بالحل الذي ينادى الظالم فيه بالحسرة
 المضيق الرجعة ولات حين مناص والسلام - ابن مشيم بقراني شارح نهج البلاغت
 صلوات الله عليه
 اور جو کچھ بیہوش اور بیہوش کے مال محفوظ سے اچھا یا بال اولاد اور اس میں جو چیزیں ہیں سبھی جلدی کی
 جو کچھ بیہوش کی چیزیں کوئے پہاگے ہیں اور کچھ بیہوش اور اس کی کوئی دیکھتے ہیں بلاتیں۔ اور جو کچھ وہاں جو اور ہیں
 کیا ہو جیتا تھا اور کچھ بیہوش کوئے تو اپنے باب یا ان کی میراث ایسی اہل میں لانا ہے۔ سبحان الله۔ کہنا
 تب کہ تو قدامت کا یقین نہیں ہے کیا تو پورا حساب لینے سے بہین دیر تا۔ اسی شخص جو
 ہمارے نزدیک ملکسترون میں شمار ہے تو کیوں کہ پیو دیکھا۔ کہنا چنانچہ حالانکہ تو جانتا ہے کہ میں
 حرام کہا اور ہوں اور حرام ہی رہا ہوں۔ اور کیوں کہ تو کہہ دیتا ہے اور عورتوں سے نکاح کرتا ہے
 یتیموں اور یتیموں اور یتیموں کے مال پر جو اللہ تعالیٰ نے ان کو نصیب عین دیا ہے۔ پس تو ان
 اور اور عورتوں کے مال واپس کر دے اگر تو نے ایسا کیا تو میرے خدا نے تجھے قدرت دی تو خدا ہی میں خدا ہے
 نزدیک ہو اور جو کچھ اور کچھ کہی تھی کہ جس سے نہیں قتل کر دے کہ میں کہہ کر دو دفع
 میں داخل ہوا ہے۔ قسم خدا کے اگر حسن اور حسین کے جیسا تو نے کیا
 میرے جیسے دن سے معاف کر اور تو مطلب یا پوئے مجھ سے اسے ارادہ میں
 بیان کچھ کہ میں اون سے حق لے اور قسم اور کچھ اور کرتا ہوں خداوند رب
 العالمین کی قسم کہ کہتا ہوں۔ جس کو تو کس میں آتا جو سمجھ لیا ہے اور کچھ اور کسے
 حال یہ کہ جو کچھ میں اور کچھ میراث اپنے بعد۔ پس تو وہاں میراث کرنا ہے اور کچھ
 جو نکاح چکا ہے۔ اور میرے کے نیچے دفن کیا جائیگا۔ اور سمجھ کر میرے
 کچھ مال پیش کرے جائیگا۔ جسے مقام میں کوئی نام اور اس میں خستہ کی لڑا
 کر گیا۔ اور عقوق حاکم کر گیا اور اس کو بھی سے آرزو کر گیا۔ اور کہہ ان جو کچھ
 دلت ہے۔

شرح میں جو اس وقت میرے سامنے موجود ہے بعد نقل ایک دوسری خط کے کہتا ہے
 اقول المروئی ان الکتاب الاول الى عبد الله بن عباس كما هو في بعض النسخ حين كان
 والياله على البصرة - قطع نظر اس سے کہ حضرت رضی نے اپنی ناموس مذہب کے حفاظت
 ایسی الی بعض عالم تحریر فرمایا اور صاف نام نہیں لیا یہ خط کس قدر ابن عباس کے اعمال شنیعہ
 اور احوال غصیہ حرص دنیاوی اور طمع مال اور مخالفت امام حق وغیرہ کا ظاہر کرتا ہے معلوم
 نہیں باوجود اسکی حضرت مجیب اور انکی حاشیہ کیوں کرام میں شمار کر رہا ہے حالانکہ
 شہادت شہید ثالث گذارش ہو چکا ہے کہ غیر معصوم کے اصلاح کے لئے تاویل کی
 کچھ ضرورت نہیں - اور یہی ابن عباس میں جنکا اصل اور اعلیٰ ہونا شہید ثالث میان فرماتا
 ہیں حضرت کلینی امام سید الساجدین زین العابدین سے روایت فرماتے ہیں کہ بیت
 دس کلان فی ہذہ الخ یعنی خود دنیا میں راہ حق سے نابینا ہی وہ آخرت
 میں ہی راہ جنت سے اندھا ہوگا - اور اس سے بھی زیادہ گمراہ ان ہی حضرت ابن عباس
 اور انکی والد ماجد حضرت عباس کے حق میں نازل ہوئی اذنتہی الکلام اور یہی ابن عباس ہیں
 کہ حضرت مفسر صافی اپنی تفسیر میں ان کی حق میں روایت فرماتے ہیں - وعن الباقر قال
 قال امير المؤمنين بعد وفات رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في المسجد والناس مجتمعون
 لبعثنا غلاما الدين كبر ولو صدوا عن سبيل الله اضل اعمالهم فقال قال له ابن عباس يا ابا الحسن
 لم قلت ما قلت قال قرأت شيئا من القرآن قال قلت قلتم قال نعم ان الله يقول في كتابنا انكم
 الرسول فخذوه وما ينهى عنكم عنه فاتبعوا فاستشهد على رسول الله انه سخطكم قال قلت
 رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اوصى الامم قال فلهذا يا يعنى قال اجتمع الناس على ابي بكر
 (جنہوں نے کلمہ کیا اور منہ ہندو اندھ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین نے بعد وفات حضرت علی کے صحابہ میں جبکہ لوگ مجتمع تھے چلا کر فرمایا
 اے اب سے فرمایا قرآن کے آیت پڑھی ہے ابن عباس نے کہا اے ابا الحسن یہ کون
 اندھ تھا اسے ہے اپنی کتاب میں فرمایا ہے (جو تمہارا ہی پاس رسول صلاوی اور سکولہ اور جس سے منع کرنا
 اور سب کو باز رہو) کیا تو کوئی دینا ہی کہ حضرت نے ابوبکر کو حدیث نہایت عین کی اس میں حضرت سے نہیں ملتا کہ اسکی رعیت کو فرمایا
 تو پھر جس کیوں نہیں دیتی عن کیا سب لوگ ابوبکر پر مجتمع ہو گئی - ۱۲ -

فقلت منهم فقال امير المؤمنين كما اجتمع اهل العجل على العجل هم ناقستهم ومثلهم
 كمثل الذي استوفد نارا فلما اضاءت ما حوله ذهب الله بنورهم وتركهم فطالت
 لا تبصر فرق. ثم بكم عنهم فمهم لا يرجعون۔ اس حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ سجادؑ
 ابن عباسؑ کو سالہ پستونین تھی یہی ابن عباسؑ میں کہ روایت حلت متعہ کی بارہ میں حضرت
 امیر نے انکی نسبت فرمایا ایک رجل نامہ۔ منجملہ صحابہ کرام کی حضرت عباسؑ اور حضرت عقیلؑ
 قاضی نور اللہ شوستری نے مجلس میں لکھا ہے در کتاب کامل بہائی از امام محمد باقرؑ روایت
 کہ حضرت امیرؑ در ایامیکہ خلافت درست غاصبان بودند اما گفتہ۔ واللہ لو کان حمزہ وجعفر
 حیین ماطع فیما ابوبکر ولکن انتلیت بجليصین جانیین عقیل والعباس۔ نقل از
 اور انہی ہر روز گزار کی نسبت روایت سابقہ کے ہم معنی روایت ہے جسکا ترجمہ ملاحظہ فرمایا
 حباب القلوب میں لکھا ہے۔ کہ سدید از حضرت امام محمد باقرؑ العلوم پرسید کہ کجا بود عزت
 و کثرت و شوکت نبیؑ ہاشم کہ حضرت امیر المؤمنینؑ بعد از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم
 از ابو بکرؓ و عمرؓ و سائر منافقان مغلوب گردید حضرت فرمود کہ از نبیؑ ہاشم کہ اندہ بود جعفر و حمزہ
 کہ در رعایت ایمان یقین دار سابقین اولین بودند لیعلم بقا رحلت کردہ بودند و در و مر و ضعیف
 الیقین فی لیل تارہ سمان شدہ بودند عباسؑ و عقیلؑ ایشانرا در جنگ بدر سیر کردند و آزاد
 کردند ایمان چنین قوی نمیدارد بخدا سوگند اگر حمزہ و جعفر حاضر می بودند در ان فتنہ ابو بکرؓ
 و عمرؓ یا امیؑ آن نہ داشتند کہ حق امیر المؤمنینؑ را غصب کنند و اگر کسی میگردد نسبت
 ایشان را می کشند۔ نقل از منشی الکلام۔ اور یہی حضرت عباسؑ میں کہ انہوں نے
 بعد وفات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہا تھا کہ حضرت امیرؑ کے ہاتھ بیعت کر لوں
 ۱۔ میں یہی ادب میں تھا۔ حضرت نے فرمایا جیسا کہ سالہ پست کو سالہ پست ہو گئی اسجگہ سے تم بھی
 ہدی (چہارمی کہادت) اس شخص جیسے کہ آگ جلائی پس جب گرد اگر در روشن ہو گیا۔ تو اذنی
 از نکا نور کہود با ۱۱۔ ۱۲۔ حدیث کی قسم اگر حمزہ و جعفر زندہ ہوتے تو ابو بکرؓ مسراست کر طمع نہ کرتے لیکن
 ابن دود بھون بن جو عقیل و عباسؑ میں مبتلا ہوں۔ ۱۱۔

لیکن حضرت رضی اللہ عنہ نے تعلل و تردد فرمایا اور حضرت نے بیعت قبول کی اور کیونکہ قبول فرماتے
آپ کو معلوم تھا کہ حق ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ نہج البلاغہ میں وہ خطبہ مذکور ہے جس میں حضرت عباس
کی درخواست بیعت کا ذکر ہے۔ اور قاضی صاحب شوکت رحمہ اللہ نے مجالس میں بھی ذکر عباس
لکھا ہے تاکہ بعد از فوت حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امیر گرفتار آمد دید کہ ابایک حتی
لا یختلف فیہ الاثنان باوجود حضرت عباس کے اس سدا یت کی کہ یہی سہام ملامت
نہیجی بلکہ جناب امیر نے انکی اس درخواست پر اعتماد نہ فرمایا اور اسکو نفاق پر محمول کر کے
قبول نہ کیا۔ اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کے امیر معویہ رضی اللہ عنہ کی رفاقت اور حضرت امیر
کے ترک رفاقت بلکہ مخالفت طشت از باہم ہے۔ پس جبکہ انہوں نے معصیت کرامت سے نکال دیا
تو یہ حضرات باوجود ایمان و مائت موضوع کی کیونکہ کرامت ہے۔ چونکہ بحث طویل ہو گئی یہی مختصراً
چند اصحاب کے حالات و احوال فقار سے ذکر کر کے ختم کرتا ہوں۔ جس مسئلہ انکی ہاتھ بن زید
کو وہ حسب تصریح کتاب نہج الحق مدعی اپنی امامت کا ہوا تھا اور تفسیر المہیت سے واضح ہے
کہ حروف ثقات میں رفاقت حضرت علی کی ترک کی منجملہ دیگر خیر میں ثابت نہ ہوا تین ہے
مجالس المؤمنین اور کامل بیانی سے واضح ہے کہ یہ حضرت اول دن میں ان کے بیٹوں نے سعد بن
عبادہ کی خلافت پر اسکو غلام تھا منجملہ دیگر عامر بن داؤد میں جو امامت محمد بن حنفیہ کے قائل ہوئے
اور امام سید الساجدین کی امامت سے انکار کیا جس مسئلہ انکی ابوذر میں جامعین بیانیہ پر ایسی
انکی نفی اسلام پر دلیل لائے سن اور بقول ابو جعفر بن محمد بن علی قمی صاحب صفات ائمہ
اخوت پیغمبر سے خارج ہیں جس مسئلہ انکی برادر بن عازب میں کہ انہوں نے گواہی کا انھیں کیا حضرت امیر
نہ انکو بدعاً و فرائی کہ نابینا ہو گئی کما فی الکشی و خلاصہ لاغزال اور امام حسین کے ساتھ کہ بلا جائے
نہج لفظ کیا کما فی مجمع البحرین و بیاض الفخری منجملہ دیگر ابن مسعود میں کہ باقر مجلسی نے
حیات القلوب میں درود مطاعن و ذمائم ابن مسعود کا احادیث ائمہ سے اعتراف کیا ہے۔
یعنی اپنا ہاتھ پہلا دین آپ سے بیعت کر لیں تاکہ ہر ایک بارہ و بیست شخص ہی اختلاف نہ کریں۔

منجملہ اذکر حذیفہ بن کہ بفقہ اصحاب منجیس الرجال کے حذیفہ اور ابن عوف و ابوالخیر سفارہ
 شہابین اور شیخ صاحب المثل الاقوال نے بخبرہ المکین کے شمار کیا ہے اور عمار کو خلفاء حکم کوثر کا مقبرہ
 کیا۔ اور سلمان کو حضرت عمرؓ نے مدین کا حاکم بنایا۔ اور ابو ذر و سلمان و مقداد کو پڑوسی پڑی
 لڑائیوں پر پہنچا کماض علیہ فی الشافی لکھ کر حالانکہ کلینم فیصل امام باقر کے موجود ہے جس کا
 حاصل یہ ہے کہ اسی ابو بصیر کو فی شیعہ دینار بنی امیہ سے نہیں پایا بلکہ پادسی دین اور سکا
 مثل اور امام کاظم سے مروی ہے کہ جو میں پہاڑ پر سے گر کر پان پان ہوں۔
 اس سے بہتر ہے کہ کسی سلطان کی طرف سے عامل ہوں پس بموجب ان روایات کے ابو ذر
 سلمان مقداد ہی زمرہ خلفاء سے ہو کر معصیت سے نہ بچی آکھ من آؤ الفقار اور قبول
 حضرت مجیب کے کرامتوں پر طبعی علاوہ ازین اگر بالاجمال دیکھا جاوے تو کوئی صحابی خالی
 از معصیت نہیں لیجی چند روایتیں مختصر ذکر کرتا ہوں۔ مقداد کو ذکر میں قاضی صاحب
 مجالس میں فرماتے ہیں و شیخ ابو سعید رشتی کہ از علما امامیہ است در کتاب سمار الرجال
 باسناد خود از حضرت امام محمد باقر و روایت نموده اورد الناس الاثنتہ نفر سلمان ابو ذر
 و المقداد فضلت فعمار قال کان صاحب حسنة ثم رجع قال ان اردت الذی لم یثک و لم یذکر
 شی فالمقداد صدوق طائفة شیخ ابن بابویہ سے در علل الشرائع باسناد خود از حضرت
 ابو عبد اللہ روایت میکند قال علیہ السلام لما کان یوم احداثهم اصحاب رسول الله صلی الله
 علیہ وسلم حتی لیرق معہ الاصلیہ ابیطالب ابو جانه سماک بن خثمة - عنکاشم القلم
 اور تفسیر صفائی میں ہے لکھا ہے و لیرق مع رسول الله ابو جانه سماک بن خثمة و علی تفسیر مسلم بن
 قیس میں سلمان سے مروی ہے جس کا ترجمہ باقر مجلسی نے حق یقین میں کیا ہے
 سلم - سواتین شخصوں کے سب مرتد ہو گئی۔ سلمان - ابو ذر - مقداد - میں نے توبہ اور توبہ دیا کچھ پر گریا تا
 بہر لوث آیا۔ فرمایا اگر ایسا شخص چاہی جس کو شک نہ ہو اور وہ سکے و زمین کچھ (مرد) نہ آیا ہو وہ مقداد
 ہے سلم امام ابو عبد اللہ نے فرمایا جب احد کی لڑائی ہوئی تو سب اصحاب نے شکست کھائی اور ہر گئی
 اور حضرت کے ہمراہ سوائے علی - اور ابو جانه کے کوئی باقی نہ رہا - ۱۲ -

قال فلما كان الليل حل على قاطمة على حمار واخذ بيدي الحسن والحسين عليهما السلام فلم يدع
 احدا من اهل بيته من المهاجرين ولا من الانصار الا انا في منزله وذكروا حقه ووداعه الى الصلوة
 فما استجاب له الا اربعة واربعون رجلا فاهراما يصيحوا محلقين رؤسهم معهم سلاحهم على
 سايحوا على الموت فاصبحوا الميواف منهم الا الاربعة فقلت ليمان من الاربعة قال انا وابودر
 والمقداد والزبير بن العوام - عز منتهى الكلام - مصنف كتاب اختصاص عمرو بن ثابت كبر
 قال سمعت ابا عبد الله يقول ان النبي صلى الله عليه وسلم لما قبض ارتد الناس على عقاقير انكار الاثثة
 سلمان والمقداد وابودر الغفاري وانما قبض رسول الله جاء اربعون رجلا الى علي بن ابي طالب
 فقالوا لا والله لا نعطي احدا طاعة بعد الان لا قال ولم قالوا اسمعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم
 في اليوم غد قال اتقوا قالوا نعم قال فاتوا غدا محلقين فاما هؤلاء الاثثة قال وجاء
 عمار بن ياسر بعد الظهر فقر بيدا على صدره قال له مالك ان تستيقظ من نومة الغفلة
 فلا حاجة لي فيكم انتم لم تطيعوني في خلق الراس فكيف تطيعوني في قتال جبال الحديد فلا
 حاجة فيكم اوراسي كتاب بين دوسري جگر روایت ہے عن ابن عیسیٰ فہر عن ابی
 عبد الله قال سلمان كان منه الى ارتفاع الهنا فعاقبه الله ان وجي عنقر حتى صيرت

طے جب رات ہوئی تو علی نے قاطمہ کو گدھی پر سوار کیا۔ اور حسین کا ہاتھ پکڑا۔ اور عمار بن دینار و انصار اہل بدر میں سے
 کسیکو چھوڑا مگر اوسکو گھر گئے اور اپنا حق یاد دلایا اور اپنی نصرت کی طرف دعوت کی۔ پس انھوں نے اہل بدر
 آدمیوں کے اور کسی بھی آپ کی اعانت قبول نہ کی۔ آپ نے انکو حکم کیا کہ صبح کے وقت سہ منہ انکو مسخ
 ہو کر موت پر بعیت کے لیے حاضر ہوں۔ جب صبح ہوا تو سوا گئے چار شخصوں کے کہ ان میں
 سی اور کوئی نہ بیجا۔ میں نے مسلمان سے پوچھا چاروں کون کون بنے۔ کہا۔ عین اور ابوذر اور مقداد
 اور زبیر بن العوام۔ امام ابو عبد اللہ سے سنا فرماتے ہیں جب رسول اللہ نے وفات پائی سوا مسلمان۔ انہوں
 - مقداد کے سب لوگ مر رہے تھے اور جب حضرت کی وفات ہوئی تو جناب امیر کے پاس چالیس آدمی آئی۔
 اور کہا خدا کی قسم ہم آپ کی اطاعت کی بیعت نہ کریں گے۔ آپ نے فرمایا کیوں کہ
 ہمیں حضرت کے سنا۔ کہ وہ خیر کے دن آپ کے اب میں فرماتے ہیں کہ فہر یا مارنے
 مرے پر راضی ہو کہا ان کو فرمایا تو صبح کو سہ منہ انکو میرے پاس آؤ۔ سوا دن تین آدمیوں کے اور کوئی
 ابکی پاس نہ آیا امام ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ عمار بعد خیر کے آیا آپ نے اسکی سینہ پر ہاتھ مارا اور کہا اپنی غفلت کی نیند سے
 اب تک نہیں جاگا۔ جاو چکو تمہاری کچھ ضرورت نہیں جب سہ منہ آئی میں تمہیں میری اطاعت نہ کی تو یہی کہہ کر
 ساتھ لڑائی میں کہہ کر اطاعت کر دئے تمہاری کچھ حاجت نہیں۔ امام ابو عبد اللہ سے مراد ہے
 انہوں نے فرمایا کہ مسلمان سے تاخیر نہ چڑھی تاکہ ہوئی خدا نے اسکو یہ سزا دی کہ اسکی گردن
 کو پھیل گیا یہاں تک کہ -

مثل السعة حراً وابو ذر منته الى وقت الظهر فاقبل الله الى انسلط عليه عثمان حتى حمله على قتب
واكل لحم البتة وطرده عن جوار رسول الله ﷺ فاما الذي لم يتغير منذ قبض رسول
ﷺ الله عليه وآله حتى فارقت الدنيا طرفة عين فالمقداد
ابن الاسود لم يزل قائماً قابضاً على قائم السيف عينا فعند الميعين ينظر حتى ياتيهم
حاصل روایات یہ ہے کہ صحابہ کرام میں سے کوئی معصیت سے نہیں بچا بلکہ ارتداد
سے نہیں بچا حضرت مقداد اگرچہ داخل مرتدین نہیں لیکن فرار جنگ احد سے جو کبیرہ ہے
اوج کفر حق میں دارد ہے فَقَدْ نَكَاهُ بَعْضُ بَنِي لُحَيْشٍ وَمَا وَادُجَحْشَمُ وَسَاءَتْ مَصِيرًا
آپ کی طرف منسوب ہوگا اور کرام ہونے سے بروایات مستبعد خارج ہونگی۔ پس اب کہنا
چاہی کہ ہمارے حضرت محیب کا فرمانا کہ حاشا وکلا کہ شیعہ صحابہ کرام کو بڑا جانتی ہوں قرآن
توہی وہ صحابہ جنکی کرام ہونے کے ہماری محیب قائل ہیں وہ کون ہیں کرجن سے کوئی
معصیت سرزد نہیں ہوئی وہ یہ ہے بزرگوار ہیں جنکی اوصاف کتب شیوہ سے مذکور ہوئی
یا کوئی فرضی ہیں اگرچہ خصال ابو جعفر محمد بن بابویہ سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ جنکی خلقت
حسب مذاق محیب بسبب کرام ہو سکتی تھی بارہ ہزار میں حدیثنا احمد بن جعفر الحمصی
قال حدثنا ابراهيم بن هاشم عن ابيه عن ابن ابي عميرة عن هشام بن سالم عن ابي عبد الله
عليه السلام قال كان اصحاب رسول الله ﷺ اثنا عشر الفاً ثمانمائة الف من غير النبي
والفان من المدينة والافان من الطقات المرفهين قدرهم ولا هم جي ولا هم ري ولا معتزلي
ولا صاحب رأي كانوا يكون الليل والنهار يقولون افضل واجل قبل ان ناكل الخبز الخبز البتة

صحی روایت ہے کہ ہزار سے

کے کھل سرخ و دل بار سولی کے چوٹی اور بار سولہ سو تیرہ لاکھ ہوئی خدا تعالیٰ اس کو یہ سزا دی کہ عثمان کو اس سے
سہ کیا اور سب کو کسی فالان پر سوار کیا جس سے اس کا سر میں زخمی ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پڑوس سے اور کچھ کھل
دیا لیکن وہ شخص خیرہ وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہی تک مطلق نہیں بدلا۔ مقداد بن الاسود ہے ہمیشہ تلوار کا
نصہ چڑھے اور کھینچ کر ان کے پاس لائی مستعدی کے ساتھ تشریف لے جاتا کہ حضرت کعب حکم نہ دیتے ہیں۔ ۱۵۔
امام ابو عبد اللہ سے مروی ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ ہزار تھے ان میں تیرہ ہزار عہدہ سے ہمارے اور دوا
عہدہ والے اور دوا تیرہ خلیفہ اور دین کوئی تہا د کوئی مرجی تہا د کوئی خاکہ جی تہا د کوئی منتشر لی تہا۔
تو کوئی دین میں راضی کو دین و دینی والا تہا د کہا کرتے تھے کہ خداوند از خمیر می رودنی کہا کرتے تھے چیلے
ہمارے جان نکال لے۔ ۱۶۔

یہ تہذیب اور غیر مذہب سے دس ہزار اور طلاق و دھنڑا رہی اس میں معلوم نہیں
 وہ حضرات جنکی مناقب و فضائل کتب شیعہ سے بیان ہو چکی ہیں داخل میں یا خارج
 اور یہ حضرات باوجود ان مجاہد کے مرتدین میں معدود ہیں یا نہیں یا ہی متناقص
 و تہافت روایات کچھ اسی موقع پر مختصر نہیں ہے۔ مانند یا واقعہ کثرت فی الاسلام
 صد ہار روایات میں یہی کیفیت تعارض و تناقض کے ہی بخیر تفہیم کوئی مفسر نہیں
 دیکھ سکتا۔ دلیل المعجز۔ پس جبکہ تمام صحابہ معاذ اللہ روایات مقبرہ قوم عاصی
 اور فاسق بلکہ مرتد ہوئی تو صفت احترازیہ ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ اس وقت صفت
 احترازیہ ہو سکتی ہے کہ جب بعض کرام اور بعض غیر کرام ہوں اور جب اہل سنت کے نزدیک
 سب کرام ہیں تو حسب مذہب اہل سنت صفت احترازیہ نہیں ہو سکتی اور شیعہ کے
 نزدیک سب غیر کرام ہیں تو ان کے نزدیک ہی صفت احترازیہ نہیں ہو سکتی تو اس سے ثابت ہوا
 کہ اہل سنت سب کو بہتر و برتر سمجھتی ہیں اور یہاں کہہ رہے ہیں اور شیعہ سب کو برتر سمجھتی ہیں اور
 بد کہتی ہیں پس حضرت عجیب کا حصر کے ساتھ فرمانا کہ ان کو ہی پیراجانتی ہیں جس سے پیا جاتا ہے
 کہ بعض مراد میں غلط ہوا باقی رہا کتب فریقین سے ثابت کرنا سو یہ ایک خیال
 باطل ہی کیونکہ اہل سنت کے نزدیک دو قاعدہ کلیہ میں اول یہ کہ بعد انبیاء کی
 کوئی معصوم نہیں دوم یہ کہ وصف صحابی کی ساتھ جلیں ایمان ہی مانو وہی
 کوئی معصیت منضرت نہیں پوچھا جاتی اور کرام ہونے سے نہیں خارج کرتے جیسا کہ
 شیعہ متعہ نکاح میں فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ متعہ کر نیسے درجہ جلیں کا پادری اور دو دفعہ
 کر نیسے درجہ جلیں کا اور تین دفعہ میں علی کا اور چار دفعہ متعہ میں خود حضرت افضل بن علی
 والمرسلین کا درجہ اوڑا دے یا جب اہل بیت کے باب میں فرماتے کہ باوجود کفر کے
 یہی ذریعہ نجات و قلاح ہے تو جب وصف صحابہ کے ساتھ کوئی معصیت درجہ الکفر
 مفسر نہیں تو اہل سنت کی کتابوں سے غیر کرام ثابت ہونا محال ہوا غایت ماننے

حیجان من الانصار وقبل هاجنوسل من الخراج وبنو حار تمن الادس وکانا جنتا
 العسکر سبک حضرت مفسر صافی رحمی کی دیانت و دین قابل فاشا ہے وہ طائفان شکم کی تفسیر
 میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد عبد اللہ بن ابی سہیل منافقین اور اسکی اصحاب ہیں۔ اول تو
 اس سے لفظ طائفان جو ثنیہ واقع ہے صریح انکار کرتا ہے۔ بعد اسکی لفظ شکم اسکی تفسیر
 ہے یہاں ہم حق تعالیٰ فرماتا ہے اللہ اور مکہ دلی ہے تو اگر منافقین کے ساتھ خدا تعالیٰ
 کی سوالات تسلیم کیا سبکی تو بہت سہولت قطعہ شیعہ کا استیصال ہو جائیگا۔ (۴)
 إِنَّ الدِّينَ تَوَلَّوْا أَنْتُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْجَمْعُ إِثْمًا سَيَرَهُ لَكُمُ الشَّيْطَانُ بَعْضُ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ
 عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (۵) الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ
 مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقُوا أَجْرٌ عَظِيمٌ الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ
 إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ
 (۶) فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أَضِيعُ عَمَلٌ عَامِلٍ مِنْكُمْ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ نِسِيٍّ عَنْكُمْ
 مِنْ بَعْضِ الَّذِينَ هَاجَرُوا وَآخَرُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَآوَدُوا إِلَىٰ بَيْتِ اللَّهِ وَقَتَلُوا
 لَا يَكْفُرُونَ عَنْهُمْ سَيَاتِهِمْ وَلَا دَخَلَتْ فِيهِمُ الْحَزَنُ حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ
 وَاللَّهُ مُجِيبُ دُعَاءِ الْتَوَّابِينَ اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ نے ہاجرین کے لیے تفسیر سیات اور
 ادخال حیات اور ثواب عظیم کا وعدہ فرمایا جسکا خلف محال ہے اور تکفیر سیات سے
 اسطرح اشارہ ہے کہ اوستی قوع سید کچھ ممتنع نہیں ہے اور نہ قارح ابھی تضرعت کو ہی (۷)

سے تحقیق جو لوگ مہینہ موڑ گئی تھیں جن سے اس بدل کر لیں اور جہاں میں سو اسکی ہیں کر گزرا اور کوشاں سے بعض
 اور سچے سے کرنا یا تھا انہوں نے اگر تحقیق معاف کیا اللہ نے اوستی تحقیق اللہ بخشنی والا بخشنی والا ہے
 جس لوگوں نے قبول کیا یا اسکی اللہ کے اور رسول کے پیچھے اسکی کہ ہوسکتی اور کھڑے اسے اور لوگوں کے کہ سبکی کرے
 جس اور جن سے اور برسرکاری کرتے ہیں ثواب بڑا۔ وہ لوگ کہتے انکو لوگوں کے تحقیق آدمی تحقیق جمع ہو کر
 میں یا اسکی تمہاری ہیں کہ وہ تو سب سے زیادہ کیا اور کونان کیا انہوں نے کلامت ہی کہو اللہ اور
 اچھا کارب آدمی۔ ۵۔ لیکن بدل کیا واسطے اور کے رب از کجی نے یہ کہ میں نہیں ظالم
 کروں گا عمل کسی عمل کر ہوا اسکا نہ میں سے مرد سے عورت سے بعض تمہاری بیعتوں میں
 پس جن لوگوں نے وطن چھوڑا اور کجی گروں اسے اور ادا دی گئی سچ راہ میں اور اگر سے اور کجی سے
 اللہ اور در کجی سوا دینی راہ میں اور کجی اور اللہ اور کجی میں انکو بیعتوں میں پس میں کجی اور کجی سے نہر بن ثواب
 رب ایک خدا کے اور اللہ مذکور اسکی ہے اچھا ثواب۔ ۲۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَانصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ حق تعالیٰ شانہ نے اس آیت شریفہ میں مہاجرین و انصار کے لیے فضیلت فی الایمان کی شہادت دی۔ اور ضمیر فضل کے توسط سے جو حصہ کو مفید ہو اُنکی کمال ایمان کو محقق فرمایا اور اُنکی مغفرت اور ثواب فیع کا وعدہ فرمایا لیکن انہوں نے حضرات شیعوں نے اُنکی حق میں مغفرت عظیمہ کو لعنت فاحشہ سی اور ایمان کمال کو کفر شدید سے اور ثواب کریم کو عذاب عظیم سے بدل دیا۔ سچا کتاب امتنان عظیم۔ (۸) وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَوَرَّضَ عَنْهُمْ وَاعْدَ لَهُمْ جَنَّاتٍ جَرَّتْ بِحُجْرَتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ نے مہاجرین و انصار کی جو کچھ مدح فرمائی محتاج شرح نہیں حضرات شیعہ کی تاویل ملک تحریف میں بحر اسکی اور کچھ نہیں کر سکتے کہ اسکو ابوذر مقداد وغیرہ کے ساتھ مخصوص فرمائیں اور پہلے اُنکی حالات معلوم ہو ہی چکی ہیں علماء ازمین جمع معرفت بلام الفاظ عموم سے ہیں بالاتفاق۔ (۹) إِنْ اللَّهُ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعَدَ عَلَيْهِمْ حَقًّا فِي التَّوْبَةِ وَالْجَنَّةِ وَالْقَرَارِ وَمَنْ أَتَى بِالْعِدَّةِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ التَّائِبُونَ الْعَبِيدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ وَالْمُغْرُوفُونَ وَالْقَائِمُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْخَفِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ (۱۰) لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ

الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْحُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَرِيحُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُم بِرِجْمِ تَعْلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَفُوا حَتَّى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا حَبَّتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ أَنْفُسُهُمْ وَفُتُوا أَنْ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ (١١) الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَكْظَرُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ يُعْتَمَرُ لَهُمْ مِنْهُ وَرِضْوَانٌ وَحَبِطَ لَهُمْ فِيهَا النَّارُ فِيهَا أَبَدَاتُ اللَّهِ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ (١٢) لَكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَأُولَئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ إَعِدَّ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ خَزَايَاهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (١٣) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَدَّ

[illegible]

فَیْرَی مِنْ خُجَّهَا اِلَیْهِمْ یُخْلِذُوْنَ فِیْهَا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اِلَا
 اِنْ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُصْلِحُوْنَ (۲۳) یَنْفَقُ اَمْوَالُہَا فِیْ سَبِیْلِ الدِّیْنِ اٰخِرُ حَوَامِزِ دِیَارِهِمْ
 وَاَمْوَالُہُمْ یَتَّبِعُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَیُصْرُوْنَ اللّٰہَ وَرِیْثَہُ اُولٰٓئِكَ ہُمُ الصّٰدِقُوْنَ
 (۲۴) وَ الَّذِیْنَ یَتَّبِعُ الدَّارَ وَ الْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِہُمْ یُجِیْتُوْنَ مِنْہَا جَمِیْعًا اِلَیْہُمْ وَ لَا یُجِیْدُوْنَ
 فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا وَ یُؤْتُوْنَ عَلَی الْاَنْفُسِہُمْ وَ لَوْ کَانَ لِہُمْ خَصَاصَةٌ وَ مِّنْ
 یُّوْقَ شَتْمَ نَفْسِہِمْ قَاوِلَیْکَ ہُمْ الْمُصْلِحُوْنَ - علی بن ابی القیس اور بیت آیات میں جو عسوما
 و خصوصاً صحابہ کرام کی مدح میں وارد ہوئیں و جن سے صحابہ کبار و ہاجرین انصار کے فضائل و مناقب ثابت
 ہوتی ہیں نصف البیہ کے پہلی تو اب آیت ہی کافی ہے۔ اور انہی انصافی کے سامنے تمام قرآن ہی مفید ہیں
 پہلی ہی سبھی چند آیات کے مختصر بیان پر کلفا کر کے بعض آیات کو خوف تطویل بلا تقدیر ہستہ لال ذکر
 کر دیا مختصر اپنی اول و ایات کو سن لیجئے جن سے صحابہ کرام ہونا کا شمس فی واقعہ التہار ثابت ہوتا ہے
 یہ سید ولد اعلیٰ لکھنوی نے اساس الماصول میں صفحہ ۷۷ پر اور بحار مجلسی کی جلد اول میں
 صفحہ ۷۷ پر لکھی ہے ہم الفاظ اساس کے لکھتی ہیں - مٹھا ما اور ردہ الصدوق
 فی کتاب معانی الاختیار عن ابن الولید عن الصفار عن الخشاب عن ابن کلوب
 عن اسحاق بن عمار عن الصادق عن ابائہ و محمد بن الحسن الصفار فی بصائر اللہ ج ۱
 و الشیخ الطبرسی فی کمال الاحتیاج اعز الصادق (رضی اللہ عنہ) قال ما وجدتم فی کتاب اللہ عز و جل

سے دی اور انکو سب تہذیب کے اپنے طرف سے اور داخل کر گیا انکو بہشتوں میں چلتی ہیں نیچے اونکی گہرین جہنم میں رہتی ہیں
 بیچ اوکی راضی ہوا اللہ ان سے اور راضی ہوتی رہے اوس سے یہ لوگ ہیں گروہ خدا کے خبر واد ہو تحقیق گروہ اللہ کے وہ ہیں
 تسلیح پائیے۔ ۱۲ سے یہ مال اسطو فقیر دن و دن چھوڑ دینا لون کے جو نکال گئے گہر دن اپنی سے اور لون اپنی سے
 چاہتی ہیں نفس خدا کے سے اور رضا مندی اور مدد و مدد دین خدا کو اور رسول اوسکو کہ وہ لوگ وہ ہیں ۱۳ سے
 سے اور اسطو دن لوگوں کے کہ جگہ پکڑی ہے گہر ہجرت کے میں بیٹے مدینہ میں اور یان میں ہے اور شری
 دست رکھتی ہیں انکو جو وہ دن چھوڑ دینا اور انہیں پاتے بیچ دنوں اپنے کے عیش اوس
 چیز سے کہ دینی جاوین ہمار ہیں اور اختیار کرتے ہیں اور جانوں اپنے کے اور اگر وہ مال انکو تنگ اور
 جو کوئی بچ یا جاوے بچیل جان اپنی کی سے - پس یہ لوگ وہ ہیں - تسلیح پاتے والے
 ۱۲ - ۱۳ امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) فرمایا جو کچھ کتاب اللہ میں پاتو - ۱۲ -

قال عليه السلام لا ارم ولا عنة اكرم في تركه والترك في كتاب الله عز وجل وكان فمسته منى فلا غدر لكر
 في ترك سنتي والامر بكنز في سنتي فما قال اصحابي فقولوا له مثل اصحابي فيكم كمثل النجوم
 بايها اخذ اهتدى وبأي اقاويل الصمابة اخذتم اهتديتم واختلاف اصحابي اليكم
 رحمة - قيل يا رسول الله من اصحابك قال اهليلجيه - به سوال وجواب جو خاتمه روايت من في
 به سر حضرت صدوق کی گهڑت ہی کیونکہ لفظ اصحاب کوئی پہلی جہتان نہیں تھا جو کل کی
 ضرورت تھی پہلی ان خدات خود اسکو مثل صحر علاء جامع الاستفسار کی روایت اس منسوبہ کو صریح ظاہر
 کر رہی ہے۔ (۲) حدثنا الحاکم ابو علی الحسن بن احمد البیہقی قال حدثنا محمد بن خنیس
 الصوفی قال حدثنا محمد بن معین بن نصر الرازی قال حدثنی ابی قال سئل الرضا علیه السلام
 عن قول النبی اصحابی كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم وعز قوله دعوا الى اصحابي فقال
 هذا صحيح - عزایات بیتنا - از طبع الاخبار (۳) انا کا شمس علی کا لقمہ صحابہ
 كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم - عزایات بیتنا (۴) اللهم واصحاب محمد
 خاصة الذين احسنوا الصحابة والذين ابلاوا البلاء الحسن في نصره - صحیفہ کلمہ
 (۵) امام حسن مکتومی کی تفسیر میں ہے - ان رجلا من بغض آل محمد واصحابہ او
 واحد منهم یبذبه الله عذابا بالوقسم علی مثل ما خلق الله لاهلکم اجمعین عزایات بیتنا
 (۶) امام کی تفسیر میں ہے - فقال يا موسى اما علمت ان فضل صحابة محمد علی صحابة
 جميع المرسلين كفضل آل محمد علی ان جميع النبيين - عزایات بیتنا (۷) عالم فابن

وَأَنْتُمْ لِقَصْدِ دَعْمِ أَسَائِكُمْ تَأْتُونَ وَكَأَنَّكُمْ تَدْعُونَ اللَّهَ عَلَيْهِمْ تَرُدُّوهُ عَنْكُمْ تَصْدُرُ الْمِثْمُ
تَرْجِعُ نَكْمَتَهُ الظَّالِمَةَ مِنْ مَتَرَاتِكُمْ وَالْقِيَمَ إِلَيْهِمْ انْزِمْتُمْ وَأَسْلَمْتُمْ أُمُورَ اللَّهِ فِي أَيْدِيهِمْ
تَعْمَلُونَ بِالنَّبِيَّاتِ وَتَسِيرُونَ فِي الشَّوَاتِ وَإِيمَارَ اللَّهِ لَوْ فَرَّقُوا كَرَّمَكَ كُلُّ كَوْنٍ لِحَبْرِكُمْ
اللَّهُ نَشْرُيَوْمَ لَهُمْ أَقُولُ كَرَامَةُ اللَّهِ لَهُمْ بِالْإِسْلَامِ وَقَوْلُهُمْ كَأَنَّكُمْ أُمُورَ اللَّهِ إِلَى قَوْلِهِمْ تَرْجِعُ
إِيَّاكُمْ كَرَّمَكَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَالْحُلَّ وَالْعَقْدَ فِيهِ لَا يَنْهَمُ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ وَالظَّالِمَةُ
الْبَغَاةُ وَأُمُورَ اللَّهِ الَّتِي أَسْلَمْتَ فِي أَيْدِيهِمْ أَحْوَالُ الْعِبَادِ وَالْبِلَادِ - شَرْحُ نَهْجِ الْبَلَاغَةِ بِصِيغَتِهِ
(١١) وَمِنْ كَلَامِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِلْخَوَارِجِ فَإِنْ إِيْتَمَّ إِلَّا أَنْ تَرْجِعُوا إِلَى أَخْطَاتِ
وَضَلَالَتِ فَلَمْ تَضَلُّوا عَامَّةً مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ بِضَلَالِي الْحَرِّ - نَهْجُ الْبَلَاغَةِ
(١٢) وَمِنْ كَلَامِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى مَعُودِيهِ أَنَّهُ بَابِعِثُ الْقَوْمِ الَّذِينَ بَالِغُوا بِالْبَكْرِ
وَعَمْرُو عَمَانَ عَلَى مَا يَبْعَثُ عَلَيْهِمْ فَلَمْ يَكُنْ لِلشَّاهِدَانِ يُخَادِرُ وَلَا لِلْغَايِبِ أَنْ يَرُدُّوهُمَا وَاللَّهُ
لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ فَإِنْ اجْتَمَعُوا عَلَى حَرْبٍ وَسَمِعُوا أَمَامًا كَانَ ذَلِكَ لِلَّهِ رَضَى فَإِنْ شَجِمَ
مِنْهُمْ خَارِجٌ يَطْعَنُ أَوْ يَدْعُوهُ إِلَى مَا خَرَجَ مِنْهُ فَإِنْ أَبَى قَاتِلُوهُ عَلَى اتِّبَاعِهِ غَيْرَ
سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ وَوَلَاةَ اللَّهِ مَا تَوَلَّى وَلِيَصِلَ جَهَنَّمَ وَسَائِتُ مَصِيرًا - نَهْجُ الْبَلَاغَةِ

(۱۴) ما كنت الا رجلا من المهاجرين اردت كما اوردوا واصدرت كما اصدروا
وما كان الله ليجمع علم الضلالة ويضربهم بحصاة شرج بل الاغنة (۱۴) ان هذا
الامر لم يكن نصره ولاخذ لافه بكترة ولا بقلة وهو دين الله الذي اظهره وخذ الذي
اعزاه وامد حتى بلغ ما بلغ وطع مزجيت طلع ونحو على مواعيد الله في شهر (۱۵) وسن كلامه
عليه السلام في معنى الانصار قالوا لما انتهت الى امير المؤمنين ابناء السقيفة بعد وفات
رسول الله قال ما قالت الانصار قالوا قالت من اصيل ومنكم امير قال عليه السلام فهذا اجتماع
بان رسول الله وصي ان يحسن الى حسنهم ويتجاوز عن عيبهم - نهج البلاغة (۱۶)
ومر كل عام عليه السلام وقد شاوره عمر بن الخطاب في المخرج الى غزو الروم وقد توكل الله لاجل هذا الذي
باع عن الحوزة وستر العورة والذى نصرهم وهم قليل لا ينتصرون ومنعهم وهم قليل لا يمنعون
حي لا يموت انك حتى تسر الى هذا العدد ونفسك فتلقهم فتكذب لا يمكن للمسلمين
دفع انفس بلادهم وليس بعدك مرجع يرجعون اليه فالبث اليهم رجلا مجربا واحضر معه
هل البلاء والنضحة فان اظهر الله فذاك ما تحب وان يكن الاخرى كنت رداء للناس وضامة
للمسلمين - على القياس ان تتبع ما يكما جازت روايات فضائل صحابة واولادكم ايمانكم ثبت بآية نور
ليكن الكون في انصاف سويكي توأيك هي كافي في ابناء حاشيتا هي كاسطخ متخضر الطور بحكمة چند روايات

ایا جعفر کا نے مجلس عندہ ابو جعفر و یحییٰ بن زکریا و جماعہ کثیرہ فقال یحییٰ بن زکریا ما تقول یا ابن رسول اللہ
 فی الخبر الذی روی انہ تزل جبریل علیہ السلام و قال یا یحییٰ ان اللہ عزوجل یقرک السلام و یقول لک
 سل ایباکم هل هو ارض عنی فانی عندہ ارض فقال ابو جعفر است بمنکر فضل ابیکم و لکن یحییٰ علی صاحب الخبر
 ان یاخذ مثال الخبر الذی قال رسول اللہ فی حجة الوداع قد کثرت علی الکذابة و سئل من کذب علی متعدا
 فلیتوب مقعد من النار فاذا اناکم الحدیث فاعرضوه علی کتاب اللہ و سنتی فما وافق کتاب اللہ و سنتی
 فخذوا به و ما خالف کتاب اللہ و سنتی فلا تأخذوا به و لیس موافق هذا الخبر کتاب اللہ قال اللہ تبارک و تعالیٰ

خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَ لَعَلَّمَهُ مَدْرَسًا وَ تَعْلَمُ مَا تَشَاءُ مِنْ نَفْسٍ ذَاتِ قُرْبٍ اِلَيْهِ مِنْ خَلْقِ النَّوَارِدِ فَاَلَا سَبْحًا مَنَعَتْهُ عَلَيْهِ رَحْمَةً
 ابی بکر من خطبته سال عن مکون سرہ هذا استخيل فی العقول - انتهى - اس روایت سے صاف ثابت ہوا
 کہ امام معصوم نے فرمایا کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا شکر نہیں کیں صرف روایت کی صحت میں اس
 اور اسی پر کلام کیا جاتا کہ محض روایات و خرافات حضرات شیعہ امام معصوم کی طرف نسبت کرتے ہیں کہ یہ
 سوال کرنا ہرگز عدم علم کو مقتضی نہیں قرآن میں مذکور ہے خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو اس کی
 و ما ناک بیمنک یا موسیٰ اگر سوال عدم علم کو مقتضی ہے تو کیا خدا تعالیٰ نے نہیں جاننا تھا کہ موسیٰ کے
 اہل بیت میں کیا ہے - اور اگر سوال سے سوامی تحصیل علم کے جو پیشتر سے حاصل نہیں تھا کوئی دوسری
 غرض بھی ممکن ہے تو پھر اس روایت میں کوئی استحالہ قائم ہی کہ اس میں سوال بخبر عدم علم کے کوئی
 محصل حاصل نہ کیا گیا - بلکہ اگر حضرات قرآن میں تتبع فرمائیں تو معلوم کریں کہ بعض افعال خدا تعالیٰ

۱۳ امام ابو جعفر کے ساتھ کہ ایک مجلس میں تھا اور امام ابو جعفر اور یحییٰ بن زکریا و جماعہ کثیرہ ہوا تو یحییٰ بن زکریا
 کہنے لگے امام سے پوچھا اس سوال کے ذریعہ آپ اس حدیث کو بارہا میں کیا فرماتے ہیں جو روایت ہے کہ جبریل علیہ السلام کی خدمت میں آج اور
 کہ ایک شخص خدا تعالیٰ کے پاس سلام فرمایا کہ اے خدا تعالیٰ میں نے اپنے رب کو پہچان لیا ہے تو میری اس بات پر راضی ہو - امام ابو جعفر نے فرمایا
 کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا شکر نہیں کیوں لیکن اس حدیث والی پر لازم ہے کہ اس حدیث کی مثال کو تسلیم کریں حضرت ۳ -
 جبرائیل علیہ السلام میں کوئی ہے کہ جو حدیث کی سند میں ہے اور اس حدیث کی سند میں ہے اور اس حدیث کی سند میں ہے اور اس حدیث کی سند میں ہے
 جب تمہاری پاس کوئی حدیث آئی اس کو کتاب اللہ پر اور میری کتب پر پیش کرو جو کتاب و سنت کے موافق ہو اور اس حدیث کی سند میں ہے
 و سنت کے خلاف ہو اس کو نہ قبول کرو اور میری کتب پر کتاب اللہ کے موافق ہیں ہے کہ نہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جسے انسان کو میرا کیا اور میں
 جانتے ہیں اس کے دل کے دوسرے کو اور ہم اس کو سہارے سے ہے اس کی نزدیکی نہیں تو کیا اب تو میری رخصت نہ کرو
 اور رخصت نہ کرو خدا پرستیدہ ہے جو پرستیدہ ہے کہ اس کی رخصت نہ کرو - یہ امر عقل کے نزدیک محال ہے - ۱۲ -
 ۱۲ - اور کیا ہے یہی اہل بیت میں اسی سے ہے -

تو کچھ حرج نہیں اور فی حقیقت یہ شخص آپ کا خیال اور نعم ہی ہی درمحل ہے کہ اہلسنت کی تحقیق خلوت کتاب
 ثابت ہو جائے **قول** چنانچہ اس باب میں مختصر گزارش ہے کتاب الثبوت میں اگرچہ بہت سی آیات
 اس پر دل میں کر صرف ایک ہی آیت لکھتا ہوں سورہ جمعہ کے آخر کو ملاحظہ فرمائی واذاروا التجارة
 اولھوا انفسوا الیہ ما وترکوا قائما۔ صحیح بخاری میں کتاب الجہد باب انظر الناس عن الام
 میں پیار میں عبد اللہ کہتی ہیں ینما نحن فی صلۃ مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذ اقبلت علیہ تحمل
 لھما ما فالتمسوا الیہا حتی ما بقی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا اثنا عشر رجلا
 فترکنا ہذا الا یت واذاروا التجارة للرب انصاف فرمائی کہ نماز واجب ہے جسکو احادیث میں ہر جہاں
 مومن ارشاد فرمایا ہے اور رب الارباب کا مناجات کا مقام ہے اور وہ ہی رسول اللہ کی پشت اٹھ کر کھڑی
 ہے انفسا ضل کرنا اور آنحضرت کو کھڑا چھوڑنا اور تجارت میں مشغول ہونا یہی کرامت کی نشانی ہے
 کوئی شخص اگر نماز جماعت کو ایسا کام کے سمجھی سے قطع کر کے چلا جائے تو آپ اس کی حق میں کیا
 حکم فرمادیں ایک آدمی مومن نماز سب کو قطع کر کے خرید و فروخت میں مشغول نہیں ہو سکتا اور
 اگر ایسا کرے تو لوم و ملامت سے نہ بچے۔ **اقول** اگرچہ اس شخص کا جواب اقوال سابقہ سے واضح ہے
 لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ باضابطہ بعض فوائد پر ذکر و تفسیر متوجہ ہوتے ہیں یہی اس اعتراض کا
 وہ ہے ایک اپنا خیالی قاعدہ ہے جو خلاف اپنی روایات مذہب کے حضرت مجاہد نے تسلیم کر رکھا ہے
 وہ یہ کہ مصیبت بکثرت کو نفع کر دیتے ہیں اور ہم کہتی ہیں کہ جب خداوند تعالیٰ نے اونچی کفارہ سنیا
 اور دخول جنات کا وعدہ فرمایا ہے تو کوئی سیدہ و مصیبت دونوں کا کفر نہیں ہے اور بکثرت صحبت
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تریاق موم معاصی ہے پس یہ اعتراض اپنی کمال مناظرہ دانے سے خلاف
 اصول اہلسنت اپنی قاعدہ مسلمہ کی بنیاد ہی پس اس مناظرہ دانی کو آفرین ہے کہ آپ ہی ایک
 قاعدہ تراش لیا اور خیالی طور پر اس کو مسلمہ سمجھ کر اسی بنا پر اعتراض کر دیا چاہئے

۱۔ اور جب تجارت یا کسب و کسب میں نہ ہو کہ کھڑا ہو کر اور کھڑے چلی جاتے ہیں ۲۔ ہم حضرت کو ساتھ نماز میں نہیں لکھا
 ناظرہ لیکر آج سب اسطرح متوجہ ہو گئی۔ اور بارہ آدمیوں سے سوا حضرت کے ساتھ کوئی ایسی قریہ تو یہ نہ آیت نازل
 ہوئی۔ واذاروا التجارة الخ ۱۲۔

اس آیت کا جواب اس آیت کا زمین و کسب سے چلے گا

۱۲۲

وہ کہ عدہ سترہ بقبر اپنی نہر کے بیٹے سلاطین و چنانچہ پہلے بیان ہو چکا۔ پس انصاف کا حکم تہ
ہو چکا۔ اب میں اباب انصاف کی خدمت میں حضرت مجیب کے دعویٰ اجتہاد تحقیق حق کا دوسرا ثبوت پیش
کرتا ہوں بغور و احتیاط فرادین۔ ہماری محبت سے حدیث بخاری کو اور قصہ انصاف کو نماز جس سے پہلے
فرمایا ہی اور فرمایا کہ نماز قطع کر کے صحابہ جگہ گئی جو اتفاق سے یہ واقعہ غلط اور خلاف واقع ہے نماز قطع کر کے
ہرگز صحابہ نہیں گئی تمام مفسرین محدثین کا اتفاق ہے کہ یہ واقعہ خطیب کی استیذان سے پیش آیا چنانچہ مسلم کی
روایت میں صریح مذکور ہے تو یہی نہیں ہے کہ سنی محققین نے اس قصہ کو کہیں یہی روایت جابر بن
عبد اللہ کی جو بخاری کے کتب التفسیر میں مذکور ہے وہیں یہ لفظ نہیں ہے اور کی الفاظ اس طرح ہیں۔
عن جابر بن عبد اللہ قال اقبلت علی یوم الجمعة ونحن مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال
الناس الا انتا عسرہ جلا فانزل اللہ واذاروا الحجارة الخ۔ تو اس سے پتا لگیا کہ یہ قصہ حالت صلوة
نہیں بلکہ بمقتضا کمال انشراح میں کہ حضرت نے بطور اجتہاد سبکو حالت صلوة پر محمول فرمایا لہذا
الاستیذان کی کتابوں کو نہیں دیکھا تو اپنی کتابوں کو ضرور دیکھ کر حق لمقبین کا رتبہ حاصل کر لیا یہی تو اباب
سنی کے والد الامت صدیق سرور میری معنی جو کہ سند یہاں تو حسن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب
علی التبر فی یوم الجمعة اذ جاءت علی قبریش فذا قبلت من الشام ومعہا من یضرب بالبدن
وایضرب ویستعمل ما قد حطرہ الاسلام فذکر کو النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی المذبح والفقوا منہ
الی اللہ واللعب بعتفیہ وذا ہذا فی صماح موعظۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واما تلای علیہم من القرآن
فانزل اللہ عز وجل فیہم واذاروا الحجارة الخ۔ اگر حضرت صدیق صاحب کی شہادت سے یہی ثابت
ہو کہ یہ قصہ نماز میں واقع نہیں ہوا پس اب یہی تحقیق ہوا کہ آپ کی اجتہاد غلط ہے اور یہی تفسیر مجمع البیان
جو اس وقت میری سنانی رکھی ہو اس میں یہ روایت موجود ہے۔ وروی عن ابی عبد اللہ اللہ قال
سے جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ جب کوئی ایک خطا یا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے پس وہ بار بار اس کی
سب کو اس کی طرف دروڑ کے تو یہی تہاد اور اذکار کے ساتھ نازل ہوئی۔ مثلاً ہذا کسی یہ کہ جو کہے دن حضرت سرور غریب
قریش کا ایک قاتل تھا مگر اس کی مانند میں کہہ کر کہ نہ بچا ہے تو یہ کہہ دے فیستی شی اور شاہی مشرعیہ استعمال کرتے تھے حضرت
کو سرور جو دروڑ غلط بیعت سے منہ موڑ کر کہو لب کو طرف چلے گئے۔ اس سے یہاں قاتل نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ۱۱۔
امام ابی عبد اللہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا۔ ۱۲۔

انفرقوا لہما وتکون قائما تحت طبع المذہب علاوہ ازیں دوسری قاعدہ کہ دوسری ہی یہ خلاف
 قاعدہ مناظرہ اعتراض کیا ہے اور محض قواعد شیعہ پر اس اعتراض کی بنا ہی شرح اس اجمال کے یہ ہے
 کہ جن تفسیریں شیعہ عقیدہ عقلی ہیں اور بحث دلائل شاعرہ شرعی - تو نماز میں سر یا خطبہ میں سے
 چلا جانا عقلاً عند شیعہ قبیح ہے خواہ ہی شرعی وارد ہو یا نہ ہو اور شاعرہ کہ نزدیک جب تک نہی و انہی
 اور سب طلاق قبیح کا نہیں ہو سکتا اور اس وقت تک نفس ل کے نہی وارد ہونا ثابت نہیں تو اس
 صحابہ نے کوئی امر قبیح اور نہ ہی عہد نہیں کیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کی حالت میں جو
 حالت تعلیم کے ممانعت نہیں فرمائی تو اس سے اس فعل کے غیر منہی عہد ہوئی کی زیادہ تقویت ہو گئی
 ممکن تھا کہ جب لوگوں نے اوہنی کا قصد کیا تھا یا اوہنی تھی آپ ممانعت فرمادیتی تو اس کو
 اس زمانہ کو انہی نے مومن پر قیاس کرنا غلط ہے اور مع الفارق کیونکہ اس وقت بسبب رد وہی کے
 قبیح ہو چکا ہے اور اس وقت میں بوجہ عدم رد وہی کے قبیح نہ تھا دس اونچی فعلیہ البیان
 اگر بالفرض تسلیم نہی ہو چکی تھی اور شرعاً یہ فعل قبیح ہی تھا اس کے عموم میں وہ صحابہ ہی تو
 داخل ہیں جن کو مجیب البیہ بر خلاف شہادت قوم کرام سمجھا گیا ہے علی الخصوص سوم و ایت صد
 و نو کی وہی باقی نہیں چھوڑا پس اعتراض کا جو جواب اپنی صحابہ کرام کی طرف سے عطا فرما دیں گے
 وہی تمام صحابہ کی طرف سے قبول فرما دیں اور حسب روایت اہلسنت بارہ شخص تثنی ہیں جو
 عشرہ مبشرہ اور پانچ اور ابن مسعود ہیں لیکن شیعہ کی روایت سے کوئی بھی تثنی نہیں ائمہ
 سے لیکر صحابہ تک سب ہی داخل ہیں پس فرمایا وہ کہ کون ہیں جو باقی رہی اور جن کو آپ
 کرام سمجھتے ہیں اور لوم و دلاست سے بچی ہوئی ہیں اسی میر صاحب بفضل اللہ تعالیٰ اہلسنت
 کی لوم و دلاست سے تو تمام بزرگان دین بچی ہوئی ہیں لیکن حضرات شیعہ کے لوم و دلاست سے
 بچنا محال ہے کہ اس سے ابتدا دار ائمہ اور صحابہ میں سے کوئی نہ بچا - ان یہ بات باقی رہی
 کہ آئینے نماز کو سب احادیث میں اور محل مناجات پر ورد کا فرمایا اور اس سے چل چلنے کو
 لے اور کھڑے چل گئے اور تکیہ و منبر پر کھڑے ہوئی اور خطبہ پڑھتی ہوئی چھوڑ گئے - ۱۲

مستحق لوم و ملامت قرار دیا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ شاید پانچ ہفتہ کی حدیث کو ملاحظہ نہیں کیا۔
 الحسین بن سعید عن فضالہ عن معاویہ بن عمار قال سألت اباعبداللہ علیہ السلام عن
 الرجل یبیت بذکرہ فی الصلوۃ المکبوبۃ فقال لا یاس عمر۔ میں پوچھتا ہوں کہ یہی نماز
 مراح المومن جو حسین ذکر ہے کہ ہیلین اور یہی کا نام محل سنا جات ہے اور اس کی قطع کرنے سے لوم و ملامت
 سے نہیں بچتا۔ سبحان اللہ اگر وہ نماز یہی ہے ہو تو ایسی نماز کو سلام ہی ہمارے حق بائیں تو
 وہ محل سنا جات ہے مراح ہو اور قطع نظر اس کی وہ ایسا فعل ہو جاوے کہ اس میں ذکر سے کہیلنا بھی رہا
قولہ ۱۱ احادیث پس بخاری کی کتاب عوض اور کتاب فتن اور کتاب احکام ملاحظہ
 فرمائی بہت سے احادیث میں یہی قول کہ مصدق پانچ گنا خوف طوالت عوض نہیں کرتا **اقول** سچ
 تو حضرت مجتبیٰ کمال ہی تجربہ فرمایا کہ کتاب پر کتاب گنتی چلے جاتے ہیں۔ لیکن چونکہ
 اجمالی طور پر بیان کیا ہے اس لیے جواب : پیرایہ جمال گزارش ہوا ہے کہ عنوان اغراض سے
 معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو صحابین کے معنی سے اغراض جو شاید لغوی معنی پر اغراض کا دار و مدار
 رکھا ہے تو اس طرح ہر جگہ احادیث کے نزدیک صحابیت کے لیے خاتمہ تک بقا مایمان شرط ہے
 تو ممکن نہیں کہ بخاری کتب مذکورہ کے احادیث معنیہ پر اہل قول کے مصداق ہوں اور بعض محال اگر
 تسلیم کر لیا جاوے تو جو جواب آپ اپنی قبلین کی طرف سے تجویز رکھا ہے جواب یہ کہ یہ قبول
 قرار دیں۔ **قولہ** ۱۱ اقوال صحابہ بخاری کے کتاب الاحکام دیکھیں اور میں اجماع کی کیفیت
 معلوم ہوگی اور ایک مسئلہ متعلقہ کتاب اللہ ہی دیکھی گا۔ **اقول** میں بخاری اور دیگر
 کتاب الاحکام دیکھ چکا۔ اجماع کی کیفیت معلوم ہی مسائل متعلقہ کتاب اللہ بجاوے تو وہ معلوم
 کر چکا ہوں لیکن ان باتوں پر مدعا سامی حاصل شدنی نہیں ہے اور موقع استدلال و احتجاج میں یہ
 گول اصل تقریریں قانع بحث و التفات نہیں ان اسرۃ کہنا ضرور ہے کہ کتاب اللہ فضائل و مناقب
 صحابہ سے پر اقوال ائمہ اور دیگر مناقب میں شمار میں جتنا خوب شک و شبہ اور کمال اقوال ساتھ میں
 ہے۔ میں نے امام ابو عبد اللہ سے پوچھا تو انہی شخصوں میں اپنے ذکر سے کہیلنا ہے کہ کچھ خوف
 مصائب میں ۱۴۔

کو روانہ من مینا رہا بشیہ عمر بن الخطاب چو دید کہ حال ابن نوال است انجمت را تهدید نمود کہ من نماز را بر
 شہ لوام سوخت و تحفہ صفت من دین تہدیر یعنی بر تہابہ و قیق است از حدیث پیغمبر کہ حضرت نیز روح کسانیکہ در
 جماعت حاضر نمیشدند با امام اقتدا نیکند کہ در ہمن قسم را شایان فرمودہ بود کہ این جماعت اگر از ترک جماعت
 باز نخواہند آمد من خانہ را بر ایشان خواہم سوخت چون ابو بکر تیر امام منصوب کردہ پیغمبر بود در نمازہ آنها
 ترک اقتدا آن امام حق بجانب خود می اندیشیدند و دفاقت جماعت مسلمین دین باب نمیکردند سختی
 همان تہدیر پیغمبر است نہ پس این قول عمر مشاہیر است بفعول پیغمبر کہ چون روز فتح مکہ بحضور او عرض نمودند
 کہ ابن خطل کہ مرا از شہر کفار بود و بار بار بہ سجود پیغمبر در شہار خود ردی خود را پیاہ کردہ پناہ بخانہ خدا یعنی کعبہ منظر
 بردہ و در پردہائی آنخانہ تجلی آشیانہ خود را پنهان ساختہ در باباد چہ حکم است فرمود کہ او را ہماہنگی
 بکشید و پانکسید و ہر گاہ این قسم زد و آن جناب الہی را در خانہ خدا پناہ نہا شد در خانہ حضرت ہما
 چہ پناہ باید داد حضرت نہرا چہ از شر او دادن است و افساد پیشہ مکرر کرد کہ تخلیق با خلاق اللہ
 ستیوہ آن پاک صہبت بود انتہی بقدر بحاجتہ۔ اگر چہ اس عبارت کے ہر ہر لفظ پر بحث ہو سکتی او
 تشبیہ المطامن میں ہر قول صحیح ساطعہ بود کیا گیا ہے مگر اس قسم من حضرت مجیب کی خدمت میں عرض
 اس قدر عرض ہے کہ اگر کل صحابہ کرام شہی اور کتاب اللہ انکی فضائل سے پر ہو اور اقوال شہرہ نامک و کرم و کرم
 بشمار وادین جیسا کہ قول اتہر میں آپ فرماینگی تو یہ لوگ صاحب حیانتہ اور شہار فساد و پیشہ دین
 قسم زد و ان جناب الہی جو خواہ حضرت نہرا من جہم ہوتے ہتی کون ہتی صحابہ ہی میں ہر ہتی
 یا یہود و نصارا و مشرک وغیرہ ہتے۔ **اقول**۔ اس جگہ ہی تشبیہ کے حسب عادت قدیمہ
 وہی اعتراض بابت مثالب صحابہ رضی اللہ عنہم ذکر فرمایا جسکا جواب ابی بکر سائبہ نے
 مکرر دیا جا چکا ہے لیکن چونکہ بہ نسبت اجمال تہمت کے تفصیل و تصدیق کا جہرا نہ کہ ہر لفظ کا
 از زیادتی فوائد نہیں سلیسی اس جگہ ہی جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں لیکن بشور و شہادہ جہد
 محفوظ خاطر سامی کہیسی (۱) سوائی انبیاء علیہم السلام کے کوئی شخص معصوم نہیں۔
 (۲) کوئی معصیت دون کفر و فضل صحبت کو رفع نہیں کرتے۔ (۳) ہنگام

مثالب صحابہ میں مبارک کفر و تہدیر

صحت کلی مثلاً جبکہ امور ہمہ میں احتمال کا اندیشہ ہو تو نفس کا لحاظ نہیں کیا جاتا (۴)

ابو بکر صدیق خلیفہ راشد اور امیر محسن تھے (۵) مشابہت ایک شی کے دوسری شی
 کو ساتھ کسی خاص فعل میں یا کو مقتضی نہیں کہ مشابہت پر جمیع امور میں مشارک اور ساوی ہو جائیں اگرچہ
 یہ مقدمات سابقہ برائے عقلیہ نقلیہ ثابت و متحقق ہیں لیکن جگہ جگہ مسئلہ اسنت نہ کر گئی گئی نہیں پس
 واضح ہو کہ اولاً جبکہ آپ مدعی ثبوت طعن کے ہیں تو حسب قاعدہ مناظرہ آپ کو لازم ہے کہ آپ یہ
 ثابت فرمائیے کہ یہ لوگ صرف صحابہ ہی تھے سوائے صحابہ کے اور کوئی شخص اس فتنہ میں نہ تھا جب تک آپ
 یہ ثابت نہ کریں گے یا دعوی ثابت نہ ہوگا کیونکہ مانع کو ہونا چاہیے کہ وہ اس شخص کو تسلیم کرے اور کسی کو تسلیم
 کہ یہ کل صحابہ ہی تھے بلکہ ممکن ہے کہ بعض منافقین کا بعد فتنہ بن سبب فتنہ گیر بھی ہیں شامل ہوں کہ جن کو ثبت
 اسلام کی دینی و برہمی کا خیال مرکوز خاطر رہتا تھا۔ اور جب ان کا مشمول محفل ہوا تو
 ہم کہیں گے کہ یہ طعن صرف انہیں منافقین کی طرف متوجہ ہے جو باعث اشتغال قضاوت ہے
 اگرچہ روایت از آلہ انخفاسی وجود حضرت امیر جمعی انہی ہاشمہ معلوم ہوتا ہے لیکن یہ عبارت
 نفی غیر قطعاً دلالت نہیں کرتی۔ اور چونکہ یہ بزرگ سبب اس کے کہ ان ہی مشورت خلافت
 صدیقی نہیں کیا گیا تھا اور ناخوشی اس کی ستولی تھی نہ یہ اتفق میں متامل تھے منافقین
 موقع وقت پا کر اور سکون زیادہ کشتل کیا تو چونکہ اصل بنا اس اجتماع کی وہ ہونا خوشی صحابہ پر
 اور منافقین باہم ہوشاک دوا کر کے صرف باعث زیادتی اشتغال ہوئی اور اس قسم کا اجتماع
 ایسی ہزار گونہ زیادہ تعجب انگیز تھا۔ تو ایسی روایت میں صرف ان ہی حضرات کے نام پر اکتفا
 کی گئی اور منافقین کا ذکر نہیں کیا گیا کہ ان کا شریک ہونا ایسی امور میں بدیہی ہی کہ تسلیم ہر مسلمان
 و اہل اسلام کے ساتھ ان کا یہ ہی دیر ہر کیا ہے۔ ثانیاً اگر سیاق عبارت میں توجہ سے نظر
 متامل و بچا جادوی تو معلوم ہوتا ہے کہ لفظ صاحب خیانت اور کلمہ مردود ان جناب الہی ہرگز بحق
 صحابہ و راجع نہیں ہے کیونکہ اس عبارت میں (پس وہیں آنت کہ این تجویف و تہدید کس
 را بود کہ خانہ زہر ارض را بجا و دینا ہر صاحب خیانت دلستہ) لفظ دلستہ صیغہ ماضی ہے

اور یہی فیہر راجع بسوی کسان ہر تو اگر صاحب خیانت سر اور صحابہ ہوں تو لازم آتا ہے کہ وہ
 خود ہی اپنے آپ کو صاحب خیانت جانتی والے ہوں اور یہ بھی البطمان ہر بلکہ حاصل معنی نہیں
 کہ ان صحابہ نے جو مجتمع ہوتے تھے حضرت زہراؑ کے خانہ برکات امتیاز کی نسبت یہ خیال کیا
 کہ جو شخص خیانت کر کے اس میں شریک ہو تو یہ بوجہ عظمت و اقرام و جوار حضرت سیدہ نسا ر اہل انجمنہ
 کے لجا دامن ہوگا اور نہ ہی تو بڑے خود کوئی خیانت نہیں کی ہے۔ اور اس طرح کلمہ مردودان جناب
 الہی صحابہ پر گزر نہیں اطلاق کیا گیا بلکہ بنی خطل اور اس کی ادن ہم بنو نہر اطلاق کیا گیا جو کو خانہ خدا
 حرم محترم کعبہ میں پناہ نہیں اگر جملہ درخانہ خدا پناہ بنا شد جو متصل نہ گورہی وہ اس کی دلیل اس پر نہیں
 تو نقد یہ عبارت اسطرح ہے درگاہہ این قسم مردودان جناب الہی را کہ از ہجو مغیر بسوی خود کیا
 کردہ و چنان چنین کردہ درخانہ خدا پناہ بنا شد آئندہ اگر از اطاعت امام حق انحراف درزید نہ
 و شور تھا ہیچ فتنہ و فساد میکند نہ بنی زہرا چہ پناہ باید داد۔ تو اس سے واضح ہے کہ اطلاق لغت مردودان
 جناب الہی کا صرف ابن خطل اور اس قسم کے لوگوں پر ہی کیونکہ جب و منصفین با جہد امین اور حکم ہی
 ہر ایک کا علیحدہ ہے کہ ایک صنف کو ایسی عدم بیائیت کعبہ کے ہے اور دوسری کے یعنی عدم
 بیائیت خانہ زہرا کی ہے تو کیا ضرورت ہی کہ ایک کو دوسری محمول کے وہ کلمات جواب
 کو حق میں اطلاق کے گئے اور میں دوسری کو ہی شامل کیا جاوے کیونکہ شاہ نے جس مجموعہ
 میں شہادت کو مقتضی نہیں۔ غرض کہ جب بیہشت کی نزدیک صحابہ معدوم نہیں اور معدومیت
 جائز ہے تو اس معصیت کے نسبت لعن بطور ایجاد کرنا یا کسی امر اہم کے انتقام و اصلاح کے لیے
 کوئی امر کیا گیا ہو اس کی نسبت تشبیہ کرنا محض عدم تباہ اصول کی وجہ سے ہے کہ کیا معلوم نہیں
 کہ حضرت امیرؑ کے زمانہ کے واقعات تو یہ رہا اس سے بڑھ کر میں باوجود کی بیہشت نہ آو
 معصون کرتے ہیں اور کو ملامت کرتے ہیں بلکہ کہتی ہیں کہ حضرت امیرؑ نے جو کچھ اپنے زمانہ
 خلاف میں انتظام کیا حق کیا مخالفین خطا پر تہی لیکن معذور حق تقالے اور انکی خطا میں
 حسب عمدہ بخشیدگا۔ حالے مخصوص ایسی امور میں کہ جسکی نظیر اور پیش علیہ موجود ہو اور شارع

کطرف سے اوسمین اوسے قسم کی تہدید کی گئی ہو طعن کرنا بالکل خلاف عقل و نقل ہے معہذا
 با اینہم حضرات شیعہ بھی تو جن صاحب کو کرام اعتقاد کرتے ہیں انکو مرتدین اور خائنیں اور مثال
 ذلک عبارات سے تعبیر فرماتے ہیں بلکہ بغض ائمہ معصوم تک یہی خیانت کا الزام لگاتی ہیں
 یہ جو کچھ اسکا جواب تجویز کر رہا ہے وہی ہماری طرف سے سمجھ لیں۔ **قول** تعجب
 و حیرت کا مقام ہے کہ اگر بھاری شیعہ بعض اشخاص کے شانیں جہنوں موقع و فرصت پا کر
 تدابیر ملکی کر کے حکومت ذاریت حاصل کرنے اور چیمبر کھینچنے و تدفین رسول کطیف ہی متوجہ
 نہوئی اور بدین المہبت کو بجائی تالی اور شفی اور عزت گھر جلانی کے دھکی دی اور طرح طرح کے
 ظلم و ستم کی اور کل جو رد ہوا کے جو بعد میں عورت اٹھا کر پر واقع ہوئی بانی ہوئی کچھ بے ادبی
 کریں تو رافضی اور کافر و بدین ہوں اور اگر خود اہل بیت پر ان خلفاء متغلبہ کی مخالفت کریں
 تو معاذ اللہ نقل کفر بنیاد ان کلمات کے جو انکی خاتم المحدثین تحریر فرماتے ہیں سخت ہوں
 کیا انصاف و دینداری ہے ہماری مقابلہ میں صاحب فیصل امت ہوں اور اگر اس خلافت
 کو برہم کرنے کی تدبیریں کریں جبہ پنجر اجماع صحابہ بنوعمل سنت کوئی دلیل عقلی نقلی و عرفی
 نہیں اور اس اجماع کا ہی بڑا ناز ہے تو مردود ان جناب الہی سے کفار و منافقین و کفرین
 جماعت کے مشابہ ہوں۔ **اقول** اس عبارت میں بلکہ آخر قول تک حضرت مجیب نے
 جہلا کر جو کچھ زبان درازی کی ہے اور انصاف کی تا نگہوں کو بغض و جہد کو میں سے کور کر کے
 جو کچھ نہ ثابت نہ گھٹکو فرمایا ہم اسکی ترکیب کی جواب میں حسب الزام اپنے زبان آلود
 کرنا نہیں چاہتی سچی اسکی جواب سے اعراض و اغماض کر کے اصلی جواب کطیف عنان
 توجہ پیرتے ہیں۔ تعجب حیرت کا مقام ہے کہ عجیب لبیب یا اینہمہ ادعائی انصاف و دین
 اور بھیا پر شیعہ کے رافضی اور کافر و بدین ہونے میں متروک ہوں جہنوں نے اختیار
 علیہم السلام کو کافر و ملہیں سے دو چند و سہ چند کہا ائمہ کو خائن اور تارک واجب بنایا جو
 مقبولین کو مرتد و مفضوب من اللہ اور جہنمی قرار دیا۔ اہل بیت و عترت طاہرہ کی دوستی کے

پر وہ میں کو بھی بالانت ذلیل کے دو وہ مضمون تراشی کہ میں دو جاکو بحیثیات و شمرندی میں خود
 زن کر دیا۔ اور ذات پاک خداوندی پر تودہ و دنبہ نشین باندہیں کہ ایک مٹی کا پتلا بنا کر سہلا دیا۔
 جو حضرات کو عقل چاہی کہ ہی کام ہی تو اگر کسی نام و لاہیت ہر تو یہ وہ ولا رتبعیان پاک ہی کو مبارک
 رہی کیا انصاف و دینداری ہے کہ ہماری مقابلہ میں تو انبیاء و ائمہ معصومین اور صاحبین ہوں اور
 کرام کھلدین اور جب اپنی اقرضہ فاسدہ متعلق ہوں یا بددن بخلاف نقابل ان کو شیون بیان ہوں
 تو حادۃ نقل کر کفر نباشد عیا آپکی صدوق وغیرہ زمانے میں انبیاء کا فرد حاسد ہوں اور خفا
 اور تارک و جبہ و معین کے اطمینان ہوں اور صاحب کرام تدرین بغض و تبہم شہرین اور
 باوجود ان باتوں کہ اہلسنت پر زبان و لاریان۔ روایات ان مضامین کے گذشتہ ابجاث کر
 مطامیر میں سیفہ کور ہو چکی ہیں اور کچھ تیندہ ابجاث میں اپنی اپنی موقع پر بیان ہو چکی۔ بعد
 اسکی اس قول میں چند وجہ سے کلام ہے۔ (۱) معلوم نہیں تخصیص بالخصص اور ترجیح
 بلامرج کی کیا وجہ ہے بعض اشخاص کہ ہے کیوں ذکر فرمایا جب تصریح تشہید ثالت سوا
 حضرت مقداد سب کے سب مرد ہو چکی تھے اور یہی ہی مقدمہ ہی سولین اور نفیضین کے عموم
 میں شامل ہو گئی تو بتائی کون باقی رہا جو بچا رہی شیعہ کے سہام لعن و ملامت سے بچا ہو
 ۔ پھر یہ بعض کہانی لیتی ہیں اور اس کا غدی گشتی کو کہا تھاکے بیان کر۔ (۲) موقع و فرض
 پاکر اور تداہر ملکی کر کے اوہوں نے حکومت دریافت حاصل نہیں کے بلکہ یہ محض وعدہ و
 خداوندی ہے جو اپنی دقت پر ظاہر ہوا۔ خداوند تعالیٰ نے صحابہ کے واسطے اختلاف فتح
 اور تکمیل دین مرفیہ کا وعدہ اپنی اس کلام مجید میں جسکے شان یر خلافت مرقوم امام لایا ہے
 الباطل من بینہم و بینکم و فرمایا و عَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
 فِي الْآخِرَةِ اِلٰہِمْ تَوْبَهُ دِی موعود خداوندی ہے جو بلا تدریس کردہ شورو کے محض نسبت الہی
 ارادہ حقانے پردہ غیب سے منصف ظہور چربہ گر ہوا جسکو حضرت عسر رضی اللہ عنہ غلغہ سے تفریق
 ہیں انجیب لیب دراز کو اہل حقستہ با اوقات معروض اقراض میں بے سبب ہی پس کیا کرتے ہیں

چونکہ یہ وعدہ الحال واقع ہو گیا اور اسکا مصداق بخرا اسکی اور کوئی نہیں تھا تو مکنتہ طمع معین
 اسکی جو اسکو کوناہ اور حد حاسدین کا اس سے قاصر ہی حضرت صدوق نے اس آیت شریفہ کی
 تاویل میں اپنی رسالہ امامت میں جو اسوقت میری سامنی موجود ہی جسقدر پہنچ کتاب کہا لی میں
 اہل انصاف کے ملاحظہ کے قابل ہیں (۳) تجہیز و تکفین بول صلعم کا الزام اولاً شکر کہ یہی تکفین
 یوم انتقال ہے حضرت تیسری روز دفن ہوئی پس اگر صحابہ تدابیر ملکی کے فائدہ میں مشغول تھے تو اہل بیت
 کس کام میں مشغول تھے جو نقش کو تین روز تک دفن نہیں کیا اگر یہ کہیں کہ غم میں مبتلا تھے جسکی غلبہ میں
 کچھ نہ کر سکی تو یہ بالکل غلط اور بالقریب بات ہے بقول حضرات شیوعہ کے اہل بیت میں کہ سے تو حضرت کے غم
 میں کوئی بھی یہوش نہیں تھا کیا اپنی غصہ خلافت کا غم تھا کوئی اپنی میراث و فدک کے اندو
 میں معاوہ و ائمہ مجامع ہاجرین و انصارین در بدر پہر رہی تھے اور اسکی چھٹی مصطفیٰ کے غم کا
 خیال تھا نہ مرضی کے ارد کا پاس تھا تو جب اہل بیت کا یہی حال تھا تو جو الزام آپ صحابہ
 دیتی ہیں وہ یہی اہل بیت کی طرف راجع ہوتا ہے۔ ثانیاً یہ کہ خلافت بہ نسبت دفن رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے اہم اور ضروری اور خطرناک تھا کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر
 بڑے اور متعفن ہونے سے پاک و منزه تھا تو اہل بیت کی عجلت کے ضرورت نہیں ہے اور امر
 ملافت میں اگر اشتغال واقع ہوتا اور جرح انصار کا منشا تھا اور سیطخ خلافت متفرق ہوتے تو ائمہ
 پر ہی سلام تھا اسیلی اور اسکو مقدم کیا گیا (ثالثاً) ایک کام کی طرف سب کا مجتمع ہونا
 ضروری نہیں جب اہل بیت اسکی مٹولی اور متکفل تھے تو اور دن کی حاضری و شرکت چند ان ضروری
 نہیں تھی اسی وہ دوسری ضروری کاموں میں مشغول ہو گئے۔ (رابعاً) حضرت امیر
 کی کلام سے جسکو انکی صدوق نے حفصال میں روایت کیا ہے جو اسوقت میرے در بدر و حاضر
 میں ثابت ہوتا ہے کہ حضرت کے غسل و تکفین میں صحابہ کو خود حضرت امیر نے ہی دستہ
 شریک نہیں کیا تھا اور یہ حضرت امیر کا صحابہ کو شریک نہ کرنا جو کمال محبت کے تھا نہ یہ کہ صحابہ
 ہی تدابیر ملکی میں مشغول رہے شرکت و حاضری سے باز رہے تھے۔ حدیث ابی محمد بن

الحسن بن احمد بن ابی یزید بن محمد بن یحییٰ العطار رضی اللہ عنہم قالوا حدیثنا سعد بن
 عبد اللہ عن محمد بن الحسن بن الخطاب عن الحسن بن علی بن فضال عن علی بن عقبہ عن الحارث
 بن المغیرۃ عن علی بن عبد اللہ علیہ السلام قال أبو بکر وعمر رضی اللہ عنہما عن الامیر المؤمنین علیہ السلام
 حین دفن فاطمۃ علیہا السلام فی حدیث طویل قال لہما فیہ اما ما ذکرنا انی لمرآۃ ہذا المرآۃ
 اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فانہ قال لا یرى طعونی غیرک الا ذلک بصرک فلا یرک الا ذلک بصرک لا یرک الا ذلک
 یہ حدیث نفس مرجح ہے اس امر میں کہ صحابہ نے شرکت تجنیز تکفین سے تقاضا نہیں کیا بلکہ حضرت
 امیر نے ہی بخیر خیر خواہی اذ نکو شریک نہیں کیا در نہ شکایت کا کیا موقع تھا اور حضرت امیر کی اگر
 جواب محبت امیر کے کیا معنی ہے اگر اذی کی طرف سے کو تا ہی ہوتی تو حضرت امیر یہ فرماتے کہ تم خود
 ہی اپنی تدبیر کی میں شمول ہو کر حاضری و شرکت سے بارہی مینی تمکو شرکت سے کسب منع کیا تھا
 چراغ شکایت لیکر آئی علاوہ اسکی اس حدیث سے چند فوائد حاصل ہوئی اول یہ کہ یہ لوگ جو حضرت
 کو تجنیز تکفین میں شریک ہونے سے باز نہیں ہے۔ دوم یہ کہ حضرت امیر نے بخیر خیر خواہی نہ
 نہیں کیا۔ سوم یہ کہ حضرت کو ان حضرات کے ساتھ ایسا تعلق محبت تھا کہ انکی تکالیف میں
 بار خاطر عطر حضرت امیر تھی۔ چہارم یہ کہ یہ حضرات کا فرد فاسق و غاصب نہ تھا نہ کث نہیں تھی
 در نہ ممکن نہیں تھا کہ حضرت امیر کو باوجود ان اوصاف کے کہ خشکی نسبت و غلط علیہم ارشاد
 ہی ایسا محبت کا تعلق ہوتا۔ (۴) اہمیت کو بی بی توحید کے گھر جلانے کے وسیلے کے
 من لیجئے اولاً حضرات شیعہ نے کونسی فرد پر افراد اہل بیت سے حضرت کا غم باقی جو پڑا ہی تو کیا
 جسکا ایسا اہمیت لے کر جادوی یا جسکا ایسا مری دفات پا جادوی اذ نکو چند خراب کے دھوکے
 اور جو کونسی ریاست کے چہن جانے کا وہ تعلق ہو کہ اپنی باب یا مربے کے غم مانڈ
 لے امام ابو عبد اللہ سرمدی اور یا کہ ابو بکر محمد رضی اللہ عنہم حضرت فاطمہ کو اس کیا جاہ امیر کے ہاں آئی اسکا نقد قبول ہوا
 اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ جناب امیر نے ادھر کہا کہ یہ جو منے (شکایت) کہا کہ میری تمکو حضرت کے تجنیز تکفین
 میں عامر و شریک نکلیا اولی وجہ یہ ہے کہ حضرت فرمایا تھا کہ ستر کو سوائی تیری جو دیکھو گا اسکی عیانی باقی رہیگی ہیں
 میں نہیں تھا کہ نکو یہ ایذا پہنچاؤں۔ ۱۲۔

کو یک سخت طاق نسیان میں رکھ کر اودن و رختوں کے چھپی بجای مع کفار و منافقین میں اور بد پرست
 سید اکوئی عاتق کنگا کو اپنی باب کا یا اپنے ربی کا غم ہے معاذ اللہ من ذلک مولوی حمید علی رحمۃ اللہ
 علیہ نے نسخہ سیمین فریس کے بروایت سمان نقل کی۔ ظلماً کان اللیل حل ناظمہ علی حلال
 واخذ بید الخشن اخصین علیہا السلام فلا یطیع احد من اهل بدہ من المهاجرین والا نصار الا اناء فی منزله
 و ذکر حقہ و دعا علی نصرہ فاما استیابہ الاربعۃ واربعون جلیلاً فاعلم ان الصبحوا محلقین و رسمہم معہم
 سراجہم علی ازیل العنا الموت فاصبحوا الیوف منہم الا الاربعۃ فقلت لیسان من الاربعۃ قالنا و ابوہ و اللہ و الذی یزید
 دو سر روایتیں ہیں بن شیم شرح پنج البانۃ اپنی مختصر شرح میں جو اس وقت میری سامنی موجود ہے اس کتاب کا
 شرح میں جبکہ شروع بہ ہر مکتبہ کے لیے الی عثمان بن حنیف و هو عاملہ علی البصرۃ وقد بلغہ انہ
 دعی لعلیہ و لعلیہ قوم الخ لکھا ہی وفد کفریہ کانت لرسول اللہ خاصۃ صالح اهلہا علی النصف
 فتح خیر و اجماع الشیعۃ علی انہا اعطانا فاطمہ علیہا السلام فی خیاتہ فلما ولی ابو بکر الخلفۃ عمر
 علی اخذہا منہا فاسالت الیہ قطب میراثہا من رسول اللہ و تقول اعطانی فک فی حیاتہ واستشہدت
 علی فلان علیا و ام ایہ شہدنا لہا و اجماعنا علی انہا شہدنا لہا و نحن معاشر الانبیاء کما نوث
 ماتر کناہ فهو سید قد و عنہ فذلک انہا لم یکن لنبی صلی اللہ علیہ وسلم و انہا کانت مالا لکملان
 فیہ و یحل بہ الرجال و ینفق فی سبیل اللہ و انا الیہ کما کان یلید فلما بلغہا ذلک لانت بخمار ہا
 و اقبلت فی لیلۃ من حصد ہا و نساق قومہا تظان فی ذلک ہا حتی دخلت علیہ صبحی اللہ ہا جری و الا نصار الخ اخرہ قال
 سلمہ ذلک خاص حضرت صلوات اللہ علیہ سلم کا گواہ تھا بعد فتح خیر نصرت محصل ہو گا تو و لوسی مصاحت کرتے تھی۔ اور ابو بکر اسبہا جمع کر
 دہ گا تو حضرت لڑائی میں جفرت فاطمہ کو یہ یاد تھا۔ جب ابو بکر خلیفہ ہوئی اور فاطمہ سے اسکی بیٹی کا ارادہ کیا تو فاطمہ نے بیٹ
 اسطابہ کا ابو بکر کو بیٹام سہی اور کہا کہ مجھ کو ذلک اپنی حیات میں حضرت نے عطا فرمایا تھا اور حضرت علی اور امین سے کہہ کر کہا
 پا ہی اور انہوں نے انکی شہادت دی۔ ابو بکر نے بیٹا رکھتا تو جواب اس حدیث سے دیا کہ ہم انبیاء کے گردہ میں ہمارے وارث نہیں
 مانی جو کہ ہم جو زمین دہ صدقہ ہے اور دعویٰ ذلک کا یہ جواب دیا کہ حضرت ماکہ نہ تھا بلکہ مسلمانوں کی مال کے تصرف
 میں تھا جس میں لوگوں کو سوا دین دینی اور خدا کے راہ میں خرچ کر کے تھی اور میں اس میں اس طرح تصرف کر دیا جیسا حضرت کیا کرتے تھے
 بس یہ ہر طرف ظلمہ کو کہہ سکتی تھی اور اپنی اور اپنے ہم جو یوں اور اپنی قوم کے عورتوں کو کہ تہا اپنی و انو میںین جلتی
 دلی امین۔ اور ابو بکر کے پاس دس مجمع میں داخل ہوئے جس میں اکثر مہاجرین اور انصار حاضر تھے ۱۲۔

۲
 نسخہ
 محفوظ
 ہے

ہماری محبت نصف مزاج نے روایت از والدہ آنحضرت کو جس میں اجتماع حضرت علی و زبیر وغیرہ کا بت ہے
 میں ذکر تھا بیدینی فرمایا تھا تو یہ روایات کہ جن میں عید اشد توبہ تو بخش دیا طلبی کی نوعیت سے
 حضرت معتمد کا مجاہد مع شائق و مجاہد کفارہ شمار میں پہنچا کر ہی کس وجہ کی بیدینی بلکہ
 کو نسا درجہ جو بیدینی سے بالاتر ہی قرار دینگی۔ غرض کہ جب ان بیت طہرین سے کسی کو حضرت
 کے انتقال کا غم تھا ہی نہیں تو نسبتاً تسفی کس کرتے (ثانیاً) پیشتر گذارش ہو چکا کہ اہل بیت
 گھر جلانے کی دیکھی ہرگز نہیں دی بلکہ جو لوگ خلافت حقہ کی پیروی کرنی کی مشورہ کرتے تھے وہی از پر گھر چلائے
 کی دیکھی ہی تھی جو میں اتباع پیغمبر تھا پس اگر ہمت اور صلاح تو یہ ہم اللہ شرفا اسکی برائی ثابت
 کیجی اگر یہ ایک برائی ثابت ہو گئی تو انشا اللہ تعالیٰ حضرت امیر کی نسبت دس گونہ زیادہ
 ثابت ہوگی (۵) طرح طرح کے ظلم و ستم اور اقسام ظلم کی جو وجہ اور انواع انواع کے ظلم
 و مصائب جتنا اہمیت اظہار پر واقع ہوا صحابہ کے دست تعدی سے بیان کیا جاتا ہے
 اور جبکی محبت تفصیل یہ ہے کہ حضرت امیر کے ساتھ غدیر کیا اور پرانے کینوں سے اپنی سنیوں کو
 بہرا اور خلافت کو غضب کیا اور فدک کو چھینا اور معافی کے سند کو ہار ڈالا اور معاذ اللہ
 حضرت امیر کے گلی میں رسی ڈال کر چیرا بیعت اوشی لی اور انہی قتل کے درپے ہوئی اور حضرت
 سیدہ اکبر کو چلا یا اور معاذ اللہ حضرت سیدہ مصومہ کے پہلو مبارک پر لکھ کا صدمہ پونچایا۔ اور
 ستر سالہ حضرت حسن کا اپنی ضرب کا صدمہ سے گرایا۔ حضرت سیدہ مصومہ کو دشمنوں کو غور
 علی الاعلان ہمت ناخشہ کے ساتھ مٹھم کیا اہمیت کے لئے کیونکہ غضب و عدوان کی طور
 پر یکسی قرآن تحریف کیا پیغمبر کے دین کو بدل ڈالا۔ چنانچہ کینی ارضی اور موسیٰ نے اپنی ایفایا
 میں اور مجلسی نے بحار و حقیقین اور جلال العیون میں ان کے تفصیل لکھی ہے اور مولانا حیدر علی
 بعد نقل فرماتے ہیں و این ہمہ کہ گفتم بے شاہہ انراق حریفے اذان کتاب و لفظی اذان خطا ہوا
 و سنگی از بیستون و قطر از بیستون و خوش از خرمن و گلی از گلشن بہت۔ اور یہ محض اقرار
 و بہتان اور تراش و تراش حضرت اکابر امامیہ کی ہے۔ حاشا کہ اہل سنت کو یہاں اسکا نام

نشان ہی ہو پس الہیت کو ایسی موضوعات و فقرات سے الزام دینا اپنی علم عقل و انصاف کو
 رسوا کرنا ہی۔ اور بانی ہونی سے اگر سبب قریب مراد ہی تو اسکی بانی حسب اصول شیعہ
 حضرت امیر و حضرت حسنین اور تمام نبی شہم و صحابہ مقبولین امامیہ میں کہ انکی خاموشی اور برائیت
 اور جبر اور مساحت نے تو یہ نوبت پونہ پکی کاش ان فسادات کو عباس کے پر نالہ کی برابر
 وقت کے نظر سے بچتی یا ابوبکر شیعہ کے ہم جنب سمجھتی افسوس کہ قوم عاد کو تو بڑھرتا جا کر تنہا بچہ دریغ
 کریں اور میان اسلام خراب ہو اور الہیت ذلیل خوار ہو اور حضرت فاطمہ علیہا السلام اور ام کاظمہ علیہا السلام اور ان
 پر چون تک نخل معاذ اللہ اگر سبب بعید مراد ہی تو پھر خود ذات پاک خداوند تعالیٰ شہاوت تمام علم اعلیٰ
 اور سبب اسباب ہر او کو کونسی بیچارہ سی خلفائے کیا تصور کیا کہ وہ بیچ سین سے پکڑی گئی (۶)
 خلافت صدیقی بخوال اللہ تعالیٰ حسب وعدہ خداوندی جسکی طرف او پر اشارہ کیا گیا ہے قائم
 ہوئی اور مہاجرین و انصار نے او کو بسر و چشم قبول کیا اہل بیت نے اس پر اقدام نہیں کیا اور کیونکر
 کرتے وہ جانتی تھی کہ یہ حق صدیقی ہی ہر کیونکر اس پر اقدام کرتے نہج البلاغۃ میں خطبہ مذکور ہے
 کہ حضرت عباس نے اور ابوسفیان نے چاہا تھا کہ حضرت امیر کے ماتھے پر بیعت کر لیں آپ نے منظور فرمایا
 تو یہ تھا یا یونہی خوف ہی اور یہ محال ہے یا بوجہ اسکی کہ اپنا حق نہیں سمجھتی تھی وہ عین الہدایت
 اپنا حق لہدیق۔ تو یہ کہنا کہ بجز اجماع کے کوئی دلیل عقلی نقلی ہوئی نہیں غلط محض ہر خطبہ
 نہج البلاغۃ سے بعینہ نقل کرتا ہوں۔ **وہر کلام علیہ السلام** لما قبض رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وآلہ واطاہد العباس رحمۃ اللہ والیوسفیان جرح ان یرایا لدی الخلاۃ ایہا الناس فوا
 اوج الفتن بسفن النجاہ و عوجوا عن طریق المناقرۃ و وضعوا تجان المفاخرۃ اقلح من ہنض مجناح
 و استسلم فاراح ماء احن و لقمة یغص بها الکلمہا و مجتبی الثمرۃ بعیر قتاینا عما کالوا لہما
 ارضہ فان اقل یقولوا جرح علی الملائک وان اسکت یقولوا جرح من الموت ہیہات بعد
 اللتیاء و التی کیف جرح من الموت واللہ لا یبذل ابی طالب انش الموت من الطفل ہدی امہ
 بل الذبح علی مکنون علم لوجبت بہ لاضطرارہ اضطراب الارشیۃ فی الطوی البعیدۃ۔ انتہی

خطبہ مذکور میں ہے کہ حضرت امیر و حضرت حسنین اور تمام نبی شہم و صحابہ مقبولین امامیہ میں کہ انکی خاموشی اور برائیت اور جبر اور مساحت نے تو یہ نوبت پونہ پکی کاش ان فسادات کو عباس کے پر نالہ کی برابر وقت کے نظر سے بچتی یا ابوبکر شیعہ کے ہم جنب سمجھتی افسوس کہ قوم عاد کو تو بڑھرتا جا کر تنہا بچہ دریغ کریں اور میان اسلام خراب ہو اور الہیت ذلیل خوار ہو اور حضرت فاطمہ علیہا السلام اور ام کاظمہ علیہا السلام اور ان پر چون تک نخل معاذ اللہ اگر سبب بعید مراد ہی تو پھر خود ذات پاک خداوند تعالیٰ شہاوت تمام علم اعلیٰ اور سبب اسباب ہر او کو کونسی بیچارہ سی خلفائے کیا تصور کیا کہ وہ بیچ سین سے پکڑی گئی (۶) خلافت صدیقی بخوال اللہ تعالیٰ حسب وعدہ خداوندی جسکی طرف او پر اشارہ کیا گیا ہے قائم ہوئی اور مہاجرین و انصار نے او کو بسر و چشم قبول کیا اہل بیت نے اس پر اقدام نہیں کیا اور کیونکر کرتے وہ جانتی تھی کہ یہ حق صدیقی ہی ہر کیونکر اس پر اقدام کرتے نہج البلاغۃ میں خطبہ مذکور ہے کہ حضرت عباس نے اور ابوسفیان نے چاہا تھا کہ حضرت امیر کے ماتھے پر بیعت کر لیں آپ نے منظور فرمایا تو یہ تھا یا یونہی خوف ہی اور یہ محال ہے یا بوجہ اسکی کہ اپنا حق نہیں سمجھتی تھی وہ عین الہدایت اپنا حق لہدیق۔ تو یہ کہنا کہ بجز اجماع کے کوئی دلیل عقلی نقلی ہوئی نہیں غلط محض ہر خطبہ نہج البلاغۃ سے بعینہ نقل کرتا ہوں۔ وہر کلام علیہ السلام لما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واطاہد العباس رحمۃ اللہ والیوسفیان جرح ان یرایا لدی الخلاۃ ایہا الناس فوا اوج الفتن بسفن النجاہ و عوجوا عن طریق المناقرۃ و وضعوا تجان المفاخرۃ اقلح من ہنض مجناح و استسلم فاراح ماء احن و لقمة یغص بها الکلمہا و مجتبی الثمرۃ بعیر قتاینا عما کالوا لہما ارضہ فان اقل یقولوا جرح علی الملائک وان اسکت یقولوا جرح من الموت ہیہات بعد اللتیاء و التی کیف جرح من الموت واللہ لا یبذل ابی طالب انش الموت من الطفل ہدی امہ بل الذبح علی مکنون علم لوجبت بہ لاضطرارہ اضطراب الارشیۃ فی الطوی البعیدۃ۔ انتہی

اب میں انشعاب کا یہ پیشوایانہ طرح کہ کہتا ہوں خیال تو ہے کہ گوشِ سہرہ متوجہ فرمائی (ہنگامِ فاتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ حضرت عباسؓ اور یوسفؓ نے آپؐ کی خلافتِ چریت کی خواہش کی) اور یہ عباسؓ کی خواہش اور وقت تھی جبکہ حضرت نجیبؓ نے اس میں شمول تھی چنانچہ علامہ کنوریؒ شیخِ ماضیؒ میں قابلِ ماضیؒ اور جلیلِ اور صاحبِ سہل سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ سلامؓ بعضی نبیؐ تھے تھمیرہ حسنؓ و حضرت علیؓ سلامؓ کے شمولِ ہند پر عباسؓ نے مانگی گفت کہ دستِ خود اور از کن تا اب تو بیعتِ کتم نامہ زمانِ خواہند گفت کہ عمرؓ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمرؓ رسول خداؐ را بیعت کروں ختلان نخواہند کرد بر تو دو کس حضرت علیؓ سلامؓ در حاکمیت آیا طمع خواہد کرد اسی علمِ دین پر طمع کنندہ بغیر من عباسؓ کی قریبیہ کہ خواہی نہشت پس نہ گشت کہ خبر را آمدند کہ انصار سعد بن ابی وقاصؓ را نشانیدہ اند کہ با بیعت کنندہ پھر ادبہ ابو بکرؓ بیعت کرد و بیعت برد بر انصار باین بیعت ابن ابی بکرؓ میگویی پس بی نام شد بر اینکہ بیعتِ عباسؓ را نگرفت اہم فی نقل عن انانہ لعین (تو را شد فرمایا ای لوگو گفتوگو کی موجود کو بجائے کرتی بنیسی چہاں دین پس نفرت ڈالنی کے رستی سے بچو اور یا ہمی فخر کرنے کی تا جو کو ادوار کہو) یعنی خلافت کا لینا جو ناحق طور پر ہوگا گفتوگو تہیکِ نفرت کا باعث ہوگا اس سے بچو کیونکہ جب یہ دوسری شخص کا حق ہے تو ضرور فتنہ و فساد قائم ہوگی تو بجائے ادبہ امی اتفاق میں کہ خلافت کی بیعت اس وقت میرے ہاتھ پر بھیجادی (جو شخص قوت و ہارند کہ ساتھ ادبہا و سنی صلاح بائی یا طبع ہو گیا تو او سنی اپنی آپ کو راحت میں رکھا) یعنی دو شخص میں ایک وہ کہ اس کا ظاہر ہی قوت اخوان و انصار کے اور باطنی قوت حقانیت کہ حاصل ہے اور وہ اپنی قوت سے ادبہا و سنی فلاح بائی دنیا و آخرت میں وہ کون ہے وہ ابو بکرؓ ہی اور ایک وہی کہ جس کا حق اطاعت تھا وہ طبع ہو گیا او سنی اپنی آپ کو راحت سے راحت دی بہترین نفسِ مطہر کیا کیا (اس خلافت کی مثال مگر بائی کی جو اور اس قسم کے ہے جو کہ بائیوں کے کل میں ہنسی) یعنی جو شخص ناحق اس کا طالب ہو تو اسلی میں اس کو منظور نہیں کرتا (پہل کہ چینی و افامی) وقت میں ایسا ہی جیسا بغیر زمین کے بنیوالا۔) یہی اسی طرف شاہ ہے کہ آپ کو معلوم تھا کہ ابھی تک میری خلافت وقت نہیں تو پھر خاتو سعی ہے سود ہی۔ (اگر میں بولوں تو کہیں گے کہ بادشاہت کی حرص کی اگر گراں کردن تو کہیں گے کہ موت سے ڈر گیا۔) حالانکہ نہ بادشاہت کی حرص ہے نہ موت کا ڈر ہی بلکہ اصل یہی ہے

کہ ابھی وقت نہیں آیا (بعید ہی) یعنی تمہارا مطلوب مجھ سے ہی یا ملک و بادشاہت کا حصہ کرنا
 و موت سے ڈرنا بعید ہی (ان سب کے بعد کیونکہ موت سے میں بے صبری کروں قسم خدا کی اس ابی طالب اس
 بچے کے نسبت جو اپنی زندگی پر پیمان کی غربت کرتا ہی موت کو ساتھ زیادہ مانوس ہے بلکہ میں اسے
 پوشیدہ علم کا واقف ہوں اگر اس کو ظاہر کروں تو تم بقیہ راہ و جاؤ اور لرزنی لگو جیسی سیان گہری کنوون
 میں) یعنی اہوال قیامت جو کہ مجھ سے پیشتر ہیں اور شکر کے سختیاں جو مجھ کو معلوم ہیں اور گناہگاروں اور گونا گوی
 حقوق میں دست اندازی کرنے والوں کی بد حالیاں جو میں جانتا ہوں اگر میں ظاہر نہ کشف کروں تو تم
 مضطرب ہو جاؤ حضرت کی کلام کو دیکھتی اور اپنے دعویٰ کے مطابق فرمائی۔ قول مولوی حیدر علی
 جنکو آپ فقیہ دیر غمدی خاتم المذکورین حضرت علیہ السلام نے اس میں کنوون علیہ الرحمۃ کی نسبت ذکر خطبہ مد بلاو
 فلان میں عرض اس گمان ہے کہ انہی نے ہم سے علامہ علیہ الرحمۃ نے شرح ابن بیثم نہیں دیکھی جس بحث کو اپنی
 بڑی تازہ دہی سے ہر شے جو واقع میں ابتدا ہی لکھا ہے کیا کیا زبان و رازیاں فرماوین متعصبانہ
 و تصنیف سے اذکار و اٹھائیں تعجب ہے کہ صاحب تحفہ کتاب الہ اخفا کو حیا و حیا اب ہفتہ میں بی
 میں اور گونا گوی مصنف کو اوت کا توثیق تھا نہیں زمانی مکر آمینہ سن آیات اللہ و معجزہ رسول اللہ و دیگران
 میں کہتی ہیں خود اس کتاب کو بلا حذر نظر دین تاکہ معلوم ہو کہ خانہ حضرت زہرا میں کون بزرگوار جمع ہوتی تھی
 جنگلی شان میں گستاخانہ سی کہمات غفر لہم اور پھر خاتم المذکورین کا خطاب پائیں۔ سبحان اللہ ع
 بین تفاوت رہ اور کجاست تا بحجا۔ اقول اس قول میں عجیب لیبے دو امر تحریر فرمائی
 جنگا جو ب لکھنا اور اہل انصاف کی رد و پیش کرنا ضروری معلوم ہوا اول علامہ کنوون کے شرح
 ابن بیثم نہ دیکھنے کے نسبت مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ کے اعتراف کے تحقیر و تکذیب دوسری
 صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت اذالہ اخفا نہ دیکھنے کا ادعا۔ پس جس طرح ہو کہ حضرت عجیب
 امر اول کے نسبت صاف طور پر یہ اقرار کرتے ہیں نہ انکا لیکن قرآن و فحواہی کلام سے صاف انکا
 مفہوم ہوتا ہے کیونکہ کہتی ہیں (محض اس گمان ہے کہ انہی نے ہم سے شرح ابن بیثم نہیں دیکھی) ہوا
 قول میں شرح ابن بیثم کا نہ دیکھنا عجیب کے نزدیک بزرگمان حضرت خاتم المذکورین گناہ و بیعت

لیکن میں پوچھتا ہوں اپنی انصاف کا نصب العین کر کے فرمائی کہ فی الحقیقت نفس الامریہ علامہ مذکور نے
 شرح ابن مہتمم کا مطالعہ فرمایا یا نہیں اگر مطالعہ نہیں فرمایا تو اس میں شروحات کے ساتھ یا شیخ مدنی کا تو جہاں
 کہ جو صاحب تحفہ نے کی ہیں کیا معنی جو کلمہ بحسب لیبیٹے خاتم التکمیلین حضرت علامہ علیہ کے جواب کو زبان بازی
 سے تعبیر فرمایا اسی سے مستحب لوم ہوا کہ مخصوص عبارت تحفہ کے ابو دوسرے جو کچھ علامہ کنسوری نے بے وجہ
 زبان درازی کیا وہ کوئی فرمائی ہی لکھی جاویں تاکہ اہل انصاف صریح ہو جاویں اور معلوم کریں کہ خاتم التکمیلین
 جو کچھ تحریر فرمایا ہی وہ محض بحجاب حضرت علامہ کی زبان بازی کی حکم لایحیبت اللہ الخیر والاشھاد من
 القول الاکتزط جو تحریر فرمایا ہی۔ خاتم التکمیلین علامہ داودی قدس اللہ سرہ الغفر نے تحفہ میں
 بعد نقل خطبہ بعد بلاد فلان لفظ قوم الادود داودی اس طرح کی جو عبارت تحریر فرمائی کہ او میں لکھتی
 ہیں۔ ولہذا تاحین ہج البلاغت از امامیہ یقین لفظ فلان خلاف کردہ اند بعضی لفظ اللہ کہ ابو دوسرے
 بعضی لکھتا ہے الخ علامہ مذکور فرماتے ہیں۔ ان ہذا الکتاب میں ازین تا صبی باید پر سید کہ کلام
 امامیہ لفظ مذکور ابو بکر ہست قال خاتم التکمیلین درین عبارت سرشارت ابو بکر ایدہ وصف عالی موصوفت
 قال العلم ثبت الدار ثم انقش اول المعنی لایات باید بیانید کہ مراد از لفظ فلان درین کلام ابو بکر
 بعد از ان باین اوصاف لایات نفس الی بکریا یہ نمود قال خاتم التکمیلین حضرت علامہ علیہ کے جوابات
 نیز و ایشان است الخ قال العلم میں ادا کا کذب محض است احتیاج میں توجہات شیعہ رافضی ہی فرماد
 کہ در کتب شیعہ بجائی لفظ فلان لفظ ابو بکر موجودی ابو دوسرے لفظ ابو بکر موجودیت ایشان احتیاج
 از توجہات نیست پس آخری تا صبی بعد تقدیر میں توجہات از مذہبات خود سر کردہ از جہت ایشان
 ان بفساد تفسیل بناو فاسد علی الفاسد باشد قال خاتم التکمیلین بعضی از امامیہ الخ قال العلم
 ہجک از امامیہ میں توجہ نہ کردہ مگر ان کے احمدیہ اور بعد الحکم لکھتا ہے و انین تا صبی نیز ان
 کلام میں ابی احمد یلدر عائشہ میں قول نقل کردہ و چون این تا صبی خود در باب اول تصریح کردہ
 کو فرقہ زیدیہ در مسئلہ امامت با اہل سنت موافق ہست باز مقلد زیدیہ را امامیہ نسبت دادون
 کذب صریح است انتہی ہی اہل انصاف علامہ کنسوری کی عبارت کو ملاحظہ کر کے کمال توبہ فرمائی

باب شصت بعد بلاد فلان علامہ کنسوری کی تفسیر

کہ علامہ کنٹوری کے زبان درازی کس نہاد پر ہی اور اگر جواب اس کی کسی خوشہ چین خرس میں اس
حضرت خاتم المحدثین کے کچھ سخت لکھ دیا تو کیا بچا کیا بعد اس کی یہ فرمایا کہ اس عبارت سے علامہ کا شرح
نہج البلاغہ کو دیکھنا مفہوم ہوتا ہے یا نہ دیکھنا کیا اس عبارت سے صراحتہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ علامہ نے شرح
ابن مہیثم کو خواب میں ہی نہیں دیکھا۔ ورنہ ان جملوں کے (یہ سچا کہ لا امامہ میں توجیہ نکرده۔ ان ہذا
الافک مبین۔ این دعا کتاب محض است) تحریر کی ہرگز سمیت وجہات نہ ہوتی یہ معلوم نہیں
ہماری محبیب کمال الضاف کو قضا سے شرح ابن مہیثم کے نہ دیکھنی کو محض غلط فہمی کا قمار
دیتی ہیں۔ اور اگر کے الواقع علامہ مذکور نے شرح ابن مہیثم کا مطالعہ کیا ہی اور اس میں واقعی لکھا ہی
کہ مراد لفظ فلان سے ابو بکر ہے یا عمر اور لکھا ہے کہ ابو بکر کے دس اصناف کے ساتھ مدح فرمائی تو پھر
آپ ہی علامہ کے حیا و انصاف کی شہادت دیجی اور انصاف سے فرمائی کہ کیا علامہ کی مشیت کا
سے مانتا ہے ہر بخار ہو سکتا ہے حاشا و کلا ہمارے رانی میں ہونا خاتم المسکین کا
بہت بڑا احسان ہے جو آپ کی علامہ کو دوش گردن پر کہا کہ ان کو کتاب ابن مہیثم کے نہ دیکھنی کے غدار
و حیلہ کا موقع دیدیا اور اگر علامہ کے وقور علم و فضل اور کمال و انماک مناظرہ کے اعتبار سے وہ
یہ فرماتے کہ علامہ نے بیشک کتاب دیکھی ہوگی۔ لیکن جب دار و گیر ختم سے مفر نہیں ملا تو
دیدہ و دہشتہ انکار کرتا ہے یہ ممکن نہیں کہ ایسی متداول کتاب نہ دیکھی ہو اور خیانت وغیرہ کا الزم دیتی
تو علامہ کنٹوری عالم برزخ میں ہی تہراتی اور محبیب زیادہ ثابت پیچ کہا تے پس محبیب کو
اس الزم پر خوش ہونا چاہی نہ کہ ناخوش ہوں۔ امر دوم۔ جو ادعا کہ نسبت نہ دیکھنی صاحب
تحفہ علیہ الرحمۃ کے ازالہ اختفا کو فرمایا ہے ابرار دل سے ہی زیادہ عجیب ہے ای حضرت فرمائی تو ہی
اس امر پر کونسی دلیل قائم ہے کہ صاحب تحفہ نے ازالہ اختفا کو نہیں دیکھا کیا حضرت نے اپنی زعم سے
کافی دلیل تصور فرمالیا ہے۔ جو اس الزم سے آپ ہکو دھمکانی میں مگر ہر آپ ہی کیا کریں۔
مغذوہ میں جواب لکھنا ضرور ہوا تو ایسی ہی باتوں سے اپنا دل نہ ہلائیں تو او کیا کریں
ذرا علامہ کی تکذیب و انکار کو خاتم المحدثین کی تحریر سے ملا کر انصاف سے دیکھی

اور پہر ہی اگر سچہ بین نہ آوی تو بندہ کی گندارش کو جو جواباً عرض ہے اسکی ساتھ منضم کر کے لفظ
 فرامی بہر آپ پائین پائین لیکن آپ میکشف ہو جائیگا کہ خاتم المحدثین کا قول بالکل صاف اور بجا
 ہی اور الزام الخفا کی ہی مخالفت نہیں اور علامہ نے شرح دیکھی یا نہیں بہر تقدیر علامہ نے اس
 احتجاج میں لفظ فذلک سے کسی شارح نے ابوبکر یا عمر یا زینب لیا بیڑی غلطی کہانی پس اب دیکھیں
 ع بین تفکرات رہ از گجاست تا کجا۔ باقی آپ کے ناشائستہ کلمات کا ہم کیا جواب لکھیں۔
قولہ توضیحی لایم الزام الخفا کی عبارت نقل ہوئی ہے تاکہ آپ کو ہی معلوم ہو جائے کہ جو کچھ
 شاہ نہیں آپ خاتم المحدثین یہ کلمات تحریر فرمایا وہ کون حضرات تھے ایا انک خفا کی مقصد دوم
 تاثر جمیلہ صدیق اکبر واقعہ صفحہ ۲۹ مطبوعہ مطبعہ صدیقی مقام پبلی شین سیر فرماتے ہیں
 درہمین بایام شکلی دیگر کفر و تبسیم کلمات تان شمر و بیش آردان این بود کہ زمرہ جمعہ از بنی
 ہاشم در خانہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ جمع شدہ و باب نقض خلافت شور تھا بکا میر و مدعیین
 آنرا بہ تدبیریکہ باستی ہرم زندہ و داکہ مالی کہ بر راج حضرت شکر فرض شدہ بود بحسن بلاغت فرمودند و
 قصیر کی چیز پر حفظ کرد و چہری ترک نمود و بنی چند روایت بنو لیم ناقصہ منقح گردو۔ عن زید بن
 اسلم عن ایہ ام حنین بویع لابی کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان علی والزید یدخلان
 فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شاور ہما ویرتخون فامام فلما بلغ ذلک علم الخط ابخرج حتی
 دخل علی فاطمہ فقال ابنت رسول اللہ وامن الملق الحلیہ من اسک وامن لحد الحلیہ بعد ابیک
 منک وایو اللہ ما ذلک بانعی لی اجتمع ہولاء انہ عندک انہم ان یخرج علیہم البیت قال لما
 خرج عمر و اہل عاتقالت قتلون ان عمر قد جانی وقد حلفت باللہ لنن عدتم لیرقن علیکم البیت
 وایو اللہ ایضین لما حلفت علیہ فانہ فرار شدیں فرمایا کہ ولا ترجعوا الی فاطمہ فواعیہا انہم
 یرجعوا الیہا حتی یالوا لابی بکہ اخرہا بن ابی شیبہ اور اگر اس روایت کی صحت میں کچھ
 کلام ہو تو اسی کتاب کے مقصد ثانی نے کر چہی فی شقیف عمر واقعہ صفحہ ۱۶۹ لفظ
 فرامی کہ اس روایت کو ہمساد صحیح علی شرط بخین یعنی بخاری و مسلم کہتے ہیں۔

اقل

بہر روایت نہ ایک کچھ مفید ہی اور نہ اکی خصوصاً ہی کیونکہ جس بنیاد پر جہاں سے اس دین کے
 نقل کیا ہی فی حقیقت وہ بنا ہی فاسد ہی۔ یہ امر تو ظاہر ہے کہ یہ دسویں حضرت زبیرؓ کی سطح
 تو نہیں ہے کیونکہ انکو تو کافر جانتی ہیں تو صرف حضرت علیؓ کی وجہ سے کہ انکو بدوین کسی دلیل
 عقلی نقلی عرفی کے معصوم اعتقاد کر رہا ہے یہ شور و غیب ہی اگر اہلسنت ہی معتقد عصمت حضرت
 امیر صحابہ ہوتے تو بے بہرہ انکم بقدر قابل التفات ہوتا لیکن جب اہلسنت ان حضرات کو معصوم
 نہیں اعتقاد کرتے تو نہ ان پر یہ الزام دار ہوتا ہے نہ اس کی طرف التفات کی ضرورت ان کو ان کی فصل
 امت اور کلام میں جانتی ہیں اور دعوات صلیو سے یاد کرنے میں اور ان کو حق میں کہتی ہیں کہ
 اغْفِرْ لَنَا وَلَا تَجْعَلْ لَنَا دُوزَخًا اُولَئِكَ سَبَقُونَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًا لِلَّذِينَ اٰمَنُوا رَبَّنَا
 اِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيْمٌ اور کوئی معصیت ان کی مرتبہ عالیہ کو کم نہیں کرتی حسبِ عدہ خداوند ہی تھا
 ان کے مساعی جمیل نے الدین بسرور و مشکور اور ان کی زلات و معاصی مغفور میں با انہمہ کا رد و باز تھام
 اور امور مہمہ کے احتمال کے وقت یہ حضرت صلی اللہ علیہ نے اس کی مراعات فرمائی اور فرمایا لو ان فاطمہ
 بنت محمد (اعاذھا اللہ من ذلک) سرت لقطت یدھا۔۔۔ زانی کو رجم کر لیا تا ذن کو حد گوار
 شارب خمر کو ٹوٹا یا۔۔۔ توجہ دے دے ان کے شخصے حقوق میں یہ نوبت توجہ اور میں نوعی حقوق تمام
 مسلمانوں کو خداوند تعالیٰ کے متعلق ہوئی اور میں کو دیگر رعایت کی جاسکتی ہے۔ اور باوجود اس کی حضرت
 ایسی لوگوں کی نسبت جو کچھ ارشاد فرمایا آپ جانتی ہی ہو گئی۔ حاطب بن ابی بلتہ کا قصد حضرت
 ارشاد اے یکتو کرم ہی ہو گا تو خلفا رضی اللہ عنہم نے یہی سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
 ہی سے یہ طریقہ اخذ کیا اور اس پر عمل کیا تو اگر سبطین کیا جاویں گا تو سیرت نبویؐ پر طعن عاید ہو گا
 بلکہ خود حضرت امیر کے طریقہ طعن الزام صرف ہو گا کہ ان کا فعل بد رہا اس سے زیادہ ہر حضرت
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محبوبہ ام المومنین کا جہنم بالاتفاق وفات شریف تک زوجیت میں رہا

۱۔ ای رب ہمارے پیش ہو کہ اور بیعتوں ہمارے کو جو آگے لائے ہم سے ایمان اور نہ کہ پیچ و اون ہمارے کے بڑے پہلی
 اور ان لوگوں کے کہ ایمان لائے ای رب ہمارے تحقیق تو شفقت کو شہد الامہان ہے۔ ۱۲۔ ۱۔ اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا
 محمد کی بیٹی (اللہ اس کو پناہ میں رکھے) جو رہی کر گئی تو میں اس کا ماتہ کا ٹونگا۔ ۱۲۔

اس میں شک ہے کہ مشورہ فقہ طحاوی

وَجَلَدَ الْاَرْضَ فَقَالَ اَقَلَّتْ نَفْسًا ذَكِيَّةً لِّغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ حُشِتْ شَيْئًا ذَكْرًا۔ خواہر ہو کہ جو کچھ
 حضرت موسیٰ سے ظہور پذیر ہوا خطا و نادانستی کے طور پر واقع ہوا کہ جو شہ قنایت میں ان کا کتاب
 نہ رہی اگر یہی جو کچھ کہ کیا سیطیح ان حضرات سے ہی ابتدا و العقا و خلافت صدیقی میں خطا کوئی
 امر بالضرر واقع ہوا ہو تو ہرگز سب طعن و لعن نہیں ہو سکتا۔ **قولہ** اس مقام میں بہت کچھ
 بحث ہو سکتی ہے مگر چونکہ ہمارے غرض یہاں یہ ہے کہ جو حضرات خانہ جناب ہر امین جمع ہوئی
 تہی وہ کون تھی یا یہ زیادہ نہیں لکھتی۔ **قولہ** اس تھوڑی بحث کا نتیجہ دھرمہ تو آپ باہر اگر
 بہت کچھ بحث ہوئی تو آپ ہی کے اجتہاد و الضاف بہت کچھ دہمہ آتا۔ اور اس روایت کی ذکر
 سہرا تھی ہی غرض تھی کہ جو حضرات خانہ جناب ہر امین جمع ہو تھے وہ کون تھی تو اس کا گنی
 انکار کیا ہی کہ یہ حضرات ان میں نہیں تھی اور اگر مقصود یہ ہے کہ یہ بزرگوار جو بڑا کتاب اس کے
 درجہ کمزرت اور بزرگی سے ساقط ہو گئی اور سب وجہ اس طعن کے ہوئی تو ثابت کیجیے اور ثابت
 کر کے اپنی ائمہ اور مقبولین کو بچائی۔ **قولہ** مگر اس پر عرض کرنے سے باز نہیں ہو سکتی
 کہ اس کے گھرجو چالاک و ہوشیار ہی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے کی ہر وہ قابل دیدی فارسی
 میں زیر جمعہ ازبانی شہر لکھا ہے جناب امیر کا نام نہیں لکھا تاکہ فارسی خوان یہ نہ جانے کہ جناب
 امیر بھی مخالف تھی۔ **قولہ** حضرت شاہ ولی اللہ نور اللہ مضجعہ کے توجہ چالاک ہی ہر انہیں
 لیکن جیسے کہ دہندہ فی انصاف قابل دیدی ہے کوئی عاقل جبکہ وہ یہ جان سکتا ہو کہ یہ اجتماع دشواری
 جناب علی و حضرت زہرا کو خانہ میں نہ تھا کیا اس میں تردد کریگا کہ حضرت امیر میں شریک تھی یا
 نہیں تھی۔ پہلا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص کے گہر میں اتنے بڑے غظیم الشان امر میں مشورہ ہونا ہو
 اور اس کو اس سے لگاؤ نہ ہو علی الخصوص جبکہ اس کے ساتھ میں یہ بھی ضمیمہ کیا جاوی کہ حضرت
 زہرا جیسی ذہن مکرہ مطیعہ کے ساتھ مشورہ ہونا ہو تو ہرگز عقل کو اس کی تسلیم کرنے میں تامل نہ ہوگا
 اور عقل اس کو بہرہ تسلیم بولے گی کہ حضرت کو اس میں شمولیت ہی تو فارسی عبارت میں اس کا عدم ذکر
 ہے اور میں پر ہر چکا اور کہا تو نے مارا ایک تہری جان بن بے کسی جان کج فونے کی ایک چیزنا معقول۔ ۱۲۔

بوجہ ہدایت کر ہی نہ چالا کی دھوکہ یاری کیوجہ سے علاوہ اسکی اگر بہ امر بدیہی نہوتا ہم فقرہ (وذاکرہ)
 مالی کہ برزخ حضرت رضی عارض شدہ بود جس بلا طفت فرمودند (اظهار اس مطلب میں ایسا
 صاف ہے کہ بہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت امیر مروت ناموش بخشی۔ معتمدہ عجیب بسبب یہ
 جو فرمائے ہیں (تاکہ فارسی خوان یہ پہنچائے)۔ امین فارسی خوان سے کیا ملو جو۔ اگر فارسی خوان
 سر را دی تو بالفرض اگر سنی فارسی خوان اسکا جانیکا تو کیا حرج ہے وہ کیا اعتقاد رکھتا ہے
 کہ حضرت امیر معصوم میں اہلسنت جیسی زمیر کی معتقد مضائل میں وہ سا ہے حضرت امیر
 کی میں جب زمیر کا ذکر اور مضر نہیں تو حضرت امیر کا ذکر کیون مضر ہوگا جیسا اکثر فعل کو
 خطا محسوس کرتے ہیں ویسا ہی حضرت امیر کے فعل کو محمول چٹا کر گیا۔ اور اگر یہ مضر را دی
 تو اولاً یہ کتاب شیعہ کی دوطبی کہی نہیں گئی کیونکہ دلائل از امیہ سیات خصم سے میں اسل
 نہیں کیا گیا۔ اور ثانیاً سیدہ تو یہ بھی ہے سے اعتقاد رکھتی ہیں کہ حضرت علی اس عبت حدیث
 کو مخالف رہی پس اگر وہ اس عبارت سے حضرت امیر کے ہی شرکت جانیکا تو کیا حرج ہوگا۔ پس
 یہ عجیب بسبب کی نظر تعصب و عناد ہی جسنی دشمنی و انصاف کو خاک میں ملا کر کہا ہے
 مان چالا کی دھوکہ یاری اکابر سار شیعہ کی قابل دیدہ ہی کہ وہ اپنی مذہب کے حفظ ناموس کے لیے
 روایات میں ترانس خراس کر دالتی ہیں۔ ملا باقر بکار الانوار میں ایک امام الحدیث کلینی کی روایت نقل
 فرماتے ہیں اس کی نسبت فرماتے ہیں کہ میر صدوق مہاجر نے تغیر بدل کیا ہے۔ حدیثنا خود من الکافی فی
 تغیر عجیب قیامت سوء الظن بعدد وق وهو انما فعل ذلک لتوافق مذہب
 اهل العدل اور نیز علامہ رضی کے چالاکیان ہی جو نقل خطبات جناب امیر میں اور ہونے
 فرمائی ہیں جنکا تراجم کو ہی اعتراف ہے قابل شامی دکھا بہا فخر آردودہ۔ پس یہ چالاکیان
 دہوشیار یان حضرت اکابر کے کرتے چلے آئی میں بفضل اللہ تعالیٰ نے سبب اہلسنت
 سے یہ جہان سے ماحذ ہے اور امین عجیب تعبیر ہے جس سے صدوق کی نسبت سواطن ہوتا ہے کسی بد تعبیر
 سبب کیا کہ اصل حدیث کے موافق ہو جائے۔

روایات میں ترانس خراس کر دالتی ہیں

تراش و تراش سے پاک و منفرد ہو اور یہ حال تو اوش شخص کا ہے جو بوقت صدق و بوقت کذب
 حضرات صدیق نہیں ہیں ان کا کیا حال ہوگا۔ **قولہ** لطف یہ ہے کہ شاہ صاحب گہر جان
 کی تہدید کو حسن ملاطفت تحریر فرماتے ہیں اور کچھ نہیں شرماتے شاید حضرات اہلسنت کی
 اصطلاح میں ایسی ہی باتوں کو حسن ملاطفت کہتی ہیں تشدد تو خدا جانے کیا ہوگا۔ **اقول**
 اس شرم و حیا پر فرین ہے کہ عبارت کا مطلب خلاف سیاق خود ہی اپنی طرف سے تراش یا
 اور عمر اصل کر دیا ہے اور ہر جوش حیا میں طبع شنیع نزدیک بران سو غیر ہم طبع شنیع سے قطع
 کر کے حبیب لب کی خدمت میں گذارش کرتے ہیں کہ شاہ صاحب گہر جانے کو حسن ملاطفت
 اہان تحریر فرمایا۔ عبارت شاہ صاحب کی یہ ہے۔ (حضرت شیخین آنرا بتدبیر کیہ بیتی برہم
 زدند و تدارک مالی کہ بر مزاج حضرت رضی عارض شدہ بود بحسن ملاطفت فرمودند) ہمیں وجہ
 مذکور میں بولانی سابق پر حرف واد کی ساتھ معطوف ہو اور کیا آپ یا انہما دعائے اجہاد اتنا ہی
 نہیں جانتی کہ فی الاصل عطف بالواو مغایرت معطوف و معطوف علیہ کو مقتضی ہے تفصیل کا ارتکاب
 اوس جگہ ہوتا ہے جہاں محمل مغایرت کو محتمل نہ ہو۔ استعمالات اس کے شاہد ہیں در نہ لازم آدمی کہ تاکید سیر
 ہے بہتر ہو۔ حاصل یہاں عبارت کا جو صاف اور واضح طور پر الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے یہ ہے کہ
 شیخین نے اوفیت نہ کو جو ان حضرات کے مشورہ سے اوٹنی والا تھا اس تدبیر اور تہدید سے فرد
 یا اور حضرت امیر کے مال کا (جو مشورہ بیعت صدیقی میں نہ شامل ہونے یا اس تہدید کی وجہ
 شئی تھا) حسن ملاطفت سے تدارک کر دیا اور دلیل اس رفیع مال کی یہ ہے کہ آپ ہمیشہ مشورہ
 ان شریک ہو اور نیک صلاح بتاتی رہے۔ بیچ البیانہ کو ملاحظہ فرمائیے۔ میری اس قول کے تصدیق
 یگا اور ایک روایت استیصار کی ہے یا د آئی جو باب محمد فی الاوطیہ میں مذکور ہے سو کہ یہی دلیل
 علی الاستعری عن الحسن بن علی الکوفی عن العباس بن عامر عن سعید بن عجمیہ عن عبد الرحمن
 زحما قال سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلام یقول وجراجل مع رجل فی عمارۃ فہرب احدہما
 فبلازمی عنہ کہتا ہے کہ جینی الامور علیہا ہر مٹاؤ تا کہ ایک مرد کو کسی مرد کے ساتھ (یعنی کرتے ہوئی) پایا۔ ۱۲۔

سنہ و مات فی صفا شہر طحطا کہ نامہ شریعت شریعت اور شریعت

واخذوا اخر فحجى به الى عمر فقال لئان ما ترون قال فقال هذا صنع كذا او قال هذا صنع كذا
 قال فقال ما تقول يا ابا الحسن قال ضرب عنقه قال فغضب عنقه قال ثم اراد ان يحمله فقال انه قد
 من حدوده شئ قال شئ قد بقى قال دع يحط بقل فدا عمر بيلك فامر به ابي المزدحم فاحرقوا
 اور اگر اس سے تکلیف ظاہر سامی ہو تو لہجہ میں اس سے یہی زیادہ صریح پیشکش کرتا ہوں حضرت مولانا
 خاتم الکھمین رحمہ اللہ العین میں یہ کہ فاضل اخباری کے جواب الیناح میں سے عبارت نقل کی ہے وہ
 عبارت منقطعاً منبہ عرض کرتا ہے اگر انصاف تامل فرمائیں وہ اس حدیث سے کہ بنا علیٰ غرور ہم
 او خلفا ثلثہ راشدین گو نسبت بالمیر المؤمنین فاعلمہ سلام اللہ علیہا نقص ہے نہ کہ بیعت خلیفہ
 و غضب فدک دیگر چند اعمال دال بر عناد سرزدہ آبا ابا انہمہ باز در ظاہر طریقہ معاشرت اینہا بالاصلیت
 ہمیں اغوازد اکرام باتفاق فریقین بود و اجرائی شعائر اسلام را بجز افعال معہ دو کہ در کتب کلامیہ و سیر
 موجود منشا اطمینان در شان شانست بالمرہ نزد امامیہ نیز از میان بزداشتہ بود و نہ پاس
 شرح متین انصب العین ظاہر خود ہامید اشتد الخ - اب آپ بنواری ہی فاضل اخباری کے شہادت
 کو ملاحظہ فرمائی کہ شیخین کے حسن ملاطفت کی کس طرح شہادت دیتا ہے اور یہی اگر شک رہی
 تو اپنی فاضل کے روح پر فتوح سے دریافت کیجئے کہ حضرت جہان بزرگوارون نے نقص شہاد
 کیا انکث بیعت کے اور فدک کو چھینا اور بیات طیبات کو غضب کیا جب یہ کہیں کیا تو دلیل
 و امانت میں کونسا دقیقہ باقی رہ گیا یہ آپ جو یہ فرماتے ہیں کہ اغوازد اکرام باتفاق فریقین بود اگر
 یہی ہی اغوازد اکرام ہے تو خدا جانے تذلیل و امانت کیا ہوگی آپ یہی بات فرماتے ہیں اور کچھ
 نہیں فرماتے یہ کہ کچھ کہو آپ کی فاضل کے روح سے جواب ملو یہی ہمارا جواب سمجھ لیجئے -
قول اب ذرا غور فرمائی کہ جن حضرات کو اکابر خاتم المحدثین صاحب خیانت و شہادت
اقول یہ مردود ان جناب الہی لکھتے ہیں وہ انکی والد ماجد کی شہادت سے یہ حضرات تہی
 اسکا جواب سابق میں عرض کیا جا چکا ہے حاجت اعادہ نہیں اور یہ کہ خیا
 ماتع ہے کہ ہم بابر بارون اصناف کلمات کو نقل کریں جو شیعوں انبیاء سے لیکر صحابہ تک کے

جو خطا لاخر فحجى به الى عمر فقال لئان ما ترون قال فقال هذا صنع كذا او قال هذا صنع كذا
 قال فقال ما تقول يا ابا الحسن قال ضرب عنقه قال فغضب عنقه قال ثم اراد ان يحمله فقال انه قد
 من حدوده شئ قال شئ قد بقى قال دع يحط بقل فدا عمر بيلك فامر به ابي المزدحم فاحرقوا
 اور اگر اس سے تکلیف ظاہر سامی ہو تو لہجہ میں اس سے یہی زیادہ صریح پیشکش کرتا ہوں حضرت مولانا
 خاتم الکھمین رحمہ اللہ العین میں یہ کہ فاضل اخباری کے جواب الیناح میں سے عبارت نقل کی ہے وہ
 عبارت منقطعاً منبہ عرض کرتا ہے اگر انصاف تامل فرمائیں وہ اس حدیث سے کہ بنا علیٰ غرور ہم
 او خلفا ثلثہ راشدین گو نسبت بالمیر المؤمنین فاعلمہ سلام اللہ علیہا نقص ہے نہ کہ بیعت خلیفہ
 و غضب فدک دیگر چند اعمال دال بر عناد سرزدہ آبا ابا انہمہ باز در ظاہر طریقہ معاشرت اینہا بالاصلیت
 ہمیں اغوازد اکرام باتفاق فریقین بود و اجرائی شعائر اسلام را بجز افعال معہ دو کہ در کتب کلامیہ و سیر
 موجود منشا اطمینان در شان شانست بالمرہ نزد امامیہ نیز از میان بزداشتہ بود و نہ پاس
 شرح متین انصب العین ظاہر خود ہامید اشتد الخ - اب آپ بنواری ہی فاضل اخباری کے شہادت
 کو ملاحظہ فرمائی کہ شیخین کے حسن ملاطفت کی کس طرح شہادت دیتا ہے اور یہی اگر شک رہی
 تو اپنی فاضل کے روح پر فتوح سے دریافت کیجئے کہ حضرت جہان بزرگوارون نے نقص شہاد
 کیا انکث بیعت کے اور فدک کو چھینا اور بیات طیبات کو غضب کیا جب یہ کہیں کیا تو دلیل
 و امانت میں کونسا دقیقہ باقی رہ گیا یہ آپ جو یہ فرماتے ہیں کہ اغوازد اکرام باتفاق فریقین بود اگر
 یہی ہی اغوازد اکرام ہے تو خدا جانے تذلیل و امانت کیا ہوگی آپ یہی بات فرماتے ہیں اور کچھ
 نہیں فرماتے یہ کہ کچھ کہو آپ کی فاضل کے روح سے جواب ملو یہی ہمارا جواب سمجھ لیجئے -
قول اب ذرا غور فرمائی کہ جن حضرات کو اکابر خاتم المحدثین صاحب خیانت و شہادت
اقول یہ مردود ان جناب الہی لکھتے ہیں وہ انکی والد ماجد کی شہادت سے یہ حضرات تہی
 اسکا جواب سابق میں عرض کیا جا چکا ہے حاجت اعادہ نہیں اور یہ کہ خیا
 ماتع ہے کہ ہم بابر بارون اصناف کلمات کو نقل کریں جو شیعوں انبیاء سے لیکر صحابہ تک کے

شامین فرماتے ہیں **قولہ** جناب سیدہ کی نسبت یہ کہنا کہ اونچی پاس یہی شخص اس آتی تھی
 بی ادبی ہی نہیں بلکہ بیدینی ہے آج کوئی اونے سو کوئی بیٹے کی نسبت اونکر شاگرد نہیں سے
 یہ کلمہ کہہ سکتا ہے۔ یہ حضرات اہلسنت کی ہی کمال شادت ہے کہ اہل بیت جناب سالٹ بات
 کہ شامین یہ کلمات کہتے ہیں اور یہ خرافات میں داخل اور دعویٰ دلاؤ تسک اہلسنت میں **اقول**
 اسی اہل انصاف دلائل فضائل و کمالات کیا جاتے ہو یا سو گئی قطع نظر عجیب کی تہذیب اونچی
 اجتہاد اور انصاف اور علم و فضل اور دانشمندی و عقل و جرأت و بہت اور حیا و شرم کو ملا نظر فرما
 اور حسین آفرین پر ہو کہ ہمارے حضرت عجیب اگر کتاب اللہ کی خبر نہیں تو چنانچہ ان مضائقہ نہیں
 کہ معذوہ میں لیکن اپنی مذہب کے روایات پر بھی تو مطلق نظر نہیں شاباش ع این کار
 از تو آید مروان چنین کنند۔ اب یحییٰ اول کتاب اللہ کی شہادت سنئی۔ حق تعالیٰ شانہ سورۃ
 نوین ارشاد فرماتا ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَلَكُمْ**
عَلَىٰ أَكْفَلِهِمُ یہ بات شریفہ ملاحظہ فرمائیں کہ اجازت دیتی ہی اور حکم کرتی ہے کہ دو مرتبہ گھر و زمین باہر
 راستہ میں داخل ہو نہ کہ مضائقہ نہیں ہے اور یہ بزرگوار قطع نظر اس کے کہ اکابر صحابہ میں سے نہ ہی
 حضرت زہرا حضرت امیر کے ساتھ قزبات ہی کہتے ہیں تو انکی لئے بالاولے اجازت دخول مع کو
 طابری کہ حضرت امیر آپکی پہنچا دیا کی تھی اور جب حضرت امیر ہی شریک مشورہ تھی تو ممکن نہیں
 کہ یہ دخول حضرت کی بلا اجازت ہو اگر عجیب بیٹے میں تو ممانعت ثابت فرمادیں۔ اگر
 سوتلفی ہو تو اور سنی حق تعالیٰ شانہ مومنین کو اپنی بیگمہ میں باذن داخل ہونے کی اجازت
 فرماتا ہے اور فرماتا ہے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ**
 اور جبکہ خود نبی علیہ السلام کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت ہی تو اہل بیت نبی
 کی گھر میں داخل ہونے سے کون مانع ہے تو جب یہ حضرات داخلین اکابر صحابہ اور اعظم
 علیہ اسی ایمان والوں مت جاؤ گھر و زمین اپنے گھر وں کے سوا جب تک نہ بول چال کر لو اور سلام دی لو
 ان گھر وں والوں پر۔ ۱۲۔ اسی ایمان والوں نبی کے گھر وں میں مت جاؤ۔ مگر جو تک
 اجازت ہو۔ ۱۲۔

شامین فرماتے ہیں کہ
 یہی شخص اس آتی تھی
 بی ادبی ہی نہیں بلکہ
 بیدینی ہے آج کوئی
 اونے سو کوئی بیٹے
 کی نسبت اونکر شاگرد
 نہیں سے یہ کلمہ کہہ
 سکتا ہے۔ یہ حضرات
 اہلسنت کی ہی کمال
 شادت ہے کہ اہل بیت
 جناب سالٹ بات کہ
 شامین یہ کلمات کہتے
 ہیں اور یہ خرافات میں
 داخل اور دعویٰ دلاؤ
 تسک اہلسنت میں
 اقول اسی اہل انصاف
 دلائل فضائل و کمالات
 کیا جاتے ہو یا سو گئی
 قطع نظر عجیب کی
 تہذیب اونچی اجتہاد
 اور انصاف اور علم و
 فضل اور دانشمندی و
 عقل و جرأت و بہت اور
 حیا و شرم کو ملا نظر
 فرما اور حسین آفرین
 پر ہو کہ ہمارے حضرت
 عجیب اگر کتاب اللہ کی
 خبر نہیں تو چنانچہ ان
 مضائقہ نہیں کہ معذوہ
 میں لیکن اپنی مذہب کے
 روایات پر بھی تو مطلق
 نظر نہیں شاباش ع این
 کار از تو آید مروان
 چنین کنند۔ اب یحییٰ
 اول کتاب اللہ کی شہادت
 سنئی۔ حق تعالیٰ شانہ
 سورۃ نوین ارشاد فرماتا
 ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
 آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا
 غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى
 تَسْتَأْذِنُوا وَلَكُمْ عَلَىٰ
 أَكْفَلِهِمُ یہ بات شریفہ
 ملاحظہ فرمائیں کہ اجازت
 دیتی ہی اور حکم کرتی ہے
 کہ دو مرتبہ گھر و زمین
 باہر راستہ میں داخل
 ہو نہ کہ مضائقہ نہیں
 ہے اور یہ بزرگوار قطع
 نظر اس کے کہ اکابر
 صحابہ میں سے نہ ہی
 حضرت زہرا حضرت
 امیر کے ساتھ قزبات
 ہی کہتے ہیں تو انکی
 لئے بالاولے اجازت
 دخول مع کو طابری کہ
 حضرت امیر آپکی
 پہنچا دیا کی تھی اور
 جب حضرت امیر ہی
 شریک مشورہ تھی تو
 ممکن نہیں کہ یہ دخول
 حضرت کی بلا اجازت
 ہو اگر عجیب بیٹے میں
 تو ممانعت ثابت
 فرمادیں۔ اگر سوتلفی
 ہو تو اور سنی حق
 تعالیٰ شانہ مومنین
 کو اپنی بیگمہ میں
 باذن داخل ہونے کی
 اجازت فرماتا ہے اور
 فرماتا ہے يَا أَيُّهَا
 الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا
 بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ
 يُؤْذَنَ لَكُمْ اور جبکہ
 خود نبی علیہ السلام
 کے گھر میں داخل
 ہونے کی اجازت ہی
 تو اہل بیت نبی کی
 گھر میں داخل ہونے
 سے کون مانع ہے تو
 جب یہ حضرات داخلین
 اکابر صحابہ اور اعظم
 علیہ اسی ایمان والوں
 مت جاؤ گھر و زمین
 اپنے گھر وں کے سوا
 جب تک نہ بول چال
 کر لو اور سلام دی لو
 ان گھر وں والوں پر۔
 ۱۲۔ اسی ایمان والوں
 نبی کے گھر وں میں
 مت جاؤ۔ مگر جو تک
 اجازت ہو۔ ۱۲۔

سیدین سے ہیں اور جو علاوہ انکی دوسری لوگ تہی تودہ ان ہی کی معیت اور بیعت میں تہی
 اور باجائزت و مشورہ حضرت میرزا غل ہوئی تو کوئی قباحت شرعی عقلی لازم نہ آئی اور بچہ شد
 تقاضے نہ کچھ اصل سنت کی رشادت اور دلالت تک میں فرق و قصور آیا۔ لیکن اب حضرات
 ستید کی روایات معتبرہ کی شہادات پیش کر کے اہل انصاف سے ملتیں ہوں کہ مجیب
 بسیب و لکھا پر شیعہ کے رشادت اور دلالت تک کا مشاہدہ فرمادین۔ اور دیکھیں کہ ہمارے
 مجیب بسیب کا پایہ انصاف و تدبیر کس درجہ پر پہنچا ہوا ہے بجا مجلسی کی روایت جو عن
 الراح میں مذکور ہے اسکا ترجمہ مولانا حمید رحیم نے از اللہ العین علیہ السلام میں
 نقل کیا ہے سنی حضرت صادق علیہ السلام فرمود کہ ابو بکر عسکری از امیر المومنین سوال کردند
 کہ شفاعت نماید و ایشانرا ہمراہ خود نزد قاضی مسلمہ زہرا میرزا گاہ داخل شد گفتند کہ انجی شہر
 پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ حال داری سرورند بحسب اللہ بخیر تمام۔ انج۔ یہ ہدایت
 نص صریح ہے اس امر میں کہ شیخین حضرت زہرا کی پاس گہر میں داخل ہوئی دوسری روایت
 اگرچہ طول و بیل ہے لیکن منقطعاً فقرات موافق مطلب عرض کرتا ہوں۔ پس آنحضرت بہار شد
 و جناب ولایت تاب و اوقات نماز نامی پنجگاہ بسجد میرفت و ابو بکر و عمر پیش حال سید مئی
 نا ایک بیمار می آنحضرت سنگین شد آن ہر دو کس گفتند ای علی و بیان ما و قاضی شہر کی واقع
 شدہ بود تو بہتر میدانی پس اگر مناسب دانی اجازت فرما تا عذری از تقصیر گنناہ خود بیان نمایم
 فرمود شما دین باب اختیار دارید پس آن سرور بہرہ و دروازہ حجرہ مطہرہ حاضر شد و آنجناب
 اندرون دولت سرا رونق افزا گشت و فرمود کہ شیخین حاضر اند و میخوابند کہ سلام نمایند
 پر شما پس مرضی شما چیست آنحضرت فرمود خانہ خانہ شناسست و من و وجہ بیلیہ شما ام میں
 ہرچہ مرضی شریف باشد بجا آرید فرمود چادر بر سر گیر پس مقننہ مطہرہ را بر سر کشید و ردی آورد
 جانب دیوار گردانید پس ہر دو آمدند گفتند کہ راضی شو او ما حاضر راضی شود او تو۔ انج۔
 یہ روایت بھی مثل روایت سابقہ کے آشکارا طور پر ولایت کرتی ہے کہ حضرت شیخین حضرت زہرا

پاس گھر میں داخل ہوئی اور علی شیخ الشیخ کی روایت کا خلاصہ جو ازالہ الغم میں مذکور ہے یہی ہے
 بلکہ وہ میں یہ بھی پہلی آؤں حضرت سیدہ نے قسم کھائی کہ میں نہ اجازت دوں گی اور شیخین سے کلام
 کر دینی پس اس کی سفارش حضرت امیر اجازت دی اور شیخین اندر داخل ہوئی تو اب مجیب لب کی تہذیب
 اتنا اس کے کہ اگر زبیر وغیرہ کا حضرت زہرا کے گھر میں آنا باوجودیکہ وہ اہلسنت کے نزدیک اعظم اہل اسلام
 اور عشرہ مبشرہ میں ہیں اور شیخین اور زبیر بلکہ بیدینی ہی قرار پائی تو اب بلحاظ ان روایات کہ حضرت
 شیخین کے حضرت سیدہ کے پاس گھر میں داخل ہونی کی نسبت باوجود اس کے کہ حضرت شیخین کے جناب
 میں کوئی برائی اور گستاخی ہو جو نہیں کرتے حضرت مجیب المنصف مدیان ان روایات کی حق میں کونسا
 بیدینی کا مرتبہ ثابت فرمائیں گے اور کس وجہ سے بیدینیوں کو ٹھہرا دیں گے۔ اور کچھ ان روایات پر جو حضرت شیخین
 معاذ اللہ حضرت سیدہ کو جمع فساد اہل نفاق و شقاق میں جانے بلکہ انہیں ہی ہر ایک کی در بدر ہرنے کی
 روایت کرتے ہیں الفاظ روایت عنقریب ذکر کر آیا ہوں دو چار وقت اولٹ کر دیکھ لیجیے اور دیکھ لیں
 یہ فرمایا کہ یہ روایت جو ازالہ کفایہ سے نقل فرمائی ہے بیدینی ہی یا یہ روایات جو حضرت شیخین
 روایت فرمائی ہیں اگر آپ نے اس روایت کو بظرافت بیدینی فرمایا ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ ان روایات
 جو آپ کا علم کے نقل فرمائی ہیں بلا خطہ بشرط انصاف عدم عصبیت جمیت مہیاد و جالیات کو ساتھ
 تغیر فرمائیں گے ہم تو کچھ عرض نہیں کر سکتے آپ اپنی انصاف سے جو چاہیں فرمائیں اور اگر روایات گذشتہ کا
 دیکھ کر ان بار خاطر گرامی ہو تو بحمد اللہ تعالیٰ میری متبع قاصر میں اور یہی روایات میں بخوف طوالت
 صرف تبصرہ سے جو اس وقت میری سامنی موجود ہے ایک روایت نقل کرتا ہوں۔ باب ۱۱۰ وجہ بھانڈا
 معہا امراۃ میں روایت ہے علی بن الحسین عن عبد الرحمن بن ابی لجران وسندی بن محمد و محمد
 بن الولید جمیعاً عن عاصم بن حمید عن زید بن خلیفہ قال کنت عند ابی عبد اللہ علیہ السلام فسا
 دل من القمیین فقال یا ابا عبد اللہ تصلی النساء علی الجنائزہ قال فقال ابو عبد اللہ ان رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم یزید بن خلیفہ کہتا ہے کہ میں امام ابو عبد اللہ کے پاس ہوا کہ اہل قم میں کے ایک شخص نے آپ سے سوال کیا
 اسی ابو عبد اللہ کی عورتیں ہی جنازہ کی نماز پڑھیں امام ابو عبد اللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

کائنات یہاں ہر دم المعینہ بننے کے العاص وحدث حدیثا طویلہ و ان نزیب بیت النبی صلی اللہ
 علیہ وسلم توفیت و ان قاطعہ خرجت فی سائہا فصلت علی احتہا یہ روایت حضرت سیدہ زکریا
 نمکنی پر دلالت کرتے ہیں اور اس طرح ہر کہ یہ نکلنا دوسری روایات استیصار سے ہی ناجائز قرار پانا ہی۔ عہ
 عن العاص بن عامر عن ابی المعمر عن حماد بن عمار عن ابی عبد اللہ ؑ انہ قال لیس یسعی للمرأة
 ان تاتوا تخرج الی الجہاد فصل علیا الا انک کو وامرأة قد دخلت فی السن۔ علی بن فضال عن
 محمد بن علی عن محمد بن عیسیٰ عن عثمان بن ابراہیم عن ابی عبد اللہ ؑ قال صلوة علی جنازہ ہما
 امرأۃ۔ علاوہ ازیں وہ روایت جو حضرت کلینی نے حضرت ابی عبد اللہ المعصوم ام کلثوم کی نسبت فرمائی
 کہ ان دنیوی پرستی اور دنیاوی حیوانیت اور دنیاوی سر اول فرج غصبت منا ام سے الگ ہی نسبت رب
 فرماتے ہیں فی الواقع اس سنت سے یہ گزرنے ممکن نہیں کہ ادنی مولوی سنہ کے ذکر کی نسبت ایسی خوش
 اور بازاری تہین کہیں چہ جائیکہ سیدہ مطہرہ کے جناب میں حاشا و کلا یہ حضرات تبعہ ہی کی کمال شہادت
 اور نہایت دلاور و تسک و محبت اہل بیت طہرین کے کہ او سکڑا زمین جو چاہی میں فرماتے ہیں نہ خدا سے
 ڈرتی ہیں نہ رسول سے نہ سرم کرتے ہیں خدا کی نئی ذرا انصاف کی انجمن کہوں کہ فرامین کر کوئی اس نے مجتہد یا
 مولوی تبعہ کے بیٹی کے نسبت کوئی شیعہ کی شکار و نس یا ادنی دوستوں سے ہر بی کلمات جو آج
 آپ کو بزرگ کہتے کہ دشمنوں کے جناب میں کہتے ہیں کہ سنا ہی لا و اللہ ثم لا و اللہ حضرت سیدہ کا اس مجمع
 میں نہ شریف عجب ناروایت کرنے کو رشادت اور دلاور و تسک سے تعبیر کر دن یا آپ کو بدر پیر نے کو رشادت
 اور دلاور و تسک کہوں یا آپ کے پاس ایسی لوگوں کو آنے کو یا حضرات شیعہ کے اس شخص بیانی کو عزت ظاہر
 کی نسبت رشادت اور دلاور و تسک قرار دین ایک ہو تو عرض کر دن ع دل ہر دواع داغ شہید کی کجا
 لا و اللہ و اما ایہ رجوع۔ مگر غالباً یہ دوسری محض نفی بلکہ اس میں اس بنا پر ہے کہ حضرت سیدہ ؑ
 حبیبہ اہلبیت میں محدود و محسوب ہوں اور حضرت کا دخل اہلبیت ہونا غالباً اس روز سہا کی ایسی
 سے سمجھا کہ کہ جب کہ خون مباح کر دیا تھا۔ بعینہ میں ابی العاص بن ابراہیم نے قصہ بیان فرمایا کہ کہ اب حضرت کی مہارت
 روایت ہائی اور حضرت فاطمہ عورت کی مثل نہیں لے سکتی ہیں کے خوارہ کے مہر ہے ۲ امام دہلوی نے سہری کے کہوں
 عورت کو نہ سہیں ۳ عمار کوئی نکل کر یہ کہیں سیدہ عورت ہر ۴ ام عبد اللہ سہری کے کہیں و کہتہ طہرت جو اس میں نہ ہر ہی

کیا گیا ہے ورنہ اگر حسب فرمودہ صاحب شافعی شارح کافی مکتبی مصاحب کنز العرفان دیکھا جاوے جس عبارت میں
 اور نقل کر لی مگر اس تطویل کے کچھ حاجت نہیں اور ان توضیحات کے کچھ ضرورت نہیں کیونکہ جب حضرت سید کا
 اہلیت میں حدود و مہتممات کا احتمال ہے بلکہ اگر اہل بیت میں معدود میں تو مجازاً اور نہ تحقیقت اہلیت میں شامل
 نہیں تو پس قصہ ہی طبعی ہو چکا آپ کس موئذہ سے ہے اولی اور بے دینی کا اعتراض فرمایا کیونکہ یہ سب قصہ
 تو اہل بیت کا کہتا ہے کہ اہلیت میں شامل کیا جاتے ہیں سو اگر صاحب شافعی اور صاحب کنز العرفان نے ایک
 کرشمہ میں ہمارا عقدہ سے حل کر دیا تو ائمہ میں یہ کہتا ہیں اہم مسئلہ میں **قول** اس عبارت اولیٰ ^{سخت}
 سے وہ راستی و صدق نقل روایت جو صاحب تحفہ نے فرمائی ہے کہ حضرت زہرا ہم ازین نشست و برخاست
 انہما مکدر و ناخوش بود الخ خوب واضح ہے جناب امیر کو نشست و برخاست جناب زہرا معاذ اللہ حضور
 مکدر و ناخوش ہو کر ہو گئی۔ **اقول** صاحب تحفہ قدس شری صدق و سستی نقل روایت مثل و در شان
 ظاہر رہا ہے لیکن اسکا کیا علاج کر آپ نے شاید قسم کیا رکھی ہے کہ عبارت کی صحیح مطلب کے مرکز فہم کے رسائی
 نہیں گئے۔ پس یہ کہ کیا کچھ حق لفظین کا ادعا اور انصاف کا کیسا کچھ زعم ہے لیکن آپ بھی مجبور ہیں
 آپ کیا کریں جیسا کچھ صاحب نہر تہ تشید وغیرہ نے غلط صحیح فرمادیا آپ نے اعتقاد کر لیا اور اگر کیا کریں
 تو کیا کریں حضرت میر صاحب کے متاخری معاف کی اورین نشست و برخاست انہما کی نشست و برخاست
 جناب امیر اگر زیادہ نہیں تو صرف اتنا ہی کسی طالب علم سے دریافت کر کے سمجھ لیتی کہ مجموعہ
 من حیث المجموعہ کا حکم از اہل بیت الا نزدیکی حکم سے مباین اور مغایر ہو کر رہا ہے اسکی حد ہمتا لیں
 عالم میں موجود ہیں اگر ایک تہ کو نہ را آدمی اوٹھا لے گئے ہیں تو ہر ایک ہرگز نہیں اوٹھا سکتا
 اور اگر ایک سے بہت سے ہاتھوں سے بنی ہوئی سے ہاتھی کو باندھ سکتی ہیں تو ایک بال سے
 ہاتھی نہیں باندھ سکتا۔ علاوہ ازیں جو حکم قیدی خاص کے ساتھ تھپ ہوا و سکو محض اپنے
 غلط خیال سے مطلق سمجھ کر معترضانہ مخالف کے مقابل ہونا کہ قدر خلاف عقل اور نا انصافی
 یہ حضرات یہ خیال نہیں فرماتے کہ وہ قیدی جس کا تہہ چھ حکم مقید ہو رہا ہے۔ وہ علت اور
 حکم ہے گویا نے تحقیقت حکم اوس صفت پر جو بمنزلہ وصف ہے دائرہ اور وارد ہو رہا ہے لیکن

چونکہ عموماً حقیقات و اوصاف توابع ہوتے ہیں اور بدو نہ وجود و موصوفات کو جو و خارج ہی ہو سکتا ہے
 ہیں اپنی موصوفات کا ذکر ضروری ہوتا ہی لیکن اس سے پہلے سمجھنا کہ ذرات موصوفات کے
 مطلقاً محکم علیہا ہے بلکہ یا انکو خلی امان ہے بلکہ ہی پس اس اعتبار سے حضرت مجیب علیہ السلام
 لون ہرگز اور نہ کسی جنہوں نے تجھ پر اس قسم کے اعتراضات کی ہیں کمال عقل و فہم اور انصاف و تحقیق حق
 و منہج ہوتے ہی مہندہ حضرت مجیب کا ناخوشی تو کہہ حضرت زہرا سے جناب امیر کے ساتھ ہر قدر
 استنکاف محض انہی اکابر کے تصریحات کے ناواقفیت یا تجاہل کے وجہ سے ہے ورنہ حسب تہذیب و علم
 ہالین قوم حضرت معصومہ کا جناب امیر کو (در ذمہ برگردان رادی) جین ہر وہ شہین تہذیب و عبادت
 شہید دینا اور خائنین در خانہ گریختہ کے مثل فرمانا کو نہی خوشدلی پر اور صفائی طبع پر مبنی ہو کر انکار
 اس ملامت میں قرائن صفات طور پر دال ہیں جناب سیدہ اس شہادت و برخواست سے کہ زہرا جو
 تہین - تہذیب اول یہ ہے کہ بعد تہدید حضرت عسکر کے حضرت سین نے ہاجرین و انصار میں سے
 کسی کو دروازہ پر جا کر شکایت نہیں فرمائی کہ لوگو عمر میرا گھر جلانا چاہتا ہے تعجب ہو کہ چند خست
 خرا کو چھپی تو (معاذ اللہ در ذمہ برگردان رادی) یوں مجمع ہاجرین و انصار میں فریاد و فغان
 فرمادین اور اتنے بڑی امر کو سنکر اس طرح خاموش ہو کر بیٹھیں کہ دوسرے عسکر سے سنکر اپنے اذکار
 بطور نامحبت کر ہی کچھ جواب نہ دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکا یہی منشا تھا تفسیر کے یہ
 کہ حضرت امیر وغیرہ کو یہی صلاح دی کہ جاؤ اپنی رائی آپ سوچو اور میری پاس آؤ میری معذرت
 ہوتا ہے کہ آپکا یہی مدعا تھا جو عمر رضی اللہ عنہ کی دیکھی کے پردہ میں ظاہر فرمایا اور پوچھ کمال
 کہ آپ اسکو بے پردہ نہیں فرماتے ہمیں پس حضرت مجیب خوب غور و تامل کے ساتھ نظر انصاف
 ملاحظہ فرماوین اگرچہ انصاف کی امید تو نہیں **قولہ** استناقض ہے جو صاحب تحفہ کی عبارت
 میں واقع ہے بخلاف طوالت اغماض کر کے حضرت مجیب کے اقوال آتیہ کا جواب کہ تہی میں **اقول**
 یہاں تک مجیب علیہ السلام نے جس قدر اعتراضات فرمائے اور اغماض نہیں کیا انہیں حضرت کا تہذیب و علم
 و انصاف و تحقیق حق و منہج ہو چکا اگر بیان ہی کچھ نہ رہا تو بخیر اسکی ادب تھا کہ ایک

وجہ غلطی کا اور گناہاں لیکن جس قوم ہوتا ہے کہ اپنی زمین کچھ بھیکری چکر ہو چکی ہو تہی ہی انصاف
 کو شک کر دے زمین کو تناقص کا ہوتا اور بوجہ طولالت اغراض کرنا تہہ بدیان فرماتے ہیں **قال القاضی**
المجیب (قوله) چنانچہ کتاب اللہ فضائل صحابہ پر اور اقوال عترت بشمار ازکی مدائح میں وارد
 ہیں۔ (اقول) کیون حضرت شروع میں خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو الخ لکھنا اور بعد میں فقط لفظ
 صحابہ لکھ کر کتاب اللہ سے ازکی فضائل کا ذکر ہونا ہو گیا کہ تہہ بدیان ہم تو بیاس ادب کچھ کہہ نہیں سکتی مگر آپ
 منصف ہیں آپ ہر ارشاد فرمائیں **میقول العیب الفقیر الی مولائہ الخ** سب ان
 ہماری عجیب لہیت عبارت کو دیکھتی ہیں نہ طلب جہت ہیں اور اعراض فرمادتی ہیں۔ اسی حضرت
 بندہ کی عبارت کو تو دیکھ کر کہ کیا عرض کیا گیا ہے یہ اعراض فرما کر اب میں اپنی عبارت نقل کرتا ہوں
 اہل انصاف ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ ادب پر اعراض ہماری عجیب گاہی یا بجا (لیکن متحرک
 موعظ اختلاف کا یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین علیہم اجمعین علیہم اجمعین علیہم اجمعین علیہم اجمعین
 کو اہل سنت تمام سے باعتبار مرتبہ اعلیٰ و افضل درایمان میں ثابت و کمال اعتقاد کرتے ہیں چنانچہ کتاب اللہ
 فضائل صحابہ پر ہی وارد اقوال عترت بشمار ازکی مدائح میں وارد ہیں) یہ عبارت ہے جس میں عجیب
 اعراض میں اور ناز کر کے فرماتے ہیں کہ ہم بیاس ادب کچھ کہہ نہیں سکتی۔ حضرت عجیب فرماتا
 شروع میں خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو لکھنا اگر اس سے مراد یہ ہے کہ صرف خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو لکھا اور عموماً
 صحابہ کا ذکر نہیں کیا تو محض غلط ہے شروع میں عموماً صحابہ کی فضیلت کو ذکر کیا گیا ہے اور بعد میں
 انہما بطور تخصیص تقسیم خلفائے ثلاثہ کو بوجہ غایت اہتمام کے ذکر کیا گیا اور اگر حصہ مراد نہیں ہے تو صحیح ہے
 لیکن مفید نہیں بلکہ اعراض محض ہے اور اگر لفظ کرام سے آپ شروع و مشاک ہیں تو کیا آپ
 انہما بنا طرہ والی اتنا ہی نہیں جانتے کہ اہل سنت کا مذہب جمیع صحابہ کے نسبت کیا ہے علاوہ
 کہ اگر بالفرض شروع میں صحابہ کرام کا ذکر نہ ہوتا اور صرف خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا ہی ذکر ہوتا اور بعد
 کے لفظ صحابہ لکھ کر کتاب اللہ سے ازکی فضائل کا دعویٰ کیا جاتا تاہم کچھ حرج نہیں تھا
 نہ حسب اصول اہل سنت کوئی اعراض تھا کیونکہ جو فضائل بحیثیت صحابیت اور ہر ہر جہت اور

انصاف و غیرہ کی بیان کی گئی خلف اللہ رضی اللہ عنہم اوسین فرد کامل میں تو ان کی فضائل بہین
بالاولی ثابت ہو گئی مثلاً جناب امیر کا ذکر کر کے اگر فضائل اہل بیت کا دعویٰ کیا جادی ہو گیا
یہ خیال ہو سکتا ہے کہ حضرت امیر کے فضیلت اس سے ثابت ہو گئی حاشا و کلامیکہ بالاولیٰ ایک
فضائل ثابت ہو گئی ہم سے آپ کیا دریافت فرماتے ہیں کسی نامل انصاف سے یہ چہرہ بھی
آپ کو بتا دیگا کہ آپ کا اعتراض محض بے سبب ہے اور نا انصافی کی وجہ سے ہے **قول** ہمارے
ہو چکا ہے کہ صحابہ کرام کے فضیلت سے انکار نہیں ملے صحابہ کے فضیلت میں گفتگو ہے جیسا کہ
قرآن شریف سے فضائل ثابت ہیں ایسی ہی دلائل و زرائع بھی ثابت ہیں چنانچہ بطور نمونہ ایک آیت
لکھ کر گئی۔ **اقول** وہیں یہ بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ حسب مقصود اکابر قوم صحابہ کرام
وجود غنا صفت محض فرمائی اور ادا عالی ہے پس آپ کا یہ فرمانا صرف بوجہ اغراض تصدیقات اپنی
علماء کری اور اگر آپ ہی ہیں تو بس اللہ ہمیں میدان میں جو گان میں گو۔ تشریف لائی اور اپنی
اصول پر جن صحابہ کو کرام سمجھتے ہیں کتاب اللہ سے ان کا کرام ہونا ثابت فرمائی۔ جبکہ صحابہ کو قرآن
شریف سے فضائل بھی ثابت ہیں اور زرائع سے ثابت ہیں تو کیا خداوند تعالیٰ کو معاذ اللہ ہر دفع
ہوا تھا یا بدو واقع ہوا جو اس اختلاف فاحش کا سبب ہوا یا یہ کہ فضائل عثمان جامع القرآن ہے
انصاف کر دینی اور اگر یہ عرض ہے کہ بعض کے فضائل اور بعض آخر کو دلائل و زرائع مذکور میں تو برائی خدا
ذرائع سے کجی اور اپنی مقبولین کے کو غیر مقبولین سے تیز تو دیکھی جن میں یہ ہے کہ قرآن شریف
میں حق تعالیٰ شانہ نے عموماً صحابہ کرام کے مزاج دینی و آخری بیان فرمائی اور خداوند
تعالیٰ ہولادہ اس کو بدو واقع ہوا اور کہ سنی قرآن میں کی سنی کی اور خداوند تعالیٰ نے ان کی معاصی کے
معفرت کا وعدہ فرمایا جو ان کو گناہ میں وہ مغفور اور بقدر معاصی میں وہ مغفور **ذٰلِكَ فَصْلُ**
يُؤْتِيهِ مِنْ تَاءِ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ اور جو آیت بطور نمونہ لکھی تھی اس کی نسبت یہی ظاہر کر دیا
گیا کہ جس دعویٰ کے نبوت میں یہ نمونہ پیش کیا تھا نے کیفیت اس کی یہی نمونہ نہیں بلکہ حضرت کو کلم
وہم دار انصاف و تحقیق حق کا ایک عمدہ نمونہ ہے **قول** انان خلف اللہ کی شان میں

تخصیص کے بجز اسکی اور کوئی وجہ نہیں کہ آپ اس باب میں خود کامل تھما سے سبب سے پہلے
 صدیق قرار پایا جسکو حضرات ائمہ نے ہی میں فرمایا۔ علاوہ اسکی آیت اشد علی الکفار۔ خاص
 خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ کی صفت ہے اور اسکا مصداق جنگ کے مقصد میں دیا ہے ہر ان بجز
 شیعہ نے ہی تسلیم فرمایا ہے علاوہ ان سب کے آیت استخلاف من بعدی خلیفہ رضی اللہ عنہم کے
 فضیلت کو ثابت کر رہی ہے علاوہ ان کے اور بہت سے آیتیں پیشتر گذارش کر چکا ہوں بڑے
 خدا انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمادین تو ان کے تحریف کے درپے نہوں آئندہ اگر اختیار ہی
قولہ اقوال عترت جو شمار تحریر فرماتے ہیں معلوم نہیں کہ اس سے آپ کی کیا مراد ہے اگر مقبولہ خود
 مراد ہے تو وہ خصم پر حجت نہیں۔ **اقول** اگر اقوال عترت مقبولہ خود مراد ہوں تاہم مطلقاً
 یہ فرمانا کہ خصم پر حجت نہیں آپ کے اپنے بزرگوں کے اقوال کی ناقصیت کی دلیل ہے بیشک عدم
 حجت اور قوت ہے جبکہ غیر مسلم خصم ہوں اور جبکہ خصم انکو تسلیم کرتے ہوں تو اگرچہ مقبولہ خود ہوں
 خصم پر حجت ہوگی اب نبی علامہ الزرقانی لاجبی نے گوہر مراد میں صحت روایات اہل سنت کے
 تصریح فرمائی ہے وہ تحریر فرماتے ہیں کہ اہل انصاف در فرقہ سینا محدثین ایسا نہ کہ ہر حد از پیغمبر صلی اللہ
 علیہ وآلہ و آلہ باہنہ اسید بے کم و کاست روایت می نمایند انتہی مختصاً عن الزعام۔ پس جبکہ خصم نے
 صحت روایات خصم تسلیم کر لیا تو کیا وجہ کہ اس پر حجت ہوں۔ **قولہ** اور اگر متفق علیہ ہوں
 تو سب سے چنان میں کہے بعد آپ کی علی ہمارے کتا بوں سے بزرگ خود کل تو قول نقل کی ہیں جسکا
 آیات بنیاد آپنی رسالہ میں لکھتی ہیں ہر ایک کا جواب اپنی محل پر دیا گیا ہی پس آجکا اگر
 اقوال شمار لکھنا مبالغہ نہ ہے۔ **اقول** حضرت میر صاحب آپ انہیں کہہ کر دیکھیں کہ آپ کی
 اللہ تعالیٰ علیہ اہل سنت نے کیا کچھ کیا باوجودیکہ آپ کی علی نے اپنی تمام سرخشاں محافل
 صحابہ و اہل بیت مثالب مطاعن میں صرف کر دی تو ایسی حالت میں آپ کا ایک قول کا ملنا جو صحابہ کے
 فضائل و دلائل کے عجائبات قدرت الہی سے ہے جیسا خواجہ کی کتا بوں میں فضائل و محابہ
 حضرت امیر رضا کا پایا جائے نہایت مستبعد اور درست جناب امیر ہے کہ جانیکیہ حسب اعتراض مامی

صحت روایات اہل سنت مسلمہ و غیر مسلمہ و اہل انصاف

فذلک غفور رحیم و مثاک یا عمر مثل نوح اذ قال رب انقذنی علی الارض من
 الکفار فیکون فی کلامه عبارات فخر و تری المیه کی شجر الکلام سے نقل کرنا ہوں۔ روایت ہے کہ در روز
 ہفتاد و ن اسیر گرفتہ ہندو از آن جملہ عباس و عقیل بودند حضرت رسالت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم در باب ایشان فرمایند
 مشورہ فرمود ابو بکر گفت کہ اگر ایہ اصغرین قوم قاربت عشار تو اند اگر ہر یک بقدر طاقت دست شاعت خدا
 بدستہ باشند کہ روز جزا دولت ہایت بر سبند و حالاعد و دہد و مسلمانان زیادہ شود عمر گفت یا رسول اللہ
 اینان کندیب کردند تیرہ سیر دن کردند اینہا انہ کفر اند مہ را بقربا نا گردن زنند و گنیز ایشان خدا را
 عقیل یعنی سپاہدار عباس را بجزرہ و فلان بن تا گردن زخم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ حق
 سبحانہ و تعالیٰ لہا نمی مردم را گاہ است کہ نرم بسیار دیر تیرہ کہ نرم تر از شیش است و دیگر دہا بسیار شد کہ
 سخت تر از سنگ مثل تو امی ایابکر ہا بن مثل ابواسیم علیہ السلام است گفت فضیلتی معنی فائدہ منی
 منعصا و کذا و کذا مثل تو امی عمر مجھو مثل نوح است و سبیکہ گفت رب انقذنی علی الارض من الکفار فیکون
 ذکر آراو این دو حالت کہ نرمی و سختی است کہ از انبیاء صادر میشود و محبت عام و مقتضای وقت خوب است
 چہ بعضی از کفار ہستند کہ بسیار شدید اند در کفر و ایمان از ایشان متوقع نیست و نہ از عقاب این گناہ
 استیصال است و دل سختی و اگر بخلاف است نرمی و خوشخوئی بعد ازین حضرت فرمود اصحاب
 اگر خواہید شنید و اگر خواہید بت ہستامید ایشان بت را اختیار کردند۔ پس جناب مجیب کالفظ ہمیشہ
 مبالغہ شاعرانہ بچینا محض بوجہ ناوقفیت انہی کتب کہ ہی و بس قولہ معنی انظار ثلثہ
 شامین ان نوین سے بھی مضین ہیں۔ **اقول** حضرت مجیب شاید اول اقوال کو جو عموماً مشابہ
 صحابہ کرام میں وارد ہوئی ہیں بوجہ کمال دین و دیانت و ستم نواست خلفا ثلثہ رضی اللہ عنہم
 کہ شامین نہیں سمجھتے کہ لفظ بعض اطلاق فرماتے ہیں حالانکہ سیم غلط ہے کیونکہ جو قول سہواً صحابہ
 بنقبت پر دلالت کر گیا خلف ثلثہ رضی اللہ عنہم شامی و اوسین شامی و اوسین مصداق ہونکہ۔ قال
الفصل المحجب۔ قولہ۔ اور شیوہ اولکوف ثقلین بتبر از کفار و منافقین جانتی
 ہیں (نمود با ثلثہ من ذلک) **اقول**۔ اہل اس قول سے سلوم ہونا ہے کہ معاذ اللہ

کتب
 جامعہ
 لغزین
 و
 کتب
 لغزین

شیعہ صحابہ کرام کو ایسا جانتے ہیں۔ یہ محض افتراء ہی حاشا وکلا کہ شیعہ کا یہ اعتقاد ہو مقبول
العبد الفقیر الی مولائہ جناب مجیکے اس جہات کو آفرین اور اس بہت پر شاہد
 نہ پڑتا دیکھیں نہ اپنے علم کی شہادتیں نہیں بجا رہی صحابہ گنہگار تھے مین میں آپ کو بزرگواروں نے
 تو انبیاء و ائمہ کو یہی کفر و خیانت سے چھوڑا اور صحابہ میں ہی توفیق و کفر و نفاق وارد ہوا۔ یہ شایہ
 ہی کوئی بجا ہو۔ تو شاید کرام کو تسلیم کے سبیل آفرین ہوگی پس کواہست کا اقرار کہنا طرفہ
 تماشا ہے۔ یہ وصف تو گناہی معاف جناب کی ہے اگر کا برین پایا جاتا ہے کہ ائمہ پر افتراء کرتے
 تھے یہاں باندہ تھے ہی بھولی روایتیں بنا کر ان کو طرف سے شائع کرتے تھے ہی اور حضرت علیؑ کا کہنا کہ
 یہ بھی موجود ہے۔ الشیعہ کا نوا یکذبون علی الأئمۃ و ہم قد ما ذوا منہ علی ما ذکرہ
 الکلیۃ فی الکتاب و ذوالفقار انہمہ اگر شیعہ کا یہ اعتقاد نہیں ہے اور صحابہ کرام کو کرام جانتی ہیں اور
 اور اپنی بزرگواروں کے جنہوں نے کرام ہونے سے صحابہ کو خارج کیا ہے تکذیب کرتے ہیں تو مرہباً بالوفات
 وجہ الاتفاق۔ **قولہ** ان جنک نفاق انکو نزدیک ثابت ہے اور روایات اہل سنت ہے اسکی ساعدت
 کرتے ہیں انکو ہی لیا سمجھتے ہیں کہ کل کو اسی گول مول بات لکھیں اور سب کو خطاطی کرنا انصاف سے بعید ہے
اقول وہ منافقین کہ جنک نفاق کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے ثابت ہے اہل سنت کو نزدیک
 ہرگز عداوت صحابہ میں نہ وہ نہیں اہل سنت کو نزدیک صحابہ کی روایتی ایمان خاتمہ تک ہونا شرط ہے حاشا کلام
 کہ اہل سنت کو روایتیں نفاق صحابہ کی ساعدت کرنی ہوں لیکن ان حضرات شیعہ کے روایات صحابہ
 کرام کے ارتداد و نفاق کو صاف صاف بیان کرتے ہیں یہ حقیقت میں غلط مطلق آپ کو بزرگان دین نے
 اپنی روایات میں فرما رکھا ہے نہ نہیں۔ **قولہ** یہ کہ ممکن ہے کہ شیعہ خلاف ثقہین کے جن حضرات
 اہل سنت سے اسی امر میں تو مخالفت و جھگڑہ ہے **اقول** حضرت میر صاحب یہ محض آچا
 اور آپ کی بزرگوں کا زبانی دعویٰ ہے شیعہ کو اور اتباع ثقہین کو کیا علم اللہ شیعیت تو اتباع
 ہشام بن حکم اور ہشام بن سالم اور عیسیٰ اور زرارہ اور سالم بن ابی حفصہ اور ابو بکار و ابو بصیر
 نے شیعہ ائمہ پر جوٹی باتیں توہینی ہیں۔ اور اہل شیعہ کی اذیت پاتے ہیں۔

و غیرہ کے دین کا اتباع ہی آپ جدیات کو چوری اور پنی کنابوں میں امر کی تحقیق فرمائی اگر
انسان میں دیکھیں گے تو یہ کہیں گے کہ یہ طریقہ ان ہی حضرات کا اور ان کے بزرگوں کا ایجاد و اختراع
ہی کہ بہت تراش تراش کر اور ادینا بنا کر کہہ رہی تھی اللہ عنہم کی طرف نسبت کرتے تھے اور ائمہ انکی
مکذیب فرماتے تھے کسی پرعت فرماتے تھے کہ سیکو مشرکین الیہود و النصارى فرماتے تھے یہی پس جو
طریقہ ایسی بزرگواران کے توسط سے لیا جائیگا وہ ہرگز ثقلین کے مطابق نہیں ہوگا تعجب یہ ہے
کہ شیعہ نے ان حضرات کو روایات و روایات کو مطاعن میں محایق قرار دیا است میں تو پیشوا قرار دیں کہ ہاں
کیا وجہ ہے کہ آیات میں انکی روایات و روایات کو بدل نکلیا جو کہ ان حضرات کا کس قدر حال مد
روایات سابقین میں ہی بیان کر چکا ہوں اسلیں اس موقع پر اسی قدر فیصلہ ہر کتفا کر کہ حضرات شیعہ نے
جو حضرات ثقلین اپنی اصل فروغ میں کیا ہے اسکو نقل کیا ہوں۔ (۱) وجوب معرفت خدا تعالیٰ عقلا
حالاکہ یہ ثقلین کے مخالف ہیں کہنا بائد۔ (الحکمہ لا للہ الا للہ الحکمہ یعلما یا شام و یحکما یا
عزت روی الکذبة عن اے عبد اللہ ؑ انہ قال البین علی خلقہ ان یعرفہ و الخلق علی اللہ
یعنیہم (۲) اکابر شیعہ مثل زید بن اسین اور کبیر بن عیینہ و سلیمان بن جعفری اور محمد بن مسلم کہ عقیدہ
ہی کہ خدا تعالیٰ ازل میں نہ عالم نہ ہا : سمیع : بظہیر صبر صبر مخالف ثقلین ہے (۳) اقبال
صاحب الطاق البیض اثناء مشرکہ تھی میں کہ خدا تعالیٰ بعض شایہ کو قبل وجود نہیں جانتا چنانچہ شیخ
مقداد صاحب کثر العرفان اسکا قائل ہے کہ کتبیات سے قبل وجود خدا تعالیٰ جاہل ہے اور یہ بالکل خلاف ثقلین
(۴) ابو جعفر طوسی در شریف تفسیر میں کہ خدا تعالیٰ میں عقیدہ مذہبہ کا دوسرے
یہ کہ سطح موافق ثقلین ہے (۵) شیعہ اعتقاد کرتے ہیں کہ کلام اللہ میں ہی نہ تحریف کی
اور یہ عقیدہ بالکل مخالف کتاب اللہ اور عزت کر ہی (۶) کہتے ہیں کہ معاذ اللہ خدا تعالیٰ
کو بار واقع ہوتا ہے اور یہ صریح مخالف ثقلین ہے (۷) اعتقاد رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ غیر
شیعہ کے خدائے اور اگر ایسی پر راضی ہے اور یہ مخالف ثقلین ہے (۸) اعتقاد رکھتے ہیں کہ

حضرات سید مراد قدس سرہ ثقلین کے مخالف ہیں

سابقہ میں کہہ چکا تھا کہ خود اسکی ہی حکم ہے جو جانتا ہے کہ ایسا درجہ کون ہی حکم کرے۔ مگر وہ نہ شیعہ نہ سنی ہے اور نہ
کمال کی مخلوق ہے نہ ہم نہیں کہ وہ اسکو بھی ہے در ثقلین کے لیے مدبر و جب کہ وہ انکو چھوڑا لی۔ ۱۲۔

خدا تعالیٰ محکم عقل کا ہے اور بحکم عقل بہت سی چیزیں خدا تعالیٰ پر واجب ہیں (۹) عقیدہ رکھتی ہیں کہ بدن بیکہ تمام ظیور و باہم حیوانات اپنی اپنی افعال کے خالق ہیں اور خدا تعالیٰ کو ان کی افعال میں کچھ دخل نہیں اور یہ عقیدہ مخالف تقلید کے ہے (۱۰) اعتقاد رکھتی ہیں کہ ائمہ امام انبیاء اور رسول سے عند اللہ افضل ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور یہ عقیدہ تقلید کے مخالف ہے۔ (۱۱) اعتقاد رکھتی ہیں کہ انبیاء اور ملائکہ کی سیدائش بظیفیل حضرت علی کے ہے اگر حق تعالیٰ نے علی کو سیدان مقرر کیا تو انبیاء اور ملائکہ اور جنت کو پیدا نہ کرتا اور یہ مخالف عقل و نقل ہے (۱۲) اعتقاد رکھتی ہیں کہ خدا تعالیٰ نے انبیاء اور ملائکہ سے ائمہ کی ولایت اور ان کی اطاعت کا ميثاق لیا۔ (۱۳) اعتقاد رکھتی ہیں کہ انبیاء و ائمہ کے انوار سے قیاس کرتے تھے (۱۴) اعتقاد رکھتی ہیں کہ قیامت میں تمام انبیاء حضرت علی کے محتاج ہوں گے۔ (۱۵) اکابر امامیہ انبیاء سے صدور کفر و ثبوت کبیرہ روایت کرتے ہیں۔ (۱۶) گھتے ہیں کہ جبکہ خداوند تعالیٰ نے انبیاء سے ميثاق لیا تو حضرت آدم نے انکار کر دیا۔ (۱۷) کہتی ہیں کہ بعض رسول نے رسالت سے عذر کیا اور استعفاء دیا۔ (۱۸) کہتی ہیں کہ بعض مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوف کوجہ سے وحی کو رد کیا اور تبلیغ احکام سے تقاعد کیا (۱۹) اعتقاد رکھتی ہیں کہ ائمہ اور ان کے اعداء قبل قیامت زندہ کیے جائیں گے جسکو رجعت سے تعبیر کرتے ہیں۔ (۲۰) اعتقاد رکھتی ہیں کہ امامیہ میں سے کسی کو معصیت صغیرہ دیکھ کر پرغضب ہوگا (۲۱) مذی اور دوی اور آب استنجا کو پاک قرار دیتی ہیں (۲۲) شراب کو اپنی عقیدہ وغیرہ نے طہارت کا حکم دیا ہے (۲۳) کہتی ہیں کہ اگر حسین عورت کو حالت نماز میں بغل میں لپیٹ لیا جائے تو اگر شیش ٹپتا رہو اور نہ ذکر کھجادی سورائے عورت کے کرے اور مذی بھی پہلے گھسوں تاکہ پونچھی تاہم نماز جائز ہے (۲۴) بعضی فرماتے ہیں کہ نماز میں اکل و شرب مفسد نہیں (۲۵) کہتی ہیں کہ بعض سویتین پڑھنی سے نماز فاسد ہو جاتے ہے۔ (۲۶) پانی میں غوطہ لگانے کو مفسد صوم فرماتے ہیں (۲۷) کہتی ہیں کہ اعلام سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ (۲۸) نوڈیوں کے فروج کو عاریۃ دنیا جائز فرماتے ہیں (۲۹) عورت منکوحہ اور محلوہ اور نامکوحہ کوئی اور وقف

کی ہوئی اور ایسا نہ رکھی ہوئی اور متعدد کے ساتھ لواطت کو جائز فرمایا (۲۴) متعدد دور یہ کہ بڑی
 قرار دیتی ہیں اور ایک صورت یہ ہے کہ ایک عورت کو ساتھ متعدد مکررین اور دو رنوبت
 مقرر کر لیں کہ ہر ایک شخص اپنی نوبت میں جماع کرے علی بن القیس بہت سی ابواب فقہ کے مسائل
 کثیرہ ہیں شتی نمونہ اور خرد وارد قطرہ نمونہ از بحار نہایت تنقیص و مختصار کے ساتھ صواعق و خوار
 نقل کر دی جناب محیب غور فرادین اور سوچیں کہ نقلیں کا اتباع اسی کا نام ہے باقی ترانہ نافر
 کلام اللہ کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا ہے وہ آئندہ کتاب اللہ کی بحث میں ذکر کیا جائیگا جناب
 محیب اگر زیادہ تفصیل چاہیں تو ہم تفصیل کے واسطے بھی حاضر ہیں بعد اس کے اب یہ امر واضح ہو گیا
 کہ جو مسئلہ محیب نے تحریر فرمایا (اہلسنت سے اس میں تو مخالفت و جھگڑہ ہے نہایت صحیح
 قال الفاضل المحیب - قولہ - اہل سنت سے اس میں مخالفت و جھگڑہ ہے نہایت صحیح
 فضائل اور اظہار مطاعن میں بجد و جہد ساعی ہیں - آقول - بے شک جنکی فضائل کتاب اللہ
 و اقوال عزت سے ہرگز ثابت نہیں اور اہلسنت خواہ مخواہ فضائل اور کچھ ذمہ لگائی ہیں اور مطاعن
 جو طشت از باغ افتادہ ہیں کہ چھپائے ہیں نہیں چھپ سکتے چھپا جا سکتی ہیں ان فضائل کے باطل اور
 مطاعن کے اظہار میں کدو کشش کرتے ہیں تاکہ امر حق ظاہر ہو یہ قول العرب الفقیر الممل
 بحول اللہ و قوتہ گذشتہ اجاث میں مناقب محمد صابہ کرام کا اثبات کتاب اللہ سے ہی اور اقوال
 ائمہ سے ہی مختصر کیا گیا اب ہم دیکھتے ہیں کہ محیب نے تسلیم فرماتے ہیں یا بخلاف تحریر خود فضائل
 ثابتہ کو باطل فرماتے ہیں بڑے مطاعن جناب محیب نے دو ذکر فرمائی تھے انفضاض عن مسئلہ
 اہلسنت و تحکک عن ہجۃ الصدیق سید محمد اللہ از کا بھی تعلق و استیصال راجبی کہا جا چکا ہے
 پس حضرات شیعہ جن مسائل و اثبات کتاب اللہ و ارشادات ائمہ فضائل صحابہ کی کتاب کو شہکار
 خاک سے چھپانا چاہتی ہیں اور دیگر انوار اپنی مومنوں سے بھجانا چاہتی ہیں اور زبردستی اپنی تہاشی
 ہوئی ذرائع کے نجاسات سے ان کو دھنا کر مٹھو کو مٹھ کرنا چاہتی ہیں اور جن صحابہ کو کرام نام کر
 رکھا ہے ان کو بھی تو سہام طاعت و قربانی نہیں چوڑتے ہیں - با این ہمہ صدق امتیاز

باوجود ارتداد صحابہ کے خصمال میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ بارہ ہزار صحابی باسی تھے جو کوئی انہیں
 جبری اور قدری اور حروری نہ تھارت دن خدا کو خوف سے دویا کرتے تھے دو ہزار انصار تھے
 اور آٹھ ہزار مہاجر تھے اور دو ہزار وہ تھے جو ہنگام فتح مکہ سلام لائی تھے۔ پس کیا ان بارہ ہزار کے
 فضائل خواہ مخواہ اہلسنت ہی انکو ذمہ لگاتے ہیں اور انکی مطاعن جو پشت از بام میں بہشت
 سی چھتا ہیں یا یہ انکی فضائل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں
 سدا اللہ اگر بفرض محال ہے ہی امر حق قرار پاوی جسکی در کچھ حضرات شیعہ ہیں تو نہ خدا کی خدا کی باقی
 دہی نہ رسول کے رسالت نہ انبیاء کی نبوت نہ ائمہ کی امامت نہ اہلبیت کی حرمت نہ صحابہ کی صحابیت
 پس ہر امر حق کے انکار کے سعی کا دعویٰ لا حول ولا قوۃ الا باللہ اعلیٰ اعظم رسانستح بنیادین
 قومنا بالحق وانت خیر القومین۔ **قال النجاشی المحجیب**۔ قولہ۔ چونکہ امت یہ
 اختلاف خلافت بھی سی اصل سے ناشی ہے اور حضرات شیعہ کو اتنی بڑی فضیلت عمت با
 اپنی اصول مذہب کے کب گوارا تھی اگرچہ نقلین اسکی ثبوت کو کٹا بہ میں ایسی خلافت کی
 اصول و شروط ایسی وضع فرمائی کہ ہنگام رعایت سے مدعا حاصل ہوا اور ابطال استحقاق خلافت اپنی زعم میں
 ہو جاوی (اقول) یہ اصل ہی در اصل مجاہد خود نہیں جیسا کہ پہلے گذارش ہوا کہ کل صحابہ اپنی تہمتیں لگا کر اپنے مخالفین
 بعض کے شاہین صاحب حیانت و شرارنا دہشیدہ مرد و وان جناب الہی تحریر فرماتے ہیں **مقول العبد الفقیر**
الاموالہ اس اصل کا در اصل مجاہد خود ہونا سابقا اپنی موقع پر مشرور و جابیان کیا جا چکا ہے حاجت عادہ میں سچا لگا
 کسی حد تک عنانہ مجیب اسکا اعادہ فرمائی تو تعجب کیا جانا اور خاتم الخیرین کے کلمات کی نسبت بھی مفصلاً مذکور ہو چکا ہے لیکن جبکہ
 ہی قدر عرض ہے کہ خاتم الخیرین صحابہ میں یہ لفظ نہیں لکھو صلاً لفظ مرد و وان جناب الہی ہرگز صحیح کی حق میں نہیں لکھا یہ محض
 مجیبین تحریف کا اقتراء ہی اور بفرض اگر صحابہ حق میں لکھا ہی تو بطور الزام نقل نہ ہوتا یہ کہ لکھا ہی پس اح و جناب مجیب نے
 جو یہ جملہ تحریر فرمایا۔ (کل صحابہ اپنی تہمتیں) اگر مراد اس سے سلب کلی ہے تو البتہ کہا جاسکتا ہے
 کہ یہ ایک جملہ ہی جو انصاف و راستی و صدق سے بابتنا اپنی روایات و اصول مذہب کے مزبور ہوا ہے اور اگر کل
 مجموعی کی طرف نفی راجع ہے تو خلاف تصور روایات ہے۔ چنانچہ بارہ اس غلطی پر متنبہ کیا جا چکا ہے

اور پھر اچھا ہونا مرتبہ یکساں ہر اگر اس سے پہلے ہر آدمی کہ معصوم نہ تھی اور شیعہ جیسا ائمہ کو نہیں
 سہی سہی برتر اور پھر فرماتے ہیں یہی تو معصیٰ تو معصیٰ مستقیم معصوم معصیٰ اور نہ انبیاء سے بہتر بلکہ سادہ
 ہی نہیں اور اگر اچھی نہ ہوتے سہی پھر سادہ ہے کہ مرتد اور غاصب حق اختلاف نہ فدا کر دینے
 اور حرف کلام سب عالمین تھے تو غلط اور کذب افتراء اور دسادس و تخیلات حضرات تبعہ سہی ناشی
قولہ اکیسویں کہ مقدمہ خلاف ہے وہ مقدمہ ہی کہ جس سے حجاب کہ فضائل و ذرائع ہر کی حجاب
ہن اقول - یہ حصہ بالکل غلط اور باطل ہے فضائل و ذرائع حجاب کے پرکھی جانے کے
 صدہا عقبات اور ہزار ہا مراحل زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں قطع ہو چکا اور
 انواع انواع کے تکلیفات میں آدابائیں ہو چکی اور طرح طرح کے صدقات میں استحقاق ہو چکا
 اور جب کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور دعوت شروع فرمائی اور کفار اور فساد
 و اذیہ ارسالی ہوئی جن لوگوں نے اس وقت حضرت کی تصدیق فرمائی اور حضرت پر ایمان لایا اور کفار کی انہما
 سمجھ کر کچھ اپنی مال جان و آبرو کا پاس نہیں کیا اعلان بے خوف و خطر آواز دعوت اسلام کو بلند
 رکھا چنانچہ بہت سے کابر و قریب اہل بیت کہ درجہ سے شرف بایمان ہوئی اور بہت سے غلاموں کو
 جو ایمان لائے تھے اور کفار کے بچے تکلیف میں گرفتار تھے اپنی خالص مال سے خرید کر آزاد کیا اور کفار
 کی تکلیف دہ سے آزاد کر دئی دلائی۔ اور پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارگاہ اور رفیق
 غمگسار صحابہ دین اسلام کی محبت میں ازواج و اولاد اور خوب بست و آزار بے پیوند طور ادا مال و دینا کو چھوڑ
 اپنی وطن سے موٹے موڑ راہ غربت اختیار کی مصیبت کو سر پر لیا۔ صدقہ تین چیلین اور تین چیل
 تکلیفیں ادا کیا کفار و الکفار سے قطع مسکن کر کے حضرت کے قدموں میں بڑھ گئی کہ وہاں کی
 سعادت سمجھا اور جنہوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آدھ کر رفا و اہل وطن کو اپنی گھروں میں جگہ
 دی جان مال سے خدمت کر کے دارین کی سرخروئی حاصل کی دین و دہا نام کے شاعت میں سہی
 ہوئی عروا و میرا میں سلام کا کہی اللہ کے لیے اپنی جان و نگو معرض ہلاکت سے نہیں بچا اپنی
 جان و نگو حضرت کے نفس نفس کے آڑ میں کی گھسا۔ دین اسلام کو عالم میں پھیلا یا کھر دال کھر کھنڈل

کہ کھنڈل بال حجاب و عورت است

دگو نسا رکھا۔ آرمایشون کے بھٹی میں انکی میل کچل در ہوئی اور وہاں سیض صحبت پیغمبر نے اونکو
 مصفا و نچلا کیا۔ انوار آفتاب رحمت خداوندی جل شانہ سے انکی قلوب نور ہوئی اور اشعہ ماہیات ضیاء
 برکات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے انکی دل روشن ہوئی عالم خلق دہر کو قطع کیا ملکوت کے سیر کے
 حقیقہ احقائق کو یک چشم شہادہ کیا جب انکو جان نثاریاں اور خدایات نمایاں برگزیدہ جناب محمدی
 صلی اللہ علیہ وسلم اور پندیدہ حضرت کبریائی جل علا شانہ ہوئیں۔ تو خداوند علام الغیوب کی بارگاہ
 عالی متعالی سے انکو صلاہ میں مضامین خوشنودی کے تعمیسی ہوئی اپنی رسول کے زبان سے دخول جنت کا
 وعدہ فرمایا انکو خطایا ذلالت کی نفرت اور خاصہ سیات کی کھاؤ کا شردہ سنایا گیا تو گویا انکو تشریف
 ختم ہو چکی اور انکی محامد و فضائل مہر ہو چکی تو یہ عہد مہر خلافت پر آزمائش کا حصر کرنا اور کہنا
 بر مقدمہ خلافت سے فضائل و زرائع پر کہی جاتے ہیں ہر اس غلط اور بد بینی البطلان سے معیار
 آزمائش اور محاکم امتحان وہ مراحل تھیں جو حضرت کے زمانہ میں طے ہوئی منافق و مخلص ممتاز ہو گئے
 حق تقالے نے فرمادیا۔ مَا كَانَ لِلَّهِ لِيذِلَّ لِّلْمُؤْمِنِينَ عَلٰٓمًا تَعٰلٰی عَلَیْہِ حَتّٰی يٰۤاٰلِ الْخَبِيْثَةِ مِنَ الطَّيِّبِ
 وَمَا كَانَ لِلّٰہِ لِيُطْلِعَکُمْ عَلَ الْغَيْبِ الْمُنْتَمٰن حَسْبَکُمْ اَنْ تَتَذٰکُرُوْا۔ اور ایسی بزرگان دین اور
 اکابر اہل یقین کے عیوب کا کتب کرنا اپنی عمر عزیز کو راہ گمان پر باد و تلف کرنا ہر کسی صحیح
 کاچی قلبیہ جویدہ اصناف العمر نے طلب الحال بد معنیہ اگر یہ ہی عہد ہر جس سے فضائل
 و زرائع پر کہی جاتے ہیں تو ہر فضیل الحال سے سبیل تسلیم ہم کہتی ہیں کہ حسب تقریحات علما شیعہ
 فضائل و زرائع پر کھنکئی انفس نے جفا و وصیت تجہیز و تکفین تھے حضرت کے جنازہ اطہر کو تین روزہ
 لا دفن رکھا حضرت کے وصال کا کیونہ غم ہوا نہ بیہوشی ہوئی اپنی دنیاوی سلطنت اور
 چند درخت خرمائی پر گئی جسکی بھیجی نہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصیت کا پاس کیا
 کر اپنے صبر و سکوت کی وصیت فرمائی تھی نہ دودمان نبوی کے آبرو کا پاس کیا کیونکہ در پیر نے لگی
 ۱۔ اللہ وہ نہیں کہ جو رو دیکھا۔ مسلمانوں کی طرح پر تم ہو۔ جب تک جدا تمکے سے ناپاک کو پاک ہے
 اور اللہ یون نہیں کہ تم کو خبر دے غیب کی۔ ۱۲۔

منافقین کے ہم ہالہ وہم لوالہ یہی اپنی دین کو اونچی خواہشوں کے مطیع رکھ کر کسی شہر کو
 دارالاسلام نہ بنایا۔ معاذ اللہ التھم نے توبہ ابراہیم کے ممانعت و احوال اور بعض نے حضرت
 دین کو اختلاف عظیم سے بچا کر سمجھایا۔ اور عالم میں شائع کیا ہزار ہا ملک فتح کئی ہزار ہا کو
 سک ہمام میں منکاک کیا حضرت کو وصال کے صد مہینے بیتانک بیہوش ہوئی کہ آپ کے
 انتقال کا انکار کر دیا۔ پس اگر اسی مقدمہ کو معیار امتحان قرار دیا جاوی تو ہم کہتے ہیں کہ آپ
 ہی نے یہ فضائل و زائل کے امتیاز فرمائی ہیں چہرہ چاہی فضائل منطبق کجھ اور چہرہ
 زائل **قول** جب ریاست و حکومت و طمع نفسانی و حرص و مبالغہ فانی اس قدر غالب ہوئی
 کہ باوجود تہدید و ترہیب بخوف حضرت نبوی + حضرت علی الامارۃ و مسکون ندامتہ یوم القیۃ
 کما فی صحیح البخاری آپہن مخالفیت و تباہ کر کے نعل اٹھ کر باطل خدا کو بے غل و شکن
 و دفن ہو کر کے خلیفہ بن گئے اور اہل بیت کی جنگیں ملک حکم تباہات ہی ہو چکی بات پوچھنی کے کیا
 معنی بجائی تلو و نفسی کے گھر جلانے کی دہلی دی نظر انصاف سے بخاری کو ملاحظہ فرمائی محبت
 تاریخ و سیر کو دیکھئے تو آپ کو معلوم ہو کہ وقت انصاف و بعیت کیا کیفیت تھی۔ **اقول**
 یہاں تو مجیب بسبب جو سن بغض و عناد میں اگر جامہ سے باہر ہو گئی تو سن بان بگام ہو گیا
 انصاف و تحقیق حق کو بالاس طاق کہہ کر جو ہونہ میں آیا فرمانا شروع کر دیا۔ خیر ہم انکلمات
 تشبیہ کے جواب میں کچھ نہیں لکھتے لیکن اپنی بخاری کے حدیث سی استدلال کر کے تصدیق
 حرص و طمع کو بر غم خود ثابت کیا ہے اسکا جواب و تحقیق ضرور ہونی پس واضح ہو کہ مجیب بسبب
 اپنی استدلال میں اس حدیث کو پیش فرمائیں تو اول ادلگو ثابت کرنا چاہیے کہ مستحصول منجاب
 کسکو ہر ظاہر ہے کہ تمام صحابہ و قطعاً مراد نہیں اپنی کہ بالاتفاق حرص علی الامارت تمام افراد
 صحابہ سے واقع نہیں ہوئی تو لامحالہ بعض صحابہ مراد ہوئی اور اس کے مصداق وہ بعض میں جو بلا
 استحقاق امارت کو طالب ہوئی چنانچہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ چنانچہ مناہیر و مشکم
 امیر من لفظ امیر سپر قرینہ اور وال ہے اور حضرت امیر عبیدہ رضی اللہ عنہ کہ وہ ہی طالب امارت ہوئی

جو سن بغض و عناد میں اگر جامہ سے باہر ہو گئی تو سن بان بگام ہو گیا

اور خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم پر گزرا طالب امارت نہیں ہوئی اور نہ اوسپر حرص کی آپ کتب سیر
و تاریخ ملاحظہ کیجیے حضرت صدیق اکبر نے اپنی خطبہ میں جو بقابلہ انصار پڑھا فرمایا کہ عمر یا ابو عبیدہ
کہا تمہیں بت کر لو۔ اور اسوقت حضرت فاروق نے اپنی اوپر سے دفع کیا اور صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ
پر بت کر لی اگر حرص دنیاوی اور طمع نفسانی ہوتے تو ہر شخص اپنی نفس کو امارت کے لیے مقدم
کرتا اور کچھ بھی نہ ہوتا تو اسقدر ضرورت کہ حضرت ابو بکرؓ کے قول پر فاروقؓ چمک ضرور ہوجاتا تو اس
برودعی تسل و انصاف معلوم ہوتا ہی کہ ان حضرات کو گزرا طمع نفسانی اور حرص دنیاوی نہیں تھی
بلکہ امارت کی طرف استغناء ہی نہیں تھا لیکن ان تصفح تقریحات علم شیعہ کی صاف
معلوم ہوتا ہی کہ بروہی روایات قوم جناب امیر اس دنیاوی امارت پر حرص اور طمع ہی نسخہ سلیم
جن میں بلا لکھی روایت تھی نقل کرنا سہول۔ فلما کان اللیل حمل علی فاطمة علی حار واخذ بیدہ
الحسن والحسین فلم یذیع احد من اهل بدم من المهاجرین ولا من الانصار الا انماہ فی منزله وقد
مقدود علی انصرہ الخ یہ روایت کس طرح مراحۃ معاویہؓ حضرت کے حرص الخرج مع پر دلالت
کرتے ہی اور اگر اس سے تسکین نہ ہو تو نہج البیانۃ کو کہو لینی اور زیادہ تتبع اور تلاش کی ضرورت نہیں جن
خطبہ متشقیہ کے شروع میں کہیں اوسمین ابتدا رہی میں یہ الفاظ ہیں۔ واللہ لقد تقصصنا فلا
وانہ لیعلم ان محلی محل القطب من الریح۔ ان الفاظ سے کس قدر حسرت شکستی ہی
جسکا نہ صرف حرص و طمع پر ہی ابن مہشم شارح نہج اپنی شرح میں جو اسوقت میری سامنی کہیں
پر رکھی ہوئی ہی اس خطبہ کے شرح میں لکھتا ہی۔ واذا ثبت اندنافس فی هذا الامر کان الظن غالباً
بوجود الشکایت عنہ وان لم یسمع ذلک فضلاً عن ان امر الشکایت یبلغ مبلغ التواتر المعنوی لکن تھا
ومنہر تھا الخ۔ اور یہ ہی شارح اسی خطبہ کی شرح میں کیقدر آگے بڑھ کر لکھتا ہی۔

۱۵ خدا کے قسم سلطان شخص نے (بزرگ) قیص خلافت پہن لیا۔ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ خلافت میں سیرا مقرب کیا کہ
جب اکیلی کا چکی میں۔ ۱۶ اور جب ثابت ہو کہ جناب امیر نے اس خلافت کی طرف رغبت فرمائی تو غالب ظن یہ ہے
کہ آپ شکایت پاسی گئی ہوگی اگرچہ سمیع نہ ہو۔ مزید برآں یہ شکایت بسبب ہر ت اور کثرت کہ تو اتر معنوی کی وجہ
پر ہو چکا ہے۔ ۱۷

[illegible]

اور وہ استقامت پر گز جناب امیر کے ایام خلافت میں نصیب نہ ہوئی اس کے ثبوت میں ہی ہم علماء
متبحرانِ مشرق کی ہر تحقیق پیش کرتے ہیں سو قد کا لکم ممن سلف من الخلفاء استقامتاً لخلقات
کان لا تبلغ هذا کمال استقامتہما ولی حق و دفع فتن خود بدیہی ہے کہ ایام خلافت جناب امیر
فتنوں میں ہی گزری اور خلافت آخر تک منتظم ہوا غرض کہ حرص علی الامارت جو بظاہر مجرب کے
نزدیک مطلق حرام ہے جناب امیر سے پائی گئی۔ مگر یہ بھی کافی ہے نہ تو حفض مال صدوق جو ثبوت
میرزا سامعی کہ سلی ہوئی رکھی ہے اور میں ایک روایت طویل الذیل نقل ہے جس میں بیانِ اندیش
و امتحان جناب امیر کا ہے ایک یہودی کے جواب میں کہ ادنیٰ سوال کیا تھا کہ اوصیا کے نیابت
مواضع امتحان کے حیات نبی میں ہو تو میں اور سات مواضع بعد وفات کی ہوتی ہیں تو اس روایت
میں اکثر مواضع سے آپ کی حسرت امارت پر اور طمع و حرص ظاہر ہوتے ہیں پس اگر متحرصون علی الامارة
میں خطاب اصحاب کو ہی تو جناب امیر باعتبار روایات آپ کی اولیٰ و اقدم اسکی مصداق ہیں کیونکہ
انصار تو اپنی دعویٰ سے باز بھی گئی لیکن (دروغ برگردن راوی جناب کے آخر تک یہ ہے
حسرت و تمار ہی پس آپ اس دلائل البیہ و محبتِ عترت کی آپ کی مذہبی بہائی قربان ہو جائیں کہ
سنگون نہ اندامہ یوم القیامتہ کا اول مصداق جناب امیر ہی کو قرار دیا۔ اور واضح رہے کہ حضرت امیر
مامور بال سکوت اور سکوم علیہ بالصبر ہی کے زمانہ خلفاء میں چون و چرا افراد میں کیونکہ خدا تعالیٰ کے رسول خدا
ہر قسم کی تدابیر کے معاذ و بعد عاجز ہو چکا تھی چند چاہا کہ حضرت امیر بعد حضرت رسالت کے جانشین ہوں
اور یہ طرح غائبین کی سبزیسی یہی حق محفوظ رہے آخر کچھ پیش نہ چلی اور لاچار ہو کر صبر و سکوت کا حکم
کرنا پڑا لیکن اور صبر و سکوت ان سے نہ ہو سکا اور انہوں نے اگر اس طرف مخالفت کی تھی تو اوپر انہوں نے
اس طرف حکم کو ناسا۔ باوجود مجاہد کے حیات القلوب سے خاتم التکلمین نے منتہی الکلام میں وصیتِ نامہ کی روایت
طویل نقل کی اور میں سے مختصراً نقل کرتا ہوں دار جملہ امور یکہ بران حضرت شرط گرفت بامیر جبریل از جناب
خداوند عالمیان ان بود کہ گفت یا علی وفا کنی آنچه درین نامہ است از دوستی کیکہ با خدا و رسول و حق

کنند و از دشمنی کسی که با خدا و رسول دشمنی کند و نیز از کسی نمودن از ایشان و بران که صبر کنی بر فرمودن
 خشم ایشان بر برفتن حق و غضب کردن خشم و مضامع کردن حرمت تو حضرت امیر گفت بلی یا رسول الله
 اورا پس سے ہی سیری ہو تو اپنی ابن سہیم کی شہادت سنی شرح نبیہ الباقیہ میں تحریر فرماتا ہے و الله
 کان معہ و اعلیٰ لان عیاض فی امر الخ لا قیام اور یہ امر یہی ہی کہ یہ شش و کوشش تہمت
 و مقدمات نزاع کے میں جب تصریحات تو مگر حضرت کو ادسوقت اعوان ہم ہو چنچنی تو آب قبل
 قتال سے دروغ فرماتے ہیں اور دلتک پر آفرین کہ علامہ حرصی طمع کے آپ کو عاصی و مخالف
 امر آخر اور وصیت رمال بنا ہی ٹھہرایا عرض خلاصہ یہ ہے کہ جب تصریحات شیعہ آپ کے حرصی طمع
 فرما کر اور یہ حرصی طمع اکی شریعہ جائز نہ تھی۔ اس سے صاف خود بر فیلیت خلافت ہی منتفی نہیں ہو
 بلکہ تحقیق ولایت خلافت ہی منتفی ہو گئی یا انہما اگر آپ استحقاق کا ذکر چھیڑ گئے تو آپ کو اول
 ثبوت پیش کرنا ہوگا اور بعد اسکی ہم معارضہ دوسری تحقیق اور فیلیت سے کریں گے پس اگر
 آپ بر دئی تحقیق حدیث سحر صون میں سے بعض کو مستثنیٰ فرمائیں تو چشم مارو شن لاشاد
 ہم ہی بشریک علی سبیل القرض حرصی طمع خلفا کو تسلیم کر لیں یہ ہی عرض کریں کہ باقی جہد
 اس عبارت میں مختصر اخلاقیات و مباحث ہیں اور انکا جواب پیشہ کنار میں ہو چکا ہے حاجت تکرار نہیں
 معاذ اللہ کہ جس امر کی ثبوت کی تشکیں شاید ہوں وہ شیعوں کو اور انہو شیعوں کا مذہب ہی نہ تھا
 اور اسی امر میں ہمارا آپکا نزاع ہی۔ یہ مجھے محض آپکا خیال ہی اقول اگرچہ اس مسئلہ میں قریب
 ہم بحث کر چکی ہیں جس کو عائشہ کے پوری کیفیت واضح ہوئی ہے لیکن بیان ہی اتنی گداور
 ضرور ہے کہ جناب میرے صاحب یہ محض آپکا خیال ہی خیال ہے جسکا دار و مدار بقدر اس امر پر ہی ہے
 کہ آپ اپنی روایت کو نسبت جو آپکی طلبہ کی تصریح کی موافق مطرود و مردود بارگاہ جناب مذہبی
 ظن بوجہ سادہ لوحی کے رکھتے ہیں اگر آپ نفسانیت کو چھوڑ دیں اور جذبات کو ترک کر کے ہدف
 اپنی ہی کہنا بڑکا ملاحظہ فرمادیں تو آپ پر یہ عیب بخوبی حل ہو سکتا ہے و اللہ بہید ہی ہر
 صلہ اور حضرت امیر سے یہ عیب دیا گیا ہے کہ امر خلافت میں جہاد کرین۔

الی صراط مستقیم مہند اگر ایسا ہی تمک ہی تو پہر اون ارشادات ائمہ میں جو فضائل صحابہ و
 میں وارد ہیں کیوں تاویلات بعیدہ اور توجیہات رکیکہ کر کے اونکو مسخ کرتے ہیں اونکو اپنی نظر
 پر کہہ کر یہ ہی طرح تسلیم کر لیجی کہ واقعہ اور نفس الامری طور پر ہی تمک پایا جادی اور جب تک
 یہ نہیں تب تک ثقلین کا تو تمک نہیں ہاں اپنی اسوار کا تمک ہر اللہم احفظ قومنا منہ -
قول اصول و شرط خلافت واقعی ایسی ہی ہونے چاہئیں جتنا خود شرطوں کو تو آپ ہی
 تسلیم کرتے ہیں اور چونکہ خلفا ثلاثہ میں عصمت کا تحقق ہونا محال ہے اسلیئے اس شرط سے درگزر کرتے
 ہیں۔ **اقول** یہ وہ مسئلہ ہے جو پیشتر بار بار مذکور ہو چکا ہے اور اسکا جواب ہی مذکور ہو اگر یہ
 آپکی غلطی اور ناقضیت ہے کہ آپ تسلیم وقوع کو تسلیم شرط خیال کرتے ہیں و نشان بنیہا ایسی
 توہمات اور خیالات ہیں تو مبتلا ہیں اکثر دلائل الہی ہی از عوالت برقی ہیں عصمت خلفا کا
 محال ہونا بیان کرنا اور سوقت اپنی موقع پر ہر کج کوئی شخص معی عصمت ہو واجب کوئی معی
 عصمت نہیں تو محض بنیادہ ہے پس برجل یہ ہے کہ ہم کہتی ہیں ائمہ میں عصمت کا تحقق ہونا
 محال ہے اور بخیر اہم و خیالات کے کوئی دلیل عقلی و نقلی حضرات ائمہ کی عصمت پر قائم نہیں ہے۔
قول جبکہ ہم نص کے قائل ہیں تو وضع اصول کی نسبت ہمارے طرف کیونکہ صحیح ہو سکتی ہے۔ **اقول**
 سبحان اللہ حضرت کا یہ فادہ کمال ہے نہایت سی اور علم اور در فقہت اور فہم پر مبنی ہے۔ اسی
 حضرت آپ یہ کیا فرمانے لگے اگر اس سے یہ مراد ہے کہ ہم اثبات اصول میں نص کے قائل ہیں۔ تو
 وضع اصول کے نسبت ہمارے طرف غیر صحیح ہے تو مسلم لیکن خلافت واقعہ کیونکہ نص کے قائل ہونا
 شرائط امامت و خلافت میں مد نظر ہے نہ اثبات اصول میں اور اثبات اصول و شرائط کے لیے حضرت
 کو پاس کوئی نص قطع موجود نہیں بسم اللہ اگر ہو تو ایسی اور اگر مقصود یہ ہے کہ ہم جب خلافت
 و امامت ائمہ میں نص کے قائل ہیں تو نسبت وضع اصول باطل ہے تو یہ بالکل وہی ہے اور اسی
 پوچ دلیل ہے کہ اونی طالب علم ہی پیش نہ کرے کیونکہ آپکا خصم یہ کہتا ہے کہ یہ آپکا نص کا
 قائل ہونا یہ ہی انہیں اصول اور ضوابط میں سے ہے جنکی نسبت آپکی طرف کیجئے ہے وضع

اصول کے نسبت کو متنازع کو نفس الامت کے اصول میں ہونے سے کیا تعلق ہوگا اگر آپ ہمارے جواب کی
 تواس سے وضع اصول کی نسبت تائید ثابت ہوگی کیونکہ جب بلاضمن کے اصول میں پہلی
 کڑی لائی ہوئی تو خود یہی اصل موضوع ہو گئی اور اس اقتساب کی تائید و تقویت ہو گئی۔ پھر اس
 عالم ہستیا پر ہماری محبت کے کیا کچھ دعویٰ اور فرماتے ہیں کہ ہمارے حق باطل میں وہ بھی گناہ
 اور وہ بھی تخریر۔ **قولہ** مان یہ ضرور ہے کہ یہ وہ اصول و شرائط ہیں کہ تیسرے شخص کے خلاف
 ضرور باطل اور مستحق کے دستور یا باوقاف میں ہی کو عوام الناس خلیفہ مانیں اور طاعتی رہیں
 حاصل ہو۔ **اقول**۔ یہ وہ اصول و شرائط ہیں کہ اگر ان کو تسلیم کیا جاوے تو مستحق و غیر مستحق
 خلافت کی جڑ کاٹتی ہیں بشرطیکہ واقعی اور نفس الامری طور پر موافق کما سبب است وجہ ان شرائط
 احاد انسانہ میں نقص اور تجسس کیا جاوے کیونکہ تمام افراد میں سوائے انبیاء علیہم السلام کے کوئی
 معصوم نہیں اور اگر اس سے قطع نظر کیا جاوے تو یہ وہ شرائط ہیں کہ مستحق و غیر مستحق کے خلاف
 کو ثابت و تحقق کرتے ہیں علی الخصوص جبکہ ایک سبب میں اس طریقہ کا ہی اضماع کیا جاوے
 کہ جس طریقہ سے علمائے جدیدہ وجہ ان شرائط ائمہ میں بیان فرماتے ہیں کیونکہ ہر ایک شخص کے
 دہم و دعویٰ وجہ ان شرائط گہرا جاسکتا ہے اور اس کی احوال مخالفہ کی توجیہ کیا جاسکتی ہے مثلاً زید
 کہتے ہیں کہ حضرت زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہما اس میں گروہ یہ کہیں کہ ان میں تمام
 شرائط عتصمت و نفس و فضیلت باقی جاتے ہیں اور احوال مخالفہ کی تاویل کریں تو فرمایا کہ آپ
 کیونکہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ان شرائط سے باطل فرمایا مگر علی بن ابی طالب کی حق
 میں تو شیعہ اور ائمہ کے بھی نقل ہوئے انہیں اس کے خلاف کیا گواہی ہوگی۔ **قال الفاضل** اجماع
 قولہ۔ جب دیکھا کہ شرائط اللہ سے تطویل کلام محل مقصود ہے اور تقریر بلام حاصل نہیں۔ سلیبی
 بعض حضرات نے ہاشمیت کو بڑا یا اور جب دیکھا کہ یہ عیسائی کی فلسفہ دہن میں
 ہوئی تو علویہ کو وضع فرمایا تاکہ مطلب پہلوت نکل آوے۔ (اقول) آپ غور فرمادیں کہ اگرچہ
 یہ کہنا کیونکہ صحیح ہو اگر تطویل کلام محل مقصود ہو تو ہاشمیت و علویہ کا بڑا مانا اور زیادہ تطویل

ہوگی پھر نکل کر بڑائی کی کیا حاجت ہے یہ قول العبد الفقیر الی مولائے اس قول کے
 جواب میں ہمارے محبیب نے آخر تک جس قدر تحریر فرمایا ہے اوس میں حضرت کا اندازہ علم و جہاد وغیرہ
 فہم و ادراک قابل معانیہ ہے اور دیکھنا چاہی کہ میں نے کیا عرض کیا ہے حضرت اوس کے جواب میں کہ جب
 فرما رہے ہیں اسی حضرت آپ لفظوں کلام سے کیا سمجھی کیا اس سے آپ یہ سمجھی کہ بیان شریط میں
 عبارت کہ تقویٰ ہوگی یا آپ نے یہ خیال کیا کہ اثبات شریط میں محبت یا خصم تقویٰ کلام ہوگی
 اول یہی بطلان ہے جملہ ایسی بعض حضرات نے الخ اسکو باطل کرتا ہے مگر نہ ہی باطل ہے کیونکہ
 ثبوت قیاسی تو نہیں بلکہ ثبوت کا دار مدار کسی اصل شرعی پر ہے جو اسکا خصم کے لئے
 کافی ہوگی تو اس میں بھی تقویٰ کلام ہوئے بلکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ شریط ثلاثہ میں محبت باریگان
 وقوع کی تقسیم ہے جو نخل مقصود ہے تو اسلیں زیادہ قیود لگا کر اوس میں تقییل شریط کی فرمائی
 اور بعض افراد کے ساتھ میں مخصوص کیا تاکہ اسکا وقوع مشترک کی تقسیم کی گفتگو
 کو تاہ ہو پس شامیہ دعلویہ کو بڑا ناگفتگو کو کو تاہ کرنا ہے نہ طویل کیونکہ ظاہر ہے کہ جس قدر قیود مخصوصہ
 بڑائی جائیگی اوس قدر تخصیص ہوتی جائیگی معنی ثانی کے یہی توجہ یہ ممکن ہے پس اچانکہ فرمانا
 کہ شامیہ دعلویہ کو بڑائی سے زیادہ تر تقویٰ ہوگی نہایت تعجب انگیز ہے اور نخل سمجھنا اور یہی یادہ عجیب ہے
 بلکہ یہی کسی سے مفصل گزارش کرتا ہوں بغور و تامل متوجہ ہو کر کہ میں نے اول شریط ثلاثہ وضع ہوئی
 و جب بعض دراندیشوں نے اسکی تقسیم کو نخل مقصود پایا۔ اور دیکھا کہ ہر شخص دعویٰ خلافت اور وجہ
 رابطہ کا دعویٰ ہو سکتا ہے تو اسلیں شامیہ کو بڑا یا یہ ہے کسی سے تقسیم ہوتی ہے۔ کہ تمام شریط شامیہ
 باسیہ وغیرہ دعویٰ ہو سکتی ہے تو دعلویہ کو بڑا یا لیکن یہ تخصیص ہے حسب عا کا فی ہوا ہے اور اس میں
 بقیہ کا جدا خورشید لگا ہوا تھا اور حنیفہ کا علیحدہ کثیر لگا تھا اور دوسری تخصیص اور آئی
 کے تعلیقات سے بناوٹ کا زیادہ استنباہ پیدا ہوتا تھا۔ تو اسلیں اثنا عشر یہ دہشت و ن
 حنیفہ لگائی کہ تمام جگہ پر ہی فیصلہ کر دیا اور کہ دیا کہ یہ حصہ شخصی ہے کہ بجز خاص بارہ
 نفوں کے کوئی امام نہیں اور جو انکی سوا دعویٰ کرے وہ ایسا اور ایسا چنانچہ ہماری محبت

ہی اپنی ہی قول میں اس حصر کی تسلیم کو ظاہر فرمایا ہے۔ کاش اگر اول ہی سے اس تمہیم کا نام ہی
 نہ لیتے اور اس حصر کو مینائی توجہ میں نہ دقت کیوں پیش آتی۔ لیکن کیا کریں جب قرون اولیٰ میں
 اس کا پتہ نشان ہی نہیں تھا اول سے کیونکر کر سکتی تھے اگر حضرت مجیب کے دعویٰ ہو تو ہماری مجیب
 اپنی دوازدہ امام کی امامت دلیل قطعی سے ثابت کرو کہ سلاطین۔ تو اس سے صاف معلوم ہوا
 کہ یہ بعض نہ کہ ہوائی باتیں ہیں۔ یہ ہذا اگر شرط ہی میں ادسنے نال سے خیال کیا جاوے
 تو واضح ہوتا ہے کہ ان شرط کی وضع ہی نہیں کیونکہ ادسنے اور کم کو بھی شرط قرار دیا
 ہے حقیقت بعد نص کے کسی شرط کی حاجت نہیں جب شارع کسی امر کی نسبت تخصیص یا وادی
 تو ادسنے کوئی حالت منتظر باقی نہیں رہتی غایت مافی الباب عصمت و فضیلت لازم ہوگی تو
 انکو شرط میں داخل کرنا بالکل لغو و فضول ہے اور غلط جب نص پر جائیگی تو اداسکی لوازمات عصمت
 و فضیلت بھر پائی جائیگی اور انشی از ثبت ثبت بلوازدہ۔ **قول** واقعہ میں شرط مثلاً ہے جامع
 مانع میں کہ اگر کوئی مقصد حاصل و تقریب مراد نام ہے **اقول** یہ دعویٰ غلط ہے کیونکہ جب تک
 ان کے ساتھ میں یہ حصر نہ لگائی جائیگی تب تک ہرگز مانع نہیں ہونگی اور جب صحیح ان تمام قیودات ہوئے
 تو یہ فرمانا کہ انہی تقریب مراد نام ہی غلط ہے اگر یہ دعویٰ صحیح ہوتا تو نتیجہ میں باہم اختلاف ہوتا
 آپ شیوخ کے اختلاف بخصوص کے اتفاقات کو ملاحظہ فرمائیے تاکہ اسکی کیفیت آپ سمجھ سکتے ہو
قول اگر یا شیعہ و سنیہ داخل شرط امامت میں تو انہیں شرط مثلاً میں داخل میں کیونکہ شرط
 مثلاً میں ہر شخص ہی ہے اور انہیں حضرات کے شان میں ہے نہ غیر کے جیسا کہ آپ فقہوی حدیث
 اللہ میں قریش امامت و خلافت قریش کا ہے جس سے ہر شخص میں نہ غیر کا پس آپکا یہ فرمانا
 کہ بعد میں ہا شیعہ و سنیہ کو بڑا یا بجائی خود نہیں **اقول** جعفر زائد و خاصہ ہوتی ہیں
 وہ سب پر عام کے بھی حائل نہ کرتے ہیں قاصد مسئلہ ہر اسکا کون منکر ہے لیکن کلام میں
 ہے کہ عام میں انواع خاصہ کے تقیہ بعض وجہ نقل و شتر اک بنائی گئی پس اسکا کیا جواب حضرت
 کی کلام میں پیدا ہوا ہے اور جواب اسکی یہ کہنا کہ خاص ہے اس عام میں داخل ہر حصہ

اس جملہ کا ہی کہ سوال از آسمان جواب از زمین علاوہ اسکے بعد داخل ہونا بانضمام تیسری
 فقہیہ کر ہے جو کہ خصم اسکو بھی موضوع قرار دیتا ہے مہنت اگر داخل ہونا ہی باعث ترک
 ذکر شرط ہے تو یوچہ ملازم نفس کے ساتھ عصمت و فضیلت کا ذکر بھی بیفائدہ ہے پہر آئی
 تفریح اور فرمانا کہ اضافہ شمشیر و غلو یہ بجائی خود نہیں محض اپنی ذہنی مقدمہ پر تفرع ہوگی
 اس عبارت موجودہ میں ہرگز بجائی خود نہیں۔ **قول** اور چونکہ امامیہ کی نزدیک امت
 و خلافت شریعہ شرط نہیں ہے یہی مستحق ہوتے ہی نہ مطلق تہر و غلبہ لٹ حکومت دریاست ظاہر
 سے اور جو شخص میں نہ تحقق شرائط ثلثہ مقصدی ام خلافت ہو اور گواہ کو حکومت دریاست ظاہر
 حاصل ہو وہ خلیفہ مستحق و راشد نہیں ہے۔ پہر عباسیہ کے خلش دور کر نیکی کہو کیا ضرورت تھی نہ تو
 شرائط ثلثہ سے محذور ہو چکی تھے جو اور خلفاء غیر مستحقین کا حال ہے وہی عباسیہ وغیرہ کا۔
قول اختلاف فیما بینہم نفس کے بابت تو واقع میں ہے موجودہ ہی باقی ہے عصمت و فضیلت
 وہ ہر دو ایسی چیز نہیں جو بدلتہ تک لوم ہو سکی تو لامحالہ کسی ایسی بدیہی امر کی طرف ضرورت داعی
 ہوئی جس میں مجال گفت گو نہ رہی اس سبب سے خلفاء غیر مستحقین کے خلش دور کرنے کی ضرورت
 پڑی شمشیر - غلو یہ - فاطمیہ وغیرہ ایسی بدیہی چیزیں ہیں جن میں مجال کلام نہیں تو حسب سبب
 مصاحت وقت انکو اضافہ کرتے گئی۔ تو یہ فرمانا کہ کہو کیا ضرورت تھی یہ محض اسوجہ سے کہ کرنا
 سابق کو جبکہ باہم شیعہ میں تکاذب و تجاحد و تحالف تھا زمانہ حال پر قیاس فرمایا ہے اور مطلق
 قہر و تسلط سے تحقق خلافت راشدہ کو تعرض مگر راجع بسوی اہلسنت ہی تو اول اسکو دلائل سے
 ثابت کرنا چاہی پہر بعد اسکے طعن و تعرض فرما دیں۔ **قول** اور یہ بات اہل حق ہی نہیں کہتر
 بلکہ اہل سنت بھی جن اشخاص میں انکو ملائکہ کے شرائط پائی نہیں جاتے وہ بھی اور انکو خلیفہ مستحق
 نہیں کہتر کو ظاہری حکومت اذکو حاصل ہو۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی شریعہ تاریخ
 اختلاف اربعین فرماتے ہیں و لم اورد احد من ادعی الخلافۃ و لم ینم لہ الامر کثیر من
 العلویین و قلیل من العباسیین و لم اورد احد من الخلفاء العباسیین لان امامتہم غیر صحیحہ بل مورو

منها انہ غیر قریشین و انما صحتہما بالدلیلین جملۃ العوام ولا یفقدہم بحوسی انتہی بقولہما
اقول پھر اس سے کیا حاصل اسکا انکار کس نے کیا تب آپ پہلی اعتراض کو ہی نہیں سمجھو
 اڈال اس کے بغیر سمجھیں اور سوقت جواب کے در پر ہو چکی۔ **قولہ** اور چونکہ یہ شریعت اللہ کا کتاب ہے
 اور حدیث رسول اللہ در روایات ائمہ کرام و اقوال صحابہ مجتہم سے ثابت ہیں اور واقعہ میں جامع عالم
 میں اس کی ہر جگہ اور شریعت کی وضع کرنے کی کیا حاجت ہے **اقول** شریعت اللہ کی تبت کی
 نسب کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ در روایات ائمہ کرام و اقوال صحابہ مجتہم کا اس وقت دعوہ کر
 فرماتے ہیں مگر معلوم نہیں کہ اپنی اس سلسلہ میں ان شریعت کی ثبوت کی بوقت وہ آیات و احادیث و
 روایات اقوال کیا نامہ اس میں راوی ہی پر ایمان نہیں ہوئی تھی یا فراموش ہو گئے تھے یا نیز اس میں جو ہمارے
 عجیب بیگانہ بن نظر مولوی شناق احمد صاحب سلمہ مدرس ثانی اسکول لدینیانہ سے عصمت کے
 اشتراک میں ہوا اور عجیب سبب ساکت ہوئی اور ثابت نہ کر سکی اور رک کہاں کی کیا اور سوقت تک
 یہ آیات و احادیث در روایات و اقوال ضعیف و نالافت نہیں ہوئی تھی لیکن یہہ تحریر تو مناظرہ ہے
 ہی پھر معلوم نہیں وہ کس دن کے دہ طر کھنکھی گئی ہیں۔ اور شریعت کی نسبت جامعہ دماغیہ کا دعوہ
 ہی بالکل غلط ہے نہ جامع ہیں نہ مانع۔ جامع تو اسلیبی نہیں کہ ادا اجاب امیر رضی اللہ عنہ اگر
 مامور بصبر اور وحی بالکوت تھی تو او نہ ہونے اور حکم اور عصمت کی برخلاف کیا جو میرا عصمت
 اپنی اور خلاف عصمت کی نسبت کچھ روایات مذکور ہو چکی ہیں اور اگر زیادہ دل چاہی تو قصہ میرا ب
 عباس بن علی اور قتیل ابو بکر شیعہ کو ملاحظہ فرمائیجی اور اگر مامور بصبر و سکوت نہیں تھی تو پھر اہل بیت کی دلیل
 قرآن کی تحریف و بن کی تحریف کس کی کرائی معاذ اللہ حسب اصول شیعہ یہ سب حضرت کے ذمہ
 علاوہ اسکی مثل نہ رہ جا رہی کر یا وغیرہ احکام صریح مخالف عصمت ہیں۔ تو اس شرط نے پہلے
 تو حضرت امام اللہ سید النبیین المرسلین باخلا خاتم النبیین کو ہی خارج کر دیا۔ بعد اذ انکی امام بنانے
 شیعہ کو او نہ ہونے بے وجہ خلاف جو نیابت رسول ہی خود بخود ایک غیر متحق بلکہ قبول شیعہ
 کافر کے حالہ کر دی اور سلام اہل اسلام کو عرض تنفی میں ڈال دیا یہ ہی عظم معاصی میں ہی تو اس

شرط سے آپ کو بھی خارج کیا۔ انکی بعد امام ثالث شیعہ نے حسب تصریح قوم بیت المال کے مال میں بجا و لازم کے
 تصرف کیا جو حرام تہا اور بنا و ادش اسکا امام نے اونکی زد و کو ب کا قصد کیا اور نیز تفسیر جو واجب تھا
 ترک کر کے جو انان ال بیت کو تہ تیغ سید ریغ ظلمان کرایا اور ساء و ذرارہ بیت کو ذلیل
 و خوار کرایا تو انکی اس شرط نے انکو بھی خارج کیا پھر اب تہلایمی جامع کیونکر رہی۔ اور اگر ان حضرت
 کو اقول کو دیکھا جاوی تو خلاف شرائط ثابت ہوتا ہے۔ نہج البلاغہ میں حضرت عثمان کے پیام کے
 جواب میں ارشاد ہے۔ واللہ لقد دفعت عن حقی خشیت انکون انما اس صاف ثابت ہے
 کہ آپ کو اپنی انفس میں معصیت اور اثم کا خوف ہے اور آپ کا یہ ارشاد لا تملکوا عن مقالہ
 حق و مشورۃ بعد لافانیست بقول ان خطی یاد آتا ہے شاید نہج البلاغہ میں ہے یہ بھی تفسیر
 عصمت کو ثابت کرتا ہے پس ہر سہ شرائط حضرت شکل کشا ہے کے قول سے باطل ہے جو محمد
 علی ذلک اور عدم غیبت عن قریب اقوال گشتہ میں مذکور ہو چکی ہے با اینہما اگر حضرت مجیب کو دعوی تھا
 تو دو چار ہی آیات و روایات و اقوال و احادیث بیان فرمائی ہوتی۔ **قول** گمان حضرت است
 چونکہ ایسی خلفاء کی خلافت کو قائل ہیں جو بدو و دیں عقلی نقلی محض موقع و فرصت یا خلیفہ بن سہم
 ابستہ انکو ایسی اصول وضع کریشکی است ضرورت تھی چنانچہ انہوں نے ایسا کیا **اقول**
 ابستہ ہرگز ایسی خلفاء کی خلافت کو قائل نہیں ہیں جو موقع و فرصت یا خلیفہ بن سہم اور چکر
 خلافت و عقلی نقلی سے ثابت نہیں ہی بلکہ ایسی خلفاء کی خلافت کے قائل ہیں جنکا خلافت
 ثبوت کتاب اللہ سے مثل در روشن و روشن ہے اور ائمہ کو ہی انکو ہر اقتدار کا حکم تہا اور ہرگز اجازت نہ تھی
 کہ انکی مقابلہ میں دم لیں۔ یا چون و چرا کریں۔ تمام عمر ائمہ کا انکی مطیع رہنا ہے انکی حقیقت خلفاء
 کو یہی شاید عدل کافی ہے پس ایسی خلفاء تہا جس طرح اصول و شرائط پر واقع ہوئی اور کیا بخت ہی انکو موید ہی ہے اصول
 و شرائط خلافت کو یہی ابستہ و قرار دی اور محمد اللہ وضع ال ابستہ کا بعد صحیحہ و قرار پائی بلکہ اصول میں انکو
 انکی انکی یہی جو کلام ائمہ سے ہر قولہ اور جب نظر فرمادیکھا کہ ان میں یہ ایسی شرائط تہا نہایت ہی درست ہیں تو باوجودیکہ ہر
 مقت بلکہ میں ان شرائط کو خلاف عقل و نقل کہتے رہے۔ مگر پھر بھی ان میں سے

مفت بلکہ میں ان شرائط کو خلاف عقل و نقل کہتے رہے۔ مگر پھر بھی ان میں سے

دوسرے طریق پر یہ ہیں **اقول** شرط ثلثہ کی رستی کی نسبت اہلسنت کا ذکر تو ہر سنی و کلمی اگر کچھ خود
 ہی ایک دن ان کی طرقت متوجہ ہوتے ہوگی تو آپ کا دل ہی جانتا ہوگا کہ دلائل سے ثابت ہیں یا نہیں اور تو شرط کا
 تسلیم کرنا وہ غلط ہے جو آپ کی زبان پر جاری ہے اور چند بار سپریم متنبہ کر چکی ہیں **قول** اور جو کہ
 عصمت کی طرح خلفاء ثلاثہ میں ثابت نہ کر سکتی تھی ایسی ایک بات تھی سے مجبور ہی **اقول** جبکہ
 اہلسنت کا مقتدا پیشوا مسائل و مشیہ میں کتاب اللہ و سنت ہی وہ خلاف ادنیٰ کوئی لکری میں
 ثابت نہیں کرتے اور جو بقدر ثابت ہو گیا اوہیں چون و چرا نہیں کرتے بخلاف مقتدایان شیوہ
 کہ اوہوں نے اپنا مقتدا اپنی اہوا کو قرار دی رکھا ہے خلاف کتاب سنت جبکہ لکری جو دل چاہتا ہے
 کر دیتی ہیں اور جس سے جو دل چاہتا ہے جب موقع سلب کر دیتی ہیں نہ کتاب سنت کو بکچتر ہیں
 نہ ائمہ کی سنتی میں بخلاف ائمہ پرست عجمت ہے کہ تو برہدستی ائمہ کے سر شدہ ہستی میں حالانکہ کتاب اللہ
 اسکو سعادت کرنی ہی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو سکتا ہے پس اہلسنت کو اس مسئلہ
 ماننی ہے مجبور ہی اسوجہ سے ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ثابت نہیں نہ وہ کہ جو ہماری محبت ہے
 گمان کیا چنانچہ دوسری دونوں شرطوں کا ہی اسوجہ انکار کیا گیا ہے **قول** مگر خلفاء ثلاثہ کے لئے بنیاد
 کی عصمت میں فتح کرنے لگو **اقول** اس مسئلہ کا مطلب تو آپ یا آپ کی مذہبی ہے سمجھنے
 خلفاء کے لئے بنیاد کی عصمت میں فتح کرنے سے کیا مراد ہے اگر یہ مطلب ہے کہ چونکہ خلفاء کو معصوم
 نہیں عقائد کرتے تو انبیاء کو اگر معصوم اعتقاد کریں گے تو خلفاء سے افضلیت انبیاء پر لازم آئے گی
 ایسی بنیاد کی عصمت میں فتح کر کے انکو بھی معصوم ہونے سے خارج کرتے ہیں تاکہ افضلیت لائیم
 نہ آدمی تو یہ تو بالکل غلط اور ادبیات ہے کہ مذہب اہلسنت کے خلاف ہی صریح مذہب اہلسنت یہ ہے
 کہ انبیاء معصوم ہیں اور وہ انبیاء کی کوئی شخص خلفاء میں سے ہو یا ائمہ میں سے ہرگز معصوم نہیں
 اور اگر کچھ در در ادھر ہے جو خلاف سیاق عبارت اپنی جن میں اعتبار کر رکھا ہے تو صاف طور پر یہ
 کرنا چاہیے لیکن بات اصل یہ ہے کہ حضرات شیعہ کی عادت ہے کہ اگر کسی کو شرعی میں تو جانتا ہے
 پر دہن میں کہ اسکو حد اعتدال سے خارج کر دیتے ہیں اور گرانے میں تو یہاں تک گراتی ہیں کہ

خلاف اہلسنت کے عقائد کی عصمت میں فتح کرنے کا یہ نہیں ہے

اعتدال سے شمالی میں مثلاً انہی سیدہ عصمت انبیاء میں یہاں تک بڑھی کہ صفار و کبار سے بھی
 و محمد اقبل النبوت اور بعد النبوت معصوم قرار دیا یا اگر یا تو یہاں تک گرایا کہ انبیاء کی نسبت کفر اور غیرہ
 سے بھی دریغ کیا انہی کی نسبت یا تو یہاں تک مبالغہ کیا کہ یسین میں سہری اور کجاوہ اور یا گویا
 تو یہ نوبت پہنچائی وہ امور ان کی طرف منسوب کیے کہ کفار و فجار کو بھی انہی کی نسبت سزا دینا عار ہو
 فروغ میں ان کی اسی مثال ہے کہ مثلاً صوم کی یہاں تک احتیاط کہ پانی میں غوطہ لگانی سے بھی ٹوٹ جاتی یا بد
 احتیاطی کے تو یہاں تک کہ انعام سے بھی انہی کی پسندیدہ کیا یہی مزار فیع السواد کی سچو یا مدح ہے کہ بھی
 عرش پرین پر پہلایا اور بھی تخت الشرائین گرایا یا میفر میر انیس کے مثنویں کے بہشتین ہیں
 کہ ہر شتر میں بشما مبالغہ کی نسبت جناب امیر رضی اللہ عنہ نے ایسی لوگوں کو واسطی فرمایا یہی
 جو پنج الباقی میں کسی جگہ شریف رضی نے نقل کیا ہے یہی ملک فصفاً محب مقطر طیز خبیبہ
 الحب غیر الحق و مبغض مقطر یدھب البغض لغير الحق و خیر الناس فی حال الانط الاوسط
 قال صوہ والنوا السواد الا عظم فان ید الله علی الجماعۃ انتی بقدر الحماۃ و ریح البقا
 میں دوسری جگہ فرمایا یدھب فی رحل ان محب مطر و باھت مقطر حبارنا و جناب امیر
 نام فرق شیعہ و خوارج دونوں میں انہی میں داخل ہوئی کہ قدر اہل مدح اور اوطافے المحبت ہے
 کہ حضرت کا مرتبہ انبیاء سے بھی بڑا دیا جسہ اللہ تعالیٰ ہیست بیان ہی ثابت الاعتقاد اور بد
 القدر سے انبیاء کو انبیاء کی درجہ میں رکھا اور خلفاء کو ان کی درجہ میں رکھا ان کی درجہ میں اعتدال سے
 کمی بیشی کی نہ ان کی درجہ کو اعتدال سے گھٹایا بڑھایا۔ اور اگر روایات شیعہ کا متبع کیا جاوے تو صراحتہ ثابت
 ہوتا ہے کہ حضرات شیعہ نے انہی کی وجہ سے عصمت انبیاء میں جرح قذح کیا یہی حضرت آدم علیہ السلام
 کی انکارا مات کے روایت اور حد کا قصہ اور نضر کا ذکر اور ندکور ہو چکا یہی علامہ زین روایات قوم
 شیعہ سے ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام حقیقہ و صواب الام میں مبتلا ہوئی سب بوجہ انکارا مات انہی مبتلا ہوئی

سلسلہ قریب ہے کہ میری باب میں اور گزشتہ ہنگاموں کی ایک نو افراط کو ساتھ لکھو دوست رکھنے والی کہ میری محبت ان کو تاح کی طرف ہی لگا کر
 بہت بڑی رکھنا اور جس کو میری محبت کی طرف ہی لگا کر اور میری باب میں سیدہ مال الی سب کو بہترین پس ہر ذرہ اور اس کو اور میری قیامت کو
 اختیار کر دے کہ میری حاجت پرانہ آتہ ہے ۱۲ ص ۱۲ ہنگاموں کی میری باب میں اور شخص افراط کے ساتھ دوست رکھنے والا اور میری بیان یا نہ ہو ۱۲۱۰

اور یہاں مذکور ہر اسی انکار کو دیکھی اس سے اہل انصاف و عقلا صاف سمجھ سکتی ہیں کہ حضرات شیعوہ
 ہی ائمہ کی بنیاد پر عصمت میں جرح و فح کی ہی نہیں سنت نے قولہ غرضکہ امت
 و اختلاف کے بارے میں ان حضرات کے اقوال نہایت ہی مضطرب ہیں اگر حضرت محیب یہ سلسلہ
 کہیں گے تو انشاء اللہ قائلے بحث امت میں انکا ذکر بخوبی آئیگا۔ **اقول** سہو نہیں ہر
 مجیسے نتیجہ کس جملہ کا اس سے پہلے کیا ہی اور پہلے کونسا اختلاف و مضطرب امت کا مسئلہ
 امت میں فرمایا ہی حکم طرف یہ غرض کیا کرنے ہی۔ اگر بالفرض امت کو مسئلہ امت میں تاہم
 اختلاف ہو تو یہ اختلاف کچھ ائمہ کا کچھ قادیان نہیں کیونکہ امت کی نزدیک مسئلہ امت
 فروغ میں ہی اور بالاتفاق اختلاف فی الفروع ممنوع نہیں ہے حالانکہ امت میں اس کے باب
 کوئی حد ہے اختلاف نہیں ہے لیکن اگر اختلافات فرقہ شیعہ کو سمجھنا اور اختلافات فرقہ امامیہ
 دیکھنا جادوی اور آپس میں باہم جو کچھ نہافت و تناقض و کذاب و تجاہد و غور کیا جادوی تو اختلاف
 آیت **وَكَلَّمَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْفَرَأَنَ** اور آیت **إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا**
يُنْفَخُ عَنْهُمْ فِي السَّاعَةِ اور یہ صادق آتی ہے خوف مطلوب ہے اور یہ مقام ہی طفلہ و سطرادی ہے ورنہ امت
 کو ہم سب کے ساتھ قید تحریر میں لانے لیکن جب کہ اس اختلاف کو دیکھ کر کا شوق ہو وہ مبہوتات
 مثل مواقع و تحفہ ثنائیہ وغیرہ کو دیکھ کر لیکن سبک محیب میری اس گزارش پر باخوش ہوں
 کیونکہ یہ اختلاف تو حقیقت آپکا یا اکی کا نہیں اس کا تصور نہیں ہے بلکہ جب تصریحات قوم یہ کہتی تھی
 تو غرض کی ٹڈی ہونی ہے یہاں اختلاف تو بقول حضرات شیعہ ائمہ کا والا ہوا اور ان ہی کا تعلیم کیا ہوا
 کلینی میں باب **تکلیف الحدیث** میں **مَنْ مَضَى فِي الْإِسْلَامِ** سے روایت ہے **قَالَ لَاحِي عَبْدِ اللَّهِ اسْتَلْكَ**
مَنْ لَمْ يَلْزَمْ تَحْبِيبَهُ خَيْرًا بِالْجَوْدَةِ تَحْبِيبُكَ غَيْرِي فَتَحْبِيبُ الْخَوَالِ إِلَى الْخَوَالِ عَلَى الزَّيَادَةِ وَالْقَصَا
ارِجَالًا لَوَارِثِينَ حضرت محمد بن عبد اللہ سے روایت ہے **قَالَ لَاحِي لَمْ يَلْزَمْ شَيْئًا عَلَى مِثْلِ خَلْقِهِ**

سید بن طاہر
 حضرت امام کاظم علیہ السلام سے روایت ہے

نہایت متصور ہیں جادوی کہ کہیں امام ابو عبد اللہ سے کہا کہ میں نے آپ کے سلسلہ میں کہا کہ یہ جواب دینا
 ہر دہر شخص کے پاس کہ اس کے آپ اور ہر جواب دہاں میں۔ اور ان کو کہہ کہ میں نے جواب دینا میں نے
 جادوی کہ کہیں امام ابو عبد اللہ سے کہا کہ مجھ کوئی جہاد ہی اس کا ہے کی امتات سے زیادہ محنت نہیں ہے۔

[illegible]

تحریر ہوئی ہے ہر طریقہ کو ثبوت میں ہر خلیفہ کی خلاف ورزی و شہادت لکھی ہے پس میرا یہ کہنا کہ ناخذ ان جہول امر صمد کا
وہی تھا جملہ کا دفع ہے انصاف و راستی تو ثابت ہے درست ہے اور چنانچہ یہ کہنا کہ بجای خود نہیں اذہین بجای خود نہیں
اقول عنوان تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اعتراض ہمارے محسب سے کیا گیا تھا ہر دوسری ماہر بیشتر اسکی جواب میں جو کہ
از ان اجماع لائے گئے ہیں انہیں اس وقت کے ہمارے محسب نے اپنی جگہ اچھوڑ دیں اسکو تاہم اسکی نظر سے ملاحظہ نہیں فرمایا لہذا ضرور
کہ یہ تفصیل کے ساتھ لکھا جائے کہ محسب سے کیا معلوم ہو جائے کہ یہ اعتراض محل گفتگو ہی نہیں بلکہ محض غلط ہے اور
منہ اسکا یہ ہے کہ ان کے خلاف اسکا ایک نہیں ہے جس پر اسکا ہر حاصل اعتراض دہرین اول یہ کہ اس وقت کے چند اصول وضع
کیے ہیں جن سے کوئی نزدیک خلاف متحقق نہ ہو چنانچہ یہ اصول وضع کیا گیا ہے کہ ہر ایک ثابت نہیں تو باطل ہونے کی اوجہ
جسکا ثبوت ان اصول پر موقوف تھا وہی باطل ہونے کی وجہ سے اس وقت کے خلاف خلیفہ ہونے واقع ہوئی ہے اور یہی
طریقہ کا اصول قرار دیا ہے اور یہ ایک قسم کا مصداق علی مطلوب ہے لیکن یہاں تک غور کیا جائے کہ معلوم ہوتا ہے کہ لازم مصداق
علی مطلوب بلکہ غلط و باطل ہے کیونکہ مصداق علی مطلوب اگر کتب میں ہے مگر اسکو دلیل یا خبر دلیل قرار دیا جائے اور یہاں کوئی بھی نہیں ہے
پس حضرت مجتہد کمال ملاحظہ فرمائے کہ اگر کوئی مصداق علی ہے تو خبر نہیں ہے کہ یہ جو تحریر فرمائی کہ ابتدائے اس میں خبر نہ تھی
مذہب کا شوق و توجہ محض تہذیبی ہیقت قدیم و شایہ حضرت کو در مصداق علی مطلوب یا ہمیشہ ہو گئی تھی اور دوسرے مصداق
المطلوب سمجھ کر ہو گئی کہ ان اس بحث میں نہ لکھنا ہے بلکہ اسکی نقل و روایات کی طرف توجہ ہے تو میں اسکی تقریر یہ ہے کہ اس وقت کے چند
اصول و قسم کی ہیں جنہر خلاف کا متحقق ہونے سے خلاف کو حقیقت کہ ان اصول سے ثابت کرتے ہیں اور ان اصول کی حقیقت کو خلاف سے
موقوف کر کے کہ اسکا ہر حال کا خلاف قرار دی ہے کہ اس وقت کے اصول پر دو لازم آتا ہے کہ ایک اسکی طرف توجہ فرمائی کہ اس وقت
تذکرہ میں ہے کہ اسکا خلاف خلیفہ کا بارہ میں اس وقت کے دو طریقے ہیں جن سے کہ یہ ہے کہ یہ خلاف منصوص ہے چنانچہ صاحب الزامہ مخالف
مذہب کو یہ ہے کہ اسکا بعض فرماتے ہیں کہ منصوص نہیں ہے بلکہ حجت الہیہ و عقود اجماع سے ثابت ہے لیکن چنانچہ اسکا بعض فریق اول کے مسلک
گفتگو واقع ہوئی ہے کہ یہ محسب سے عبادت الزامہ مخالف کو اپنا مسئلہ قرار دیا ہے تو اول اسکی ایک کہ بنا پر جواب کے تقریر کی ہے کہ اگر
کہ مسلک فریق اول کے خلاف خلیفہ رضی اللہ عنہم نص شرعی سے ثابت ہے کہ انہیں منصوص علیہ خلیفہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا ہے تو ان اس وقت کے بعض تفصیل کا نام لائے علیہ السلام مخالفین نے کہ ان کو اسکی منصوص ہے کہ سیدہ و اسکی منصوص ہے کہ خلیفہ
نفس سے ثابت ہے کہ تو اسکا عند اللہ حق ہوگی اور اسکا عند اللہ حق ہے وہ خلاف واقع ہوگی وہ اوضاع اور اصول بھی

ان وقت کے چند اصول وضع کیے گئے ہیں جن سے کوئی نزدیک خلاف متحقق نہ ہو چنانچہ یہ اصول وضع کیا گیا ہے کہ ہر ایک ثابت نہیں تو باطل ہونے کی اوجہ جسکا ثبوت ان اصول پر موقوف تھا وہی باطل ہونے کی وجہ سے اس وقت کے خلاف خلیفہ ہونے واقع ہوئی ہے اور یہی طریقہ کا اصول قرار دیا ہے اور یہ ایک قسم کا مصداق علی مطلوب ہے لیکن یہاں تک غور کیا جائے کہ معلوم ہوتا ہے کہ لازم مصداق علی مطلوب بلکہ غلط و باطل ہے کیونکہ مصداق علی مطلوب اگر کتب میں ہے مگر اسکو دلیل یا خبر دلیل قرار دیا جائے اور یہاں کوئی بھی نہیں ہے پس حضرت مجتہد کمال ملاحظہ فرمائے کہ اگر کوئی مصداق علی ہے تو خبر نہیں ہے کہ یہ جو تحریر فرمائی کہ ابتدائے اس میں خبر نہ تھی مذہب کا شوق و توجہ محض تہذیبی ہیقت قدیم و شایہ حضرت کو در مصداق علی مطلوب یا ہمیشہ ہو گئی تھی اور دوسرے مصداق المطلوب سمجھ کر ہو گئی کہ ان اس بحث میں نہ لکھنا ہے بلکہ اسکی نقل و روایات کی طرف توجہ ہے تو میں اسکی تقریر یہ ہے کہ اس وقت کے چند اصول و قسم کی ہیں جنہر خلاف کا متحقق ہونے سے خلاف کو حقیقت کہ ان اصول سے ثابت کرتے ہیں اور ان اصول کی حقیقت کو خلاف سے موقوف کر کے کہ اسکا ہر حال کا خلاف قرار دی ہے کہ اس وقت کے اصول پر دو لازم آتا ہے کہ ایک اسکی طرف توجہ فرمائی کہ اس وقت تذکرہ میں ہے کہ اسکا خلاف خلیفہ کا بارہ میں اس وقت کے دو طریقے ہیں جن سے کہ یہ ہے کہ یہ خلاف منصوص ہے چنانچہ صاحب الزامہ مخالف مذہب کو یہ ہے کہ اسکا بعض فرماتے ہیں کہ منصوص نہیں ہے بلکہ حجت الہیہ و عقود اجماع سے ثابت ہے لیکن چنانچہ اسکا بعض فریق اول کے مسلک گفتگو واقع ہوئی ہے کہ یہ محسب سے عبادت الزامہ مخالف کو اپنا مسئلہ قرار دیا ہے تو اول اسکی ایک کہ بنا پر جواب کے تقریر کی ہے کہ اگر کہ مسلک فریق اول کے خلاف خلیفہ رضی اللہ عنہم نص شرعی سے ثابت ہے کہ انہیں منصوص علیہ خلیفہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا ہے تو ان اس وقت کے بعض تفصیل کا نام لائے علیہ السلام مخالفین نے کہ ان کو اسکی منصوص ہے کہ سیدہ و اسکی منصوص ہے کہ خلیفہ نفس سے ثابت ہے کہ تو اسکا عند اللہ حق ہوگی اور اسکا عند اللہ حق ہے وہ خلاف واقع ہوگی وہ اوضاع اور اصول بھی

حق ہوگی تو اس اعتبار سے جب خلافت خلفاء انہیں موصول ہوئی اور حق ہوئی تو وہ اصول و اسول کو جن پر یہ
 حق مبتنی تھی وہ یہی حق ہوئی۔ تو پھر یہ کہنا کہ خیر خلافت کا تحقق موقوف ہے اگر اس سے مراد قطعاً حقیقت
 عند اللہ کا تحقق خارجی میں ہے تو لازم باطل ہے اور نہ آپ کو کچھ عقیدہ اور نہ کچھ ضروری کیونکہ جب دلہذا حقیقت
 خلافت کا نفس پر پورا تو اگر بالفرض یہ اصول کتاب و سنت سے ثابت نہ ہوں تو یہی خلافت خلفاء اہل حق
 میں کچھ نہیں بلکہ برعکس اس کو جو حقیقت خلافت کی یہ اصول ہی حق ہو جائیگی اور اگر مراد یہ ہے کہ اصول
 خیر خلافت کا تحقق موقوف ہے تو یہ بھی البطلان ہے کیونکہ جب خلافت منصوص ہو کر حق
 ہو چکی تو اس کی حقیقت کسی اصل پر موقوف ہوگی اور اس کی حقیقت کے وہ علم کوئی حالت مستطرہ باقی نہ ہوگی
 اگرچہ پس فقیر سے لازم دور کا بطلان بھی واضح ہے لیکن مناسب ہے کہ بعض منافع علی جان حضرت مجتہدین
 میرا یہ بین اس کو ادا کیا جاوے۔ پس سنی اس قیاس میں اگر توقف ہے مراد توقف حقیقت ہے تو صغریٰ کو دیکھو
 اور قیاس غیر مستقیم اور اگر مراد توقف وقوع خارجی خلافت ہے تو کبریٰ کا ذب اور قیاس غیر سنی سے لازم توقف
 لستی علم باطل۔ دوسری یہ کہ اس قیاس میں جہت توقف متحد نہیں کیونکہ صغریٰ میں بطور نفس وقوع
 کی ہے اور کبریٰ میں بطور حقیقت کے توحید اوسط کمر دہوا تو نتیجہ کا ذب ہوگا مغض پر کیف اذالہ انقطاع
 دیکھ کر یہ سمجھا کہ خلافت راشدہ ان ہوں پر موقوف ہے بالکل غلط ہے اگرچہ بعد اس کی کچھ ضرورت باقی نہیں رہی
 کہ دوسری مسلک پر جو ایک تقریر کیا ہے کیونکہ سنی اعراف میں اس کا مسلک ازل پر ہی ہے لیکن تبرعاً ہم دوسری
 مسلک پر بھی مقرر جو ایک تقریر کرتے ہیں تاکہ ہماری محبت کے دل میں کوئی ہوس و انتظار باقی نہ رہے
 اس مسلک پر ہم کہتی ہیں کہ وہ اصول خیر خلافت کا تحقق موقوف ہے خلافت پر موقوف نہیں بلکہ اس
 ادن اصول کا کتاب و سنت سے ثابت ہے اور باقی اس پر متفرع تفصیل اس اجمال کے یہ ہے کہ اس کا دل معیت صغریٰ
 معیت حل و عقد و اجماع صحابہ سے منعقد ہوئی ہے جو حجت بعید اس میں وعدہ آیت کہ تم خیر امت سے ثابت ہے
 اور نیز اس کی صحت حقیقت کلام جناب امیر المومنین جو چند جگہ انجیل بلاتہ میں مذکور ہے اور خود شامی نے
 البلاغہ سے مفہوم موصول ہے (۱) انا التوری للہا جہن فلا تضار فان اهتمحو علی
 رحلہ سمعہ انا ما کا لہا (۲) سپر جو کچھ مجیب کا اقرض ہے اور اس کو دلیل الزامی قرار دی ہے

اسکا جواب ہم اسی موقع پر بیان کریں گے۔ مگر مختصر یہاں اس قدر جاننا چاہیے کہ خود اس عبارت کلیت
اور دوسری عبارات کا جو اس بابہ وارد ہوئی ہیں اسکا مذهب ہی - (۲) لایقہ ایضہ ولحد ولا یشتہ
فیہا النظر ولا یستأنف فیہا الخیار الخارج منها طاعن المروی فیہا مدامھن (۳) وکانت
امور اللہ علیکم ترد وعنکم تصدروا لیکم ترجع قوله وکانت امور اللہ الی قوله ترجع ای انکم
کنتم اهل الاسلام والحل والعقد فیه لا یفهم المهاجرون والانصار
شرح نہج البلاغۃ (۴) ولعمری لئن کانت الامامۃ لا تنعقد حتی یخیرہا
عامة الناس الی ذلك سبیل ولكن اهلہا یحکمون علی من غاب عنہا ثم لیس للشاہدان یرجع ولا
از حیثہ الی قولہ جلالہ علیہ السلام الذی علیہ ترجہ این عبارت بزبان زواری امامیہ کہ علی بن
حسن نام دست نیست و قسم نہ بدگانی من اگر امامت منعقد نشود تا آنکہ حاضر شوند جمیع مردمان معنی باشد
بالنفاذ امامت را ہی در پیچ زمان و این جواب انکار معادیت و اصل شام اجماع را بر بعیت آن امام علیہ السلام
بنا بر آنکہ اجماع محتاج است در انعقاد جمیع اہل اسلام و آنحضرت اشارت فرمود باین کلام باین وجہ کہ اجماع
بر این وجہ امکان ندارد و اگر ممکن باشد عاقل اور اور غایت دشواری ہمیشہ دارد بلکہ معتبر در انعقاد اجماع
اتفاق اہل صل و عقد است از ہست محمد صلی اللہ علیہ وآلہ بر امری او امور چنانچہ اشارہ فرمودید ان لیکن
اہل امامت حکم میکنند بکیا غائب است ازان پس ازان نیست مراد حاضر رضی را ہمچو طلحہ و زبیر کہ بعیت
برہم نمایند و نہ غائب را ہمچو معاویہ کہ اورا برائی خویش اختیار سازد۔ الخ - نقلاً عن ازالہ الغمین - اور جمعیت
اہل عقد صحیح ہونی تو بعیت حدیثی حق ہونی اور چونکہ خلافت ہما ہی باقیہ اسی پر متفرع از ہستی ہن نہ
ہی معہ اصول خود صحیح اور حق ہونی اور اگر مجیب بسبب بعض صحابہ کی تاخر کا خیال کریں تو اول تو اسکا
جواب خود ارشاد است جہاں ہمیرین موجود ہر مہند ایہ ثابت فرمادین کہ یہ تاخر بوجہ قبح استحقاق خلافت
تہا جب تک یہ ثابت نہوگا او وقت تک اعتراض لغو اور فضول ہوگا۔ تو اس مسلک پر بر عکس دعوی
خلافت کو لیکر اصول کا تاخر ہونا مثل زور زدن ظاہر و باہری اور لزوم مصادرہ علی المطالب جواب نقض
برآب بلکہ معان سراب ہر - ہماری مجیب کی تقریر افراض کے بعد نہ مثال ہر جیسا غفلت کہ اسی چلت

دیکھا ہوا ہو چکا ہے کہ قصد کرتا ہی اور گناہ پر مجب ہوا ہوں اور کچھ نہ ہو کسی حکم پر ہی تفریق اور اس میں اور ایک
 ٹیک نہیں ہے یہ دعویٰ کیا کہ یہ ہیں مسلک ثانی پر اخذ اصول کا خلافت کو قرار دینا اور اصول
 موضوع کہنا بالکل غلط ہے اور مسلک اولیٰ خلافت کو اخذ اصول کا قرار دینا تو صحیح ہے چنانچہ
 پہلی تحریر میں ہی اس کی طرف ایسا کیا گیا تھا لیکن اس کی نسبت یہ کہنا کہ بطور خود چند اصول
 وضع کیے ہیں یہ بالکل باطل ہے کیونکہ جو کسی دلیل شرعی سے اخذ ہو اگر اس پر موضوع ہونے کا
 اطلاق کیا جاوے تو تمام دین موضوع ہو گیا۔ علی الخصوص اہل تشیع کا تو دین اصول و فرع جو اکثر دین
 انہی ہی پر ہے خود ہر قطعاً موضوع ہو گا غرض کہ مطلقاً خلافت کا اخذ ہونا محل اعتراض نہیں ہے۔ اگر اول
 منصوصیت خلافت بالکل گئی اور بعد اس کی یہ لکھتی تو مضائقہ نہ تھا۔ اور یہ قول اب قطعاً بجائے خود نہیں
 پس میری گزارش کے تردید اس میں ہے کہ نہ اولاً غفائے طلب کو سمجھا تو نیند کی گذارش کو نظر نہ آئی
 انصاف کو ملاحظہ فرمایا سو جبر کا کچھ سبب نہیں۔ **قال الفاضل المحجب**۔ قولہ کیونکہ نہ تحقیق
 یہ کہ حضرات تبعیہ کا تھا کہ مبنی ہوئی اصول موضوعہ کا محض ابطال خلافت خلفائے رضی اللہ عنہم
 ہے جس میں الزام نیست کی طرف نسبت فرمائی ہیں۔ اقول۔ شیعہ اپنی اصول کو دلائل عقلیہ
 اور اہل اہل نقلیہ سے جو مویہ عقل ہوں ثابت کرتے ہیں اور جبکہ امت کو ہر اصول سے جاتی ہیں
 اس اصول کو ہی مثل اور اصول کی ہر دلیل سے ثابت کرتے ہیں **قول العبد الفقیر لے مولانا**
 ہماری حشرت تمجید جن دلائل کے بعد یہ تصور فرما کر کہا ہے وہ نے تحقیق صدور خیالہ و ہمہ ہیز
 علامہ ابن جعفر مخالف فرماتے ہیں سب اپنی اپنی اصول کے نسبت اس طرح شد و ہر صحت
 و حقیقت کے قائل ہیں۔ اگر یہ دعویٰ بلا دلیل معتبر ہو تو سب فرق کے حقیقت کے قائل ہو جیسی وہ نہ
 اپنی اصول کے لیے دلائل حقہ کی کفایت سمجھتی۔ ہم چاہیں کہ غور دلائل سے بنظر انصاف دیکھتی ہیں ہر طرف
 اصول مخصوصہ میں کہیں اس دعویٰ کی مضدین نہیں پائے۔ ائمہ کا بیان ہے افضل ہونا آپ ہی فرما کر
 کہ یہ امتداد لیں ہی۔ ائمہ اور ان کی مہار کی رحمت۔ امام آخر الزمان کی غیبت۔ وجوب
 علی اللہ تھا۔ حسن و جم عقلی۔ مساوات اول الائمہ کی خاتم الانبیاء کے ساتھ جیسا صاف ثابت ہے

بعض اصول و مسائل عقل و نقل و کتابت ہیں۔

اپنی شرح میں تشریح کی۔ ائمہ کے عصمت اور کمال علم کا ان دلائل و دلیلات و دلیلات و غیرہ بہت ساری ہیں کہ انہیں صرف جدیدیات و اقلیات پر ہی قانع نہیں اگر انصاف سے ملاحظہ فرمادیں تو حقیقت حال متکشف ہو جاوے گی۔ لیکن جب عقل و انصاف کو کام میں نہ لاویں تو اختیار ہر جودل چاہے فرما دیں زبان و قلم کو کون روک سکتا ہے۔ **قول** اور ہر امر کی ثبوت کو لینی مقدمات و شرائط کا ہونا ضروری ہے اور **قول** اگر مقدمات و شرائط واقعی اور نفس الامری مرد بین تو مسلم لیکن حضرت مجیب کو سفید نہیں کیونکہ شرائط مقبولہ کو لینی نفس الامری ہونا غیر مسلم ہے اور اگر عام مراد ہی تو خود غلط ہے **قول** پس جب بظہر تحقیق میں پایہ پر غور کیا تو عقل سلیم و کتاب خداوند علیہم السلام و احادیث رسول کریم و روایات ائمہ کرام و اقوال صحابہ عظام سے بخوبی ثابت ہوا کہ عصمت فضیلت و خصوصیت خلافت و امامت کے لوازم ہیں چنانچہ ساری ان شرطوں کو ضروری سمجھا۔ **اقول** عقل سلیم تو ہر ہی جو حضرت مجیب کو خصوصاً اور تمام فرقہ شیعہ کو عموماً قسام اول ہے محبت ہوئی اور کتاب سلیم وہ ہوگی چو جاں باہر نے ایام تحریف بیت گہر کے اندر تخلیہ میں جمع فرما کر اور ائمہ میں سے ہر ایک کی پاس کچر بعد دیگر کی حسد و رقبتیہ میں بند چلا آئی اور احادیث رسول کریم و روایات ائمہ کرام وہی ہیں جو حضرات زراہ اور موسیٰ الطاق و غیرہ مقتدایان قوم جنگاں و جنگاں اند کو ہو چکا ہے ان ہی صدیقین کے وہ مطہر حضرت شیعہ میں شائع اور شہر ہوئی۔ اور اقوال صحابہ انہیں صحابہ کی ہونگی جنکی مفصل حالات متفقہ میں پوتا خبریں ملنے انکاف بیان فرما سکتے چلے آئی اور یہی قدر سابقین کہ ان میں سے ہر ایک کی ہر ایک شے اور ایسی کتاب اور ایسی احادیث و روایات اور ایسی اقوال پر بناؤ و افکار فرمانا ہماری حضرت مجیب حدیث مصنف و شہادت کا ہی کام ہے ہم تو چہاں تک غور کرتے ہیں تو اسکو خلاف عقل اور خلاف کتاب اللہ اور خلاف احادیث رسول اللہ اور خلاف ائمہ و صحابہ پاتے ہیں۔ اور اسلیئے شرائط ثلثہ کو ضروری نہیں سمجھتے **قال** وانا وانا **ایتا کہ لعل اھد اوئے صلاک اھدین** **قول** اور چونکہ یہہ شرائط ثلثہ خلفاء ثلثہ میں بالمرہ منقول ہیں اور اس سنت بلکہ خود خلفاء و پیغمبر کی مقرر میں ایسی اولیٰ خلافت کو امامت و خلافت راشدہ جو مراد نیابت رسول ہے نہیں جانتی۔ **اقول** یہہ شرائط ثلثہ حدیث حضرت ائمہ میں ہی بالمرہ

افعال کے تاویلات میں معارضہ پیش کیا جا سکتا ہے لیکن کوئی عاقل اسکو ثبوت نہیں قرار دینگا۔ اور نہ
 اثبات قیاس علم الامنیار سے کرنا قطع نظر اس سے قیاس سے قیاس پر قیاس مع الفارق ہے قولہ شیعوں
 اہل عرض اپنی اصول کو دلائل عقلیہ نقلیہ سے ثابت کرنا و اختلاق حق و ابطال باطل ہے **اقول** دین
 يصلح العطار انہ اللہ ہر جب وہ اصول خلاف عقل و نقل میں تو حضرات شیعہ کی سعی و کوشش سے
 اثبات منجملہ خلافات ہے اور اس جدوجہد کا نتیجہ بجز ابطال حق اور اثبات باطل اور کچھ نہیں اور نہ ہیہ عرض
 حاصل شدنی ہے **قولہ** اور یہ ظاہر ہے کہ اس صورت میں غیر متحقق کے خلاف ثابت نہ کیگی۔ **اقول** بلکہ
 ظاہر ہے کہ متحقق کے بہر خلاف اس صورت میں ثابت نہ کیا گیا کیونکہ ائمہ کی ہی خلافت باطل میں جا دیگی **قولہ** نہ ہیہ
 کہ محض ابطال خلافت خلفائے ثلاثہ کی غرض سے بدون قیام دلیل و حجت ان شرائط کو خلافت وامامت پر
 مستبرج جانتی ہوں جیسا کہ حضرت مجیب اور امامت کا وہم و خیال ہے حاشا و کلا **اقول** امامت کا
 ہی خیال انہیں کہ آپ بدون قیام دلیل و حجت ان شرائط کو خلافت وامامت میں مستبرج جانتی ہیں بلکہ امامت
 بدلائل قاطعہ پیش ہوا دات ائمہ بیہبات کرتے ہیں کہ باوجود قیام دلائل عدم شترط کے ان شرائط کو حضرت
 شیعہ نے عملاً میں معتبر مان رکھا ہے اس جہاں یہ حال ہے تو ان اصول موضوعہ کے وضع محض بغرض ابطال
 خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم جو بس۔ **قولہ** ان چونکہ بدون قیام دلیل حضرات امامت ان خلفاء کو خلافت
 کو قابل میں سہی انکو ضروری اصول کے جسکی سوا وقوع خلافت کوئی دلیل نہیں حجت حاجت تہی ہلی حضرات
 ایسی اصول وضع فرمائی۔ **اقول** خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کے حقیقت مثل روز و رات و من و ظہار
 دیا ہے جو آفتاب نص قرآنی اور رضویت نبوی اور اقوال افعال ائمہ نے اسکی چہرہ ثبوت سے سجھا خفا
 یک سخت دور کر دیا۔ آیات و احادیث کے بغیر نہ ہو چکی ہیں اسوقت نیر البیان ائمہ کو خطبہ کا ایک جملہ
 یاد آیا جو ثبوت مدعا میں بشرطیکہ انصاف سے دیکھا جادی نص ہے و اذا المشاق فی حقیقۃ لغیر
 قطع نظر اس سے کہ اس جملہ کے الفاظ سے کیا مضمون پیدا ہوا ہے جو کچھ اس جملہ سے منہی عا سبھا ہی ہیں اور میں
 متفرق نہیں ہوں بلکہ میں حضرت ابن میثم بحر اسنے ہی میرے عینی جسد اللہ تعالیٰ ہم بیان میں اور میں
 ہی اپنی مختصر شرح میں جو اسوقت میرے پاس موجود ہے مجبور ہو کر صاف کہتا ہوں کہ بیت ابے کہ کیا مشاق ہے

جو جناب امیر کے گردن مبارک میں تھا ایحضرت آپ بن بیٹم کی طرح بیکر مسری اس گنہگار کو طاق کر لیں اور
 وہ کچھ جناب امیر طرح حیفیت کو تسلیم فرماتی ہیں اور شاید اگر آپ عام خطبہ کے شرح ملاحظہ فرمائیں تو یہ بھی
 معلوم ہوگا کہ جناب رضی نے اوہیں کیا قطع و برید فرمائی ہے پس بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ ہنس بدون جاہلین کر
 خلافت کو قائل نہیں ہوئے اور یہی وجہ ہے کہ انکو اصول گہڑنے کی ضرورت ہوئی تو حضرت مجیب کے یہ ارشاد
 (حکم ہوا وقوع خلافت کوئی دلیل نہیں) بالکل غلط اور خلاف واقع ہے منتہا اسکا یہ ہے کہ کتب ذریعہ سے
 اگرچہ میں اسکو کچھ کہہ سکا مطلب نہیں سمجھتا و اللہ یہدی من بٹا الی امرہ بتقم قال انفاس
 المجیب قولہ - ورنہ جبکہ نبوت خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کتاب اللہ و شہادت ائمہ رضی اللہ
 عنہم سے واقع ہے تو اہلسنت کو وضع اصول کی کچھ ضرورت نہیں۔ اقول - اگر حضرت مجیب کے یہ قول
 درست ہو تو شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالہ افتخار میں چار حقیقی انقاد سب کے کیوں تحریر فرمائی برابر کے
 نبوت کی ایسی شرائط و مقدمات و غیرہ کا ہونا ضروری ہے **یقول العبد الفقیر الی مولائہ**
ازالہ افتخار کی عبارت کو تامل فرمادھ خطہ فرمائی اور اسکی مطلب کو سمجھتے ہا انہیہ سہہ والی آپ کے اسکا
 مطلب نہیں سمجھا طریق راجع کی مشق تو اگر آپ تامل ملاحظہ فرمائیں تو یہ عفتہ حل ہو جائیگا۔ **قولہ**
تعجب ہے کہ حضرت کتاب کو لکھا نہیں دے جو دل میں آتا ہے لکھ کر جاتے ہیں مدہ ہر کتاب میں طرق
 و شرائط و غیر تحریر ہیں۔ **اقول** - اگر کتابوں کے ایسی ملاحظہ کیثرت عدوت کیجئے ہر جہاں کہ جناب نے ملاحظہ کیا
 فرمایا ہے تو ایسا ملاحظہ مفائدہ ہے نہیں بلکہ ضرر ہے جہاں جہاں پر مدح و تحسین ہوگا اور اگر نظر انصاف و تحقیق
 ملحوظ خاطر ہے تو بندہ بھی جناب کی خدمت میں آکر امر کا متمسک ہے کہ **أما فرقان ان سر بالذکر و بسو**
پر عمل فرمائیے اور بندہ کی نسبت تو انشاء اللہ تعالیٰ بشرط نظر انصاف و مدح ہو جائیگا کہ ان بڑا ملاحظہ کیا
 یا نہیں کیا باقی ہا طرق و شرائط کی نسبت کب تکا ہے آپ گذارش کیغور ملاحظہ فرمائیے **قولہ** معنہ اور
 خلفا کی خلافت کا ثبوت خلیفہ اول کی خلافت کو ثبوت پر موقوف ہے اگر حضرت خلیفہ اول کی خلافت
 صحیح ثابت ہو جائی تو پھر جہاں گفتگو نہیں۔ **اقول** حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ
 کی خلافت کی صحت و حقیقت میں بحول اللہ تعالیٰ کچھ تردد و گفتگو نہیں ہے کیونکہ جسکی حقیقت کتاب اللہ

شاہد ہو اور جناب امیر شہزادہ کی حقیقت تسلیم فرمادین اور اس کی حیثیت کو اپنی گردن میں لازم تصور
 فرمادین۔ اور اگر صحت میں بروہی دین دایمان کیا گفتگو باقی رہے۔ اور جب اس کی صحت و حقیقت میں
 شک و شبہ نہیں رہا تو خلاف استہامی باقیہ یہی صحیح ہونی **قول** اگر جب اس خلافت کی انعقاد کا
 حال دیکھا جاتا ہے تووصاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ایسی حالت مضطرب و مضطرب میں واقع ہوئی ہے کہ کسی
 شہادت کی یہی نوبت نہیں پہنچی۔ **اقول** جب اس خلافت کا حال دیکھا جاتا ہے
 تووصاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے علاوہ کلمۃ اللہ حاصل ہوا دین مصنی خداوند تعالیٰ کی تکمیل ہوئی
 اسلام مسلمین کے غلبہ و شوکت ہوئی کفار و مرتدین مقتول و مجذول ہوئی اور وہ وعدہ خداوند تعالیٰ کا جو تھا
 حقہ کی نسبت تہا بروہی کار یا پہلی معاذل کے نزدیک ایسی خلافت کو ایسی اس کا حال مضطرب
 میں واقع ہونا اور کسی شہادت کا واقع ہونا کچھ مضرب نہیں کیونکہ خداوند تعالیٰ علیم و تدبیر اس کا ذمہ دار
 ہو چکا ہے تو جو خلافت موعود میں اللہ تعالیٰ کے ہستی و ہستی واقع ہوئی اور اس خلافت سے انکار رض
 قرآنی سے انکار اور اس سے ناخوشی یعنی ہم الکفار کا مصداق ہے علاوہ ازین شہادت کی
 ضرورت اس وقت ہے کہ جب کوئی منکر ہو اور جبکہ وہ ان کوئی منکر ہی نہیں تھا تو شہادت کی پیش کرنے
 کی کیا ضرورت مگر تعجب تو یہ ہے کہ جناب امیر ہے تو بوقت شوری کوئی شہادت پیش نہ فرمائی اور یہ
 امیر موعود کی ہر مقابلہ میں کوئی حجت بجز معیت اہل حل عقد کے پیش فرمائے تو اگر شہادت پیش کرنا
 دلیل عدم حقیقت خلافت کی ہے تو اب اگر اس قاعدہ سے جناب امیر کی خلافت کی عدم حقیقت ثابت ہو رہی
قول اس طوفان بے تمیزی میں کہ جناب امیر و کائنات کے انتقال فرمائی ہے سقیفہ نبی ساعدہ
 میں جو ایسی ہی کا منہ کی لپی تھا ایک شور و غل مینا امیر و منکم امیر و منکم الامراء و انتم الوزراء کا بلند ہوا
 اور گروہ نفسی نفسی کسی کہی لگا پہلا ایسی ثبوت و شہادت کا کیا موقع ہو سکتا ہے نہ کوئی آیت قرآنی انہی
 مطالب کے موید بیان کرتا تھا نہ دلیل عقلی دعویٰ لانا تھا نہ اس باب میں کہیں غرت کی کچھ پوچھا۔
 بدوین قول فیصل بخوف اس کی کہ مبادا انصار کسی یا کسی اور قبیلہ سے کوئی خلیفہ ہو جائے اور ریاست چھوڑ
 جائے نہ کل جاوے حضرت ثانی نے اہل کو خلیفہ بنا دیا چنانچہ روایت بخاری اس پر شاہد ہے۔

اقول مجیب الہی کے کلمات ناسخ اور ضمن کا تو ہم کیا جواب لکھیں۔ مان اس قدر گذرنا ضروری
 دراعقل کے جواب لکھنے سے غالی فرما کر سوچیں کہ جب تصور عقل منہ امیر و ملک امیر اور سخن الامراء و اہم الذرائع
 کا بلند تہ اور برگزیدہ نفسی نشی کہتا ہوا تو ایسی نفسا نفسی میں باوجودیکہ کوئی آیت یا کوئی دلیل قرآنی
 نہیں ہوئی ایک گروہ نے دوسرے گروہ کے دعویٰ کو کیوں قبول کر لیا اور باطل دلیل کو نیکر اطاعت
 منظور کر لی صرف ایک شخص کے معیت وہ ہی اپنی گروہ میں سے مخالفین کے معیت اور اطاعت کر لیں
 کیونکہ حجت ہو گئی حالانکہ بقول آپ کے خود اسی گروہ کے اکابر اعیان اس حاسب میں موجود نہ تھے اور ان کے
 مشورہ نہیں لیا گیا تھا اور وہ اسکی مخالف تھے تو ایسی حالت میں بغیر تسلیم کیونکر تسلیم کر سکتی ہیں کہ انھیں
 جو اہی امت پر مصر تھے بلا حجت و دلیل صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے معیت کیونکہ یہی معیت کر لیتی اگر لیا
 ہوتا تو انصار میں سے ایک شخص ادھر سے مدین عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر نشان معیت کر لیتا کیوں انکی معیت کو
 اپنی اپنی حجت قرار دیتی اور نہ کم انکم یہی ہوتا کہ تا حاضر ہونے یا قیام نہ گان وجوہ مہاجرین کے اپنی معیت کو
 موقوف رکھتے تو اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ انصار نے جب تک کہ انہیں حجت نام نہ ہوئی
 اور جن مشکلف نہیں ہوا کہ معیت نہیں کی تو حضرت مجیب کا یہ فرمانا کہ انہوں نے نول کو غلط بنا دیا
 بالکل غلط ہے کیونکہ یہ خلاف معیت وجوہ مہاجرین اور اعیان انصار سے منع جہاں سے ان کے دل اس غلط
 رائے کے اتفاق کی شرکت کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی موافق ہوئی پس روایت بخاری کا ہر جگہ
 ذکر کرنا بے سود بلکہ بے موقع ہے مہند احباب امیر عمر رضی اللہ عنہ کی ہستہ لال کو بچھتی ہیں جبکہ انکو ہر
 معیت کی خبر پہنچی اور اپنے ارشاد فرمایا تو وہ یہی کہہ اس سے زیادہ نہیں کہ یاد آنا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 میں منقول ہے کہ اپنے فرمایا جو مطاویٰ احاث میں نہ کہو کہ جسے حاصل ہے کہ درخت کو لیا اور اس کی
 جھوڑ دیا۔ **قولہ** انہ کی سہاواں کا جو ذکر فرمایا ہے مقام حیرت ہی اس وقت امام بالغل جناب
 امیر تہی انکی کسینی بات ہے جو چہی وہ مجاہدین و محضین آنحضرت میں منقول اندر بیخ و بوم میں متبانی کہ اگر
 خلیفہ بن مہاجر۔ **اقول** بیک مجیب الہی کے لیے بیعت حیرت ہی کیونکہ جب حضرت امیر کو
 امام بالغل تسلیم کر لیا تو دوسری امت کے لیے سہادت کا صادر ہونا مقام حیرت ہی ہو گا۔ لیکن

کیا یہ نام شہادت ہے اقول اگرچہ اس میں اسکا جواب مذکور ہو چکا ہے لیکن اس جگہ پر چونکہ ہماری محبت بیٹے مکرر ذکر فرمایا اور اسکا اعادہ باضافہ افادات کیا جاتا ہے اس لئے ہمو کہ اگر مذہب تسبیح پر بنا رکھنا ہو تو حضرت نجیب علیہ السلام کا جواب کا ذکر فرمادین کہ اولاً حضرت سبب ترک تقید واجبہ و سکوت نامورد و عدم سنا زہد آثم ہوئے ہیں۔ اور ثانیاً حضرت ایک لغو اور بیفائدہ امر میں مبتلا ہوئی کہ عیب کلم کا پاکون آپ کو محسوس ہوتا کہ یہ امر شن توانہ نہیں اور نیز اس حدیث کی یہی تکذیب ہونے ہے جو آپ کی عالم النیب شہادت ہونے پر دلالت کرتے ہیں ثالثاً باوجود اس قوت و شجاعت مفرطہ کی جو روایت باطل سے بمقابلہ دقتا کہ قوم عادی معاملہ قتل ابو بکر اشجع عامل مذکور ہوئی ہے اور باوجود اس عقل و فراست کا کہ جس کا بیان ناممکن ہے کہ آپ کا زمانہ پردہ نشین میں حسب روایات شیعہ مانند جنین بطرح نجاست اور جنین سنہک بمعاضی بحیات کی حیثیت کہ خفیہ مشورہ کرنا اور اپنی دعا پر کامیاب ہونا اور ذرا سی دہلی سے ابنی دعوے سے دست بردار ہو کر بیعت کرنا علامہ اسی کا اصول شیعہ پر حیرت انگیز اور عجیب فیض ہے کہ مذہب اہل جنین قریہ قریہ اور آپ کا مذکور روایت کے ہیں۔ اور اگر مذہب اہل سنت کو اعتبار سے گفتگو نہ نظر ہو تو سنی اور اہل جناب امیر کو محسوس کہ بہتر ہیں اور عالم کان و پاکون کب تسلیم کرتے ہیں اگر آپ نے ابتدا میں بالفرض نقض خلافت کی شور مچائی تو یہ خطا تھی ہر گز خطا اجتہادی کی اور بعد اس کی جب آپ متنبہ ہوئی اور اس کی حقیقت پر ملاحظہ و توقف حاصل کیا تو بیعت یہی کی اور شہادت یہی بیان فرمائی۔ غرض جب تک بیعت نہیں کہ ممکن ہے کہ شہادات بیان فرمائے ہوں اور جب حق منکشف ہو گیا اور بیعت کرنے والی رنجش دور ہو گئی بعد اس کی شہادات یہی بیان فرمائی ہوں اس میں کوئی تناقض اور کیا احتمال ہے اور یہ تقریر اور وقت تک کہ ہم علی سبیل التمرین نقض خلافت کے مشورہ ذکر وقوع کو تسلیم کر لیں لیکن بحول اللہ تعالیٰ ہمارے ہمارے حال پر کہ ہم ابتدا و وقوع مشورہ و مذکور ہی باطل کر رہے ہیں۔ اہل حق کے نزدیک خلافت صدیقی حق ہے اور دعوت اہل حق عقد وجہ ہمارے جن و انصار سے واقع ہوئی اور صحابہ میں سے کوئی فرد اسکا مخالف نہ تھا اور ایک کو حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی استحقاق خلافت میں انکار یا شک نہ تھا اور نہ تھا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہی اگر ملامت ہوتا تو اس امر کا تھا کہ ہم کو شریک مشورہ کیوں

عقبن خلافت کرسٹومی طرہ دہیرین کے لئے کہ اسلام کا جوہر

کیا۔ جب ہم اہل حل و عقد بن سوتے ہیں تو ہم سخت مشورہ ہی چاہتے ہیں جو خدا ہی کو گیا وہ بندہ ہی جناب ہوا
 اور جب اسکی بخشش وہ ہوگئی اور بیعت علی الاعلان فرمائی اور فرمایا کہ بھوکہ اس میں کلام نہیں ہے کہ ابوبکر احق بالخلافت
 ہیں چنانچہ اس ضمن میں کو حدیث بخاری صریحاً ثبت ہے کہ جب ہم حدیث از انہ انخفا کو جو جناب حبیب کا
 مسئلہ ہی دیکھتے ہیں تو اس میں یہ الفاظ ہیں فتناورہ و بناویرہ و تبحر فی امرہم جسکا ترجمہ عجیب ہے
 یہ کیا ہے کہ جب اب سیدہ مسی مشورہ کرنے پر اور اپنی کام میں مراجعت کرتے ہیں اور ان الفاظ میں
 کہان ہے کہ آپ نقص خلافت ہی کے مشورے کرتے ہیں اور صرف مشورہ کرنے سے کہو کہ لازم آیا
 کہ وہ مشورے نقص خلافت ہی کے تھے بلکہ حضرت امیر کے نزدیک وہ خلافت منعقد ہو چکی تھی اگرچہ پھر
 اکابر شریک نہ تھے کیونکہ بیشتر روایات شیعہ سر ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت کز نزدیک سب کا حاضر ہونا انعقاد
 کو دیکھ ضروری نہیں ہے تو پھر کہو کہ یہ سنا ہے کہ آپ اسکی نقص کے بابت دیدہ دلستہ مشورے
 اور تدبیریں کرتے اور کیا ضرور ہے کہ ہم خطا کی جناب میں منسوب کر بن بلکہ فی حقیقت یہ مشورے
 اس امر کے لیے تھے کہ جب اہل حل و عقد نے بیعت مدیعی میں بلا مشورہ بیعت کی اور استبداد کیا
 اگرچہ ضرور ہوا تاہم بمقتضائے بشریت باعث ملال اور باعث تاخیر حجت ہوا اور سنا بھی کہ آپ کا یہ ملال
 اور یہ تاخیر باعث ناخوشی اور شہیدگی ہوئی تو جب شہیدگی اور شکر یعنی ہر ضیق ہی ہوئی تو جناب امیر
 اور دیگر ساتھیوں نے چاہا کہ کیطرح ابوبکر رضی اللہ عنہ تنہا ہماری پاس میں اور ہم ادنیٰ برابر از انہ
 کہ بن اور وہ غدر و اجبی ایمان فرما دیں تو ہمیں شکر یعنی دور ہوا اور نظر ہر ملال رفع ہوا و حجت کر لیں کیونکہ
 اگر یہ قصہ مجمع میں ہو تو مبادا سب اگر مختلف الصباغ توکل جمع ہوگی کوئی ایسا امر نہ ہو جادی جو عیث
 زیادتی ملال ہو پس صرف اسی امر میں مشورہ تھا اور اسی بابت تخلص میں گفتگو ہوتے تھے چنانچہ حضرت
 ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تنہا بلایا اور گو حضرت عمر تنہا جانے سے منع ہوئی لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز
 و تنہا تشریف لیگی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا اور اس میں ابوبکر کے حقیقت خلافت کا اثرا
 کیا اور ہم مشورہ اور استبداد بیعت کی شکایت فرمائی حضرت ابوبکر نے مجواب دیا کہ اگر اکی فقہا ملان
 مان نامانی عدم مشورہ اس لئے کہ حدیث قبول ہوا اور شکایت رفع ہوئی اور مشورہ پھر بیعت ہوگئی

چنانچہ آخر تک باہم شیر و شکر ہی اور شہادت فضائل و محامد خلیفہ رضی اللہ عنہم بیان فرماتے ہی
یہ مدعا ہی صحیح اہلسنت و تصحیح علم شیعہ کی بدالالت و بقی ظاہر و باہر کی چنانچہ محیر و باقر و داد و
نہل میں اسکو تسلیم کیا ہی اور شیعہ اطاعت کے مجوز تائیدین عبارت مذکور ہی چونکہ خوف تطویل انتہا سلیبی شدت
روایات مختصر عرض کیا گیا۔ اب باقی رہا یہ امر کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ازالہ میں
یہ حسب مدعو جو تحریر فرمایا ہی (جمع شدن در باب نقض خلافت مشورہا بکار میر و ند) پر اسکی کیا معنی ہوگا
سو اسکا جواب یہ ہے کہ اولاً ظاہر ہی کہ منشا اس مال کا یہ ہی امر خلافت تھا تو جب گردہ مخالف
خطیہ مشوری کی تو اگرچہ یہ مشوری بابت نقض خلافت کہ ہوں تاہم عوام میں شورش و خمدال
میدار ہونی کے باعث شمر نقض خلافت کی ہو سکتی ہیں علی الخصوص اسی حالت میں جبکہ منافقین
اور اعدا دین مخرب دین مبین کے کین میں بیٹھ کر ہوں تو چونکہ یہ مشوری منتج نقض خلافت
تھی تو اسلیبی انتہا اطلاق کیا گیا کہ یہ مشورہ نقض خلافت کی بارہ میں تھی اسکو صد ہا نظیرین عالم میں
چنانچہ قاتل خطا کو قاتل کفر میں اور ظاہر ہے کہ اس راز مخفی کو جو حضرت زہراؑ کی دولت سرا میں
ہونا تھا حضرت عمرؓ نہ تک ان بزرگوار و مہین سے تو کینی نہیں پہنچایا ہوگا جو باعث اسقدر
جوش و خروش کا ہو جس سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ حضرت عمرؓ نے ان مشورہ مذکور ظاہر ہی حالت سے
سبب نقض خلافت کا سمجھا کہ اسقدر تہنید فرمائی اور استوجاب کیا گیا کہ یہ مشورہ نقض خلافت کی بارہ میں تھی۔ ثانیاً
سلمانؓ کہ یہ مشوری درباب نقض خلافت کرتے تھے لیکن اسکی معنی یہ کہ انہی پر یہ کہی کہ یہ مشورہ
کرتے تھے کہ جو طرح ہو سکے خلافت کو توڑ دیں بلکہ درباب نقض خلافت مشورہا سیکردند۔ کہ معنی یہ ہیں
کہ نقض خلافت کی بارہ میں مشوری کرتے ہی کہ آیا نقض خلافت مناسب ہی یا نہیں چنانچہ بالآخر
یہ قرار پایا کہ نقض خلافت حق مناسب نہیں اور بیعت فرمائی۔ ثالثاً سلمانؓ کہ یہ مشورہ درباب نقض
خلافت باہن میں اور تھی جو حضرت حبیبؓ نے سمجھی لیکن یہ حکم حبس و کیفر نسبت کیا گیا ہی جبکہ
مدق بعض کے طرف نسبت کرنے سے ہی ہو سکتا ہی تو ہم یہ نہیں تسلیم کرتے کہ یہ حکم حقیقتہً
باب امیرؓ اور حضرت زبیرؓ کی طرف راجع ہی بلکہ یہ فعل حقیقی طور پر اذن حضرات کا تھا جو

انہیں ادنیٰ درجہ کی تھی اور جہات متبع پر اور کمزور اور ذوق حاصل تھا لیکن چونکہ حضرت امیر آرد زبیرؓ
 اور میں سرگردا ہی اور بڑی تھی تو بشارت مجسمہ می مجاہدان حضرات کی طرہ سے وہ فعل منسوب کیا
 چنانچہ عبارت تھکہ کہ اسی طرہ ناظر ہی بن الضان سے ملاحظہ فرمائی اگر بالفرض ان حضرات سے
 اس کم سنور واقع ہوئی ہی ہوں تو یہی وقوع استہادات کو معترضین بان ہندو گدارس باقی رہ گئے
 کہ ہری عجیب صاحب یہ جو تحریر فرمایا ہے میں کھلیفہ ثانی نے اپنے گھر جلانی کی دہکی دی تھی اور
 پہلی تحریر میں یہ عبارت تھی اور بعینہ لینی کے لیے گھر جلانی کی دہکی دی اگرچہ قصہ احراق بیت کا
 بہت سوال سنت کی کتب معتبرین درجہ سے مگر چونکہ بعض علمائے کرام نے اس واقعہ کے من اور شیعوں کا اقرار
 بتائی میں سہلی گذارش ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ مجیب کو دہکی اور قصہ احراق میں ہتیار اور تفرقہ
 نہیں حالانکہ فرقہ برہمنی ہے۔ **قول** یہ خطاب امام حسنؑ و امام حسینؑ علیہما السلام نے جو بالقوہ امام
 تھے خلیفہ اول ثانی کو ہر ایک کی خلافت کے زمانہ میں فرمایا کہ منبر سے اتر کیونکہ یہ میری باب کی جگہ
 اور درو خلیفوں نے بجز اقرار کے کچھ چارہ نہ کیا چنانچہ کتب معتبرہ الہست مثل تاریخ الخلفاء و
 کثر اعمال میں یہ حال تحریر ہے میں حیران ہوں کہ کس جرأت سے ہری عجیب فوائے میں کی خلافت
 خلفائے شہادانہ سے واقع ہوئی۔ **اقول** ہمارے حضرت مجیب کے جو من و خردوش کو دیکھنا
 کہ کس نہ دہ سے اپنی مدایات سے چشم پوشی فرما کر فرمایا ہے میں۔ اجماعی حضرت آپ کی یہاں تو بالقوہ بزر
 بھی مصوم نہیں جب چاہیے امام بالقوہ ہوا آپ اپنی کتاب کو تو ملاحظہ کیجئے اپنی علماء کی شہادت تو نہ تو سنی
 تفسیر صافی میں جو اس وقت میری سامنی پہلی ہوئی دہکی ہے محمد بن مرتضیٰ معرفت ملا حسن حضرت آدم کے
 قصہ میں تحریر فرماتے ہیں **وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ الرِّضَاءِ قَالَ لَمَّا لَقِيَ بَاهُذَةَ الشَّجَرَةِ وَأَشَارَ لَهَا إِلَى شَجَرَةٍ
 لَمْ تَحْطُ وَلَمْ يَقُلْ لَهَا وَكَانَ كَلَامُ هَذِهِ الشَّجَرَةِ وَلَا مَكَانَ مِنْ حَسْبِهِ مَا قَدِمَ بِقَرَابَتِكَ الشَّجَرَةَ فَإِنَّا
 أَكَلْنَا مِنْ خَبْزِهَا لَمَّا أَزْوَ سَعَسَ الشَّيْطَانُ إِلَيْهَا ثُمَّ قَالَ وَكَانَ خَلْقُكَ مِنْ أَحَدٍ قَبْلَ النُّبُوَّةِ وَلَمْ يَكُنْ**

علامہ ابن سبیر کے ایک اور قصہ جو درجہ اول سے ہے

۱۔ عیدوں میں امام رضاؑ سے مروی ہے خداوند نے آدم و حوا کو گھیرے کہ رحمت کی طرہ اشارہ کر کے فرمایا کہ اس رحمت کے
 مردکے سب سوجھو میں جن میں وہاں تھا کہ اس رحمت کو روک کر دے۔ یہی ہم صبح کو نور اور رحمت کو روک نہیں جوتی اور رحمت
 اور میں سے کہایا کہ شیطان نے ان کو ہتھیار پر دیا اور یہ آدم سے رحمت سے مشیر واقع ہوا تھا۔ ۱۲۰۔

ذلک بذنب کبیر استحق بہ دخول النار واما کان من الصغار الموهوبہ التي تجزى علی الکبیر
 قبل نزول الوحي الیہم فلما اجتباہ اللہ لہا وجعلہا نیاکان معصوما لا یدنب صغیرہ ولا کبیرہ
 قال اللہ لہا فعضی آدم ربہ فغوی ثم اجتباہ فما علیہ وھذا وقال اللہ اصطفیٰ آدم وادعوا الیہ
 وفي رواية ان اللہ عز وجل خلق آدم حجۃ فی ارضہ وخلفہ فی بلادہ لہم خلقہ للجنة وکانت العصی
 من ادم فی الجنة کما فی الاصل لتیم مقادیر اللہ عز وجل فلما اھبط الی الارض وجعلہ حجرہ وخلفہ
 عصم بقولہ عز وجل ان اللہ اصطفیٰ آدم وادعوا الیہ ان روایات صحیحہ کہ تنبیل النبوة منہ
 بالقوة سببی معصیت کا حد درجہ کماداش میں جو ارشاد مذکور ہے سبب کی گنجی اور جنت سے نکال دینا
 اور توبہ سے توبہ معصومین دعا و اجتناب الہی میں کی جب معافی ہوئی جائز ہے بلکہ واقعہ پس اگر بقوة
 ائمہ سے کوئی ایسی معصیت جس سے سخت خلو یا دخول نار نہ ہوں اور وہ معصیت ہم جنب اس معصیت کے ہو
 جو حضرت آدم سے روایات سامی صادر ہوگی علی الخصوص حالت طفولیت اور عدم تکلیف میں جو قصداً
 حدیث رفع تعلیم کی ہے تو لحاظ روایات سابقہ کیا احتمال و استبعاد ہے لیکن ہم اس قول کے حسب ارشاد جناب
 امیر بقضضنا می سن اسی فعل کے برابر سمجھتے ہیں جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ و درجہ مبارک
 سوار ہونے کی بابت مروی ہوا۔ قطع نظر اس سے عجیب کلاماً او سوقت ثابت ہو جبکہ امور مفصلہ ذیل
 ثابت ہوں (۱) آپ کو او سوقت رفع تعلیم جائز ہو (۲) لفظ اب سے مراد حضرت علی ہوں (۳)
 مقصود بیان استحقاق امامت جناب امیر ہو۔ (۴) آپ او سوقت کامل العقل اور مکلف ہوں
 (۵) عرفا آپ کی اقوال و افعال زمانہ طفولیت پر محمول ہو کر قابل اعتماد و قبول بخانین جائینہ محال
 انما اول پس حسب عموم شیعہ جن فاسطین باریقین دنا کشین نے معاذ اللہ جناب فاطمی کے دشمنوں کی

۱۔ اور کچھ بہت بڑا گناہ ہی نہیں اب کہ جس سے دخول نار کے مستحق ہوں اور وہ صرف گناہ صغیرہ و خشاہد ہوا ہوتا ہے
 سو نازل وحی سے پہلے جائز نہیں۔ پہر جبکہ خدا نے برگزیدہ کے کہ نبی بنایا تو قصدم ہو گئی کہ گناہ صغیرہ کرتے ہو کہ کبیرہ حق تعالیٰ نے
 فرمایا۔ آدم نے اپنی رب کے نافرمانی میں گناہ ہوا۔ پہر خدا نے اوسکو برگزیدہ کیا اور اوسکی توبہ قبول کی اور ہدایت کی
 اور فرمایا ائمہ نے آدم اور نوح کو برگزیدہ کیا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کو جنت کے یہی
 زمین پر لایا تھا کہ اوسکا اچھا زمین میں محبت اور پیشہ و زمین خلیفہ پیدا کیا تھا۔ اور گناہ آدم سے جنت میں ہوا تھا نہ زمین میں
 ناکار اللہ کے امر کی تعلیم پر ہی ہوں جس میں زمین پر اور نار و ارجحیت اور خلیفہ بنایا تو قصدم ہو گیا ہے کہ حق تعالیٰ۔ ان اللہ صغیرہ آدم وادعوا الیہ۔ ۱۲-

کہہ کر جلا یا اور ضرب شیشیر یا تا زینہ سے صدمہ پہنچا کہ محسن شش اسقاط کر لایا اور بر سر منبر فراموش
 سائیدہ متہم کیا اور اسد اللہ سے جبر اٹلی میں رہی اللہ کعبیت اور بنات طببات کو غضب کیا اور فدک
 جہینا اون سے کیا توقع تھی کہ وہ ایسی شہنشاہ انگیز یا تو نسیم سکوت کریں گے۔ اور ذمہ امین بہ صومین کا
 کیا رعب ہوگا جو ایذا رسانی سے باز رہیگی پس رفع نقیہ کی کوئی وجہ نہیں یہی وجہ تعجب ہے کہ خلافت
 صدیقی سے توجہ بظاہر حب لہر نکالتا مطابق شرع ہے اس قدر ہتک و فسادین اور خودی بلا ضرورت اس خلافت
 حوالہ امیر موعود فراوان تو ہے دوم نہیں کہ حسب اصول اللہ خدا و رسول کو کیا جواب دیں گے۔ نہ یہ تعجب صاحب
 تشیید الطاعن سے ہے کہ باین تجر اوئی جواب محسن صدیقی کے عدم نقیہ کی علت زمانہ وجود حضرت فاطمہ
 قرار دیا ہے اور یہ خیال نظر کیا کہ حسب دیات شیعہ یہاں کونسا دقیقہ جویر متی کا اوٹھا رکھا ہے جواب حضرت
 فاطمہ کا لحاظ کریں یا ذکر جانگی حسلادہ اگر یہ علت خود زمانہ خلیفہ تانی میں جو یہی قول امام ثالث سے
 صادر ہوا نہیں جاری ہوگی۔ اسرائانی ہم کہتے ہیں کہ لفظ اب مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں نہ
 جناب امیر کو نہ ان اطفال کے حادث ہے۔ جب اسی بند کے جگہ کسیکو مٹھا دیکھتے ہیں یا انہی بزرگ کہ
 کچھ اکیسویں پختی میں نونا گوار سمجھتے ہیں اور تقاضی نزع ہوتے ہیں تو چونکہ ہمیشہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کو اوجس بہہ دیکھا۔ اب اگر جگہ دوسری لوگوں کو مٹھا دیکھ کر مقتضایہ غریبہ فرمایا
 اور فرمایا کہ میرے باپ کے منبر سے تیرا اور میرا ہے وجہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے اسکی نقدیق فرمائی
 اور فرمایا ہوتے سے ہی نفی نہیں فرمائی بلکہ فرمایا سچ ہے تیری باپ کا منبر ہے میری باپ کا منبر ہے
 یعنی بیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر ہے میری باپ کا اور انکی مفارقت کو یاد فرما کر دہڑی
 پر صاحب تشیہ کا اسکو حاشیہ شیعہ میں مضمر نفس پر محمول کر کے مقصدی جواب ہما طرفہ تاشا ہے۔
 اثر ثالث اگر مقصود بیان استحقاق تھا تو ایسے الفاظ سے بیان کرنا جس میں ایسے ثبوت خلاف مقصود
 خلاف نصاحت اور نہایت مستبعد ہے اور کچھ غیب نہیں چنانچہ اس عبارت سے بغیر من محال اگر یہ ہے
 مدعا ہو تو کہ ایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ پس اگر بیان استحقاق مقصود تھا اور افاق تفسیر صحابہ
 تشیہ کے تفسیر کے کچھ حرف نہ تھا تو یوں فرماتے۔ ایہا الناس ان مستحق الخ لا قدر بعد جبکہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوا بی علی بن ابیطالب از ابابکر رقصہ صبا غصبا وعد وانا
 فانزلوه عن منبر حدیث فانه لیس لہ اھلۃ۔ اس وقت شیعہ کو گنجائش استدلال ہوتی ورنہ ایسی بزرگ
 امر کو ایسی طرح جیتان اور پیسلی میں بیان کرنا اور ایسی عبارت میں ادا کرنا جس میں خلاف مقصود
 اقرب الی الفہم ہو کوئی عاقل تجویز نہ کرے گا۔ امر رابع یہ بھی البطلان ہی انبیاء کی نسبت ارشاد ہے فلم یبلغ
 اشدہ واستویٰ جو مراد وہ ہے کہ نبوت بعد بلوغ اشد اور سنوئی عنایت ہوئی اور مفسرین شیعہ نے
 اشد کے معنی کمال عقل کے فرمائے ہیں محمد بن رضی المعروف ملا محسن سیہ صفائی میں تحت قول تک
 قاد ربك ان یبلغا اشدھما ای العلم کمال الکرا فرماتے ہیں تو اس سے صاف ثابت ہے کہ زمانہ
 بلوغ اشد سے بیشتر کمال عقل و راسخ حسب شہادت ملا محسن مفسر نہایت مستند اطفال کا عموماً
 تکالیف شریعہ سے کسی دلیل سے بوجہ ہی حسین کہ چھٹا نہیں۔ امر خامس کے بطلان کے لیے حاجت بختم
 استدلال نہیں یاد آتا ہے کہ خود جناب امیر نے حاجت نہیں کے اس قول کی نسبت جو معذرت فرمائی
 اور شیعہ روایت کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ تم جانتی ہو کہ حضرت کریم مبارک پر سوار ہو جایا کرتے تھے
 جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ادنیٰ حالت صبا پر محمول فرما کر قابل مواخذہ و اعتبار نہیں سمجھا پس اس پر
 استدلال ختم کے رد پر پیش کرنا حضرت مجیب جیسے ہی دشمن کا کام ہے مگر کیا کریں جب استدلال صحیح
 بہم نہ پہنچیں تو کیا ان اہل فریب تقریر و نسبی ہی دل خوش نہ کر لیں۔ پھر دوم نہیں کہ کس حصہ پر یہ چڑھا
 اور کس پر یہ دعویٰ تناقض باہین اقوال ائمہ و شہادات ہے۔ قول کہ جبکہ یہ خلافت کتابت
 و شہادات ائمہ وغیرہ سے واقع نہیں ہوئی جیسا کہ بیان کیا گیا اس لیے اس سنت کو وضع اصول کی
 اشد ضرورت ہوئی۔ اقول جبکہ مجیب البیب کی شہادت کا استیصال قرار واقعی کیا چکا
 تو وہ ہی امر حق محقق باقی رہ گیا کہ خلافت خلفاء و نہ کتاب اللہ سنت اور شہادات ائمہ سے

۱۵۔ اسی کو مستحق خلافت بعد میری مانا صلی اللہ علیہ وسلم کے میری پر بزرگوار علی بن ابی طالب میں
 دراپو کر کے قیص خلافت غصب و فدی کے طور سے پہن لیا ہے۔ اس کو میری مانا کے منبر سے اتار دے۔ کیونکہ
 یہ اس کا اہل نہیں ہے۔ ۱۲۔ ۱۳۔ پس تیسرے پر درکار نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی کمال عقل کو پہنچ جائے

واقع ہوا اور اہل سنت کو اس کی ایسی اصول بنانا کہ کچھ ضرورت نہیں قال القائل المحجب
 قوله - ان خلافت راشدہ جسکا ثبوت کتاب اللہ و شہادات ائمہ سے ہی جن اصول و شروط
 پر واقع ہوئی ہے اہل سنت کی نزدیک وہی اصول و شروط و قوع کر لیسی معتبر ہیں۔ اقول -
 اس آئینہ قول سے معلوم ہوا کہ سوائے کتاب اللہ و شہادات ائمہ کی کسی خلافت راشدہ کی ایسی
 اصول و شروط میں پہر آپکا یہ فرمان کہ اہل سنت کو وضع اصول کے کچھ ضرورت نہیں۔ کہوں گے
 صحیح ہو۔ **یقول العبد الفقیر الی مولائہ** اس اعتراض سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت
 محجب اپنی پہلی تحریر کی اصل مطلب کو پہلی ہوئی میں جو ایسا بے سرو پا اعتراض فرمائی
 میں لکھتا ہوں اب میں مختصر اخلاصہ مطلب تحریر سابق عرض کرتا ہوں اور اس پر جو کچھ میں عرض کرتا
 وہ یہی مختصر لکھتا ہوں اہل الصاف خود دیکھ لیوں۔ کہ اس پر ہمارے محجب کیا فرما رہے ہیں اور
 جناب محجب تحریر فرمائی ہیں سیدہ کی نزدیک امت مشروط بشرائط ثلثہ لفظ عصمت و نبوت
 اور اہل سنت ان شرائط کو شرط خلافت نہیں مانتی بلکہ بطور خود چند اصول وضع کرے میں جن سے ان کی
 نزدیک خلافت متحقق ہوئی ہے اور اذنان اصول موضوعہ کا محض خلافت خلفائے ثلاثہ متنازعہ فیہا کا
 دفع ہے اور یہ ایک قسم کا مصداقہ علی المطلب ہے انتہی۔ بندہ نے اس پر اس بے معنوں عرض کیا کہ
 جبکہ خلافت خلفائے ثلاثہ کتاب اللہ و شہادات ائمہ سے ثابت و واقع ہے تو اہل سنت کو اس کی
 اثبات کر لیسی اصول کی ضرورت نہیں لیکن ظاہر ہے کہ خلافت کچھ خلافت خلفائے ثلاثہ میں ہے
 شخص نہیں ہے اور اگر یہ لفظ خلافت بمعنی ثلثہ نہ تھا تو ہم بقرینہ سیاق عبارت خلافت متنازعہ
 نہ تھا ہی معلوم ہوتے تھے اور ظاہر ہے کہ بعد خلافت تھانہ کے منصوصہ راشدہ کی دوسری خلافت کو
 اصول کے ضرورت تھی وجہ یہ خلافت تھانہ راشدہ حق ہو کر اور انکا ثبوت کتاب اللہ سے ہوا اور اگر
 انکی حقیقت کی نسبت شہادات فرمائی تو جن اصول پر یہ خلافت تھانہ راشدہ واقع ہوئی میں وہ اصول
 اجماعی ہیں نہ کہ اگر جو خلافت ان اصول کے مطابق واقع ہوئی۔ وہ یہی حق و حقیقت ہے جس پر
 یہ فرمان کہ اس قول سے معلوم ہوا کہ خلافت راشدہ کی ایسی سوائے کتاب اللہ و شہادات ائمہ کے یہی

اصول و شروط میں تو آپ کا یہ فرمانا کہ اہل سنت کو وضع اصول کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ صحیح عہد
فہم مطلب عبارت سے ناشی نہیں تو کیا ہی کیونکہ اولاً اس کلام سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ مجاہد کے کتاب
و شہادات کو ہی اصول قرار دیا ہے حالانکہ یہ غلط ہی کیونکہ عبارت تحریر سابقہ سے صاف واضح ہے کہ
اس کا اصول سے وہ قواعد کلیہ راہ میں جو اپنی جزئیات پر منطبق ہوں نہ تضایح و شخصیت علاوہ اس کی کتاب
و شہادات پر اس امر کا اطلاق نہیں ہو سکتا کہ یہ وہ اصول ہیں جو بطور خود وضع کیے ہیں جس کا
الزام لگایا گیا ہے۔ ثانیاً یہی یہ عرض کیا ہے کہ خلافت تہا سے متنازعہ فیہا کے لیے وضع اصول
کی ضرورت نہیں لیکن جو اصول کہ ان پر تنظیم ہیں وہ اصول وقوع و صلوح کے لیے معتبر
ہیں اور اس سے ہر ایک کی دیکھ سہجہ سکتا ہے کہ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ اصول تنظیم جو
خلافت تہا سے متنازعہ فیہا سے پیدا ہوئی ہیں اپنی ہی صلوح و وقوع کے لیے معتبر ہونگی اگر ان کا اعتناء
ہو گا تو آئندہ کی لیے ہوگا۔ لیکن ہماری محیب لبیب اپنی کمال دشمنی سے یہ سہجہ گئی
کہ گویا لفظ صلوح و وقوع کا مضاف الیہ نہ ہو وہی خلافت تہا سے متنازعہ فیہا راہ میں اور غلط
سہجہ کہ اعتراض فرمادیا۔ ثالثاً حضرت مجاہد نے جن کی طرف ان اصول کا الزام لگایا ہے جو جگہ
شرعیہ کی بہوائی نفسانی از خود وضع کیے جاوے اور بندہ کہہ رہا ہوں کہ ان ہی اصول موضوعہ کا
انکار نسبت خلافت تہا سے متنازعہ فیہا کیا ہے تو اب اس اعتراض میں جواب دیتے ہیں کہ ہمارے محیب
اپنی جہلی قیاد کو فراموش فرمائی ہیں جو حلق انبات اصول کی دیکھ رہی ہیں۔ اور یہ تمام گفتگو
اور وقت تک ہے کہ ہم جناب محیب کی خاطر سے تسلیم کر لیں کہ انزالہ اخفا کا مطلب جو ہماری محیب نے
سہجہ ہا ہے وہ صحیح ہی اور نہ فی الحقیقت اگر وہ کہہ سکا کہ تو ہماری محیب اس مطلب نے انزالہ اخفا تاک ہی
نہیں پوچھی مگر رسول اور اہل علم و انصاف سے پوچھیں بندہ نے ہی ابحاث سابقہ میں اس کو مجاہد و
بیان کیا ہے۔ قولہ معجزہ تا وقتیکہ وہ اصول و شروط مفصل بیان نہ ہوں اور دلائل خارجی سے
ثابت نہ کیے جائیں یہ کہہ سکتا ہے کہ جن اصول و شروط پر واقع ہوئی ہیں اہل سنت کے نزدیک ہی اہل
صلوح و وقوع کے لیے معتبر ہیں مصداقہ علمی مطلوب ہی اقول سبحان اللہ حضرت مجاہد

منظرہ دالی ختم ہی کیوں جناب میر صاحب ذرا سوچ کر فرمائی تو یہی کہ مصداقہ علی المطلب کی کو
 بہتر ہیں اور بیان مصداقہ علی المطلب کیونکہ لازم آتا ہے **قولہ** اور نیز اس تکرار سے بظاہر
 کوئی فائدہ معلوم نہیں ہوتا۔ **اقول** جناب میر صاحب گستاخی معاف ذرا تواضع
 کر آجکین کہو لکہ کچھ بی درندہ کسی دوسرے سے پوچھی کہ بیتہ تکرار ہی یا نہیں پہلے ہی تو فرمائی کہ تکرار کیونکہ
 میں تعجب ہی کہ جناب اپنی تکرارات بیفائدہ نہیں دیکھتی جو کہ بتدریج نظر اغماض سے سمجھتے ہیں
 انداز کر آیا ہے نفی خلاف کی مشوری۔ مگر جلالی کی دیکھی فعلیت بہت جناب بائیں۔ جناب امیر کی کثرت
 جو کہیں حضرت میں مشغولی۔ ابتداء درجہ والہ من کی سیکیات ہو جہاں وجہ سبب سے امور اور
 علامہ اگر بہت سی امور جو اسی ایک صفحہ میں مذکور ہیں قطع نظر تکرارات نام کتاب سے اگر بیتہ تکرار
 بیفائدہ نہیں تو کیا ہے اب انصاف ہی سوچ کر دیکھی اور فرمائی کہ تکرار بیفائدہ اس کو کہنی ہیں
 جو آپ کے عبارات میں موجود ہے یا اس کو کہتی ہیں جو آپ نے بندہ کی عبارت میں پیدا کیا **قولہ**
 فان لفظان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس خلافت کا ذکر حضرت نے پہلے کیا ہے وہ خلافت راشدہ
 ہیں۔ **اقول** عبارت کا مضمون سمجھنا یہ خاص ایسا ہی حصہ ہی متیک خلافت کا ذکر پہلے
 اس طرح اس عبارت میں کر چکا ہوں (درندہ جبکہ ثبوت خلافت خلفاء راشدہ کتاب اللہ و شہادات اللہ سے
 واقع ہے تو اہل سنت کو وضع اصول کی کچھ ضرورت نہیں ہے) اور مرکب ذکی و بلیغ اس عبارت کو کچھ
 سمجھ سکتا ہے کہ جو خلافت کتاب اللہ و شہادات اللہ سے ثابت ہوگی وہ کیونکر راشدہ ہوگی خلافت
 راشدہ ہونا اپنی اختیار ہے جو چاہا راشدہ کہہ دیا جسکو چاہا اور سلطنت کہہ دیا کہ کتاب اللہ کی سنی
 نہ اللہ کی عرض نہ یہ مضمون ہمارے مجھے خوب سمجھا لیکن ہم کچھ نئی بات نہیں حضرت مجیب
 انداز کا بڑا ہمیشہ کتاب سنت کے مضامین ایسی کہ سبھی چلی آتے ہیں باندہ اول فاروق
 کسرت فی الاسلام **قولہ** اور واقعہ میں ہی یہی بات ہے **اقول** جو خلافت کہ کتاب اللہ
 اور شہادات اللہ سے ثابت ہو اس کو خلافت راشدہ نہ اعتقاد کرنا ہمارے مجیب صبیحی منصف کا ہی
 کام ہے پس یہ محض ہمارے جناب مجیب کے ظن میں ہے نہ واقعہ میں **قولہ** حضرت کا یہ فرمانا

الدین و خلافت امام النافخ حساب فاما متجانس و ناجر کذب و شیخ زمان - تو اس روایت میں ہوتا
 کو ہی کچھ نہیں دے دیا ہے کہ امام کو کیا لڑی چونکہ اس وقت نقل وراثت سے مقصود اسی قدر ہے پہلی اس حدیث
 تشریف کر تفسیل تو ان کی دوسری وقت پر منحصر کرتا ہوں تاہم عملاً ان کے خلاف راہنہ میں ہونا یہ ہے
 اپنی ہی سمات سے ذکر فرمایا ہے چھت نہیں ہو سکا کیونکہ اس بنا پر اسے بدیہی ہے - رابعا اگر حضرت لڑی ہو تو
 خلف اور غیر مسلم جس سے دریافت کیجیگا آپ کو تھا دیکھا کہ جب خلف اور امام باہم متقابل مناظرین کر رہے
 تو امام سے امام اہل بیت مراد ہو گئی اور خلف سے خلف ائمہ توبہ سے خلف اور از قبیل ہمارے امام علی الفاسد سے
 ثابت اگر امام خود خلف راہنہ میں اور خلف راہنہ میں تو ہم کب کہتی ہیں کہ وہ اپنی سوا
 کیسی خلافت راشدہ پر شہادت دیتی ہیں بلکہ بعضہم بعض شہادت دیتی ہیں اور اسکو کوئی اثر
 نہیں پس ان پر سوائی کی خلافت پر شہادت کے معنی دریافت کرنا بالکل لغو اور بے نتیجہ
 آدسا ہے فرما کہ اگر وہ ہیں تو خود خلف راہنہ میں الخ نے مجسہد مسلم ہی لیکن تفسیر
 محسن ایک وجودی حکم پر دلالت کرتا ہے اس سے نفی غیر کی سمجھنا سہرہ خلف سے پس عبارت حقیر کے
 معنی بلا غبار ظاہرین یا باطنی سنی اگر جن حضرات کے امامت کی ہم عقیدہ ہوا نہیں کی شہادت
 سے خلف ائمہ کی خلافت راشدہ ثابت ہو چکی ہے یا یہ کہ جو متفق علیہم فی الدین ہیں ان کے شہادت
 ثابت ہوتا ہے کہ خلافت تھا شئمہ راشدہ میں یا یہ کہ وہ امامت حلی خلافت و امامت اپنی زمانہ میں راشدہ
 متفق علیہ سوائی شہادت ثابت کرتے ہیں کہ خلافت تھا شئمہ سابقہ خلافتیں راشدہ میں ادا
 سے توجہات میں کچھ خلل نہیں ہے اگر اب بھی آپ یہ ہیں اور ہٹ دہری کریں تو خدا سمجھو
قولہ اور ثبوت کتاب اللہ اور شہادت امام کا جواب بدیہ گزر چکا ہے **اقول** اس کا جواب
 الجواب ہی دہین بلا غلط فرمایا ہے **قال النضر الحبیب** - قولہ بخلاف حضرات شئمہ کہ
 کہ ان کے اصول شئمہ باوجودیکہ دلائل شریعہ سے ثابت نہیں مسلمہ دہین یا لغویہ ادل یا آخرین لان اشی
 از ثبوت قیام بلو لزمہ قولہ دہم صادرہ علی المخلوب علی اصول بل لزمہ بالکل باطل ہے - **اقول** - اصول کہ
 لہ جو دہین من حساب و قول ہو کہ امام علی علیہ السلام اگر ادرہا تا فی - ۱۲ -

نسبت آپکا یہ کہنا کہ دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں دعویٰ بلا دلیل ہے اگر کوئی دلیل تحریر فرماتے تو تحریر کیا جاتا۔ **بقول العبد الفقیر الی مولائہ** سبحان اللہ ہمارے محبیب حبیب بائیں ہمہ اوداعنا نظردہ دانی اول خود ہی اپنی تحریر سابقہ میں اپنی اصول ثلثہ کی نسبت اپنی خلافت منصب پر دلیل دعویٰ فرماتے ہیں کہ ہماری شرط ثلثہ دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہیں اور جب مانع ہے اسکی ثبوت کو منع کیا تو اولیٰ اوس سے اسکی منع پر دلیل کے طالب ہوتی ہیں اور یہ خیال نہیں فرماتے کہ ہمارا منصب کیا ہے اور اوسکا منصب کیا ہے نہ منصب ہی کی خبر ہے نہ حضرت کو پہچان سکے کہ دعویٰ کسکو کہتی ہیں اور منع کیا چیز ہی اور دلیل کا محتاج کون ہے اور کون نہیں پہچان سکتے کہ یہ کچھ ہیں مگر اس بات **قولہ** معہ اسوامی عصمت کے دوسرے یعنی فضیلت خلفاء و اولیائے حضرات اہل سنت ہے قابل ہیں اگر شیعہ کے اصول ثلثہ دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں تو حضرات ان شرطوں کو کین دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔ **اقول** یہ وہی غلطی ہے جو بارہا ہمارے محبیب سے سرزد ہوئی ہے اور ہم متنبہ کر چکے ہیں اور اب بھی ہم متنبہ کرتے ہیں کہ حضرت یہ آپ غلط سمجھی ہوئی ہیں اہل سنت مرکز ان شرط کو شرط نہیں جانتی آپ وجود کو اشتهار سمجھ رہے ہیں جو نشان اس غلطی کا ہی حالانکہ یہاں ہمہ وجود اور شرط میں چون جب اسے جو اطفال سے یہی غلطی ہوگا **قولہ** یہ کہ یہ ہو سکتا ہے کہ اہل سنت غیر شرعیہ دلائل سے کسی امر کی قائل ہوں۔ **اقول** بیشک آپ یہ صحیح درست فرمایا یہ ہرگز ممکن نہیں کہ اسے کسی امر کی باقیام دلائل شرعیہ قائل ہوں اور یہاں تک متمسک بشرع ہیں کہ انکی پہچان تو حق ہے ہی شرعی ہے و لکن محمد و افضل ما شہدت بہ الاعداء **قولہ** گو خلافت ہر کوئی دلیل شرعی قائم **اقول** کیون حضرت اسے کیا کہتی ہیں پس اپنی پہلی حالت پر آگئی اچھی حضرت کیا آگے نزدیک کتاب اللہ دلیل شرعی نہیں لیکن اس واقعہ میں تو آپ اسکی قطعیت کا اعتراف فرماتے ہیں گو آپ کے اکابر اسکا خلاف ہو چیا پھر اوس موقع پر انشاء اللہ ہم اسکو ثابت کریں گے نہ خلافت براہ میں کیون قابل قبول نہیں اگر ائمہ رضی عنہم نے تقیہ کچھ نہ فرمایا ہو تو حق کے ساتھ نہ تو تقیہ نہیں یا ہوگا ورنہ اوسکو باطل صادق دیکھی اور اپنی علم کی تاویلات کو اسکی ساتھ نیز ان میں

تو یہ تو معلوم ہو جائیگا کہ اہل سنت بلا دلیل مسیحی خلافات کے قائل ہو کر ہیں یا بدلائل و دلائل اللہ ہی
 سہیتار۔ **قولہ** چونکہ دور کا ذکر اپنے بالا جمال کیا ہے مجھ سے ملتا جواب ہے کہ اگر اس کے جرحہ نہ کی
 کتب غنائہ وغیرہ سے یہ ہر شے شرائط خصوصاً پہلے دو شرطیں یعنی فضیلت و نفس تو ضرور
 ثابت ہیں مگر ہمارے علم بلکہ میں نے ہی انکار ہی کیا ہے انشاء اللہ تعالیٰ دلائل شرائط میں انکار ذکر کیلئے
 تفصیل سے آئیگا۔ مگر بیان اس قدر گزارش ہے کہ اگرچہ آپ امامت میں ان شرائط کے منکرین مگر توحید
 نبوت میں تو ضرور قائل ہوئے ہیں جو جواب آپ دونوں فرمادین۔ وہی جواب ہماری طرف سے امامت میں کیا
 نبوت ہے قبول فرمائیے۔ **اقول** یہ غلطی وہ ہے جو ہر بار ہا متنبہ کیا جا چکا ہے کہ امامت کے
 نسبت تسلیم شدہ فضیلت و نفس کا معنی محض ایک خفیف التباس پر ہے جو ادنیٰ طلبہ پر بھی
 واضح ہو سکتا ہے باقی رہا لزوم دور کے جواب میں جو بطور الزام ارشاد ہوا ہے کہ امامت شرائط
 امامت کے اگر امامت میں منکرین تو ضرور قائل ہوئے ہیں جو جواب اس دور کا دیکھی وہی جواب
 ہماری طرف سے بیان قبول کریں اس الزام کا رد محض اس کے گمان پر ہمارے محبت سے ہے کہ جو دور
 کہو کہ دور ہے ہیں (مگر توحید نبوت میں تو ضرور قائل ہوئے ہیں) ادل جا ہے کہ امامت امامت کا ہر شے
 اہل سنت کو نزدیک ثابت فرمائی ہو بعد ازاں الزام دیتی اب یہی اگرچہ حق و حقیقت ہے تو ہم امامت لیکن پہلے
 اس ہر شے شرائط اور لازم میں تقاضا و امتیاز کے لیے ہیں اگر توحید مثلاً نفس پر موقوف ہو اور
 نفس موقوف نبوت پر تو امامت دور لازم آدی لیکن ہم کہتے ہیں کہ نبوت کا توقف محض اعتبار و حد و مقدار
 حد و انداز پر ہمارے طور و اسکا موقوف ہوجاؤں پر ہے نہ نفس پر بخلاف شرائط امامت کے کہ امامت
 موقوف نفس پر اور نفس موقوف عصمت و فضیلت پر اور عصمت و فضیلت موقوف امامت پر تو امامت
 اپنے نفس پر موقوف ہوئی اور یہ ہر دور ہی قطع نظر اس سے ان ہر شرائط امامت میں جو دوسری خرابی
 اب ہے کہ تقریر سے لازم آئی وہ بھی ملاحظہ فرمائیے کہ وہ یہ کہ امامت کو ثانی نبوت قرار دیا
 تو محالہ یہ ہر شے امامت نبوت کے ہی شرائط ہونگی۔ تو ہم ایک قیاس بنائیے جو کما کبر فی فضیلت
 کلیہ ہوگا جو آپ اپنی تحریر میں تحریر کر آئے ہیں وہ یہ کہ (جس میں ہر شے امامت متحقق ہوں

وہ امام خلق و نائب رسول ہے (قیاس کی طرح ہوگا۔ الرسول یوجد فی ہذہ الشرائط
وکل من یوجد فی ہذہ الشرائط ہو امام و نائب عن الرسول ینتج الرسول نائب
عن الرسول اور یہی بدیہی البطلان ہے اور ازوم لقویۃ کے جواب میں تو آپ طرح ہی دیکھیں معلوم
ہوتا ہے کہ شاید سمجھو ہی نہیں در نہ اگر ہی نبوت کی معارضہ فاسدہ سے مالتی قولہ اور ازوم مصداق
علی المطلوب آپ کی یہی پہلے قول سے ثابت ہے اقول ای جناب گستاخی معاف پہلے آپ
مصداقہ علی المطلوب کے تعریف کیجیے اس کی بعد اعتراض کیجیے اس کا کیا علاج کہ آپ یہ بھی نہیں
جانتے کہ مصداقہ علی المطلوب کس کو کہتے ہیں یہ آپ کا مدار کافی نہ ہوگا کہ میں مجھ فارسی ہوں قال
الفتاویٰ الحیب - قولہ - پس اگر جناب مخاطب کو اصل اختلاف میں بحث منظور تھی
تو ازل صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان و فضائل میں بحث شروع کی ہوتی جو آخر منجر بہ بحث اہل
ہوتی - اقول - مجھ کو کسی اختلاف میں خواہ اصل ہو خواہ فروغ بحث کی ضرورت نہ تھی کیونکہ بحث
مناظرہ فریقین موجود ہیں اور ادین ہر قسم کی بحث لاکھ ہے منصف و حق کے طالب کے لیے کافی ہے
صرف بیاسی خاطر غرض عنایت فرمائی دلی جنکا حال شروع میں تحریر ہوا ہے الی اللہ کیا اور کچھ کہنا چاہتا تھا
جائے محض ذکر خاطر سے ہوگا میقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی - ای جناب - آپ
اصل نشان سوال ہی نہیں سمجھ آئے اپنی سوال میں تفسیر فرمایا ہے (فرقہ اہل سنت و جماعت
و مشیہ اثنا عشرین اگرچہ اصولاً فروغاً ہے سے اختلاف میں مگر بہت بڑی مخالفت و مخالفت
میں ہے) تو اس میں میں جناب نے گویا فرمایا ہے کہ علت تخصیص با بحث مسئلہ خلافت کے
اور اس غمیت ہے بندہ نے اس پر یہ عرض کیا کہ اگر یہی علت ہے تو اصل سے نزاع معلوم
صحابہ ہی اس پر جناب اپنی ضرورت کا قصہ لے دوڑی بندہ نے کب آپ کی ضرورت کا اثبات کیا
جو آپ نے اس سے تبری کی تھی فرمائی شروع کی اور منہر مانا کہ اصلی غرض خبر سوال سے باہر
خاطر غرض عنایت فرمائی دلی تھی لیکن یہ تو جناب نے تحریر نہیں فرمایا کہ اصل فرمائش از کہ یہ ہے
تھی کہ مسئلہ امت میں ہے سوال کہ جب جائے بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ او کا مدعا یہ ہے کہ کسی

سکہ میں بحث شروع ہو جاتی کیونکہ وہ خود چند ان اس سکہ کے واقف نہیں تھے لیکن یہ تفسیر
 چنانچہ بطور خود مناسب سمجھ کر فرمائی سو یہ حضرت درپاس خاطر عزیز کا بھی بجا نہیں **قول**
 پہلے گزارش ہو اگر اصل اختلاف ماخذ مسائل دین ہے جو محض فضائل بعض صحابہ **اقول**
 اوس جگہ یہ بھی عرض ہو چکا ہے کہ اس اصل کے اصل بھرہ ہی سالمہ صحابہ ہے کیونکہ اُنکی تافہ تہ
 اور ہم ماخذ تہ باعتبار ان اوصاف کے ہے جنہیں فریقین اہلسنت و طبعہ یا ہم مختلف ہیں -
قول حضرت نے یہاں محض لفظ صحابہ تحریر فرمایا جس سے سمجھا جائے کہ شیعہ کل صحابہ کے فضائل
 و ایمان میں گفتگو کرتے ہیں عا شا و کلا یہ ہرگز نہیں کہ کل صحابہ کے فضائل کے مستحق ہوں
 یا کل کے ایمان میں کلام ہو بلکہ بعض کے فضائل وغیرہ کی نسبت بہت گفتگو ہے - اور یہ صرف اہل حق
 ہے نہیں کہ ہر بلکہ حضرات اہلسنت کا بھی یہی حال ہے جیسا کہ پہلی ثابت کیا گیا ہے کہ کل صحابہ کے
 فضائل کے یہ حضرات ہی قائل نہیں - **اقول** شروع سالہ میں کس قدر تفصیل کے ساتھ
 بیان کیا جا چکا ہے کہ علمائے شیعہ کل صحابہ کے فضائل و ایمان میں گفتگو ہے یا بعض کے اور کونسی ثابت
 کیا گیا ہے کہ حضرات شیعہ علی مخصوص ہمارے محیب کو نام صحابہ کے فضائل و ایمان میں گفتگو ہے کیونکہ
 اکثر نزدیک معصیت خلاف کرتے ہیں اور صحابہ میں سے بالاتفاق کوئی معصوم نہیں اور حضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کے سامنے سب صحابہ سوائے سماک بن خریشہ یوم احد جبکہ سے قرار کر چکی اور بعد انتقال حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کے سب صحابہ سوائے مقداد کے حسب روایات طائفہ مذکورہ سابقہ مرتد ہو چکے تو انہوں
 وہ کون سے صحابہ ہیں جنکا ایمان اور فضائل و محامد مسلمین اور بغرض محال اگر پانچ چار بلکہ دس تیس ہیں
 ہوئی تو انہوں کے شمار میں کس قدر او میں محسوب ہونگے باقی اہل سنت کی نسبت یہ الزام کردہ ہے کہ کل
 صحابہ کے فضائل کے قائل نہیں محض وہ کہ وہی اور اقرار ہے اہلسنت کے نزدیک تو کوئی ولی امت ہے
 صحابی کے رتبہ کو یہ نہیں پہنچ سکتا مگر یہ بھی عصمت صحابہ مسلم نہیں ہے نہ اہلسنت
 صحابہ کی خطایا انحراف مذمت کے واسطے بیان کرنا بالکل بے سود ہوگا اہلسنت کو باوجودیکہ انکی فضائل کا
 اعتراف ہے انکی عصمت مسلم نہیں تو انکو یہ روایات کچھ مضربین **قول** فضائل اکبریت بعض

ایک خانہ المحدثین صاحب خیانت و شر افساد پیشہ و مردودان جناب الہی تحریر فرماتے ہیں۔

اقول بحول اللہ و قوتہ اسکا مفصل جواب اباحت سابقہ میں جبکہ ہماری حضرت محبت بڑی

شہ و مدہی یہ اعتراض فرمایا ہے کہ تحریر ہو چکا ہے حاجت تکرار و اعادہ نہیں مگر اس قدر گذارش ہے کہ اگر بالفرض یہ کلمات الزام نہیں لکھی تاہم یہ کہنا کہ صحابہ کو مردودان جناب الہی لکھتی ہیں محض ایک اعتراض اور بہتان ہے۔ **قولہ** ان اگر ان امور میں خلفائے ثلاثہ کی بابت تحریر فرمائی تو مضائقہ نہ تھا

کل صحابہ کے فضائل کے نہ آپ قائل ہیں یہ ہم **اقول** اگر آپ کو ادو علمائے شیعہ کو صرف خلفائے ثلاثہ نہ کہ ہر

فضائل و ایمان میں گفتگو ہوتی تو بیشک کچھ فضائل لکھتا کہ خلفائے ثلاثہ کے ہی بابت تحریر کیجئے

لیکن آپ کو تو حسب روایات کافی غیور و جہاد یا چہ صحابہ کے سب ہی فضائل و ایمان میں گفتگو ہے

مجننا آپ ہی اگر سوائے خلفائے ثلاثہ کے باقی صحابہ کے فضائل و ایمان کو آپ سیم فرماتے ہیں تو ہم صرف

معاہدہ خلفائے ثلاثہ ہی پیش کرتے ہیں اور جبکہ آپ کو ہزاروں بلکہ لاکھوں صحابہ کے فضائل و ایمان میں کلام ہو

تو ہر خصوصیت خلفائے ثلاثہ بالکل بجا ہوگی اس وقت عام طور پر بحث ہوگی جس میں خلفائے ثلاثہ ہی دخل

ہوگا باقی رہے یہ کہ اہلسنت کی طرف یہ نسبت کرنا کہ کل صحابہ کی فضائل کے قائل نہیں محض کذب و افتراء ہے

نشا اس غلطی کا یہ ہے کہ فضائل کو ملزم عصمت تصور کر رہا ہے اور یہ سراسر غلط ہے **قولہ**

و نیز یہ بحث ہی آپ کو قول کے موافق بالاتر منہج بحث امامت ہی ہوتی سو خیر میں ازل ہی شروع کر دی

اب آپ کا اختیار ہے۔ **اقول** افسوس کہ اعتراض کچھ ہے آپ کچھ سمجھ رہے ہیں سوال الہی

جواب اولیٰ بیان۔ تاہم جو کچھ سو آپ نے جو بحث شروع فرمائی وہ خواہ علت بدایت کے موافق ہو یا مخالفت

آپ نے بہت اچھا کیا۔ آفرین اور حبا اصل غرض میں یہ ہے کہ علت کچھ بیان کی اور بحث کچھ شروع کی

تو شاید نیز خود اس خاص بحث میں و توفیق کچھ زیادہ ہوگا ورنہ ہمارے طرف سے تو جو بحث چاہیے شروع

کبھی ہم خود کیا دعویٰ کریں جناب کو خود موم ہو رہیگا۔ **قال** اللہ منہج الحبيب

قولہ۔ لیکن جناب مخاطب کو شاید مسئلہ امامت میں زیادہ دعویٰ ہے اور اسکی بحث پر توفیق

اعتقاد ہوگا اسلیٰ ازل اسکیکوچہرہ۔ اقول۔ ہر مسئلہ مختلف فیہ میں دعویٰ اور نفی و اعتقاد ہر کسی
 مسئلہ کی خصوصیت نہیں۔ یہ قول الغیب الفقیر الی مولانا الغنی۔ حضرت مجتبیٰ
 دعویٰ اور نفی و اعتقاد کا حال سیفہ راجحات گذشتہ میں اہل انصاف دستیں پر مشکاف ہو چکا ہے
 اور ہر مسئلہ آئیدہ کہل جا گیا لیکن یہ بھی ہے کہ باوجود محض ناسخ خوانی کے یہ اعتقاد و نفی
 کس راہ سے کیا اور مرتبہ حق بعین کا کیونکر حاصل ہو ایم جہانگیر مجتبیٰ کو دیکھنی میں اس کے
 تو صرف یہ تسلیم ہوا ہے کہ یہ محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ اور کیا عجب سہرا ہے بعض
 اوقات میں آدمی کو غلطی پر بھی اعتقاد اور نفی ہو جاتا ہوگا جیسے بعض بیوقوف اپنے آپکو پند
 تصور کر لیں جن میں بعض جاہل اپنے زعم میں عالم بن بیٹھیں آخر آپکو تسلیم ہوگا کہ علیٰ غایت ایک
 قسم یقین کا جہل مرکب ہی تو قرار دیا ہے جو اعتقاد جازم خلاف واقع کا نام ہے۔ قول
 مگر چونکہ اس سلسلہ میں پہلی سے گفتگو تھی جیسا کہ گذارش ہوا اور واقعی یہ ہے ہر مسئلہ میں
 اسلیٰ کو چہرہ کیا اقول یہ عذر جانتے اسے تحریر میں نہ لایا اگر اصل میں
 اسکو ظاہر فرماتے تو کچھ گفتگو نہ تھی۔ باقی اہمیت متنازعہ نہیں اس مسئلہ کے ثواب ثابت کرنے
 منکر اور جو کچھ ثابت فرمایا وہ غیب مدعا نہیں تو محض اہمیت مسئلہ میں جبکہ دعویٰ اس
 عبارت میں کیا گیا ہے بالکل غلط اور دعویٰ بلا دلیل ہے۔ قال الفاضل المحیب
 قولہ۔ پس پاس خاطر منظور کر کے گذارن کرتے ہیں۔ جناب مخاطب مدعی میں کہ شرط ثانیہ
 یعنی نفس عصمت و فضیلت دلائل عقیدہ و فقیہیہ سے ثابت ہن تو اوّل جناب کو لازم ہے کہ تعریف
 است کی نزادین اور بعد اسکی شرط ثانیہ میں سے ہر ایک کی تعریف کر کے ہر ایک کو دلائل ثانیہ
 سے ثابت فرادین۔ اقول۔ آپکی اس غیایت کا شکریہ ادا کرنا ہون یہ قول الغیب الفقیر
 الی مولانا حضرت تسلیم قولہ محب کو امید ہے کہ بفضل الہی آپ اس مسئلہ سے شرط
 کی تعریف بخوبی جانتی ہوں مگر بخیال میری اس قول (اور اپنے اصول خلاف جو کہ ہیں) ہم
 آپکی تعریف سے شرط ثانیہ کی منقلب کرنے کے لیے ایسا تحریر فرمایا اقول میں جانتا ہوں

خواہ نہیں جانتا آپ سے دریافت کر نہیں کیا حرج ہی اگر میں جانتا ہوں تو یہ کیا ضرور ہے کہ آپ
 اسکی موافق ہی ہوں مہربانہ آجکے آپکو جمیع مسائل میں وثوق واعتماد ہی اور حق الیقین کا تہ
 حاصل کر لیا ہے تو محض پوچھنی ہی پر منقلب کرنے کی ڈر سے کیوں گہم رانی میں اور آپ نذیر
 موزہ کشیدہ کیوں ہوئی جاتے ہیں مگر تعجب یہ ہے کہ یہاں تو منبہ کہ علم کی ایسی معتقد ہو کر
 کہ یہ امر خود بخود تسلیم کر لیا کہ میں امامت اور اسکی شیراز کی تعریف بخوبی جانتا ہوں چکا اور جبکہ امامت
 فرد میں ہونے پر مبنی مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے وہ ان کیوں اس پر ناخوش
 ہوئی کہ میری جانتی کو یہی بے علمی سے تعبیر کیا **قولہ** اخوس کہ جانب میری عرض قبول
 نقرانی میں آپکی است کی تفصیل سبب چشم کرتا ہوں متوجہ ہو جی۔ **اقول** جانب کا ارشاد
 ہر موقع بے محل تھا اسلیں کہ مدعی ہو کر اپنی مدعا کی اثبات سے گریز اعراض کرنا اور دوسرے
 مطالبہ اثبات معتقد اہم کرنا بے محل ہے اسلیں جانب سے اول مطالبہ کیا گیا جب جانب باخبر
 احب سے سبکدوش ہو جائیگی اور اپنی دعویٰ کو ختم بر ثابت فرما دینگے تو ہستہ او سوقت جانب
 تحقیق سبب دلیل ہو گا ورنہ خطر القیاد۔ باقی رہا منبہ کی گزارش قبول فرمانا کہ جانب نے
 اپنا ذمہ ہی وجوب سے بزم خود فارغ کیا ہو اور نے تحقیقت سمجھ کر یا نہ ہو اسکا منبہ ممنون
 عنایات ہے **قولہ** امامت کی تعریف یہ ہے دین دینا کے جمیع امور میں نیابت پیغمبر سے
 کل امت کا مقتدا و پیشوا ہونا عصمت ایسی حالت سے مراد ہے کہ خداوند تعالیٰ کے لطف
 و عنایات سے کسی شخص میں ثابت ہو کہ اس حالت کے سبب سے باوجود قدرت کریم ہی و گناہ
 کی خواہش و رغبت اس شخص سے منتفی ہو جاوی۔ نص سے یہ غرض ہے کہ خدا اور رسول سے صفا
 حکم اسکی امامت کو ثابت صادر ہو۔ افضلیت کے یہ معنی ہیں کہ کل امت سے جکا امام موصوفہ
 حمیدہ و اخلاق ستودہ میں اس **اقول** یہ تعریفات جوہرہ جہ محل بحث میں اولاً
 یہ کہ امامت کی جو تعریف فرمائی ہے یہ تعریف قطع نظر اس سے کہ حقیقی ہے یا لفظی یہ تعریف ثانیہ
 ہے یا اصطلاحی اگر اول سے تو بے محل اندیز غلط کیونکہ باعتبار لغت کے اس لفظ کے یہ معنی پائی

ہی نہیں جانتے اور اگر ثانی ہے تو اصطلاح شرع یا غیر شرع اگر غیر شرع ہو تو قابل انتفات نہیں
 اور اگر اصطلاح شرع ہو تو لسان شارع سے اسکا اثبات واجب ہو ورنہ دعویٰ بے دلیل کب
 قابل سماعت ہو کہو تو متعہ موارد کلام شارع سے جس مواقع میں یہ لفظ بلا قرینہ اطلاق کیا گیا ہو
 جو حسب قاعدہ دلیل حقیقت شرعیہ ہونی کے ہو یہ معلوم ہوا ہے کہ یہ حد اپنی محسوس ہو
 منطبق نہیں کیونکہ جامع نہیں۔ حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی نسبت ارشاد فرمایا۔
 اِنِّیْ حَاطُّکَ لِلنَّارِ لَمَّا اَمَّا۔ اور یہ انبیاء کو اب میں ارشاد فرمایا۔ وَجَعَلْنَاکُمْ اُمَّةً یُّعْذِرُکُمْ
 اور یہی ذکر انبیاء کی امامت باعتبار تعریف مذکور کر صحیح نہیں ہو۔ تاہم اسکا کہ یہ اصطلاح
 شرعی اور حقیقت شرعیہ ہی تو جب جگہ بلا قرینہ صادق اسکا اطلاق ہوگا یہ بھی معنی مراد ہوگی
 تو یہ کیا وجہ ہے کہ امام کے قول کو نہیں انتی اور جو کچھ امام علیہ السلام نے نسبت یحییٰ فرمایا
 ہا امان عادلان اوہین کیوں سننی حقیقی شرعی مراد ہیں لیتی اور کسوا سطحی تا دیلات بعید
 اور عقل فرمائے ہیں۔ تاہم یہ تعریف انہی ہی نہیں ہو کہ یہ تعریف ان انبیاء پر ہی جاری
 آتی ہے جو کسی رسول کے بعد اسکی شریعت کے اجار کے واسطے جدا اللہ سے ہوا بعوث ہوئی حالانکہ انبیاء
 اس اصطلاح کے انکوائام اور خلیفہ راشد نہیں کہتے۔ رابعاً عصمت کی تعریف حالت کے ساتھ کیا
 ہو کہ جبکی نبوت پر نسبت لگے ان میں اسکی سبب سے عصمت کی غیبت منتفی ہو جائے اور یہ غلط ہے کہ یہ علم
 مسنین میں بھی بعض اوقات یہ حال انصاف آہی یہ ہو جاتی ہے کہ غیبت عصمت اوس
 حالت میں منتفی ہو جاتی ہے اور اسکا انکار مکارہ ہو حالانکہ آپ اوسکو عصمت نہیں ہوتی
 اور تعریف عصمت اس پر صادق آتی ہو ان اگر ملک کے ساتھ شریف کیجئے تو شاید صحیح ہوئی
 کہ اوس میں سنی مسیح کے ہیں اور حالت میں یعنی تغیر و تبدل کے۔ خاصاً لفظ خواہش و غیبت سے
 یہ معلوم ہوا ہے کہ بدو غیبت کے مثلاً یہ ہونا اسکی کی حالت میں صد و عصمت جائز ہو
 حالانکہ آپ اسکو قابل نہیں ہیں۔ سادساً تقیہ کی آڑ میں تو حضرات نے کہا یہ بلکہ کفر و شرک تک
 ملے میں مجھو کہو کہ ہم مانتا ہوں یہ ملے ہم نے انکوائام کیا کہ ہمارے کام کہہ امت کریں۔ ۱۷۔

ہی انہر پر ثابت کر دیا جو خواہش و غیبت کرتے ہیں کیونکہ تقیہ حسب تعریف قوم و بھی موافقہ اہل کلام
 فیما بین یوں بد یہی تو پھر عصمت کس کا نام ہو۔ سب بے افضلیت کی تعریف میں تو ہمارے محبت
 رہا سہا اپنا تمام علم ہی شرح کر ڈالا اسی حضرت ذرا اس تعریف کو اپنی معرفت پر محمول تو فرمایا گیا اور پھر
 ذرا یہ بھی قائل فرما کر دیکھ لیں کہ جو یہی کہ دو در صرح لازم آتا ہے یا آپکا وہ ہی مصداقہ علی المصطلوب و بعد
 اس مرحلہ کے یہ بھی تحقیق کیجیگا کہ نبی افضلیت کا صفات حمیدہ و اخلاق ستودہ پر ہے اور ہر
 بالغض ہے یا نہ اکثر ثواب اور قرب من اللہ تعالیٰ پر ہے اور غیر مدح الالباء الشرع بعد ان سبب کے
 اپنی تعریف صحیح فرما کر دینے جواب کیجیگا کہ چونکہ خوف طوالت تھا اس لیے مختصر اعتراضات بہت نقل کیے ہیں
 فی بعض عنین کر دیے۔ فقیر کہہ اور ان ہر تہہ شرائط کی دلائل کے نسبت اگرچہ بقدر گذارش کا فرمایا
 کہ جب امت ثانی مرتبہ نبوت ہو اور نیابت بھی ہو تو اس میں جو دلائل عصمت انبیاء پر دال ہیں
 وہی یہی نہ کیا کچھ تغیر ہو عصمت انہ پر دال ہو نہ کہ اور ظن غالب ہے کہ عصمت انبیاء کا یہ قائل ہے ہونگے
 افضلیت خلفاء کی آپ معتقد ہیں نص کے باب میں ہے آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اہلسنت نص کے
 علی الاطلاق مستکر نہیں ہیں اس صورت میں ہمارے ہر تہہ شرائط کے دلائل کے بیان کر نیکی جنہاں ضرورت
 نہ ہو کر چونکہ آپ نے پاس خاطر یہ بحث منظور فرمائی ہے اس لیے یہی رعایت کیا ہو یہی ضروری اقول
 یہ تقریر بقرب بالکل تمام بلکہ غلط ہے اگر ثانی مرتبہ نبوت سے نیابت کی علاوہ کوئی دوسرا مرتبہ نبوت
 تو اس کی شرح کرنے چاہیے اور اس کا ثبوت پیش کرنا چاہیے اور اگر نیابت سے مراد ہی اور جبکہ (نیابت
 سے مراد ہی) مع عطف تفسیری واقع ہے تو مسلم لیکن یہ کہنا کہ جو دلائل عصمت انبیاء پر دال ہونگے
 وہی یہی عصمت انہ پر دال ہونگے اس سے غلط ہے کیونکہ اس کا مدعا یہ ہے کہ اصل میں جبکہ اوصاف
 ہونگے وہی فرع میں ہی ہونگے حالانکہ یہ بدلتہ غلط ہے ان اگر فیما بین اوصاف اصل و نائب
 فرمائے تو تصافق نہ تھا اور اگر یہ مراد ہی کہ بعض اوصاف اصل و نائب میں ہونگے تو قطع نظر ترجیح
 مرجع یہ کہ آپ کا قیاس غلط اور بطل ہوگا۔ عصمت انبیاء کا میں قائل ہوں اور اس امت کو احیاء شریعت

اور اجرائی مشائروں میں غیبت نبوت اعتقاد کرنا ہوں لیکن ارجو ہے کہ اوصاف نبوت کو
 بنی کے ساتھ مختص سمجھنا ہوں اور اوصاف امام کو اس کے ساتھ۔ اور عصمت کو انم نبوت سے پہلے
 پس نبوت عصمت کے لیے امام میں بجا ہی دلائل کے است کو صرف غیبت نبوت کا ہونا کافی سمجھنا
 محض چار عجیب کے ناجائز تفسید ہے کہ ان کو یہ ہی غلط فہمی تسمیہ ثالث وغیرہ کو یہی سدا رہ حق ہو
 دو مجالس المؤمنین کے ذکر محمد بن بابویہ قمی میں فرماتے ہیں زیرا کہ امام قائم مقام نبوت و جمیع امور
 کو در اسم نبوت و نزول وحی اور اگر زیادہ متبع کیا جاویں تو نزول وحی کا بھی مختصات نبوت سے ہونا
 باطل ہوگا اپنی امام کہنی کے حدیث ملاحظہ فرمائیے عن السیاحۃ علی بن علی طالب الکاتب الخدنا
 وهو الذی یرسل اللہ الیہ الملک فی کلامہ ویسمع صوته ولا یری الصوۃ عن شقیفہ اور کہنا یہ
 محتوم ہے کہ اتیم الذہب اور مصنف قاطع اگر بطور وحی کے نازل نہیں دے گی تو کیونکر اتیجی۔ بہر کیف معلوم ہوا ہے کہ
 شاید خصم صیاب بنوی علی اللہ علیہ وسلم مثل نکاح چار سے زائد اور یہ نفس سے نکاح کا ہونا وغیرہ
 مختص نسبت عوام کی ہیں نہ نسبت اللہ کے اور اس میں اصل پر اور اگر اہل غفلت کی ہر قسم کی باطل
 حق کے اور اپنی مسلمات سے خصم کو الرام دیا یہ آپ عیسیٰ مناظرہ دان ہی کا کام ہے عسلا وہ کہ یہ
 محض قیاس ہے جس کو آپ فرما میں بھی قابل اعتبار نہیں سمجھتے تو معلوم نہیں کہ ایسی کیا مجبور ہیں
 کہ جس کو بدلت اصل عقائد میں اس کو تسلیم کر کے استدلال قرار دیا۔ معہذا ابیدہ دلائل آگے دے گا کہ کیونکر نسبت
 ہوگی کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دلائل عصمت انبیاء باعتبار اوصاف کے دار کی ہیں کہ یہ
 انبیاء کی عصمت صرف زائد نبوت میں تسلیم کے گھر میں اور عصمت معتقد علیہا ساری جس کو آپ انبیاء
 در پی میں وہ ہی جو صفات و کمالات سے سہواً و عجزاً از جہد تا لحد ہو تو جس پر عا پر آپ یہ دلائل و دلالت
 میں خصم پر ادنیٰ حجت لانا بالکل لغو و باطل ہے۔ پس میرا انبیاء کی نسبت عصمت کا قائل ہونا اللہ کے
 عصمت کو تسلیم نہیں اور آپ کا قیاس مع الفارق اور غلط ہے۔ باقی رہا ہفتہ مضامین
 ۱۔ امام سجاد علیہ السلام کی ہر حضرت علیہ السلام حضرت تہر اور محدث وہ ہوتا ہے کہ کسی لڑت نہ ازبشتہ ہیچ وہ اس کو چاہتا
 کہ اور اس کی آواز سننے اور صورت دیکھنے

ثبوت میں صرف میری اعتقاد و فضیلت کو جو خلفاء کے نسبت ہر کافری سمجھنا اور میری اس فعل کو
مکتفی خیال کرنا کہ اہل سنت علم الاطلاق نفس کے منکر نہیں وہ بدیہی غلطی ہے جو ادنیٰ طلبہ ہی کریں
اور ہماری علامہ مجیب گذشتہ اجات میں بہت جگہ لکھ چکے ہیں اور ہم مبتدئہ کر چکی ہیں اب اس
تقریر سے صاف واضح ہو گیا کہ ہماری محبیب بسبب کو ہر تہہ شرائط کے دلائل کے بیان کرنے کی کس قدر
ضرورت تھی لیکن کیا کریں ہماری پاس خاطر کے رعایت لابد میری ہی سبب کوئی دلیل ہم
نہ پوچھی تو امام رازی کے ہر دشمنین پناہ لی کلا حین مناص۔ قولہ لہذا گذارش ہے کہ اگرچہ
دلائل عقلیہ و قلبیہ عصمت امام پر شمار ہیں اور نہیں ہے بہت سی ہماری علماء اگر امام نے کتب مبسوطہ
کلامیہ میں تحریر فرماتے ہیں مگر بیان صرف اس قدر پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ آپ کی تحقیق انجام نے ہر اذکار کو
لکھا ہے تاکہ آپ کو بھی اعتراض نہ ہے۔ بہت خواہی کہ شوخضم قواعد دشمن بدیہی بندہ بکار قول
پیران کہیں دشمن از سخن تو چون نگردد دلزمہ اور اب بخندہائے خود کش لہزم کن۔ اقول
اسی حضرات اہل انصاف ہماری حضرت مجیب کے اشہد بیز انصاف کو دیکھنا چاہی کہ اس میدان میں
میں کس قدر طریق عدل سے منحرف ہے کہ بحث اثبات عصمت ائمہ از جہد تاحد میں دلائل عصمت
انبیاء کے جو زمانہ نبوت میں ہر تسلیم کی گئی ہے پیش فرماتے ہیں اسکا نقص محبتا گذشتہ
قول کے تحت میں عرض کر چکا ہوں اور اشارت افتقار سے ہر دلیل کے ساتھ اور سپر جرح قدح
کر کے اس خط پر متنبہ کر دینا کہ جو ہماری محبیب اور اذکار ہم مذہب کو واقع ہوئی ہے پھر باہر نہیں
خوبیا کس ناز و افتخار سے رباعی رتبہ جواب فرماتے ہیں۔ قولہ پوشیدہ نہ ہے کہ امام
فخر الدین رازی صاحب سؤلہ دلیلین عصمت انبیاء سے قائم کی میں کردہ سبب پیغمبر
عصمت ائمہ ثلاثین جاری ہیں بنظر اختمار و دہن میں حصن لکھ جاتے ہیں حضرت مجیب
تفسیر سیر ملاحظہ فرمائیں۔ امام صاحب موصوف سورہ بقرہ اول رکوع ۴۴ میں ذیل
قولہ تے کا لکھا الشیطان عصمت انبیاء میں اختلاف نہ اس کے ذکر کو بعد فرماتے ہیں لکھا
عندنا ان لم یصد عنہم الذین انجی اللہ البکرة ولا الصغیر یدل علی وجہ احد الوصل الذین

غم کہ تو اتنی درجۂ منحصہ الامتہ خلیفہ جاؤ بیان اللہ امتہ از سر حیات الانبیاء کا منت
 نہ غایت لال و شرف و کل من یکن كذلك کا قصد مراد انبیا علیہ السلام سے ہے کہ انہوں نے
 یا ساء ما لہی من روات منکون بآحاد منیۃ لیا عاف لہا العذاب صغیفین والمحصن رحم وغیر
 ید و حد العبد نصف حد الحر ما اقل الاملا یحوز انک فی البی اقل جلال من الامتہ و ذلک
 بالاجماع انتہی۔ آپ ہی غور فرمائیے کہ یہ دلیل بعینہ عصمت امام میں ہی جاری ہے کہ ائمہ کے
 درجہ ہی بہائیت شرف و جلال میں ہیں پس ایسی گناہ کا صادر ہونا ہی فحش ہوگا اور یہ
 بات کہ امام کی امت سے کم درجہ ہونا جائز نہیں ہے افضلیت کی بحث سے ظاہر ہے چنانچہ
 اسکا بیان یہی آگے آئیگا آپ افضلیت خاطر کی معتقد ہیں۔ **اقول** یہ دلیل جو امام
 رازی نے عصمت انبیاء میں وارد کی ہے کہ شیخ عصمت ائمہ کو مثبت نہیں ہو سکتی ہے
 لہذا جو وجہ محل بحث ہے آدلا ظاہر ہے کہ ائمہ مطہرین انبیاء اور داخل افراد است ہیں انبیاء نہیں
 جو جلال و شرف انبیاء کو محصل ہے ائمہ کو ہوگا کیونکہ بالاجماع مرہبی اپنی تمام امت سے اہل
 و اشرف ہے ائمہ اگر جلال و شرف کی کسی مرتبہ میں واقع ہوں تمام افراد امت سے خارج ہیں
 ہو سکتے اور انبیاء کی جلال و شرف کو نہیں ہو سکتا تو صدور معصیت اگر منافی ہے تو اس
 غایت درجہ کے جلال و شرف کو منافی ہے جو مرتبہ انبیاء ہی کو محصل ہے اور افراد امت کو محصل
 نہیں ہو سکتا افراد امت میں سے اگر کسی کو کوئی شرف و جلال حاصل ہو وہ غایت درجہ کا جلال
 و شرف بہ ائمہ ہوگا تو صدور معصیت کو بھی منافی ہوگا پس در صورت صدور معصیت مستلزم
 کو کسی امتیاز کو ہوگا اس میں کیا اختلاف ہے کہ امت میں کافر و اعلیٰ فرد شامل ہو جائے۔ تاہنا افراد
 امت میں سے ائمہ سی لیکر عدول صلی دامت تک جس قدر افراد و اصناف میں سب کو اپنی مرتبہ
 کو موافق جلال و شرف محصل ہے صی مقبولین غایت درجہ جلال و شرف میں واقع ہیں بلکہ اصیاء
 مثل ابوبال غایت درجہ شرف و جلال میں واقع ہیں ازواج مطہرات میں آپ کو نزدیک حضرت
 ام سلمہ سے غایت درجہ شرف و جلال میں واقع ہیں اہلیت سوا ائمہ خصوصاً حضرت

نہ غایت لال و شرف و کل من یکن
 كذلك کا قصد مراد انبیاء علیہ السلام سے ہے

فاطمہ رضی اللہ عنہا جو آیت تطہیر میں بھی داخل ہیں ثنائیت درجہ شرف و جلال میں واقع ہیں
 تابعین اہم احسان ثنائیت درجہ شرف و جلال میں واقع ہیں علی بن ابی طالب و محمد بن قحط
 جناب میں خود ہیں و تکمیل خصوصاً حکمران میں ہر دو لاکھم لافقطت انوار اللہ تعالیٰ عنہ ثنائیت درجہ
 شرف و جلال میں واقع ہیں سلاوہ ان کے نائب صاحب الزمان جو ہنگام عنیت کا رکن ہیں
 جس پر تمام دین کا دار و مدار ہوگا ثنائیت درجہ شرف و جلال میں واقع ہیں اگر شرف و جلال
 مطلق مستلزم عصمت ہیں تو تمام مذکورین معصوم ہونگے۔ ولیقل بہ احدا اور اگر شرف خاص ہے
 تو وہ فقط انبیاء کا شرف و جلال ہے جو ثنائیت اعلیٰ درجہ کا ہے ائمہ کی شرف و جلال کا مستلزم ہے
 دوسری دلیل سے ثابت فرمائی۔ و در خط القنادی ثنائی بنی کا امت سے شرف و اجل
 و اعلیٰ فضل ہونا اور اقل حالانہ ہونا امام رازی نے باجماع ثابت کیا ہے لیکن ائمہ جو کہ خود
 افراد امت میں داخل ہیں آپ ان کا اس طرح اجل و اشرف ہونا بھی بالاجماع ثابت کیجیے
 ورنہ اس دلیل سے ہاتھ دھو لیجیے اور ائمہ کو قیاساً علی الانبیاء امت سے افضل کہنا ہماری
 عجیب جیسے ہمہ دان کا کام ہے ورنہ حقیقت یہ تفضیل محال ہے کیونکہ مستلزم محال ہے
 تفضیل اس اجمال کے یہ ہے کہ ائمہ احاد امت میں داخل ہیں پس اگر تمام امت سے افضل ہونگے
 تو اپنی نفس سے بھی افضل ہونگے اور یہ محال ہے کیونکہ مستلزم محال ہے کہ وہ فضل الشی علی نفسہ
 انضیبت ائمہ قیاساً علی الانبیاء و باطل ہوئے اور اگر ائمہ سے مراد اعداء انفسہم ہی تو پھر انبیاء پر
 قیاس کرنا بدیہی البطلان ہے اور تمام دلیل لغو۔ راجعاً آپ ائمہ کو اگر اس دلیل سے معصوم
 کہتے ہیں تو اس وجہ سے کہتی ہیں کہ جو علت عصمت انبیاء ہے وہ بسبب ائمہ میں ہے یا بجائی نہیں یعنی
 جیسے انبیاء ثنائیت درجہ جلال شرف میں واقع ہیں اس طرح ائمہ بھی واقع ہیں اور نہ طرح انبیاء کا
 امت سے کم درجہ ہونا جائز نہیں ائمہ کا بھی امت سے کم درجہ ہونا جائز نہیں تو بوجہ اشتراک
 اس علت کے جیسے انبیاء معصوم ہیں ائمہ بھی معصوم ہونگے اور یہ صریح قیاس ہے کیونکہ ثنائیت

ہے اگر یہ لوگ ہوتے تو نبوت کے آثار منقطع ہو جاتے۔

تعریف صاحب معالم الامول نے یہ کی ہے۔ القیاس هو الحكم على معلوم عقل الحكم الثابت معلوم
 اخر لا يستلزم الكمال في العلة اور یہ تعریف بذاتہ اس کے صادق آتی ہے اب ہم اس کی صحت کو
 دیکھتے ہیں غامضی کہ یہ علت منصوصہ تو نہیں ہے۔ تو مستنبط ہوئی ہے اگر آپ معالم الاول
 وغیرہ کتب اصول دیکھیں گے تو معلوم ہو گا کہ وہ قیاس جس کو علت مستنبطہ ہو چکی نزدیک بالاجماع
 باطل ہے معالم الاول میں مذکور ہے۔ والمتشرك جامعاً وعلته وهي اما مستطلة ومصنوعة
 وقد اطلق اصحابنا على صنع العلي بالمستطلة الامن استدراكا لاجماعهم فيه غير واحد منهم
 وتواتر الاخبار بالكاره عن اهل البيت والجملة فمنعوا عن ضرب من الاستدراك هذا وبالقرائن
 سمی تسلیم کیا کہ علت منصوصہ ہے ہوئی تاہم ستائز مجوزہ عمل کو ہوگی نہ وجوب اعتقاد کو کیونکہ
 اب اعتقادات میں خفیات کو دخل نہیں ہے پس یہ دلیل ثبوت عصمت ائمہ میں بالکل
 کافی ہوئی۔ خامساً وصف جلال و شرف جو انبیاء میں موجود ہے ہم کہتے ہیں کہ وہ بھی معلول
 کسی علت کا ہی اور وہ علت نبوت ہے یعنی وہ جلال و شرف جس کی علت نبوت ہی ستائز عصمت
 اور ظاہر ہے کہ وہ جلال و شرف جس کی علت نبوت واقع ہے ائمہ میں بالمرہ مفقود ہے تو یہی غماز
 ہی لغو ہوا کیونکہ علت جامعہ اصل اور فرع میں مشترک ہی نہیں ساداً حکم علی المتشکک
 داخل ہر دلیل میں ہے انبیاء پر حکم اصل و اشرف ہوئی کا کیا گیا ہے تو ہر دلیل میں کہیں
 حکم کے علت نبوت واقع ہے۔ یعنی یہ شرف و جلال جو انبیاء کو حاصل ہوا ہے اس کی علت نبوت
 اور جلال و شرف خداوند تعالیٰ کا ہے اور یہ حکم جبکہ معلول نبوت ہوا تو زمانہ نبوت ہی پر مقصور ہو گا
 اور جب زمانہ نبوت پر مقصور ہوا تو اس کا لازم المعنی عصمت وہ بھی زمانہ نبوت پر مقصور ہوگی
 پس اگر بفرض محال یہ دلیل عصمت ائمہ میں جاری ہو تو ہماری محبت کے وعدہ کو نسبت ہونگی کیونکہ
 ۱۔ قیاس وہ حکم ایک امر معلوم پر ہی مثل حکم دوسری امر معلوم کے سبب اگر کہ وہ علت ہے مشترک میں
 ۲۔ اما مشترک کو علت اور جامع کہتے ہیں اور علت یا مستنبطہ ہے جو باسناد جاری اصحاب پر مشتمل ہے
 ۳۔ سبب بھی میں کہ مستنبطہ عمل مع جو اسبب لوگوں نے اس میں ایمان کیا ہے اور اسبب سے کہ انکار تو زمانہ نبوت
 اور اس کے ساتھ مرویات دین سے ہے۔ ۱۲۔

مدعی اثبات عصمت از عهد تالیف و اور اس دلیل سنی غایت سی غایت یہ ثابت ہوگا کہ ائمہ زمانہ اہل
 میں معصوم ہیں و این نہ امن ذاک - مجتہد اور اس دلیل کا اس پر سی کہ اگر انہیں سنی معصیت صحابہ
 ہوگی تو انہیں را بہینہ جلال و شرف عصمت است سنی اقل درجہ ہوگی اور ظاہری کہ اسکا چرچان
 اوسی وقت ممکن ہے جبکہ نبوت ہو اور جب نبوت نہیں تو امت کہاں ہوگی کیونکہ امت بعد
 بعثت ہوگی اور جب امت نہوتی تو اقل درجہ ہونا و صورت صد و معصیت لازم نہ آیا تو عصمت
 قبل نبوت ثابت نہوتی تو اس دلیل سنی عصمت قبل الامامت کیونکہ ثابت ہوگی پس ہماری حضرت
 مجیب ذرا انصاف سے ملاحظہ فرماوین کہ یہ دلیل عصمت ائمہ میں کیونکہ جاری ہو سکتی ہے۔
قولہ پیرام صاحب موصوف فرماتے ہیں تاہما ان قبلہ را قدامہ علی الفسق وجب
 ان لا یكون مقبولاً بشہادۃ یقولہا ان اجاء کم فاسق ببناء یتقینوا لکن مقبول الشہادۃ و
 الاکان اقل جالاً من عدول الامۃ و کیف لا یقول ذلک و انہ لا معنی للنبوۃ والرسالۃ الا
 انہ یشہد علی اللہ بکافۃ شرع ہذا الحکم و ذاک والیضا فہو یوم القیمۃ شاہد علی کل یقولہ کما یقول
 شہدا علی الناس ان ینکون الرسول علیہم شہیداً - چونکہ امام ہی احکام شریعت بیان فرماتا ہے
 اور شہادت دیتا ہے کہ خدا و رسول نے یہ حکم امت کے لیے مشروع کیا ہے پس یہ دلیل سنی عصمت
 ثابت میں جاری ہے کیونکہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفاء میں قول خلیفہ کو دین میں
 عجت اور اختلاف کے حیرت کا مخلص فرماتے ہیں چنانچہ مقصد اول کے فصل دوم میں یہ عبارت
 ہے ہر صفحہ ہم مطبوعہ مطبعہ مذکور کے آخر میں شروع ہوئی ہے۔ و از لوازم خلافت خاصہ است
 قول خلیفہ حجت باشد در دین نہ بان معنی کہ تغلبہ عوام مسلمان اور اصحیح باشد زیر کہ اس
 لوازم اجتہاد است و در خلافت عامہ بیان آن گذشت نہ بان معنی کہ خلیفہ نے نقشہ بے اعتمادیت
 عزت واجب الطاعت باشد زیر کہ این معنی غیر سنی را میسر نیست بلکہ مراد اینجا منہدی است میں
 یقین تفصیل این صورت آنست کہ آنحضرت ۴۰۰ سالہ فرمودہ باشند بعضی امور را بطریق مخصوص
 م اویں لازم شود متابعت او چنانکہ لازم میشود متابعت اہل بیت و آنحضرت ۱۲۰۰ سالہ فرمودہ

انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آجین است و خلفہ شد این منیاید کہ قول بدین ثابت را در زانفس مقدم
 ساخت بر اتوال معتبرین دیگر و قول سید القدسین سعود را در قرات و نقد و قول ابی بن کعب و دیگران
 بر قول دیگران و قول ابی بن کعب را در یک اختلاف است بر قول دیگران انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 ادلسند کہ بعد تحضرت اختلاف ظاهر جہاد شد در بعض مسائل بحیرت و در ذرات کار
 انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تفسیر و تفسیر آن حیرت برای ایشان معین فرماید و درین باب تحقیق
 است تا کم کنند و این معنی ثابت است بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم - انتہی بقدری حاجت - پس یہ دلیل
 عصمت امام بن جباری جو او جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کا شاہد ہوا احادیث اہل سنت پر
 ثابت ہے ہیں وہ جناب ہی معصوم ہیں۔ **اقول** یہ دلیل بھی مثبت عدما ہیں اور جو
 سید اسمین احتمال ہے چنانچہ وجود اختلاف دلیل اول کے ابطال میں بیان کی گئی ہیں اس
 میں ہی جہاد ہیں در عدل و انکی اور ہی بعض وجود ہیں جو قاطع استدلال ہیں۔ پس منکر اگر
 اولاً اس دلیل کا مدار سہیہ ہے کہ رسول قلم نفس تمام است پر شہید ہے یا بسبب خداوند
 پر شہید ہے کہ آدمی یہ احکام شروع فرما ہے اور نیز سہیہ ہے کہ رسول کے عدل است کہ کم رہے
 ہوا باطل ہے اب ہم امام کو اختیار میں نونہ وہ حکم نفس تمام است پر شہید ہے کہ خداوند
 پر آدمی شریع احکام کا شہید ہے۔ اس قول کے وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرمایا **وَقَدْ لَكِ**
جَلَّلًا كَرَامَةً وَنَسْطًا لِّكَ تَوَاسَّطًا عَلَی النَّاسِ وَیَكُنُ الذَّوْلُ عَلَیْكَ سَرْمَدًا
 اور اس آیت شریفہ کا حاصل یہ ہے کہ تہی تلو است وسط ملیں بنایا ہے کہ تم اہم فاضلہ پر جبکہ
 اسی رسل کے تبلیغ کا انکار کر نیگی انکی رسل کے تبلیغ کے شہادت دو اور رسول انہا شہاد
 فرمادی اور انہا ر صدق نے شہادت پر شہادت دیوی تو انہیں حسب قاعدہ اصول
 سامی یا خطاب ادن لوگوں کو ہی جو هنگام نزول آیت موجود تھی یا خوار است کو با تمام است کو
 بہر کیف اگر یہ شہادت اول مستلزم عصمت ہے تو نہ راہ احاد است معصوم ہونے کیونکہ
 اسے اسیر کی جائے نہ لوگوں کے عدل کے تم لوگوں پر گواہ ہوا اور رسول اسے گواہ ہو۔ ۱۳

اثبات عصمت امام بن جباری جو او جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کا شاہد ہوا احادیث اہل سنت پر

اس شہادت میں سب شامل ہیں اور شہادت رسول میں حق تعالیٰ شانہ کو کیا امت میں کسی
 شریک نہیں فرمایا اور نیز رسول کی شہادت فی نفسہا کیا کم ہے جو کسی دوسری کی شریک کرنے
 کی ضرورت واقع ہو اور نیز مستلزم اسکو ہے کہ جو شخص احاد امت میں سے شریک شہادت رسول ہوگا اور
 شہادت اپنی صدق و توثیق پر ہوگی دہو بدہی البطلان اور ظاہر ہے کہ جب یہ شہادت
 جناب امیر کے واسطے ثابت ہوئی تو عصمت بھی ثابت ہوئی۔ امر ثانی کے وجہ یہ ہے کہ جملہ
 وانہ لا معنی للنبوۃ والرسالة الا ان شہدا علی اللہ تعالیٰ انہ شرع ہذا الحکم و ذاک
 کہ یہ معنی ہیں کہ رسول بلا توسط کسی شریک بلکہ توسط وحی الہی کے یہ شہادت دیتا ہے کہ یہ حکم
 خداوند تعالیٰ نے مشروع فرمایا اور یہ شہادت قطعاً امام کو میسر نہیں کیونکہ یہ شہادت شہید ثالث
 شہوتاً ثابت ہو چکا کہ نزول وحی خاصہ رسول ہے امام اگر شہادت دیتا ہے تو رسول پر شہادت
 دیتا ہے اور بواسطہ رسول کے کہتا ہے کہ حق تعالیٰ نے پہلے اپنی رسول کے امت کے لیے فلان احکام
 مشروع فرمائی اور یہ امر کچھ محض امام کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر ایک علما فوق شہاد
 مجتہدین و قضات و نواب و روات وغیرہ سب اپنی اپنی درجہ کے موافق اس امر کی
 شہادت دیتی ہیں کہ خدا تعالیٰ نے بواسطہ انہی رسول کے یہ احکام امت کی لیے مشروع فرمائے
 تو یہ شہادت بھی سطح مستلزم عصمت کو نہیں ورنہ یہ سب فرقہ معصوم ہوں پس
 اس تقریر سے صاف واضح ہے کہ ہماری محبت نے جو عبارت ازالہ اخفا سے استدلال کیا ہے وہ محض
 لغو اور قلت فہم ہے ورنہ اگر ہنوز بھی یہی فہم ہو تو ازالہ اخفا کی عبارت سے مثل روز روشن ظاہر ہے
 اور اس سے سمجھا جاسکتا ہے کہ خلیفہ کا قول بلا استقلال بلا توسط تنبیہ رسول دین میں حجت
 نہیں وہ فرماتے ہیں دنہ بائیں کی کہ خلیفہ نے نفسہ بے اعتناء و بر تنبیہ آنحضرت واجب الطاعت
 باشد اس عبارت سے جو مطلب بصرہ ظاہر ہے وہ ادا کرنے فارسی خوان بھی سمجھ سکتا ہے
 لیکن علوم نہیں ہماری حضرت محبت نے با اہتمام ادا عامیہ دانی کیونکہ اس کو اپنا مسئلہ قرار دیا
 ہے جن ارباب کے لئے اس کی تشریح نہیں ہیں کہ تہذیبی کی کہ ہنسی یہاں کہہ شروع فرمایا ہے۔ ۱۳

اہل اعتدال دھنخہ فرامین اور اگر اور یہی کچھ نہ کریں تو حضرت کو خوش فہمی کے تو ضرور ہی داد دیں۔
 باقی رہے حبیب سہا کہ جناب امیر کے ساتھ ہونا انادیت ال سنت سے ثابت ہے یہ بعض بات ثابت
 پیشانچہ کہ سیدان سے اگر واقعی ثابت ہے تو لایبی ہم ہی تو آپ کا پایہ علم دیکھیں عسکرو
 اس کے احادیث احاد کو اگر بالذمن صحیحہ سے تسلیم کریں تو آپ حضرات سے فرمائی ہیں کہ عقائد
 میں احادیث احاد کو کچھ دخل نہیں ہے لیکن مخصوص جگہ جس کے معارض واقع ہو۔ مہذبہ امیر
 جناب امیر کی شہادت کا کب انکار کیا ہے لیکن یہ شہادت مستلزم عصمت نہیں کیونکہ اگر
 یہ مستلزم عصمت ہوگی تو ہزار احادیث معصوم ہو کر۔ اور امام کے امت سے حکم درجہ ہونی کے
 پہلے دلیل کے جواب میں اس کی بحث گزرجی ہو۔ ہم خوف تقویٰ اور اس کا احادہ نہیں کرتے۔ تاہنا
 بفرض محال اگر جناب امیر کے رسول کی شہادت میں شریک ہونا ثابت ہو یہی نامہ آپ کا مدعا ہے
 نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ مرت عصمت جناب امیر کی تو قائل نہیں ہیں بلکہ آپ کے نزدیک امر
 احد عشر باقی ہے معصوم میں از ان کے شہادت ہی ثابت کبھی در نہ ان کی عصمت سے دست
 ہو جی۔ تاہنا یہ دلیل مثبت مدعا محیب نہیں ہے کیونکہ مدعا اثبات عصمت کا ہے عصمت
 منفرہ اور کبیر و سرس ہو ہو خواہ عمدہ اور اس سے ثابت نہیں ہونا وجہ اس کی یہ ہے کہ اس
 دلیل کا بار در صورت صدور معصیت کو عدم قبول شہادت پر ہے اور فی ہر حال کہ یہاں سے معصیت
 کے ساتھ مخصوص ہے جبکہ صدور مستلزم شہادت ہو پس جو معاصر ایسی میں جبکہ صدور مستلزم
 رو شہادت کو نہیں لٹا سہوا کو فی منفرہ گناہ صادر ہو یا معصی کردہ ممتنع ہو حالانکہ اس کا صدور
 بھی مثل کبار کے ممتنع الصدور معتقد ہے۔ راجع اس دلیل میں قیاس و قیاس واقع ہے کیونکہ جناب
 امیر المؤمنین علیہ السلام کو حضرت علی علیہ السلام پر قیاس کر کے عام عصمت کا لگایا ہے لہذا باقی گیارہ
 ائمہ کو جناب امیر پر قیاس فرمایا دہو ظاہر السلطان قولہ امیر ہر امام ہر امام سے صاحب فرائض ہیں
 لوجبت المعصیۃ من الانبیاء لکانوا مستحقین للعذاب لعلہ تنادون من تحسب انکم من الانبیاء
 ناجیہم خلافتنا ولا یستحق العذر لولا انہ لا لعلہ علی الظالمین واجتمع الامۃ علی ان احد

من الانبياء لم يكن مستحقا لللعن كالعذائت ثبت انه ما صدرت له لعنة من النبي صلى الله عليه وسلم
 میں کہ اگر ائمہ علیہم السلام سے گناہ صادر ہوتا تو مستحق عذاب و لعن کے ہوتے اور اہل اسلام کا اجماع
 ہے کہ ائمہ برحق یعنی جناب امیر علیہ السلام و دیگر ائمہ علیہم السلام مستحق لعن و عذاب نہ تھے پس ثابت ہوا
 کہ ان حضرات سے گناہ صادر نہیں ہوا **قول** یہ دلیل پر مثل دلائل سابقہ فحش و بخل
 بحث ہے ہم کہتے ہیں کہ جناب فاطمہؑ اور صحابہ مقبولین اور ذریعہ طہرہ غیر مستحق لعن و عذاب کے ہیں
 تو یہ یہ بھی معصوم نہ ہوگا۔ بلکہ ادا دے صلوات است و اہل تقویٰ مستحق لعن و عذاب خداوندگار
 نہیں منشاء اس تلبیس اور سقط کا یہ ہے کہ است کو ہم جنب نبوت جیسا کہ خود معتقد ہیں کیا یہ
 خصم کی نزدیک بھی سمجھ لیا ہو حالانکہ خصم اس کو تسلیم نہیں کرنا اور چونکہ وصف نبوت بالبدنہ
 بالاتفاق ایک ایسا وصف ہے جس میں غایتہ تقرب اور کمال خصوصیت حق تعالیٰ کی جناب کے ساتھ صلہ
 ہے اور کوئی وصف است و غیرہ اس منصب کو بالاتفاق نہیں پہنچتا تو جو صفات کہ اس وصف کے
 و عدم تحقیق عذاب و لعن کے ساتھ ہوگی وہ صفات کسی دوسری وصف کے ساتھ نہ ہوگی اور جو
 استحالة و فساد اس وصف کے ساتھ اجتماع مستحق لعن و عذاب سے لازم آوے گا وہ کسی وصف کے ساتھ
 اجتماع سے لازم نہ آوے گا تو پس نبوت میں اس دلیل کے جاری کرنا یہ معارضہ پیش نہیں ہو سکتا
 علاوہ اسکی یہ چاہیے فرماتے ہیں کہ اہل اسلام کا اجماع ہے کہ ائمہ برحق یعنی جناب امیر و دیگر
 ائمہ طہرین مستحق لعن و عذاب نہ تھے پہلی آپ ان تمام حضرات کے بالا جماع امامت تو ثابت
 فرمائی۔ اسکی بعد اجماعی ہوئی عدم استحقاق لعن و عذاب کا دعویٰ کیجیے اور بالا جماع ثبوت
 امامت محال ہے غرض اس دلیل سے بھی حضرات کا معصوم ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔

قول یہ امام صاحب مدوح فرماتے ہیں کہ انھم کا لوا یا مرون الناس بطاعة فلولہ
 یطیعوہ ان خلوا تحت قوۃ ثلث اما مرون الناس بالبر و تقیوں انفسہم فی قوۃ لکیت
 سبب الانبیاء اخرین امام صاحب فرماتے ہیں کہ جو بات و عقین است کو لائق نہیں کیونکہ ظاہر ہے
 کہ وہ انہما کے طرف سے کجائی ائمہ ہی آدمیوں کو خدا کی اطاعت کا حکم کرتے تھے کیونکہ اگر امامت

اور بنی علیٰ علیہ السلام کی نسبت سے کہ قرین تفصیلی است میں دلیل ہو پس اگر ائمہ خواجہ گاہی متفقہ جہاں نہ کریں تو اس بات
 کو قوت میں داخل ہوں اور جو بات کہ در اطمینان است کو لائق نہیں وہ ائمہ کی دیت کیونکہ ان کی یہ کج
 اقوال یہہ وہیں ہی ثبوت عصمت ائمہ میں مثل دلائل بقہ کے مجروح و مخدوش ہیں کیونکہ
 اگر مشق امر بالمعروف اور بنی علیٰ علیہ السلام کے مثلاً عدم عصمت عند المجیب ہر تو یہ قضاوت دنا بنان اور
 غیر ذہبی معصوم تسلیم فرمائیں اور یہہ امر بدیہی ہر کہ مرتبہ امر بالمعروف اور بنی علیٰ علیہ السلام کے ائمہ کیلئے
 اور عصمت میں شک کیلئے بالاجماع نہیں تو امام رازی ہم نے فرد اصلی اعتباراً فرما کر تحقیق عصمت بنی علیہ
 حاصل یہہ کہ نصف امر بالمعروف اور بنی علیٰ علیہ السلام کے اولاد بالذات ابنائہ کو ثابت ہے اور انما وبالشیخ
 و تسانت و مستبان و دلائل میں ہی پایا جاتا ہے تو جو امراد نے درجہ کی گونگ کر نشان کے لائق نہیں اور
 درجہ اول کو یہی متمتع و محال ہوگا کیونکہ اس مرتبہ کے ساتھ اس امر کو منافات تامہ ہوگی اور یہہ ضرور نہیں
 کہ اگر کوئی امر علی درجہ والوں کو و علی متمتع ہو جادوی نواد نے درجہ سے ہی متمتع ہو جادوی لائق نہوا
 دوسری بات یہی اور متمتع نہوا دوسری بان اس قدر مراتب متفاوۃ میں ضرور ہوگا کہ جو مراتب میں
 درجہ عالیہ کے ساتھ ہونگی اور کو حقوق و قرب اثرات بہ اس مرتبہ کے ساتھ زیادہ ہوگا اور جو مراتب بہ
 ساتھ ہی قرب ہونگی اور کو اس درجہ کے اوصاف کے ساتھ زیادہ تشرک ہوگا پس چونکہ مرتبہ
 امامت و خلافت کو مرتبہ نبوت سے زیادہ حقوق و قرب ہے تو ایسی ہم کہہ سکتی ہیں کہ اگر معصوم
 نہیں تو محفوظ ہیں۔ اس لئے کہ اگر کسی شخص ہو گیا کہ یہہ معارضہ اسی صورت کے ساتھ مختص ہے جبکہ
 حکم فرد عالی سے متجاوز ہو کر کسی دوسری مرتبہ یا عصمت میں ہی جاری کیا جادوی اور اگر اسی مرتبہ
 پر منحصر رکھا جادوی تو معارضہ نہیں ہو سکتا۔ معہذا اسہو و لسان میں ہی یہہ دلیل جاری
 نہیں ہو سکتی پس ما حضرت مجیب ثابت ہونا ہی متمتع ہے اب بعد ختم جواب اور دہائی
 جو امام رازی سے مشغول ہوئی مختصراً اس قدر اور گزارش ہے کہ علاوہ مفاسد مذکورہ کے عہد
 اگر ہستہ لال میں یہہ فساد ہے کہ اگر کو یہہ ہی معلوم نہیں کہ عدم عصمت ابنائہ کے صورت میں
 جو محال است لازم آ رہے کہ ان محالات کا عدم عصمت ائمہ کے صورت میں کو نا لازم

ایمان ہرگز و عصمت نہ کی تو بنی علیٰ علیہ السلام کا عقیدہ کیونکہ اصل

مدعا سی اور کو بنا نہیں اپنے صرف اپنی قلت اعتقاد کے سبب سے وہ کہہ کیا کہا یا اور کہہ کر کیا حقیقت
 آپکی جلی وغیرہ نے الغین وغیرہ میں جنکو آپ خوشہ چین میں یہ غلط کر کہا لی۔ اسی علم اور اعلام
 کی نسبت قلت اعتقاد کا گمان تو مستبعد ہے لیکن ان اصرار کے سبب کے واسطے بغرض فریب
 وہی جہاں ان کے کتب کو نہ تو تفصیل اس حال کے یہ ہے کہ کلام رازی نے دلائل نقولہ میں عدم عصمت ابنیہ اور کثرت
 میں جو لزوم محال کیا ہے مثلاً ہر دلیل سے عصمت ثابت ہو گئی ہے کہ لزوم سے اور دلیل ان میں غیر مقبول شہادہ ہے کہ
 لزوم سے اور غیر مقبول شہادہ ہوتی ہیں عدل است سے اقل مرتبہ ہونے کا لزوم سے اور دلیل
 ثالث میں مستحق لعن و عذاب کا لزوم سے اور دلیل رابع میں دخول تحت قورقہ کے کافر کے
 اتقاس۔ الخ۔ کا لزوم سے پس عدم عصمت ائمہ کی صورت میں یہ لزوم محالات تین طرح
 ہو سکتا ہے یا بالوحدت ہوگا یا بالسادات ہوگا یا بالضعف و قلت ہوگا لزوم بالادبوتہ
 اور بالسادات اگر مستلزم ثبوت مدعا ہو تو لیکن لزوم ثالث ہرگز مثبت دعوی نہیں لیکن
 ثبوت لزوم اول اور ثانی ائمہ میں محال۔ کیونکہ مستلزم فضیلت یا مساوات ائمہ کی ایسا ہے ہی محال
 سو ثبوت لزوم بالادبوتہ والادبوتہ اور بالسادات باطل ہوا اور ثبوت لزوم بالضعف و قلت مفید
 مدعا نہیں تو اس پر استدلال کا مدار کہن محض قلت فہم و اعتقاد یا یہ کہ وہی پر مبنی ہے جو آپیری
 گذارش کو خوب غور سے ملاحظہ فرمائیے اور سوچیں وہاں الہادی قولہ غرض کہ اس طرح کل دلائل
 جو امام صاحب نے عصمت ابنیہ میں تحریر فرمائی ہیں وہ بعینہ یک یقینہ غیر سے عصمت ائمہ
 میں جاری ہیں بخلاف طوالت سے یہ کہنا کیا گیا آپ تفسیر کبیر کا یہ مقام ملاحظہ فرمادیں اقول
 مبنی ارشاد سے ہی کی تشکیل کے اور تفسیر کبیر کا یہ مقام دیکھا اور کسی کو پہنچے کا جو نتیجہ پیدا ہوا وہ
 ثبوت پر بخوبی منکشف ہو گیا ہوگا۔ غالباً جناب نے یہ وہ دلائل نقل فرمائی جو بعینہ بلا تفسیر
 عصمت ائمہ میں بزعم جناب جاری ہوتے ہیں سو ان کا بعینہ کیا بلکہ بتفسیر ہی عصمت ائمہ میں جاری
 ہونا جناب پر خصوصاً اور ارباب انصاف پر عموماً منکشف ہے اور ان دلائل سے جو تفسیر کبیر
 عصمت ائمہ میں بزعم جناب جاری ہوتی ہیں چشم پوشی اور انکار فرما حالانکہ ثبوت عصمت

آیت میں جو توجہیات ہلی فوابعہ کو آیتوں کو اصل سنت کرتے ہیں اور سب کو لفظ الصیغوا
باطل کتابی **اقول** جریان اس دلیل کا عصمت ائمہ میں جو دخیل بحث ہے منقذہ اگر
 ہو اولاً اس استدلال میں غلطی یہ ہے کہ اطاعت کو اور اتباع کو ہم معنی سمجھ لیا حالانکہ ان دونوں
 الفاظ کے معانی میں جو یہی تھا کسی دہ ادنی طلبہ پر یہی محض نہیں رسول کے حق میں
 اطاعت اور اتباع ہر دو نازل ہوئی ہیں اور اولوالامر سی اگر مراد ائمہ ہی ہوں تاہم ازکی تعین ہر
 اطاعت دارد ہوا ہی اتباع دارد نہیں ہوا اور سلامہ دہوئی قدس سرہ العزیز نے استدلال
 عصمت انبیاء پر لفظ اتباع سے کیا ہے اطاعت سے نہیں کیا پس یہ ہمارے محبت کے خوش
 قسمی اور عالیٰ سمجھ دانی ہے کہ اس استدلال کو لفظ اطاعت میں لگے حالانکہ اوہمیں جاری نہیں
 ہو سکتا ہے کیونکہ اگر ائمہ سب عصمت صادر ہو تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم انکی اتباع کی مامور
 نہیں جو عصمت میں ہی اتباع لازم آوے اور انکا عصمت میں ہی اتباع کرین اور اگر
 عصمت کا حکم کرین تاہم اطاعت واجب نہیں کیونکہ مطاع مطلق نہیں بلکہ مطاع محدود میں کیونکہ
 د اطاعت خدا اور رسول ہیں اور نیز لا طاعة لخلق فی شئ معصیت کا کبھی مانع ہے بحدت اتباع کے
 کہ اول اتباع محض ائمہ مفسوس نہیں اگر کہیں دارد ہوا ہو تو ظاہر ہے کہ اتباع مطلق نہیں بلکہ
 وہ بھی محدود ہے اور حق تعالیٰ شانہ رسول کے پیروی کو مطلق اپنی محبت کو ساتھ مرتبط
 کیا ہے جو کسی امام کے حق میں نہیں ہو سکتی فرمایا **قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي**
يُحِبِّكُمْ اللَّهُ وَيُغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ حق تعالیٰ شانہ رسول کے اتباع کو سبب محبت خدا
 اور سبب مغفرت و نوب قرار دیتا ہے اور ائمہ میں یہ امر سرور مفقود ہے۔ ثانیاً اس آیت
 میں دعویٰ کہ اطاعت امام مثل اطاعت خدا اور رسول ہے بالکل غلط ہے ہرگز آیت سے کمال
 ثابت نہیں ہوتی اور نہ آیت میں کوئی لفظ مماثلت پر لفظ تقدیر اولیٰ ہی اور حرف

سے جسین ظاہر کے عصمت ہوا دسمیں محض کی اطاعت نہیں ملے تو کہہ اگر تم ائمہ کو دوست رکھتے ہو تو میرا
 اتباع کرو اور ائمہ کو دوست رکھو اور تمہاری گناہ بخشے گا۔

تسبیہ بلطف و یا مقدر ہر پس یہ محض ہماری محبت کا کمال علم ہے دس۔ تیسرا یہ ہے کہ اولوالامر کی اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول ہے ہماری محبت کے کمال علم پر واضح دلالت کرتا ہے کہ اگر ممانعت سے مراد صرف تشرک اور ممانعت نے اس مسئلہ سے تو مسلم لیکن بدانتہا مفید مدعا نہیں کیونکہ نفس ممانعت مستلزم نہیں کہ جو حکم شہ بہ کیو اس طرح ثابت ہو وہ شہ کے واسطے بھی ثابت ہو ورنہ مستلزم نہیں ہی نہیں ہوا اور صورت انسان علی الجوارہ ناطق علاوہ اس جو حکم کو اس ائمہ میں جاری کرنے میں وہ ہی ہم اون اولوالامر میں جاری کر چکے جنکو امام عام خاص دلائل سے عامل و حاکم مقرر فرما کر بھی جیسی دنیا دین امیہ دعی الی سفیان کہ جناب امیر کا عامل بت وہ بھی واجب الاطاعت ہونے میں آپ کی نزدیک مثل خدا و رسول کے ہی تو وہ بھی مخصوص ہو معہذا ہم یہ بھی سوال کر سکتے کہ امام کی اطاعت مثل خدا و رسول کے ہو کر اور آپ کے رسول کی اطاعت کے ساتھ ممانعت سے نوازم کو خاصہ رسول یعنی عصمت میں شریک فرما کر کہ کونسا ہے اس کی عصمت صرف رسول پر تو رسول کے ساتھ ائمہ کی ممانعت ائمہ میں عصمت کی ثبوت کی تقاضی ہوگی لیکن ائمہ کی اطاعت کو خدا کی اطاعت کو ساتھ بھی ممانعت فرما کر تو اس ممانعت کے اعتبار سے ائمہ کو خداوند تعالیٰ کے کو کسی خاصہ میں نہ فرمائے گا اور اگر ممانعت سے مراد مساوات ہی تو فلفظ اور غیر مسلم ہر اولوالامر کی اطاعت مساوی اطاعت خدا و رسول کے برابر نہیں ہو سکتی کیونکہ خدا و رسول کو کچھ امر فرما دی اور میں نے نہ چون و چرا کی نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ سب تشریع ہی اور اولوالامر کا امر تشریع نہیں آتا بلکہ سب کا ہی اگر موافق کتاب و سنت ہے تو واجب الاطاعت ہو گا ورنہ نہیں چنانچہ خود فرمایا کہ میں نے اسکی نسبت شہادت فرمائی جو بیچ الہامیہ میں منقول ہے لا تکفوا عن صفاتہ الخ و بعد ازاں قالی است بفقہ از لفظ خود خداوند تعالیٰ نے اپنی اکھائے میں اس طرف اشارہ فرمایا اور فرمایا۔ (۱) تسانعتم فی فیہ وہ الی اللہ والرسول الخ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے

کہ امر اولو الامر میں تنازع ممکن ہو لیکن امر خدا و رسول پر حال واجب الطاعت پر اور اوس میں تنازع
 ہی ممکن نہیں بلکہ تنازع کا فیصلہ ادنیٰ کے امر کے ساتھ منوط ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے
 کہ دعویٰ مساوات بین الطاعتین صحیح دہو کہا ہی جیسا منشا رکھ نہیں ہے۔ سبباً اگر اولو الامر کو
 مراد ائمہ و خلفائین اور ان کی اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول کے ہے تو حسب شہادت جناب شہر
 جسکو شریف رضی نے بیج البلاغہ اور ابن ہشیم نے اپنی شرح میں نقل کیا ہے ابو بکر و عمر و عثمان
 رضی اللہ عنہم ہی امام حق اور مصلح ہونگے علامہ رضی بیج البلاغہ کے خطبہ ومن کلام لہ علیہ السلام
 لما اراده الناس بالبيعة بعد قتل عثمان میں نقل فرماتے ہیں وان تو کتونی فانا کا حد کہ
 ولعلی اسمعکم واطوعکم لمن ولیتیہ ابن شہیم کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں قتلہ واثقتمو
 ای کنت کا حد کہ فی الطاعة کا میر کہم ولعلی الکون اطوعکم لہ ای لقول علیہ وجوب طاعتہما
 اس عبارت کو اگر آپ دیکھیں تو مختصر شرح ابن ہشیم میں نہ یکم میں بلکہ شرح کبیر میں ملاحظہ فرمائیے
 ظاہر ہے کہ جو شخص خود امام مفسر من الطاعة و خلیفہ برحق ہو تو وہ خود مطاع ہوگا اوس پر
 کسی اطاعت لازم نہیں اور جناب امیر اہل حل و عقد سے انکی بیعت کے ارادہ کے وقت یہ ظاہر
 فرما رہی ہیں کہ میں صاف لازم اطاعت امیر ذمہ جناب ثابت ہونا ہے تو اس سے صاف مفہوم
 ہونا ہے کہ اوس وقت خود جناب امیر امام مفسر من الطاعت نہیں تھے بلکہ امام مفسر من الطاعت
 وہ شخص ہے جسکو اہل حل و عقد امام بنا دیں اور جس سے وہ بیعت کریں اور خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم
 و عقد کی بیعت سے امام ہوئی تو وہ امام حق اور خلیفہ مفسر من الطاعت اور اولو الامر ہوں گی اور انکو
 اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول کے باعتبار اوس مائت کے جو مائت کہ آپ مراد ہیں ہو کر
 خاصاً یہ جو چار ہی محبوب صاحب تہتیم فرماتے ہیں کہ باتفاق مفسرین و رئیسین اولو الامر
 سے مراد ائمہ ہیں اگر اس سے مراد حضرت ہی کہ سوائی ائمہ کی اور کوئی مراد نہیں تو غلط ہے باتفاق
 مفسرین جہ باطل ہے کیونکہ اس کم میں امر او عمل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم و ائمہ ہی
 شامل ہیں بلکہ نزول اس آیت کا حسب تفسیر محمد بن و مفسرین اہل حق امر و رئیسین واقع ہوا ہے

مِنْهُمْ لَعَلَّ الَّذِي تَتَّبِعُونَ مِنْهُمْ اور اگر کسی را نہیں ہی بلکہ جو لفظ اولی الامر ہی وہ
 اس حکم میں شامل ہی تو پھر ہماری محبت ہی فرما لیکن کہ ایک ثبوت مدعا کی کیا سببیں ہی کہ
 عصمت کو خصوصیت کس دلیل سے ثابت کیجیگا اور اس کو عام خصوصیت البعض کس دلیل سے
 قرار دیکھیگا۔ سادسا۔ اطاعت نامور ہر اس پر عام مراد ہی کہ وجوب اطاعت بطور تقیہ ہو یا بلا
 تقیہ۔ یا خاص مراد ہی اگر عام مراد ہی تو پھر حضرات شیعہ کو اس کا فکر فرمانا چاہی ہی کہ تمام سلاطین جابر
 حتی کہ نیرید ہی حسب اصول شیعہ واجب الایمان ہو کر اولو الامر میں داخل ہو گیا اور معصوم قرار پایا
 کیونکہ تمام مراد جو با اعتبار تقیہ کے واجب الایمان ہیں۔ اور اگر خاص مراد ہی یعنی وہ خاص اہل
 جو بلا تقیہ ہو تو چشم مار کشن ہم ہی اطاعت خاص ہی کہتری میں یعنی وہ خاص اطاعت جسمیں
 خدا و رسول کی معصیت نہ تو اس صورت میں حضرات شیعہ نے ہی اطاعت میں ایک قیہ
 لگا کر اس کو مخصوص کیا اور یہی ہی ایک قیہ لگائی اور اطاعت کو خاص کیا۔ لیکن کوئی وجہ نہیں ہی
 کہ حضرات شیعہ نے جو قیہ لگائی ہی وہ تو صحیح ہو اور یہی ہی جو قیہ لگائی وہ غلط ہو جانی بلکہ سیاق
 آیت ہماری ہی تخصیص کے صحت کو مثبت ہی تو مدعا شیعہ جو اثبات عصمت ائمہ ہی باطل ہوا۔
 سابق حضرات ائمہ نے حضرات شیعہ کے لیے اس آیت سے عصمت ائمہ پر استدلال کر لیگی لیکن
 ہی نہیں چھوڑی۔ لیکن یہ ان حضرات کی کمال دانش و علم و حیا و شرم ہی کہ اس آیت سے عصمت
 ائمہ پر بمقام اہل حق استدلال لائی میں جس پر ہی ہی کہ عصمت ائمہ پر اس آیت سے صحت استدلال
 اس امر پر موقوف و منحصر ہی کہ لفظ اولو الامر ہی صرف ائمہ معصومین ہی مراد ہوں کیونکہ اگر یہ
 لفظ غیر معصومین کو ہی مل ہوگا تو پھر اس کی دلالت ثبوت عصمت پر قطعاً باقی نہ رہیگی
 بلکہ اس وقت اس کا مدلول یہ ہی مدعا ہوگا جو کہ اہل حق اس آیت سے کہتی ہیں۔ پس میں کہتا ہوں
 کہ جناب ائمہ رضی اللہ عنہم نے حسب نقل و روایت عروۃ المحدثین شیعہ ابن بابویہ قمی امامت
 بصیرتین عارفہ حسب ما دل تصحیح خاتم المحدثین علی محمد بن سبب شیعہ علامہ باقر مجلسی تصحیح فرمادے
 کہ اولو الامر ہی بلکہ مراد میں ارجح بلکہ مراد ہوتی تو وہ ہی معصوم ہونگی کیونکہ عصمت

اور تو لا مریز پڑا بیت نفس ہو روایت سنی ابن بابویہ قمی نے فضل بن ورق ۵۳ پر نقل کی ہو اور
 اس سے علامہ مجلسی بحوالہ انوار کے جلد اول مطبوعہ سلطانی ۱۲۵۵ صفحہ پر نقل کرتے ہیں روایت طبرانی
 مختصر عن کرنا ہون۔ القطان عن احمد بن محمد بن عیسیٰ بن الحسن فضل عن اسید
 عن مہمان بن مسلم عن النبی عن ابن طریف عن ابن تباتہ قال قال امیر المؤمنین کا
 الحکماء فیما مضی من الدہم تقول ینبغی ان یکون الاختلاف الی الابواب بعشرۃ
 او جلوا لہا بیت اللہ عز وجل لقضاء نسکہ والقیام بحقہ واداء فرضہ والثانی ابواب
 الملوک الدین طاعتہم من صلہ لیس اللہ عز وجل وحقہم واحب ونفعہم عظیم وغیرہ
 شدید والثالث ابواب العلما الذین یستفاد منهم علم الدین والدنیا الخ ما قال
 علامہ مجلسی اگر شرح کرتے ہیں ان فرماتے ہیں بیان یحتمل ان کون المراد بالملوک ملوک الدین
 من الامم ولا تقہم یحتمل الاعم فان طاعتہ ولایۃ الخیر البضا فقیہ من طاعتہ اللہ انتہی
 حدیث سے صاف روشن ہے کہ جسکی اطاعت خدا تعالیٰ کی اطاعت کے متصل ہے جیسا کہ آیت طاعت اللہ
 واطیعوا الرسول واولی الامر من باقی جاتی ہے وہ ملوک ہیں اور یہی ہے کہ ملوک کا اطلاق ائمہ پر نہیں
 ہوتا بلکہ ان ہی امراء و سلاطین پر ہوتا ہے جنکو تسلط ظاہری حاصل ہو لیکن علامہ مجلسی نے
 اپنی حفظ مذہب کے لیے دو احتمال یہ کہی ہیں اول یہ کہ ملوک سے مراد ملوک دین ہیں جو ائمہ اور ان کے ولاء
 کو شامل ہے دوسرا احتمال یہ کہ ملوک سے عام مراد ہو جو ملوک دین اور ملوک دنیا کو مشتمل ہو۔ برآں
 اول قطع نظر اس سے کہ یہ اطلاق غلط اور خلاف عرف ہے شیعہ کے سراسر مخالف اور ہماری

سے جناب امیر المؤمنین علیؑ دیکھا کہ شہداء کے حکماء بھی ہیں کہ ان کے قہم کے دروازوں پر آمد و رفت رکھنا مناسب ہے اول
 میت نہ پر آمد و رفت اور کسی لشک اور کرنے اور اسکی حق کے برپا رکھنے اور اسکی فرض کے بجالانے کی نیو۔ دوسری اور ان
 بادشاہوں کے دارہ جنگی فرمان برداری خدا تعالیٰ کے فرمان برداری کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور انکا حق واجب ہے اور انکا
 مع برآں ہے اور انکا فرض سخت ہے۔ تیسری ملک اور دارہ جن سے دین دنیا کا علم حاصل ہوتا ہے۔ ۱۲۔
 بیان۔ احتمال ہے کہ بادشاہوں سے مراد دین کے بادشاہ ہوں جو ائمہ اور انکی صوابیہ میں اور احتمال ہے
 کہ عام بادشاہوں کیونکہ ظلم بادشاہوں کی فرمان برداری یہی بطور تقیہ اللہ کی طاعت ہے یہی وجہ ہے کہ

مدعا کو مثبت ہے۔ کیونکہ جب علاوہ اللہ کے انہی ولایت و حکام کی اطاعت ہی خدا تعالیٰ کے احکامات
 کو متصل ہوئی تو وہ بھی لفظ اولوالامر میں داخل ہوئی اور اسی طرح انہی ہی اطاعت کے مثل خدا و
 رسول و اللہ کی مامور ہوئی تو اس میں لازم آیا کہ یہ بھی معصوم ہوں لیکن حضرات شیعہ کے نزدیک
 سوامی آئمہ کے اور کوئی دوسرا معصوم نہیں۔ تو اگر اس آیت میں عصمت اور الوامر پر استدلال فرمایا
 اور اس آیت میں عصمت اور الوامر قطع الثبوت سمجھیں تو پھر سوامی آئمہ کے عصمت و ولایت و حکام اللہ
 کی عصمت بھی قبول فرمادیں اور انکو بھی معصوم اعتقاد کریں ورنہ آئمہ کی عصمت سے بچنا ہوتا ہے وہی
 اور بروی احتمال ثانی علاوہ اسکی کہ یہ معصوم اطلاق بھی خلاف عرف ہے اور نیز الزام سابق اور تخریج
 گزشتہ بیان ہی وارد ہوتا ہے یہ حدیث تمام ملوک جائزہ بنی امیہ و عباسیہ بلکہ تمام ملوک کفار کی
 عصمت کو بھی ثابت ہوگی کیونکہ وہ بھی اولوالامر میں داخل ہوئی اور وہ بھی واجب اطاعت حسب
 شیعہ کے مثل خدا تعالیٰ کی ہوئی دولتہ۔ تو وہ بھی معصوم ہوئی چنانچہ وجہ سادہ میں ہم سکون
 کر چکے ہیں لیکن امید ہے کہ حضرات شیعہ کو معصوم قرار دینا تو پھر آئمہ کی عصمت کا بھی ثبوت اس
 آیت میں محال ہے۔ محمد ائمہ کذاب امیر کی ہی ارشاد ہے بطلان دلیل شیعہ ثابت ہوا و عدم
 عصمت آئمہ اس آیت سے واضح ہو کر فیصلہ ہوا۔ بعد اسکی ہم ارباب انصاف کو تکلیف دینی ہیں
 ذرا متوجہ ہو کر ہماری تجویز کی اوس عبارت کا جو خاتمہ دلیل پر بطور دفع و دخل مفید اور حفظ
 کی تحریر فرمائی ہے مطلب فرمائیں تو سہی اور ہماری تجویز کے دین و دیانت و عقل و فراست کو سپر
 قیاس فرمائیں پہلے تو یہ دیکھیں کہ مابعد کے آئینوں سے کیا مراد ہو سکتی ہے جسکو محاذ سے اہل سنت
 اس آیت میں توجہات کرتے ہیں یہ تو ظاہر ہے کہ یہ آیت لفظ تا دیکھا پر ختم ہو چکی اسکو
 مابعد کے آئین کے نام کو جو لفظ مابعد سے متبادر ہے الفہم ہے وجوب اطاعت خدا و رسول پر
 صراحتہ دل میں وارد ہو کر ہو کہ نہیں۔ تو ان آیات کے محاذ سے اہل سنت کوئی ایسی توجہ نہیں کرتے
 جس میں وجوب اطاعت خدا و رسول میں فتور پڑے اور اگر اہل سنت مابعد کی آیات کی کوئی
 توجہ کریں تو کیا قیامت ہے جو معتون ببعض الکتاب و تکریر ببعض میں کیوں داخل ہوں

اور قاسمہ القرآن یفسر بعجمہ بجمہ کو کیونکہ ترک کرین اور اگر مابعد کے آیتوں سے مراد جسمانی
 شرطیہ تفسیر ہے جو ان تنازعہ سے شروع ہوتا ہے اور تمتہ اسی آیت کا ہے تو قطع نظر اس سے
 کہ یہ اطلاق محاورہ میں کس درجہ غلط ہے اسکی تعمیر وہ تفسیر ہے کہ کوئی محدث دین سے وابستہ
 لاکھروا القلوب سے مراد کی ممانعت پر اور کثرت و استبدال سے وجوب طہرانی اکل و شرب پر استلال
 کری اور کہی کہ ہمیں جو حیثیات مباح و مابعد کے مخالفین کرتے ہیں انکو لفظ لا تقر بواجب
 اور کثرت و استبدال باطل کرتا ہے سبحان اللہ علم و فہم کچھ ایسا اور صفات پر تو ایسا۔ ع
 ہر این عقل و دانش بیانیہ گریست۔ اور اگر مابعد سے مراد الفاظ میں جو بعد اسکی قرآن میں
 بعید واقع ہوئی ہیں۔ تو اول تو سیاق کلام اور سبب دلالت نہیں کرنا چہر جمعیت کلمات صحیحین
 علاوہ اسکی یہ کہنا کہ لفظ اطہروا بطل کرتا ہے بالکل غلط ہے **قولہ** اور دلیل دوم کا بیان
 اولہ امام رازی صاحب کے بیان میں ہو چکا۔ یہی شفاعت سوائہ یہی شفع ہونگی فاضل
 رشید اینساح لفظ القال میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی مناقب کے ذکر میں کتاب مفصل
 الخطاب سے نقل کرتے ہیں۔ عبد الرضا لہ قال من بعد مرحلہ الی سائرہ استحب دعاء و غیرہ
 ذنوب و من رارے فی ذلک البعدہ کان **من زاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکتب**
تواب الہ محمد بن ہر و والہ عمرہ مقبولہ وکتب اما وایا فی شفعانہ یوم القیمہ یہ روایت
 اسپر ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام اور انکو ابدا ہرین زائرین قبر ائمہ ساس امام کی شفاعت
 فراہمگی اور شفاعت حضرت شاہ صاحب کے افادہ سے عصمت کے لازم سے ہی پس مسئلہ شہادت کی
 ہی اعتراف سے عصمت ائمہ ثابت ہے۔ **اقول** اس میں جواب یہی بیان اولہ امام کی
 جواب میں گدہ چکا ہے لیکن شفاعت کے بابت جو مجیب یہ روایت مفصل الخطاب سے ہو گیا
 کہ کہ غلطیوں میں پڑی ہیں انہیں متنبہ کرنا ضرور ہے اسلیئے مختصر کہ اس سبب سے روایت حسب
 حدیث ہے نہیں بعد اسکی محنت میں کلام ہی صاحب مفصل الخطاب استلزام صحت روایات
 نہیں کیا ہے جو اسکا وارد کرنا تصحیح روایت سمجھا جاسکتا ہے چنانچہ میت سے روایات ابن

بہار شریعت جلد اول ص ۱۰۱

بابوہ قہمی کے نقل کے ہیں جس سے بعض روایات سے ہماری محجوب السبب نے آئندہ احکامات کیسے متاثر
 کیا لیکن اس کا جواب انشاء اللہ تعالیٰ کے بشرح لفظی ہو گا کہ اور ہوا اور ہوا ہی کہ ابن بابوہ
 اس سنت کے روایت میں سے نہیں ہے بلکہ خواجہ نصر اللہ نصر اللہ مثلاً صواعق میں
 اس کو زائد الکذب سے تعبیر فرماتے ہیں مہذبہ قاعدہ ہی کہ جو روایات ثواب اعمال میں
 مردی میں اور ان میں تھوڑی تھوڑی اعمال پر بڑی بڑی ثوابات موعود ہیں وہ اکثر ضعیف
 و موشعہات ہیں۔ خاتم المحررین قدس سرہ العزیز عجائب نافذہ حدیث میں قواعد کلیہ وضع کی
 بیان میں فرماتے ہیں: "ثم افراط و برفان منہ یہ گناہ صغیر یا اقراط و وعدہ عظیم پر
 قلیل خزانہ میں ہے کہ تیزی سے سبع الف دار فکل دار سبعون الفیت
 و فکل بیت سبعون الف بہرہ و علی کل سرہ سبعون الف جاریہ۔ بلکہ
 احادیث میں اس قدر خواہ در ثواب باشند و خواہ در عذاب موضوع باید شناخت۔ ہم اگر عمل
 قلیل ثواب چاہے و اگر نافرمانی نہ کرے۔ باوجود اسکی یہ روایت حدیث لائشہ الرجال کے ہی معارض ہے
 پس قابل ہونی بضرر حال مسلم کہ یہ حدیث صحیح مسلم عن العاصم بن یحییٰ کہ ہماری محجوب
 اسناد لال اس سے خطا ہے و یہ سہا کہ یہی کہ شفاعت و قسم ہی شفاعت عامہ ہے کہ تمام امت
 کہ شفاعت ہو یہ خاصہ رسول کا ہے اور شفاعت صغریٰ شفاعت خاصہ ہے کہ خاص خاص
 کو کوئی چاہے اور یہ شفاعت صغریٰ عوام صلی مومنین کو بھی حاصل ہوگی چنانچہ روایات کثیرہ
 اس بات پر مشیدہ کہ گناہ بونین اس کو مودیردی ہیں اور یہ شفاعت جو اس روایت میں مردی
 ہے کہ وہ شفاعت خاصہ و صغریٰ کہ گناہ بونین کے زائرین قبر اقدس کے ساتھ مختص ہے تو یہ مقتضی
 صحت کو نہیں ہو سکتی قطع نظر اس سے یہ جو فرمایا کہ شفاعت شامہ صاحب کے افادہ سے
 صحت کے لوازم سے ہی یہ بھی غلط ہے شامہ صاحب کے کلام سے اگر یہ افادہ نہیں کہ شفاعت
 سبب جو درگت بڑی اسکی ہی ستر بزرگ اور ہر گزین ستر بزرگ دالان اور ہر دالان میں ستر بزرگت
 اور بزرگت پر ستر بزرگ چوکیان۔ ۱۱۔

اسرار
مافیہ
معدیہ

نہایت
عزیز
و
محبوب
و
مستطاب

سید
الکرام
مافیہ
معدیہ

عصمت کے لوازم میں سے ہے ہاں اگر کوئی یہ کہے کہ شہادت و عصمت دونوں ہی میں مجتمع ہیں
 اور ہی کے اوصاف لازم میں سے ہیں تو مستبعد نہیں لیکن ادعائی ظالم اور پیر شاہ صاحب
 اگر ان ادوی سرسرخ غلطی پس اگر یہ یکا نام احترام عصمت ہے جیسا کہ آپ حضرت شاہ صاحب
 قدس سرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں تو بیشک آپ سیدان مناظرہ جیت چکے ہیں تو فہرستی
 خالی کا ہی حلیہ شاید کچھ پسین بچا ہے۔ **اقول** تیسری دلیل بھی اہل بیت علیہم السلام کی عصمت میں ہے
 کیونکہ اگر ائمہ گناہ کرتے تو مثل سلاطین جابر کے ہوتی کہ اور آدمیوں کو رسوم خاصہ اور رنگ لباس
 فواحش بریز کر سیاست کریں اور خود وہ لمود عمل میں لائیں اور ضرور ہے کہ ائمہ و خلفاء راشدین
 روش ملک جابر و سلاطین خاتم کے روش میں جدا ہو۔ **اقول** یہ دلیل بھی عصمت میں ہے
 مثل دلائل سابقہ بوجہ سابقہ منقوض ہے۔ اور ہر تہ تلخہ سپرد اور گدا اس دلیل میں عصمت ہاں
 کچھ تباہ و ممانبت ہو گا سادوس کی سو فی دلیل کے وقت آپ اپنی مدعا کو قبول جاتے ہیں تاہم
 خیال نہیں رہتا کہ مدعا کیا ہے اور ہم دلیل کیا بیان کر رہے ہیں سلامہ ازین وہ ائمہ خیالی جو ان تہید
 کا کلمہ عوام کے زہنی میں ہے اور نام سمر ہی کچھ رائج حکومت کا نہیں ہو سکتا نہ لہروہی کا چہا
 ہوا نہ زبردست کیسی کی ہیستہ دوسری محکوم و مطیع ہے ان کو لوگ سے کیا مسابقت
 اور سلاطین سے کیا نسبت پس اس دلیل سے ان کی عصمت پر استدلال لانا اور دلیل کے معنوں سے جہنم
 پستی تعامل کرنا ہماری محیب جیسی نصف کا ہی کام ہے۔ ہاں اگر اس دلیل سے ہاضم عام شہاد
 حباب امیر کہ جو نوع البلاغہ میں منقول ہوا ہے واللہ لا سلامنا سلامت امور المسلمین
 خلفائے راہ کی عصمت پر استدلال کیا جاوی اور شارح ابن شیم نے جو کچھ اپنی شرح کبیر میں انکی
 شرح میں تحریر فرمایا ہے بخود کہا جادی تو ہماری نصف مزاج محیب کسی کچھ نہیں کہ اس استدلال کو حق
 سمجھیں شارح ابن شیم فرماتے ہیں وفیہ اشارۃ الی ان غرضہ من المآخذ فی هذا الامر صلاح
 حال المسلمین واستقامۃ امورہم وسلامۃ متہم عن الفتن وقد کان لہم من سلف
 من الخلفاء قبلہ استقامۃ وان کانت لا تہلغ عنہ کمال استقامۃ ہاں ولی جو ہذا

الاخر فذلك اقسام ليس من ذلك الامر ولا ينافي فيه - فاقبل حجاب امير کے ارشاد
 کو دیکھو بعد اسکی شارح کے عبارت میں غور فرماؤ تو تحقیق امت حجتہ اور خلافت راشدہ کا
 اس میں سچا سلوک ہوگا اور پہلے اس سے عقرب گذشتہ اقوال میں حضرت رضا کی ارشاد سہ
 خلفاء کی اطاعت کی تعلیم گذارش کر چکا ہوں تو اس سے عصمت خلفاء پنجویں ہمارے محیب
 مستند کر سکتے ہیں مگر یہ خوف تقویٰ اس ارشاد میں ہم بسط کے ساتھ بحث نہیں کر سکتی
 لیکن تاہم اس قدر عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس ارشاد سے وہ الزامات کہ جن سے شیعوہ
 خلفائے ثلاثہ کے دامنہا سے پاک کو ملوث کرتے ہیں وہ بشہادت حجاب امیر باطل اور لغو ہیں نہ
 حجاب سیدہ پر کوئی ظلم ہوا نہ معاذ اللہ بنات طہیات غصب ہوئیں نہ قرآن تحریف ہوا
 نہ صحابہ کرام ذرا دینی ہوئی یہ سب ہشامین ذرہ ذرا دے ابو عبدیہ وغیرہ کے جامدان اور ابن بابویہ
 و مجاہد وغیرہ کے انبان کا ذخیرہ ہی جو ہر موقع میں نیازگ پر نما ہی اور سیح ٹھیک نہیں
 ٹھہرتا خود حجاب امیر کی کلام اسکی تذبذب ہو رہی ہے قولہ اور وہ ہمارے کی تفسیر یہ ہے
 کہ اگر امام گناہ کرے تو مستوجب ایذا و اذیت و عقوبت ہو۔ **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى الَّذِينَ يُؤْذُونَ**
الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغْيًا ظَهْرًا خَلْفًا يَكْفُرُوا بِالْإِيمَانِ وَالْإِيمَانُ كَيْفًا اس آیت کے تحت میں
 نیشاپوری لکھتے ہیں قبل نزلت فی الناس من المنافقین کا تو ایذا و ذل و علیہم السلام
 اور نیز احادیث سے ثابت کہ جناب امیر علیہ السلام کے ایذا و رسول خدا کی ایذا ہی من اذا علیا فقد اذانی
 اور جب ایک امام میں یہ بات ثابت ہو تو کل میں ثابت ہوگی **اقول** یہ وجہ یہی نبوت
 عصمت ائمہ میں غلط اور پوچھ رہی اور نہ یہ دلیل وہ دلیل ہے جسکو شامی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
 عصمت انبیاء میں بیان فرمایا ہے بلکہ یہ صرف ہماری محیب لبیب کا ایجاد شدہ ہے شرح
 اس اجمال کی یہ ہے کہ دلیل ثابت صاحب کا حاصد یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ انبیاء کے
 حق میں ارشاد فرماتا ہے **سَرَّ الْقَائِمِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ**
 سلمہ جو گناہ دینی میں اللہ کو اور اس کے رسول کو خدا نے انہو پر اور آخرت میں لعنت کی ہے اور انکی یہی تفسیر یہ ہے کہ

واعدلهم هذا يا محمدنا۔ امین حق تعالیٰ رسول کے ایذا کو اپنی ایذا فرمایا اور حق تعالیٰ کو سبب
 لعن و عذاب کا قرار دیا۔ اور جب مطلق ایذا سبب لعن و عذاب کے ہوتی تو اس سے صاف معلوم ہو سکتا ہے
 کہ اور نہ معصیت کا قصد و ممکن نہیں ورنہ مستوجب ایذا اور کہ ہوتے اور انکی مطلق ایذا سبب
 لعن و عذاب کا ہوتی اور یہ دلیل ائمہ میں بالمرہ مفقود ہے کیونکہ جو دلیل عصمت ائمہ میں جاری ہے
 کی ہر ادسک خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ مومنین کے شان میں فرماتا ہی واللذان یؤذون
 المؤمنین والمؤمنات بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتانا واتهما مینا۔ اول حق تعالیٰ
 شانہ نے اس آیت میں عام مومنین اور مومنات کی نسبت یہ حکم فرمایا اور معلوم جمع صوفیہ عام
 سے استفادہ ہی اور نیز حکم علی التمتنع علیہ ماخذ پر دلیل ہے جو جبکہ علت پائی جاوے گی یہ حکم پائیگا
 سکتا کہ نزول خاص جناب امیر کی نسبت ہو لیکن العیرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص
 السبب قاعدہ سلفہ فریقین سے ورنہ اکثر قرآن ہی لغو ہو جائیگا کیونکہ اکثر آیات خاصہ واقعہ
 اور خاص لوگوں کی حق میں نازل ہوتی اگر خوف تطویل ہوتا تو ہم اسکو فریقین کے تفاسیر میں ثابت
 کرتے افسوس کہ ہمارے عجیب کو اتنی ہی خبر نہیں دوسری یہ کہ مومنین کے ایذا کو حق تعالیٰ شانہ
 اپنی ایذا نہیں فرمایا جیسا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایذا کو اپنی ایذا فرمایا اور اس صورت میں ذکر جمال
 بشور تو طبیعہ و عہد کے واقع ہوا ہے تو اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جس طرح ایذا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم
 ایذا خدا تعالیٰ سے اس طرح ایذا مومنین ایذا خدا تعالیٰ سے نہیں پس امین مابہ الفرق اگر چہ ایذا
 تو یہ ہی ہو گا کہ رسول معصوم ہے اسلیئے اسکی ایذا امین حق تعالیٰ نے اپنی ایذا کو شامل
 فرمایا اور اسکی ایذا کو اپنی ایذا قرار دیا اور مومنین و مومنات معصوم نہیں تو یہ بھی ایذا کیستہ
 اپنی ایذا کو شامل فرمایا بلکہ بغیر اکسبوا کی قید کے ساتھ مقتید فرمایا جس سے مفہوم ہوتا ہے
 کہ ان سے کتاب الیسر افعال کا جنہر مستحق ایذا کر ہون ممکن ہے۔ تیسری یہ کہ مومنین سے

سے اور جو کہ ایذا دینے میں ایمان والاں اور ایمان و یمن کہ بدعت کبھی کام کے تو اسے ایذا نہیں دے جوتا
 و جہل و عیون گاہ ۱۲۰۔

مراد انہ کو قرار دیا تو لفظ مومنات کو کہاں لپکا کر ڈالینگو اور کس محل محمول کیلگی۔ چوتھی یہ کہ خدا تعالیٰ
 فرمایا ہومنین کو بغیر اکتبوا کے ساتھ مقید فرمایا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ ناحق بدین
 یا و اس کسی جرم کے مومنین و مومنات کو انیدادیتی ہیں وہ محال اور ارہبان اور اٹام من اور جو
 لوگ کہ کسی فعل کے بدلہ میں انیاد دیتے ہیں وہ اس عید سے خارج ہیں۔ تو اس سے کراشل
 اور روشن واضح ہوا کہ مومنین و مومنات عموماً مصدر ایسی اعمال کے ہو سکتی ہیں جسکو پاداش
 میں مستوجب انیاد کے ہوں بخلاف رسول کے کہ حق تعالیٰ نے اوسکی انیاد کو کسی عقیدہ کے ساتھ
 مقید نہیں فرمایا بلکہ اوسکو مطلقاً سبب لعن و عذاب کا قرار دیا۔ جس سے صرف اوسکی عصمت
 ثابت ہوتی ہے اور اُسے کی عصمت ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ پانچویں یہ کہ جب نص قرآنی سے
 ثابت ہو گیا کہ مطلق انیداد مومنین مجرم نہیں تو یہ جو حدیث میں وارد ہوا کہ من اذا علیا
 فقد آذانی۔ نہ کچھ بوجہ مضحکہ اور نہ ہماری محبت کے مقید مد رکھو نہ کہ یہ انیداد جناب امیر کو
 اپنی انیداد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دوسری انیداد جو بغیر اکتبوا سے مطلق انیداد
 اگر ہماری محبت لیبیب ایسی ہی مطلق انیداد جناب امیر کو انیداد جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے ہیں
 اور رسول کے انیداد خدا کی انیداد ہے اور خدا کی انیداد کفر ہی تو ہر اون کلمات موزیہ کے نسبت جنکا
 جناب سیدہ زکیہ ربان مبارک سے نکلتا نسبت جناب امیر کی علم و طائفہ شیعہ بیان فرماتے
 ہیں کیا فرمایا لگی۔ مائتہ جنین پر نشین شد۔ الخ ظاہر ہے کہ ایسی کلمات نامتہ اگر باکتبوا
 مائتہ تو عصمت سے منہا لیں اور اگر بغیر اکتبوا میں تو حسب روایت خود جناب سیدہ رضی اللہ
 عنہا کہ ایمان سے معاذ اللہ نامتہ و نہایت کثرت کی ایسی کلمات جگر خراش ممکن نہیں کہ باعث کوفت قلب
 و سوزش دل ہوں۔ علی الخصوص یہ وجہ ناحق اور بی ضیق کی حالت میں چنانچہ روایت خصال
 ابن ابویہ سے جو ایک ہرودی کے جواب میں جناب امیر نے اپنی مواضع امتلاء ذکر فرمائی ظاہر
 اور غیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت سامی جبکہ بعبرہ کی بہت المال کا مال غنیمت کے
 مکہ آئندہ یہی جناب کے انیداد کا باعث ہے۔ چنانچہ جیسا کہ ہمہ درد انگیز خط اپنی اذکار کو کہہا ہے

روایت سے
 کہ بعض
 باطنی

وہ کسی پرغنی نہیں۔ ہم سابقین میں بھی اس باعث سے اسکی نقل کرتے ہیں خود حضرت عباسؓ نے ہی جبکہ ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عمرؓ سے بھیر خلافت رہنا جاب نہیں بطبع نفسانی کیا کیسی کہ جاب کو ایذا پہنچائی عقیدت و صفات امیر موعود سے جاملی یہ یہی پہلی ایذا کا باعث تھا صحت نبوت میں نے سوامی عقدا کے آپ کو نقد دل کیا اور تجلیں اس وغیرہ میں اطاعت نہ کی یہی پہلی ایذا کا سبب تھا۔ امام حسینؓ نے بیت المال کے عمل میں بلا اجازت تصرف فرمایا جس سے آپ یہاں تک ناخوش ہوئی کہ بھان رسول کے حکم آپ کو دشمن مبارک پر سوار کرتے ہی مارنے کا قصد کیا۔ اور اسی ہی یہ ہر ایک کا فعل دوسری کے سخت ایذا کا باعث ہوا۔ امام حسینؓ نے خلافت امیر موعود کے سپرد فرمائی۔ یہ یہی آپ کی ایذا کا سبب تھا۔ اگر آپ بقید حیات ہوتے تو قطعاً متاوی ہوئی۔ قطع نظر اس سے حضرت امام حسینؓ رضی اللہ عنہ کے ایذا کا سبب ہوا تھا کہ اپنے اوسکو اپنی ناک مبارک کے کشنی سے بدتر سمجھا۔ محمد بن الحنفیہ نے امام حسینؓ رضی اللہ عنہ کے ہمراہی و اعانت سے ناخود تقاعد کیا یہ کس قدر بڑا ایذا کا باعث ہوگا بعد اوسکہ امام حسینؓ کی امت کی امت متعارض کیا یہاں تک کہ نوبت حیر الاسود کی حکومت کی پہنچی یہ یہی یقیناً جاب امام حسینؓ کی ایذا کا باعث ہے کہ ہاں تک عزمین کردن یہ آپ کا قاعدہ انشاء اللہ تھا کہ کیا کہ ان کی سلامت باقی نہیں چھوڑے گا۔ اگر آپ اہل علی العموم والاطلاق قائل میں تو ان بزرگوں کو ایذا کی فکر فرمائی تھی اگر ایک امام میں عصمت ثابت ہوئی تو ہر کل الامون میں اسکا ثبوت یا باقی قیاس ہوگا۔ اور وہ باب اعتقادات میں مفید نہیں یا کسی دوسری طریق سے ہوگا اوسکو بیان کرنا چاہی کہ وہ کیا ہی اور دیکھتے چاہی کہ وہ شرعاً باب اعتقادات میں کارآمد ہو سکتا ہے نہیں غرض کہ اہل انصاف روزگار اس دلیل کو دیکھ کر ہر محبت کے خیم و صفات کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں ہم اس سے زیادہ کیا عرض کریں۔ قولہ وہ بخیم کا بیان ظاہر ہے کہ اگر ائمہ کے گناہ امت پر ظاہر ہوں تو اطاعت سے استنکاف کریں۔ اور انکی نظر دوسرے گناہ میں اور انکی احکام وغیرہ کی تشدید تعمیل نہ کریں۔ بلکہ گنہ گار کریں کہ اگر یہ موعود وغیرہ کے بیان میں سچ ہوتے تو خود کون ان

مکتب ہوتی۔ اقول۔ عصمت ائمہ میں اس دلیل کا ذکر سننے کے قابل ہی اہل الصواب سمجھیں گے
 ہنرمند کہ عصمت ائمہ میں اسکا بیان اصداق اس شعر کا ہے بیت چہ خوش گفت است معنی در نیکی
 الایا ایہا الباقی اور کا ما واداب ایہا الباقی اس دلیل کا معنی اس امر پر ہے کہ ائمہ بالاسیستفادہ اس
 شریعت ہیں۔ پس اگر کسی کو یہ سنا کہ ائمہ شیعہ کے مسلمات سے کسی کو قیام امور شریعت کے مثلاً تحلیل و تحریم
 وغیرہ سب ائمہ کو سپرد کر رکھی ہیں۔ اہل حق ہرگز اس کو تسلیم نہیں کرتے وہ ابنیاء کو انبیاء و پیغمبروں میں اور ائمہ
 کو ائمہ اصل کہ اصل اور تابع کو تابع پر اپنی مسلمات سے خضوع کو الزام دینا ہمارے عجیب جیسے فعل
 والاضافہ پرست کا ہی کام ہے ظاہری کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام حیات میں جن
 تکمیل ہو چکا تھا اور الیوم اکملت لکم دینکم نزول اجلال باجکا تھا اور امام مرت مریع شریع ہی
 اور اسکا کام یہ ہے کہ است کو شریعت تکملہ پر چلا دے تو وہ اگر مکتب عصمت ہو تو اسکی اطاعت سے
 استنکاف و کچھ نہیں انہیں اور انکی احکام جو مطابق شرع ہوں عدم مقیدین نہیں کے
 کوئی صورت ہے اور جو احکام کہ شرع کے موافق نہ ہوں وہ خود بعض واجب الاطاعت انہیں تو امام کے
 اطاعت میں حیث انہ مشیع الشریع ہے نہ بحیث متبع تو لزوم ان امور کا مطلق نہ ہو گا۔ معصیت
 حق سے شانہ نے اللہ کی اطاعت کی یہاں بصر صاف ارشاد فرمایا **فَاذْكُرْ مَا كُنْتَ مَعَهُ** یعنی فرمادے
 وَاذْكُرْ مَا كُنْتَ مَعَهُ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی امر میں است وادلو الامر یا ہم تنازع کریں اسکو
 کتاب و سنت کی طرف لوٹا دیں اگر موافق ہو قبول کریں ورنہ رد کریں تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے
 کہ یہ کچھ ضروری نہیں کہ امام کا قول و فعل موافق شرع ہے ہو اور یہی عدم عصمت ہے پس حکم است کہ
 ائمہ میں میزان استقیم شرع مجہدی تو اذن کو امام کے غیر معصوم ہوتی سے کیا ڈر اور کسی حکم میں
 امام کی تصدیق نہ کرنے سے کیا خوف بخلاف نبی کے کہ اگر اس سے استنکاف کریں اور اسکی تصدیق
 نہ کریں بلکہ مذہب کریں۔ تو دین بکلیت ہی درہم برہم ہو جائے پس اس دلیل سے عصمت ائمہ
 میں استدلال کرنا ایک تعجب انگیز قصہ ہے علامہ اس بحث کے باقی نقوض و اعتراضات جو اس
 استدلال پر درہم ہوتی ہیں۔ وہ ان اعتراضات سے جو ہم دلائل سابقہ کے ابطال میں بیان کر دیں

انبات بہت اہم است کہ اگر کسی نے اس دلیل کو غور سے دیکھا

ابن عباسؓ کے نزدیک اس پر بھی یکسویت ہے۔ یہ کہ اگر جواب حبیب خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ کے قول کے جواب میں کہ
 ان لم یختلف سکوت فرمایا۔ اور وہ نہیں کیا اور ثانیہ فرج دلی کے ہے تو یہی حبیب حبیب
 اس وقت ثابت ہو چکا کہ ابن عباسؓ کے قول میں لفظ ان سے ثابت ہوتا ہے اور حبیب حبیب عدم درود نص
 کو ثابت ہو چکا ہے اور یہ حال ہے۔ پس اس میں نہایت سہولت مل کرنا اس پر یہ بھی ہے کہ ہماری
 حبیب حبیب اپنے ہر حال میں متقابل ہیں۔ ابن عباسؓ کے اس قول سے اگر بعض سال جواب نص
 ثابت ہو بھی تاہم تکرار شتر الہ بنین کہ مفید دروہو۔ آپ دیکھا ہوگا کہ امام نوویؒ نے
 اس حدیث کے شرح میں حکم دیا کہ جب نص پر اجماع لکھا ہے تو نہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ
 نص کی ادنیٰ مستحسن سمجھتے ہوں۔ لیکن غرض اسلام صحبات کی یہی عمل میں مثل واجب سمجھتے
 ہیں اور نیز قاعدہ ہے کہ شتر غرض اپنے مدعا کو حتی الوسع مدلل دیر میں بیان کیا کرتا ہے تو اصلیتی
 اور ہونے اور اس کا دل میرا یہ میں ظاہر فرمایا۔ لیکن جب جواب سن لیا تو چونکہ امر ضروری
 نہ تھا اس لیے سکوت فرمایا اور مکرر اس باب میں لب کثافتوں کی کیونکہ جو دلیل حضرت عمرؓ
 ذکر فرمائی وہ بالنتہی اس امر پر دل ہے کہ اختلاف و عدم اختلاف ہر دو جائز ہیں واجب نہیں
 اور نیز یہ بھی ممکن ہے کہ انہی میں دلائل حضرت ابن عباسؓ کے ذہن میں لزوم نص آیا ہو
 لیکن جبکہ حضرت امیر المؤمنین فاروقی رضی اللہ عنہ کی زبانی دلائل قاطعہ سے عدم لزوم معلوم ہو گیا
 تو اپنی قول سے رجوع فرمایا۔ مہمنا جبکہ خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ نے ان کا جواب میں عدم وجوب نص
 بیان فرمایا اور صحابہ میں سے کسی نے اس کا رد و انکار نہیں فرمایا تو اجماع سکوت ہو گیا۔
 پس غرض کہ دلیل پر جو کچھ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نسبت ہماری محبت کے تحت یہ کیا
 وہ کمال قاضی کے دلیل سے مدعا کو دلیل سے ثبوت کی بڑھی نہیں ہو سکتی اور زبان درازی
 شروع کر دی حضرت ابن عمرؓ کا عقیدہ ہے شتر لفظ نص کا جو مستلزم عدم غلبہ و خلاف غیر
 منصوصہ کو بھی پہل ثابت فرمایا ہوتا اور اس کے بعد کچھ کہا ہوتا لیکن جب دیدہ بصیرت کل
 فہم و انصاف سے خالی ہو تو مجبوز سکوت کے کیا جواب دیا جاوے۔ تو یہ کہ جواب ابن عمرؓ

ہی پر محض نہیں ہر اور صحابی کا بھی یہی ہے اعتقاد ہے چنانچہ خواجہ کا بلی صواعق میں حکایت ہے
 آپ کی خاتم محمد ثانی نے فرما کر اور تورا ساقیہ تبدیل کر کے تحفہ کہا ہے۔ ذیل قول خباب بن الارت
 بالیغ القوم الذین یابعدوا البکر و عمر للطلب ثانی مقصد رابع است میں فرماتے ہیں و
 ذهب بعضهم إلى ان الامام يجب ان يكون منصوباً عليه نقلاً جليلاً او خفياً والیہ ذهب
 عبد الله بن مسعود وابو الدرداء وحذیفہ ابن الیمان والنس بن مالک والوہب بن
 وجم غیر من المحدثین بشرط من الاصولین وطایفه من المتکلمین فجماعۃ من الفقہاء انہ یتر
 وجب ہر کہ آپ کی خاتم محمد ثانی نے باوجودیکہ اس کتاب کے اکثر جگہ کل معنی میں ترجمہ کسی میں اس مقام کو
 ملاحظہ فرمایا اور اس عبارت سے اس عقیدہ کی نسبت نفی فرمائی کہ یہ عقیدہ عقل نقل کے خلاف ہے۔
 اقول یہ دلیل ہر زبان حال سے چلا کر کہہ ہے کہ ہمارے حبیب کو اپنی مدعا کی خبر نہیں
 ہے اور نیز اس دلیل سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے حبیب یا ہمارے حبیب کے اوس بزرگ نے
 جس سے وہ اسکو نقل فرماتے ہیں نقل عبارت صواعق میں کما ان یات فرمائی ہے اور جو جہد کہ اپنی
 مذمب کے مخالف اور اس عبارت کے ابدیت سے قریب نہ کو رہے اور گواہ تھے اس عبارت کا ہے کہ
 حذف کرو یا سمجھا ہو گا کہ صواعق عزیز الوجود کتاب ہے کہ ان دستیاب ہوتی ہے جو کوئی معاند
 کر کے غلطی نکالی گا۔ لیکن خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس عاجز کو یہ کتاب بلا وقت عسر و
 اسیر حاصل کتاب ہے ہر عبارت اہل الصاف کے سامنے پیش کرتا ہوں اہل الصاف ملاحظہ
 فرمائیں اور یہ بھی کہیں کہ ہمارے حبیب کی مدعا سے اس دلیل کو کچھ تعلق ہے یا نہیں۔
 ذهب بعضهم إلى ان الامام يجب ان يكون منصوباً عليه نقلاً جليلاً او خفياً والیہ ذهب
 عبد الله بن مسعود وابو الدرداء وحذیفہ بن الیمان والنس بن مالک والوہب بن
 وجم غیر من المحدثین و بشرط من الاصولین وطایفه من المتکلمین

اثبات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور سی دلیل کا احوال

۱۔ بعض اسطوریہ کہیں کہ امام کے منصوب ہونا خواہ غیر علی ہو یا علی واجب ہے اور یہ سیرت نبوی میں عبد اللہ بن مسعود اور ابو
 اور تورا ساقیہ میں کہ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک بڑی جہالت اور عیسیٰ بن ایک گروہ اور یہ کہیں میں کہ ایک فرقہ ۱۲۰

وجامع من الفقہاء وتسلکوا بالاحادیث الواردة فی خلافت الخلفاء الاربعة و
فی النص الجلی علی انه جملہ جمع علی انہ خفہ والیہ ذہب الحسن البصری واتفقوا علی انها تثبت
بالاجماع ان لم یتمتعین الا فضل ولم یوجد النص انتہی۔ اس عبارت کے آخر کا جملہ
والفقہاء اس پر جو بدایت مدعی کی نفی میں ثابت کر رہا ہے ترک فرمایا تاکہ استدلال بوجہ اہم راست ہو سکے
اگر یہ نقل میں خیریت نہیں تو کیا ہو۔ لیکن اگر اس جہ سے قطع نظر کیا دی تاہم یہ عبارت عام
مجیب کے ثبوت مدعا میں کچھ فائدہ بخش نہیں ہو۔ کیونکہ نص عام ہی جلی ہو یا خفی اور آپکا دعویٰ
انہما نص جلی کا ہی تو اس صورت میں آپکا دعویٰ خاص ہی اور دلیل عام ہے اور دلیل
عام ہی خاص کا ثبوت ناممکن ہے اور اگر بغور داخل دیکھا جاوے تو دلیل مدعا میں باہم مسموم
وخصوص نہیں بلکہ تعارض و تباہی ہی تفصیل اسکی یہ ہے کہ آپکی نزدیک انعقاد و است کے لیے
یہ شرط ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے اس طرح نص وار ہوئی ہو کہ فلان شخص بعد فلان
بنی یا فلان امام کے اسکا خلیفہ ہے اگر اس طرح نص ہوگی تو است و خلافت متحقق ہوگی
اور صحابہ میں سے کوئی اسکی لزوم و شرط کا قائل نہیں اور کبھی اسکو ضروری نہیں سمجھا
اور نص جلی سے یہی مراد نہیں ہے کہ جو معتقد علیہ سامی ہی۔ چنانچہ جب مدعی تسلکوا
بالاحادیث الواردة فی خلافت الخلفاء الاربعة اس مدعا پر ہی دلیل سے تو بس دلیل مدعا ہا ہم
متعارف ہوئی پس ایسی ہیج اور غلط دلیل پر اس قدر ناز و افتخار۔ اور شاید صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی نسبت صدائق میں اس صفت کے دیکھنے کا الزام بالکل لغو اور ناجائز ہے علی الخصوص جبکہ
شاہ صاحب صم کی عبارت کو جو تحفہ میں مذکور ہے دیکھ کر جاوے وہ فرماتے ہیں وہاں یہ
سیکونکہ کہ نص امام بر خدا واجب است پس میباید کہ مخصوص ہو اور جانب خدا و این محبت

اسی اور فقہ میں سے ایک جماعت اور ان احادیث سے دلیل کو ہی جو خلفاء و اہل کی خلافت کے بارہ میں واقع ہو کر ہیں
اور فقہ کا باب میں اختلاف جو مجہور اس پر ہیں کہ نص جلی ہی اور ایک جماعت سے ہے کہ وہ نص خفی ہی حسن پوری
اسی طور پر کہ ہیں اور اس پر سب متفق ہیں کہ اگر ان فضل متعین نہ ہو اور نص میں شک ہے جاسے وہ مخالفت اجماع
کے ساتھ متفق ہو جائے ہی۔ اور۔

مخالف عقل و نقل است معلوم نہیں یہ عا مجسمہ امیرین کا ہے اور جب کوشتہ صاحب پر
 عقل و نقل فرما رہے ہیں اسکو ہماری محبت کیونکر موافق عقل و نقل کے ثابت کیا ذرا انصاف فرما کر
 اپنی دلیل کو بھی ملاحظہ فرمائیں اور جسکو نسبت شاہ صاحب فرمایا کہ خلاف عقل و نقل ہے اور اسکو
 بھی دیکھیں اسکو جس عیب اور سبکی اپنی طرف کو مینا انصاف میں کہہ کر لو لیں تو صاف معلوم
 کر لیجئے کہ آپ نہ عمارت صواق کسچہ اور نہ تقسم کسچہ اور نہ خود اپنا دعا ہی ضبط فرمایا تھا
 تو فیض انصاف و راہ راست عشا فرمادی۔ قولہ اگرچہ از دست من ہم بیت کچھ گفتگو
 کر سکی میں برفراقتصار ترک کر کے ب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی بعض کتاب میں
 شہادت کہتے ہیں کہ یہ حضرت بابا بہشتی کی خانم امی تین بیوہ والا صاحب ہیں اگرچہ تھکے ہیں
 ابوت میں توریہ فرمایا ہے کہ بنایت ہی درجہ کی تخریب و سناٹا فرمایا ہے حتیٰ کہ تہی کر دیا
 الہی معجزہ و معجزات جناب رسالت نہاں ہی انکی شان میں لکھتے ہیں جیسا کہ پہلے ہی گزر چکا
 اقول بنایت افسوس ہے کہ اس مقام پر آئے ہیں کچھ گفتگو نہ فرما کر۔ جسٹہ در اس
 مقام پر گفتگو واقع ہوئی ہے اسکی آگے عالم و فہم و انصاف کی کیفیت اور بہتہ نال کی حالت
 بخوبی شکست ہو گئی ہے اور اگر اور کچھ گفتگو فرماتے تو اور زیادہ اخلاط فاضلہ ثابت ہو کر اس
 دعوے کو باطل کرتے جو آپ نے اجتہاد جواب میں فرمایا جو بہتر تھا کہ آجے ہتھمار کے سپرد ہیں کہ
 ترک فرمایا۔ اور جو کچھ حضرت شاہ صاحب ہم کی نسبت لفظ بنا بہشتی ہو لیا کہ تو عین فرمائی اور فرما
 اور عار تہذیب و اخلاق کے بد تہذیبی کا جامہ پہنا اسکی جواب میں ایسی توفیقیں ملے بلکہ اسکی سبکی
 ہم ہی بہت سے مجتہدین میں حال و صنی و غیرہ کو نسبت عرض کر سکتے تھے لیکن ہم غرور سے کہہ رہے
 اسکا کچھ جواب نہیں دیتے۔ اسکی بعد جو سنا ہوا تین کہ نقل کے غیوت کی بابت حضرت شاہ ولی
 رحمہ اللہ مدیہ سے نقل فرمائی اور کچھ کیفیت بھی لکھتے ہو۔ قولہ آپ بفر عذر ملاحظہ فرمائی کہ جو
 تفریق ہم بعض کتاب میں کرتے ہیں ہمیشہ وہی حضرت شاہ صاحب ازادہ گفتا میں رقم فرمائی
 میں مفصلہ اول النسل دوم ازادہ خلافت خاصہ کے نکتہ سوم میں جو صنوعہ میں و انہی

الیہ لڑیکہ لداو لیسہ سلا ان میں للناس منکون بعد اوروں محمد بن مسلمہ قال
 اهل الکتاب ان روایات سے صفات ثابت ہوتا ہے کہ معاذ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ
 اور (معاذ اللہ) تو یہ تو یہ میں کیونکہ اس کو نقل کر دین (خدا کے اور لعنت کرنی والا نہیں مومن میں پہلے اور
 دوسری روایت سے بخوبی یہ نہ مانا ثابت ہے چوتھی روایت اس دعا کے اثبات کے لیے بہت بڑی
 قوی دلیل ہے توحید حضرت شیخ نے بمقتضا اس کمال دلائل تک انکی دشمنوں کو اللہ کے آئین
 چھپانے والی اور خونیں ٹھہرایا تو انکی غیر معصوم ہونی کو ہی ثابت نہیں کیا بلکہ کفار سے ہی بُرائی میں
 بڑا دیا۔ حضرت علامہ باقر مجلسی نے اس طرح کفر کو اس طرح چھپا چاہا ہے کہ وہ صرف تیسری روایت
 تفسیر میں جو عبد اللہ بن کبیر سے مروی ہے فرماتے ہیں بیان ضعیفہم راجع الی اللاحین
 بہذا کوئی عاقل متدین علامہ کی اس طرح توحید سے اس کفر صریح کو جو ان روایات سے مثل آفتاب
 روشن ہے پوشیدہ سمجھ سکتا ہے۔ اگرچہ ہر جگہ علامہ کہ اس دلیل کو تحریف کے ابطال کی کچھ ضرورت
 نہ آتی کیونکہ اہل فہم والصفات سیاق عبارات سے خود سمجھ سکتی ہیں لیکن بشرط نکاتیں خاصہ مجسب کی
 ہم مختصر بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔ پہلی اردو سری روایت میں جسے روایت لکھ کر فرمایا ہے کہ اس
 ہم مراد ہیں۔ انہیں لائیں کا ہرگز ذکر نہیں کیا بلکہ او میں صرف کاتین کا ہی ذکر ہے جس سے صفا
 معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کاتین میں لائیں عذر وہ ازین لفظ واللہ استعان فرمایا خود اس کی ثبوت
 کی دلیل ہے کہ آپ کاتین میں کیونکہ اسکا اطلاق شفت اور تکلیف کے وقت ہوتا ہے چنانچہ
 واللہ استعان علی ما تفتون۔ چوتھی روایت اسکی ثبوت میں نص صریح ہی کیونکہ اس سے
 صاف ثابت ہے کہ یہ مراد انہیں یا اہل کتاب اور یہ کہ لائیں میں یہ دونوں احتمال ہا ہے
 انہیں جو سکتی کیونکہ اہل کتاب لائیں نہیں۔ ان بعض انہیں کا ترجمہ میں جو مومن ہیں۔
 نہ لائیں تو یہ دونوں احتمال کہ مراد یہ ہیں یا اہل کتاب اور یہ صورت میں صحیح ہو چکا ہے
 ہم کی راجع لفظ الذین کیونکہ یا انکے کہ طرف ہر قطع نظر اس سے اس روایت میں نہ صرف
 اس نے بعد اس بیان کے کہ اس سے ہم مراد ہیں اسکی تائید میں یہ ہی فرمایا کہ ہر امام سابق

واجب ہے کہ وہ خلافت خلیفہ لاحق پر پیش فرمادی اور اس کو ہرگز جایز نہیں کہ وہ بعض مکرری طور
 اس کو چھپا دی تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ مقصود اس آیت سے بیان شدہ امر کسی دیگر
 اس میں کوئی ایسا لفظ جو علم قرآن کے تحت نہ ہوئے پر دلالت کرے ورنہ نہیں بلکہ یہ کہ
 صحیح و قوی کتمان پر دال ہے چنانچہ اہل کتاب یہود سے اسکی مصداق ہیں تو اس سے معاذ اللہ
 ائمہ کے دشمنوں کا بروایات حضرات شیعہ کا تین عت مولانا ثابت ہوا اور علامہ مجلسی کو یہ دھوکہ
 شایع تیسری روایت سے بڑھ گیا ہوگا کہ اس میں وقد قالوا ما لارین مذکور ہے تو اسکی جواب
 سمجھا جاسکتا ہے کہ یہ تفسیر لاحسن ہے نہ کاتین کے مگر یہ امر درست ہے کہ جبکہ یہ مقولہ ائمہ کا
 تسلیم ہوا اگر اسکو مانع مع کرمی اور کہی کہ یہ جملہ بعض روایت شیعہ کا اپنی ناسوس نہ رہے
 حفاظت کے لیے تراتا ہوا ہے تو اسوہ علامہ کا یہ تو ہم ہی باطل ہوگا۔ طرفہ تماشایہ ہے
 کہ علامہ مجلسی کو خود ہی اس جملہ کی نسبت یقین نہیں کہ یہ جملہ ائمہ کا مقولہ ہے بلکہ علامہ کے نزدیک
 احتمال ہے کہ یہ جملہ ائمہ کا ارشاد ہوا اور احتمال ہے کہ مولف کے جس سے علامہ نے نقل کیا ہے
 اور احتمال ہے کہ بعض روایات کا اضافہ ہو یہ جہ اس قدر احتمالات قائم ہیں تو ہست لال نہیں
 ہو سکتا ہے علامہ مجلسی فرماتا ہے وقد قالوا ما لارین ^۱ فصل فی الجہ
لما احصلوا كلام المؤلف او الرواة فيتمثل اهل البيت عليهم السلام ^۲ اجابا بقرین محال
 کہ ضمیمہ ہم داعین کی طرف سے راجع ہے اور حضرات ائمہ ہی بقول حضرات شیعہ کے داعین ہیں
 لیکن ہم کہتے ہیں یہ ہے ہر بار سے خالی نہیں کیونکہ جناب امیر نے اپنی شیعہ کے مسابیانہ اعلان
 میں کو کر دہ اور ناپسند فرمایا ہے تو جو امر اسے لعنت کے لہجہ ناپسندیدہ ہو ائمہ کو جناب میں کیونکہ نسبت
 کیا جاسکتا ہے۔ وقد سمعنا اهل الشام ايام حريهم بصفتهم ^۳ انما لک
^۱ وقد قالوا ما لارین ^۲ فصل فی الجہ ^۳ انما لک
 (مشرقی شاعر) کا ہے اور سری نادو کا کلام ہے تو اس صورت میں احتمال یہ ہے کہ یہ میر بیت شہادت راجع ہو۔ ۱۲
 ۱۳ ^۴ انما لک ^۵ انما لک ^۶ انما لک ^۷ انما لک ^۸ انما لک ^۹ انما لک ^{۱۰} انما لک ^{۱۱} انما لک ^{۱۲} انما لک ^{۱۳} انما لک ^{۱۴} انما لک ^{۱۵} انما لک ^{۱۶} انما لک ^{۱۷} انما لک ^{۱۸} انما لک ^{۱۹} انما لک ^{۲۰} انما لک ^{۲۱} انما لک ^{۲۲} انما لک ^{۲۳} انما لک ^{۲۴} انما لک ^{۲۵} انما لک ^{۲۶} انما لک ^{۲۷} انما لک ^{۲۸} انما لک ^{۲۹} انما لک ^{۳۰} انما لک ^{۳۱} انما لک ^{۳۲} انما لک ^{۳۳} انما لک ^{۳۴} انما لک ^{۳۵} انما لک ^{۳۶} انما لک ^{۳۷} انما لک ^{۳۸} انما لک ^{۳۹} انما لک ^{۴۰} انما لک ^{۴۱} انما لک ^{۴۲} انما لک ^{۴۳} انما لک ^{۴۴} انما لک ^{۴۵} انما لک ^{۴۶} انما لک ^{۴۷} انما لک ^{۴۸} انما لک ^{۴۹} انما لک ^{۵۰} انما لک ^{۵۱} انما لک ^{۵۲} انما لک ^{۵۳} انما لک ^{۵۴} انما لک ^{۵۵} انما لک ^{۵۶} انما لک ^{۵۷} انما لک ^{۵۸} انما لک ^{۵۹} انما لک ^{۶۰} انما لک ^{۶۱} انما لک ^{۶۲} انما لک ^{۶۳} انما لک ^{۶۴} انما لک ^{۶۵} انما لک ^{۶۶} انما لک ^{۶۷} انما لک ^{۶۸} انما لک ^{۶۹} انما لک ^{۷۰} انما لک ^{۷۱} انما لک ^{۷۲} انما لک ^{۷۳} انما لک ^{۷۴} انما لک ^{۷۵} انما لک ^{۷۶} انما لک ^{۷۷} انما لک ^{۷۸} انما لک ^{۷۹} انما لک ^{۸۰} انما لک ^{۸۱} انما لک ^{۸۲} انما لک ^{۸۳} انما لک ^{۸۴} انما لک ^{۸۵} انما لک ^{۸۶} انما لک ^{۸۷} انما لک ^{۸۸} انما لک ^{۸۹} انما لک ^{۹۰} انما لک ^{۹۱} انما لک ^{۹۲} انما لک ^{۹۳} انما لک ^{۹۴} انما لک ^{۹۵} انما لک ^{۹۶} انما لک ^{۹۷} انما لک ^{۹۸} انما لک ^{۹۹} انما لک ^{۱۰۰} انما لک

سبب این - تعجب ہے اپنی شیعہ کے لیے تو ان رسبب ہونا ناپسند فرمائیں اور خود اس قدر انان
 ہوں کہ خدائے اولیٰ اس وصف سے ذکر فرمادی یہ ہر حضرت حضرات مدعیان دلا و متسک
 کر زبانی دلائل مقتضائیں تو اور کیا ہے **اقول** اب بعض کا بیان ہے کہ اپنی پیغمبر اپنی
 خاتم المحدثین کے ان شرائط کے نسبت فرمایا ہے کہ باوجودیکہ دلائل شرعی سے ثابت نہیں ہو سکتا
 دوسرے (مگر بعض کے) وجوب اقوال صحابہ و علماء کرام المسبت سے ثابت ہے صحیح مسلم کی کتاب
 الامارت میں باب الاختلاف ملاحظہ فرمائی کہ جناب ابن عمر ترک اختلاف کو ضیاع وقت و مردم کا
 سبب جانتی تھی چنانچہ اپنی اہل عقیقہ وہیں ایسی را منہ صحت کر جب ہمارے ان کی بد پر نگوار بدون
 اختلاف دینا سے انتقال فرمانا چاہتی ہیں تو نہایت ہی بدین ذریعہ سے اپنی باب اور امام
 وقت کو نصیحت فرمائی بخوف طوالت نقل عبارت نہیں کرتے آپ دیکھ لیں کہ وہ اختلاف
 کو نہایت ہی ضروری سمجھتی ہیں اور اس کی ترک کو عین تضییع و فساد مردم جانتی تھی اور اس کی تارک
 اوس امر سے مشابہت دی ہے کہ شتر و غنم کو جمل چوڑ کر کہیں چلا جائے غور فرمائی کہ آگے
 خاتم المحدثین جو اہل عقیقہ کو مخالف عقل و نقل فرماتے ہیں کیا حضرت ابن عمر کے شائقین ہی ہیں
 ہی فرمایا کہ یا خاتم المحدثین صحابہ صحیح مسلم ملاحظہ نہیں فرمائی تھے۔ **اقول** بحوالہ قوت
 جبکہ ہم دلائل عصمت کا ابطال استیصال کر چکے تو اب کو کچھ ضرورت نہ رہی کہ ہم ابطال دلائل نص و
 فضیلت میں اپنا وقت گران ہائے نفع کریں کیونکہ جب عصمت ہے باطل ہو گئی تو تمام امامت ہی
 اصولاً و فروعاً باطل ہو گئی تو یہ ستر اہل فضیلت و نص باطلہ کے ابطال کے کچھ حاجت نہ رہی
 لیکن ناظرین مناظرہ کے رفیع خیال اور اپنی محبت بیس کے مزید اطمینان کے لیے ہم اس طرف
 ہی متوجہ ہوتے ہیں اور مختصر آگذا رشتہ کرتے ہیں چونکہ ہماری محبت کے عادت ہے کہ مسئلہ کے
 وقت اپنی دعویٰ کو تسلیم لادیتے ہیں مدعا کچھ ہوتا ہے اور دلائل کچھ لاتے ہیں اس لیے مناسب
 کہ ہمارے نسخہ مجمل بیان کریں اور ناظرین اوراق اور پھر محبت کو یاد دلائل میں کہ کچھ دعویٰ ہے
 اگر دلائل اس کے مطابق ہوں تو اہل بیتہ قابل التفات ہوں ورنہ لائق توجہ ہی نہیں سمجھو جائیگی

میں صریح ہو کر اس جگہ بارہ الزام ہے۔ نتیجہ میں کہ ہر نفس فیہایت ہو سکتا ہے۔
 کہ اگر اس کے ہر نفس و فطرت میں صحت ہے کہ تشریح اگر نفس فیہایت ہو تو اس میں باطل ہے۔
 اہل سنت کہتے ہیں کہ عیسائی اور یہودی پہلی صفت تشریح ہیں۔ اس صریح نفس و فطرت میں صحت ہے۔
 عصمت سوائی انبیاء کی کسی تشریح میں نہیں ہوتی جائے سن و فطرت کا تحقق ہو سکتا ہے۔
 لیکن اگر ایسا تحقق ہو تو یہی بات تحقق ہو سکتی ہے ہماری حسب جگہ اور اس کی انبات کے مدلی
 ہیں کہ ہر تشریح نفس کو ثابت و مابین در اس کو امام کے لیے جگہ کا اعتقاد ہے کہ دلائل قطعیہ
 ہم ہر چاہتین تو بس غلط و دعویٰ عجیب و غریب ہے کہ اس کے یہی تشریح اس کے مدعا و مذمت ہے
 کی تشریح صریحی اگر اس میں جیسا کہ تو اس است و مذمت سے منع ہوگی اس کا کو اپنی عافیت میں
 محفوظ کہہ کہ ہماری کہ اس میں نہیں کہ جب یہ پسند آگئی نزدیک اصول بلکہ اصل اصول میں
 میں یہی تو اول واجب تھا کہ اس کی انبات کے مدلی و دلائل قطعیہ ہیں کہ اس میں صحت
 جسد اپنے دلائل ذکر فرمائی ہیں اگر ان کی غلطیوں اور مفاسد سے جو مسئلہ متنازعہ ہے مابین
 جاری کرنے سے لازم آتی ہے جو چشم پوشی کیجادی اور فیہایت محال ان کو صحیح تسلیم کر لیا ہو کہ ہماری
 مدعا کی مثبت نہیں ہو سکتی بلکہ قطعی مدعا و دلائل غلطیہ سے کہ وہ ثابت ہو سکتا ہے کہ ہر تشریح قطعاً
 اس سے کہ انکا مدعا قطعی ہو یا غلطی اس قدر تو ضرور ہے کہ دلیل اس امر کو ثابت کری کہ در صورت
 تحقق نفس کے عدم تحقق اسے ہوگا۔ آپ وراثت کہ انکی کو کسی دلیل میں یہ دلائل مدعا
 یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ اگر نفس نہ ہو تو اسے تحقق ہوگی۔ اب میں نفسی طور پر دلیل دلائل
 بحث کرنا ہوں بعوض الصفات سببی۔ دلیل اول صحیح مسلم کی کتاب الامارۃ سے جو اب
 عمر بن الخطاب کے قول کا حاصل نفس کر کے اس سے اس مدعا پر پسند لاکر کیا ہے بالکل غیر مفید
 مدعا ہے اور غلط کیونکہ ابن عمر سے اس کے قول سے انکا مدعا و سبب ثابت ہوگا جبکہ آپ یہ نہ
 فرمایا کہ جو خلافت و امامت بلا نفس کے اختلاف واقع ہوئی وہ انکی نزدیک باطل ہے اور دلائل
 کہ خلافت خالیہ اور خلافت الیہا بن عمر سے اس کے نزدیک بد نفس واقع ہوئی بلکہ اولی کے ہے

بهر عبارت تجزیه می یکنه سوّم که خلافت از خطی است و نفوس بی آدم مجبور به انجام هوا و شیطان
 در بنی آدم جاری مجری آلام چون خلافت برای شخصی مستقر شود احتمال دارد که جویش گیرد
 در مفاصل خلافت بتادون طریق بعمل آرد و عزرائیل خلیفه راست مرحومه اش باشد آخر ترک
 اختلاف دی و این احتمال کثیر الوقوع است نمی بینی که بادش بان همه الاما را الله درین
 همگی گرفته اند و میشوند تا وقتیکه این احتمال برانداخته نشود بوعده آبی یا بر صافی که نزدیک
 حصول آنها جوهر تبادون متنوع عادی گردد - وطن قومی بعد از قیام خلیفه با برکت بطور رسا
 اختلاف چنین شخصی خیر محض نباشد و نفوس بی آدم تا بامت او اطمینان پیدا نکنند و یک
 مرشد شایق گردد و بی ایشان در طریقه باطن متجمل که در علم دجال خود غلط کرده باشد و دیگران
 بعضی قرائن متمسک شده همان غلط را رواج داده باشند و اما الحسن - بیت اسی بتایید
 آدم دوی است پس بهر دست نشاند و دوست و تا اعتماد بر علم دجال شخصی بحدت مستفیض
 صادق و مصدوق و اشارات او حاصل نشود کار تمام است بفرقت کامله تا آنکه ثبوت
 بصاحب آن داشته باشیم منفس شایع و اشارات او انتزاع بقدر حاجت - اس عبارت کوتاه از اشارات
 سه ملاحظه عجیبی جیسی که اس سے نفس کا جو ب ثابت ہوتا ہے و دیسی ہی عصمت خلیفہ ہی ثابت ہے
 بعارض خوف طوالت ہم اس کے الفاظ پر لبط و نشاط سے بحث نہیں کرتے اسقدر اشارہ
 کافی سمجھتے ہیں۔ **اقول** اس دلیل کو بھی عاسی کہچہ ربط نہیں ہے - اور بیان ہی اپنا
 مدعا پہنچا - جو نفس کہ عبارت منقولہ از انہ اعقاسی مفہوم کو مستنبط ہوتی ہے اگر وہی نفس
 حقیقہ علیہ جناب مجیب در ادراک ہم مذکور ہی تو مر جبا بالوفاق لیکن یہ نفس ہی جو آیت سورہ
 نہ وعدا للہ الذین آمنوا منکم اور حدیث ان تو مروا بالکمر اور اسکی امثال سے ثابت ہوتی ہے
 در نیز یہ وہی عمودہ خداوندی ہے جسکی احتمال اتباع ہوگا استیصال کر دیا اور وقوع جوہر
 نادون کو متنوع عادی بنادیا اور یہ نفس و اشارات وہ ہیں جن کو صرف تحقیق خلافت
 استخراج ہونا ہی نہ انقطاع اور یہ نفس و اشارات متعدد اشخاص کے در سطح ہی ایک وقت میں

شہر انوار فی شرح تفسیر کاشانی

بداندین قسدم تا قدر متنع نہیں ہیں اگر آپ اسکی قائل ہوں تو یہی ہر امر کو کچھ ترس میں
 اور اگر نفس متنع علیہ سامی جسکو انبات کا دعویٰ کیا گیا ہے یہ نہیں ہے بلکہ وہ نفس جلی ہے جو
 علماء قوم ائمہ اثنا عشر کو واسطہ دعویٰ کرتے چلو آئی میں نواہ کو استراط کو اس دلیل سے پاک
 دلیل سے ثابت فرمائی میں اس سے حال سے یہ تن حیرت ہوں کہ عجیب بسبب نے انہی کو کلمہ
 فارسی خوان تو ضرور ہر تسلیم کیا تھا کیوں اس سے حال سے تو اس دعویٰ کے یہی ثبوت میں تردد فرما
 ہے۔ کیونکہ اگر فارسی خوان ہوئے تو کیا اس عبارت کا بھی مطلب نہیں سمجھ سکتے تھے کہ جسکا
 سہل لیاخذ ہوتا مثل نوز روشن ہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر انکی سامنی کسبئی یہ عبارت پر کیا سناوی
 ہوگی آپ لفظ نفس کے سنکر کمال شہت میں ہی سمجھ لیا کہ بس ثبوت نفس میں حجت قاطعہ ہے
 اور ختم کے سامنی میں ہی کر دیا۔ اسوس کہ آئینہ بسط و نشاط سے اس عبارت کے الفاظ پر بحث
 نہیں فرمائی۔ پر جبکہ آپ اس عبارت سے نفس کو جو سکا سوق اہت نامت نہیں کر سکا
 تو عصمت کو تو کیا ثابت کر سکی۔ **قول** اور سامنی مقصداً اول کے اصل مقصد دوم
 سند نخستین صفحہ ۷۴ مطبوعہ مطبعہ کورہ من یہ فرماتے ہیں دلیل اول استطراد ادب
 کہ در باب فتن ادب میکند دلالت ظاہرہ دارد بر آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 دلائل آتیہ تقریر فرمودہ سب در واقعہ رابطہ فی ادا کردہ کہ رضائی خدائے یا سخط بان
 مفہوم شود چون این مقدمہ رہنماییم بعد س قوی یثین می نمائیم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 خلیفہ اول دانی و مالک کہ مرزوبک بودند در اختلاف قوم در اختلاف ایشان فتنہ برکاب
 کار با عظیم شتم تا فتح فارس و ہمہ بخیر و لہت یثین فرمودہ اند عاقل نہ اند بخیر کہ اگر ہم مانت اگر کو
 و زمانہ در جریہ تمام نمائید بجانک خدا تعالیٰ عظیم استہر بقدر حاجت یہ دلیل بعینہ ہی ہم پر سکا دل
 شمع ص ہو میں بیان کرتے ہیں از حضرت شاہ صاحب اس دلیل کے بار ہی ہی تقریر سے افکار
 بعض الفاظ را کہ اپنی فرسہ زیادہ کی میں اور بیانی مطلق خلیفہ را کہ خلفائے راشدہ کا مخصوص نام کہ
 اصل یہ ہے جو کہ کہتی ہیں کہ جناب رسالت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی اس پر بسبب

و عطف رکعتی تھی کہ احکام خبریہ و مسائل فروعیہ نہایت تشریح و تفصیل سے بیان فرمائی تھی کہ
 آپ کی مصاحبت و حورو توشی مبارکت بلکہ بیٹا نکاح کو آداب پر واقف فرمایا کوئی مسلمان کہ
 جو نیز کر سکے جو حضرت بابینہ شہقت و رافت ایسی اہم بات کہ کہ امت کے جمیع صاحب روح دینی و دنیوی
 اوس سے وابستہ ہیں چل چوڑ دین اور اوس پر نفس نفرا دین اور امت کو سزا و اللہ عجلہ اختلاف
 و تنازع و تباہی دین **اقول** ۱۲۴۱ عری سلمہ مجتبیٰ جو اس جگہ عبارت از اللہ
 سے نقل کی وہ بالکل بے سود و کیونکہ ثبوت مدعا مجیب سے اس کو کچھ تسلی نہیں مگر ان خصوص حضرت
 صاحب از اللہ اختلاف سبب اس بحث میں تفریح فرما چکا ہیں ہمیشہ از شروع و در تقریر ان کلمہ است
 مدعہ کہ ترقیب و اطلاق تقریب ان مسائل بروقت و موقوف است دآن کلمہ است کہ مراد از این
 خلیفہ کہ بوجوب و لزوم ان زبان میکشایم نہ آنست کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نزد ایک با
 خود مسلمانان را جمع فرمایند و بیعت ان خلیفہ امر نماید انہ اس سے صاف واضح ہو کہ وہ
 فعل حکما و دعوی کیا گیا ہے وہ مراد نہیں اور وجہ اس کی بحضر سلطان کے اور کوئی نہیں اور طیار
 جب دفاع آیتہ کی تقریر فرمائی جس سے رضا یا سخط خدا شومی او کو ساتھ مضموم ہوئی تو وہ
 خلافت حقہ حسین اختلاف کے سبب فتنہ کا اندیشہ نہ تھا اور پڑی بڑے اعلیٰ درجہ کی
 کاموں کے درمجموعہ ہونے کا خوف تھا اولی دامن بالیان ہو بہ نسبت اوس خلافت کے
 کہ حسین یہ اندیشہ نہ تھا بلکہ اوسین خود اختلاف واقع ہو نیوالا ہت اور اوس اختلاف
 پر بھی تسلیم فرمادیا اور یہ تقریر و اطلاع بطور کشف واقعہ اور بطور اجابہ یا غیب واقع ہوئی
 تو یہ غلط ہے کہ بیجا می مطمئن خلیفہ کے خلف و ائمہ کو ذکر کیا کیونکہ حضرات خلف و ائمہ رضی اللہ
 عنہم کے ذوات مقدسہ کے ساتھ وقائع عظیمہ متعلق تھی کہ حسین کوئی ان کا شریک نہیں
 ہے اسلیں بالخصوص ان کا ذکر کیا نہ کسی دوسری وجہ سے باقی رہا یہ کہ یہ دلیل حضرت
 شیعہ کے تقریر سے اخذ کی گئی ہے اور کچھ الفاظ کم و بیش کی گئی ہیں سوال انصاف چھوڑتے
 اول سے آخر تک کتاب از اللہ الحقا کا مطالعہ کیا ہے اور حضرات شیعہ کی تقاریر علیہ ان کی

نہیں نظر میں معلوم کر سکتی ہیں کہ ابتدا و حدوث یہ سب شیخ سیاحین و زہری کو اس مذہب کے
 علماء نے صحابہ نقیہ کا چہرہ نہ سب سے اوٹھا کر طریق کلام کو جاری کیا آج تک کلمہ حق
 علماء مذہب سے بیان معانی کتاب و سنت میں باہین خرابی و سلبی کوئی تقریر نہیں ہو
 اگر کوئی ہو تو مجیب البیب ہی نام لینے علاوہ اسکی ابتدا و زمانہ خلافت خلفاء و ائمہ دینی
 عہد میں جناب خداوند ہی کے ہم شریک رہی اور ہی کی موافق مسائل فرماتی رہی۔ دینا قرآن
 جو تم تک عظم و ثقل اکبر ہی پر وہ نقیہ میں یہاں چھپا یا کو بخیر آمد کی اور کو نہ کہیں پڑا نہ کہیں
 دیکھ اپنی زبان خلافت میں ہی نقیہ کے وہی حالت رہی اور بعد اسکی تمام ائمہ علیہ السلام بعد گوئی
 حضرت ہی کی قدم بقدم چلی آئی ہمیشہ تقاریر علیہ اور مسائل دینہ موافق اس سنت کے
 بیان کرتے چلی آئی پھر اگر یہ اکابر اہلسنت سے اخذ نہیں کیا تو کہاں سے آیا اپنی مفسرین کے
 کہ عموماً علوم مختلفہ کے بیان میں شیخین حسن و فیو من اہلسنت میں تفسیر صافی کو دیکھیں کہ اسکی
 مسنف نے اس بارہ میں اپنی مفسرین پر یہی شیخ فرمائی تفسیر جامع البیان جو نہایت
 معتبر تفسیر میں سے ہی ایک صفحہ اسکا آپ پڑھ لیں تو میری قول کے مصدق ہو جائی
 اگر زیادہ تکلیف گوارا ہے سامی ہنو تو ساتھ اسکا تیب ہی دیکھ لیجی کہ فاضل اجل مرحوم مولانا
 حسین ابراہیم کس درہ نگیز انوس کے ساتھ فرماتی ہیں صحیح ہے ابراہیم عبارت مکتوب سے کہ
 سبب عدم مہارت فن حدیث حقیقت الامر را در ادراک نکرده بکاسہ لمسی عامہ پر داقتہ اند
 و منشایں امر غیر از قلت استعداد و در فن حدیث شریف چہری دیگر ملحوظ نیست جبکہ علماء
 اہل شیعہ باعتراف خود ہمیشہ کا سبب اہلسنت ہی تو بڑی شرم کے بات ہی کو شاہ صاحب
 رحمۃ اللہ علیہ پر چھوٹا الزام اخذ دلیل کا لگاتی ہیں اور کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتی اور اپنی
 علماء کی حالات کو محاذ نہیں فرماتی۔ بیشک ایک حلالی ہے کچھ نام سے لیکن جو دلیل مجیب
 بسبب ثبوت نفس میں بیان فرمائی اور اگر اکابر بڑی افتخار کے ساتھ ثبوت اس امر
 میں بیان فرماتے چلے آئی ہیں کہ سب سے اوٹ کی تردید اور اسکا جواب ضرور ہے پس واضح ہو

کہ حضرت شیعہ کو مثل مشہور القرآن تیشب ایک حلیش جب کوئی دلیل ثبوت مدعا میں نہیں
 پہنچتی تو ایسی ایسی دلیلوں سے ہی اپنا دل خوش کر لیتی ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ جیسا
 مدعا ہوتا ہے اور کون سی دلیلوں کی ضرورت ہوتے ہے جبکہ امامت اور اس کی شہادت
 موقوف علیہ اور اصل اصول دین میں تو کیا اور کما ثبوت ایسی ایسی دلیلوں سے جو محض
 خیالی ہیں اور جس کو تائید کسی کتاب و سنت سے نہیں ہوتی بلکہ بالعکس کتاب و سنت
 سے ان کی تکذیب ہوتی ہے ہو سکتا ہے ہرگز نہیں قطع نظر اس سے بہرہ دلیل خود مستدل
 منقلب ہو کر حق تعالیٰ نے کلام مجید میں جسکی محافظت کا وعدہ فرمایا اور اکمال دین کا
 مشرود سنایا اور اصول دین میں سے کوئی چیز ایسی نہیں جس کو حق تعالیٰ نے بیان فرمایا ہو
 بلکہ فروعات فقہیہ عبادات و معاملات میں سے صوم و مسلوۃ و حج و زکوٰۃ و نکاح و طلاق و بیع
 و شرا و عہد نکاح و غیر ذلک بیان فرمائی تو باوجود اس رافت و رحمت کے کہ خداوند تعالیٰ اپنی بندوں کو
 سناٹہ ہی کوئی مسلمان کیونکہ بخیر کر سکتا ہے کہ حق تعالیٰ کے فروعات کو تو بامین اہتمام کر
 سکتا کہ یہ بیان فرمادی اور ایسی ہی اصل اصول دین اور اہم لہامات کو دلیل جوڑی جسکو تہ عباد
 تمام مصالح دینی و دنیوی منوط ہوں اور مسند عباد کو متنازع و تشاجر میں ڈال دی
 بلکہ علامہ فرمودہ دین کے مشلین اور بڑی قصی ہا کہ متشاہات تک فراموشی اور اصول دین
 چھپا رکھی اور نفس فراموشی اور تارک واجب ہو۔ سبحانک ہذا بہتان عظیم۔ تعجب ہے کہ حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کے نعت و رشتہ کتب سابقہ میں خداوند تعالیٰ نے خبر دی اور حضرت
 عیسیٰ علیہ السلام نے توصات نام ظاہر فرمایا چنانچہ ارشاد ہے۔ وَ مَیْتَرَا بَرَسُوْلَیْ اِنِّیْ مِنْ رَیْسِ دِی
 اِسْمَہَا اَحْمَدُ۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ کا خلیفہ راشد جو ابیا و رسل سابقہ سے متصل ہے اور اسکا کبیر
 ذکر نہیں فرمایا حالانکہ عباد کا ایمان اس پر موقوف تھا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اصول
 دین ہی ہیں کہ انہیں روز خود خداوند تعالیٰ ہی اپنی کلام میں نص فرماتا۔ معہذا ہم کہہ گئی ہیں
 لے دویم ایک کہ اس میں پس چھپا ہوا ہے۔ ۱۱۔ اور بخیر دینی والا رسول جو ایک میری عجیبی نام اسکا اسم ہے ۱۲۔

کہ اگر امت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم پہنچا دیا اور عہد امت کو بالائینہ شفقت بہت
 اختلاف و تشاجر میں ڈال دیا اور یہ کچھ اسی نتیجہ نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نام بنام نفس فرمائی اور کہتے کہ میری بعد فلان اور اس کے بعد فلان خلیفہ و امام ہی بنے گا
 خداوند تعالیٰ اس میں کمال شکیں ہوا اور ممکن اس کا عہدہ فرمایا اور حضرت رسالت ہوا ہی
 صلی اللہ علیہ وسلم کو کمال و کمال کا حسب وعدہ خداوندی جو خلافت و ارفع ہوگی و وحی ہوگی
 اور مہاجرت پر ہوگی تو آپ کو کچھ حاجت نہ رہی کہ آپ خلافت پر تفضیل خاص
 فرما دیں لیکن آپ نے خلفاء و ارکان کی اوصاف اور مدت خلافت کو صریحہ اور شریعتاً بیان فرمایا
 اور سب سے آخرین بطور ہدایت یہ کیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی قائم مقام
 امام صلوات سطر فرمایا بعد وفات سرور کائنات علیہ افضل الصلوات و السلامات کہ بعد ازاں
 خداوندی نے جملہ ظہور پیکر اور خلافت موعودہ بر روی کا رآئی اور ممکن دین رضیہ حاصل
 ہوئی تو اب اس سے جو کچھ وہی عقل ہی سلوم کر سکتا ہو کہ نفس ہونے کی صورت میں
 کس کا احتمال باقی رہا اور کون کونسا خلف و تشاجر ہو کر جس میں است کو ڈال دیا تا آخر وقت چرک
 اندیشہ کو تو خود خداوند تعالیٰ کے ہر وعدہ و صادق نے بیچ دین سے اکھاڑ دیا تھا بلکہ اگر
 بقول شیعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس فرمائی تو باوجود اس شفقت و عظمت و رافت جس کے
 چہرہ مرحومہ کی حالت پر مبذول تھی تمام امت کو جس کو سالہا سال کے محنت و مشقت میں
 حرج کی اذیتیں اور ہتھکڑیاں لگائی تھیں اس نفس کے بدولت و رطبت و ضلالت میں اندھا ڈال دیا
 اگر یہ نفس نہ ہوتی تو کیوں لاکھوں آدمی کفر میں مبتلا ہوتے۔ کیا توحید و نبوت و معاد کا
 اعتراف کا فی نہ تھا سب سے جبر و مفاسد کو یہ نفس متضمن ہے ترک نفس ہرگز نہیں جائز
 نفس ہر کسی میں ہے یوم عذیر ختم فرمائی یا کوئی اور اس کے نفس ہونا تو ظاہر ہے اور اگر کوئی اور ہو
 تو لایہ پیش کبھی سلامہ الدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالائینہ رافت و رحمت
 نفس فرمائی ہوگی لیکن کیا فائدہ ہوا جبکہ خداوند تعالیٰ نے ان کو ممکن نہ فرمایا اور اپنی دلیل کو

جو لطف تھا اپنی دہر سے نہ اوتا را تو جو امور دینی و دنیوی اوسکی ساتھ وابستہ تھے وہ کیونکہ
جس میں موٹی اور نیر نص سے کیا فائدہ ہو اچانکہ امام نے غائب ہو کر باوجودیکہ تمام منافع دینی و دنیوی
اوسکی ساتھ وابستہ تھے سب کو خاک میں ملا دیا اور امت کو عمدہ اختلاف و تنازع دلت بر سین ڈال دیا
کیونکہ کوئی شخص جبکہ ذرا دین اسلام کا محاط ہو گا وہ ایسا کہہ سکتا ہے عملہ ان سب کے جاری محبت
نزدیک اگر قطع عورت تنازع رض ہے پھر پھر تہا تو یہ بھی بدانتہ غلط ہے کیونکہ جو تنازع دلت جو
و کاذب و تجاہد و بارہ رض فرق شیعہ میں عموماً اور امامیہ میں خصوصاً واقع ہوتا ہے اوسکو کیونکہ
بر اختیار آیت و کفر اللہ المؤمنین القتال زبان پر جاری ہوتی ہے۔ اس کی صاف ظاہری
کہ اگر واقعی رض ہوتی تو یہ اختلاف و تنازع جو نظر میں نہ کی ہی اختلاف و تنازع سی بدرجہا برکری
واقع ہوتا تو معلوم ہوا کہ یہ باتیں تراشی ہوئی ہیں پس۔ اگر خوف لظول نہ ہوتا تو اس اختلاف
کو مفصل بیان کرتا لیکن چونکہ حواقع و حقائق و سیف مسلول وغیرہ میں شرح و بسط نہ کر سکا دل
چاہی وہاں دیکھ ہی **قوله** اگرچہ اس عبارت پر بہت کچھ گفتگو ہو سکتی ہے مگر خیال
اختصار و عزم بصر کے اس قدر گذارش ہے کہ باوجودیکہ خلیفہ رابع ہی خلفاء اہلسنت کے خلفاء
راستار ہیں اور دیگر خلافت بھی مدت سی سالین ہو واقع ہوئی مگر حضرت شاہ صاحب کے کمال
تورم اور دیدین محض خلفائے ثلاثہ کا ہی ذکر کیا ہے یہ بھی قابل غور ہے تمکنت لا یؤخر المہیت کی یہی
معنی ہے۔ **اقول** یہ تو اپنے اپنی ہی حق میں بہت اچھا کیا کہ اس عبارت پر بہت
شکوک نہیں فرمائی کیونکہ جقدر زیادہ گفتگو فرمائی اوسقدر اپنی استعداد و لیاقت کی زیادہ تر
ہستی سوا کسی پر کچھ احسان نہیں۔ باقی رہا شاہ صاحب پر خلیفہ رابع کے نزدیک کرینکا
الزام یہ محض عدم فہم و وسوسہ ہی ظاہر ہے کہ خلافت رابعہ کے حقیقت متفق علیہ ہیں
فہم نہیں ہو سکا بیان کرنے کی کچھ ضرورت نہیں اثبات اگر مقصود ہے تو خلافت تہا تہا تہا
ہے جو مستلزم نہیں ہے سوا اچھا بیان کرنا ضروریات ہے اگر ایسی حواقع میں خلافت رابعہ کا
انکبار جاوہی تو جبکہ اوسکو خلافت حقہ تسلیم کر لیا ہے تو ہماری شک و دوا میں کچھ قصور

واقع نہیں ہو سکتا اگر آپ مدعی ہیں تو وجوب ذکر کو کسی دلیل عقلی یا نقلی سے ثابت لیں
 وہیات سے موقع ہستہ دل میں کام نہیں پاتا۔ اور نیز بیان کرنا اس امر کا معقول ہوتا ہے کہ
 خداوند تعالیٰ اخذات واقع ہوتا تو اجماع ہیات دینی و دنیوی کو یہ خلاف قیاس متضمن نہیں
 فتح دوم دوسرے وغیرہ مما یک اور شیعہ و علم اسلام کے دو سب و دہم و برہم ہو جاتے ہیں جو کہ یہ
 خاص خلاف نہایت کثرت ہے کہ یہی اسلی وہ اس بیان کے بعضی میں تو انہیں کا ذکر کیا گیا
 علماء دین ہم اہل روایات میں بہت جگہ و کجتر ہیں کہ صرف جناب امیر کا ذکر ہوتا ہے
 اور باقی ائمہ کا نہیں ہوتا تو کیا اس سے ہستہ دل ہو سکتا ہے کہ حضرات کو ائمہ باقیہ سے بعض تھا
 قرآن شریف پر جو تفسیریں بعض مواضع میں بعض ائمہ کا ذکر فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کا ذکر نہیں فرمایا بہتر بعض ائمہ کا ذکر نہ کیا اور بعض کا ذکر ترک فرمایا چنانچہ ارشاد ہے
 منهم من قصصنا علیک منهم من اقصص علیک حالانکہ وہ یہی ائمہ تھے اور نہ صرف ان کا
 ذکر کیا تو اس سے حسب قاعدہ خود کیا کچھ ہوگا۔ یہ حضرت ہی کی مشافروہ دانی ہے کہ ترک ذکر کو
 دلیل بعض کے قرار دینے میں اور بلا دلیل خلاف ولادت کا کہتی ہیں۔ **قول** اور نیز اس کا
 اہم الہامات ہونا ہی اس عبارت سے ثابت ہے جس کا شاید آپ کو انکار ہو۔ **اقول**
 جبکہ آپ میری انکار میں شک متردد ہیں تو کچھ ضرورت نہیں ہے کہ اس کا جواب لکھا جاوے
 بلکہ چونکہ یہ شک نہیں محض خیال ہے اس لیے ہم آپ کو آپ کی غلطی پر متنبہ کرتے ہیں کہ اس سے
 جاری اور آپ کی مسئلہ امامت میں یہ اخذات ہو کہ آپ اس کو اصول دین میں سے مثل فریضہ
 و نبوت کی سمجھتی ہیں اور ہم شروع دین میں سمجھتی ہیں اگر اس کی اہم الہامات ہوتی کا انکار
 تو این عبارت کے یہ مسئلہ اصول میں سے نہیں ہے اور اس عبارت سے اس کا ہرگز اصول دین میں
 ہونا ثابت نہیں ہوتا اگر آپ اس عبارت یا کسی عبارت سے امامت کا اصول دین سے ہونا
 ثابت فرماتے تو بجا ہی خود ہوتا ورنہ صرف یہ فرمانا کہ اس عبارت سے امامت کا اہم الہامات

ثابت است که این پیرینی که کاتب نے محل نزاع سے مجاہد فرمایا ہے حق ہے اور سنی اور فصل
 مقصد مقدمہ میں بصرفہ عکس یہ عبارت مرقوم ہے دتیل ثانی ہر کہ کتاب فضائل انصاریہ را
 از اہول خواندہ باشد و فن معرفت الصحابہ را متبع نموده باشد ابستہ میداند کہ آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم در حق پریمی از اصحاب خود داشت و برخاست بان حضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم داشتند نفس رانی فرمودہ است و کلمہ کہ مرآت حاصل عمر او تازند بود بزرگان
 شریف جاری شد و این قصص بیرون از شمار است ہر گاہ برای ہر کسی کلمہ روان ساختہ
 ہر کبار اصحاب خود در زمان حیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ دیر کشید و بود و نہ بعد
 دی صلی اللہ علیہ وسلم تحمل عبارت خلافت نمودند چہ نفس رانی فرمودہ باشد و خلافت
 ایشان از دو حال بیرون نیست یا خیر است یا شر اگر خیر است بہترین جمیع خیرات است
 من سن سنة حسنة الاسلام کان لہ اجرہا واجوز عمل بها این بزرگواران را
 مثل اجور جمیع صحابہ بن جوہر جمیع آنکہ بعضی ایشان بہتہ شدہ اند حاصل است و اگر شر است
 بدترین شر است زیرا کہ دین محمدی را بہم زدند و امام معصوم را رسانیدند بہر تقدیر آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم امور خیرہ اصحاب خود را کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بان متصف
 شدند بیان فرماید چہ امر عظیم الاما الی الخیر و اما الی الشر بیان فرماید اگر خیر است لطف
 خدا کے تعالی و اوست حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تقاضا مینماید کہ بران
 خیریت مطلع سازند تا مردم آن خیر را خیر دانند و بان اہتمام نمایند و اگر شر است لطف الہی
 و اوست حضرت رسالت پناہی تقاضا مینماید کہ بد شریت آن مطلع سازند تا مردم آنرا
 شر بدانند و حجتہ اللہ بر ایشان قائم شود اگر نوع ثانی می بود آن نیز بیان امر خلافت است
 و نوعی از تعیین خلفاء اگر فلان فلان بخلافت حقیقہ نیستہ و حقیقہ غیر ایشان است پس بعد
 است تقریر بہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در حکم بر احوال صحابہ دلالت طہرہ دارد کہ خلفاء
 بیان فرمودہ است و تعیین خلفاء بوجہ اتم کردہ است انتہی بقدر احتیاجت سیدہ تقریر چہ خلفاء

و جوب نفس کے بارہ میں حضرت شاہ صاحب نے فرمائی ہے نہایت ہی متین و لطیف ہے اور تحقیق
و تدقیق کی داد دہی ہے خلفا پر وجوب نفس کو خوب ظاہر کرتے ہے چونکہ ہمارا مطلب ہے کہ حضرت
اسعدیہ کے کہ غلیفہ کا مقصود صلیہ ہونا واجب ہے اور میرہ شاہ صاحب کی اس دلیل سے بخوبی
و واضح ہے کہ لہذا اس باب میں کلام کر شارح علیہ السلام نے خلفا و ملتہ کی صحبت و خلافت میں شہر
فرمائی یا سلطان خلافت میں آدمی کو صحت خلافت میں فضول معلوم ہوتی ہے اقوال
یہ دلیل ہی جو ہماری مجببے ازالہ اشکاف سے نقل ہے کہ آدمی مدعا سے خبر مربوط ہے بیان ہی ابو
مدعا یاد نہ حضرت آپکا مدعا اشتراط نفس کا اثبات ہے پہر پرہ خدا و خداوندی کی اداس
عبارت میں اشتراط جس جگہ سے معلوم ہوتا ہے انصاف کی آنکھوں پر ایسی ہی آواز ہوتی
اول تو اس عبارت سے وجوب نفس ہی ثابت نہیں کیونکہ نفس متنازعہ فیہ کی اثبات
یہ عبارت متضمن نہیں ہے اور جس نفس کو یہ عبارت متضمن ہے جسکو ہمارے مجببے ایسا
مستدل قرار دیا ہے وہ متنازعہ فیہ نہیں ہے اگر یہی قیاس وجوب نفس متنازعہ فیہ میں جاری
کرین اور یہ مقصود ہے کہ اسی دلیل سے وجوب نفس متنازعہ فیہ ہی ثابت ہے جو غیر مسلم ہی
بلکہ ہم کہتے ہیں کہ وجوب نفس متنازعہ فیہ کو یہی دلیل مانع ہے کہ گیر کہ جب نے قول اللہ سلیمان
و علیہ السلام نے بیان و دفاع داد و صاف بجا ہے بوجہ بیان فرمایا اور ہر ایک سستی کی آواز
تعلیق ہے خبر فرمادی تو اب نفس متنازعہ فیہ کے کچھ حاجت نہ رہی۔ ایدیز نیم ہی یاد رکھیگا
کہ آج کے نزدیک وجوب نفس میں وجوب علی اللہ ہے جسکی اہست و سخت و شکر و مخالفت میں دلیل
ایک اثبات ہے بلکہ کہیں سے یہ ہذا اگر وجوب نفس بغیر من محل ناب ہے ہو تو مستند
کی ثبوت کر یہ مستند نہیں پس ثبوت اشتراط میں اسکو پس کرنا قلت تو بر میری ہی ہے۔ قطع
اس سے یہ دلیل تشاع ہے جو اثبات اصول میں کار آمد نہیں ہو سکتی۔ لیکن جس مدعا کے اثبات
یہ حضرت شاہ صاحب نے ذکر فرمائی سوا دل تو وہ اصول میں نہیں ہے جہتہ و لائل افاعی و ثبات
ذکر فرمائی ہیں وہ سب بطور مودیات کی اداس دلیل کے ذیل میں واقع ہیں جو قطعی طور پر

قرآنی سے مدعا کو ثابت کر رہی ہے لیکن وہ مدعا آپکی مجلس میں داخل بعید ہے۔ فی الواقع یہ تقریر
 بلکہ تمام تقاریر جناب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت میں و لطیف میں اور تحقیق حق کے
 راوی ہیں۔ ع۔ والفضل ما شہدت بہ الاحلام لیکن آپکو کچھ مفید نہیں چنانچہ
 گذارش ہو چکا **قول** کہ تاہم اس قدر لکھنی سے باز نہیں رہ سکتی کہ ایسی دلیل سے خلافت
 خلفائے ثلاثہ کی صحیح معلوم نہیں ہو سکتی کیونکہ انکا غیر مخصوص علیہ ہونا ایسا واضح ہے کہ
 آپکی خاتم المحدثین تکلف میں اسکا اقرار کر لیا ہے چنانچہ باب ہفتم تحفہ میں وہ یہ تحریر فرماتی
 ہیں زیر کہ خلفائے ثلاثہ نہ مصلحت نہ معصوم نہ مخصوص علیہ دو فضیلت ہمگی کس بحث بجا آ
 پس جبکہ ضلیفہ کا مخصوص علیہ ہونا آپکی خاتم المحدثین کے والد ماجد کی دلیل سے ضروری ثابت
 ہوا اور یہ خلفاء المہدست کے ہی حسب اقرار صاحب تحفہ مخصوص علیہ نہیں تو انکی خلافت
 صحیح نہ ہی **قول** اسی حضرات اہل انصاف و زہاد ہی مدعی انصاف مجیب کے اس
 دلیل کو جو ابطال خلافت خلفائے ثلاثہ مندرجہ فرمائی ہے ملاحظہ کیجئے اور اس کو آپکی غور فہم
 عزیزت علم اور مرتبہ اجتہاد و انصاف کا اندازہ فرمائی اور دیکھیں حضرت کو کیسی سی بوج و دلچ
 شبہات سدا رہتی ہو رہی ہیں با اینہم دعویٰ یہ ہے کہ ہم ہی حق لہفین کا رتبہ تحقیق مسائل
 میں حاصل کر لیا ہے اس دعویٰ کو دیکھیں اور اس دلیل کو ملاحظہ فرمائی زمین و آسمان کج فرق سے
 زیادہ فرق پائیگا اگرچہ اس نو دلیل کے ابطال کے اور ادھین تفسیع اوقات کے چندان ضرورت
 نہ تھی لیکن چونکہ ہماری مجیب بے بیعتی بڑی ناز و افتخار سے بیان فرمائی ہے سلیبی مناسب ہے
 کہ مختصراً انکو بھلان پر متنبہ کیا جاوے۔ پس دیکھیں کہ اہل تو اپنے یہ غلط کہاں کہ آپ نے جو
 وجوب انصاف و اخلاص سے مستنبذ کیا ہے اسکو شرط اور موقوف علیہ سمجھت خلافت سے سمجھ لیا
 حالانکہ اگر بالفرض وجوب تسلیم ہو کر لیا جاوے تو سنہ ازیم شتر اطہرین و دوسری بڑی خطا یہ ہو
 کہ جو وجوب انصاف حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کی عبارت سے سمجھا ہوا صاحب تحفہ ہم کی
 اعتراض عدم مضمونیت خلفاء کو اس سے نہیں محسوس فرمایا جسکا جو عبارت از الہ اخفا سے سمجھا ہوا

حالیکہ یہ کسی بدیہی غلطی ہے جس سے کوئی طلبہ بھی شراب میں جس شخص کی عبارت فارسی کے
 سمجھنے کا ہونا اس کی سلبیت پروردہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ صاحب الزادہ اخفا نے نص سے کہ کوئی
 نص مراد رکھ کر ہے۔ یہ یہی مبتداعہ فہم ہے یا کوئی اور کلام ہے کہ یہ نص متنازعہ فہم تو مراد نہیں
 کیونکہ وہ عبارت جو ہم اور میان کرائی ہیں بدلت محابقی ہے سپردال سے وہ فرمانی دایان
 ممکنہ آنت کہ مراد از تعیین تالیف کہ بوجوب دندوم آن لب سیکشائیم نہ آنت کہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نزدیک وفات خود مسلمان را جمع فرمایید و بیعت آن خلیفہ امیر نماید
 با فعل از افعال طلبہ استخلاف درین حالت بعمل آرد۔ چنانچہ بحال تحت نشان و تہ پر
 بہانہ انہم استخلاف میباشند بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ صاحب تخطہ نے عدم منصوبیت سے کہ کوئی
 عدم منصوبیت اگر کسی ظاہر ہے کہ وہ کسی عدم منصوبیت رکھ کر ہے سی جو متنازعہ فہم میں الفریقین سے
 اور وہ منصوبیت جبکہ وجوب صاحب الزادہ اخفا نے بیان فرمایا صاحب تخطہ کو اس کا ہرگز انکار نہیں
 جس کا صاحب تخطہ کو انکار ہے وہ اس سے بالکل جدا ہے پس یہ ہماری محبت فارسی مالی اور
 خوش فہمی سے کہ وہ نو کو یک سمجھ کر۔ ہر ان باتوں پر کیا کہہ دعویٰ انصاف ہے ہاں اگر
 آپ انصاف سے اپنی بیان کی ادبابت و عبارات کو ملاحظہ فرمادیں تو معلوم کریں کہ اس میں
 عدم اشتراک نص ثابت ہوتا ہے زیادہ تکلیف کی ضرورت نہیں صرف انہی الباقیہ کی شرح
 ابن سینہ کو ملاحظہ فرمائیے۔ (۱) المیناق ما ازہد من بیعت الی بکر بعد الیقاھا الی فاذا
 میثاق القوم قد انقضی فلم یکن الخالفہ تعدا۔ اس عبارت کو بغور دیکھیں اور فرمائی کہ خلافت
 صدیقی الکی نزدیک ہر حال غیر مخصوصہ ہے تو ہر خلافت غیر مخصوصہ کا میثاق لازم کیونکہ
 تھا اس سے معلوم ہوا کہ اشتراک نص باطل بلکہ یہ ہے دلیل قطعیان اشتراک عصمت و افضلیت
 کو یہی ثبوت ہے اور اس دلیل سے صحت خلافت صدیقی مثل پذیر رکشن ثابت ہے (۲)
 ملہ بیان وہ کہ جو کہ آپ پر بیعت الی بکر اسکی واقعہ کو کہ بعد لازم ہو گئی یعنی اگاہ قوم کا جب بعد لازم ہو گیا
 ہر اس سے بھی مخالفت محسوس کی۔

اس خطبہ میں جسکی ابتدا یہی ہے ومن خطبة له لما خصمهم روايت نقل فرما تے ہیں الا حجة
 من قرين جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کو عام قریش میں شائع فرما دیا تو
 بلکہ جو شخص تخصیص نہیں لے اٹھا عشرین محض ترسی ہوئی بابت معلوم ہوتی ہے اور وہ آیت
 وہ نص جسکی ثبوت کا دعویٰ فرماتی ہیں اسکو مخالف ہے شارح ابن ہشیم کے جواب کو بھی اسکو
 افادہ فرمایا ہے ملاحظہ فرمایا گیا۔ (۱۴) وہ خطبہ جسکی ابتدا یہی ہے ومن خطبة له
 الی معربة اما بعد فقد اتى منك مو عظة مني شرح میں علامہ ابن ہشیم نے جو خطبہ
 امیر کا نقل کیا ہے وگنت امراء من المهاجرين اوردت كما اوردوا واصدرك كما
 اصدروا وما كان الله ليجمعهم على الضلال ويضربهم بعصا من عباد الله
 ظالمی کہ جب مهاجرین کا اجماع خط پر نہیں ہو سکتا تو نص کا اشتراط باطل ہوا (۱۵)
 اس خطبہ میں اسکی تہہ سی مذکور ہے وامامنا من بين اهل الشام واهل البصرة وبنينا
 بين طلحة والزبير فلم يجمع ما الا فخر ذلك الا واحد لا تقابله ولحدته انما في
 لا نقابل من عباد الله كونهما تامل ویکہ جائی معلوم ہوگا کہ کس صرح میں اشتراط نص کو
 باطل کر رہی ہے اور اگر اطراف جو اس کا نام کو محفوظ خاطر کریں تو یہی معلوم ہو جائیگا کہ یہ
 دلیل میں بابت مجاہدات انھیں ہے (۱۶) پھر اولی کے ہے کہ اگر معاذ اللہ خدا تعالیٰ
 و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ نص امامت واجب ہوتی تو وہ عام طور پر اس طرح
 نص فرماتی جیسے میں کوئی حقا باقی نہ رہتا۔ بلکہ یہ امر اصول دین کی تھا اور جب اس نزاع
 ہوئی والابت تو ضرور یہ کہ اکثر مجالس نشست و برخاست میں اسکی نسبت تخصیص
 فرماتے بلکہ قرآن منزل میں بشور وحی متلو کے منازل کو در زبان اکا ہدا صاعا غرست ہوتا کہ

امام قریش میں کو ہیں ۱۷ میں ہی ایک شخص مهاجرین کو ہون داروہوا میں صرح دے دیا ہے
 اور اس صرح دہ لٹے اور ادا ہو گئے اگر ایسی پرکھ کر لگائی۔ اور انکو جس سے انبیاء نہ لگائی۔ لیکن فنی جو کہہ اس میں
 اہل بصرہ میں داری میں لٹے اور بصرہ میں فرق بیان کیا پس ان پر حاکم کی قسم عرفت یہ ایک ہی امر ہے کہ ایک ہی ہے۔

اودا دسین ہر ایک امام کا نام تک بیان کیا جاتا تا کہ میرے کچھ اور دسین بحال نہ ہو و انکار ہائی
 فرمائی۔ اور اگر بالفرض تھیں تھیں کہ صورت میں اور لوگ اس میں مخالفت ہوتی تو شاید
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تو باہم کچھ اختلاف واقع ہوتا لیکن جب انکی سی باہم کچھ نہ تھا
 یا با جانا ہے۔ تو اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ محض خیالی ہوتی باتیں ہیں بشرط
 کسی دوسری بات ہوتی پس میں یہ کہ جو نہیں لکھا ہے وہ میں باہم اختلاف دیتی ہے
 الامتین قریش اور نفس وہ بھی جو آیات کلام مجید اور احادیث مرویہ اہل سنت سے ثابت ہے
 (۴) مجسہ بن خنیسہ اور امام سجاد کا باہم نزاع اور حجاز سود کا حکم بنائے ان کے
 کو امامت مفہوم نہیں دے کیا محمد بن خنیسہ پر بھی کھنٹی ہوتا جو حجاب لیس کا اٹل بازو کی ہے
 اگر محمد بن خنیسہ کو معلوم تھا تو نہایت سبب ہے کہ نفس خداوندی اور حالت بنیادی میں تو چون
 چرا فرمائی اور حجاز سود کو فیصلہ کو منظور کر دیا حجاز سود کو فیصلہ کے نسبت آنا ایسی یاد رکھنا
 اس میں بھی باہم اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ حجاز سود نے امام سجاد کو کلاست کی نصیبی کی
 اور بعض کہتے ہیں کہ امامت مجسہ بن خنیسہ کے شہادت دی سادہ انکی اور میت وائل میں
 محبت وقت انکی نقل کے فرصت میں دینا اسلیس ہی پر اکتفا کرتا ہوں۔ **قولہ** شرک
 بار میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی تیسری دلیل سنی ہے مقصد فصل مقدم میں
 میں تحریر فرمائی ہیں دلیل ثالث ہر کفر مخالفی راتبع نموده باشد ہیستہ میداند کہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم پر گاہ برامی غزوہ از مدینہ شرحہ سفر میفرمودند شخصی را حاکم مدینہ غنی
 مسکین را گھسی ہن گزشتہ ہے پس چون کہ مسرحت از دنیا فرختند و غیبت گیری
 پیش آمد آن سیرت مرضیہ خود را چراہد اعات نفرمایند اگر قابل کنی در وقت آمد آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نہ دزد گزشتن است بخیر نسق محال دانی دیگر صاحب عام کہ سبب
 بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود است میں نظر داری شاہ گزشتن ہی آدمی
 سنی علیہ وسلم در میت و سلاح آہنا تھاقت و تناقض انگاری و اگر بسیرت علیہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم در نصب حکام و تقویٰ ہر امری مستحق آن نظر بر گمار ہی نہیں
 اختلاف پیدا و کردن دنیا سنگدست بعد شماری استقر او اکثر افراد و احوال و حکم کردن
 بموجب آن در افراد و احوال باقیہ کی از اول خطا بہیست کہ در معرفت احکام بان الکفا میتوان
 کرد و قصص نصب ثواب بعد پشاندن در عز و ذات اودان و اسرار و سحر ترست کہ نقل شدہ از
 احتیاج افندہ انتہی ایہ دلیل ہی نہایت مستثنیٰ و لطیف ہو اگر اہل عنایت بلکہ اہل سنت
 ایہ دلیل بیان کرتے تو حضرات سید کیا کیا کہیں نہ کہتی اور حماقت و عقل کے سخافت و غریب
 کرتے عقل و نقل کے خلاف فرمانی مگر چونکہ حضرت شاہ صاحب نے یہ دلیل بیان فرمائی ہو اب
 حجاب نہیں کہ اس کے تہج و سحر میں چون ہی کر سکیں۔ **اقول** اس ضعیف اور داہی
 استدلال پر ہماری تحجب بسبب کیا یہ نازد افتخار و جوش و خروش قابل تاشا ہی اخلاقی
 میر صاحب جناب کو اسکی ہی کچھ خبر ہی کہ وہ مدعا ہے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
 اس دلیل کو اپنا مستدل قرار دیا ہو کچھ اور ہی اوردہ مدعا ہے آپ اس دلیل کو کھینچا تا کہ
 کہ گئے ہیں میں کچھ اور ہی باہم سرود و عود کہ تغایر و تباین ہو گستاخی معاف پیراگر
 اہل سنت حماقت و سخی فہم عقل کے طرف آکھو مشوب نکرین اور تحقیق و تجسس نکرین تو کیا
 کریں کیونکہ حماقت کہ کام پر کچھ تحقیق ہی نہیں ہو۔ اور تغایر حضرت شاہ صاحب کے دعویٰ
 آپ کو دعویٰ سے ایسا بد ہی ہو کہ محتاج بیان نہیں اور ماضی میں ہم سیدہ ربیان ہو کر آؤ
 ہاں اب ہی اگر شک ہو تو کسی فارسی خوان سے دریافت کر لیجیگا عبارت از از اخفا
 کہ یہ بکرات از اللہ سے آکھو تباد لیگا اور اس دلیل کی آپکی مدعا میں جاری انہو ما یہ ہی ہے
 بد ہی ہے چنانچہ اسکی سیدہ قراب ہی مشتبہ ہوئی اور آئندہ ہم عبارت میں نہ ہم خود اس میں
 کرنے کرنے میں ناعم اصول و معقول کو خرچ کر ڈالا۔ چنانچہ ایسی کی کیفیت ہم اسی
 قول کے شرح میں آپ پر اور ناظرین پر و اس طرح کی چونکہ یہ دلیل مستثنیٰ اور لطیف حسب
 اقرار سامی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مدعا کو پوری پوری سفید و ہشت ہے

اور کچھ تخریبیں چون دھواکی پیش آئی ہیں ہم کو کچھ نازل ہو نہ آپ ہی کہہ چوں کر سکتے ہیں لیکن
آپ کی دعا کو نہ صاحب عمر کی دعا کی مباح ہو ہرگز نسبت نہیں آتی بھول اللہ وقت اور
سمت است بہت کچھ تخریب دیکھتے ہیں اور سب کچھ کہہ سکتے ہیں لیکن جناب کا یہ خیال کہ یہ
ذیل چونکہ نہ صاحب بیان فرما کر ملیں ہمیں چون دھواکی نہیں کر سکتے محض غلط ہے مثلاً
اگر کچھ کہیں کہ اہل سنت کی کتابوں کو بوجہ ملاحظہ نہیں فرمایا ہمیشہ اہل سنت قول راجح کی تائید
اور ضعیف کے تضعیف و ترغیب کرتے رہتے ہیں اگر آپ ارادہ اٹھا کوئی دیکھیں گے تو اس کو
غیوت پانگڑ۔ **قول** اگرچہ صاحب کی پہلی کلام اس دلیل میں استغراقی ہے راجح ہے
لیکن شروع کلام صریح دلالت کرتے ہیں کہ یہ دلیل قیاس بالا ولویت پر بالاتفاق مقبول ہے
اور افضل ہے کہ کسی اختیار پر حرج دلالت کرتے ہیں راجح ہے۔ **اقول** یہ ہی قول ہے جو ہمیں
ہماری محیب بیٹے، پتا ہم عدل خیر فرمایا اور چند اصطلاحات بطور دفع خلل مقرر فرمائیں
لیکن پہلے یہ ہونا چاہیے کہ درست مطلب کو پہنچنا تو درکنار ایسی غلطیوں میں غلطان و بیجان ہونا
کہ جو حضرت کے دعویٰ فضل کمال مسلم و اجتہاد کی نقیض ہے نہ اس کے دلائل میں پس منہم ہو کہ اس
مفسر محیب نے اس دلیل کو قیاس بالا ولویت قرار دیا اور یہ حرج خطا ہے کیونکہ قیاس بالا ولویت اگر
تسلیم کریں کہ قیاس ہے اس جگہ ہرگز جاری نہیں ہو سکتا اس کے مثال کا نقل لہذا اس سے نشان
مرستہ فرمایا کہ جو اولیٰ حرمت تالیف سے معلوم ہوتے ہیں اس جگہ اصل میں حرمت
حکم مسموع ہے کہ جس نے اسے لکھا ہے بغض منکر حرمت تالیف سے بیان فرمائی تو جو کہ اصل میں
چیکر قطع ہے اور فرع میں بالا ولویت ثابت ہوا تو قطعاً مباح نہ ہو، لیکن قیاس کی کہ اس
اصل میں جو فرع فرع نہ اصل میں حکم وجوب بغض قطع ثابت ہے بلکہ نفس وجوب ہے ثابت
نہیں پس جبکہ فرع قرار دی کہ اس میں تو لیکن کیونکہ وہ حکم بطور وجوب قطع کی ثابت ہوگا
تفصیل میں لکھا ہے کہ احوال و سیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو سفر عزرائیل
میں ہائی جاتے تھے اس امر سے دال ہیں کہ آیت جب کہ سفر فرمایا تو کسی کو دین پر غلطہ حکم

مقرر فرمایا اب اسکو بشرط غور ملاحظہ فرمائی کہ آپکی قیاس بالادولیت کی اگر اصل ہو تو یہ ہی سفر
غزوات وغیرہ پر پس کی اصلیت کو دیکھیں اور یہ دیکھیں کہ اس میں حکم کو کیا ہے اور وجہ اسکا
کس دلیل سے ثابت ہے اور علت اس حکم کی کیا ہے اور جبکہ اصل کے یہ کیفیت ہے تو فروع
کی کیا حالت ہوگی پس اسکا قیاس بالادولیت کہنا صحیح غلطی ہے۔ علاوہ ازیں لفظ لیکن
کو سبب جملہ سابقہ کا استدراک فرمایا جسکا حاصل یہ ہوتا کہ شاہ صاحب کی آخر کلام
استقرار کی طرف رجوع ہے اگر اس استدراک سے یہ غرض ہے کہ ہر گاہ شروع کلام میں دلیل
کو قیاس بالادولیت ہونی پر دلالت کرنی ہے تو رجوع الی الاستقرار ہونی کا اعتبار نہ ہوتا
تو یہ صحیح غلط ہے کیونکہ آخر کلام اول کلام کے یہی معنی ہوتی ہے نہ بالعکس سو قیاس بالادولیت
ہونا باطل ہے نہ رجوع الی الاستقرار۔ معینا جبکہ دربارہ تفتیح و استقرار احوال پر یہی ہے تو
اوسکو کوئی کیونکر رفع کر سکتا ہے اور اگر غرض یہ ہے کہ قیاس بالادولیت جو شروع کلام
مفہوم ہوتا ہے وہ اس دلیل میں بجائی خود معتبر ہے اور رجوع الی الاستقرار جو پہلی کلام کے
معلوم ہوتا ہے وہ اپنی جگہ معتبر ہے اور ایک دوسری کو مزاحم و مصادم نہیں تو
اس سے یہی زیادہ بدیہی غلطی ہے کیونکہ یہ ایک دلیل ہے جو اعتبار قیاس بالادولیت
اس دلیل کے قطع ہونی کو مستلزم ہے اور اعتبار رجوع الی الاستقرار اسکی ظنیہ کو مقتضی ہے
تو ایک ہی دلیل قطع ہونی اور اظنی ہی معینا اٹنا تو آپ ہی جانتے ہونگے کہ قطعی
اور غیر قطع سے مرکب قطع نہیں ہو سکتا نیز معلوم نہیں کہ اس استدراک نے آپکو کیا
فائدہ دیا اور بغیر من محال اگر قیاس بالادولیت ثابت ہے تو آپکو کیا مفید ہے اگر بعد
استقرار اور گزارش ہے کہ یہ ہی منہج راسخی عالی ہے کہ قیاس بالادولیت کو قیاس کہنا
صرف علامہ طوسی کے نزدیک ہی درجہ آپکی یہاں محقق وغیرہ نے اسکی قیاس ہونے سے
انکار کیا ہے منہج الاصول بحث قیاس میں مذکور ہے۔ ذهب العلامة عن المتقدم وکثیر العالما

[illegible]

و اسودنی از زمین عرب برخاسته باشند و مردم ضعیف الاسلام در پی تردید کفر افتاد و با
 و سور قرآن اندر عصافیر و دست مردم برگزیده باشند بجهت این حکیم و انا و رافت این شفق
 هر یان مناسبت دارد که تدبیر صلاح عالم نگارده است خود را زیر سنک خلیفه سپرده از علم
 بگذرد - سوال اگر گویی همه احکام در شرع مبین نشده است بلکه بسیاری از احکام بقیان مبین
 حواله کرده است اندر نصب خلیفه هم از احکام غیر مبینه باش گو - جواب گویم خبری که در زمان
 آنحضرت صلی الله علیه و سلم واقع بود خبر آن بان حضرت رسیده لایه صلاح آن حضرت صلی الله
 علیه و سلم فرموده است اگر خیر است تقریر نموده و اگر شد است منع فرموده و الا تقریر بر محصیت
 لازم آید و آن محالست تضاد هم عصمت و چیزی که قریب الوجود و قریب الحصول بود آنرا بیان
 فرموده آری آنچه جمیع الوقوع است اثبات شبهات بان نکر و آن عین رحمت است حکامیکه
 بقیان مبین حواله کرده اند آن وقایع جمیع الوقوع است نه قریب الوقوع و واقعه که تقریر
 آن کردیم قریب الوقوع است پیش پا افتاده که هر عقلی وقوع آنرا عند بعد نمیداند شتان
 بین القیاس بین باز قیاس محبت بین از حواله کرده که عقل تحقیق آن شغل باشد نه آنچه تعبیه
 محض باشد و یقین خلیفه که در زمان آنست تغییر و تبدل نکند و سعی او مفید مطالب
 مقصود باشد امری که کل تبرهان سان غیب که عقل را مدخل نتوان بود - انتهی خود فرمای
 که پس دلیل کار حرف جاری مدعا که کیسان ثابت کرنا می آورده چارون اصول اتفاق و معیت
 خصوصاً اصل اول که حضرت تا به صاحب اس کتاب که شروع مین که هر یک سی یا بیشتر
 هر گاهی بخوف طوالت زیاده ندین که بگویم **اقول** بهم وین همی مثل دلائل سابقه
 بهاری فی ضل محبت که مدعا می بر محل جیه می گویم که اولاً به دلیل همی دلائل خطابه مین می
 از طریقی می توان پس مدعا که جو اصل اصول دین مین می هرگز مثبت نهوگی - ثانیاً جو رض
 که اس عبارت می مفهوم هویتی می یا اوس رض بر محمول می جو مدعا شاه صاحب مدعی
 کا می اوریا اوس رض بر محل کیچیکا جو بهاری فی ضل محبت که مقصود بالاثبات می از نظر

محال می نفس مراد بود چنانکه اثبات کی موجب در پی بین نام نامی که گنجایش هر که ده اس
 است لال که منع کری اورده بهیچ که تحمل هر که ده نفس مراد بود که جوید عا حضرت شاه جبار
 رحمة الله علیه که هر ارقاعده سی اذا جاء الاحتمال بطل استدلال توبیه استدلال تنبیه
 که رفع احتمال کیا جادی باطل بود که اورا اس احتمال کا رفع بود نامحال هر ارقاعده سی که اگر
 اس نفس کو اس پر محمول کیا جادی جو شاه صاحب هم که مدعا هر ادر بودی عقل نقل اس هر
 پر محمول هر دو اس صورت بدین اس دلیل سی جاری محسب که مدعا کی ثبوت کی کوئی دلیل
 نہیں - باقی رہا یہ جو آپ فرماتی ہیں کہ اس دلیل سی چاروں اصول انفا و نہایت
 خصوصاً اصل اول پر منشور ہو گئی سو یہ ہماری فاضل محسب خوش فہمی سی منشور اوکے
 یہ ہے کہ اول نفس سی وہ نفس سمجھی جو اپنا مدعا ہوتا ہے اور سی یہ سمجھی کہ یہ نفس انفا و نہایت
 کا فی تہی حال لاکہ یہ ہر دو امر فاسد ہی نہ نفس سی وہ نفس مراد ہی جو محسب سمجھے کہ ہر
 اور یہ یہ نفس انفا و نہایت کی سی کہ فی ہر کیونکہ یہ نفس محض کاشف و قانع از نیست استحقاق سی
 پس بطمان اصول کا دعوی محض غلط فہمی سی ناشی ہے اور نہ فاسد علی الفاسد -
 قولہ ہر صفحہ ۴۴ میں فرماتے ہیں دلیل خاص سلبہ پر جمیع ادیان پر رسالت انحراف
 صلی اللہ علیہ وسلم منطوی بود کما قال عز من قائل ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَکَ بِالْھُدٰی
 وَدِیْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَ عَلٰی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِهَ الْکَافِرُوْنَ وَکَاذِبِیْ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ
 بِالتَّوَاتُرِ اذ یشرفہم قادیس والردم اول سبعتیکہ و فی اول قدومہ بالمدینہ و عند وفاتہ
 و اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقریب عباد بان فریضہ مقتوہ کنند او امی واجب کردہ شد
 حاشا من ذلک زیرا کہ فتوح فارس و روم از آن قبیل نیست کہ بدون نصب خلیفہ راشد میر
 و عشق اہی ب خلیفہ اتی خلیفہ کان کفایت نمیکند زیرا کہ برای امر قوت بر نفسی سعادہ
 نیست سختی با غیر سختی مستحبہ است و قریہ اختیار برای کسی زدن کہ برای آن موفقی با
 د آن امر برای شیر گرد و از سوم امتیاز بیرون است و قریہ الواجب واجبہ نیست

ردت معلوم آنحضرت صلی الله علیه و سلم بود که پیدا شد فی سبب نزول یا ایها الذین آمنوا
 من بعدک منکم علی منتهی و اقل این قصه در زمان شریف ظهور کرد که سید کذاب استواری
 سر بر گشتند و با قطع معلوم بود که آن متنبیان و مردان اگر دست یابند ملت اسلام را بزم
 زنند و مسلمانان را ستا صاصل سازند و این چنین برای نصب خلیفه را شد ممکن نیست و نه هر خلیفه
 باشد بلکه شخصی عزیز القدری که بتدبیر غیب برائی این عظیم عین فراید و دفع ضرر واجب است
 و حقیقت سحر نصیحت و کفر با المؤمنین و دفع عظیم بغیر تقرب بخیر و تعبیه از شر تحقق نمیشود و قال الله
 اذ قالوا لنبی لهم انما ملکنا نقابل فی سبیل الله اگر دین آیت هنم خود را کار فرما شوی
 بدانی که مقابل با کفار را بگو و دفع بغیر نصب خلیفه امکان نیست و هر خلیفه آن قائم نمیشود
 بن واحد بعد واحد و تمیز این واحد از عقل عامه خارج است بچهارمیری باید که از تلقی غیب تعیین
 آن نماید و علت اختلاف ظاهر بر بیان در تعیین خلافت و نشانند آتش شنب قدح کنندگان
 بعضی بحاکم بر قریه و شایب همیه باب زلال عوارف حقه اطفال نماید و اگر تازیچ ملوک را بخوانی
 بسته بدانی که در مثل این حالات مضطرب اند و نصب بادشاهی عزیز الوجود و در تعیین آن بادشاه
 گاهی بدیل بخود متمسک میشوند و گاهی بر دیار و ستاره و گاهی بر است حکیمی که بر کاهانت او اعتماد
 داشته باشند و اخبارات این قصص از حد شمار بیرون است و اگر باینداری مگر قصه را می نود
 زال بوسه آن بعد قتل نوذر گفتن او - بلیست نزد پیر پهلوی تاج و تخت و جواهر و
 شاه و زننه و بخت بد که باشد برو فرده ایندی به تپا به گفت را و بخود می و در آخر کار
 برزد و طمناست اتفاق نمودن و تضعیف سلطنت کوس و وقت پیری او و خواب دیدن گورن
 که صلاح سلطنت فائزین خلافت بخیر و خواهد بود و گیران دست دادن برائی آوردن کینه و از
 انصافی نوزان این نیز کفایت میکند - انهمی - اقول - اگر چه آپ جانتی من کران فصیح
 کلمون اودان عمده عیار تو نسج حضرت شاه صاحب کاکیا مطلب هر گد خسته اند کیمیه
 تقریرین سهار اعدا ثابت ادران کما مطلب باطل کوسه من کین که خب ان و لیاو نسج خلیفه پیر

نصر کا وجوب ثابت ہو گیا تو ہمارا مطلب بجا مل ہو گا اور اس باب میں ایک نیا شہد بھی مل
 دیا جائے گا۔ **اقول** یہ دلیل ہی مثل دلائل گزشتہ کے ہرگز آپ کی نسبت مدعا نہیں ہے
 اور اگرچہ آپ اس دلیل کے تعریف فرماتی ہیں اور اس کو تسلیم کرتے ہیں اور اپنا مثبت مدعا
 اعتقاد کرتے ہیں لیکن نئے حقیقت اگر آپ نظر غور سے ملاحظہ فرمائیگی تو ایک واضح معلوم
 ہو جائیگا کہ یہ دلیل اگرچہ من مطالب کے لیے صاف آتش بادی ہے کہ جس سے اصول مطالب کا
 بیخ بن ہی کہیں حال کر دیا قطع نظر مفاسد ہستہ الامات سابقہ کی جو بیان ہی لازم آتی
 ہیں اس اجمال کے شرح ذرا گوشت الضاف دیویش سے سنیں واضح ہو کہ مختصر اخبار صہ مطالب
 دلیل یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کے شانہ کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے دین اسلام کا
 جمیع ادیان پر غالب کرنا منظور تھا چنانچہ لفظ رسول علی الدین کلمہ ارشاد ہوا اور نہ وہ تھا
 کہ دین اسلام کو تمکین کا مل دیکر اور خوف کو زائل کر دینگی اور اس کی جگہ امن یا عظم فرمائیں کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی اور یہ امور سب قوت سے
 مسند نفی پر جلوہ گر ہوئی کیونکہ خود دو سلطانین عظمیہ پہلو بہ پہلو تھے وہ اس وقت تک
 اس قوت و شوکت پر تھے کہ جبکہ ہر طرح غلبہ تھا اور انسانی اسون ہونا عقل سلیم ہرگز تسلیم
 نہیں کر سکتی تھی تو لامحالہ ایسی شخص کے ضرورت ہوئی جو بنی کے قائم مقام ہو اور ان
 فعل نمبر افضل رسول ہو اور مراد خداوند تعالیٰ کی ظہور کا جابر بنی ہر دو سلطانین پائل
 ہوں مریدین نہ جو بد وقت سے روٹا یا تھا ان کی سرکوبی فرمادی اور ان پر فتن مسلط کرنا
 نہ اتنی سہ سے فرمادی اور بقدر امور داخلی و خارجی میں تشدد ہوا اس کو منظم فرمادی
 اور اس شخص کی دریافت ہوا عقل نامہ سے خارج ہے تو ایسی ضرورت ہے کہ ایسی عزیز الوجود کو
 خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب سے تلقی فرما کر متعین فرمادی کہ جس کا نام پر یہ جہات
 صریحاً نام ہوں اب یہ ہے کہ بعد اس دلیل کے مطالب کے اگر اللہ کی حالات سے ملاحظہ کر کے
 دیکھیں تو یہ مثل روز بروز شہد عاقل اور واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے

ہاتھوں نہ روم فتح ہوانہ فارس فتح ہوانہ مرندین کی بیخ کنی ہوئی نہ اسلام غارت شد نہ ہوا
 نہ دین کی نگین ہوئی نہ خوف وائل ہوانہ امن حاصل ہوا بلکہ برخلاف اسکی ہمیشہ مخالفت
 و مختلفی و غیر یاسون رہی دین ہمیشہ مغلوب رہا کفار منافقین کی خوف سے ہمیشہ ہوش
 بولتی رہی اور غلط سائل است کو تہمتا رہی ثقل اعظم آج تک شیرہ سوسن گذر گئی ہے
 حیرت اور غلط است بین مروج رہا کبھی اسکو نہ سبب نہ لاقول اصغر کے ساتھ کیا کچھ سلوک
 ہوئی اور کچھ اسکا چارہ نہ ہو سکا بلکہ خلعت خلافت حقہ اپنی بدن سے جدا کر کے ایک ایسی
 غیر مستحق کو عطا فرما دیا کہ جس سے کیا کچھ دین و اسلام میں فتن پیدلی کہ جنگ و نظیرت یہ علم
 میں نہ ہو پھر کیا ایسی ہی شخص غیب سے انصاف مہات کے لیے متعین ہوئی تین اور ایسی
 حضرات معاذ اللہ بقول اکبر جو انحطاط دولت دین کے جارح ہوئی سبب غلبہ دین کے
 ہو سکتی ہیں سچانک نہایتان عظیم ہم کہا تک عرض کریں درخانہ اگر کس است یک حرف
 بس است پس اگر بغرض محال اس دلیل سے وجوب بض مدعا یہاں ثابت ہو جاوی تو اسکا
 مصداق کو نسخہ ائمہ کو قرار دیجیگا۔ اور ثبوت استراط فیض محال سے وجوہات گذشتہ سے
 یہ امر بخوبی واضح ہو چکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ قولہ اگرچہ کچھ طویل ہو گیا
 مگر شاہ صاحب کا ایک دقیقہ اور سن لکھی ہے فضیلت کے دلائل گوش توجہ سے اصفا فرمائیے
 انصاف کرنا اچکا کام ہے عبارت مسطورہ کی متصل سے فرمائی تین و اپنی دقیقہ است
 اگر فہم کنی اکثر مفصلات آسان شود سنہ اللہ جاری است برآں کہ چون اکثر خلق
 بشدتی در مانند بر اسموات والارض الہامی با تقریبی مؤخر ست تا اصلاح عالم بان تدبیر
 و رفع شدت صورت گیر و بعثت رسل و نصب مجددین بر سرایت و چیز نامی بسیار متفرع
 برین اصل است سری کہ بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در وقت غلبہ کفر و آفاق
 تقاضا کردہ است۔ کما فی الحدیث القدسی از اللہ متعربیم و حججہم الایہا یا من اهل الکتاب
 والے اہدات ان ابتلیک ہم وان ابتلیہم باک الحدیث

ہمان سرچون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از عالم ادنیٰ بعالم اعلیٰ انتقال فرمود ہزاروں
 حق چنانکہ می بایست نشدہ و سبب اختلاف دین حق بہر سیدہ باشد کہ ہر دفعہ از زمین
 کشاد و یحییٰ خلیفہ ثم خلیفہ نمود تا آنکہ مرا حق تمام شد و موعود او متخیر گشت و چنانکہ سمرقند
 شخصی کہ تحمل اعیان نبوت می نمود از علوم بشر خارج است و لہذا جاہلان گفتند کہ لا اعلیٰ
 هذا القدر علیٰ راسی اللہ تعالیٰ عظیم تر همچنان سمرقند شخصی کہ اعیان خلافت صلوات علیہ و آلہ و
 حتیٰ کمال رساند مقدور بشر نیست البتہ تدبیر غیب است کہ از پس پردہ کار ناسیکند و لایست
 کہ پناہ میران شخص معین ارشاد فرمایند انتہی بقدر الحاقہ بہ بہ کلام بلاغت نظام اسرار حق کہ
 مطلب کو ہنایت ہی مرا حق ثابت کرتے ہر اہل علم حق کو ہدایت کے منزل پر پہنچانے
 سچ کیونکہ اس سر بذر بیہ وحی نیروانی و ارشاد رسول ربانی خلیفہ کا مخصوص علیہ ہونا ہر اہل
 و اعلیٰ پر بالوجوب ثابت ہے کہ وہ ہمہ بی صاف ظاہر ہر کہ انسان کا مقدور نہیں کہ تحمل
 اعیان خلافت اور بالحق مسند است کو چنان سکر اقول اس کلام بلاغت نظام
 نسبت جعفر تعریف و توصیف طرح و تفسیر فرمائی بجا و درست ہے وہ اس کے قابل ہے لیکن
 اس تعریف کے نسبت وہ اور کہتا ہوں جو جناب امیر رضا اللہ عنہ نے کسی موقع پر فرمایا تھا
 کہ حق ارید بہ باطل اگرچہ لائل بقہ کی جوابات میں انکی تمام مسئلہالات کا بخوبی جواب
 ہو چکا ہے لیکن بیان ہی مسئلہ ہر سن ہر روز ہے کہ یہ جواب فرماتے ہیں کہ اس سر بذر
 وحی نیروانی و ارشاد رسول ربانی خلیفہ کا مخصوص علیہ ہونا بالوجوب ثابت ہے یہ ہر کس کا
 کیونکہ ظاہر ہے کہ وجوب ہر امر و حسب قعدہ وجوب علی اللہ ہے اور اس دلیل سے وجوب
 علی اللہ کا عدم ثبوت اجلی بہ ہیبت سے ہی زیادہ واضح ہے ہر جگہ وجوب علی اللہ کا ثبوت
 جاہل قرآن مجید اور احادیث رسول کریم صلوٰات اللہ علیہ وسلم اور اقوال ائمہ سے ثابت
 معہذا اگر معاذ اللہ خدا تعالیٰ پر ہمت رسل استخلاف اللہ واجب ہے تو اسکی علت فاعلی
 یہ ہے کہ عالم کے اصلاح ہو اور وہ شدت کہ جہین لوگ مبتلا ہوں رفع ہو جاوے تو اسلئے

عالم کی بیشتر واجب ہوئی اور جب اصلاح عالم کی خدا تعالیٰ پر واجب ہوئی تو یہ وقوع فساد و بخراسان
 کیونکر ممکن ہو کہ خدا تعالیٰ تبارک واجب ہو تو جب وقوع فساد ممکن نہ ہو تو بیست رسل کی کیا
 ضرورت رہی اور اسکا وجوب محض لغوی ہو گیا تو وجوب نفس خود اس دلیل سے بطل ہو گیا
 علاوہ ازین جو عبارت کہ بعد متصل اس عبارت منقولہ کے مذکور ہے اور جبکہ ہماری فاضل تجلی
 اپنے مخالف مطلق سمجھ کر نہیں لکھی ہے وہ خود اس استدلال کو بیخ بن سے ادا کیا ہے یہی ہے
 حضرت عثمان صاحب رحمہ اس عبارت منقولہ کے بعد ہی فرماتی ہیں۔ و اگر فرض کنیم کہ بعض الٰہی
 تعینیں بگذارد و آن نخواهد بود الا از جهت اعتماد بر تکفل الٰہی کہ یا اللہ المؤمنون اہل البکر اس
 صاف حق ہے کہ جب کہ خداوند تعالیٰ شائد اس سرانجام کا شکفل ہو چکا ہو ضرورت نہیں ہے
 کہ تعین و تفصیل خاص فرمادی تو وہ نفس جسکی آپ تمام عبارت میں در پی اثبات ہیں ہمارے
 منشور ہو گئے۔ لہذا چاہیے کہ آپ خاص نفس مدعا یہ کہ ثبوت کی لٹی دلیل کے فخر فرمادین
 دلیل عام کے ضمن میں مدعا خاص کا ثبوت محال ہے۔ اور یہ جواب فرماتی ہیں کہ بشر کے مقدر
 نہیں کہ متحمل اعتبار خلافت اور لائسنس نہ لاسم کو پہچان سکے اس سے اگر مراد یہ ہے کہ جو حجت
 کی بوجہ کو اٹھا سکے اور مواہید خداوندی استخلاف سے اسکی تابہون پر پوری ہوں اور کفار
 و خجارت وقت دہشتہ کا ہم پیادہ ہم نوالہ نہ بنی تو مسلم نے الواقع ایسی شخص کے پہچان مقدر
 عوام اناس نہیں لیکن یہ حق ہے کہ لہذا کچھ مفید نہیں اور اگر مراد یہ ہے کہ ایسی خلیفہ کی
 پہچان مقدر و بشر نہیں ہے جو بوجہ خلافت اور اٹھا سکے بلکہ کفار و فاجر کے ہمیشہ ہم نوالہ
 رہے بلکہ اسکی مساحت و نہایت اور ضعف اور جبر کے سبب دین اسلام تباہ و برباد ہو اور
 باوجود قدرت کے کسی امر کی اصلاح اس سے نہ ہو سکے یا فرض کر دو ایسا شخص ہو کہ جسکی نسبت
 انصرام مہانت خلافت میں تردد ہو اور یہ معلوم ہو کہ سرانجام امور خلافت اس سے ہو گیا
 یا نہ ہو کیلئے تو یہ غیر مسلم اور یا غلط ہے کہ محتاج دلیل نہیں ہے یا وجود اپنی علماء کی تصریح
 دیکھنے کے جو ائمہ کے حالات کے متعلق ہیں یہ فرمایا کہ انکی پہچان مقدر و بشر نہیں

ضیاء و ظلام کے فرق سے بھی زیادہ یہی کیا آپ کو نزدیک کچھ فرق نہیں ہے۔ اسکی اوپر تو دلیل کی صحت و غلط ہونے کا مدار ہے۔ چونکہ عصمت خود باطل ہے چنانچہ گزارش ہو چکا اسلیے جو اس پر سنی ہو وہ بھی از قبیل مبارقاہ علی الفاسد اور باطل ہے اور حضرت شاہ صاحب کی دلیل ایک ایسی امر حق پر متفرع حسین مخالفین کو بھی چون کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ پس ہر شخص کو کچھ فرق نہ سمجھا اور اس دلیل کو بعینہ اپنی دلیل سمجھا اور یہ کہنا کہ ذرہ مطلب ایک چیز ہمارے محیب صاحب جیسے مدعی انصاف کے سوا کسی دوسری عاقل کا کام نہیں۔ قولہ اگر حضرات اہل سنت ہماری تفسیر لفظ عصمت کے سبب پسند نہ فرمادیں اور اس سے گہر پھریں اور انکار کے لیے آئادہ ہوں تو حضرت شاہ صاحب کی یہ عبارتیں جو اوپر مذکور ہوئی ہیں پیش نظر لکھیں اور ہمارے لفظوں کا خیال فرما کر تنازع لفظی افراد میں بلکہ مطلب کے اتحاد و برقرار کر کے سکوت پسند کریں اگر ہم عبارت منقولہ از ازالہ الخفاء پر بسط سے گفتگو کرتے تو ایک کتاب ہو جاتے رہبت طویل ہوتا محض ہے خیال سے حرف اشارات ہی پر اکتفا کیا گیا حضرت محیب صاحب فرما لیا ملاحظہ فرمائیں انہیں عبارت سے عصمت بھی بخوبی ثابت ہے بلکہ اگر نظر دقیق سے دیکھا جائے تو عصمت کی یہی اہم امور کی ضرورت ہے جو شاہ صاحب نے بیان فرمائی ہیں مگر چونکہ خلفائے ثلاثہ میں عصمت مفقود ہے ان معانی کو اور الفاظ سے بیان کیا ہے انصاف کے یہ نہیں معنی ہیں۔ **اقول بفضل اللہ تعالیٰ** حضرت شاہ صاحب ہم کے عبارت میں اہل سنت کے پیش نظر میں آوردہ ان کی مطلب مدعا سے بخوبی واقف و آگاہ ہیں اور بقدر آپ بھی سمجھتی ہیں چنانچہ آپ ہی فرما چکے۔ (کہ اگرچہ آپ جانتی ہیں کہ ان فصیح کلموں اور عمدہ عبارتوں سے حضرت شاہ صاحب کا کیا مطلب ہے) لیکن آپ کیا کریں اپنی انصاف کے ساتھ یہ ہے لاچار ہیں مگر ان عبارتوں کو اپنی مدعا کی طرف نہ کھینچیں تو اور کیا کریں۔ کتاب رسالت سے تو دلائل کا سیر ہر نامعلوم تو اب ایسی مجبوری کی حالت میں اپنا دل بون ہی خوش کر لیں پھر اسکا نام جواب کہہ چکے ہوں اور اس پر یہ جو شہ و خروش و ن شاہ یہ عوام کا لانا عام تو دہو ہوا

کہا جائیگا اور کہہ دیجیے کہ جناب میرے صاحب نے دلائل میں تحریر فرما کر دینے اس علم الغماں پر جواب
 سکوت بہتر سمجھتا ہوں۔ جب نس کے یہ حال تھے جو سوسق دین دلائل کو ہی تو دوائی ہر حال
 نبوت عصمت کے جسکی طرف اشارہ ہی اشارہ ہی اور نیز عصمت جبکہ دلائل سے بھی ثابت
 نہیں کی جنہر کیا کیا کچھ ناواقف تاربت دلائل سے آپ کیا ثابت کر سکیں گے مستی ہنوز
 ازخروار و قطرہ انودج بجا حضرت کے اشارات ہی سے بسط گفتگو کا حال معلوم ہو گیا اور بخوبی صحیح
 صحیح انداز ذکر کیا گیا ہے بحقیقت آپ نے دہشت سی کو کام فرمایا کہ کلام میں بسط نہیں کیا
 اور اشارات ہی پر اکتفا فرمایا۔ کہ بندہ نے ہی بجواب اسکی محض اشارات پر ہی اکتفا کیا تو
 مجسما و مختصر آگاہی غلطیوں پر مشتبہ کر دیا اگر جناب بسط و تفصیل کے طرقت متوجہ ہوتی تو اس
 آپ ہی اندازہ فرما لیجئے کہ بندہ ہی بجواب اسکی کیا کیا کچھ آگاہی ہستہ لالات کے ساتھ سلوک
 کرتا اور آپکی ذخیرہ دلائل پر کیسی مواقع اعتراضات نازل ہوتی باقی رہے خلفا ثلاثہ رضی اللہ
 عنہم میں عصمت کا مفقود ہونا سو یہ اصل سنت کے نزدیک کچھ خلفا ثلاثہ کو ہی ساتھ منظور
 نہیں بلکہ اس میں وہی بلکہ سوائی انبیاء تمام افراد انسانی میں شامل ہیں لیکن اگر خدا تعالیٰ
 اس سنت ہی معاذ اللہ خلاف کتاب و سنت مثل حضرات شیعوہ کے خلاف اسکے لیے دعویٰ عصمت
 ہوتے اور انکی عصمت کے لیے ہی دلائل جیسے حضرات شیعہ ائمہ کی لیے پیش کرتے ہیں پیش کرتے
 تو آپ کے دلائل سے کچھ زیادہ ہی مضبوط ہوتی مگر اہلسنت کا امام معتز ان کتاب و سنت پر
 جو ادس سے ثابت ہوئے ہیں نہیں بخلاف حضرات شیعہ کے کہ باوجود کہ عصمت کتاب اللہ با
 کسی دلیل قطعی سے ثابت نہیں ہوا اسکی لیے معتقد ہیں کہ اصول دین میں سے کچھ سمجھ رہا ہے
 اور اسی پر کیا منحصر ہے ہیت مسائل فردعی اعتقاد دی ہیں جنہیں ہمیں ہی حال ہے کہ کتاب
 کو معانی کو پھر پھر کر اوسط سے پہنچتی ہیں اور ہمیں پہنچتی تاویلات بعیدہ رکھ کر کرتے ہیں
 اور کسی کل سمجھ ہی نہیں مٹی ہی واقعی انصاف کے یہی معنی ہیں اصل سنت کو حاشا خدا
 یہ انصاف کہاں نصیب ہو سکتا ہے فقو لہر اب اس بحث کو ختم کرتے ہیں

اور فضیلت کو شروع کرتے ہیں اسکو دلائل مبنی بہ یہی عقل و نقل سے ثابت ہوا اول ایک
 دو عقلی دلیلیں عرض ہیں غور سے مبنی خلاف ریاست عامہ دین و دنیا سے مراد ہی اور
 عرض اس سے شرائع الہیہ و معالم ربانیہ کی تردید اور مسائل مبنیہ و احکام شریعیہ کا پہلا نام
 اور حدود و ثغور کا ضبط و ضبط و کرنا اور ظالم سے منطوقہ کا انصاف لینا وغیرہ ہر اور
 سب کام اس طرح ہونی چاہئیں کہ رضا و الہی حاصل ہو اور یہ بات ظاہر ہے کہ جو شخص
 اعلم و اتقی و اور عد و عقل و فضل ہوگا بیشک اس شخص سے کہ جو علم و دور و تقویٰ وغیرہ
 میں کم نسبت ہو اسکو کم ہوگا خلاف کے امور منطوقہ بوجہ احسن یہ لایکا اور حصول رضی
 حق کے جملہ اس سے ہوگا حصول سے ہرگز نہ ہوگا اور یہی ہے کہ ایسی شخص سے جو خلقت
 کو امور بوجہ حسن انجام کرے خلاف لیکن ایسی حصول کو دین کہ یہ امور اس سے
 ویسی ہر انجام ہو سکے عقل تقیم و راضی سلیم کے نزدیک نہایت ہی قبیح و شنیع ہے۔
 اقول یہ شرط ہی مثل اپنی خستین کو خلاف عقل و نقل و باطل ہے اور حقد و دلائل اسجگہ
 ذکر ہوئی ہیں وہ ہرگز مثبت مدعا محیب نہیں ہیں بلکہ انضیلت کے معنی جو ہمارے محیب
 لبیب ہے سچہ رکھتے ہیں اور اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے اور سابق میں تعریف فضیلت
 میں ہے کہ اگر کسی میں وہ ہی غلط اور خلاف تقریحات علماء و قوم میں ایسی ضرور ہو کہ اول
 محیب لبیب کو اولیٰ علماء کی مصوص سے انضیلت کو بتلا دیا جاد ملی کہ اسکا واردار کن
 امور پر ہی ہے اسکو ناظرین کہ اس محیب صاحب کے غلط کو خود سچہ لینگے اور توڑی سے
 ہنہ کے بعد فاضل محیب ہی اپنی غلط پر متنبہ ہو جائیگا۔ پس اس سے کہ پہلی انضیلت کے
 تعریف ہماری فاضل محیب یہ فرمائی (انضیلت کے یہ معنی ہیں کہ کل امت سے جبکہ اہم
 صفات حمیدہ و اخلاق ستودہ میں افضل ہو) اسجگہ ہمارے انضیلت کا صفات حمیدہ
 و اخلاق ستودہ پر ایک کہ نکات نفسانیہ ہیں اور اس دلیل کے ضمن میں فرمایا (جو شخص
 اعلم و اتقی و اور عد و عقل و افضل ہوگا) گویا اسجگہ ہماری محیب صفات حمیدہ و اخلاق

انتم من لدن کیونکہ جب ہم تفاسیر شیعہ سے حضرت موسیٰ علی نبی علیہ السلام حالت دریافت کرتے ہیں
 تو ان کی افلاک کے نسبت معلوم ہوتا ہے کہ آپ نبی بجا ہی افلاک حمیدہ کی معاونت افلاک
 ناپسندیدہ سے تفسیر معانی پر کہ کلف میں ہر معاملہ حضرت موسیٰ کا اپنی اوستاد حضرت
 واقع ہوا قابل یہ ہے۔ **اللہ عز الباقی** الخبر رسول اللہ قریشا بنجر اصحاب الکھف قالوا
 اخبرنا عن الاعمى الذي امر الله موسى ان يتبعه وما قصده فانزل الله عز وجل **اذ قال موسى**
قال وكان اسبب ذلك انما كلم الله موسى تكليما فانزل عليه الاواح وفيها كما قال وكتبنا له
 في الاواح من كل شئ مؤعظا وتفصيلا لكل شئ رجع موسى الى بني اسرائيل فضعده
 المنابر فاخبرهم ان الله قد انزل عليه التوراة وكلمه قال في نفسه ما خلق خلقا اعلم مني وحي
 الله الى جبريل ادرك موسى فقد هبت واعلم ان عند ملتقى البحرين عند الفصح جبريل علم
 سنك نصر الله وتعلم من علمه فنزل جبريل على موسى واخبره ودل موسى علم انه لخطا
 ودخل الرعب وقال بوصيه يوشع ان الله قد امرني ان ابعث رجلا عند ملتقى البحرين وانعلم
 منه فتزد يوشع حوتا محلو حاوره جبريل اگر چه اس را بیت میں بہت سے نوائید سلطوی میں لیکن
 جبریل کی تہویر میں غمناقرین پروردگار کیسے مرت بیان مقصود پر گفتا کیا جاتا ہے وہ یہ کہ بعض
 خدا تعالیٰ حضرت خضر علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اعلم تھی اور یہ کہ خداوندی
 حضرت خضر علیہ السلام سے تعلیم اور ان کی انتہا کی نامور ہوئی اور بارش خداوند تعالیٰ
 بقصد غاشیہ برداری آئندہ واسطہ شداد اپنی اوستاد کی تلاش میں اپنی وحی کو سیکر

میں تھی نے اسم پر قرآن روایت کی ہے جب حضرت ۷۲ قرین کو محبوب کہف کا نقشہ سنایا اور ہونے لگا کہ ہر کس
 پر وحی عالم کا نقشہ سننا و سیکر اتہام کا خدا سے وحی کو حکم فرمایا بہت تو اللہ تعالیٰ نے یہ بیت و اوقات وحی سے نقشہ نازل
 فرمایا۔ کہ سب یہ ہر صاحب خدا نے موسیٰ کو کتاب کی اور تخت بن اوتاری اور انہیں حسب ارشاد وحی کی وضیعت اور وحی کی
 تفصیل کہہ دی موسیٰ بنی اسرائیل حضرت لوت اور زکریا و عیسیٰ کہ خدا نے اہم پیروا ت نازل فرمائی اور کلام کی اور اپنی ولین کہا
 کہ ان کے ایک چمنوں میں جسے زیادہ جانتی والا نہیں یہ کیا خدا نے جبرئیل کی طرف وحی کی کہ موسیٰ کی خبر لے کہ وہ ہاک ہو چکا
 اور اس کو زندہ کر دیتی ہیں جعفر کے پاس ایک شخص چوہے سے جو زیادہ جانتی والا ہے اس کی طرف ہمارا دیکر علم کی سیکر جبرئیل کو سیکر
 اور خبر دی اور جو کو سیکر بنایا اور سیکر سمجھا کہ سنی خطا کی اور اور الہی وحی پر شیعہ کو کہا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے پیردی اور سیکر کا علم ہے جو

بیابان خود دشت غربت ہوئی اور پیر بعد ملاقات کو مکمل سہ پہر دہیان کر ملو ہوئی کہ میں کبھی
 معاملہ میں چون اور چکر لگا کر دیکھا چنانچہ بصرحت تمام نص قرآنی میں مذکور ہے۔ اسکی بعد کا قصہ سینہ
 غلام کے قتل پر حضرت موسیٰ کو کیا کچھ جوش آیا اور اپنی عہد دہیان کو یک سخت توڑ ڈالا۔
 اور اپنی اوسناد کی کیسی مجبوری فرمائی۔ فالعلل عز الصادق فغضب موسیٰ واخذ
 بتلعیبہ وقال قتلت الایہ قال الخضر ان العقول لا تحکم علی امر اللہ بل امر اللہ بحکم
 علیہا فلیہ لما تری واصبر علیہا فقد کنت عامت انک لن تستطیع معی صبرا
 اس پر یہی یاد رکھنا کہ عقول پر امر اللہ حاکم ہے نہ بالعکس جیسا کہ حضرت شیعہ معتقد ہیں
 اور اسکی کچھ اکی مذکور ہے۔ القہ عن الرضا فی تتمۃ الحکام السابق فرما لہم حتی انتہوا
 الی ساحل البحر وقد سحبت سفینہ وہی ترید لغیر فقال ارباب السفینہ تحمل ہوا لا
 نفر فانہم قوم صالحون فحملوہم فلما سحبت السفینہ فی البحر قام الخضر الی جانب السفینہ
 فکرها وحشاها بالحق والیقین فغضب موسیٰ غضبا شديدا وقال للخضر لہم قہا
 لتغرق اہلہا فقد جئت سببا امر اھل الخضر الی الخضر الی انک لن تستطیع معی صبرا
 قال لا تواخذنی بما نسیت ولا تہقن من امری عسرا فخرجوا من السفینہ فظفر الخضر
 غلام یلعب بین الصیدان حسن الوحہ کا نہ قطعہ قہر فی اذنیہ دہران فنام الخضر وقد
 فوئب موسیٰ علی الخضر وجلبا الارض فقال قتلت نفسا ذکیۃ بغیر نفس لقد جئت شیئا
 نکرا فقال الخضر الی انک انک لن تستطیع معی صبرا اور اس پر یہی ثابت ہوا کہ
 مستلزم انصافیت کو نہیں کیونکہ حضرت خضر اعلم تھی اور افضل نہ تھی اور یہی کہ قادر
 لیہ خلاف رضا خداوندی غذا کی خواستگار ہوئی اور جب عذاب نازل ہوا تو مر حید قادر
 علی کل میاں صادق سرمدی ہے کہ سرمدی غصہ ہوئی اور حشر کی گردن پکڑی اور کہا قتلت نفسا ذکیۃ بغیر
 نفسا کہ اگر حاکم ہیں میں بلکہ اللہ کا امتوں پر حکم ہے جو کچھ وہ کہے وہی اسکو تسلیم کرے اور ہر حکم میں تو
 جہاں چکا تہاں کو تو میری سب بندہ سرمدی کر سکیگا۔

حضرت خضر علیہ السلام
 کا قصہ

شمع وزاری کی لیکن شدت غضب میں ایک مسموم تہوی جو جناب خداوندی میں پہنچ
 ہوئی اور حق تعالیٰ نے اوزہ میں کمات کر ساتھ موسیٰ کو عار دلایا جن کمات کے ساتھ قارون کی
 آپ عار دلایا آپ مختصر عبارت تفسیر لکھتا ہوں۔ وقد کان قارون قد امر ان یخلق
 باب القصر فاقبل موسیٰ فادعی الی الباب فانفجرت ودخل علیہ فلما نظر الیہ قارون علم انه قد
 ادنی بالعداب فقال یا موسیٰ سلک بالرحم الذی بینی وبینک فقال لموسیٰ یا ابن لادی
 لا تذرنی من کلامک یا ارض خذیر قد دخل القصر فافیه فی الارض ودخل قارون الی رکبہ
 فیکہ وحلف بالرحم فقال لموسیٰ یا ابن لادی لا تذرنی من کلامک یا ارض خذیر فافیه
 بقصره وخراسند وھذا ما قال موسیٰ لقارون یوم اھلکھ اللہ عزوجل فعیر اللہ عزوجل با
 قال لقارون فعیر موسیٰ ان اللہ تبارک وتعالیٰ قد عیرہ بذلك فقال یارب ان قارون دعائے
 بغیرک ولودعائے لاجنبہ فقال اللہ عزوجل یا ابن لادی لا تذرنی من کلامک فقال
 یارب لو علمت ان ذلک لک مرضی لاجنبہ انتے بقدر الحاجۃ علاوہ اسکی قطعی کو ماؤا لہ
 اور اپنی بڑی بہائی بگناہ کی جو بنی تھواری پھر کر گھینیا الواح تورات جو عطیہ خداوندی تھا اوزہ میں
 سونٹھ اور تفصیل پر ایک شی کے مذکور تھی شدت غضب میں ڈال دینا حضرت کو اخلاق و اوصاف
 پر پوری دلیل ہے حضرت ہارون کے اخلاق کی نسبت جو ہم تفسیر صافی میں لکھتے ہیں تو اسکی تفسیر سورہ
 اعراف تحت آیت واخذ براہمن خدیجہ الیہ قال ابن ام۔ میں لکھنا ہی ہے والکافی علیہ المومنین

قارون نے حکم کیا تھا کہ محل دروازہ بند کیا جاوی موسیٰ الی اور دروازہ کھلواتا رہا کیا وہ کہل گیا اندر اسکی پاس گویا موسیٰ نے فرمایا
 وہ کہل گیا کہ عذاب آیا۔ کہ ای موسیٰ میں تجھ کو پہلے اس دم کے جو میرا زہری درمیان ہے سوال کرنا ہوں موسیٰ نے اسکو کہا ای
 لادی کبھی مجھ سے زیادہ کلام نہ کر ای زمین لی اسکو پہلے محل اور جو کچھ اوس میں بہت زمین میں اور گیا اور قارون بھی گھنٹوں تک وہ زمین
 پہر قارون اور پھر اوزہ اسکی رحم کی قسم دینی لگا موسیٰ نے کہا ای لادی کو بھی مجھ سے زیادہ بات نہ کر ای زمین اسکی پس زمین اسکو اور اسکو
 محل اور زمین اسکو لے لیا یہ وہ بہت جو قارون کو کھانگی کے دن موسیٰ نے کہا۔ پہر خدا تعالیٰ کے مومنی کو اس کلام جو قارون کو کہی تھی عا
 دلایا اور موسیٰ بھی کہ خدا تعالیٰ نے اس کلام سے کچھ عار دلایا عرض کیا ای پروردگار قارون نے تیری غیر کے پہلے سے کچھ رات اگر تیری
 و تیری کچھ رات تو میں تیرے کہنا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ای لادی کہ تیرے مجھ سے زیادہ بات نہ کر موسیٰ نے عرض کیا ای پروردگار اگر میں یہ
 جانتا کہ اس میں تیرے ہی زمین مقبول کرتا۔ ۱۲۔ ۱۳۔ کافی میں جناب امیر مہدی علیہ السلام نے فرمایا میں مروی ہے ۱۲۔

نے خطبۃ الرسولؐ انہ کان الخاء لا بیہ دامہ والقصۃ مثلہ عن الناقہ والصادق قبل کانہا
 اکرم من موسیٰ بثلث سببیں وہاں جمعاً لینا ولداک کان احب الی بنی اسرائیل امی
 اب ہم ادوں روایات میں آمل کے نظر سے دیکھتی ہیں اور حسب فائدہ حضرات تیبہ کے عقل کو چھوڑ
 دیکھ میں خدا پر ہی حاکم ہر اس معاملہ میں حکم کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ حضرت موسیٰ بن
 اخلاق ناپسندیدہ تھی اور اگر بالفرض ہا ہر کسی پر کٹر تویل ہی آپؐ فرمایا تو غایت یہ فی الجواب
 یہ ثابت ہوگا کہ فی کسب بعض مواقع میں درشتی دشمنی و غمگشت و غفلت محسوس ہوتی ہے
 لیکن بروی عقل جبکہ احکام کا مکین کہنا آپؐ کی قاعدہ کے بموجب واجب ہے بدانتہا یہ ثابت ہوتا ہے
 کہ علی العموم بسبب درفت بہ نسبت درشتی و غف کی زیادہ محسوس و پسندیدہ ہیں اور اگر یہ تسلیم
 کر لیں تو لازم آئیگا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں
 آپؐ کی نسبت حق کے ارشاد فرماتا ہے۔ **فما ارحمہ من اللہ لیت طہر اور روف رحیم آپؐ کی صفات**
خاصہ میں محسوس و قانع و احوال انکار فوق بہ نسبت و زہد و حمت کو شاہد حال میں آپؐ کی ہر ایک
نقصہ شاہد ہوگا۔ اسی اصل اگر مدار تفضیل کا اخلاق حمیدہ ہر کسی تو حضرت تھوڑے عرصہ
 جنین فوق بہ نسبت باقی جاتی ہے حضرت موسیٰ سے افضل ہوگی اور نیز حضرت امام حسن علیہ السلام
 علیہ السلام جناب امیر المومنین والد بزرگوار سے افضل اور امام سجاد علیہ السلام والد سے افضل ہیں اور یہ
 آپؐ کی نزدیک بہ یہی البطلان ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ مدار تفضیل کا اخلاق حمیدہ
 پر نہیں ہے جو درک بال عقل ہو بلکہ مدار زیادتی استحقاق ثواب پر ہی اور غیر درک بال عقل
 چنانچہ بیان تشریف تفضیل میں ہم اس کی طرف بیا کر چکے ہیں اب بعد اہل گذارست سے عقل
 ہونی کی قید ہی ایجاد و اختراع ہی قطع نظر اس سے عقلاً تفضیل کا جاننا اس پر موقوف ہے
 اسے کہ ادوں مری کا حقیقی معانی ہیں اور نبی نے اس کی امام ہارمہ اور امام صادق علیہ السلام کے
 کہتے ہیں کہ انہوں نے موسیٰ کو تین سال بڑی تھے اور ہایت متصل او زمر خارج تھے اسی سبب سے نبیؐ
 انکو زیادہ دوست کہتے تھے۔ ۱۱۔ میں خدا کی رحمت سبب تو انکو ایسی نرم ہو گیا ہے۔ ۱۲۔

کہ در باب وقائع و غیرہ معاملات میں اوس سے تداویر نہ ظاہر ہوں اور بیشتر تاج محمدی
 ہوں اور اپنی ناخن تداویر صائبہ پیچیدہ معاملات کی گنجشہ کو کو عمدہ طور پر سمجھا دی اور جب
 ائمہ کی تاریخی حالات کو دیکھا جاتا ہے تو اس سے ہرگز یہ نہیں ثابت ہوتا کہ آپ عقل فتح
 اور نہیں تو قصہ حکیم کو ہی ملاحظہ فرمایا جس پر یا خلع اپنی خلیفہ مانی کو ہر دیکھ بھجی غرض کہ ایام
 خلافت میں جبکہ معاملات پیش آئی اور میں سے کوئی ہو چکا اور کوئی ہی بول رہا ہوا اور خلافت سے جو خبر
 جن تق کے کی تھی کہ ترویج شرائع الہیہ و معالم ربانیہ ہو اور مسائل دینیہ و احکام شرعیہ پہلین کہہ کر
 حاصل ہوئی اور جب کچھ حاصل نہ ہوئی تو انکو قاعدہ کلیۃ معلوم ہی ہوگا اذ اخلا الشی عن قسوس
 لغا۔ علاوہ اذین اعقلیت کی ضرورت تو اوس وقت سے جبکہ معلوم نہ ہوں اور جب معلوم ہو
 اور ہو اور ائمہ احناف کا صدور ہونا اوس محال ہو تو پس یہ قیہ محض لغو ہے۔ اعلم ہونی کی قیہ
 ہی غلط ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ جب امامت مانی نبوت ہی تو اوصاف امتیاز کہ میں ہی فرشتہ
 ہو کی نبوت کو جب نظر مائل سے دیکھا جاتا ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اوسکا مدار محض صطفی
 و جدت خداوند تعالیٰ شانہ پر ہی حق تعالیٰ اپنی عباد میں سے جسکو چاہی برگزیدہ فرمادی کیو
 کچھ نور خداوند تعالیٰ پر نہیں اور نہ کچھ اعتراض لایسئل عما یفعل اوسکا شان سے اور نہ یہ ہے
 کہ جو علیہ اہل زمان ہو وہی نبوت کو دیکھ کر برگزیدہ ہو طہر ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم اسی پیدا ہوئی اور بعثت تک اسی ہی کسی قسم کی ظاہر ہی تسلیم نہیں پائی
 اور اس زمانہ میں صدہ علماء و اصحاب دین موسوی و عیسوی کی موجود تھی جنکو کتب سماوی
 از بر تھی اور مسائل شرعیہ متفقہ لیکن خلعت رسالت ہماری پیغمبر ہی اسی صلوٰۃ اللہ علیہ
 کو ہی عطا ہوا اِنَّكَ فَضَّلْتَ اللّٰهَ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔ گو بعد نبوت کہ حق تعالیٰ نے اپنی
 بنی کے سینہ کو مراث لوح محفوظ بنادی اور اوسکی قلب کو گنجینہ علوم و معارف فرمادی
 اسطرح امامت کمال ہونا چاہیے کہ جو امام ہو وہ محض اصطفیٰ خداوندی سے ہو چنانچہ بیشتر
 نفس سپردال سے اور قبل امامت اور اسکا اعلم اہل زمان ہونا ضروری نہ ہو بلکہ بابتا رسول

گو بعد است بسبب محدثی کی کہ خاصہ امام ہر علم و جادہ لیکن پہلی ہر اسکی اعلیٰ کا مدعی
 ہوا خطا ہی اور آپ اس بحث میں حضرت موسیٰ و خضر کا قصہ یاد ہوگا یاد دیکھ خضر اعلیٰ تھی
 تو ہی حضرت موسیٰ اور فیاض تھی۔ باقی رہا یہ کہ خلافت فاضل ہر ایک مفضل کو
 دینا مطلقاً ہائیت قبیح ہی اس میں یہ تو فرمائی کہ فاضل ہر خلافت یعنی کے کیا معنی
 میں لیا فرع استخلاف کی ہر اوجب استخلاف نہیں کہیں کیونکہ متحقق ہوگا ہاں اگر اسکی
 معنی یہ میں کہ فاضل کو چھوڑ کر مفضل کو خلافت دیا ہی ہو صحیح ہی مگر سبب کے لئے
 کہ ہم اسکی قبیح کو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ مفضل قرآنی ثابت ہے کہ حق تعالیٰ نے فاضل کو جہت
 مفضل کو امت عطا فرمائی۔ حضرت شمول علیہ السلام جو اپنی زمانہ میں بنی اور اس کے
 اور اہل اور اتنی تھی جس کے لئے انکو چھوڑ کر خلافت کو امام بنایا جو اور اسکی کم تھی تو اس سے توبہ
 کہ فاضل کو چھوڑ کر مفضل کو امام بنانی کا قبیح محض اگر حکم الٰہی کہیں مفضل سے ناشی ہے ورنہ
 عند اللہ تک کچھ قبیح نہیں بلکہ قبیح سہی لیکن یہ ہی قبیح و شناعہست جو چیزیں
 نواب و عمال میں ہی جاری ہے کیونکہ جیسی امت تالی نبوت بنیاب تالی امت ہے مطلقاً
 قبیح ہے کہ فاضل کو چھوڑ کر مفضل کو کسی ملک پر نائب اور حاکم مقرر کر کے بھیجا جائے اور
 اس سے زیادہ اہم و مستنع یہ ہے کہ حکومت اس شخص سے لیکر جو بعد کی سے اسکی فرمائش
 بجا لارہ ہو کسی دوسری ایسی کو دیدین جسکا حال ایسی تک بجز یہ میں نہ آچکا ہو اسکی بعد آپ
 شیعہ نبی الباقیہ یا میں ہی کو کہو لیس اور جناب امیر کے حالات کو ملاحظہ فرمائی کہ آپ نے کس
 کس کو حاکم بنایا اور کس کو عزول فرمایا اور کہاں تک اس شہر کی رعایت رکھی تاکہ
 آئیو اسکی شہر کی بابت مذکور قول کی تصدیق ہو جائے اور ہم ہی کسی موقع پر اللہ تعالیٰ سے
 آپ کو متنبہ کریں گے **قولہ** اور نیز افضل کے سوتے مفضل کی خلافت کے بطلان پر
 اور طرح ہی دلالت کرتی ہے اور وہ یہ کہ اگر مفضل افضل کے سوتے تھے تو لائے انکی
 مفضل کا محکم ہوا و اشرف اودن کی تواضع کا امور ہو کہونکہ افضل مفضل کی رائے یا

ہوگا اور عیال خلیفہ کی تواضع کر لیں یا وہی اور یہ بات عقلاً نہایت قبیح ہے اور اگر آپ ہماری
 عرض قبول نہیں کرتے تو فخر الدین رازی صاحب کی تقریر سنی دہ سورہ بقرہ کی تفسیر میں
 جس قسم یہ کہ ان لوگوں کو دلائل بیان کی ہیں کہ جو انبیاء کو ملائکہ پر تفصیل دیتی ہیں یہ فراموش
 ہیں۔ و آخر سن قال بفضل الانبیاء علی الملأ انکم بامور احدها ان الله تعالى المراد انکم
 بالسجود لا ادم وثبت ان ادم لم یکن کالقیۃ بل کانت السجدة فی الحقیقۃ و اذا
 ذلک فوجبا ان ینزل ادم افضل منہ لان السجۃ نہایتہ التواضع و تکلیف الاشراف
 نہایتہ التواضع لا دون مستقیح فی العقول فانہ یفہم ان یومر ابو حنیفہ ان ینخدم
 اقل الناس بضاعۃ فی الفقہ فذل هذا علی ان ادم علیہ السلام کان افضل من الملأ
 البتہ **اقول** یہ دلیل ہی برہن کا ہی بعید ہے اور بوجہ چند محل بحث ہے اولاً یہ کہ گفتگو
 اشترط افضلیت پر ہے اور یہ دلیل ہرگز مثبتہ اشترط نہیں کیونکہ اشترط اس وقت ثابت
 جبکہ دلیل مفضول کے امامت کی عدم انعقاد پر ثبوت دلائل کر ہی بیان اگر ہی تو لزوم قبیح ہے
 جس پر غریب بحث کی جا سکتی ہے ان اگر اصل حل و عقد کی کو خلیفہ کریں تو البتہ افضلیت کو
 رسمی رکھیں اور اگر کوئی فاضل جامع شرائط افضل کے ہوتے مقصد می خلافت ہو تو اس کی
 خلافت کو عدم انعقاد پر یہ دلیل ہرگز دلائل نہیں کرتے۔ ثانیاً افضل کا مفضول کے لیے
 امور ہونی اور اشرف کا اذن کر لینی محکوم ہونی کا لزوم ہی غلط ہے ہم کہ بہت سی کہ قابل
 مفضول کا امور اور اشرف کا اذن کا محکوم ہو بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ قانون شریعت جبکہ
 حق کے شانہ نے یہ واسطہ رسول کے است کی لیں دستور العمل مقرر فرمایا ہے تمام امت کیا افضل
 بہا مفضول اور کیا شریف اور کیا ذلیل سب اویسی محکوم و امور میں امام کا حکم اگر وجوب
 اطاعت ہے تو اسی حیثیت سے ہے کہ وہ حکم موافق قانون شریعت ہو چنانچہ خود ہماری
 نسل مجیب ہے فرما چکی ہیں کہ غرض اوس سے شرائع الہیہ و معالم ربانیہ کی تردید ہے پس
 رکوئی ایسا نہ ہو اوس حیثیت و اعتبار سے خالی ہو تو وہ ہرگز واجب اطاعت نہیں ہوگا

مثلاً اگر امام کہی کہ اپنی ذوج کو طلاق دیدی یا اپنا تمام مال میرے حوالہ کر دے۔ ا
 فی سبیل اللہ لٹاوی یا مجھ کو سب دے کر سی تو یہ حکم ہرگز واجب الاستقلال ہوگا چنانچہ قرآن
 فان تکاننتم منہم سواہر اسکی طرف اشارہ ہے بخلاف رسول کے کہ جمیع قول افعال کے عرصہ
 وغیرہ سب است کر لیں تشریح ہے کہ چونکہ است کو یہی شریعت کا حصول ہوں اور یہ قبول
 کو ممکن نہیں۔ مجسمہ ہجرا فضل کا مفضل کے محکوم ہونا لازم نہیں آتا۔ ثالثاً سلسلہ افضل
 مفضل کے محکوم ہو لیکن ہم اسکا قبیح ہونا تسلیم نہیں کرتے کیونکہ بالاتفاق حالات میں
 حضرت شعیب بلکہ حضرت داؤد افضل تھے اور اسکی حکومت کو ہم در تابع ہوئی اور حضرت خضر سے
 حضرت موسیٰ افضل تھے اور انکی امور و مطیع ہوئی تو معلوم ہوا کہ افضل کا مفضل کے مطیع ہونا
 قبیح نہیں ورنہ لازم آوی کہ معاذ اللہ شارع امر یا قبیح ہو جو کہ عقلاً و شرعاً قبیح بلکہ جائز
 تو لزوم نہیں عقلاً و شرعاً باطل ہے۔ رابعاً بالفرض تسلیم اگر افضل کا محکوم ہونا مفضل
 کو لیس قبیح و شنیع ہے تو سب جگہ ہی یقین نواب اعمال و حکام سرایا و جیوش و نصب و تنصاف
 وغیرہ میں سب جگہ جاری ہوگا لیکن جب ہم اس معاملہ میں جناب امیر کے حالات کا متبع
 کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے ہرگز اسکی پابندی نہیں کی ہے اور اس شیعہ کو قبیح
 نہیں جانا آپ شیعہ البلاغۃ ہی کو ملاحظہ فرمایا لہجی محقرات تنبیہ گذارت کرنا ہوں کہ آپ نے
 عمر بن ابی سلمہ کو جو حضرت ائمہ المؤمنین ام سلمہ کی صاحبزادی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ
 کی ریبہ تھی بحرین کی حکومت سے معزول فرما کر نعمان بن عجلان کو مقرر فرمایا حالانکہ حضرت
 عمر بن ابی سلمہ نے امارت کو ہمت کر ایسی طرح آدھا کیا کہ مورخ حسین آفرین کے چنانچہ اسی کو
 موجود ہے تو کیا نعمان عمر سے افضل تھی اور ظاہر ہے کہ عمر بن ابی سلمہ نہ حضرت امیر کے کسی ہم
 سو فرت المیہ تھی اور نہ حضرت آپکی محتاج تھی ہر بلا ضرورت داعیہ کیوں اپنی از کتاب قبیح
 فرمایا اور بالفنما عصمت اور ہی زیادہ اقبیح و شنیع ہے اور اسطرح محمد بن ابی بکر کو اس
 معزول کے ہشتکر کو مقرر فرمایا اور اپنی حبش سے دو امیروں پر جو زیادہ بن نصرانہ

نیاوی مختصر تاریخ حال

ابن ہانی ہنسی اور ذہنی اتباع پر مالک بن حارث ہشتم کو امیر کیا اور انکو کہا فاسمعالہ و
 ان سب کو ہنسی پر بھی زیادہ بن ابی صفیان کو فارس پر امیر کیا اسکا مختصر حال گذارش کرنا
 ضرور ہے آپ شروح پنج البلاغہ میں مطابق فرمالین یہ شخص سید لوئندی کا بیٹا کہجست
 زبان کا فصیح و بلیغ و زبان آور تھا ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دور و مجلس میں ایسی تقریر
 کی کہ حاضرین کو نہایت پسند خاطر ہوئی عمرو بن العاص بلی کا ش اگر یہ قریشی ہوتا تو تمام
 عرب کو اپنی لاپٹی سے ہلاکتا۔ ابو صفیان نے کہا خدا کی قسم یہ قریشی ہی اور اگر توحالی تو معلوم
 کر لے کہ یہ قبیلہ کو عمدہ کو کوئین سے ہے عمرو بن العاص نے پوچھا کہ اس کا باپ کون ہے تو فرمایا
 کہا کہ یہ اس کو اسکران کے رحم میں رکھا ہوا عمرو بن العاص نے کہا تو پھر اس کو اپنی ساہتہ نسب
 میں کیوں نہیں ملا لیتا۔ اونسی امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ
 کر کے کہا کہ اس سے ڈرنا ہوں کہ میری بدن پر میری کہاں ہی جلاو گیا چو کہ اس کو باپ کا
 تعین نہیں اس کو زیادہ ابن سیدہ اور زیادہ بن ابی صفیان اور زیادہ بن ابیہ کہتے ہیں۔ جناب
 امیر نے اپنی زمانہ امارت میں اس کو فارس کا حاکم مقرر فرمایا بعد اسکی حضرت کعبہ بن ہوا
 کہ امیر معویہؓ اس کو خلیفہ بنی زہری اور اپنی کتہ ملا جاپتا ہے تو اپنے زیادہ کو
 خط لکھا جو پنج البلاغہ میں ہر دی ہے۔ اس خط کو پڑھ کر قسم کیا کہ کہہ کہ حضرت فی ہی ابو طلحہ
 کہ دعویٰ کے صدق کی شہادت دی قد شہد بہا و رب الکعبہ انجام بہد بہا کہ حضرت
 امیر المؤمنین کو چوڑ کر امیر معویہؓ سے جالما اور اسکا جو کچھ نتیجہ نکلا شیبہ کو معلوم ہے ہر ضلع
 ایسی شخص کو جس پر ولد الزنا ہونے کا ظن غالب تھا اپنے فارس کا حاکم مقرر فرمایا حال
 ولد الزنا بنحس میں ہے اور اسکا جو نامک بنحس میں ہے من لا یخضر میں ہے ولا یخوز الوضو بیول
 الہیوی والفرک وذل الزناد المشرک اور گرد ولد الزنا مومن نہیں ہوتا این برقی غمی خصال میں ہے کہ
 عن ابی عبد اللہ لا یدخل حلقۃ الايمان قلبہ ندی ولا خودی ولا بنحی ولا کمرہ ندی ولا کمرہ

عمر بن العاص

ولا ینکثر فی دلائل من حمله من سائر الدلائل - تشریح بن حرات کو جو خلفہ کی زمانہ سر قاضی ہی اپنا
 قاضی مقرر فرمایا ان حالات کو دیکھنی سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے تعین میں ان فضیلت کو
 محمود خاطر نہیں فرمایا۔ پس اس پر عدم ہشتہ اور فضیلت ائمہ میں یہی ثابت ہوا۔ قرآن
 امام رازی ہم کی دلیل کو جو ان فضیلت اسباب میں بیان کی ہے اپنا استدلال قرار دینا غلط ہے اور
 اس پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ امام کی دلیل کے ہستہ لال کا دار اس جو پیش
 جو نہایت تواضع پر اور نیز سجدہ ہی اس طرح کہ بالاستقلال حضرت آدم کو ہی تو ماہیہ نہیں
 کہ سجدہ نے بحقیقت خدا کا فرمان نہایت اور حضرت آدم محض اس طرح اور افضل محبت کی دلیل میں
 نہ نہایت تواضع پر کہ امت امام کی اطاعت کر لیں اور ہی بستر خشک حکم موافق شرع ہو اور
 اطاعت ہرگز نہایت تواضع نہیں نہایت تواضع جب ہو کہ جب امت امام کو سجدہ اور
 لیس مامور ہو پس یہ کہنا کہ رعایا حلیہ کے نہایت تواضع کے لیے ہی نہایت ہے اور نہ تواضع
 یا اطاعت بالاستقلال ہے بلکہ امام کی اطاعت اس حقیقت سے ہی کہ وہ واسطہ اطاعت خدا
 و رسول ہے آپ خود فرما چکے ہیں کہ مقصود امت سے ترویج شرائع الہیہ کے مسلم دینیہ ہے اور اگر
 آپ کو دعویٰ ہو کہ امام کے یہی امت مامور نہایت تواضع ہے اور امام بالاستقلال مہتر
 مطاع ہے تو تاب کیجیے اور دلیل دیجیے۔ سادتا اس دلیل کا ذکر کرنا اور اس کا جواب خواہم
 رازی سے ان کو کوئی طرح فرما دیا ہے جو ملائکہ کے تفصیل کے قائل ہیں نہ کہ نہ کہ مقتدر انسانی
 ہے۔ یہی ہم اس جواب کو نقل کرتے ہیں اور جواب استدلال کو اس پر ختم کرتے ہیں۔
 احاب القائلون تفصیل الملک عن الحق الاولی فقالوا فی سقی بیان ان من الناس
 قال المراد من الحق التواضع لا وضع الملک علی الارض ومنهم من قال ان عبادۃ عن حق
 امام الوجود ہے کہ ان کے تشریحی سند ہی اور حرمی اور نجی اور گوی اور جبر اور یک اور
 اس میں برعادہ وادارے کے دلائل ۱۰۔ جو لوگ دشمن کی تفسیر کے قائل ہوتے ہیں ان میں سے
 جب واحد دیا کہ پہلی گدہ چکا کہ جس لوگ کہتے ہیں کہ سجدہ سر مرد واجب ہے۔ یہاں تک کہ انہیں

الحجۃ عن الارض لکن قال السجود لله تعا وادم قبلہ السجود علی ہذا من القولین لا اشکال لہما
 اذ اسما ان السجود کان لادم فلم یقلتم ان ذلك لا یجوز من الاشرف فی حق الشریف وذلك لان الحکمۃ
 قد تقتضی لک کثیر من حب الاشرف والظهار النہایۃ فی الانقیاد فان للسلطان ان یجلس
 اقل عیدہ الصدہ وان یامر الا کا بر یخجد متسویا یكون غرضہ من ذلك اظهار کونہم مطیعین
 فی کل الامور منقادین لہ فی جمیع الاحوال فلم لا یجوز ان یکون الاحقر ہنا کذلک والیضا العیاس
 من مذہبنا انہ یفعل ما یشاء ویحکم ما یرید وان افعاله غیر مجلدۃ ولذلك قلنا انہ لا یستلزم
 علیہ خلو الکفر فی الانسان لعمدہ تعذیبہ علیا بد الابد واذ کان کذلک فکیف یعرض علیہ
 ان یامر الاحقر بالسجود للادون **انہ قولہ آپ تفسیر ضیاء وی ملاحظہ کیجی تحت آیت**
فلما انباہم باسمائہم الخ وہ کہتی ہیں واعلم ان ہذا الایات تدل علی شرف الانس
 فی مرتبہ العلم وفضل علی العبادۃ وان شرط فی الخلافۃ بل العمدۃ فیما انتہ بقدر الحاجۃ اور
 نیز کی انہ میں یہ کہتی ہیں وان ادم افضل من ہولاء المذہب لک لانه اعلم منہم ولا یعلم فضل
 لقولہ تعا اهل سبتو الذین یعلمو والذین لا یعلمو ویکہتی اکی قاضی صاحب اسکوش
 خلافت بل العمہ فرماتے ہیں۔ **اقول** یہہ مستدلان تو اس مسئلہ لال سو ہی کہیں
 بڑ بڑ کی جیسا کہ سنی لا تقربوا الصلوۃ سہ کیا تھا اس کجبت نے تو صرف فیدہ ہی
 بوضف کر کے معنی مقصود کو بجا راتھا اور جملہ کے معنی تحقیقی شبیک رکھی تھی لیکن ہمارے
 فصل مجاہد نے تو نہ میاق عبارات کا ہی لحاظ فرمایا اور نہ جملہ کے معنی صحیح رکھے ہیں ان میں

شیراز اولیت کا شریعی دلیل کا بیان

کہ سجدہ ہوتا کہنا ہی ہو لیکن سجدہ وہ نہ تھا کہ ہوتا ادم سجدہ کو کسی بطور قید کہتی اور ان دونوں اقوال پر کچھ اشکال
 نہیں لیکن جب پہلے تسلیم کریں کہ سجدہ ادم کو ہوتا تو ہم یہ کہیں کہ ہوتا کہ یہاں شرف کی حق میں جائز نہیں اور یہ
 اس وجہ سے کہ ان اوقات حکمت کے مقتضی ہوتے ہیں کہ اشرف کی محبت اور اس کی نہایت اطاعت خارجہ بجا دی۔ یاد رکھو کہ اختیار
 کہ کترین سلطان کو صدر میں پہنچا دی اور اگر کوئی خدمت کا حکم کرے اور اس کی غرض ہوسے تو اخبار اطاعت و انقیاد
 تمام مورد لحوال میں ہو تو کیا جائے نہیں کہ یہاں ہی اس طرح ہو اور نیز کہنا ہمارا مذہب نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ جو چاہتا ہے کہنا ہی اور کیا
 ارادہ و قضا ہی حکم کرنا ہی اور اس کی اطاعت میں ہی اس سبب سے کہ یہاں سے کہنے میں است میں اس کے سجدہ کے لئے عرض نہیں جو اور نہ
 پہلے کہ یہاں لایا تا کہ خدایک کہ میں کچھ عرض ہے اور یہی حال ہے تو اس پر ہم کہیں کہ اگر عرض ہو کہ وہ اعلیٰ کو ادنیٰ کی سجدہ

نہایت علم و ادب

کہ ابتدا اس قصہ کے یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے ملائکہ سے فرمایا کہ ہم زمین میں نائب بنانا چاہتے ہیں
وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِیْہِ الْاٰدَمَ خَلِیْفَۃً ۚ تَوٰبَ اِسْمُہِ اِبْرٰہِیْمَ الصّٰلِحِ
وہم عقل و فہم بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ خلافت سے کوئی خلافت مراد ہے اور حضرت آدم
کس کو کہنے کی خلیفہ تھی کیا سچکہ وہ خلافت جو ہماری اور ہماری محبت کے متنازعہ نہیں ہوا
جس میں اس وقت گفتگو ہو رہی ہے اور جبکہ کسی شرط مثلاً نص و عصمت و فضیلت مختلف نہیں
بین الفرقین میں وہ ہے خلافت مراد ہے اگر وہ ہے خلافت مراد ہے تو فرامین تو سنیں
کہ حضرت آدم علیہ السلام کو کسی نبی کے خلیفہ تھی یا کوئی اور خلافت مراد ہے انہیں کس کو
محبت کو یہ بھی خبر نہیں کہ اس سچکہ خلافت سے کوئی خلافت مراد ہے اگر قرآن شریف یا
اہل بیت اس کو کہہ لکے دیکھ لینا ہوتا یا کسی سچی حافظ سے ہی پوچھ لیا ہوتا تاکہ سیاق و
سبب سے ہو جائے کہ یہ حضرت آدم کا قصہ ہے اور خلافت سے مراد خلافت نبوت ہے علامہ
لذین اس سچکہ ہماری فاضل محبت کے علم و فہم پر آفرین ہے کہ اس عبارت کو ہشت تراویح
کی اسل سچکہ پیش کیا ہے اور اپنی کمال شہادت دے اور فوراً علم سے یہ سچہ سچہ
میں دانہ کی صنمیر شرف یا فضل کی طرف راجع ہے حالانکہ اطفال کا فہم اچان ہی سمجھ سکتے
کہ یہ غلط ہے ہر اور سپر پر یہ ہے کہ اس سے ای کی فرماتی ہیں کہ دیکھیں آپ کے فاضل صاحب
اس کو شرط خلافت بل العمدہ فرماتی ہیں اس سچکہ ہی لفظ (اسکو) پر اکتفا فرمایا اور یہ
کہ فاضل صاحب اس کو شرط خلافت فرماتی ہیں سہلنا آپ کی سیاق عبارت کی خلافت
صنمیر (ذاتیہ) کا علم ہے اور لفظ اسکو ہی علم ہی کی طرف راجع ہے لیکن تاہم مدعا
بجائے ہے کہ یہ جب ثابت ہو کہ جب اعلیٰ فضیلت کو مستلزم ہو حالانکہ یہ مستلزم
آپ کے اقوال سے باطل ہے آپ نے اعلیٰ فضیلت کے تعریف میں اسکا دار و مدار اخلاق حمیدہ
صفات پسندیدہ پر رکھا ہے اور شرع و دلائل میں اعلم دار و دلتقی و اعقل جو نے
کہا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ فضیلت مستلزم اعلیٰ فضیلت کو نہیں بلکہ اسکا

لیو اور صفات کا حاصل ہونا ضروریات سے ہی علیٰ مخصوص ملکات نفسانیہ کا ہونا واجبات سے ہے
 پس حکم اعلیٰ مستلزم افضلیت کو نہیں ہے تو یہ استدلال ہی لغو ہوا۔ قطع نظر اس سے
 جب ہم نفس اس عبارت میں تامل کی نظر سے دیکھتی ہیں تو بدایتہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عبارت
 ہرگز مثبت مدعا نہیں کیونکہ قاضی رحم فرمائے میں وائے شرط فی الخلافہ بل العدم تو فیہا اولیٰ ہے
 کہ لفظ بل اس جگہ ترقی کے واسطے نہیں ہے کیونکہ شرط بدست عمدہ ہونی کے اعلیٰ و اقویٰ ہی تو ترقی
 ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ہوتی ہے نہ بالعکس اور اگر ترقی تسلیم کیا جاسی تو اعلیٰ ہی جو شرط ہوا دینی
 طرف جو عمدگی ہی ہوگی کیونکہ شرط موقوف علیہ ہوتی ہے اور عمدگی کی گزرتہ ہے نہ موقوف علیہ
 تو بلا لفظ بل اس جگہ اضراب کے واسطے ہوگا اور اتیان بلفظ اس شرط محض لغرض مزید تاکید ہوگا تو گویا
 قاضی رحم نے لفظ بل عمدہ فیہا کہہ کر یہ ثابت کر دیا۔ وائے شرط فی الخلفہ ہی یہ مراد نہیں
 کردہ موقوف علیہ خلافت کا ہے اور اگر یہ معنی نہ ہوگی تو لفظ بل عمدہ نہ یہاں محض لغو و لاف
 محض مقصود ہوگا پس قاضی صاحب کا یہ قول آگاہیہ معنی نہیں بلکہ مضریہ کیونکہ عمدہ شرط
 برداشت کرنا ہے نہ مشترک پر **قولہ** حدیث سنی آپ کی علامہ جلال الدین سیوطی نے جامع بحوالہ
 جامع مغیرین روایت کی ہے۔ ابارجل استعمل ہر جلا علی عشرۃ النفس و علم ان فی العشرۃ
 افضل ممن استعمل فقد غشی اللہ رسولہ و غشی جماعۃ الموصنین ع۔ عن حفصہ بنتہ
 اب ذرا الصفات فرمائی کہ جب مفضل (ع) حکومت دس آدمیوں پر جائز نہ ہو اور اوسین خدا
 رسول جماعت مومنین سے دینا لازم آوی پس تمام مومنین پر مفضل کی حکومت میں کہ ہوا
 و النفس وغیرہ کا شل نبی ادا کی صورت ہو کہ قدر قیامت و شفاعت لازم آئیگی **اقول** اس
 حدیث کو معنی آپ کے جو کچھ صحیح غلط میں بیان افضلیت سے افضلیت متنازعہ نہیں
 ہرگز مراد نہیں کہ من حیث نریۃ استحقاق الثواب عند اللہ افضل ہو بلکہ اس جگہ افضلیت سے
 مراد بفضل انجمنی ہے کہ جو متعلق بجا آدمی مقاصد ریاست و شرف و بزرگاری کی ہو مثلاً اگر کسی
 سریر یا حبش پر حاکم مقرر کیا جادے تو وہ شخص زیادہ لائق ہوگا جو خاص فن حرب و دعان

و قرب میں زیادہ مہر و خیر ہو اور ترجیح ہو اور خداع و حروب اور اسکی چال و نیر واقف ہو
اور اگر کسی کو کسی ملک پر حاکم کیا جاوی تو وہ صف تالیف و تلوک بغیر دین اور سیاست
بدون ظلم و ستم اعلیٰ درجہ کا ہو یا مثلاً باوجود مساوات یا کسی کے کسی خاص مصلحت کو ترجیح
مقدم کیا جاوی۔ مثلاً کسی خاص شخص کو وجہ سے اسکی سعی و کوشش و سہا و سہا بدین زیادہ ہوتی
مستور ہو آپکو معلوم ہوگا کہ کثرت سے حضرت شہنشاہ علیہ السلام واد علیہ السلام افضل تھے باوجود
اسکی حق تعالیٰ نے مفضل کو انعام مقرر فرمایا اور ظاہر ہی کہ یہ کچھ ضرور نہیں کہ جس شخص کو
زیادتی و تحقیق ثواب حاصل ہو اور دلی کامل ہو وہ بہت متعلقہ کہ یہی سب سے عمدہ طور پر
انجام دیوے علاوہ ازیں ہم کب کہتے ہیں کہ مراعات افضلیت نہیں چاہی ہم اگر انکار کرتے
ہیں تو اس شرط کا انکار کرتے ہیں۔ اس حدیث سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ جب کسی
عالم بنایا جاوی تو لحاظ افضلیت ضرور ہے ہم یہی کہتے ہیں کہ جب کسی کو اسیر یا غلام یا
نوا فضلیت ملحوظ رکھنا چاہی لیکن اس سے یہ کہیونکہ ثابت ہو کہ اگر افضلیت فوت ہو گئی
تو لارست غیر منعقد ہوگی اور اسکی اطاعت واجب نہوگی بلکہ اگر مال کی نظر سے دیکھا جاوی
تو اسی ادایت سے اتفاق و مفہوم ہوتا ہے کیونکہ خدا و رسول و جماعت ہر منین کے ساتھ غش تو اسی
و نہت ہے جبکہ اسکی لارست منعقد ہوگی اور وہ واجب اطاعت ہوگا اور اگر وہ واجب اطاعت
ہی نہیں ہو اور اسکی لارست ہی منعقد نہیں ہوئی تو مثل عوام کے رہا اور کیا غش ہوا وہ مہر
ہی لغو ہوگی نیز غنیمت افضلیت کے مراعات سے انکار نہیں بشرط اسے انکار ہی تحفہ اثن عشرت
کی بحث افضلیت میں مذکور ہے آج دیکھا ہوگا آری اگر غضب رئیس یہ بعین اہل حل
و عقد باشد می باید کہ غضب افضل گنندہ در ریاست و شرائط سرداری نہ در امور دیگر آری
ہر دلی کامل عالم مشہور سید حبیب اللہ ظفرین کہ از وی امور سرداری یک خانہ سرانجام نمی تواند شد
در حیا افضلیت دیگر می باید۔ اس سے قطع نظر آپکو بحث میں عنقریب معلوم ہو چکا ہے
کہ جناب امیر شہ نے اس شرط کا لحاظ نہیں فرمایا کیونکہ جب زیادہ جیسی شخص کو ایک ملک

حاکم بنا دیا تو بس اس سے بڑھ کر اور کیا عدم رعایت اس شرط کی ہوگی پس اس سے معلوم ہوا
 کہ یہ شرط جناب امیر غم کے نزدیک منسوخ ہے اور معمول برہنہ یا آب معصوم نہیں کہو
 خدا و رسول و جماعت مومنین کے ساتھ عیش کیا۔ معاذ اللہ قولہ ایک دو اور حدیث
 ولی اللہ صاحب علی نقل کلام میں آگے اس مقام میں عزت کی شہادت میں تعجبی الکی عالم
 حبیب و فاضل نبیل خواجہ محمد بن محمد بن محمود شہور مجید پارسانی باوجود سخت تعصب کے
 کتاب فصل الخطاب کے آخرین بعد ذکر ائمہ اثنا عشر ابو جعفر مرقی علیہ الرحمۃ سے علامات
 امام میں جناب امام رضا سے ایک طویل روایت لکھی ہے چونکہ شیخ عبدالحق صاحب دہلوی نے
 ہی وہ روایت رسالہ مناقب و احوال ائمہ اہل ہارین جسا ذکر فاضل رشید نے ہی ایضاح
 میں کیا ہے نقل کی ہے اہل انجوت طوالت شیخ صاحب دہلوی کی ہے فارسی روایت پر
 التفکر کرتے ہیں وہ اس سے کہ کی اخیر میں بعد ذکر ائمہ فرماتی ہیں عبارتہ کہذا و ابن ابو جعفر
 مرقی تک اور علامات امام و فضل دی از امام علی رضا آورده است کہ فرمود امام را علامات نیست
 کہ عالم تر و حاکم تر و حلیم تر و پرہیزگار تر و شجاع تر و عابد تر و دیگران باشد و ولادت کردہ شود
 خشتون و وی پاک باشد و از پیش دین کیسان بنید و چون از شکم مادر بر زمین آید مرد و کف و
 افتد و از او سہ ہاتھ دین بر آورد و محکم نشود و چشم او بجواب رود و دلش سیدار بود و محدث باشد
 و درہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بروی راست آید و نزدی سلاح آنحضرت ص باشد و شمشیر
 زوال فقر و نزدی مصحف فاطمہ رض بود و نزدی صحیفہ بود کہ در وی نامہای مخافان او تاروز
 قیامت باشند ثبت بود و بول و غائط اور کسی بنید و زمین بوکل بود و فرو بردن آنچہ میر
 آید از وی و بوی وی خوشتر از بوی مشک بود و بر مردم از نفس ہائی ایشان نزدیکتر بود
 ہر آن تر از مادر پدر و متواضع ترین مردم بود و حق را عذر و علل و امر معروف کنت
 نبی از منکر کنندہ تر بود و از سہم خلق دعائی او مستجاب بود کہ اگر پر سنگ دعا کند
 پارہ شود و موید بر روح قدس بود و میان او و خدا نمودی بود از نو کہ بنید و در وی

اعمال نیکو کار و بر حسب به آن محتاج بود گاهی بسط کرده شود و برای او پس بداند و گاهی منقبض
 کرده شود از وی پس نهاند و امام فرماید شود و بزرگاید تندست بود و در بعضی بسط و بجزود و بپوشند
 و بجا می کنند بجهت پادشاهان شود و نگین نشود و بجنبه دیگر بپوشید و بپوشد و در قبر نهاده شود
 و زیارت کرده شود و حشر کرده شود و پادشاه کرده شود و در موقف عرصات و عرض کرده شود
 برای اعمال پسیده شود و از آنها را کرام کرده شود و شفا عتس قبول کرده شود و دلیل در
 دو خصالت است یکی علم و دیگر استجابت و دعوات و ائمه بعد از پیغمبر صلی الله علیه و سلم
 کشته شده اند بشبه سیر و زهر و این کشته شدن در حقیقت و نفس الامر است نه چنانکه
 غلات گویند علیهم السلام که ایشان کشته شده اند و در حقیقت بر مردم شبه ایشان انداخته
 و این سخن دروغ است چه این مخصوص از اینها را اولیا بعیسی بن مریم است چه ویرا
 از بین زننده برداشتن در میان زمین و آسمان روح او را قبض کردند و چون بر آسمان پادشاه
 روح او را در بدنش باز آوردند و امام است بزرگتر و منظم تر است از آنکه مردم بعقل بکنند آن
 و او را کسب حاصل کنند امام مخصوص است بتمام فضل و طلب کسب بلکه محض اخلاص
 و فضل و اب حکما و عطا قاسم و او با عاجز و بیگنا محصور از وصف نشانی از نشانی است
 و فضل از فضائل او میدهد او را حق تعالی مخزن از علم و حکمت خود آنچه منی دهد غیر از این
 اگر چه اس و ادایت سی و خرابی کند حسب است و خلالت و امامت خلفا و ائمه و دیگر خلفا
 متغلب بر که این اوصاف سی موصوف نه تهی آئی سی بسبب کی بلکه اولی صاحب فهم بر
 بنین گریان نیز صرف شرط افضلیت امام کا ثابت کرناهی آورده اس روایت سی
 اظهر من الشمس هر قطع نظر او را اوصاف سندرجه روایت نذا که شروع علامات امام
 بیهم الفاظین عالم تر و حاکم تر و سلیم تر و پر پیروزگار و متجاع تر و عابد نزد دیگران باشد و اگر
 افضلیت بر دال بین که اهل حق خلافت و امامت که شرط جاتی بین حضرت مجید و
 کسی هم ندید کوبیه و هم نه که چون که بیهم روایت ابو جعفر محمدی علیه الرحمة سے منقول هر سلیم

ہل سنت پر حجت نہیں کیونکہ یہ وہم فاسد چند وجہ سے مردود ہی آؤں یہ کہ خواجہ پارسا اور
 شیخ عبدالحق دہلوی نے اس روایت کی نقل کے بعد سکوت کیا ہے اور ہرگز انکار یا رد کا اشارہ
 تک نہیں کیا اور اگر خاتم المحدثین بجز نزدیک نقل کے بعد سکوت تسلیم کی دلیل ہے تو وہ مذہب
 شیخ ابو جعفر قمی علیہ الرحمۃ خواجہ پارسا کی نزدیک مقبول شیخ ممدوح معتبر و قابل احتجاج و رد و است
 کو میں چنانچہ اس سے پہلی چند روایتیں نقل کر کے کہتی ہیں۔ اخرج هذه الاحادیث
 الخمسة ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابويه القمي وكان من شيوخ
 وشيوخهم استشهد به البخاري في كتاب الطب الخ اور شیخ عبدالحق صاحب
 اس سالہ میں فرماتی ہیں۔ واین پنج حدیث ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ ابن بابویہ
 القمی اخرج کردہ و ابن بابویہ و شیوخ شیعہ مشہوران ایشان است بخاری در کتاب خود و کتاب
 الطب بوی ششہاد کردہ و در حقیقہ مضمونش انیت کہ شفا در ستہ چیز است حجاب است کردن غسل
 خوردن و داغ نہادن گفتہ مراد القمی عن ابیہ عن مجاہد عن ابن عباس انچنین آورده است
 در کتاب الانساب امام ابو سعید عبد اکرم محمد اسماعیل انتہی۔ اقول ہماری ہمار
 محیب اس روایت کو نقل کر کے خوشی سے بیوی نہیں ساقی جا رہے ہیں باہر بیوی جاتی ہیں
 اللہ ہے پیر کیا کچھ ترالی میں اور کیا کچھ نازش و افتخار ہے گویا میدان مناظرہ آج آپ ہی کے
 نامہ ہے اور بزرگ خود مدہب اہل سنت پر کیسی کچھ خرابی ڈالی مگر یہ خبر نہیں کہ اس روایت
 بہت بطرف فح کے بدلے حزن و غمگینی اور نازش و افتخار سے عوض دولت و شرف کی نصیب ہو
 ہم تو کیا عرض کریں اہل النصاب خود دیکھ لینگے اور انصاف سے بول اوہینگو کہ یہ آپکا نادر
 افتخار بجا ہے یا جیسا او نقل و ترفع روا ہے یا ناروا ہو کو سخت افسوس ہے کہ آج کے فضل الخطاب
 کو ما قبل و بعد سے ذرا بھی نہ دیکھا کہ آپ کو معلوم ہو جاتا کہ یہ روایت کس موقع کی ہے اور کس
 عبارت سے اسکا ربط ہے اور کس دعا کی یہ نقل کی گئی ہے اگر آپ متبادل کتاب کو ملاحظہ فرماتے
 تو میں یقین کرتا ہوں آپ اس روایت کو اہل حق کے مقابلہ میں نقل تک بھی نفرمائی

چہ جابجا کہ آپ ناز و افتخار اور سپہ فرما میں اگرچہ آپ نے اس روایت کو رسالہ شیخ عبدالحق محمد
 دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے لیکن چونکہ اصل روایت فصل الخطاب کے ہے اور یہاں کتاب
 میں ہے اسی سے ترجمہ لیا گیا ہے۔ پہلی ہم اصل فصل الخطاب ہے کہ پیش نظر رکھ کر
 جواب ہوتی ہیں کہ یہ ترجمہ کے جواب سے بھی منفی ہوگا۔ بلکہ ضرورت نہ تھی کہ جواب اس
 روایت کو ہم ابو جعفر رادی کے اسقاط و تضعیف اور روایت کو تغلیط و تزئین کی طرف متوجہ
 ہوتی کیونکہ بول اللہ وقوتہ ہماری پاس اس کا جواب ہادم میان استدلال اور قاطع حق شبہ
 موجود ہے جسکو ہم آئندہ گذارن آپس کش کر نیکی لیکن جگہ ہماری مجیب صاحب نے بطور دفع
 دخل مقدمہ کے فرمایا ہے اور گویا بزعم خود دلائل سے ثابت کر دیا کہ نہ راوی کے تذبذب ممکن ہے
 اور نہ روایت کو تغلیط ہو سکتی ہے نو ضرور ہوا کہ ہم اپنی مجیب صاحب کو از انکی غلطی پر متنبہ
 کر دیں صلیح ہو کہ صحت و عدم صحت و اعتبار و عدم اعتبار روایت باتفاق فریقین لکھا
 و عدم عدالت اور صدق و کذب روایت پر منحصر ہے۔ آپ کے شہید ثانی صاحب معالم الاصول
 میں تحریر فرماتے ہیں لمخصاص عرض کرتا ہوں۔ وللعلم بخبر الواحد شر الطکلہا متعلق بالاد
 الاول المتکلف التام الاسلام الثالث الايمان الرابع العدالة وهي ملکہ فی النفس
 عنہا عن فعل الکبار و الاحرار علی الضغائن و منافاة المروءة الخامس القبط
 سی ہذا القیاس آپ کو معلوم ہوگا کہ اہلسنت کے نزدیک بھی روایت کا اعتبار ایسی اعتبار پر ہے کہ اگر آپ
 شیخ عبدالحق محمد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کوئی رسالہ مستحق اصول حدیث ملاحظہ فرمایا
 ہوگا تو معلوم ہوگا کہ شیخ رحمہ اللہ بھی یہی فرماتی ہیں اور طریق معرفت عدالت پر
 چہ نہ امور پر موقوف ہے علم الاصول ہی میں دیکھ لے جیسی لکھا ہے
 لے خراج برسم کے کہ یہی شرط ہیں۔ متعلق مذہبی کے ہیں پہلی شرط کف جو ہر دوسری اصنام غیر
 یاں عسی مدب اور وہ جس میں ایک ملکہ ہے جو اس کو کسیر و گما ہو کر کرنے اور صغیر و گما ہوں پر امر کرنے کو
 بکتا کر درود کے محالہ با تو سیر یا کچھ میں مضبوط ہے۔ ۱۳۔

اور اس طرح دوسری ترویج میں ہی اسکی تشریح ہو و اس سے ثابت ہوا کہ یہ ابو جعفر شافعی و حاکم
 ہی میں نہیں بلکہ اہل حق اسکو دفن عین و کذا میں سے سمجھتی ہیں خواجہ یار سا اور شیخ محمد
 علیہما کی کتابوں میں جو یہ لکھا ہوا ہے کہ بخاری اس سے کہتا تھا و کیا اسکو تو شیخ سمجھنا باطل غلط اور نقیض
 برآب یا لعان مراب ہے کیونکہ یہ تو شیخ نہیں بلکہ حکایت ملزوم تو شیخ ہے بلکہ حکایت ہے
 حکایت کیونکہ خواجہ صاحب الساب سے معانی سے حکایت کرتے ہیں اور صاحب الساب بخاری سے
 اور یہی جو صحت حکایت محکم غنہ کی برائقت پر موقوف ہے اگر حکایت محکم غنہ کی مطابقت ہے
 تو حکایت طبع اور قابل اعتبار ہوگی اور اگر محکم غنہ کی مطابقت نہیں ہے تو ہرگز قابل اعتبار نہیں ہے
 اسلئے حکایت مروی محکم غنہ کی مطابقت نہیں بخاری کے استہاد کا حال تو واضح خدمت ہوئی
 حکا ہی دوسری حکایت الساب کے نسبت منقرب واضح خدمت کیا جائیگا۔ باقی را خواجہ صاحب
 رحمہ اللہ کا خلاف واقع حکایت کرنا اگر نہ الواقع صحیح ہو اور یہ جملہ بحاقیہ ہو چنانچہ قرآن اور
 احادیق پر مال میں اور ہم عرض خدمت کر بن گئے باعث کسی حرج یا خوف کا نہیں ہے کیونکہ
 ہمیں کب دعویٰ کیا ہے کہ خواجہ صاحب ہم سے خطا سے معصوم ہیں اگر ادھون نے ایسا لکھا
 اور خطا ہوئی بحمد اللہ مذہب المسند ایسا عجیب بیچارہ ہے کہ اوہ میں نے کسی غلطی سے حرج مال
 نقصان ہے اور غلطی کا اتباع کیا جاسکتا ہے کیونکہ اصل اہم کتاب و سنت کو قرار دی
 رکھا ہے نہ اپنی ہوا کو و الحمد للہ علی ذلک لیکن جب ہم قرآن میں غور کرتے ہیں تو
 غریب یقین کے ہوتا ہے کہ خواجہ محمد یار سا کی کتاب فطرس الخطاب میں یہ عبارت
 استہد بہ البھا و حجتہ فیما فی الطبیخ قال فی حدیث الشفاء فی تلمذہ شرطہ تجر و تمر بہ
 عمل و کتہ بنادر و اہ القہ عز لیت عز محمد عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ فی کتاب
 الامام ابی سعید الدکین عن محمد بن معاذ عن احماتی ہے کیونکہ اولاً جو جملہ کہ ابن عبد رب
 لہ بن ابی ہاشم ای کتاب کے طبع سے کہتا تھا کہ ہر اہل بیت میں حکایت ہے و ثانیاً جو میں نے ہرگز کوئی ایسا روایت نہیں
 کہا ہے نہ یہ کوئی عبارت ہے اور نہ اس سے کسی حدیث کی روایت کیا ہے اس طرح امام محمد بن عبد رب بن محمد کی کتاب نہایت

بہ متصل نہ کر دی وہاں من شیخ الشیعتہ مشہور ہے اس کی ہر کھال مخالف منافی ہے کیونکہ وہ جملہ
 پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہ شخص شیوخ شیعہ اور شہرین اولیٰ سی ہی تو قابلِ دو انکار ہے غالباً طبع
 کو اصول حدیث کو مسائل میں علی الخصوص شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تحریرات
 میں جنہیں سطلانہ فرمایا ہوگا کہ جو شخص متہم بدعت ہو وہ درجہ اعتبار سے ساقط ہے اور
 بدعت تشیع میں ماوث ہونا جسکو الٰہی حق رفض سے تعبیر فرماتے ہیں اسکا ادنیٰ شبہ منقطع
 اعتبار سے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ روایت کی صحت کا مدار صدقِ راوی پر ہی اور ان حضرات کے
 نزدیک کذبِ لقیۃ جائز بلکہ فرض قطعی ہے جسکی تارک کو دین سے خارج فرماتے ہیں تو انکو
 صدق و کذب کی حالت ایسی نہیں کہ شبہ ہوگی کہ جسمین استیاز احد ہما عن الٰہی محال
 و متمنع ہوگا تو جس شخص کے نسبت یہ کہا گیا کہ یہ متہم بدعت رفض ہے تو گویا اس سے
 یہ ملو ہوئی کہ درجہ اعتبار سے ساقط ہے تو جس شخص کے لیے اذعانِ یقین کے ساتھ یہ لکھا
 گیا ہے کہ یہ شخص اس جماعت کا سرگردہ اور امام ہے اور از سر تا پا تشیع مصطلح میں غرق ہے
 تو اوپر قیاس کر لینا چاہی کہ اسکا سقوط اعتبار کس درجہ میں ہوگا اور حسبِ اسکا
 سقوط و عدم اعتبار اس درجہ پر پوچھا گیا تو اب یہ جملہ مستمند بد بخاری الخ جو فی الجملہ
 وثوق و اعتبار پر زوال ہے گویا جواز اجتماع تقيضین کا حکم ہے۔ علاوہ ازیں بخاری اور
 اسکی شرح خزینۃ الوجود نہیں اور ہر زمانہ میں اسکی یہ ہی تلاؤل و کثرت رہی ہے چنانچہ خود
 امام اسکی روایت آلاف درجہ کو پوچھی تھی اور نیز خواجہ ہارسا اپنی کتاب میں بخاری
 سے روایات نقل فرماتے ہیں اور اسکی بعض شروخ سے یہی نقل کرتے ہیں تو اسی
 حالت میں عقل سلیم سرگز تسلیم نہیں کرتے کہ باوجود علم اس امر کے کہ ابو جعفر شیوخ شیعہ
 سے ہی بلا مہجرت اصل کتاب کے انحض سماع نے نقل پر اسکو اس درجہ مقبول اور صحیح سمجھیں
 کہ اسکو اپنی کتاب میں ہی داخل کر دین غرض یہ کہ یقین سیاق و سباق کو دیکھ کر اس
 جملہ کے احاطی ہو چکا قوی شبہ پیدا ہوتا ہے۔ معاذ یہ کہ کہن کہ اس روایت کی نقل کے

بعد سکوت کیا اندھیر مڑا انکار نہیں کیا اس سر غلطی کیونکہ جب ماضی میں بیان ہو چکا تھا
 کہ اس روایت کا رادی شیوخ شیعہ اکثر ہرین میں سے ہی تو اس حاجت اسکو رد انکار کیا
 باقی نہیں رہی کیونکہ اس کے معلوم ہو چکا تھا کہ جعفر روایات پر اسطہ اس رادی کے نہیں
 یہ متفر دہوگا مڑی ہوگا وہ قابل اعتبار نہ ہوگی سو فی الحقیقت کلام سابق میں اس روایت
 پر ہی رد و انکار ہو چکا تھا اور نیز بعد ختم روایات اہلبیت سے نقل کیا اسکو رد اپنی دعا میں کہا
 کرتے ہی اللھم العن الزافضۃ فانھم ینھموننا۔ تو اب یہ مرجع رد و انکار نہیں آ گیا
 پر تعجب ہے کہ اب یہ فراموش کر دوا انکار کا اشارہ تک نہیں کیا اور بغرض محال اگر یہ
 صحیح ہوتا ہم ہماری عجیب کا استدلال بالکل فاسد ہی کیونکہ جب یہ بات محقق ہو چکے کہ جعفر
 رادی شیوخ کلبہ سے ہی تو پھر اگر کسی روایت میں استہاد کیا تو اس سے جمیع روایات کے
 نسبت اعتبار اور ثوق سمجھا سہے غلط اور ناواقفی ہی کیونکہ قاعدہ ہی کہ اگر کسی شہید
 وثوق و اعتبار ہے ہو تو اسکی روایات کا اعتبار مقصور ان ہی روایات تک ہے کہ جن روایات
 میں اپنی مذہب کی طرف دعوت نہیں کی اور جن روایات میں مذہب کی طرف دعوت پائی
 عادیگی وہ قطعاً واجب ارد و انکار ہوگا سو اگر بخاری نے بالفرض ابو جعفر سے روایت میں استہاد
 ہی کیا ہے تو یہ روایت دہ روایت سے جس میں دعوت اپنی مذہب کی طرف نہیں پائی چاہا تو اس
 روایت سے استہاد اطلاق اسکو وثوق پر دل نہیں اور اس سے اس روایت کی تصحیح و ثبوت
 نہیں ہو سکتی جبکہ ہماری محبت نے اپنا استدلال قرار دے رکھا ہی کیونکہ اس روایت میں مان
 اور میرا اپنی مذہب کی طرف دعوت ہے تو حسب قاعدہ مذکورہ وہ روایت جس سے ہماری محبت
 استدلال فرمایا ہے قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ لیکن مجسب اللہ تعالیٰ و بجلو توثیہ کہو اس کے
 کچھ ضرورت نہیں کہ ہم ابو جعفر کے مذہب کریں یا روایت کے عدم اعتبار کو اس بناء پر ثابت
 کریں۔ کیونکہ جب اس عبارت کو اسکی باقیل سے دیکھا جاتا ہی تو کھاف معلوم ہوا کہ

کہ خواجہ پارسا نے کچھ سابق سے مذہب شیعہ الہ کی بابت بیان کرنا شروع کیا ہی اور چونکہ
اس مدعا کی یہی ضرورت تھی کہ شیعہ ہی کی روایات نقل کرتے تو لا محالہ ان کی روایات کو نقل فرمایا
جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جملہ استشہاد بخاری الہم اپنی مابین سے بڑے چوڑے اور بی ربط
ہے اور ایسی ہی ہونے کا گمان ہوتا ہے لیکن نقل روایات کے اثناء میں بعض روایات شیعہ کے
جو موافق روایات السنن کے واقع ہو گئی تو اس میں ان کو بعد ہی چند روایات اہل سنت کے بھی
ذکر کر کے پہلے بیان کی طرف مود کیا جو کہ مقصود تھا یعنی بیان مذہب شیعہ الہ کی نسبت شروع
کر دیا تو اس سے یہ سمجھا کہ خواجہ نے روایت مذکورہ اپنی مقبول بیان کے ہی سر اس غلطی سے منشا
اس غلطی کا یہ ہے کہ اہل تو یہ نہیں سمجھتے کہ یہ مذہب شیعہ کا ان کی روایات سے ہی بیان ہو رہا ہے
دوسری غلطی یہ تھی کہ جو روایات اثناء میں تبعاً اہل سنت کی مذکور ہوئی تھی ان کی نسبت یہ
نہیں خیال کیا کہ یہ محض بطور جملہ معترضہ کہیں اور اس کی بعد یہ غلطی ہوئی کہ جب روایات اہل
کوشم کے اصل مدعا کی طرف رجوع کیا تو اس کو یہ نہیں سمجھا کہ رجوع الی المقصود ہے کہ اپنی
دشمنی سے یہ سمجھ گئی کہ خواجہ صاحب سے یہ اپنا مذہب اعدائے مقصد بیان کر رہے ہیں
حالانکہ یہ گمان بالکل غلط تھا اب میں تمام عبارت متعلقہ میں دہرا اسے آخر فصیح لکھا
کہ نقل کرتا ہوں اور ناظرین جو اس کے مذاکرات میں عموماً اور اپنی محیب کی خدمت میں خصوصاً
گزارش کرتا ہوں کہ درامنا خط فرما دیں اگرچہ نقل تمام عبارت خالص اناضاب و تلویل نہیں
لیکن چونکہ مدار نقل عبارت پر ہی اس میں آپ مجھ کو معاف فرمائیں گی۔ وقال الامام فخر المجلد
والدین الہی فی کتابہ المحصل اما الامامیۃ فاللہی استقر علیہ رایہم ان
الامام بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وولده الحسن بن علی بن
الحسن

السنن اور نیز امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔ لیکن جیسے رائے کی ہی ہری ہے
کہ امام بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں پھر ان کو فرزند حسن بن علی
پھر ان کو پیرا ہی حسین رضی اللہ عنہ۔

[illegible]

وكنتم انا و ابائى شفعاؤه يوم القيمة وهذه البقعة روضة من رياض الجنة و مختلف
 الملائكة لا يزال فوج ينزل من السماء و فوج يصعد ان ينقح في الصور عن رسول الله ^{صل}
 الله عليه وسلم انه قال سيدفن بضعة منى بارض خراسان ما زلواها مكروب ^{نفيل}
 الله تعالى كرمته و لا مذب الا يغفر الله تعالى ذنوبه و عز الرضا رضی الله عنه من زارنى وهو
 على غسل خرج من ذنوبه كيوم ولدته امه و عز الرضا رضی الله عنه من زارنى عار فاجى خفرا ^{لل}
 تعالى له ما تقدم من ذنبه و ما تاخر و عز الرضا رضی الله عنه من زارنى في غربتي كان ^{مع}
 في حرم حتى يوم القيمة مغفورا له و عز علي بن محمد بن الرضا رضی الله عنهم انه قال من زار ^{نا} الرضا
 فاصابه في الطريق قطرة من السماء حرم الله تعالى جسده على النار و عز علي بن محمد الرضا
 رضی الله عنهم انه من كانت له الى الله عز وجل حاجة فليزر قبر جد الرضا رضی الله عنه وهو ^{قال}
 علي غسل و ليصل عند راسه ركعتين و لبسأل الله تعالى حاجته فانه يستجاب له ما لم يسأل
 في ما ثم او قطيعة رحم و ان موضع قبره لبقعة من بقاع الجنة لا يزورها مؤمن الا
 اغفره الله تعالى من التائب و ادخله دار القرار و عز الصادق رضی الله عنه انه قال من
 زار واحدا من الائمة فكما تار رسول الله صلى الله عليه وسلم و قيل للرضا رضی الله عنه
 علي بن فوكا بليغا كما ملا اذ ازرت واحدا منكم فقال اذ اصرت الباب فقف واسئله

عليه اذ زيارت من بين اميرى آباء او منى شفع بولي ادر به جگ جنت که باغ من چک یکسا غم از رشتون که آد رفت کی جگ هر نفع منورک همیشه
 ایک جهنت نورشونکی ادر یکی ادر ایک چرخ پسلی ادر رسول الله صلی الله علیه و سلم کی روایت ہی روا با حلقہ سیم راحمت جگ فراسان اکند من منین
 ہوگا جو سختی سیدہ او کی زیارت کرگیا خدا او کی سختی دور کرگیا اور جو گنہگار او کی زیارت کرگیا او کی گنہ گاه سحابت کرگیا۔ امام رضی الله عنه
 سے مروی ہی فرمایا جو شخص بہر کہ میری زیارت کری اپنی گناہوں سے ایسا پاک ہو جاویگا جیسا کہ ان کے سینے سے پیدا ہوئے کی دن تھا
 امام رضا سے مروی ہی جو شخص میری زیارت کرگیا او کی پہر چھپے گنہ خدا ان کی بخشیا۔ امام رضا سے مروی ہی
 جو شخص میری عزت میں میری زیارت کرگیا قیامت کی دن میری ساتھ میری درجہ میں بخشا ہوا ہوگا۔ علی بن محمد رضا رضی الله عنهم
 سے مروی ہی فرمایا جو شخص امام رضا کی زیارت کی اور دست میں او سکو آسمان سی مینہ کا قطرہ پہنچے گا اللہ تعالیٰ اس کی ہر گ آگ دوزخ پر خرا
 کر دیگا۔ علی بن محمد رضا رضی الله عنهم سے مروی ہی فرمایا جو شخص کی حاکم ہو جاویگا کہ ان کا درجہ ارضا کی قبر کی زیارت
 کری اور کے شعلہ دوزخ میں پڑے اور اللہ سے حاجت مانگے تو اس کی دعا قبول ہوگی جیسا کہ گنہگار قطع رحم کے دعا نہ کری اور
 او کی قبر کے جگ جنت سے فکر و مین میں سے ایک فکر و مین او کی زیارت کرگیا اللہ او کو آگ سے آزاد کرگیا اور اس کو جنت میں داخل
 کرگیا۔ امام صادق سے مروی ہی فرمایا جو کسی امر کی زیارت کی گویا اسی رسول الله صلی الله علیه و سلم کی زیارت کی۔ امام رضا سے مروی
 کسی نے کہا کہ مجھ کو کی بیخ کا کل کھد کیا تو کہیں آپ کی زیارت کر دفت پڑ ہوں تو یا جب درد ازہ پڑ جاوی تو ہر روز ہدایتیں پڑا

اشعار قبر بطوس به اقام امام + حتم اليه زيارة ولما + قبر سنانا انوار
يحلو العي - وبتر به قد يدفع الاسقام + قبر اذ اهل الوفود بريرة + رجلا
وحطت عنهم الامام + ارواحهم موجودة اعيانها + ان عن عيون غيبت امام
ترية الرضا رضي الله عنه بطوس مباركة كان يستشف بالناس وعن بعض وذر الخوا
انه اصاب البرص فدعا الله تعالى عند هافتقاه الله سبحانه فحضر لك الوزير فيها
انفق فيها قريبا من عشرة الاف دينار وعن بعض كبار اهل البيت انه كان يقول
دعائه اللهم العز الراضية فانهم يتهمونا وعن ابن عباس
عليه السلام الحسين رضي الله عنهما انه قال له رجل كيف رايت منزلة ابني بكرو وعمر رضي الله
عنهما من النبي صلى الله عليه وسلم فقال كملت لهما اليوم وعن ابن العابد رضي الله عنهما
قال اقرب ما يكون العبد من غضب الله عز وجل اذا غضب من كلامه رضي الله عنه لما
ملك خفي ومن كلامه قنوطك اعظم من ذنبك ومن روايته رضي الله عنه يقول
الله عز وجل اذا عصا من خلقه من غير في سلط عليه من خلقه من لا يعرفه ومن كلام
رضي الله عنه يا اهل العراق اجونا حيا الى سلام فمارا لحيكم بنا حتى صار علينا عار الخ
شيعةنا انا لانفس عنهم من الله سبحانه ميا وان ولايتنا لآمال الابرار عن

اب اہل علم والصفات اس عبارت میں نہ بظن ناقل ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ اول خواجہ یار سے
 فی مذہب یہ کہ ائمہ اثنا عشر کے نسبت امام رومی سے نقل فرمایا اور اسکی بعد از ان روایات خمسہ نقل فرمائی کہ جن
 سے ائمہ اثنا عشر کی امت کا ثبوت پایا جاتا ہے اور ان روایات کی منہج کی مذہب کو بیان کر دیا تا
 لوگ اسکی ادن روایات سے دھوکا نہ کھا دیں جو متضمن بیان مذہب کو ہوں۔ اور اگر اسحاق بن عین سے
 تو غلطی سے استہاد بخاری نقلاً عن الانساب نقل کر دیا بعد اسکی اوسی قسمی راوی سے پہنچی ہو
 جو کتاب بمحصلہ میں مروی ہے۔ اور مطابق روایات اہل حق ہی نقل کی اور اسکی مختصر اہل سنت کی
 روایات سے کر کے اسکی روایات سابقہ کی طرف اشارہ کیا اور انکو یاد دلایا اور اس روایت کی
 نقل سے اس امر کی طرف ایسا کیا ہے کہ روایات خمسہ سابقہ حضرت ابو جعفر کی موضوعہ و مختصرہ ہیں
 اور صحیح یہ ہے ہی جو موید بر روایات اہل حق ہے بعد اسکی ساتویں روایت اوسی سے نقل کی جو
 کتاب بمحصلہ میں مذکور ہے اور دسویں بطور بشارت کر دو امر ارشاد ہوئی میں ایک یہ کہ ائمہ کے
 مسئلہ باران جیسی جو جسکی اول و آخر کی تیسر (خیریت و نفع رسانی میں) دشوار ہے دوسری ہے
 کہ جس امت کو اول میں اور ائمہ اثنا عشر ہوں اور آخر میں عیسیٰ بن مریم ہوں وہ کیونکر
 ہلاک ہو سکتی ہے چونکہ فی اسماء یہ روایت ہے روایات اہل حق کے مطابق ہے جو جزو
 اول اور مطابق ہے جو دوم میں کہ خلفائے اثنا عشر حضرت عیسیٰ نے اپنی طرف سے تراش کر بڑا دیا حالانکہ
 اپنی مذہب کے یہی خلاف ہے کیونکہ ائمہ اثنا عشر کو اہل امت میں شمار کرنا غلط ہے امام قائم
 بالامور آخر امت ہیں متصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہیں نہ اوائل امت میں پس حضرت
 صدوق کو حسب قاعدہ کلیہ اسکا خیال نہ دہر نہ ہون فرماتے انا واحد عشر خلیفہ من بعد علی ہذا
 والامام القائم بالامر عیسیٰ بن مریم آخر ہے۔ اور اگر ترکیب عبارت اسطرح ہے انا اولہا و اثنا عشر
 خلیفہ من بعدک والمسیح بن داود آخر ہے کہ مسیح کا عطف اثنا عشر سے ہی تو اول سے ہی زیادہ غلط
 چنانچہ خود بد یہی ہے کہ ائمہ اثنا عشر کو جناب امیر سے بیکر آخر تک جانب آخر امت میں کہنا
 بہر ہی البطلان اور خلاف واقع ہے تراسیں خواجہ یار ساعلیہ الرحمۃ نے اپنی روایات سے جو

فی مجملہ اس روایت کو مطابق ہتی ذکر و اشارہ کر دیا کہ اس روایت میں لفظ و دنیا عشر خلیفۃ
 بعدی حضرت مثنیٰ کا اثر اور اختراع ہے پہر یہ روایات نقل کر کے اصل مقصود کی طرف جوائے
 کی بابت مذہب شیعہ کا بیان کرنا بہت سہوار ہے اور اس کی ابو جعفر مثنیٰ کے روایت علامات امام
 میں نقل فرمائی جسکو ہماری فاضل مجیب نے اپنی مستدل میں پیش کیا اور اپنی کمال دانشمندی سے
 یہ سمجھ گئی کہ یہ روایت خواجہ پارسا کی مقبول ہے اور دوسرے پہر یہ قرینہ قرار دیا کہ چونکہ بعد نقل
 روایت سکوت کیا تو یہ سکوت یقیناً تسلیم روایت ہے اور یہ نہ سمجھی کہ مقصود اس روایت کو
 نقل سے صرف حکایت مذہب شیعہ ہے اسکو قبول و عدم قبول روایت سے کچھ تعلق نہیں ہو سکی بعد
 اور در آئین شیعہ کے متعلق فضائل ائمہ نقل فرمائی اور خاتمہ روایات پر تمام روایات شیعہ کو جوائے کی
 حق میں مبالغہ آمیز روایتیں کرتی ہیں اور انکی مناقب و مناقج میں غلو و اغراق فرماتی ہیں یہاں تک
 کہ انبیاء کے مرتبہ سے بھی بڑا دینی ہے جس پر حجاب امیر کی پیشین گوئی خوب صادق آتی ہے یہاں تک
 فی صنفان محب مفسد الخ روایات اہلبیت سے تگزید فرمادی اور کہا اہل بیت سے نقل فرمایا
 کہ وہ اپنی دعا میں بجناب باری خوشنہ عرض کیا کرتے ہتی اللہم العن المارقینہ فانہم یتعموننا
 انہوس کہ اس پر ہی آپ یہی فرماتی ہیں کہ خواجہ پارسا نے بعد نقل روایت سکوت کیا اور اسکو
 آپ تسلیم کر دینے فرمادیں ہیں۔ اگرچہ یہ بحث کس قدر طویل ہو گئی ہے لیکن ایک گذریش باقی ہو گئی
 ذرا گوسن انصاف و ہوش اس طرف متوجہ فرما کر سن لیں یہ وہیہ کہ کمال تعجب اور نہایت انہوس ہے
 کہ آٹے باوجودیکہ میں نہیں سی ہے اگرچہ مناظرہ میں تو غل و انہاک رہا اور بہت کچھ کہتا میں دیکھ ڈالی
 اور بہت لوگوں سے سنا کہ کیا گویا اپنی عمر کا ایک بہت بڑا حصہ آہیں صرف کیا اور مسائل خلافہ
 وغیرہ میں جن اہل بیت کا مرتبہ بھی بزرگم مد حاصل کر لیا اور گویا اپنی مجتہدین سے بھی گویا سبقت
 لیگئی با اینہما دعائی ہمہ دانی تحفہ کو بھی ملاحظہ فرمایا جو اس دستبان کے اطفال کا یہاں سبقت ہے
 کہ اسکی مصنف خاتم المحدثین رحمہ اللہ علیہ نے اس شبہ کا کیا استیصال کیا ہے چھپی اسید ہی کہ اگر
 آپ اسکو ملاحظہ فرمائی تو اس دلیل کا نام ہی نہ لیتی یہی اب میں تحفہ کی عبارت نقل کرتا ہوں

خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ تحفہ کے باب سیوم در ذکر احوال اسلام شیعہ فرماتی ہیں۔ محمد بن
 علی بن بابویہ القمی بنی سہمی غیر آن قمی است کبخاری بوی استشهدا کردہ است دور روایت
 الشفاء فی ثلث شرط مجیم و شربة غسل و کتبه بنار در کتاب الطب و صحیح خود گفته است
 و رواہ القمی عن لیث عن مجاهد زید الکلبین بابویہ سہمی از قرن اربع است و لیث از ابن قریظ
 ثانی لیکن نیست کہ لیث را روایت باشد از وی و لیث کردہ و اگر ایت عن لیث از براسان روایت بابویہ اصل کتب
 متعارف بخاری است و اسناد این سہمی نیز درست نمی شود زیرا کہ بنی سہمی و بنی سہمی است پس ابن بابویہ از وی
 متاخر است بزمان بسیار بوی چه قسم استشهدا تواند کرد و انعم ما قبل فی میلاد البخاری فائدہ
 و سنی حمہ و ولد فی صدق و عاشق حمید و مات فی ذود و ابن سہم بمعنی از بزرگان ساخر را
 در فہم عبارت سمعان غلط افتادہ چنان گمان برود اندکہ ابن قمی همان سہمی است کہ بخاری بوی
 استشهدا نمودہ و در سنی نقل عبارت سمعان کردہ شود و منشا غلط بیان کردہ آید قال السمعی فی
 المنسوبین اقم و ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ القمی نزل بغداد و حدث
 ما عن ابيه و كان من شيوخ الشيعة و مشهور بالرافضة و عنه محمد بن طلحة النعماني
 يعقوب بن عبد الله بن سعد القمي استشهد بلمبخاری فی صحیحہ فی کتاب الطب
 نال فی حدیث الشفاء فی ثلث شرط مجیم و شربة غسل و کتبه بنار رواہ القمی عن لیث
 بن مجاهد عن ابن عباس و الاسناد العمد الوطأ هر سعد بن علی بن عیسی القمی
 از وزیر السلطان سنجری ملکشاه الی اخر ما قال عبارت الاتساب و صرح شراح
 اری بان القمی الذی استشهد به البخاری هو یعقوب بن عبد الله بن سعد القمی

۱- سہمی نے ان کے بیان میں جو رقم کی طرف منسوب ہیں کہا ہے اور ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ سہمی بغداد میں پیدا ہوئے اور سنی
 و دہان حدیث کی شیعہ کے شیوخ اور رافضیوں کی شہرت یافتہ تھے ابن سہمی بن محمد بن طلحہ نے ان سے روایت کیا اور یعقوب بن عبد الله
 قمی بخاری نے ان ہی صحیحہ کے کتاب الطب میں اس کو شہادت استشهدا کیا ہے اور اس حدیث میں جبکہ حاصل یہ ہے کہ شفاء میں چار
 چیزیں گوارا مشہد دنیا تک کہ ساتھ داغ و لولہا کہا ہے (روایت کیا ہے) سہمی نے لیث سے اور اس کی بجائے اس کی روایت
 سے ابو سعید الوطأ سے روایت کی ہے جسے جرجانہ بن سنجری ملکشاه کا وزیر ہو گیا تھا آخر عبارت سہمی کا - اور بخاری
 نے تصریح کیا ہے کہ بخاری نے سہمی کے ساتھ استشهدا کیا ہے وہ یقیناً سہمی بن عبد الله بن سعد قمی ہے - ۱۲ -

۱- سہمی نے ان کے بیان میں جو رقم کی طرف منسوب ہیں کہا ہے اور ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ سہمی بغداد میں پیدا ہوئے اور سنی
 و دہان حدیث کی شیعہ کے شیوخ اور رافضیوں کی شہرت یافتہ تھے ابن سہمی بن محمد بن طلحہ نے ان سے روایت کیا اور یعقوب بن عبد الله
 قمی بخاری نے ان ہی صحیحہ کے کتاب الطب میں اس کو شہادت استشهدا کیا ہے اور اس حدیث میں جبکہ حاصل یہ ہے کہ شفاء میں چار
 چیزیں گوارا مشہد دنیا تک کہ ساتھ داغ و لولہا کہا ہے (روایت کیا ہے) سہمی نے لیث سے اور اس کی بجائے اس کی روایت
 سے ابو سعید الوطأ سے روایت کی ہے جسے جرجانہ بن سنجری ملکشاه کا وزیر ہو گیا تھا آخر عبارت سہمی کا - اور بخاری
 نے تصریح کیا ہے کہ بخاری نے سہمی کے ساتھ استشهدا کیا ہے وہ یقیناً سہمی بن عبد الله بن سعد قمی ہے - ۱۲ -

لا ابن بابويه والضابطہ فی کتاب الانساب ان یعطف احد المتوبین بنسبہ واحدہ
 آخرہ او عطف مکتوبہ بالحرمة فاعلنا سفر نسختہ ذلک البعض سہا فکتب ثلاث الواو
 بالسواد حتی ظن من رواة ابن بابويه وان ما بعده وهو قوله مستشهد بہ بالبخار
 ما يتعلق بحال ابن بابويه والواقع لیس كذلك بل تمت ترجیة ابن بابويه الی قوله
 روى عنه محمد بن طلحة النخعي وابتداء بقوله ويعقوب بن عبد اللہ بن سعد
 استشهد بہ البخار فی ترجیة اخرى وكل هذا انشاء من غلط المتأخر وتصرف النسخ
 اشدد تعظیما من هذا القدر والله العاصم عن كل زلل - انتهى
 بلفظ الشریف اب اس تقریر صاف نسخ ہو گیا کہ ابو جعفر قمری نہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے
 استہدایا اور انساب میں بخاری کا اس سے استہدایا منقول ہو صرف بعض متاخرین کو کتاب
 کی غلطی غلطی واقع ہو گئی ہے اور نسخ ہو کر بالفرض اگر بعض سے مراد عدلہ داودی حم کی خواجہ باب
 ہی تاہم اس تقریر کا مدرسی اس پر ہی کہ اس عبارت کو خواجہ بعد کی تسلیم کر بی داودی اور اوہیں ایک ہی
 نسبت چون چڑا کی عبادی - چونکہ ثبوت الحاق کا انحصار قرآن خارجہ ہی پر ہی حسین گفتگو کی
 گنجائش ہے اور جواب بدون اس کی بھی محصل تھا تو علی حضرت خاتم المحدثین صاحب تحف نے اس سے بڑھ
 خواجہ باب اس کی ہی تسلیم و فرض کر کے جواب بخیر فرمایا جواب بعد اس کی اس تقریر میں اور تقریر
 میں جو مسلسل الحاق بیان ہو چکا ہے باہم کچھ تعارض و تناقض نہیں ہے اب اس قدر گوارش کرنا اور
 دیکھنا ہے کہ حسبہ اللہ تعالیٰ ایسی کسی راہیہ و مومنوعات و مختصات سے اہل سنت کی مذہب پر خراج
 واقع ہونا محال ہے - لیکن یہ ہے روایت کج کی ناصیہ کا ذبیہ سمارات وضع و افتراء کا
 اس باب پر تسمیہ و کتاب الانساب کا قاعدہ یہ ہے کہ جو لوگ ایک نسبت کا متنبہ ہیں اس میں سے ایک کے سر پر ہر
 ماوراء میں کہہ کہ کھف کرتا ہے یا اس شخص کی کا ذبیہ پیدا ہو سہا سہا ہی کہہ دیا تاکہ کہ عطف بن مہر کہ اس
 باب کی روایت ہو گمان کیا گیا اور یہ کہ عدلہ نور مستشهد بہ سہا ہی اس باب کے حاشیہ شعلی جو حاکم و دفع میں ایسا ہیست
 کہ اس باب کا حال نقل دیئے محمد بن طلحہ النخعی کہ ہم جو گیا ہے اور بن عبد اللہ بن سعد استشهد بہ
 البخاری سے اصل حال شرم کیا اور یہ سب کا بنوں کی غلطی سے آئی ہے اور انہوں کی غلطی اس سے ہی زیادہ سخت ہوتی ہے
 اور اللہ تعالیٰ انہیں ہر ایک کو رہن سے - ۱۱ -

وہاں میں حضرات شیعوں کی غریب پر خرابی ڈالنی کے واسطے کافی ہی سبب اس اجمال کے مختصر ہے
 کہ اس روایت میں بعضی جہاں جو دوسری روایات کی معدن مناسبت میں اور نیز باہم متعارض
 ہیں (۱) اس روایت میں مذکور ہے کہ کثرت ہو اور جب ہم تتبع روایات و حالات ائمہ کرتے ہیں
 تو نفیس شجاعت ثابت ہوتی ہے رقی الاخباریوں کلہم من الامامیۃ عن ابی حمزہ
 الثانی عن علی بن الحسین قال ابو حمزہ قال علی بن الحسین کنت متکماً علی
 الحائط وانا حزین متفکراً و دخل علی رجل حسن الثیاب طیب الرائحة ففطرقنی و
 ثم قال ما سبب حزنتک قلت اتخوف من فتنۃ ابن الزبیر قال فضحک ثم قال یا علی ہل ہت
 احدا خاف الله ولم یجہ قلت لا قال یا علی ہل رايت احدا سال الله فلم یعطہ قلت
 فرظرت فلم ادر قد احمی احداً فنجبت من ذلک فاذا بقائل اسمع صوته ولا ادری
 متخصه یقول یا علی ہذا المختصر عن یحییٰ قطع نظر اس میں اس روایت سے قرآن اور حالات
 و حسب تصریح علما شیعہ جب کہا جاتا ہے تو کچھ نفی شجاعت ہی نہیں پائی جاتے بلکہ عاقلانہ توبہ توبہ
 طبع نظر عدم شجاعت ہی بغیر یہ جو بعضی حضرات کو دشمنوں کی طرف منسوب ہوتی ہے جناب امیر اور جناب
 سنین انھوں نے انھیں کی نسبت خلفاء ثلاثہ یعنی ائمہ غنم کے زمانہ خلافت میں ان کی نفس لومی کے
 بغیت بیان کرنے پر اتنے ہیں تو شجاعت ہی جوڑ لی ہیں اور نہ غیرت و حمیت ہی باقی رہی دیگر
 بن بلکہ دین ایمان تک خیر یاد کہہ دیتی ہیں (۲) و محدث باشند یہ بالکل خلاف کتاب ائمہ
 و کلام قرآن مجید میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صفت بصرحت تمام مذکور ہے و لیکن رسول اللہ
 ائمہ النبیین نبوت آپ پر ختم ہو چکی اب ائمہ کو محدث کہنا حضرت کچھ ختم نبوت کو بالکل باطل کہنا ہی
 ۱۱۵ یہ کہ تمام اخباریوں نے بواسطہ ابو حمزہ ثمالی کے امام علی بن الحسین سے روایت کی ہے ابو حمزہ نے کہا جسے امام بنی
 ایما میں اندوہ انہی کی حالت میں دیواریں سہارا لگائی ہوئی تھیں ناگاہ ایک شخص عمدہ لباس میں مجھے خوشبودار آواز دے کر
 کی طرف و کچھ اور کہا کہ تیری اندو کا کیا سبب ہے میں نے کہا کہ میں ابن زبیر کے فتنہ سے ڈرتا ہوں فرمایا وہ ہنس پڑا پھر کہا
 کہ کیا تو نے کیلک و کچھ کہ خدا سے ڈرا ہو اور اس کو بھرت نہ دی ہو۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ کہا اے امی کیا تو نے کیلک و کچھ کہ
 اس سوال کیا اور دوسری نہ دیا ہے میں نے کہا کہ نہیں پر میں نے تو کی جوابی مانتی کیلک نہ کیا کیلک تو جس کو تعجب ہوا ناگاہ ایک کسی نے کہا کہ
 اس سبب جسکی صورت کو نہ کہتا تھا کہنا تھا اب ای علی یہ حق ہے ۱۱۶-

کیونکہ کیفیت اسکا نام ہی کہ نزول وحی کا بواسطہ فرشتہ کے ہو لیکن اس طرح پر کہ فرستہ کی طرف
 آواز سموع ہوا اور اسکا پیشا بدہ ہو خواہ او سکنا نام وحی ارکھا جادی یا نہ رکھا جادی یہی اگلی
 اختیار ہے اگر آپکی حضرت کلینی نے امام سجادؑ کو روایت کی ہے وان علی بن ابی طالب کان محمداً
 وهو الله يرسل الله اليه الملك فيكلمه وليسمع الفتوى ولا يدرى الصورة (۳) و نزول وحی صحف
 فاطمہ ہم بود۔ کیا جناب سائیر کا صحتیچہ نہ تھا جو صحیفہ جناب فاطمہ کی ضرورت بڑی (۴)۔
 و امر معروف کسندہ و نہی امر منکر کنندہ ترو بود کیا اسکا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نام ہی کہ
 غلط سائل خلق کو متباہر گمراہ کریں استنبصار کو دیکھ لیجی حال شکست ہو جائیگا اور قسم کہا کہ امر اور جوہر
 کی جوہری تعریفیں اور نو شاہد کریں خطبہ شد بلا و فلان و غیرہ کی کیفیت شکست ہو سکتی ہو بود
 کیا امر بمعروف و نہی امر منکر اسکا نام ہے جو جناب امام حسن نے خلق خائف کر کے کہا (۵) دعا کی
 اس جناب بود کہ بر سنگ دعا کند دو بار دہ شود۔ افسوس کہ حکام ظالمین کے حکم دنیا دہان فقہین
 ذلیل و خوار ہوئی دین و دنیا ایک عالم کے دو ہم و برہم ہوئی تمہارے کا دفع کی گئی تھی اور نہ کیا اگر
 ظاہر سے صبح و سپاہ ذو عدو و وعدہ نہیں تھی تو کائنات کوئی دعا ہی سحری ہر کام کرتے جس سے
 معاہدین دین کا کام تمام ہوتا است کی اصلاح جو حق حق دار کو پہونچتا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے
 کہ جب قدر ائمہ کی زمانہ میں حکام دہر لڑ نہی جابر و ظالم دشمن دین تھی اور نہ پھر اس جناب کس کے لیکر یہ
 چھوڑی تھی (۶) در میان او و خدا نمودی بود از نور کہ بہ بید و روی اعمال بندگان دہر
 بدان محتاج بود یہ جب ملے اور دیکھو جو ایک بعد متصل نموده ہے باہم متعارض ہیں اور وہ جب ملے یہ ہر
 و گا ہی بطل کردہ شود و راستی ارباب دلائل و گاہی قبض کردہ شود و از وی پس نہ جلد اول دلالت کرتا ہے
 کہ ہر تھی کہ بروقت معلوم کر سکی ہیں تو بروقت بدون تخصیص مشی و دن ششی و زبان و دن زبان
 ہر ایک تھی جنکی حاجت معلوم کر سکتی ہیں اور جب ملے دوسرا اسکا مدعا یہ ہے کہ ائمہ پر دو چہا تین
 صلح او میں نے غالب نام محمد تھی اور محمدت وہ ہر جسکی طرف اللہ فرستہ بھیجی وہ اس سے کلام کری
 اور آواز سنی دار کی صورت مدیہی ہو۔

طاری ہوئی میں ایک حالت قبض کے اور دوسری حالت بطل کی حالت بطن میں بغیبات کو
 جانتی ہیں اور حالت قبض میں بغیبات کے ساتھ علم متعلق نہیں ہوتا اور نیز جس علم ثانیہ اور سکی
 ہی منافی جو آپ کی علم ارجمند میں غفلت و استغناء میں ہے جناب امیر کے واسطے علم کا ان دو ایکوں میں
 روایات سے ثابت کیا ہے کہ شاید بعض مرتبہ میں درجہ تواتر کو پہنچتی ہوں چنانچہ آپ کی اہم
 کتابیں کفر کا فتنہ اور ابن بابویہ کے خصال وغیرہ میں ثابت کیا ہے بشرط اعتقاد اس جگہ صرف ایک
 روایت خصال پر کتب کرتا ہوں۔ حدیثنا ابی محمد بن الحسن رضی اللہ عنہما قال حدثنا
 ابن عبد اللہ قال حدثنا محمد بن عیسیٰ بن عیسیٰ بن واہب اہم بن اسحق بن ابو اہم عن
 عبد اللہ بن صالح الاضاری عن صباح المزین عن الحارث بن حصرون الاصبغی بن سنانہ
 عن امیر المؤمنین علیہ السلام قال سمعتہ یقول ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عنی الف
 بآمن الحلال والحرام وحاکم ان الیوم القیمہ کل باب منها فی الف باب فی لک
 الف الف باب حتی علمت علم الملتایا والبلا یا وفصل الخصمات۔ اب اس روایت کو
 ملاحظہ فرمائیے اور اس جگہ مطابقت دیجیے بلکہ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ
 جناب امیر کو جب قدر علم کا ان دو ایکوں تھا وہ اس سلیم کے طفیل تھا جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 مرض کے حالت میں سرگوشی فرما کر تعلیم فرمایا تھا تو معلوم ہوتا ہے کہ عمود نور می محض
 حضرات کا اختراع ہی اور یہ ظاہر ہے کہ تعلیم سلیم ائمہ باقیہ تک انہیں پہنچی تو چاہی کہ ان کو
 علم کا ان دو ایکوں نہ ہو علاوہ ازیں کتاب اللہ کی ہی مخالف ہے حق تعالیٰ کے شانہ فرماتا ہے
 وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا الْقِيمَةُ عَزَّ وَجَلَّ هَذِهِ الْخَمْسَةُ شَيْءٌ لَمْ يَطْلَعْ عَلَيْهَا
 مَلَكٌ مَقْرَبٌ وَلَا نَبِيٌّ مَّرْسَلٌ وَهِيَ مِنْ صِفَاتِ اللَّهِ تَعَالَى اَوْرُفَایا ہی عالم الغیب فلا ینظر

۱۔ منبع بن بنانہ جناب امیر سے روایت کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے ہیں کہ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وآلہ نے خصال سرورِ عالم سے جو کچھ چاہی اور جو آئندہ ہوگا ان کو باب تعلیم فرمائی کہ ہر باب و متن کا ہر باب
 کہوں ہی تو یہ اس کتاب باب ہوتی ہے تاکہ کرمیچ دونوں حصوں کے درمیان نہ ہو فیصلہ کا علم کہہ دیا گیا۔ ۱۲۔ اب اس روایت میں بنانہ کو
 کل کتاب کا ایک باب ہے ۱۱۔ صاف ہے کہ روایت ہے ان پانچ چیزوں پر مذکور ہے اور نہ ہی برکت سلیم جو درجہ اللہ کی صفات سے ہیں ۱۲۔

علی علیہ السلام احد الامراء النبی من رسول الله (ص) ابن بابویه شیخ جوادیت خصال میں
 علامہ میں کہ جو کچھ ہم دیکھتے ہیں بعض فائدہ بیان کر رہے ہیں۔ عشر خصال من علامہ الامام علیہ السلام
 عزاء علیہ السلام حضرت محمد علیہ السلام قال عشر خصال من صفات الامام العظمی و
 النفس من ان یتکون اعلم الناس باقرام الله واعلمهم بکتاب الله وان یتکون صاحب
 الوصیة الطاهرة و یتکون له المعجزة والادبیل و یتکون له قیام قلبه ولا یتکون له قیام
 من خلفه کما بری من بین یدیه قال مصنف هذا الکتاب مع معجز الامام ودلیله فی
 العلم واستجابة الدعوة فاما اخباره بالحوادث التي تحدث قبل حدوثها فان ذلك بعد
 معهود الیه من رسول الله صلی الله علیه وآله وانما لا یتکون له قیام لانه مخلوق من لولہ الله
 عز وجل واما رتبة من خلفه کما بری من بین یدیه فذلك لما اولی من التوسم والتفريق
 فی الاشیاء قال الله عز وجل ان فی ذلک آیت للذین تمیزون۔ انتهى ابوابہ ہر باب
 روایت کو ملاحظہ فرمائیے اور دیکھیں کہ آپ کے صدق صاحب نے اس روایت میں جو روایت سابقہ
 کی بقدری کف ہی ائمہ کی یہی معجزہ ہی ثابت کرنا ہے بعد اس کی آپ اپنی صدق صاحب کی
 تاویل ملکہ تحریف کا یہی معاذ فرمائیے کہ اوہنوں نے معجزہ کو علم کے ساتھ مخصوص نہ فرمایا اور
 باحوادث کو معجزہ ہونے سے خارج کیا اور اسکی نسبت فرمایا کہ اخبار بالحوادث ہے
 یہود من الرسول ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ معجزہ وہ ہونا چاہیے جو اپنا خانہ زاد ہوا کسی
 خانہ نہ ہو تو آپ کے حضرت صدوق نے علم کو حضرت امیر کا خانہ زاد سمجھا اور یہ خیال کیا کہ یہ
 بعد یہود والیہ من الرسول نہیں ہے حالانکہ اسکی اپنی کتاب بحفصال کی در روایت جوابی

سلمہ ہبہ کا جاسی والہ میں جاہر کرتا ہے ہبہ کو کسی پر گور پسند کرنا کسی سے گور سے امام کی صفات میں دس صفتیں ہیں
 اول نفس اور ہبہ کو زیادہ عالم اور زیادہ پر میر گور اور زیادہ کتاب اللہ جاسی والا اور جاسوریت والا ہر اور اسکی یہی
 سہولت اور دلیل حاصل ہوا اور اسکی نگاہ سوتلہ دل میں ہوا اور اسکی جایز ہوا اور یہاں ماسی سے دیکھی ویسا ہی
 صحیح سے دیکھی ماسی کتاب کا مصنف کہتا ہے امام کا مجسمہ اور اس علم اور قبولیت اس سے اور امام کے پیش
 کرنا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحیح حاصل ہیں اسکی اسکی ہیں ہونا کہ وہ حاکم و جاسور ہوتے ہیں اور
 دیکھنا کہ وہ ہبہ سے کہیں کہ کو قدرت و عطا ہر کی جو قدرت تعالیٰ فرماتا ہے جس میں ماسیاں میں راست والہ ہبہ کی ہیں ۱۲۰

حصال سے نقل کی گئی علیٰ باب خود بطریق مشورہ روایت فرمائی ہی حضرت کو وہ یاد
 نہ رہی علاوہ اسکی جب اخبار یا کچھ اداث بعد منہ ہوا البیہ ہر تو وہ مسعود نورانی جو روایت
 سابقین بنایا گیا ہی وہ محض صنع و اختلاق ہی اور نیز قصہ قبض و بطن کا ہے غلط ہوا
 قول سیوم بیہ کہ فاضل رشید نے شیخ عبدالحق صاحب دہلوی کی توصیف میں کتاب
 الفصاح لطائف المقال میں لکھا ہے کہ تصانیف مشہورہ و معلومہ دینیہ سلم الثبوت نزد علماء اہل سنت
 و جماعت و کلاسن بہت القوافل یجود و القوافل کثرت اصحاب یانت و براعت است
 انتہی بقدر حاجت۔ اور بیہ روایت ہی شیخ عبدالحق صاحب تصنیف دینی میں بار دو انکار منقول آج
 چاہی کہ بیہ ہی سلم الثبوت علماء اہل سنت و جماعت کی نزدیک ہو۔ **اقول** فاضل رشید
 رحمۃ اللہ علیہ نے ہرگز بیہ نہیں فرمایا کہ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ معصوم و سہو و خطا ہی بغیر محال
 اگر بیہ باب ثابت ہی ہو چاوی کہ بیہ روایت بار دو انکار علی سبیل تسلیم نقل کی ہی تو ہی دیگر
 صحت کو مقتضی نہیں کیونکہ جب بدلتہ نقل مطابق منقول عنہ کے نہیں تو کیونکر واجب تسلیم
 ہوگی۔ معذرا اگر بیہ قاعدہ آپکا سلمہ ہی تو ابن بابویہ کی تمام روایات اور اسطرح اپنی طوسی
 صاحب کے تمام روایات واجب القبول ہونگے علاوہ ان کے کافی کلینی جو کتاب اللہ سے ہی
 صحیح سمجھے جاتے ہی اسکی روایات تو ضرور ہی واجب القبول ہونگے۔ اور مقدمہ میں سے
 جو الیقینی صاحب الطاق غیر ہی سلم الثبوت میں انکی روایات ہی ہوا دلیل برہم و قیاس ہونگے
 لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بیہ بالکل غلط اور غیر معمول بہ ہر شام ہم کہہ گئے جو الیقینی اور صاحب الطاق
 پر د لکھا ہی عالم المسلمین محمد بن علی بن شہر آشوب میں دیکھ لیں بھی ہر شام ہم کہہ گئے ترجمہ میں لکھا
 جس جگہ اسکی مصنفات بیان کی ہیں۔ المد علی ہشام الجوالیقی اور پھر لکھا ہی کتاب علی
 شیطان الطاق اور دوسرے ہر کہ بیہ مبارک لقب لکھا ابن شہر آشوب کا ہی عطیہ ہر منہ کے
 طرف سے نہ خیال فرماؤں کہ منہ نے یہ کہ تاخی نہیں کی۔ آپکی امام کلینی جو سلم الثبوت اور
 کتاب کافی جو صحاح اربعہ میں اعلیٰ مرتبہ اور امام پر پڑ ہی گئی ہی آپکو معلوم ہے کہ اوسین تحریف

واسقاط آیات قرآنی کی نسبت روایات باسانید صحیحہ مروی ہیں حالانکہ ابن بابویہ نے اون روایات
 کو موضوع و مقتری اور ان کی نقل کے کاذب فرمایا ہے۔ وقال شیخنا الصدوق رئیس الحدیث
 محمد بن علی بن بابویہ القمی طیب اللہ تراه فی اعتقاداتہ اعتقادنا ان القرآن الذی
 انزلہ اللہ علی نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم و ما فی ابدی الدائمین و ما فی الدائمین اکثر من ذلك
 قال من سب الینا انا نقول انہ اکثر من ذلك فہو کاذب نقلہ الخیر القمی عن صفیہ خیمہ ہا
 ای طرح ابن طہر علی نے حدیث لیلۃ تعمیر لیس اور حدیث ذی الیدین کو موضوع کہا صریحاً حالانکہ کلینی
 میں ہسناء صحیحہ مروی ہے ازین شریف تفسی نے اپنی ہستادالات شیخ ابن بابویہ کی حدیث
 جویشان کتابت روایت کی ہے کہ کذب کی ہے اور موضوع کہا ہے باوجودیکہ اسکی سند بھی صحیحہ ہے
 لیکن اتنا فرق ہے کہ ہماری اس روایت کی ہے جسکی سند حسب قاعدہ بالاتفاق مجروح ہے نہ کہ یہ
 کی ہے اور حضرات نے اون روایات کو موضوع و مقتری کہا ہے جسکی سند کی صحت مسلم الثبوت
 فرقہ ہر چہ جواب ہمارے عجیب اپنی روایات کی طرف سے تجویز فرمادیں وہی ہماری طرف سے
 براہ مہربانی قبول فرمادیں۔ باقی رہا رد انکار کے نسبت پہلی گزارش مفصلاً ہو چکا ہے قولہ
 چہا ہم یہ کہ اگر یہ روایت جو خواجہ ہارث و شیخ عبدالحق نے علامات امام میں نقل کی ہے موضوع
 و مقتری ہے اور ہم جانتے ہیں کہ حضرات اہل سنت کو شاید مجید راویہ ہے کہ ہمارے ہی سوا لازم آئے گا
 کہ حضرت خواجہ ہارث و شیخ عبدالحق صاحب اہانت ہے صاحب حیا و غیرت ہیں کہ خود ہی اپنی
 میں اہل حق پر اس گمان و وہم سے کہ وہ اہل حق سے موضوع نقل کر کے جناب امیر اکی فضیلت ثابت کرنے
 میں نہایت ہی تشبیہات و تشبیہات قبیح وارد کی ہیں یہ کیا اندہ سیر ہے کہ بغوی انا قرآن
 الناس یا لایر و تفسیر انفسکم کہ تم اپنی افادات کو پس پشت ڈالکر اسی امر کی توجہ ہو

جگہ ہمارے شیخ صدوق رئیس الحدیث محمد بن علی بن بابویہ قس طیب اللہ نے اپنی اعتقادات میں کہا ہے ہمارا
 اعتقاد یہ ہے کہ قرآن و حدیث کے یہی ہر مادل فرمایا ہے اور وہ ہر حد و ہر شہو کی دیباہ ہے اور جو کہ
 پاس سے وہ ہر سیر ہے اور ہر طرف سے کہ ہم کہتے ہیں کہ یہ ریوہ ہے۔

کہ جب کا طعن اہل حق پر کرتے تھے یعنی ایسی حدیث موضوع در روایت مجہول کہ او کلمہ زعم میں محض
 کذب و افتراء ہی حضرت امام رضاؑ کی نام لگا کر روایت کی اور اس کو دینی کتاب میں جو حدیث
 خلق تیار اہل سنت کو ایسی تصنیف کہ یہی لکھی اور کچھ یہی اوسکار و دو انکار نہ کیا بلکہ برعکس اس کو روایت
 کی توثیق و بخاری کا اعتماد نقل کیا اور سنی مسلمانوں کو جو فضیلتوں کی ایسی خرافات سے پاک میں گمراہ
 کیا کیونکہ جب وہ دیکھیں کہ ایسی عالم ثقہ و جلیل معتقد نے اس حدیث کو اپنی دینی کتاب میں لکھا ہے
 اور بخاری و ردو انکار کے اوسکی راوی کی توثیق کی ہے تو بیشک اس کو حق سمجھیں گے اور یقین کریں گے
اقول یہ جو شہ و خروش ہماری محیب کا محض اپنی اور اپنی اکابر کے خوش فہمی کے سبب
 ہے کہ عبارت فضل الخطاب و رسالہ مناقب حسین ترجمہ فضل الخطاب نہ کر رہی ہیں سمجھ رہی ہیں تحقیق
 خدا سے روایت کو انہیں توثیق ہے بلکہ ردو انکار ثابت ہے اور نہ کسی گمراہ کیا۔ اگر کوئی اپنی کوتاہ
 فہمی سے گمراہ ہو اس کا الزام ان کی ذمہ نہیں ہو سکتا اگر آدمی معافی قرآن کے نہ سمجھنے کی
 وجہ سے گمراہ ہو گئی معاذا اللہ خدا تعالیٰ پر اس کا الزام ہے نزدیک نہیں حالانکہ جو بے لطف
 کی ہے آپ فائل میں پس بسما اللہ بقول سامی بنی مسلمان اب یہی ایسی خرافات سے پاک مندرجہ
 میں اور اہل سنت کو تشبیحات و تعریضات کچھ مضائل امہ کہ یہی بابت نہیں میں بلکہ تمام الہیات
 و نبوت و اعتقادات و عملیات کو نسبت ہیں اگر آپ ہٹوڑی سے یہی تحقیقات اپنی روایت
 و روایات کو فراموش تو آپ پر یہی واضح ہو سکتا ہے اور مشرح جو اب اس دلیل کا ابحاث راجعہ
 کو ضمن میں لے کر چکا ہے اس سے انکو واضح ہو گیا ہو گا کہ ہر کچھ مجبوری نہیں کہ ہم اس
 روایت کو موضوع و مفتری ہی کہیں گے اس حقیقت موضوع و مفتری ہے پس
 آپ کا یہ فرمانا حرف آپ کی کمالی فہم و نہایت دانشمندی کی دلیل ہے۔ باقی کلمات
 نامائکم کا جواب ہم دانستہ قلم انداز کرتے ہیں قولہ اب فضیلت کے باب میں حضرت
 خلیفہ اول کی شہادت لے لی۔ کثر العمال کے فرع اول خلافت ابوبکر باب ثانی کے
 فصل ثانی کتاب الامارات حرف ہمزہ میں لکھا ہے عن انس قال لما ابطاء الناس

عن نبیہ ابی بکر قال سالت عنہ الامم عنہ السلت من علی السلت فذکر خصالا
 خلیفہ اول کے یہ کلام میرے سپردال ہو کہ سبقت اسلامیہ و حضرات پیغمبر و مراد اپنی کو اپنی خلقت
 کی فضیلت پر دلیل لائی۔ اس سے ثابت ہوا کہ خلیفہ صاحب کے نزدیک بھی حق خلافت وہی ہی
 جو انسل ہو۔ **اقول** اجماع میرے صاحب ہستی یہ کہ کہا جی انقل حق باخلافت نہیں
 ہو مدعا کچھ ہوتا ہے آپ کچھ فرمائیے مگر اصل مدعا جسکی اثبات کا آپ نے بیڑا اڑھا ہوا ہے وہی
 اہل حاکم شریفیہ سے منسلک کیا ہے پہلی اسکو سوچکر یاد کر لیجیے ہر اس روایت سے اس مدعا پر
 استدلال کبھی۔ انوس کہ جناب نے یہ خیال فرمایا کہ نبوت احق ہے نسبت استرطاف فضیلت
 نہیں ہے بلکہ اگر آپ بظہر نامل ملاحظہ اس دلیل کا کریں تو اس کے یہی دلیل سے اثبات
 عدم استرطاف فضیلت ہونا ہے کیونکہ جبوقت ایک فرد کے لیے افضلیت اور احقیق ثابت
 ہوئی اور ظاہر ہو کہ افعال التفصیل میں زیادتی کسی ہوتے ہو چکو اسکی دفع مقتضی ہے
 نو افراد باقیہ کے لیے یہی نہ ہو جبکہ فضل و حقیق باخلافت ہونا ثابت ہوا ہر اگر خلافت اہل
 کو کسی وجہ سے نہ پہنچی اور حقیق کو ہو و پنج جادوی تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ منعقد ہو کیونکہ جب
 حقیق باخلافت ہونا اسکی یہی پایا گیا تو وہ خود بالبدانہ مستلزم انفاذ کو ہے ورنہ حقیق
 ہونا باطل ہو گا و ذاک خلف تو اس سے ثابت ہوا کہ فضیلت شرط انعقاد خلافت نہیں
 و نہ اہل سلب۔ **قولہ** چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صاحبہ از انہ انما میں اعتراف
 کرتے ہیں کہ انبات خلافت خاصہ میں افضلیت کو دخل ہے سند ابی بکر فضل رابع مقتضی
 واقع صفحہ نمبر ۲۴ میں یہ عبارت لکھی ہے اما اثبات سعد بن زید خلافت حضرت فاروق را
 بافضلیت او۔ فقدا خرج الزمردی عن حابر عبد اللہ قال عمر لابی بکر یا مایز الہاتل
 بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابو بکر ما انت اقلت ذاک فلقد سمعت
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما طلعت الشمس علی رجل خیر من عمر و لخرج ابو بکر
 بن ابی شیبہ عن زید بن حارث ان ابابکر جین حمزہ الموت ارسلکم یتخلقہ فقال

الناس تختلف علينا فظا عليظا ولو قد ولينا كان افظ واغلظ فما تقول
 لربك اذا القيت واستخلفت علينا عمر قال ابو بكر ابرئ تحو فتني اقول اللهم
 استخلفت عليهم خير خلقك الحديث واخرج ابو بكر بن ابي شيبة عن محمد بن
 رجل من بني زريق في قصة طويلة قال ابو بكر لعمر انت اقوى مني فقال عمر انت افضل مني
 ناظر بنصف درين آثار مضطرب شود ورنه اين اوصاف را داخل ميست وراثيات خلافت خاصه
 که در طبقه اولے بعد والا ذکر اين کلمات در بحث اثبات خلافت خارج از قانون منطيات باشد
 انتهي - ويکهي حضرت خليفه اول که نزديک انصافيت خلافت کريمي ابي ضروري تهی که با وجود
 حکما که در خليفه ثاني کو فطريته تهی ابي اولي خليفه کرنے سر خداوند تعالی سر ذرات تهی مگر چونکه خليفه اول
 که نزديک ده افضل مختص کچه چنانکه ابراهيم خليفه کره ديا - اقول بيه دليل بچشم دل
 که موافق نه عاينين در اس سر هي اشتراط انصافيت ثابت نهين هوتا کيونه حسب اعتراف فاضل
 محيب اس دليل سر صرف اس قدر ثابت هوتا که انصافيت کو اثبات خلافت خاصه من و خل
 اور اسکا همی انکار نهين کيا - انکار صرف شتر اط کا هي اور مطلق دخل نه با الله مستلزم اشتراط
 کو نهين پس اثبات اشتراط کی ابي اسکو پیش کرنا بجا هي خود نهين اور جيک انصافيت کو دخل هي تو
 نهنگام استخلاف ضرور اسکو محظور رکها جائیگا اور افضل حق باختلاف هوتا ليکن اس سر اشتراط
 انصافيت سمجھنا اور عدم انفاق کا قائل هوتا خطا هي اور خليفه بنانا ابو بکر صدیق رضی الله عنه کا عمر
 فاروق رضی الله عنه کو باوجود لوگوں کی ڈرائی کے ایسا مقرر خیرات و متعج حسنت هوتا کہ ایک
 عالم من خدا تعالی کی وحدانيت اور رسول الله صلی الله عليه وسلم کی رسالت کا ڈھنگا بجایا اور
 حسب ارشاد جناب امیر داند سجدہ وعدہ خداوند تعالی ثناء کا وعدہ استخلاف ظاہر سو اس
 سر صفات معلوم هوتا هوتا کہ فرستہ صدیقی اس عالم من رصنامی خداوند تعالی کے موافق
 هوتی اور جو لوگ اس باب من مخالف تهی انکو فرستہ خطا پر تهی - باقی رہا فطری و غلیظ هوتا
 بيه ده صفت تهی جو قبول پندیده جناب نبوی صلی الله عليه وسلم هوتا چکر اور اس کو برک کی

قصہ میں اسی وصف میں حضرت نوح علیہ السلام سے شبہ عطا ہوئی اِسْتَدَا عَلَی
 الْكَافِرِ حَتَّىٰ كَانُوا يَتَنَفَّسُونَ انکی شان اِدْہر عمر ارض یغیظہم الکفار کا مصداق ہے۔ **قول** اب
 حضرت خلیفہ ثانی باقی مہمانی خلافت خلیفہ اول کی شہادت لکھی بخاری کی کتاب التاریخ
 باب الرابع الحبل من الزنا اذا احصنت من حدیث فلفہ مشور ہے وہ بیت بڑی
 روایت ہی انفا و بیعت خلیفہ اول کے کل کیفیت لکھتے ہیں اس کے شروع سے مطلب کے فقرہ
 لکھتے ہیں آپ وہ مقام ملاحظہ فرمائیں وہ یہ ہے۔ ولیس ویکرم یقتطع الاعتاق الیہ
 مثل ابی بکر الخ اب لکھ فرمائی کہ باوجود اس بیعت کی فلتہ یعنی کاربہ اندیشہ بدون مشورہ ہونے
 کی چونکہ آپ کی خلیفہ ثانی کے زعم میں خلیفہ اول افضل تھے بدون مشورہ و اجماع وہاں یہ بیعت صحیح
 ہو گئی چنانچہ آپ کی خاتم المحدثین مطاعن ابوبکر طعن نعم میں یہ عبارت لکھتے ہیں کہ در آخر این
 کلام کشیدہ اور برای ترویج شبہ خود نقل کردہ اند بن لفظ ہم واقع است و ایک مثل ابی بکر
 یعنی کیت در شما مثل ابوبکر در فضیلت و خیریت و عدم احتیاج بمشورہ و تامل در حق او۔ انتہی
 بقدر حاجت۔ **اقول** افسوس ہماری فاضل محبت نے اس استدلال میں جو وہ یہی غلط کہا ہے
 جو دلائل سابقہ میں کہا چکر تھے اور یہ دلیل بھی مثل دلائل سابقہ کے مدعا کے ساتھ مربوط نہیں ہے کیونکہ
 اس دلیل سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ فضیلت کو خلافت میں مدخل ہے اور ہم یہ کہتے ہیں
 کہ فضیلت کو خلافت میں مدخل ہے افضل احی باخلافت ہے لیکن اس سے اثبات ہستند
 فضیلت خیال محال ہے باقی دلائل کے معنی کاربہ اندیشہ و بدون مشورہ کے فساد کہ نفی
 اجماع کر فرمانا ہم تو کچھ عرض نہیں کر سکتی گستاخی میں شمار ہوگا۔ لیکن جناب ہی فرمائیں
 کہ یہ کہاں کی دیانت ہے کہ جو مفہوم لفظ کا نہیں ہے اس کو اس پر چپکاتی ہیں۔ ذرا دیکھو
 تو سمجھو کہ اجماع کفلتہ سے کیا تعلق ہے اگر آپ اگر نظر انصاف سے ذرا ہی تامل فرمائیں تو خود انہم
 ہو جائیں گے کہ پہلی سے کام میں تامل مشورہ نہ کرنا دو ملزم ہے اور بے تامل مشورہ ایک امر کو
 بالاجماع قبول کر لینا دوسرا یہ اول کے نفی سے دوسری کے نفی سے سمجھنا حضرت کی خوش

اس قدر نصیر کے انہی میں اجمال

فہمی کہ دلیل ہے قولہ تعجب حیرت ہو کہ آپکی خاتمہ الحمد میں انضلیت کو شرط خلافت نہیں
 مانتی بلکہ اسکو ہماری مفاد میں خلافت عقل و نقل فرماتے ہیں اور خود ہی اس مقام میں تحریر فرماتے
 ہیں کہ سبب افضل وغیرہ نے خلیفہ اول کے مشورہ و نال کے ہی احتیاج نہیں۔ **اقول**
 یہ آپکی حیرت و تعجب و قابل حیرت و تعجب ہو کیونکہ اس قول سے نہ کہ سبب افضل وغیرہ نے
 خلیفہ اول کے مشورہ و نال کے بھی احتیاج نہیں ہے ہرگز استطراد انضلیت پر ولایت نہیں
 بلکہ اس سے صرف استفادہ مفہوم ہوتا ہے کہ افضل احق بالخلافت ہو۔ پس اس سے استطراد سمجھنا
 آپ جیسی منصف و مناظرہ دان و فوکی دوزمین سے البتہ لائق سخت حیرت و تعجب کہ ہوا گاہ پر آدم
 اظہار حیرت و تعجب باعث مزید حیرت و تعجب اصناف مضاعفہ ہو۔ آپکی دلیل انضلیت
 کیجیہ کسی سماں کی ہو کہ آپکی عادت ہو گئی ہے کہ جب جگہ آپ نے لفظ انضلیت دیکھا ہے جہاں کہ
 استطراد انضلیت کی دلیل ہے اور جہاں پیش کر دیا سیت کہ در جان نکار و چشم
 میدارم توئی + ہر کہ پیدا شو از دور پندارم توئی + اور یہ نہیں خیال فرماتی کہ بمقابلہ خصم
 ایسی دلائل پیش کرنے سے بجز ندامت و شرم کی کچھ حاصل نہیں۔ **قولہ** اصل اجماع
 جو حضرات سینہ نے محض اس خلافت کے لیے وضع کی تھی اور اس پر پڑنا نہ ہی اور نہ کچھ
 خیال فرمایا **اقول** اسی اہل دانش و انصاف خدا کے لیے دلائل سے سبب کے مصلب کو فرمانا
 اور اس تعارض و تخالف کو جو دنیا میں فتنہ اور اجماع کے ہماری فاضل محبت کے واقع کیا ہی
 دیکھنا اور ہماری محبت کے لیے ہم کے داد دینا کیا لا حل اعتراض طبع و قوادسی ایجاد فرمایا۔
 سبحان اللہ۔ ای حضرت مشورہ و نال کو اجماع کے ساتھ نہ دے دی پھر اتحاد نہیں ہے کہ اگر مشورہ
 و نال نہ ہو تو اجماع ہی وضع ہو جاتا کہ مشورہ و نال ہوا اور اجماع نہ ہو یا مشورہ و نال نہ ہو اور اجماع ہو جا
 اس میں کوئی استسنا نہیں اور نال فرمایا اور سوچیں۔ **قولہ** افسوس ہو کہ آپکی خاتمہ الحمد میں
 اپنا قول بجز یاد نہیں رکھتی اور یہ بجز کچھ ہی مقام میں منحصر نہیں بلکہ تحفہ میں اکثر جا ایسا
 ہوا ہے اور سبب اسکا آپ جانتی ہی ہیں ہم کیا عرض کریں **اقول** جہاں تک ہم کو علم ہو

اور اگرچہ شاہی سپہ سالاروں میں کیا تو آپ کو اور آپ کی ان بزرگوں کو جو تحفہ پر اعتراض کرتے ہیں خوش
 فہمی سے بعض عداوت و عناد ہے جسکی بدولت ع عیب ناپید نہیں ہر نظر کا مصداق
 ہو رہا ہے۔ اپنے اپنی اعتراض کا حال دیکھ کر لیا ہر اور حضرات کا حال بھی اسی پر قیاس فرمایا گیا
 پس آپ کا یہ انوس لائق انوس کے ہر کہ مطلب خود سمجھیں اور الزام قائل کے ذریعہ نکالیں
 علاوہ ازیں آپ کو معلوم ہے کہ زبان عناد و عناد کے لئے اور اسکی کتاب پاک اور رسول بھی نہیں
 بھی تو مبتداء از کو تحفہ و صاحب تحفہ کے کیا حقیقت ہی با اینہم ہم صاحب تحفہ کو کہہ دو
 و بیان سے معلوم ہی نہیں سمجھتے قولہ علاوہ اسکی اور ہیئت سے اقوال خلیفہ ثانی کی شرط
 انصافیت پر دلالت کرتے ہیں بخوف طوالت اونکو ترک کیا جاتا ہے اقول جبکہ اپنے ان
 احوال سے فرض نہیں فرمایا تو ہم ہی انسی اعراض کرتے ہیں اگر آپ ان احوال کو ذکر فرمائیے
 ہم ہی انشاء اللہ تے در پی استبدال سے لال کی ہوتی قولہ مگر اسقدر گزارش
 کرنا ضرور ہے کہ خلیفہ ثانی کا انصافیت کو شرط خلافت جاننا ایسا صحیح امر ہے کہ محققین اہل سنت
 نے اسکا اقرار کیا ہے چنانچہ صدہ المتحققین ابن حجر مہذب الباری شرح صحیح بخاری میں کتاب
 الاحکام نے اور آخر کتاب باب کیف یباع الامم میں حدیث شوری کی شرح میں
 ابن بطال سے نقل کرتے ہیں فان قيل بعض هؤلاء المسته افضل من بعض وكان رأي
 عمران الا حق بالخلافه ارضاهم دنيا وانه لا يصح ولاية المفضول مع وجود
 فالجواب انه لو صرح بالافضل منهم لكان قد نص على استخلافه وهو قصد الاستخلاف
 العمدية فتعذر ان يجعلها في سنة متفاد بين الفضل لانه تحقق انهم لا يجتمعون
 على تولية المفضول ولا يالون المسلمين نفعاً في النظم والشروط فان المفضول منهم
 لا يتقدم على الفاضل ولا يتكلم في منزله وغيره احق بهامته وعلمه رضي الامه عن من
 به المسته - انتہی اس سے صاف ثابت ہے کہ علاوہ خلیفہ ثانی کے کل صحابہ کے نزدیک
 انصافیت خلافت کے ایسی شرط تھی کہ وہ مفضول کے خلافت صحیح نہ جانتی تھی اقول

یہ بتلایا کہ ہمارے فاضل مجید کے لیے مثبت مدعا نہیں کیونکہ جملہ (و کات را اعمران الاحق
بالتفاوت) (ص ۱۸۸) بطور خاص امر کو بیان کرتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ
بہت تباہی کا حق باختلاف وہ شخص ہے جو زیادہ دیندار ہو اور اس سے بالبداهت بہت ثابت ہوتا
ہے کہ اکثر اہل فضیلت باطل ہی کیونکہ اس میں تفضیل جسکی صفت واقع ہے اور کسی بھی شہرت
فعل مع زیادت پایا جاتا ہے تو یہ ہرگز اسکو بالغ نہیں ہے کہ نفس فعل بدون زیادت کیسی
وسطی ثابت ہو بلکہ باعتبار اقتضای اصل وضع تفضیل کے جو ایسی فرد کا ہونا چاہیے جسکی نسبت
زیادتی ثابت ہو ورنہ مبالغہ اور تفضیل میں کچھ فرق باعتبار معنی کے نہ رہتا جبکہ اس جملہ کا
مطلب میں نشین ہو چکا تو دوسرا جملہ جو اس جملہ سے مستند اور مستخرج ہے اسکی مطابق ہونا
چاہیے اور اسکا ہی مطلب واضح ہے کہ دلالت کر معنی تو یہ کہ معنی اور لا یصح کہ معنی
لا يجوز کے حاصل مدعا عبارت یہ ہوگا۔ و ان لا يجوز تولیة المفضل مع وجود الفاضل یعنی
خال کہ ہو مفضل کو متولی امور بنا جائز نہیں۔ پس اس صورت میں یہ جملہ اور جملہ سابقہ ہم
معنی ہو گئی کہ دونوں کا حاصل حقیقہ باختلاف افضل کے یہ ہے اور اگر اس جملہ کو باوجودیکہ جملہ اولی کے
فرق ہو اسکی طرف راجع کیا جاوے گا تو باہم اصل و فرع متعارض رہے گا۔ اسکی بعد سنی کہ خاتمہ جواب کے
عبارت سے چو لاء تحقق سے آخر تک مذکور ہوئی یہ سمجھنا کہ کل صحابہ کے نزدیک انقیاد و خلعت
کو ایسی شرط تھی کہ وہ مفضول کے خلاف صحیح غمانتی تھی کہ ہم غلط ہی کیونکہ اہل تو حضرت عمر
رضی اللہ عنہ نے خلاف کو نام صحابہ میں دایر نہیں کیا تھا بلکہ صرف چھ شخصوں میں منحصر
کر دیا تھا جبکہ عبارت اقراض میں صراحت ذکر ہے توجہ رضائے جمع کو اس عبارت میں
نہ کر میں وہ سب راجع بطرف مستہ تقارین فی الفضل ہیں تو اس سے ہماری مثال
مجید کل صحابہ کو سمجھنا کمال خوش فہمی کا شاہد ہے اور دوسری یہ کہ بھارت اور عبارت
سے ہی فاضل کا حق باختلاف ہونا ثابت ہوتا ہے۔ جو نہ ہماری فاضل مجید کو کچھ
منفی ہے اور نہ ہمارے غرض ہے۔ لیکن اس سے اکثر اہل تعجب اللہ تعجب انگیز ہے۔ مثلاً اسکا

در بیان و تاسی می باشد اگر فرض محال به دلیل مثبت استرطاف بود تا هم ما هم می بینیم
منتهی که غیب بین گویند است و بجا اینها هیچ است و تو او که او را در مکتب شریعت که از
بی ادبی و ناچاری و اجتناب از دل قطع طور بر ثابت کردن غیبات استین هرگز که از زمین
او را فرض است که نزدیک از افراد است کی کسی از زمین استرطاف غیبت ثابت بود
تو به سکه چون از یکی نزدیک فرجات بین می می ایلی یکی ثبوت کی ایلی او را غیب کافی بود
او قطع کی ضرورت نه می - لیکن اذن او که او را استیلا به بقا اهل حق پس که با ثبوت
استرطاف غیبت بین بود که از علم بین اصول اعتقادات می بود که ایلی هر گاه ایلی هر گاه
بسیب ان دلائل که جنکو بر خود ثبت استرطاف سمیه رکها می هر گاه ایلی بین پیش کرتی بین
او بر غیر است بعد از او را فرار اگر جاری می هر گاه ایلی بین کافی الواقع مثبت استرطاف بین
لیکن اگر واقع کی روی استرطاف غیبت ثابت بود می تا هم ایلی مدعا کی ثبوت بین ایلی کو بین
که در هر مکتب او را در قاعده می علی بن القیاس بعد از شریعت کی اثبات که دلائل فرائی
سب کی می در حالت می گویند حضرت مجیب کا گمان می می که از ایلی جوابات در استدلالات
کافی بود که فراموشات می ابتدا بحث بین ایک رباعی می ایلی جواب فرائی می
جنکو او را در هر می استع خوا می که شود خصم تو عاجز و سخن به حال آنکه می غایت در وجه
به می مکتب می اگر فرض محال ان دلائل می به مدعا ثابت بود تا هم غیب مدعی به شیع
بین می سکت او خصم کو گنجایش می که او را معرفت ان می می می که در هر دو
ان سنت و بعد بین زمین و آسمان که فرق می او کی نزدیک مسکت متنازع بینها فرو می او کی
نزدیک اصل می تو کی ضرورت می اگر دلائل غیبیه می شریعت که از ثبوت است که نزدیک بود تا هم - تو
قطع ضرورت می ثبوت بود که غیبیه بود ان شیع بود بلکه حب دلائل غیبیه بین تو ثبت مدعا
قطع کو بین می سکتی - هر بار وجود ایلی می بران او را حق غیبیه می که چاره می فاضل
مجیب می سرزده می بین می مدعی کی نزدیک صحیح بود که ایلی تمام مثل تنازع بینها بین

مزید حق یقین کا حاصل کر لیا ہے۔ افسوس کہ اتنا بڑا دعویٰ کیا اور اس کے ثبوت کے لیے ہندو
 پس بجز اس کے کہ اسکو سہو و سیمان پر حسد کر کے ٹال دیا جاوے میں تادہ کچھ عرس نہیں
 کر سکتا کاش خود ہی چشم الضافت کہو مگر ملاحظہ فرماؤ۔ علاوہ ازیں ترجمہ عبارت میں جو کچھ
 غلط بیان واقع ہوئی اور انکو ہم خوف تطویل ترک کرتے ہیں قیلاً بہ تعجب و حیرت ہے کہ آپ کی
 خاتمہ الحمدین سے تو با اہمیتہ ترجمہ فتح الباری کو ہی ملاحظہ فرمایا کہ باوجود خلیفہ ثانی کے ہر صحابہ
 کی فضیلت کو شرط مخالفت جانی کے اس شرط کو لازم نہیں مانتی اور نہیں تو خلیفہ ثانی کے
 تقلید تو انکو لازم تھی اقول یہ تعجب و حیرت سامی اس سے ناشی ہے کہ با اہمیتہ ادعائی
 سہمہ دانی آپ نے فتح الباری کے عبارت کا مطلب نہیں سمجھا۔ لیکن طرفہ یہ ہے کہ اس
 بی عجیب و غریب سہمہ پر یہ کچھ ناز ہے کہ خاتمہ الحمدین رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت فتح الباری کے دیگر
 الزام لگاتی ہیں حالانکہ خود ہی سلامہ کنواری کے شرح ابن یثیم مذکور ہے کہ الزام کے جواب میں
 یہہ فرماتے ہیں (کچھ نزدیک کہ علامہ نے شرح دیکھی ہو یا دیکھی ہو اور اس کا مطلب مختصر ہو
 افسوس کہ یہاں اگر اپنی غلط فہمی کا خیال نہ آیا ہوتا تو کیا وہ نہ ذرا ہی محو خاطر سامی ہو گیا ہوتا
 قولہ آپ نے جو تقلید اپنی خاتمہ الحمدین کے ان شرائط کو دلائل شرعیہ کی خلاف فرمایا ہے
 ظن غالب ہے کہ اب تو آپ ہی اس شرط کو مان لیں کیونکہ اگر امتناعی حجاب جعفر و خلیفہ ثانی آپ کو
 لازم ہے۔ اقول جو کچھ میں ان دلائل کی نسبت گزارش خدمت کیا ہے وہ محض تقلید
 ہی نہیں ہے چنانچہ احاث سابقہ و حجاب کو معلوم ہو ہی گیا ہوگا پس جبکہ امید ہے
 کہ حجاب میری مردمان کو نظر انصاف و عامل سے خالی الذہن ملاحظہ فرمائیں تو انشاء اللہ تعالیٰ
 آپ خود ان شرائط سے دست بردار ہو جائیں گے و اللہ یہدی بنی شاد الی صراط مستقیم قولہ
 اور نیز خلیفہ ثانی اور صحابہ کی یہ راہی کہ انصافیت کو شرط خلاف جانتی تھی اگرچہ اس راہ
 سے بخوبی واضح ہے مگر توضیح اس قدر اور گزارش ہے کہ بخاری کی کتاب فضائل
 میں حدیث سفیفہ ملاحظہ فرمائی کہ خلیفہ ثانی نے خلیفہ اول کے جواب میں فرمایا۔

بل نبایک انت فانت سیدنا و خیرنا و احبنا الی رسول الله صلی الله علیه و سلم
 اور خلیفہ ثانی کی یہ کلام صحیح دلیل اس کے ہے کہ جو شخص سیدنا و خیرنا و احبنا الی رسول الله صلی الله علیه و سلم کا حق ہو
 اقول ہم ہی کہتی ہیں کہ بیشک وہ شخص جو افضل ہو احق بالخلافت ہو لیکن اس سے
 آپ کا دعایا حاصل ہوا بلکہ وہ ہی غلط ہے جو اکثر استدلالات میں آپ کو واقع ہوئی ہے
 پس اسکا ہی پیش کرنا حضرت کی کمال فہم پر دلالت کرتا ہی افسوس فہم کا یہ حال ہے کہ ان
 ترانہ کا وہ حال۔ قولہ اور یہ بھی ثابت ہے کہ اب کے رسول ہی احق بالخلافت ہو سکو
 یا دیکھ اگر آپ نے یہ سلسلہ جاری رکھا تو پھر کس کام آئیگا۔ اقول یہ سلسلہ گزرا ہوا
 کو بندہ کو پہلی سے پر یاد ہے لیکن تبیل کم یاد کر لیا ہے اور اس وقت کا بھی منتظر ہوں
 جو وقت یہ لفظ کام آئیگا۔ قولہ لہر غنم اس وقت میں یہ نے خلیفہ ثانی کے اس فعل کو
 تسلیم کر لیا اور یہ نہیں کہا کہ افضلیت کو خلافت میں کیا دخل ہے شرط خلافت
 افضلیت نہیں تو مسلم ہوا کہ صحابہ کے نزدیک افضلیت شرط ہے اقول اجماع
 اہل انصاف ہماری فاضل محبت کے اس دلیل کی خوبی و مناسبت و جریب و لطافت کو تو ذرا
 ملاحظہ فرمائیگا کہ طرح اس دلیل سے کل صحابہ کے نزدیک مشترک افضلیت ثابت فرمایا ہی
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ افضلیت کو خلافت میں دخل ہے
 اچھا مسلم لیکن اصل موافق یہ ہے کہ لازم آیا کہ افضلیت شرط خلافت میں ہو گئی علاوہ ازیں
 بحجرات اس قول کے سکوت صحابہ کا کیونکہ مشترک اظہار کرد اسطے حجت ہو گیا۔ لیکن یہ کہ یہ
 سکوت اسوجہ سے ہو کہ جب کہ ہر ایک کے نزدیک اس خلافت کا تحقق ہو گیا تو کہنی اور کسی
 حقیقت پر کسی دلیل سے استدلال کر کے حق جانا ہو اور کہنی کسی دلیل سے مثلاً اجماع نہیں ثانی سے
 اسکی حقیقت سمجھو ہوا بعض نے احادیث سے اور بعض نے از کمر ساتھ دلائل قیاسیہ میں منضم
 کی ہوں۔ تو چونکہ دھا اور مطلوب ہر ایک کا متحد تھا تو کیا ضرورت تھی کہ ان دلائل میں
 اور کبھی جو اپنی ہی مدعا کو مویہ تھی اور نیز باعتبار نفس الامر کی صحیح تہر اور مطابق واقعہ تھی

کہ خلیفہ ثانی کی اس دلیل کا ابطال

پس اس سکوت کو حجت سمجھا البتہ باعث استعجاب ہے۔ عہد انس سکوت کو تو آپ دلیل
تسلیم کی تسلیم فرماتے ہیں اور تعجب ہے کہ جناب امیر کی سکوت کو جو زبان خلفا رٹھ فرمایا
بلکہ سائل ہی ان ہی کے موافق بتلاتے رہے اور سامنی ہو کر یہ کہی تقریاً کہ اہل بیت کے
سوا کوئی خلیفہ نہیں ہو سکتا ہی تسلیم کی دلیل تسلیم نہیں فرماتے علیٰ القیاس جناب
امام حسن رضی اللہ عنہ کی سکوت بکارت تسلیم نہ کی تسلیم نہیں کرتے اور یہ طبع ائمہ باقیہ میں سے جنہوں
سکوت فرمایا اور سب کچھ دیکھتے رہے اور کچھ نہ بولے تو اسکو ہی تسلیم تصور کیجیگا۔ ملاحظہ کیجئے
وجہ فقہ کا جھگڑا وہ خود ایک ابو ذریب بات ہے کہ اصول شیعہ کے موافق ہی کوئی اسکو
تسلیم نہیں کر سکتا۔ یہ حرف اہلبی عرض کیا ہے کہ آپ نے سکوت کی حجت کو تسلیم کر کے
اس مسئلہ لال فرمایا درہ حضرت سید رضی اللہ عنہ کا قول فانت سیدنا و آخرنا و اجبتا الی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھا بہ رضی اللہ عنہم کہ اس اعتبار سے پہلی تسلیم تھا کہ باعتبار
واقع کے صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ اوصاف حاصل ہے اور اس اعتبار سے ہی تسلیم تھا کہ ان
اوصاف کو خلافت میں دخل ہے **قولہ** اگرچہ بعض صحیح جلیل القدر مثل ابن عباس و ابن
عمر و یزید کے یہ لکھی کتب معتبرہ اہل سنت مثل ازادہ الخفا وغیرہ میں مفصل درج ہے ارادہ کیا
کہ گذر اس جگہ خوف اظہار باز دیا اگر حضرت مجیب چاہیں ازادہ الخفا ملاحظہ فرمادیں اکثر
علما اہل سنت کا یہ ہے مذہب ہے کہ افضل امام ہوتا ہے چنانچہ شرح مفاد کے تحت ہمارے
خاتمہ میں تحریر ہے۔ ذہب معظم اہل السنۃ و کثیر من الفرق الی انہ یتمیزون الامامۃ
اہل العصر۔ **اقول** ظاہر ہے کہ جن دلائل سے جانب اشتراط افضلیت پر استدلال
فرمایا ہے وہ دلائل بہ نسبت ان دلائل کے جو ترک فرمائی اوضح و اقویٰ ہوں گے تو جب
میں دلائل مذکورہ کو جو اوضح و اقویٰ تھی دیکھ چکا اور انکو باطل کر چکا تو مترکک دلائل کے
دیکھنے کے کیا حاجت باقی رہی بہر کیف جنکو ترک فرمایا ہے وہ دلائل مذکورہ سے کچھ کم
درجہ کے ہی ہوں گے تو جو انکا جواب ہے وہی جواب تقریباً انکا ہی سمجھ لیجئے شرح مفاد کے

عبارت آپکی مثبت مدعا نہیں اور اسکی مطلب کو آپنی نہیں سمجھا افضل اہل العصر کی امت
 کو یہی متعین ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اگر اہل حل عقد بیعت خلافت کے یہی امام کو منتخب
 ترجیحاً افضل امت ہوا پس اسے بجا و ذکر کے کسی دوسری کو امام بنادین۔ افضل کے ہوتے
 فاضل یا مفضل امام بنا نا نہیں چاہی اور اسکی یہ معنی نہیں ہیں کہ افضل بدون بیعت
 اہل حل عقد کے امام ہو جائیگا اور اسکی انفاق و خلافت کے یہی بیعت اہل حل عقد
 حاجت ہوگی اور اگر افضل کے ہوتی فاضل یا مفضل امام ہو گیا تو اسکا انفاق و ہموگا اور
 اسکی انفاق لازم ہوگی پس اس سے یہی اشتراط کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ قیاس
 تعجب ہے عبرت کا مقام ہے کہ آپ کے خاتم الحدیث بابائے ہمہ والی ان شریکت ہوں میں احادیث
 و اقوال صحیحہ و علمائے ائمہ کے اس شرط کو مخصوص و افضل سے فرماتے ہیں اور اسکی لغت
 کتاب اللہ سے اپنی نعم میں ثابت کرتے ہیں۔ **اقول** یہ تعجب اس وجہ سے ہے کہ عباد
 مطالب ہر دین سانہ کی نہیں فرمائی ورنہ اگر نظر انصاف سے اہل دلائل کو ملاحظہ فرمائیں
 و ہر صفات فقیر کو نظر انصاف دیکھیں گے تو خود اپنی فہم پر تعجب فرمائیں گے کہ اسکی
 عبرت کا مقام سمجھیں گے چنانچہ پیوستہ ہی سر من کیا جا چکا ہے۔ **قولہ** اگرچہ اور بیعت سے
 یہ بات اسکی ثبوت میں ہیں مگر بحرف عوالت ان سب سے قطع نظر کر کے اب کچھ شہادتیں
 آپکی خاتم الحدیث کے والد بزرگوار کے پیش کرتے ہیں دو کتاب قرۃ العینین میں لکھتے ہیں
 کہ۔ ابن محسن حق است کہ تا اعتقاد و فضیلت مبلغ قرآن و سنت و حسین علیہ السلام و محمد
 خاطرہ اخذ شرائع جمع نکرد و اور یہ بھی لکھا ہے ہر شیعہ قائل شدہ اندہ با کہ امام می باید از افضل
 است با سند معصوم و مفسر من الطاعت و منصوب من سمت اللہ و رسولہ دین قول متفقین
 حتی باطل ہر دہ شدہ است قول محقق است کہ افضلیت از امت بر نسبت اہل خلافت
 و نبوت کر مفسن قوانین و مبلغ شرائع و مرجع دین بشیائے لازمہ است و الاغنا و کلی حال
 نشود و بجا حکم عصمت حفظ الہی و تائید ربانی بحسب دلائل و اثبات کرد و بجا قرآن

طاعت و نسیب من عند الله و رسولہ اختلاف نبض و اشارت می باید ذکر کرد تا سخن درست گردد
 از تهر اگر چه اس عبارت اس صفات ظاہر ہی کہ محقق خلافت خلفاء و تلمذہ بچانی کے یہو شاہ صاحب
 بہ تادیل علیل بدن دلیل فرماتے ہر اور خود انکی اسی قول سے رد ہو سکتی ہے اور ہمارا دعویٰ
 ثابت ہے مگر چونکہ یہ محصل صرف انضامیت کی ثبوت کا ہی اسلی ہی ہم اس سے تعرض نہیں
 کرتے اور انضامیت اس عبارت سے بخوبی ثابت ہے کہ انضامیت از امت کو لازم کہتی ہے نیز
اقول چونکہ ہماری محیب لیبی ہے آج کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کلاموں سے
 استدلال فرمایا ہے اسلی ہی مناسب کلام ہونا کہ سیدہ ربط و تفصیل کے ساتھ جواب گذارش
 کریں تاکہ وہ شبہات جو ہماری فاضل محیب کو عبارت از ائمہ انضام و غیرہ سے واقع ہوئی
 نہیں رفع ہو جائیں اور اس دلیل میں سترۃ العین سے دو جگہ کی عبارتیں نقل فرمائی ہیں لیکن
 ہم صرف دوسری عبارت کو جسکو ہماری محیب صاحب نے ثبت نہ عاز زیادہ سمجھ رہا ہے
 ہمارے نقل کرتے ہیں اس سے یہ ہی واضح ہو جائیگا کہ بعض مواضع میں نقل عبارت میں
 شاید سہو یا غلط واقع ہوئی ہے نیز این سخن بدان ماند کہ شیخ فاضل شدہ اند با اینکه امام مٹی نے
 افضل است باشد و معصوم و مفتقر من الطاعت و مשוב من عند الله و رسولہ و این قول
 مستحسن حق و باطل مردود شدہ است قول محقق نسبت کہ انضامیت از امت لیسبت الہی خلافت
 نبوت کہ متفق قوانین و سبب شرع و مروج دین ایشانند لازم است و الاعماد کلی جماع
 نشود و بجائی فصحت حفظ الہی و تائید رحمانی بحسب عادات اللہ می باید اثبات نمود و بجای
 اعتراض طاعت و نسیب من عند الله و رسولہ اختلاف نبض و اشارت می باید ذکر کرد
 اہل سنت و جماعت ہمیں قول محقق و منفعہ دشمنین بلکہ در خلفاء اربعہ اثبات نمودند تفصیل این
 اجا آئکہ انضامیت کہ سیکوئید در طبقہ اولیٰ می باید کہ ہنگام احکام دین و تدوین شریعت
 و تقنین قوانین آن بودہ و در ملک عفو ض زبہ کہ در ملک عفو ض عامل علم دیگر شدہ و صاحب
 دولت دیگر چنانکہ فتویٰ ہر قوف بود بر علم شیر کمال انہمہ فتوایہ را منفعہ کردہ نوشتہ اند

ایں عبارت دانی می باید و پس آتی۔ اس عبارت میں لفظ اہل خلافت نبوت تبرکات
 اضافی واقع ہوا ہے اور ہماری محیب بسبب کی عبارت منقولہ میں داد عاطفہ زیادہ ہو کر اہل خلافت
 و نبوت منقول ہوئے ہیں فرق باہمی صرف اطلاق تقید ہے اور عجیب نہیں کہ اصل نسخہ منقول
 عندہ میں یہ غلطی کا نسب سی ہوئی ہو غرض کہ ہم کو اس سے چند ان تعرض نہیں ہے اسکی
 بعد گذارش ہے کہ جو کچھ انصافیت کے بارہ میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر
 فرمایا ہے نہ وہ آپکی مدعا کو مثبت ہے اور نہ اسکی معارض و مخالف ہے جو حضرت خاتم النبیین
 رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ امنا عشریہ میں شتم اہل انصافیت کی نسبت تحریر فرمایا ہے وہاں کہ
 یہ ہے کہ خلاصہ مطلب عبارات حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ جو مواقع شتی میں بیان
 فرمائی ہیں یہ ہے کہ خلافت ایک کلی ہے جسکی سببی افراد و جہت لفظ میں اور انکی عوارض جدا گانہ
 اور اس کلمہ کا اپنی افراد پر صدق بطور تشکیک کے ہے پس محال ہے عایدہ ہی کہ خلافت جو طبقہ
 اولیٰ میں پائی جاتے ہے وہ حسب تصریح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رت
 سفین تک ہے اور شصت بعض خلافت نبوت ہے اور افراد خلافت میں اکمل ہے ایسی اسکو
 خواص میں سے چند امور ہیں۔ مثلاً اول لانعم ہے کہ خلیفہ مہاجرین اولین اور حاضرانِ حدیبہ اور
 حاضرانِ نزول سورہ نور اور حاضرانِ ماثہ عظیمہ مثل بدر و تبوک میں سے ہو۔ دوسری یہ کہ بیشتر
 پنجتہ ہو تیسری یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی ساتھ ایسا ایما فرمایا ہو جیسا کہ اس
 منظر انارت کے ساتھ مع اللہ کیا کرتا ہے۔ چوتھی یہ کہ جن امور کو ظہور کا وعدہ حق تعالیٰ
 شانہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہو بعض اہلین سے اسکی باتہ پر یہی ظاہر
 ہوں۔ پانچویں یہ کہ اسکا قول دین میں حجت ہو بسبب ترویج و تنبیہ حضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم کی۔ ساتویں یہ کہ افضل امت ہو اس کی صفات ظاہر ہے کہ انصافیت گواہی ہے
 اور صفات دیوانہت سابقہ کا ہے اور وہ خلافت نبوت جو طبقہ اولیٰ میں پائی جاتے ہے
 اور ختم خلفاء اربعہ پر ہے اسکی اور مخصوص اہلین کے ذوات مفسدہ کے ساتھ ہے اسکی

بعد بینی کہ جو لو از ہم خلافت خاصہ کند کو رہی اگر او نہیں سے کیا تحقق خلیفہ میں بنا چاہو
 مثلاً افضلیت ہی منقود ہو تو اس خلافت کی نسبت حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ
 فرماتے ہیں کہ وہ خلافت منعقد ہو جائیگی لیکن مرتبہ اہل سہرا کا انحطاط ہوگا اور
 مرتبہ غریبیت سے نکل کر درجہ رخصت میں مستقر ہوگی لیکن اس کے خلیفہ کی اطاعت واجب
 ہوگی اور اس کی تحت حکم جاری ہوگا اور کمالیگا اور اس کا نصب عمال و قضات و اخذ زکوٰۃ و صدقات
 صحیح ہوگا حضرات شیعہ فرماتے ہیں کہ افضلیت ایسی شرط خلافت ہے کہ اگر وہ فوت ہو جائے تو
 مطلق خلافت باطل ہو جائیگی اور اس کی اطاعت امانت اور اس کی سہارہ ہو جائے جو محصیت ہوگا پس
 انشاء اللہ صاف ظاہر ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب افضلیت وغیرہ کو شرط کمال قرار دیا ہے
 جس کو فوت ہونے سے نفس خلافت فوت نہیں ہو سکتی اور حضرات شیعہ اس کو شرط نفس خلافت
 ٹھہرایا ہے جس کی فوت ہونے سے اوّلیٰ نزدیک اصل خلافت فوت ہو جائیگی پھر لکن حضرت شاہ
 عبد المعز رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ میں بمقابلہ شیعہ کے اشتراط افضلیت کا انکار کیا ہے تو وہ ہرگز
 مبارض اوّلیٰ والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے تحریک نہیں ہے کیونکہ حضرت صاحب تحفہ
 نے جس اشتراط کا انکار کیا ہے وہ اشتراط وہ ہے جس کی شیعہ قائل ہوئی ہیں وہ یہ کہ
 افضلیت کو شرط نفس خلافت قرار دیا ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ
 نے جس اشتراط کا اثبات فرمایا ہے وہ اشتراط ہے کہ جس کی شیعہ مثبت ہیں اور صاحب
 تحفہ نامی بلکہ وہ اشتراط اس سے جدا ہے اور وہ اشتراط راجع الی الکمال ہے جو نفس خلافت
 کی طرف سے نفی و اثبات میں مختلفین کی طرف راجع ہیں اور آپ کو شاید معلوم ہوگا
 کہ تناقض میں آئندہ حد میں ماخوذ و معتبر میں جیسا کہ میں نے کوئی فوت ہو جائے مگر تناقض رفع
 ہو جائے اور اجتماع جاری ہوگا اب اس تقریر سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ جعفر رضا قرین ازادہ تحفہ یا توۃ بعضین
 میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مثبت اشتراط تحریر میں ہماری عجیب لیب کا ادنیٰ
 بہت شہاد صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اوّلیٰ مدعا کی موافق نہیں اور نہ مدام اثبات اشتراط

انفصیت کا ہی نفس خلافت کو واسطی اور ادون عبارتوں کا نہ عاقبت استراط فیضیت کا اور
 نفس خلاف کر نہیں ہے بلکہ کلیت خلافت کو واسطی ہے پس اگر یہ بار یک شوق نگاہ عباد
 میں تامل کرنے سے واضح ہے تاہم اگر ہماری محیب لبیب پر پونیدہ دنا تو ہم معتد سمجھتے ہیں
 عبادہ ازین ہم پہلی گذشتہ کرائی میں کہ آپ کا عباد احوال دین میں ثبوت قطعی کو مقتضی
 ہر اور ہماری واسطی اسکی ثبوت کے لیے دلائل قصہ کے اسلی ضرورت نہیں کہ اسکو اصول
 میں سے نہیں سمجھتے تو ہمکو دلائل غنیہ کافی ہوگی۔ لیکن آپ ادنا کو ہماری مقابلہ میں اپنی
 دعا کی ثبوت میں کیونکہ ہمیں کر سکتی ہیں اور وہ آپ کے دعا کو کیونکر ثابت کر سکتے ہیں
 پس ان دلائل کا اپنی دعویٰ کے ثبوت میں پیش کرنا صریح غلط ہے جبکہ انشا یہ ہم
 کہ آپ ہمیشہ اپنی دعویٰ کو قبول جاتے ہیں اور یا یہ ہے کہ وہ کہہ دیں مد نظر عالی ہے
قولہ اب ذرا از انحاء کو جو کثیر الوجود ہی ملاحظہ فرمائی مقصد اول کے فصل دوم
 واقعہ صفحہ ۱۶ کو دیکھیں یہ عبارت تخریر ہے و لاوازم خلافت خاصہ آنت کو غلط ہے
 است باتدور زمان خلافت خود عقلاً و نقلاً از انجبت کہ در نکتہ اولی تقریر کردیم کہ چون
 خلافت ظاہرہ ہمارے دین خلافت حقیقیہ است و قطعاً کسی در محل خود ثابت گرد و لیکن ایجا اینجہ
 باید شناخت کہ یہ بعض خواص را لائن نسبت پس خلافت او مطلق نباشد
 نصب غیر افضل حکم رخصت دارد بہ نسبت غزنیہ و رخصت خالی از ضعفی نیست عود
 مع مطلق تواند شد و از آن جهت کہ در خلافت خاصہ کلین دین مرنی من کل وجہ مطلق
 دین غیر استخلاف افضل صورت نہ بند و چنانکہ حضرت رقی زویک استخلاف امام حسن فرمود
المراد اللہ بالما من خیرا ایجمعہم بعد علی خیرہم۔ رواہ الحاکم۔
 بجائے خلافت مارکہ ایجا کلین دین رقی من وجہ دون وجہ مطلق آتن کل الوجہ از انجبت کہ
 خدمت خاصہ نیست از نبوت زیرا کہ در حدیث آمد خلافت علی منہاج النبوة و نیز آمدہ
 تکتون نبوة و حجتہ خلافت و حجتہ و جمع ہر دو است عامہ است دین ہرینا ظاہر و باطن

پس چنانکہ استیفاء شخصی دلالت میکند بر فضیلت وی بر امت تا قبح از مستثنیٰ حل ذکره مرتفع
گردد چنانکہ اختلاف شخصی بر امت دلالت می نماید بر افضلیت وی بر امت و از این جهت
که عامل ساختن شخص مفضل حیثیت است عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله
علیه وسلم من استعمل رجلاً من عصابة و فی تلك العصابة من هو ارضی الله منه
فقد خان الله و خان رسوله و خان المؤمنین و عن ابی بکر الصدیق قال قال رسول
الله صلی الله علیه و سلم من امر المسلمین شیئاً فامر علیهم احداً بما حرم الله فحلیه
لعنة الله لا یقبل الله منه صرفاً ولا عدلاً حتی یدخله جهنم اخرجهما المحاکم
از اینجا میتوان دانست کہ اختلاف بکبری چه خواهد بود و آری نزدیک تر از هم امور اختلاف طاهر و مشر و عدم نظام
اصلی با حقیقت میتوان در راه تخصص پیش گرفت و از این جهت کہ در وقت مشاورت صحیح باید که
اختلاف افضلیت را نهاد و در لفظ حق بنده الگوتند و همچنین ساقطه داشتند و از این جهت
صدیق اکبر چون خطاری خود بر ایشان ظاهر شد قائل شدند با فضیلت او و این متبسی است
بر آنکه اختلاف فضیلت صادق باشد و فضیلت خلق را بر بعد ثابت است بترتیب خلافت یا در
بسیار اینجا بر سه سبب گفتیم سبب اول آنکه اختلاف این بزرگواران منجر و اجماع ثابت نیست
و اختلاف که لازم است فضیلت را که مقرریه نهی بقدر حاجت - این عبارت کو بطور خود انصاف
ملاحظه فرمایید که عقلاً و نقلاً فضیلت که قائلین در حدیث کا هم و عده که آنرا سبب
ده بی سبب مذکور هر **قول** قول سابق کے جواب میں جو تقریر مطلب بعد حضرت
شاه ولی اللہ صاحب کی عبارت کی کہ آیا خون بصراحتہ بیان جاری ہے خون
کہ آئینی با وجود اس وضع مرام اور ظہور مطلب کہ عبارت کوئے سمجھا اور مثل لا تقربوا صلوة
کہ استلال فرمایا پس مختصر اگر ارش ہے متوجہ ہو کر سن بھیجی وہی مدعا بیان حضرت شاہ صاحب
فرماتے ہیں کہ جو خلافت نبوت کو مرتبہ کمال میں واقع ہے اور عالی مرتبہ ہر اولیٰ پس
افضلیت حقیقہ لازم ہے جس جگہ یہ خلافت پائی جائیگر افضلیت ہی ضرور پائی جائیگر

اور حجۃ الفضلیت فوت ہوگی بہ خلافت باعتبار اپنی اس مرتبہ کے فوت ہو جائیگا۔ دلیل اس کے خود
 شاہ صاحب کے اسی عبارت سے ظاہر ہی فرماتے ہیں کہ نصب غیر افضل حکم خصیت وار نیست
 و خصیت خالی از منفعت نیست و مورد مطلق تواند شد (اس سے صاف ظاہر ہے کہ غیر افضل
 کو اس وقت خلافت منعقد ہو جاتے ہے۔ لیکن یہ شرط میں نہیں رہتی اور مطلق مورد مباح
 نہیں رہتی تو افضلیت شرط کھیت خلافت ہوئی نہ شرط نقص خلافت۔ اور اس سے کہی
 فرماتے ہیں۔ آری نزدیک تر از ہم امور و اختلاف خیر و شر و عدم انتظام علی ما موحہ می توان
 ترخص پیش گرفت لیجب ہے کہ آگے اس عبارت کو نقل کیا۔ اور اس سے استدلال
 فرمایا اور ان جملوں کو نہ دیکھا اور نہ انکی مطلب کو سمجھا۔ اسی کا سن کچھ نہیں فہم لایا
 سو کام لیتی اب ملاحظہ فرمائی کہ آگے استدلال ان عبارتوں سے اور جو انکی محاش میں
 کیونکہ صحیح ہوگا اور حدیث موعودہ کیا کار آمد ہوگی **قول** حضرت ہے کہ حضرت شاہ
 صاحب تو اس شرط کے عقلاً و نقلاً قائل ہیں اور انکی خلف رستید یعنی آگے خاتم المحدثین
 ابن عقیلہ کو مخصوص و فیض جابین اور کتاب اللہ سے اسکی مخالفت بزرگ خود ثابت
 کریں اور کتب احادیث وغیرہ تو خیر۔ کا سن یہ کتاب اپنی دیر بزرگوار کی ہے جکا حال
 خود فرماتے ہیں ملاحظہ کرتے **اقول** اس انوس کا مورد ہماری حضرت فاضل عجیب کے
 فہم شریف ہی ہے اور یہ امر عبارت از ازالہ افتخار وغیرہ کو کہیگا اور بندہ کی گذشتہ سطر شخص
 سمجھ لیتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جسکی عقلاً و نقلاً قائل ہیں حضرت خاتم المحدثین
 رحمۃ اللہ علیہ اسکی برگزیدہ مخالفت نہیں یہ معارضہ محض فاضل عجیب کے خوش فہمی سے
 ناشی ہے حضرت خاتم المحدثین نے اسکی نسبت جو کچھ تحریر فرمایا وہ نہ سرتابا صحیح ہے یہ عقیدہ مخصوص
 شیوہ کے ساتھ ہی اور مخالفت عقل و نقل کے ہے نہ اسکو کتاب اللہ سے مدد ہے اور نہ احادیث بروایہ
 صحیحہ اللہ علیہ وسلم اسکی موید لہذا جمع البصر کردین **قول** حضرت شاہ علی اللہ صاحب نے اس عقیدہ
 کی تقریر اسی کتاب میں نہیں فرمائی۔ بلکہ ملازمت افضلیت خلافت میں

ایک طواریطوں الذیل لکھا ہے اور کتاب و سنت و اقوال صحابہ و دلائل براین لالی میں جو کہ
 وہ عبارت طویل ہے اور اس میں تشریح میں طواریطوں ماہی لکھا ہے ہم نہیں لکھتے اگر حضرت
 حبیب جانین تو ازادہ اخفا کا ملاحظہ فرمادین ہم میں ان بقید فصل و مقصد صفحہ گذارش کرتے
 ہیں سبک رابع در اثبات فضیلت شیخین کے مقدمہ اولی و ائمہ صفحہ ۳۲۸ کو بطور غور ملاحظہ فرمادین
 شروع اسکا بیان ملازمت در میان خلافت خاصہ و فضیلت شخصی کہابین خلافت مکرر
 ساختہ اند اور ختم پس افضلیت لازم خلافت خاصہ گشت دانند اعلم ہے **اقول**
 ہمیں ازادہ اخفا میں یہی ہے کہ علاوہ اسکی بہت مواضع میں افضلیت کے
 اثبات میں تامل کیا جاری فاضل حبیب کے مفید مدعا نہیں اور اس سے شہر افضلیت
 مطاق خلافت کیسی ثابت نہیں ہوتا جسکا اثبات کر جاری فاضل حبیب نے ہیں اور اصل مطلب
 دلائل میں ہے جو پیشتر گذارش ہو چکا حاجت تکرار نہیں قولہ اگرچہ افضلیت کو ثبوت میں حجت
 گذارش ہوا منصف کو کسی کافی دانی ہے کہ یہ قدر طول ہی ہو گیا اگر اس شرط کا ثبوت مختصراً کہی خاتم المحققین
 کی تقریر سے بھی پیش کرتے ہیں وہ اور میں بھی ہر اپنی اقوال باقیہ کا جواب بگوش و بطنی اردہ
 یہ کہ اگر کسی خاتم المحققین باب نبوت عقیدہ دوم میں یہ تحریر فرماتے ہیں عقل نہ صریح دلالت
 میکند کہ بنی اربعہ علی الاطلاق گردن روحی بسوی اذیتا دن و اور آمدنا ہی و حاکم علی الاطلاق
 ساختن و امام زمانہ و تابع او گردانیدن بدون افضلیت بنی برہمی تصور نیست و چون
 انہیہ معانی در حق ہر بنی موجود اند و در حق امام مفقود و بیچ امام اگر بیچ بنی افضل نہ تیزاند بود
 انتہی بعد از حاجت یہ کلام صریح دلالت کرتے ہیں کہ بنی کا آمدنا ہی و حاکم علی الاطلاق ہونا
 افضلیت کا سبب ہے اور امام کا مبنوع ہونا اسکی مفضولیت کا موجب ہے اور امام کی
 خاتم المحققین کے نزدیک ہے ہر عقل صریح دلالت کرتے ہیں کہ یہ سمدانہ کہ اگر بنی خاتم المحققین اس قدر ہونا امام کا
 افضل ہونا سبب عامیہ ثابت ہو گیا کہ امام ہی آمدنا ہی حاکم علی الاطلاق ہے اور امام عایدا ہی تا برین اقول
 گستاخی معان خصیبتے بغائرہ زیر نصیرت فہم انصاف تامی کو بہنا تک مکرر کیا ہے و سبب ہر الفاظ عبارات کو

آپ نہیں سمجھتے اور اس کی فہم مشابہ میں سرایت کی راہ پر چلتی ہیں انہوں نے آپ صیاد کی
 الصبیح منظرہ وال جیسی توہم سائل خلاف میں یہ تنکس تحقیقات کی ہو کر مرتبہ حق تقصیر کی
 حاصل کر لیا۔ اور ایسی عبار توہمین ایسی فحش غلط کہلادی فی التہجیب والفسیخ کہ کذاب آپ نے اس عبارت
 سے استدلال نہیں کیا۔ دیکھا کہ اس کو مسخ و تحریف کر ڈالا۔ اب یہی محقق اگر اس سے یہ شاہ صاحب
 رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بنی کا واجب الطاعت ہونا اور وحی کا اس کی طرف نازل ہونا
 اور مردمانی و حاکم علی الاطلاق ہونا اور امام کا اس کی تابع ہونا یہ عجیب و غریب اوصاف جو خدا و
 تعالیٰ نے بنی میں نہایت رکھی ہیں اس امر کو مستلزم ہیں کہ بنی امام سے افضل ہو اور
 بہرہ ان افضلیت بنی کے امام سے یہ امور منظور نہیں اور تہیہ تمام اوصاف ہر ایک بنی میں
 پائی جاتے ہیں اور امام میں مفقود ہیں تو کوئی امام کسی بنی سے افضل نہیں ہو سکتا ہے
 آپ نے اس سے استدلال اس طرح فرمایا کہ مردمانی و حاکم علی الاطلاق ہونا افضلیت کا
 سبب ہے اور یہ امر یعنی مردمانی و حاکم علی الاطلاق ہونا امام میں ہی پایا جاتا ہے تو وہ
 ہی افضل ہے۔ اس استدلال میں جہہ وجہ بحث و مآل ہی اول یہ کہ شاہ صاحب نے
 غلبہ سے ہر احوال ان امور کے امام میں نہ پائی جائے کو بیان فرمایا ہے آپ نے اپنی مثال
 میں اس کو خلاف اس کو تحریف کیا اور یہ کہا کہ امام میں مردمانی و حاکم علی الاطلاق ہونا
 یا پایا جاتا ہے اور بدو اس کی اس مخالفت دعویٰ و کسی دلیل سے ثابت نہیں فرمایا پس
 نہ صاحب کی عیالیتی یہ کہ کونسا استدلال جو آنکو شاہد یہ خیال نہیں رہا کہ اس تحریر کے
 نام دلیل ہی دینے پر ہم سوچا کہ اور اصل دعا سے اس کو کچھ نفع نہیں رہیگا کیونکہ مدعا
 یہ تھا کہ کوئی امام کسی بنی سے افضل نہیں ہو سکتا اور جب وہ اوصاف مخصوصہ حق
 پر بنی کی تفسیر کا امام پر دربار تھا امام میں ہی پائی جائے تسلیم کر لی تو تمام مدعا
 مدعا کو مسخ کر دیا پس آئے بحقیق یہ استدلال شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دلیل سے نہیں
 بلکہ اپنی مقدمہ مطویہ فی الزہدین سے استدلال ہوا جس کا ثبوت معتدلاً ہو سکی اور نہ نقلاً

ہاں ہم کہتی ہیں کہ سبب افضلیت مجموعہ صفات مذکورہ کا ہی نہ ہو اور ایک کوئی اور اسباب کی نسبت
 ہو یا علیٰ العموم علت افضلیت نہیں بلکہ انصاف بلکہ والدین واجب الاطاعت ہیں اور اسباب افضلیت
 شرط نہیں تو یہ حضرت حبیب کی کمال منظرہ دانی اور نہایت ختم و انصاف ہے کہ
 اس مجموعہ میں سے بعض اوصاف لیکر اس پر حکم مجموعی محمول فرمایا اور یہ سمجھا کہ مجموعہ کا
 حکم اجزاء کو حکم سے جدا گانہ ہوتا ہے اس میں نزول وحی کو بھی شامل کیا ہوتا کہ امام کیواسی
 ثابت ہے چنانچہ اکی حضرت کلینی نے محدث کو معنی میں ایک قسم کے نزول وحی کو روایت
 کیا ہے اور جب نزول وحی اور آمد وناہی و حاکم علیٰ الاطلاق ہونا ثابت ہوتا تو آپ کا استدلال
 شاید صحیح ہو جاتا گو خصم کے نزدیک صحیح ہوتا یا نہیں۔ مثالاً سلما کہ آمد وناہی و حاکم
 علیٰ الاطلاق ہونا مستلزم افضلیت ہے۔ لیکن ہم کب تسلیم کرتے ہیں کہ امام آمد وناہی و حاکم علیٰ الاطلاق
 و حاکم علیٰ الاطلاق ہے یہ تو صرف حضرات شیعہ ہی کے خلاف عقل و نقل تسلیم
 فرما رہا ہے پس اپنے مسلمات سے خصم کو الزام دیتا ہماری حبیب لیب کی کمال
 دہشتندی اور منظرہ دانی ہے۔ ہم امام کو آمد وناہی و حاکم علیٰ الاطلاق نہیں کہتے تو بلکہ
 علیٰ تقیہ کہتے ہیں کیونکہ وہ متبع قانون شرع ہے بخلاف بنی کے کہ اس کی اوامر و نواہی خود
 تشریع میں جو نتیجہ وہ فراوی وہ قطعاً حکم خداوند تعالیٰ ہے اس میں دوسرا احتمال نہیں اور نہ
 کوئی دوسرا قانون اس کی لپی ہے کہ جبکہ مطابقت و عدم مطابقت سے اس کی سخت
 و غلط مطلب ہو سکیں وہ دوسرے کو اوامر و نواہی کے یہی میزان و قانون ہے۔ راجحاً
 اس مسئلہ کا مطلب ہماری سمجھ میں نہیں آیا معلوم نہیں یہ کیا جیستان و پہیلی ہے (اور
 امام کا متبوع ہونا اس کی مفضولیت کا موجب ہے) ہماری حبیب فرمایا میں تو سمجھ رہا
 حضرت ذرا اس جگہ میں مطلب رکھا ہے یا نہیں ہماری خیال میں تو یہ آتا ہے کہ متبوع اسم
 مفعول کا صیغہ تھا تو خیال کیا ہوگا کہ اس کی لپی مخالف صیغہ اسم فاعل کا (فاضل یا افضل)
 تو مناسب نہیں لہذا باعتبار معنی کے صحیح ہوگا اس کی لپی اگر صحیح ہوگا تو ہمیں مفعول کے واسطے

مفعول کا ہی صیغہ ہوگا اسلیٰ مفضولیت کا اطلاق کر دیا سبحان اللہ ع برین علم رب
 بیا بگرتیت بیکہ یا نہ غنیدہ یہ اس فہم دلیاقت پر یہ دعویٰ یہ کچھ ہندی کی نسل سے
 اس برنی پر تہا پانی قولہ اب اسید ہی کہ کوئی غنی ہی ہے جانیکہ ہماری مجیب سرزد کی
 دومی ہوش اس شرط کا انکار نہ کیا کیونکہ ہمیں عقل و نقل کتاب و سنت حتیٰ کہ اقوال شخصین
 و صحابہ و معتمد و علماء اہل سنت و دالہ ماجد آپ کی خاتم المحدثین کے قول سے اس شرط کو بخوبی
 ثابت کر دیا و الحمد للہ علیٰ ذاک اقول جعفر آپ نے افضلیت بلکہ شریعت علیٰ ثبوت میں
 دلائل پیش فرمائی اور برعم خود عقل و نقل کتاب و سنت و اقوال شخصین و صحابہ و معتمد و علماء
 اہل سنت سے ثابت کیا وہ فی الحقیقت نقش بر آب بیکہ لسان سراب بتا بکول اللہ و قوتہ تعالیٰ
 ہماری موردعات سے جو اوپر متعلق حرج و قدح کے کئی کئی ایک سخت تمامہ کرنا اشدت الیریم
 فی یوم عاصف بہا رشتہ ہو گیا اور مثل مارا بود و عنکبوت کی معنی اوسکو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔ اور
 افتاب نیمروز کو دافع کر دیا کہ یہ سہ لالہ محض حضرت مجیب کی اور ان کے بزرگوں کی خوش
 دہی سے ناشی ہیں اب بعد اس کے یقین ہو کہ کوئی اجہل و غبی ہی ہے جانیکہ ہماری فاضل
 مجیب جیسی نزدیکی لطیف دومی ہوش ان شرط کو تسلیم نہ کیا کیونکہ جو عقل و نقل کے ثبوت
 ہو اوسکو کوئی مائل و نیاز تسلیم نہیں کر سکتا واللہ العلیٰ و قال الفاضل المجیب
 قولہ اور بیان کرنا چاہی کہ مار و خوب نفس کہ اس اصل پر کہ کشف علی اللہ واجب ہے پھر
 اسی بات سے اثبات بھی ضروری ہے۔ اقول ہم آپ کی علماء و صحابہ مقبولہ کے اقوال سے وجوب
 نفس ثابت کر چکے آپ اپنی عمار سے دریافت کیجی کہ وجوب نفس کہ مار اس اصل پر ہے یا کس اصل پر
 یقول البید الفقیہ الیٰ مولانا الغنی ہماری فاضل مجیب علماء و صحابہ کے اقوال سے جیسا
 کہہ وجوب نفس ثابت نہ کر آئی وہ اصل علم انصاف پر بخوبی واضح ہو چکا اب اس سے
 صحت ظاہر ہے کہ بعض نفس در ذل الوقتی بلکہ گریز ہے جب ان حضرات کو دار دیگر راجاٹ سے
 شکستہ میں پھنسنی کا خوف ہوتا ہے تو اس طرح راہ فرار ہونے میں علماء و ائمہ

یہ کیا ضروری ہے کہ جو چیز وجوب نفس کے لیے آپ کی نزدیکی اصل مدار ہو وہ ہی ہماری نزدیک
ہی ہو۔ ہماری نزدیک سب سے وجوب علی اللہ ہی غلط اور لغو ہی لیکن آپ کی نزدیک
بروزی آپ کو عقل کے خداوند تعالیٰ نے تَعَالَى قَوْلُونَ عَلَوُا لِكَيْزَا کی ذات پاک پر لطف و رحمت
اور وجوب علی اللہ ثابت ہی اور وجوب نفس کا مدار یہی اسی پر ہے۔ لیکن چونکہ
وجوب نفس کے دلائل ہی میں بہت غلطان و پیچان ہوئے اور بہر وقت وہ بھی
غلط سادہ دلائل نقل کیے تو اب اگر اس اصل کے دلائل کو چھیڑ جائیں تو دلائل ہم پہنچی تو
معلوم لیکن بحکم المبنی علی الفاسد فاسد جس قدر دلائل ثبوت وجوب نفس میں ذکر فرمائی
ہتی وہ بھی لغو اور باطل سمجھتے اس درمیانی پرفین ہی قبول اگرچہ یہ عقیدہ وجوب
کافی تھا اور جو عبارت کہ از الہ الخفا کی نقل ہو زمین او زمین اس وجوب کا مدار ہی کس قدر
لکھا صریح مگر حضرت مجیب کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہیں اور مدار ہی اس وجوب کا عرض کرتے
ہیں چونکہ امامت کے لیے عصمت ضروری ہی چنانچہ ثبوت اسکا گزر چکا اور عصمت
سوائی اللہ جل شانہ کے کوئی نہیں جانتا ایسی ضروری ہے کہ امام مخصوص من اللہ اور
ہو۔ عبارت از الہ الخفا سے ہی یہ بات ثابت سی گوشت و صاحب لفظ عصمت صریح نہیں لکھا
اور وہ پاس خلافت خلفائے ثلاثیہ نہ خط کیونکر لکھ سکتی تھی۔ اقول کتب عقائد
شرح تجرید و شرح باب حاکم عشر السمری بالنافع یوم الحشر کے دیکھیں سنی علوم ہوا حکم اصل
امامت کا ہے مدار اس اصل پر ہی کہ لطف علی اللہ واجب ہے اور کسی بھی شرط سے خواہ بار
خواہ بالا واسطہ اسی اصل کی طرف راجع ہو گا۔ لیکن وجوب لطف کا نام کیوں کر لینا ایسی
نہ اسکی امامت کا اقرار کرتے ہیں اور نہ اس سے انکار ہی فرماتے ہیں اگر اقرار کریں
تو اسکا ثبوت کہا قسم لاویں اور انکار کریں تو یہ بڑی ہی کہ کل کو ختم دست گیر بیان ہوگا
ایسی آپ نے وجوب نفس کا مدار وجوب عصمت کو ٹھرایا اور اصل سوال (کہ وجوب نفس کا مدار
اس اصل پر کہ لطف علی اللہ واجب ہے یا نہیں) کی جواب میں لاؤغم کچھ نظر آیا یہ مناظرہ

و اگر غیر خصم نہ ہوئی کہ ہکھنڈی نہیں تو کیا میں۔ لیکن آپ کا خصم کج کب چہا جوڑتی دالہا ہے
 اور غیر وجوب لطف کو اچھا رہنے دیا اگر وجوب عصمت پر ہی کچھ ناز ہی تو تہمتی اوسکی دلائل
 پر ہی مختصر اور کچھ جرح و قدح کی ہی جو آپ جانیکر اور حضرت شاہ صاحب رحمہ نے اگر عصمت
 نہیں لکھا تو بیاس خلاف خلفاء نہیں بلکہ بیاس کتاب سنت نہیں لکھا کہ خلاف کتاب
 و سنت کیونکر لکھ سکتی تھی **قول** اور لطف علی اللہ کا جو ذکر کیا ہے اور اسکا ثبوت
 چاہا ہے اگرچہ یہ اصل بھی اپنی محل پر ثابت کی گئی ہے مگر چونکہ یہ بحث الہیات سے
 متعلق ہے لہذا اسکی ثبوت کی چند ان ضرورت نہیں **اقول** جناب میر صاحب
 یوں تو آپ کا جو دل چاہے فرما میں نہ آپکو ثبوت الہیات کی ضرورت نہ بنو ایک مرت ایک
 امامت سے امامت کافی ہی لیکن پہلے آپ اپنی خصم کے گذارش سنی اور اسکی بعد فرمائی کہ اگر آپکو
 وجوب لطف کے ثبوت کی ضرورت ہے یا نہیں وہ یہ گذارش خدمت والا کرنا ہے کہ وجوب
 عصمت نفس وغیرہ بلکہ تمام بحث امامت کے لیے وجوب لطف علی اللہ اصل ہے یا نہیں
 اگر ہاں اور نہ واقعہ آپکو نزدیک اسکی اصالت مسلم ہے تو یہ اصل فاسد ہے کیونکہ مسلم
 محال ہے کہ وہ فرع جو اس اصل پر مستقر ہوگی وہ پہلو فاسد و باطل ہو گئے تو گویا آپکی خصم نے
 اس صورت میں آپ کے مسئلہ امامت کو مع اسکی لواحق کے مبداء بحث ہی میں باطل کرنا چاہا
 اور خیال کیا کہ ابطال دلائل میں زیادہ جو ختم کنند لالات کی ضرورت نہ پڑے یہی سبب جناب والا کا
 یہ فرمانا کہ چونکہ یہ بحث الہیات سے متعلق ہے لہذا اسکی ثبوت کی چند ان ضرورت نہیں
 آپ ہی انصاف سے فرمادین کہ بعد ہی وہ اب مناظرہ کے صحیح ہی یا غلط ہی اور آپکو
 بحث امامت ہی میں اسکی ثبوت و اثبات کے ضرورت ہے یا نہیں۔ علاوہ ازیں اس
 بحث کے الہیات سے متعلق ہونے سے اگر یہ غرض ہے کہ اسکا امامت سے کچھ متعلق نہیں
 تو غلط ہے چنانچہ اسی طرح ہو چکا ہے اور اگر نفی علاقہ کی امامت سے مقصود نہیں تو پھر یہ
 ارشاد فرمانا کہ اسکی ثبوت کی چند ان ضرورت نہیں میدان مناظرہ سے خارج گریز ہے۔ بیت

حرف مطلب کو میری سنو بصد ناد کہا ہم سمجھتی نہیں بکتا ہی یہ سودا کی کیا بات
 انطہ چنان سہی بڑا بیوگا کنی کلمہ قدرت تو ہی لیکن بمقابلہ شکست کجہ انظار کر کا نلم یکن
 سمجھ گئی قال الفاضل الحبيب قوله۔ اور اختلاف نص کے صورت میں کس کو امام
 سمجھا جائیگا۔ اقول۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ میں نہیں آتا جبکہ نص کی شرط ہستی ثابت
 کہ وہی اختلاف نص کے کیسے اگر نص میں اختلاف ہے تو نص ہی کہاں ثابت ہوئی
 میقول العبد الفقیر الی مولاه الغنی۔ حضرت میر صاحب دافعی اسکا مطلب
 جناب کے فہم شریف میں نہ آیا ہوگا کیونکہ یا وجود اینہم ادعا کے بجز انکو اپنی نہ ہے
 روایات و مصوص کے خبر نہیں ہے لیجی ہم ہی خدمت سامی میں گذارش کرتے ہیں کہ حضرت
 امام صادق رضی اللہ عنہ کی جو دو فرزند تھے ایک اسمعیل دوسری حضرت موسی کاظم علیہ السلام
 آپکو فرزند کلان اسمعیل تھے جبکہ آپ حسب تصریح صاحب تذکرہ الامم سے زیادہ محبوب اکبر
 تھے اور بہت پیار کرتے تھے اور قدر و منزلت میں تمام اولاد سے زیادہ برگزیدہ و متمیز سمجھتی
 تھی اول حضرت نے امامت کو انکو نامزد فرمایا اور اولی ہی امامت کی نص فرمائی یہی وجہ
 ہوئی کہ ایک جم غفیر اسمعیل کی امامت کا قائل ہیں فرقہ اسمعیلیہ کے نام سے موسوم ہے
 بعد انکو حسب آیات حضرت شیخ (دروغ بر کردن اوی) جب اسمعیل مصداق انجیل و حیرات
 قبیحہ کا ہوا تو حضرت امام صادق رضی اللہ عنہ نے امامت کو بنام امام موسی کاظم کے مصوص
 فرمایا اور اپنی صحابہ کے جواب میں جو بابت اختلاف نص صادر ہوا بدو کا عذر فرمایا آپ کے
 رئیس المتکلمین نے نقد محصل میں پھر پیشوایان دین سے نقل کیا ہے کہ حضرت امام صادق فرمادے
 عنہ اسمعیل سے خود قائم مقام خویش فرمودہ امامت نص نمود نہ چون امور ناشائستہ از حد
 یافت امامت را بنام موسی کاظم قرار دادند و جواب اصحاب عذر بدار آغاز نہادند۔ نقل عن
 از آلہ انجیل و از آلہ سید و نقیبت کلینی کی روایت سے ہوتے ہے جسکو قائم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ
 از آلہ انجیل میں نقل کیا ہے۔ سید اسکندر ابی جعفر علی جعفر عالم یکین عرفان کہ کجا بدع

کے شرف نام کو اگر حالات آئندہ کے بیان کرنے میں خوف تھا تو یہی ہے کہ شاید
 بطور بار کے بدل بدل ہو جاوے اور ہم جوئے ہوں اور نہیں بیان فرماتے تھے تو اسی وجہ سے
 بیان فرماتے تھے اور علاوہ اسکی تفسیر صافی کے سوا اور مختلف سے بدولت النص بار ثابت ہے
 اور نیز خاتم المحدثین علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ میں جو اسکی بسنت بہت روایات
 نقل فرمائے ہیں اور میں بھی تیرے چند روایات نقل کرتا ہوں۔ و ما رواہ ایضا صاحب الکافی
 نے کتاب النکاح فی باب اللواط فی قصاص عیق حدیث رواہ بالاسناد عن ابی جعفر و
 هذا موضع الحاجة عند قال لهم لو يداد مل رہے نما امر کہ رہے قالوا امران ناخذنا
 بالسر قال قلی الیکم حاجة قالوا وما حاجتک قال اخذوهم الساعة فانی اخاف ان
 یبدو فیهم لوبی و ما رواہ صاحب الکافی فی باب بداء خلق الانسان من کتاب
 العقیقة ان الله يقول للملکین المخلوقین ان کتابا علیہ تصانی وقد ہی و تافذ لری
 واشترطالی البداء فیما تکتبان اور تفسیر صافی میں ہے وعن الصادق انه سئل عن قول الله
 تبارک و تعالیٰ ادخلوا الارض المقدسة التي کتب الله لکم قال کتبها لهم ثم محاسبها ثم کتبها
 لا یبایعکم فذلک خلوها والله یحیی ما یتا و یمنع و عنده اما الکتاب لیکن یسقط کذا من او
 کہ اس بارے میں کہ کو نسخ کہ نہ مال و بجایا بداز کو آپ کے علم محققین نے اس طرح بیان فرمایا ہے
 یقال بل اذا اظهر له رای متخالف للرای الاول و ظهر له من الامر ما لم یکن ظاهرا -

۱۔ از ہر جہ صاحب کافی نے کتاب نکاح کے باب اللواط میں ایک حدیث کو ضمن میں جوڑ اپنی ہمساز کو ابوجعفر سے روایت
 کیا ہے اور میں کو لفظ حاجت پہی فرشتہ کو لوط سے کہا ای میری رہے پیغام پہی بنوا لکم میری پروردگار نے کیا حکم کیا ہی اور ہوں نے کہا
 کہ کو حکم کیا ہی کہ ہم انکو وقت سحر کو دین کہا تو بگو کہ نہ حاجت ہے اور ہوں نے پہچا کیا حاجت ہی کہا کہ ایت پر کو کو کہ میں نے پہچا
 کہ کہیں اور میں نے پہچا پروردگار کو پہچا کہ اسے اور یہی جو صاحب کافی نے کہ نہ عقیقہ کے باب بداء خلق میں روایت کی ہے
 کہ کہ یہاں پر کہنے والی دونوں فرشتہ کو فرمایا ہے کہ میرے قضا و میری اور میرا حکم جاری کہو اور میرے ہی بدائی کی شرط
 جو کہ کہو کہ میں کہو ۲۔ امام صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اسی کہ تینی اس آیت کی پہچا
 اور خدا الارض المقدسة التي کتب الله لکم فرمایا کہ میں اسکو کہہا تھا پہر مٹا دیا پہر انکی اولاد کے لیے کہا اور وہ داخل ہو
 اور تہجوات اور ایت عندہ ام الکتاب ۱۲۔

اور پھر میں ناؤں تک اور خلاف مصلحت ہونی ہے بخلاف نسخ کے کہ نسخ میں بیان اتنا قوی ہوگا
 دس غرضیکہ ہاں نسخ ہر وقتا و متباہن میں نہیں بخلاف نہیں قولہ اسکو مفصل تحریر فرما کر سجد
 تاکہ جواب گذارت ہو اقول ہر مفصل گذارش کر کے بخوبی سمجھا دیا جائے جواب عنایت
 ہو۔ قال النسخ الحجب قولہ اور زمان قدرت میں کیا حکم ہوگا۔ اقول
 وہی جو زمان قدرت نبوت میں ہوتا ہے بقول العبد الفقیر الی مولائہ
 یہ جواب محل بحث و مائل ہے کیونکہ قرۃ الرسل کے معنی حسب تفسیر صاحب تفسیر صانع
 فتوہ الارسال اور لقطع الوحی کے ہیں جس سے مراد وہ زمانہ ہے جس میں رسالت بند ہو جاوے
 اور وحی منقطع ہو جاوے تو ہماری فاضل نے جو فقرہ امامت فقرہ باب فیما یسئل فیما یسئل
 قیاس مع الفارق اور غلط ہے کیونکہ شرائع سابقہ کے نسبت خداوند تعالیٰ شانہ کی بظہر
 حفظ اور بقا کا وعدہ نہیں تھا یہی وجہ ہوتی ہے کہ لوگ اس میں کمی متغیر کرتی تھی
 اور کتاب اللہ کو تحریف کر ڈالتی تھی بعد اسکی جب کوئی نہی مبعوث ہوتا تھا تو اسکی تجدید
 کرتا تھا اور جو کچھ اس میں خرابیاں ہوتی تھیں رفع فرماتا تھا کوئی مستقل شریعت جدا گانہ ذکر
 یہ کیا جاتا تھا جب ہماری نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم الی کا قہ العرب العجمی مبعوث
 ہوئی اور خداوند تعالیٰ شانہ نے کتاب نازل فرما کر دین کی تکمیل فرمائی اور اسکی حفظ و ضبط
 کا وعدہ فرمایا اور نام ادیان پر اس کی غلبہ کا مشرودہ سنایا تو اس سے صاف معلوم
 ہوتا ہے کہ اس شریعت میں تغیر و امتحان نہ ہوگا اور اسکی کتاب محفوظ رہے گی تو اگر ایسی شریعت میں
 قیود و اشخاص ہر جگہ واقع ہونا کچھ ضرر رسان نہیں ہے تو اسکو ابھی شرائع کی قدرت رسالت پر قیاس
 کرنا جو سندرس ہو چکا ہو اور نہ اسکی کتاب باقی ہو اور نہ اسکی احکام اپنی حال پر ثابت
 رہے ہوں سخت ناہنجی غلط ہے قطع نظر اس سے فقرہ کا واقع ہونا ہی خود وجوب
 لطفت کے خلاف ہی گیا اگر نبی مبعوث تقریباً یا آئمہ معصومین تقریباً تو معاذ اللہ
 آپ کو نزدیک خدا تعالیٰ خود تبارک واجب اللہ علام ہوگا جس کے شانہ عظام یصفون اور فرما کر

کے تفسیر موجب میں وجود موضوع کی ضرورت ہے تو اگرچہ جفرات شیعہ خلاف کتاب اللہ
 و شواہد محض ایک خبر واحد کی وجہ سے جو خود ہی جناب امیر سر روایت کرتے ہیں
 لا یخجلوا الارض من قائم لله بحجۃ اما ظاہر شہادۃ و اما خالف مغوی زمان فیرتہ کہ شک
 میں کہیں نہ ہو نہل محسبے انصاف نے اذیت کو قبول نہ کیا اگر فیاس میں غلطی کہا کی سو خیر ہم اسکو بھی
 سمجھتے ہیں۔ قال الفاضل العجمی۔ قولہ بعد تحقیق امامت نزع و خلع جائز و
 یا نہیں۔ اقول۔ اس سوال سے بھی تعجب ہی جیکہ ہم ثابت کر چکی کہ امت کا کام ہی امام
 بنا تا نہیں ہے جیکہ سفہ میں بن اللہ و من الرسول ہوا چاہی تو بعد تحقیق امامت نزع
 ختم کیے کیا معنی سیقول الشیخ الفقیر مولانا الفنی بے شک
 اس سوال سے جناب کو تعجب ہوگا لیکن یہاں تعجب اسوجہ سے ہوگا کہ اپنی خلیفہ دومی جناب
 امام حسن رضی اللہ عنہ کا قدمہ مصاحت محفوظ خاطر امترازی اکثر نہ ہوگا اور شرف رب بزم
 خود مکتوبیت امام ثابت کرائی میں تو ایسی حالت میں اس سوال سے زیادہ اس تعجب ہوگا
 لیکن جناب اسوجہ سے مصاحت کو دیکھیں اور مصاحت نامہ کو تاریخ کی کتابوں میں پڑھیں
 تو یہ ہمہ متعجب جو سوال سے ناشی ہو بھی رفع ہو جائیگا اگرچہ دوسری جہت لاحق حال
 ہو جائیگا اور مصاحت نامہ کی نقل کتابوں میں نیز اغیاث الدین شیرازی جنکا نشیع
 از کو تاریخ سے ثابت ہے اپنی تاریخ حمییب اسیر میں جلد دوم صفحہ ۱۵۱ پر مصاحت
 نامہ باین الفاظ لکھا ہے **بسم اللہ الرحمن الرحیم** هذا ما صالحہ علیہ الحسن بن علی بن
 ابیطالب و موعودہ بن ابی صفیان صلحہ علی ان یسلم الیہ ولا یداہم المسلمین
 علی ان یعل فیہم بکتاب اللہ تعالیٰ و سبتہ رسولہ و سبتہ الخلفاء الصالحین و یعلن لبعوثہ

اسلام اور شہادت نامہ شیعہ حضرت نور

سے اللہ کی زمین نام سر خالی نہیں ہوتی یا تو ہر شہر ہر جاہلی اور باغی اور بیچارہ۔۔۔۔۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم
 یہ وہ جہر حرج بن علی بن ابی طالب سے ہو گیا ساتھ مصاحت کی یہ ہر مصاحت کہ کہ مسلمانوں کا اور کہ وایت ایکو سپرد کی اس سے ظاہر
 کہ ان میں کہ اللہ اور سنت رسول اللہ اور میرت خلفاء و صحابہ میں ہر ایک کی اور ہر ہر کہ ہو۔۔۔۔۔

بن ابی سفیان از مصداق احد من بعدہ عہد اہل بکر (الامم من بعدہ)
 شوری بیل المسلمین و علی ان الناس امنون حیث كانوا من ارض الله فاشتم
 وعراقهم و حجازهم و یمنهم و علی ان اصحاب علی و شیعتہ متون علی انفسهم
 و اموالهم و نسائهم و اولادهم و علی معویۃ بن ربیع سفیان بذلک عہد اللہ
 و مبنیٰ فیہا احد اللہ علی احد من خلقہ بالوفاء بما اعطی اللہ من انفسہ و
 و علی ان لا ینبغی للحسن بن علی بن ابی طالب و لا لاختہا الحسین و لا لاحد من
 اهل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم غالیۃ منکرا ولا جہرا ولا یخفی احدہم
 فی الافاق تہمد علیہ بذلک و کنی باللہ شہیدا فلان و فلان و السلام اس
 صبح نامہ کی کلمات کو غور و تاس سے ملاحظہ فرمائی کہ حضرت امام علی امیر موعود کو کیا پتہ
 تسلیم فرمائی وہ نویسندہ ولایت اسرسلین ہے جو سعید است ہی یا کوئی اور چیز ہے
 اگر ولایت اسرسلین کے سہرہ فرمائی ہے تو پھر آپ ہی فرمائی کہ است کو اپنی ہی مطلق
 کیا یا نہیں کیا اب فرمائی کہ وہ نفس کہاں گئی جسکو آپ ثابت فرما کر آئی تھی اور
 علاوہ اسکی وہ جملہ علی بن اسماعیل فہم کہنا ب اللہ و سنت رسولہ و سیرۃ اخلافا و احسان
 اور بل کیوں الامم من بعدہ شوری میں اسرسلین نہ رہے شہید پر کسی کچھ خرابی و آفت آئی
 ہیں اور جبر تستیع کی نکالتو ہیں چونکہ مقصود اختصار ہے اسلی اشارہ کسی دیتی میں انہیں

اس ابی سفیان کو اشارہ ہیں کہ اسی جگہ کیونکہ اپنا بی نامہ ساری جگہ اسکی حد اسرسلہ نو میں موعود شوری کی ہو گا
 اور سپر کرک کہ شہید ہیں جگہ کوئی خود شہید میں ان عرآن میں اور محمد زین اور میں میں امون گئی اور سپر
 کو علی کے اصحاب اور اسکی سیوا سی جاوے اور مالوں اور عورتوں اور بکون پر امون ہو گئی اور اس حد
 میں موعود میں اپنے سفایاں پر ہوا کا محمد اور متافیکر و چہ ہے اللہ سے عہد نیاست کسی سی اپنی مشورہ
 وہاں کہنے اس عہد پر عرانی سی طوت سے حد کے ساتھ کیا ہے اور موعود شوری کہ جس پر بن ابی طالب
 اور اسکی بہن حسین کہ اور علیبت سے کہ کیا کوئی فریب ہو گا و رشیدہ اور نہ عہد اور کوئی دیں کسی کی بر
 فہم کرک اسپر دس نشان گواہ ہوتے اور اللہ گواہ کافی ہے ۔ ۔ ۔

و ذکا سمجیدین - مان بیان اس قدر باقی نگهیا که حضرت امام نے خلافت و امامت حضرت
 امیر معویہ کو تسلیم تو فرمادی - لیکن بیعت ہی فرمائی یا نہیں فرمائی سوا اس کو ہم جیسے کہ
 سین و کتبہ عربین - اس میں معلوم ہوتا ہے کہ امام نے بیعت ہی فرمائی بلکہ عبارتہ
 چون امام ہمام اہل اسلام بقضیہ آتش از حکم شام درآمد روزی عسکریں العاصی معویہ را
 گفت کہ حسن را بگو کہ خطبہ خواند و مردانہ استغفار و خویش و خلافت تو آگاہ گرداند و چنان
 نمود کہ حسن رضی اللہ عنہ از او خطبہ عاجز خواہد آمد و خلایق را معلوم خواہد شد کہ او را
 قابلیت این امر بخودہ معویہ نیست از قبول این سخن اباموہدہ بالآخر بار بار حاج عسکری آن
 امر را از امام حسن التماس نمود آنحضرت متسنن در اسناد ائمتہ در جمعی کہ جمہور اعیان عو
 و شام حاضر بودند بر منبر صعود فرمود و فرمود کہ ایہا الناس بہترین مرا کہب نفوی ست
 و بدترین جمعی فجوہرست و بدستی کہ اگر شما طلب نمایدہ ازجا بلبقا و جابسا مردی را کہ جد و جد
 باشد یا کسی غیر از من و برادر من نماید کہ خدا تعالی شما را بدست و ایچہ من و بجات بخشید
 از غوائت و شمارا بغیر گردانید بعد از مذلت و بسیار ساخت بعد از قلت و بدستیکہ معویہ
 با من نزاع کرد در امری کہ حق من بود پس من برای قلع فتنہ و صلاح امت این مهم را
 بومی باز گذارستم و ترک محاربتہ گفتم بخشن خون اہل شام را و انداختم ہر آئینہ شما ملت
 گستید مرا کہ این امر را بغیر اہل ان دادم و این حق را اور غیر خود فعلش بنا دادم و مقصد من صلح
 امت بود و ان ادھر لعلہ فتنہ لکم و متاع الی حین چون سخن بہ اینجہ رسید معویہ
 برانقت شدہ گفت بس است ای ابو محمد فرود آئی و بردانیکہ در کشت لغیر من فرست
 در خطبہ مذکورہ طور است کہ قد بالعد و مراست ان حقن الدماء خیر من سفکھا دلم
 ارد بذلک الاصلہ حکم و یقا لکم و ان ادھر لعلہ فتنہ لکم و متاع الی حین

حال تحقیق منی اس بیعت کہ لی برادر میری را می بینم آیا کہ ان روزی سوا انکی حفاظت بہتر ہی برادر را و اس
 بخود ہی خود خواہی اورا کہ ایچہ بینن ہر ارمین ہنن جاننا بدستاید ہناری ہی فتنہ را کہ وقت تک لفع او ہمانا ہو - ۱۳

اور کتب صحیح سمجھنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا تخطیہ مرجع ہے جس میں پوچھتے ہیں کہ عصمت اور خطا
 یعنی چھ۔ علاوہ ازیں اوائل سالہ ایمین گناہ چکا ہے کہ ایک دفعہ امام حسین رضی اللہ عنہ بیت
 کی غسل سے ایک ضعیف کیسی بقدر ایک رطل کے غسل لیا بہت اس پر جناب امیر نے مقدمہ
 غیلہ و غلبہ فرمایا کہ مارنے کا قصہ کیا اور ہذا تحقیق بیت المال کا پذیرا فرمایا بلکہ تصرف
 قبل القسم کو ناجائز فرمایا اور حضرت امام نے جب قدر غسل بیت المال سے لیا تھا نئے الفور
 جناب امیر نے قسم اداں باز اسے خرید کر کے اسے مقدمہ اور ہمیں داخل فرمایا اور ظاہر ہے کہ یہ
 تخطیہ میں اس اب فراموشی کہ عصمت اور خطا یعنی چھ۔ یعنی آپ امکان تخطیہ کے بھی نہ
 اتنی سہی آچکے اور کد وقوع ثابت کر دیا۔ ادنیٰ شروع اس سال میں ہم حضرت فاطمہ رضی اللہ
 عنہا کا جناب امیر رضی اللہ عنہ کی نسبت تخطیہ کرنا اور کلمات سے بچن مثل جنین پروردہ
 نشین رحمہ اللہ الخ فرمان بیان کر آئی ہیں آچکے یاد ہوگا آپ کو نظر آتا ہے کہ آپ حصہ اجاث
 میں محصور ہو کر بجا دامن قصہ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو سمجھتے اور الزام اسکو
 پیش فرماتے لیکن اتنا حال میں کہ اداں اور کد تخطیہ ہونا باطل ہے علاوہ اسکا ابشی خطا ہونا
 جس میں ابن محصور میں غیر مسلم ہے اور برحق محال اگر ابنیاء میں تخطیہ واقع ہو ہی تو چونکہ
 ابنیاء باتفاق فریقین محصور میں اور انکو عصمت و اطلاق قطع سے ثابت ہے تو ایسی ادھر
 تاویل ضرور ہوگی بخلاف اللہ کی کونہ انکو عصمت مسلم آوردہ او سے پر کر لی دلیل مثبت قائم ہے
 تو اسکا و ابنیاء کہ تخطیہ پر قیاس کرنا کیونکر صحیح ہوگا **قول** مگر تم شب مذاق حضرت
 مجیب عرض کرتے ہیں کہ بقرص محال اگر نبیہ امر ثابت ہی ہو تو اسی طرح سمجھا جائیگا جطرح
 ابنیاء ایک دوسری کا تخطیہ فراموش جو جواب حضرت مجیب مذاق دیکھ رہی ہیں ان ہی
 تصور فرمادین۔ **اقول** ہماری نہ فضل مجیب کو فرض محال کے تکلیف اوٹھانی کی کچھ
 ضرورت نہیں کیونکہ انکی ہی روایات سے وہ قریح تخطیہ ثابت کر دیا اب فراموش کر ابنیاء میں
 کو نہ تخطیہ واقع ہوا ہے جو اس تخطیہ کے برابر ہو جسکو مشترک اب جواب تصور فرما رکھا ہے

علاوہ ازیں اسکا دارد در ثبوت عصمت ائمہ پر بھی اور اسکو ہم سابق میں ہاں کہ اس میں تو میں
 محض ہمارے فاسد سے الفاسد ہوگی۔ قطع نظر اس سے اگر اسکو ناسل سے دیکھا جا تو یہ مشترک
 الازام سے نہیں ہو سکتا کیونکہ جو خطبہ ائمہ میں واقع ہوا وہی وہ اسطرح ہے کہ امام باقر علیہ السلام
 امام الفوقہ کا خطبہ فرمایا ہے اور اگر یہی صورت تفسیر کے بعد میں فرض کیا دمی تو جو کہ
 عصمت انبیاء قبل البعثہ علی الخصوص صحابہ کرام مختلف فیہ میں اہل نسبت سے اسلیسی کہا جا سکتا ہے
 کہ بنی بقرہ کا خطبہ کرنا بنی بالفوقہ کی نسبت صحیح ہے۔ اور جب آپ کی حکم کے موجب ہوں اس
 جواب کو آپ کی طرف سے ائمہ میں ہی تصور فرمایا تو یہ ثابت ہوا کہ جو خطبہ ائمہ میں واقع ہوگا
 اس میں امام باقر علیہ السلام صواب پر ہوگا اور امام بالفوقہ خطا پر تو غسل کے قصہ میں جناب امیر مومنین علیہ السلام
 صواب پر اور معاویہ صواب میں جناب امام حسن علیہ السلام صواب پر بھی یہ یحییٰ بن ابی انیس
 عصمت کو بیان تو خود تسلیم فرمایا قال الفاضل المحیط - قولہ اور نہ عصمت کا
 محقق جمیع عمر میں ہی بالبعث نہیں۔ اقول - نہ سب اہل حق یہ بھی کہ از مہد تا عید عصمت
 محقق ہے بقول العبد الفقیر مولانا جو کہ عصمت کی نسبت سابق میں
 بیت کہ بحث پر چوکی جو کافی سے اسلیسی اسکی اعادہ کی قدرت نہیں ہاں پھر ہرگز کہ اس میں
 ہے کہ قطع نظر اس سے کہ ابتدا تا عید از مہد صحیح ہی یا نہیں کیونکہ شاید ایک مضمون نہیں ہوگا
 کہ اس میں ہی با ہم اختلاف ہے اسلیسی اسکو مذہب اہل حق فرماتے ہیں بحث اثبات عصمت
 میں جعفر دلائل ذکر فرمائی ہیں اور میں سے کوئی دلیل بھی عصمت از مہد بر دلالت نہیں کرتی
 اثبات کے وقت بھی یہی دعویٰ محفوظ خاطر سامی ہوا قال الفاضل المحیط
 دلائل جہت بنی بقرہ اسکی شراط کو دلائل کے ساتھ بیان فرمائی کہ از مہد یہ روایت و مدح و اسطرح
 ہوگی۔ اقول - پہنی آپ کی کتب سے یہ شراط دلائل بیان کر دیں اگر آپ درود مدح سے
 علماء کی کلام صحابہ کہ اقول کہ اسکی میں تو ہم فقہ یحییٰ ہمارے طرح فائدہ ہے۔ بقول
 العبد الفقیر مولانا سبحان اللہ یہ ہمارے فاضل محیط

تختہ میں یہ تحریر فرماتے ہیں - منها ما اوردہ الرضی فی ہجر البلاغۃ عن میرزا
 فی کتاب کتبہ الی معاویۃ وهو ما بعد فان یتعنی بالمعاویۃ لزم ملک
 وانت بالشام فانه بالیغی القوم الذین بالیغوا الی ابیک ووعمر و عثمان علی
 ما بالیغوہم علیہ فلم یمکن للشاہد ان یجتادلوا للغائب ان یرد وانما
 الشوری للہما جویہ والا یضاد فان اجتمعوا علی رجل وسمیہ اماما کان
 مرضی فان یمتدح منہم خارج بطعن او بدعتہ ردہ الی ما خرج منہ فان الی قالوہ علی
 اتباعہ غور سبیل المؤمنین ولا لاہ اللہ ما تولى واصلاہ جہنم و ساءت مصداقہ
 اب اس کے جواب میں یہ امر کو بی ثبوت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے خلیفہ اول کے سعیت
 بقول انعقاد خلافت نہیں کی بلکہ اسکی برہم کرنے کی تدبیر میں فرماتے ہیں چنانچہ ازل کتب
 کی عبارت ہے تقد احراق بیت جناب سید علیہ السلام میں قتل ہوئی سو سیر شاہ
 اور بعد میں جو سعیت فرمائی وہ یہی بخوشی نہیں کی چنانچہ بروایت بخاری بکر صحیحین میں
 و حیات جناب سید سعیت نہیں کی اور اس روایت میں یہ الفاظ میں و کان یحلی
 من الناس و خبر حیات فاطمہ فلما توفیت استسکر علی وجہ الناس فالنفس
 مصالح الی بکر و مبالغہ ہیں اگر اس خط سے جو جناب امیر نے معاویہ کی طرف تحریر فرمایا
 خلیفہ اول کے صحت خلافت ثابت ہو اور جناب امیر علیہ السلام اسکی معتقد ہوں تو لازم کہ
 کہ معاویہ اپنے امیر علیہ السلام خلیفہ برحق و امام مطلق سے تائب و سرفراہ ہو
 ہویت اور یہی برحق خلیفہ کے خلاف و امامت برہم کرنے کی یہی مشورہ کرتے ہیں
 چنانچہ کہ اب اللہ ینزلنا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر
 منکم و بعد از یہ من مات و لم یعرف امام زمانہ مات میتۃ
 منہم و یہی روایت امیر علیہ السلام کے شان میں سوانح میں ہے کہ اصل بات یہ ہے کہ یہ
 خط امیر علیہ السلام کو تحریر فرمایا ہے - چونکہ معاویہ خلفا سابق کو برحق خلیفہ جانتا

اور انکا یہی حکم کردہ تھا اسلئے جناب امیر نے اس پر حجت ختم فرمائی چنانچہ اس خطبہ کے
 میں الفاظ انہ بالیغ القوم الذین بالیغوا ابابکر وعمر وعثمان علیہما السلام اس پر صحت
 دلالت کرتے ہیں اگر یہ لکھتی ہو تو اسکو لکھنی کی کیا ضرورت تھی اور خصوصاً وہ
 فقہ جو آپ کو خاتم المحدثین اپنی تحریر سے پہلے سمجھ گئی یعنی لزمتک وانت بالشام
 الزامی تحریر پر دال ہے کیونکہ یہ دال پر تحریر نہیں ہے کہ اپنی مسلمات کو بیان کر کے
 ختم کر کوئی بات لازم کریں۔ **اقول** ہمیں تبرعاً اجمالی طور پر جناب امیر کا
 والا نامہ جو بنام امیر شام تحریر فرمایا انحصاراً بحدیث ثعلبہ کے ہی اور فی الحقیقت
 استیصال اصول فروع مذہب شیعہ کے غرض سے گذارش خدمت کیا تھا بجاواب اسکو جناب
 اسکو تحقیق ہونے سے تو انکار کیا اور الزامی ہونا اسکا تسلیم فرمایا گیا اس امر کو تسلیم کر لیا
 کہ اگر یہ کلام جناب امیر رضی اللہ عنہ سے بطور تحقیق کے صادر ہوئی ہو تو ثعلبہ ثعلبہ
 تمام اصول فروع مذہب شیعہ کے باطل اور کراہت شدہ بہ الیحدیث ہذا مشورۃ امیر مگر
 بس ایک نگاہ یہ شعر ہے فیصلہ دیکھا اب ہم پر لازم ہے کہ اس منظر کی الزامی ہونیکا
 سلطان اظہر من الشمس دین من الہاس کر کے دکھلا دیں اور ثابت کر دیں کہ یہ خطبہ الزامی
 طور پر تحریر نہیں ہوا بلکہ واقعی تحقیقی طور پر جناب نے تحریر فرمایا ہے۔ پس اضمح ہو کہ جب ہم اس
 خطبہ کو جملہ نہیں اور انکی مضامین میں غور و تامل کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام خطبہ میں ازل
 سے آخر تک کوئی حرف ایسا نہیں پاتے جو اسکو الزامی ہونے پر دلالت کرنا ہو اسکو
 مناسب دوم ہونا ہے کہ اول تمام خط کی نقل شرح ابن بیثم جرائی سے کیجا دی اور بعد اسکو اسکی
 جملہ شواہد ثابت کیا جاوی کہ یہ الزام نہیں بلکہ تحقیق ہے اس خطبہ کی شرح میں جسکا
 شروع یہ ہے۔ ومن کلامہ علیہ السلام وقد اشار الیہ اصحابہ بالاستعداد بحرب
 ہل الشام بعد ارسالہ الی معاویۃ جیر علیہ السلام۔ **شرح ابن بیثم** تحریر فرمایا ہے
 اس پر کہ اس کلام میں سب سے پہلے اصحاب نے اس کی رائی کی یہی سند ہونیکا مشورۃ امیر بنی ہاشم سے ہے

خطبہ امیر شام بنام امیر شام کے الفاظ انہ بالیغ القوم الذین بالیغوا ابابکر وعمر وعثمان علیہما السلام اس پر صحت دلالت کرتے ہیں اگر یہ لکھتی ہو تو اسکو لکھنی کی کیا ضرورت تھی اور خصوصاً وہ فقہ جو آپ کو خاتم المحدثین اپنی تحریر سے پہلے سمجھ گئی یعنی لزمتک وانت بالشام الزامی تحریر پر دال ہے کیونکہ یہ دال پر تحریر نہیں ہے کہ اپنی مسلمات کو بیان کر کے ختم کر کوئی بات لازم کریں۔

تفرکتب مع ما بعد فان بيعتي بالمدينة لزمك وانت بالناسم لانه بالبعث القوم
 الذين يبيعوا ابابكر وعمر وعثمان على ما يبيعونهم عليه فلم يكن للشاهد ان يختار
 ولا للذائب ان يرد واما السورى للمهاجرين والانصار اذا جتمعوا على رجل فمن
 اماما كان ذلك لله رضى فان خرج من امرهم خارج بطعن او رغبة فوه الى ما خرج
 منه فان الى قاتلوه على اتباعه غير مبطل للمؤمنين وولاه الله ما تولى ويصله
 جهنم وساءت مصيرا وان طلقوا والمريرين بالغانى ثم نقصا بيعتي فكان نقضها كركها
 مجاهدتها على ذلك حتى جاء الحق وظهر امر الله وصر كارهون فادخل فيما دخل
 فيه المسلمون فان احبب الامور اليك العافية الا ان تعرض للبلاء فان تعرضت
 فانتك واستعت بالله عليك وقد اكرمت في قتله عثمان فادخل فيما دخل فيه الناس
 ثم حاكموا القوم احكاما وابعاهم على كتاب الله فاما تلك التي زيدا فافسد عنه
 الصبي عن اللبن لعمرى وان نظرت بعقلك دون هوالك ليجد في ابرق قرايين من دم
 عثمان - واعلم انك من الظلماء الذين لا يتحلى لهم الخلافة ولا تعرض فيهم الشورى
 وقد ارسلت جبريل بن عبد الله وهو من اهل الايمان والهجرة فبايع ولا فقه الا بالالله

١٩١

در بیان حدیثی که در کتابهای معتبره آمده است

سلمه بر کسی باشد که بگوید بعد از رسول الله که هر کس از من بیعت کند که بگوید که من
 کی بیعت کنم بر او بگوید که من کی بیعت کنم که بگوید که من کی بیعت کنم که بگوید که من
 جب ده گشتی من بیعت کنم که بگوید که من کی بیعت کنم که بگوید که من کی بیعت کنم که بگوید که من
 جاسم نکاهی بر او اگر نکاح کردی تو از من بیعت کن که بگوید که من کی بیعت کنم که بگوید که من
 دروغ بین او و بیعت روی بگوید که بگوید که من کی بیعت کنم که بگوید که من کی بیعت کنم که بگوید که من
 او کسب فرستی جواب دیا که بگوید که من کی بیعت کنم که بگوید که من کی بیعت کنم که بگوید که من
 که بگوید که من کی بیعت کنم که بگوید که من کی بیعت کنم که بگوید که من کی بیعت کنم که بگوید که من
 او بگوید که من کی بیعت کنم که بگوید که من کی بیعت کنم که بگوید که من کی بیعت کنم که بگوید که من
 کتاب الله بر او باشد که بگوید که من کی بیعت کنم که بگوید که من کی بیعت کنم که بگوید که من
 مشرک گویا تو بگو که من کی بیعت کنم که بگوید که من کی بیعت کنم که بگوید که من کی بیعت کنم که بگوید که من
 بگوید که من کی بیعت کنم که بگوید که من کی بیعت کنم که بگوید که من کی بیعت کنم که بگوید که من
 پس بیعت کرے والاقرن لا اله الا الله ۱۲

حائل منصف اول اس نام خط کی عبارت کو اجمالی غرض سے دیکھی کوئی جملہ یا کوئی حرف غلط
 اس خط کے الزامی ہونے پر دلالت کرتا ہے ہرگز نہیں تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ یہ خط
 الزامی نہیں اور جو اس کے یہ ہے کہ خبر فی حقیقت حکایت ہوتے ہی اور اس کے محکم عنہ یا تو
 حال واقع ہوتا ہے یا اعتقاد متکلم بلکہ اعتقاد متکلم کا محکم عنہ ہوتا ہے اسی وجہ سے معتبر ہے کہ متکلم
 اپنی اعتقاد کو مطابق واقع کر سکتا ہے یہ ہے وجہ ہے کہ ممدق و کذب کا مدار جوہر کے
 نہ کہ ظاہر کے ہے اور متکلم واقع ہوتا ہے پس جب کوئی متکلم کسی خبر کے ساتھ متکلم کرے گا تو سامع مجبوراً
 خبر کے یہ سمجھے گا کہ متکلم نے حال واقع یا اپنے اعتقاد کی حکایت کی اور اس قدر سمجھتا
 میں کسی قرینہ حالیہ یا مقالیہ کا محتاج نہ ہوگا اور ظاہر ہے کہ متبادر الی الفہم دلیل حقیقت کی ہے
 لفظ متبادر کی اطلاق کے بعد جو معنی کہ بلا احتیاج قرینہ متبادر الی الفہم ہوگی اس کو حقیقی
 سمجھا جائیگا اور جو معنی کہ کسی قرینہ سے سمجھ جاوے گا وہین کے اور محتاج سمجھتا میں قرینہ کی طرف
 ہوگا اور اس کو حقیقت نہیں کہا جائیگا بلکہ اس کو محاذ کش کہے گا اب اگر اس خط کی مصنفین
 کو حقیقی سمجھا جائیگا تو تمام عبارت اپنی معنی حقیقی پر محمول ہوگا اور بسبب متبادر الی الفہم
 ہونے کو کسی قرینہ کی محتاج نہ ہوگی اور سمجھا جائیگا کہ جناب امیر رضی اللہ عنہ حال واقع کی
 حکایت فرما رہے ہیں۔ اور اگر اس کے الزامی سمجھا جاوے اور تصور کیا جاوے کہ حضرت بطور
 الزام کے حکایت حال اعتقاد مخاطب کے فرما رہے ہیں تو یہ عبارت اپنی معنی حقیقی محمول
 ہوگی اور بسبب متبادر الی الفہم کے محتاج قرینہ کی طرف ہوگی اگر کوئی قرینہ پایا جاوے گا
 تو اپنی حقیقت سے متجاوہ ہو کر اس سے محمول ہوگا ورنہ نہیں۔ اب تفصیل نظر سے اہل فہم
 والی صاف ہر ایک جملہ کی مصنف کو بغور ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ اس کلام میں کوئی
 قرینہ پایا جاتا ہے جس کے الزامی ہونا سمجھا جاوے یا نہیں اور واضح رہے کہ قرینہ خارجیہ جو
 کلام کو معنی حقیقی پر محمول ہونے سے مانع ہو وہ ہوتا ہے جو عام طور پر متبادر الی الفہم ہو
 اور شخص اس سے سمجھ سکے کہ یہ کلام مصروف عن الفہم ہے اور اخص فیہ میں اس قرینہ

معقود ہے اور جبکی نسبت اور عا ہر وہ بلا و بیل ہے اور غیر مسلم اول جملہ لایہ مایعی المقوم الذین
 بالیوا ابابیکہ و عمر و عثمان علیہما السلام علیہما السلام ہر اور ظاہری کہ یہ جملہ حال
 واقع کہ حکایت ہے اور اپنی محکمہ کے مطابق ہے اور یہ اخبار باعتبار واقع کے صحیح ہے
 کیونکہ جن لوگوں نے خلفاء ثلاثہ سے بیعت کی تھی اور اہل حل و عقد تھے اور انہوں نے
 حضرت سے ہی بیعت کی۔ دوسرے جملہ علم مکمل للشاہدان یختارونہم للغائبین
 ہے اس جملہ میں کوئی قرینہ دلالت نہیں کرتا کہ برخلاف واقع کے صرف مختص کے
 اعتقاد پر مدار کا نام ہے اور اسکی معنی فاذا اعدک لیس للشاہدان یختارونہم من ارجب
 کوئی قرینہ جو نہ نہیں تو یہ جملہ اس مرضی خلاف متبادر تھا ہر محمول ہوگا بلکہ اپنی معنی حقیقی
 پر جو متبادر لے القہم عند عدم القرینہ ہوتا ہے محمول ہوگا اور وہ یہ کہ بیعت اہل حل و عقد کی
 صورت میں باعتبار واقع و نفس الامر کے نہ متبادر تھی کہ کر سکتا ہے نہ غائب کر سکتا ہے جو یہ
 بیعت اہل عقد کی واقع ہو گئی تو پہر کیونچون ہوا کی گنجائش نہ ہے عیسٰی جملہ وانا الشہید
 للہما حریضاً ہر اس جملہ میں ہی کوئی قرینہ نہیں جو اسکو الزامی ہونے پر دلالت
 کرے بلکہ اگر اس عبارت میں داخل کیا جاوے تو صراحت ثابت ہوتا ہے کہ اس سے مراد
 تحقیق ہے اور الزام نہیں کیونکہ لفظ انما سفیدہ حصر کو ہر جسکی معنی یہ ہوتی کہ شور میں
 جا جہرین و انصار ہی میں مختصر ہے اور کسی دوسری کو اس میں داخل نہیں تو گویا ضمتا اس جگہ
 یہ ثابت کیا کہ مخاطب کے جو مطلقاً میں سے ہے شور ہی میں ہی کچھ داخل نہیں تو خلاف
 سخن کہ ذکر ہو سکتا ہے اور اس حصر کے بموجب یہ تقریر اسی وقت صحیح ہو سکتی ہے جبکہ اسکو
 تحقیق محمول کیا جائے اور اگر اسکو الزام پر چل گیا جاوے تو باطل ہے کیونکہ امیر معاویہ اس
 امر کے داخل نہیں کہ شور میں مختصر ہوا جہرین و انصار میں ہے۔ بلکہ انکی نزدیک شوری میں
 تمام مسلمین کے داخل ہے چنانچہ اس خط کے جواب میں جو خط امیر شام نے جناب امیر کی خدمت میں
 بھیجا ہے اسکی ظاہری اور اس خط کو ہم تنیدہ نقل کریں گے۔ اس جگہ کچھ بے موقع

نہیں ہے اگر ہم اپنی دعویٰ کے ثبوت میں شارح ابن قیم کے عبارت جو اس جملہ کی شرح
 میں لکھی ہے نقل کریں اہل انصاف و فہم اس عبارت سے بخوبی سمجھ سینگے کہ یہ عبارت
 بلکہ تا خط تحقیق ہی یا الزامی و لفظ عبارتہ و حصر الشریعہ والاجماع فی اللہ ہا جہین و
 الانصار لانہم اهل الحل والعقد من امت محمد فاذا اتفقت کلماتہم علی حکم من الاحکام
 کا جنہا علیہم علی بیعتہ و تسمیۃ اماماً کان ذلک اجاعاً حقاً انتی بقدر الحاجۃ
 چوتھا جملہ فان اجتمعوا علی حل و سموہ اماماً کان ذلک للہ رضی عنہ نہیں ہے کی
 قرینہ نہیں جس سے سمجھا جاوے کہ مراد فی الواقع نہیں بلکہ عند النفاط ہے اور صارت عن تحقیقہ
 تو اس عبارت کا خلاف واقع اور کذب پر محمول کرنا بلا قرینہ کیونکہ جابر سے سمجھا جائیگا کہ
 بلا ضرورت نصیر الکجاز جابر نہیں تو اس سے عبارت محمول اپنی معنی تحقیقی پر ہوگی اور محمل
 معنی یہ ہوگا کہ اگر لوگ یعنی اہل حل و عقد مجتمع ہو کر کسی شخص کو امام بنا دیں تو وہ شخص
 فی الواقع عند اللہ امام ہو جائیگا اور اسکی امامت خدا تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہوگی
 پانچواں جملہ فان خرج منهم خارج بطعن او بدعتہ ردہ الی ما خرج منه ہے
 اس جملہ میں ہی کوئی حرف نہیں جو صارت عن تحقیقہ ہو اور الزام ہونے پر دلالت
 تو اپنی معنی تحقیقی پر محمول ہوگا اور تہہ بلابن واقع نفس الامر کے منسوب ہو کر چہا جملہ
 فان ابی فاکثرہ علی اتباعہ غیر سبیل المؤمنین ولاہ اللہ ما تولى و احلہ جہم و
 ساء مصیر ہے۔ اس عبارت میں ہی کوئی لفظ نہیں جو اسکی الزام ہونے پر دلالت کریں
 بلکہ یہ عبارت بجا تہ اس امر پر دال ہے کہ مراد تحقیق ہے نہ الزام کیونکہ یہ عبارت بطور اقتضا
 کلام اللہ سرشار ہے ہدیٰ ہے اور اس آیت شریفہ کی طرف شمیم ہو جو سورہ ناریں ہی
 و من یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الهدی و یشیع غیر سبیل المؤمنین نوامق
 و فصلہ جہنم و ساء مصیر ا۔ اور اس آیت سے استدلال فرما کر اس پر معورہ
 کہ متنبہ کیا کہ یہ استدلال گویا نفس قرآنی کے ساتھ استدلال ہے اور اس میں کجائش نہ کی گئی

نہیں سوئی کہ جس دلیل کا منہ ملا وہ اجماع کے نفس قطعی پر ہوا وہیں شک و شبہ کو دخل
 نہیں پہنکتا اور اگر برہمی کو اجماع غیر مسلم کے مذمت حق خالصہ ثنائی نے بطور الزام
 نہیں فرمائی بلکہ بسبب تحقیق درالمر ہے کہ اس آیت شریفہ سے کسی کو الزام نہیں دیا بلکہ
 واقع اور نفس الامر کے اعتبار سے فرمایا ہی ہے جناب امیر اس آیت شریفہ کو اس وقت تک
 اپنی مدد کرتے ہوئے میں پہلے فرمایا تو کیونکہ ممکن ہے کہ اس کو الزام محسوس کیا جائے کہ اگر
 اس کو الزام محسوس کیا جاوے تو یہ ثابت ہو گا کہ جناب امیر اس آیت شریفہ کے معنیوں کو
 منکر ہیں حالانکہ یہ بات قطعی ہے۔ میں اس جملہ میں عرض کر رہی ہوں کہ وہ منکر ہیں کہ انہوں نے
 مابہ تحقیق واقع پر نہیں ہی اور حضرت علماء و متبعہ کو جس نے نہیں ہے کہ اس کلام کو الزام محسوس
 کر کے اس کو منسوی تحریر فرمائے ہیں اور نہ کہیں تو کیا کریں مگر دیکھتی ہیں کہ مذہب
 تشیع کی بیچ و سیاداد کھڑی جائے اسلیلی التہ یا نہ مارے ہیں تو اس تمام عبارت میں
 ما جود اس قدر شرط و تذلیل کے باوجود عقل و فراست و دانش کو کیا سہت ایک طرف ہی
 ایسا تحریر فرمایا جو اس کلام کے الزامی ہونے پر دلالت کرتا حالانکہ بدوین قرینہ کے
 ہر کو الزام پر حمل نہیں کیا جاسکتا بلکہ جہد ربط کیا اور جہد رجحان ثنائی اونی اس امر کا ثبوت
 قوی ہو گیا کہ اس عبارت کو مابہ تحقیق پر ہی الزام ہو کر ممکن نہیں ہے اگر اب ہی اس کو
 الزام ہی محسوس کیا جاوے تو اس سے یہ ثابت ہو گا کہ معاذ اللہ حضرت امیر کو عبارت
 نویسی کا کچھ بھی سلیقہ نہیں تھا اور آئیو یہی خبر نہیں تھی کہ کس معنیوں کا لیس قرینہ کہ جناب
 ہی اور کوئی معنی قرینہ کسی شخص میں علاوہ اسکی جو عبارت کہ اس کے بعد اس خط کے شائع نے بڑا
 جس کو حضرت صنی صاحب قلم کر دی ہے جس کو ہم اوپر نقل کر آئے ہیں وہ ہی دلالت کرتے ہی
 کہ مقصود الزام نہیں وہ جملہ ہیں۔ وان طلحة والزید بالباقی ثم نقضا بیعتہ مکان
 نقضہا کر دھا فجاہد مقضا جب حقیقت خلافت دلیل اجماعی نصی ہی ثابت فرما چکر
 اوسیکے بنا بر ذرا سے ہیں کہ طلحہ اور زید نے بیعت خلافت جو دلائل حقہ سے ثابت تھی

توڑی اور یہ نقص مثل بدتھے ہی کیونکہ گویا انکار نفس کا ہے ایسی باتوں سے جو بدگیا تو اس پر
مسلم ہم کو کہ باطن میں جو کچھ فرمایا ہے وہ تحقیق تھا الزام نہیں تھا اور اس کے بعد فرمایا میں
فادخل فیما دخل فیہ المسلمون فان احب الیہم اے فیما فیہ السافیة
پھر کہ راہبر معویہ کو ابنا ع سبیل المؤمنین کی تاکید فرماتے ہیں کہ جن میں مسلمان داخل ہوئی
تو بھی داخل ہو کیونکہ وہی حق ہے اور اس میں عافیت ہے اور جو کسبید وہی امر ہے کہ تمہیں
عافیت ہو۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جسکو مسلمان اختیار کریں وہ حق ہوگا اور اس میں
عافیت و این مقصود ہوگی تو وہ امر جسکو کبر اہل اسلام نے کیا اور اہل حق عقیدہ نے منقہ
کیا وہ کیونکہ حق ہوگا۔ پس اس عبارت نے بالبدلت ثابت کر دیا کہ تمام دلیل سابق
تحقیق ہی الزامی نہیں۔ اگر بعد آخر خط میں تحریر فرماتے ہیں واعلم انک من الظلقات
الذین لا یجتنی لہم الخلافة ولا یتعرض لہم الشوریۃ اس عبارت کو
بالکل واضح ہے کہ یہ الزام نہیں بلکہ تحقیق ہے کہ باعتبار واقعہ نفس الامر کے خلافت و شوریہ
میں خطا کو کچھ دخل نہیں غایت ہی سوا کھٹا کے اور لوگوں میں ہے اور اہل شوریہ ہی
سوا ای خطا کو دوسری آدمی میں تو اس سے سمجھا گیا کہ شوریہ حق ہے پس اس کو اپنی شرط کا
اعلان سمجھ لیں۔ اب اس کے بعد گزارش ہے کہ جو اب اس خط کا امیر معویہ نے تحریر کیا
اور جو کچھ اس کا جو اب ابجو اب جناب امیر نے تحریر فرمایا ہم اس کو شرح سے نقل کرتے ہیں
آپ اس کو ملاحظہ فرمادیں اور دیکھیں کہ وہ خط بدیہی طور پر ثابت کر ہی ہیں کہ ان تحریرات
دار الزام پر ان میں اور یہ دلائل اب مجازات انھیں ہی پر گزرتے ہیں بلکہ بیان واقعہ تحقیق نفس
فاجاہ معویۃ اما بعد فلعلم لو بالیہک القوم الذین بالیہک طانت بک
من دم عثمان کنت کافی بک و عمر و عثمان و لکنک اعزبت عثمان و خذ

اس میں عادیہ سے اس کا جواب لکھا۔ اب بعد مختصر چپون نے بیعت کی ہے اگر وہ نجسی بیعت کرتے اور عثمان کے خون سے
نہ تو یہی مثل ابوبکر و عثمان کے ہوتا لیکن تو نے عثمان پر (فتنہ کی آگ کی طرح) اور اس سے بدکار و بدکار کیا۔ ۱۲۔

عنه الا نصار فاطاعك الجاهل وقوى بك الضعيف وقرب الى اهل الشام
الاقبال حتى تدفع اليهم قملة عثمان فان فعلت كانت ثورى بين المسلمين
ولهم ما جئتك على كجرك على طلبة والذين لا منها باليالك ولم ابايتك وما
جئتك على اهل الشام كجنتك على اهل البصرة لانهم اطاعوك ولم يطعك اهل الشام
فما شرتك في الاسلام وقرابتك من النبي صلى الله عليه وسلم وموضعك من
قرين الله تدفعه وكتب في اخر الكتاب قصيدة كسبية جعيل او بعض روايات
اسفل كى الفاظ اسطرح مسطورين من معوية بن جعيل سفيان الى علي بن ابي طالب
او البعد فلو كنت على ما كان عليه ابو بكر وعمر وعثمان ما فالتك ولا استجالت
ذلك ولكنه الفاضل عليك صحت خطيبتك في عثمان وانما كان اهل الحجاز
الحكام على الناس حين كان الحق فيهم فلما تركوه صار اهل الشام الحكام على
اهل الحجاز وغيرهم من الناس ولهم ما جئتك على اهل الشام الخ ابايتك خطبك كسب
اهل الضفاف وانش تامل فرماوين اگر حجاب امير كا خط الزام سو تو باكل نعل او بر تنی
هو اچا تا ہی کیونکہ امیر معویہ کے خط سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ جب غلیفہ ملائت

سے تو چاہیے تیری اطاعت کی اور نہ ضعف بے ب تیری قوی ہو گیا اور اول شام سے سوای تیری قتال کی ایک کھیا
 پہنچ کر کو قتل کیا کہ تو انکو ہوا کر دی ہر اگر دے ایسا کیا تو خدا تعالیٰ بطور شہر کے بندہ زن میں ہوگی اور میری زندہ کافی کی قسم
 جیتی پڑی جیت مگر اور میری بھی نہیں کیونکہ انہوں نے جسو بیعت کی تھی اور میں نے بیعت نہیں کی اور میری بھیست پر
 داروں پر بھی اہل شام پر نہیں کیونکہ انہوں نے میری اطاعت کی ہے۔ اور اہل شام نے تیری اطاعت نہیں کی اور میں
 تیری بڑی کی اسلای بطور تیری قربت بنی صل اللہ علیہ وسلم سے اندر بڑے مرتبہ قریش میں اس کو نہیں اور چاہا اور
 آخر میں کعب بن جحیل کا قصیدہ دیکھا ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰
 ۲۰۱
 ۲۰۲
 ۲۰۳
 ۲۰۴
 ۲۰۵
 ۲۰۶
 ۲۰۷
 ۲۰۸
 ۲۰۹
 ۲۱۰
 ۲۱۱
 ۲۱۲
 ۲۱۳
 ۲۱۴
 ۲۱۵
 ۲۱۶
 ۲۱۷
 ۲۱۸
 ۲۱۹
 ۲۲۰
 ۲۲۱
 ۲۲۲
 ۲۲۳
 ۲۲۴
 ۲۲۵
 ۲۲۶
 ۲۲۷
 ۲۲۸
 ۲۲۹
 ۲۳۰
 ۲۳۱
 ۲۳۲
 ۲۳۳
 ۲۳۴
 ۲۳۵
 ۲۳۶
 ۲۳۷
 ۲۳۸
 ۲۳۹
 ۲۴۰
 ۲۴۱
 ۲۴۲
 ۲۴۳
 ۲۴۴
 ۲۴۵
 ۲۴۶
 ۲۴۷
 ۲۴۸
 ۲۴۹
 ۲۵۰
 ۲۵۱
 ۲۵۲
 ۲۵۳
 ۲۵۴
 ۲۵۵
 ۲۵۶
 ۲۵۷
 ۲۵۸
 ۲۵۹
 ۲۶۰
 ۲۶۱
 ۲۶۲
 ۲۶۳
 ۲۶۴
 ۲۶۵
 ۲۶۶
 ۲۶۷
 ۲۶۸
 ۲۶۹
 ۲۷۰
 ۲۷۱
 ۲۷۲
 ۲۷۳
 ۲۷۴
 ۲۷۵
 ۲۷۶
 ۲۷۷
 ۲۷۸
 ۲۷۹
 ۲۸۰
 ۲۸۱
 ۲۸۲
 ۲۸۳
 ۲۸۴
 ۲۸۵
 ۲۸۶
 ۲۸۷
 ۲۸۸
 ۲۸۹
 ۲۹۰
 ۲۹۱
 ۲۹۲
 ۲۹۳
 ۲۹۴
 ۲۹۵
 ۲۹۶
 ۲۹۷
 ۲۹۸
 ۲۹۹
 ۳۰۰
 ۳۰۱
 ۳۰۲
 ۳۰۳
 ۳۰۴
 ۳۰۵
 ۳۰۶
 ۳۰۷
 ۳۰۸
 ۳۰۹
 ۳۱۰
 ۳۱۱
 ۳۱۲
 ۳۱۳
 ۳۱۴
 ۳۱۵
 ۳۱۶
 ۳۱۷
 ۳۱۸
 ۳۱۹
 ۳۲۰
 ۳۲۱
 ۳۲۲
 ۳۲۳
 ۳۲۴
 ۳۲۵
 ۳۲۶
 ۳۲۷
 ۳۲۸
 ۳۲۹
 ۳۳۰
 ۳۳۱
 ۳۳۲
 ۳۳۳
 ۳۳۴
 ۳۳۵
 ۳۳۶
 ۳۳۷
 ۳۳۸
 ۳۳۹
 ۳۴۰
 ۳۴۱
 ۳۴۲
 ۳۴۳
 ۳۴۴
 ۳۴۵
 ۳۴۶
 ۳۴۷
 ۳۴۸
 ۳۴۹
 ۳۵۰
 ۳۵۱
 ۳۵۲
 ۳۵۳
 ۳۵۴
 ۳۵۵
 ۳۵۶
 ۳۵۷
 ۳۵۸
 ۳۵۹
 ۳۶۰
 ۳۶۱
 ۳۶۲
 ۳۶۳
 ۳۶۴
 ۳۶۵
 ۳۶۶
 ۳۶۷
 ۳۶۸
 ۳۶۹
 ۳۷۰
 ۳۷۱
 ۳۷۲
 ۳۷۳
 ۳۷۴
 ۳۷۵
 ۳۷۶
 ۳۷۷

لائن ہوا اور جماعت خلافت کو سرانجام نہ دے سکی تو بیعت اہل حل و عقد سے وہ شخص خلیفہ
 نہیں ہو سکتا ہے تو جب اس کا بیہ مذہب ہے تو اس کو بیہ الزام دینا کہ ہماری خلافت ثابت
 ہے کیونکہ ہم سے اہل حل و عقد نے بیعت کی ہے اور جس سے اہل حل و عقد نے بیعت کی
 وہ خلیفہ ہے بالکل پور اور غور ہو گا اسلیں کہ معویہ رضی اللہ عنہ بیعت اہل حل و عقد
 بدون دخول و صلحیت کے بالکل لغو اور مشغول سمجھتا ہے بلکہ اس پورج الزام پر
 کلامی اور تطویل اور بی زیادہ بیودہ ہے چنانچہ اہل ذوق صحیح اسکو بخوبی سمجھ سکتے ہیں
 اور صاحب تحفہ علیہ الرحمۃ نے ایسی حرف اشارہ فرمایا ہے اس کے بعد اس خط کا جو کچھ جواب
 جناب امیر نے تحریر فرمایا اور اسکو آپکی حضرت رضی نے نبج البدائع میں نقل کیا ہے
 لیکن انہی عادت شریفہ کے موافق حضرت رضی نے اوس میں کمی بیشی فرمائی اور سبب
 اس کا اب جانتی ہے میں کہ حضرت رضی جناب امیر کے خطوط میں ایسا تصرف
 کیوں فرماتے ہیں اور اسکو اسطیٰ انکی تحریف کرتے ہیں اسلیں ہم اس خط شرح ابن قیم
 میں نقل کرتے ہیں اور بعد اسکی شارح نے جو کچھ تحریف کی نسبت لکھا ہے نقل کریں گے
 فلیت جوابہ من عبد اللہ علی امیر المومنین الی معویۃ بن صفحہ ماجد قائدہ
 انانی کتاب امرئ لیس لہ بصیرت و لا فاید برشدہ قد دعی الہوی
 فاحامہ وقادہ الضلال فاتبعہ فہم لا عطا و ضل خابطا ان قال زعمت انما اشد
 علی بیعتک وکت اصغر من المہاجرین اور دت کما اور دوا و اصدرت کما اصدرت

سلمہ جناب امیر نے اس کا جواب لکھا اللہ کے ہندہ امیر المومنین علی کی طرف سے معویہ بن صفحہ کی طرف ابابعد میرے
 پاس برا خط آیا ایسی شخص کا خط تھا کہ اس کی بیانی ہی جو راہ دکھلا دی اور نہ کہیں اور الاہب جو سید ہارستہ چلا د
 خواہش نفسی نے اسکو بلایا اور سنی اسکی اجابت کی اور اگر ایسی نے اسکو کہیں تو اوسنی اسکا اتباع کیا پس
 بیہودہ ہو کہ اس کی ادبہ میں گمراہ ہوا یہاں تک کہ فرمایا تو بے گمان کیا کہ تیری بیعت کو میری ساتھ
 لگا دیا۔ میں ہی ایک شخص مہاجرین میں سے ہوں فارم ہوا میں جسطرح وہ دارد ہوئے اور ہوا
 جس طرح وہ لوٹے ۱۲۔

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيَّ ضَلَالًا وَلِيُصِرَّ بِهِمْ لَعْنَةً وَإِنَّمَا مَصِيرَتِي بَيْنَ أَهْلِ الْكَلْبِ وَأَهْلِ
الْمِرَّةِ وَبَيْنَكَ وَبَيْنَ خَلْقِي وَالزَّبِيرِ فَلَعْنَتُكُمْ مَا الْأَمْرُ فِي ذَلِكَ إِلَّا وَاحِدٌ لَكُمْ مَعِيَ وَاحِدٌ
الْأَشْيَاءُ فِيهَا الْمَطَرُ لَا يَتَأْتَفُ فِيهَا الْحَيَاةُ وَالْحَارِجُ مِنْهَا طَاعِنٌ وَالْمَرْوِيُّ فِيهَا مَادَانٌ

اس خط سے جیسی کچھ خرابی و معیبت مذکور ہے پر واقع ہوئی ہے بے پایاں اور خارج از
بیان ہے اور جو کچھ فوائد و منافع اس سے حاصل ہوتے ہیں ان کا حصہ و احاطہ خارج از
محیط امکان ہے لہذا بخوف اطہاب حال اذنان صافیہ الوالابصار البصائر کے صرف
اس سبب کہ شکی اس قدر بیان کرتے ہیں کہ یہ خط صریح و دلیل ہے کہ جو کچھ مضامین
پہلے خط میں مرقوم تھے جنکی نسبت الزامی ہو نہ کا دعویٰ کیا گیا ہے وہ سب تحقیقی ہے
اور الزامی ہوا اور انکا بالکل باطل ہے پس صریح ہو کہ جناب امیر نے اپنی پہلے خط میں
جس میں بحث واقع ہو رہی ہے کہ کچھ تحریر فرمایا ہے اب امیر معویہ نے اسکی جواب میں
اسکی مضامین میں سے دو امر کی تردید کی اور ایک امر کو کٹاؤتہ غیر مسلم رکھا اور پتے
نور کو تسلیم کیا جناب امیر نے دلیل اول یہ تحریر فرمائی تھی کہ میری خلافت اہل حل و عقد
کی ہے جسکی معیت سے ابو بکر و عمر و عثمان کی بھی خلافت ثابت ہوئی تھی
واقع ہوئی چونکہ اوس خلافت کو حقیقت جو معیت اہل حل و عقد سے واقع ہو عند اللہ
و عند المؤمنین واقعی اور نفس الامری ہی اسیلیں اوس میں نہ حاضر کو بدل بدل کا اختیار
نہ غائب کو رد کی گئی نیشن اور اہل شور و غوغا میں نہ انصار میں جبکہ وہ امام

مسلم نہ تھے اور ان کو گراہی پر اکھٹا نہیں کرے گا اور اگر وہ ہی ہیں میں مستند ہیں و ابانجا
اور جو کہ فرمایا اہل بیعت میں اور طوطی و سرور اپنے میں رو کیا ہے۔ پس میری وہ گائی کی
قسم اس میں صرف ایک حکم ہی کیونکہ ایک معیت ہی۔ اس میں کہ نظر ہو سکتی ہے یہی نشانی سہری امتیاز
ہر مکتبہ ہر اس میں سے بخشی والا معین کرے والا ہی اور اس میں ترقف کو برا لا رہا ہے

بنائیں اور سپردہ اکٹھی ہو جائیں وہی خدا کی نزدیک یہی پسندیدہ ہوگا امیر معاویہ نے
 اسکو جواب میں اس امر کو تسلیم کیا کہ بے شک آپ سے اہل حل عقد کی بیعت کی ہے
 اور جوہر مہاجرین و انصار نے جہنوں نے خلفائے ثلاثہ سے یہی بیعت کی اور انہوں نے
 آپکو یہی بیعت بنایا گویا امیر معاویہ نے قیاس کے شعری کو تسلیم کیا لیکن کبرے قیاس کو
 نما یا اور اسکی کلیت کو باطل کیا اور کہا کہ یہ غلط ہے کہ جس شخص سے مہاجرین و انصار
 بیعت کر لیں وہ امام ہر حق ہے بلکہ اگر وہ شخص جس سے اہل حل عقد بیعت کریں صلاحیت خلافت
 نہ کہنا ہو تو وہ بیعت اہل حل عقد سے خلیفہ نہیں ہو سکتا اور آپ خلافت کی صلاحیت نہیں
 رکھتے کیونکہ تھا خلافت کا سرخام نہیں کر سکتے اور قومی سے ضعیف کا حق نہیں دلا سکتے بلکہ
 بلکہ امام ہر حق کے خون میں شریک ہوئی کہ انکی مدد نہ کی یہاں تک کہ نیا قتلے اذکو شہید
 کر ڈالا پس اگر تم میں صلاحیت خلافت ہوتی اور جیسی صالح للخلافت ابوبکر و عمر و عثمان
 تھے ایسی ہی تم بھی ہوتے تو بیعت اہل حل عقد تکو بھی نہیں اور باعث اتفاق و اتفاق
 ہوتے اور جب تم مثل خلفاء سابقین کے صالح للخلافت نہیں تو تمکو بیعت اہل حل عقد
 کچھ نہیں اور نہ انکی بیعت سے تمہاری خلافت بسبب عدم صلاحیت کے منعقد
 ہو سکتی ہے اگر تم مثل ابوبکر و عمر و عثمان کے ہوتی تو میں تمہاری ساتھ ہرگز قتال نہ کرتا
 جب تم جو رہیشہ ہو گئی تو اب خلافت تم میں سے نکل گئی اسکو جواب میں جو کچھ جواب میرے
 تحریر فرمایا وہ قابل دیکھنے کے ہے حضرات شیعہ خصوصاً ہمارے محیب لبیب بنور علاحدہ فرائین
 حاصل جواب یہ ہے کہ تیری کتاب پوچھی ایسی شخص کا کتاب کہ اسکی یہی عقل مادی نہ کوئی قائد
 رہتا ہے ہوا کا مطیع ضلال کا متبع ہو کر بیہودہ گوئی کی اور ضبط کے ساتھ ماتہ بانو ماری جو
 معاملہ شہادت عثمان میں ذکر کیا اور سقوط صلاحیت خلافت اور فساد بیعت کا سبب
 سمجھا اور فاروق میری اور خلفائے ثلاثہ کے درمیان حبا کیا سوا کمال بے عقلی اور ضلال اور بیہودہ
 گوئی اور ضبط ہے۔ کیونکہ میں بھی مہاجرین میں سے ایک شخص ہوں جیسے وہ وارد ہوئی میں

میں ہی وارد ہوا۔ اور جیسی وہ معاد ہوئی میں ہی معاد ہوا اور خدا تعالیٰ کے اذکو یعنی
 ہمارے جہان کو گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا۔ اور سبکو اندہی میں میں مبتلا نہیں فرمائے گا۔ معاملہ یہ
 کہ موجب اعتراض کے اگر میں صالح لکھنا ہوں اور بدون میری صلاحیت کی اس حل
 وعقد نے میرے ساتھ بیعت خلافت کی ہو تو سب اہل حل وعقد وجوہ ہمارے جہان راویات
 انصار گمراہی پر ہوں کہ خبر صالح لکھنا نہایت کو غلط بنا دیا اور ہمارے جہان راویات
 پر مجتمع ہونا محال ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کے ہرگز اذکو گمراہی پر مجتمع نہیں فرمائے گا اور نہ اذکو بدون
 نامید کرے گا تو اس سے ثابت ہوا کہ جب وجوہ ہمارے جہان راویات نے میری ساتھ بیعت کر
 تھیں صالح لکھنا ہوں اور نہ لازم آتی کہ تمام ہمارے جہان راویات گمراہی پر مجتمع ہوں اور
 بہر حال یہی اور ثبوت اس سخاوت کا کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ سے ہے اب
 اس خط کی عبارت میں بالفصام مطلب اس خط کے عامل مصنف نام فرمایا اور سوچی تو آیا
 اس سے مقصود قطع نظر فرمنا اور عدم قربت کے الزام ہے یا تحقیق۔ اس خط کی عبارت
 مثل روز روشن روشن کروا کر کہ خط میں جس قدر مضمون شوریٰ منہ سے نکل رہا وہ
 سب تحقیقی ہے اگر الزامی نہیں تھا کیونکہ اگر اس کو الزامی تسلیم کیا جاوے گا تو یہ
 جواب بالکل لغو اور بطل ہو جاوے گا۔ پس اگر جب امیر معاویہ نے بیعت ہمارے جہان راویات
 بدون صلاحیت لکھ سمجھتی ہیں تو پھر انہیں ہمارے جہان راویات کے بیعت سے الزام
 اپنی صلاحیت متحقق خلافت ثابت کرنا بالکل خلافت عقل ہو گا دوسرا معاد جواب میرے
 طلحہ وزیر کا کجبر فرمایا ہے کہ انہوں نے بیعت توڑی اور میں نے اپنی جہاد کیا سو اگر
 تو یہی مخالف لکھ کر لکھا تو جیسی ہی جہاد کرونگا۔ امیر معاویہ نے اس کے جواب لکھا کہ میری
 اور طلحہ وزیر اور اہل شام اور اہل مصر کے معاملہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے جیسی
 آپ کی حجت طلحہ وزیر اور اہل مصر پر قائم ہے مجھے پھر قایم نہیں ہو سکتی کیونکہ طلحہ وزیر نے
 آپ کی بیعت کی تھی اور میں نے آپ سے بیعت نہیں کی اور اہل مصر نے آپ کا رقبہ اشاعت

اپنی گردنوں میں ڈال لیا تھا اور اہل شام نے نہیں قبول کیا تو آپ کو بیعت نہ اٹھت
 جنہوں نے قبول کیے اور ہی پر لازم ہے نہ ہمیں قبول کی ہی اور نہ ہمیں لازم ہو سکتی ہے
 جناب امیر نے اسکو جواب میں یہ مضمون لکھا اور قسم کہا کر فرمایا کہ اس میں کچھ فرق نہیں
 حاضر و غائب سب برابر ہیں کیونکہ ایک بیعت ہے نہ اس میں کمر سوچ کر کچھ ہو سکتا ہے
 اور نہ اس میں کچھ اختیار ہو سکتا جو ایک دفعہ منعقد ہو گیا وہ ہو گیا اور میں کچھ نہیں
 چون و چرا کی کچھ نہیں رہی حاضر و غائب سب پر لازم ہو گئی جو شخص اس میں سے خارج ہو
 وہ گویا اس میں طعن ہے اور اسکو ساتھ جہاد کرنا واجب ہے کہ سبیل المومنین کا مخالف ہے
 اور جو اس میں متوقف ہو وہ بد امن ہے اور یہ بھی ایک قسم کا نفاق ہے شام فرماتا ہے
 قَوْلُ الْحَارِجِ مِنْهَا الْخِصْمُ مَنْ لَمْ يَدْخُلْ فِي بَيْعَتِنَا لَمْ يَكُنْ مِنْهُمْ وَلَا نَحْنُ مِنْهُمْ
 وهو الطاعن في صحتهما ويجب مجاهدته لمخالفة سبيل المومنين وامامهم
 في ذلك متوقف حكم الله مدلهن وهو نوع من النفاق انما اهل النفاق اهل الكفر لا اهل
 كراهية ولا اهل عداوة کی بیعت کی ثبوت کو جناب الزما فرمایا ہے میں یا تحقیقاً اور قسم اور اسکو الزام
 ہونے پر کہہ رہی ہیں یا تحقیق ہونے پر اگر الزام ہے تو اوسنی کب اسکو تسلیم کیا تھا
 اور اگر تحقیق ہے تو ہوا المرد غرض جواب بجواب ان تمام سرشل آفتاب نمروز روشن ہو گیا
 کہ پہلے خط میں حضرت نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ الزامی طور پر نہیں بلکہ تحقیقی طور پر ہے
 اور جس امر کو کئی ایسے غیر تسلیم کر لیا وہ یہ تھا کہ حضرت فرمادی کہ میں اور انصار میں
 منحصر فرمایا تھا اور فرمایا تھا کہ اطلاق کو اس میں کچھ دخل نہیں تو اسکو علم تسلیم کی طرف کئی ایسے
 قَوْلُ الْحَارِجِ مِنْهَا الْخِصْمُ مَنْ لَمْ يَدْخُلْ فِي بَيْعَتِنَا لَمْ يَكُنْ مِنْهُمْ وَلَا نَحْنُ مِنْهُمْ
 بیعت کے اس میں کس کو کھنی والا تھا اور وہ اسکی محنت میں کھن کرنے والا ہے اور اس سے مومنین کے رستہ کی
 مخالفت کے سبب جہاد کرنا واجب ہے اور یہ بیعت میں متوقف ہے اور اسکا حکم یہ ہے کہ وہ بد امن ہے
 اور یہ بھی نفاق کی ایک قسم ہے ۱۲۔

ایسا کیا اور کیا اگر تم قاتلین عثمانؓ کو ہمارے حوالہ کر دو تو خلافت شوریٰ میں بسین ہوگی
 گویا مومنان اہل اسلام جسکو خلیفہ بنادیں وہی خلیفہ ہو جائیگا چنانچہ خلیفہ اہل حل و عقد کی ہنر
 اب اسکو بعد حسب وعدہ جناب امیر کے خط کی تحریف کی نسبت جو کچھ ازرا حضرت رضی
 کبیرت کے روح نے قائم کیا ہے اسکو نقل کرتے ہیں شاہ اس جواب انجواب کی شرح
 میں جسکا شروع یہ ہے ومن کما لای الی معویہ اما بعد فقد اتقیتہ منک غلطہ
 موصلاً لکھنؤ میں فکلب جوابہ من عبد اللہ علی امیر المؤمنین لم معویہ بن صفیر
 اما بعد فانه امانی کتاب امر الی قوله خابطا لثرتصل به ان قال عمت
 انما افستد علی بیعتک وکنت امر من المهاجرین اور دت کما اور دوا واصله
 کما اصدره او ما کان الله لیجمعهم علی ضلال ویضربهم بحصی واما ما میزت
 بین اهل الشام واهل البصرة وبنیک وبن طلیحہ والزبیر فلهم ما الامر
 ذلک الا واحد ثم یتصل بقوله لانها ببعده عامۃ الخ آخر میں شرح کیا ہے
 ولما ینبذ علی هذا ان هذا الفصل المذکور لیس من الکتاب الاول
 الاول لریکن فیہ ذکر مواعظۃ حتی یدکر ہائے جواب بہ غیر ان السید
 اضافہ الی هذا الکتاب کما هو عادۃ فی عدم حرکات ذلک واما لانتھے۔
 اب تو آپکو تحریف کا یقین ہوا کہ رضی صاحب نے اپنی طرف سے خطبہ میں عبارت جہا میں
 نہیں تھی اضافہ کر دی اور درج ہو کہ یہ عبارت جو عیست نامہ اسد سے شروع ہو کر بغیر ہم
 ہمیں پختہ ہوئی جو بیخلف نہ رہے تھی یہ بھی حذف فرمادی ہوا کہ اسکی کو موقع ہستہ لال کا
 ماتہ نہ آوے اسکی بعد جو دوسری کتاب نقل کی ہے۔ جسکا شروع یہ ہے۔

بنا ہے کہ خطبہ حضرت رضی کے فقرہ

اور عبداللہ سر کے من پر میرا کہ جاب یہ ہے کہ یہ مسلسل ہو کر پہلے خط میں ہے میں کہہ چکا
 خط میں موصفت کی کہ وہ تھا بیخلف کہ اسکی جواب میں اسکا ذکر نہیں کیا گیا یہ ہے اس خط میں اضافہ کر دیا۔
 جیسا کہ اسکی عبارت ہی کہ میں یہی سوچ رہا تھا کہ یہ ہے۔

ومنك بالذلة مغوية فاراد قوما قتل دنيا شاح وکلم شرح میں فرماتے ہیں
 بقدر متصل یہ قولہ ولعمریہ الخ وهذا خط عجیب من السید مع وجود
 لکینہ فی کثیر من التواہر الخ اب آپ کو کچھ بھیجیے یہ شرح الکریم کے نسبت وق ہو کر کیا کیا
 کچھ فرمائی ہیں خیر یہ ایک بطور جملہ معترضہ کی حضرت مخی طیب کو جملہ دیا ہو یا دیکھیں
 اور کچھ اسی جگہ خاص نہیں بلکہ یہ قطع و برید ہیست جگہ ہی اب پر ہم اصل مقصود کی طرف
 جو ہم کرتے ہیں اور گذارش کرتے ہیں کہ جناب امیر کی کلام بلاغت نظام سہی واضح
 دہیان ہو گیا کہ خلفاء راشدین کے جمیعت اجماع اہل حل عقد سہی منعقد ہوئی اور خداوند تعالیٰ
 کو رضوان کے نورانی اور نہ تو روشنی ڈالا اور جس شخص نے اس سے اخراجات کیا بغاۃ میں بعد
 ہو کر مستوجب جہاد ہو بلکہ جہنم کا مستحق ہوا اب فرمائی کہ جناب امیر خلفاء راشدین
 خلافت کو وقت اگر ہم راہ ہاجرین والفساد کے تھی جیسا کہ معتقد اہل حق کا ہے تو فہو المراد
 اور اگر ہاجرین والفساد سے خارج تھی حاشا ثم حاشا معاذ اللہ جو کچھ لازم آتا ہے ظاہر
 و باہر ہی آپ کی ہی زبان اور کلام کی طاقت رکھتی ہے اگرچہ بعد اس وضوح و تبیان کے
 حاجت نہیں رہی کہ ہم ادخل کا تحقیقی ہونا اور یہی ثابت کریں۔ لیکن تبرعاً حضرت مخی کے
 مزید اطمینان کے لیے پتھری سی اور یہی گذارش کرتے ہیں ذرا متوجہ ہو کر سنیں علاوہ اس کے
 کہ جو کچھ بھیج البسائے سے نقل کیا گیا اور جگہ یہی جملہ آیا وہیں مذکور میں اس پر اول دلیل
 میں کہ حضرات ائمہ اہل حل عقد کو تسلیم کرتے تھے اور امامت کو اجماع سے منعقد اعتقاد کرتے
 تھے بلکہ ثبوت اجماع کے لیے اجماع جمیع کا شرط نہیں سمجھتے تھے اول ہم ارادہ انھیں سے
 نقل کرتے ہیں۔ ولعمریہ لئن کانت الامامة لا تعقد حتی یخضرھا عامۃ الناس
 ما اختلف مایل ولكن اهلها یحکون علی من غاب عنہا ثم لیس للناس اھدان یرجع الی اللغات

پہر اس کو ساتھ متصل ہے قولہ و عمری الخ اور یہ سید مع عجیب قسم کا جملہ ہے یا جو کہ جناب
 امیر کے خطوط اکثر تواریخ میں مذکور ہیں۔ ۱۲۔

نہایت عزیز و محترم ہوں

ایسا کیا اور کیا کہ اگر تم قاتلین عثمان کو ہمارے جلیلین رجال ادا دعیٰ بالسرہ و الخوم
 کو یا محمود اہل اسلام جبکہ خلیفہ بنا دیر ہاں داری الماسیہ کہ علی بن حسن نام دست نیست و شرم
 ابابکر بعد حب و عہد جناب ار خود ناگہ حاضر شوند جمیع مردمان منیٰ باشند بانفقا و امامت
 کی طرف اشارہ نے قائم کیا ہے اب انکار معویہ است و اہل شام را رحبت آل انام علیہ السلام ہمارے
 میں جگہ شامیہ صلیح است و انفقا و جمیع اہل سدم و انحراب اتارت فرمود باین کلام کہ اہل
 اسکان ندارد و اگر ممکن باشد عاقل اور اور غایت دستوری میستار و بیکہ معتبر در انفا و
 اتفاق اہل حل و عقد است اہل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر امری از امور حیا کہ اتارت
 بدان ولیکن اہل است حکم سیکند بر یکہ غائب است آزان پس از آن ثابت مراد
 ہر چو ظہور و زبر کر اوجیت رجوع نماید و نہ غائب را چو معاویہ کہ اورا برای خویش اہل
 بلفظ اس عبارت کو نائل کے نفسی ملاحظہ فرمادین اورا کی ترجمہ کو جو آنکہ زولری نہ
 پڑین اور پچہین کہ اس صراحت کہ ساتھ جناب امیر رمنی انٹھنے اہل حل و عقد کہ جس
 ثابت فرمایا اورا کہ اجماع سے انفا و امامت کو تسلیم فرمایا اور انفا و اجماع کے پس
 نسبت عدم ہنر اظہار فرمایا اور حضور بعض کو کافی فرمایا اور بدیہی ہے کہ ہر
 از ام نہیں نووہ خطبہ جو بابہ السراخ ہی اورا سیکر ہم معنی ہے وہ ہی الرامی ہر
 محمد اللہ و ہستہ خود جناب اہل حل و عقد کہ اجماع کہ حجت انفا و
 کہ بی ثابت فرما کہ اور ماہجرین و انفا کے اتفاق برتر تب رضا آہی تہ کہ
 بدست تبع کو بیخہ دنیا و سے طمع و قمع کرڈالا۔ دوسری بیخہ البیانہ میں
 مکاتیب یہ ہی و مہنا فی خطاب اصحابہ و قد بلغتم من کمال اللہ صلی اللہ علیہ
 اما و کہ خطبہ میں یہ جملہ نہ کوہی و کاست امور اللہ علیکم تود و عنکم قصد روا الیکم
 تاراج ابن میثم ہنسی مختصر شرح میں جس جملہ کی شرح اس طرح فرمایا
 اس کے کام نہ اور کہنے ہی و ہنسی ہر نے ہی ارادہ کی طرف روشنی ہوا۔

قولہ کا منت امر باللہ الی قولہ ترجع اے انکم کنتہ اهل الاسلام والجن والعقد
 فیہ وھم المهاجرون ۱۲ الا لھما سراپا ان الفاظ کو ملاحظہ فرمائیے اور دیکھیں
 کہ حضرت ابنی اصحاب کو اہل حل عقد فرمایا ہیں اور شارح کی تفسیر سے صحت
 معلوم ہو رہی ہے کہ اہل حل عقد یہاں جین و انصار میں اور جب اہل حل عقد ہونا ثابت ہو
 تو آپ کرشمۃ اللہ باطل ہونی تو اصل اصول دین آپ کا جو امامت ہے وہ بھی باطل ہو جائے
 تمام اصول و فروع بھی باطل ہو گئی اور ظاہر ہے کہ یہ خطبہ بظاہر اپنی خواص اصحاب
 کی ہے تو اس میں نہ الزامی ہونے کا احتمال ہو سکتا ہے اور نہ تقیہ کے گنجائش ہو سکتی
 ہے۔ تیسری جگہ نامہ فیما بین حضرت امام حسن اور حضرت امیر موحیہ تحریر ہوا تھا
 اور اس کی نقل ہم مخفیہ اوپر کر چکے ہیں اس کی چند الفاظ کی نقل اپنی مدعا کی اثبات کے
 لیے کرتے ہیں ہماری فاضل مجیب ملاحظہ فرمائیں چنانچہ علی السبیل الیہ ولایۃ
 المرسلین علی ان یصل فیہم بکتاب اللہ تعالیٰ وسنتہ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم
 وسیرۃ الخلفاء الصالحین وسیرۃ الخلفاء الراشدین المہدیین
 واقع ہوا چنانچہ صاحب الزائۃ الغنی کے مخاطب نے اس طرح ضبط کیا ہے اور دوسرے جملہ انکو
 متصل مذکور ہے ولین ملعونۃ بنی سقیان ان یعمد الی احد من ائیدہ
 بل یکر الی احد من بنی شمر بن الملک انہی ہمہ مردو جملے اس سلسلہ کے حقیقت خلافت خلفاء
 اور صحت حقیقت اس حدیث کو جو بطور مشورہ کے بین المسلمین واقع ہونا ثابت کرتے ہیں اور جبکہ
 یہ امر ثابت ہو گیا تو تمام بیعتیں اصولاً و فروعاً باطل ہو گئی اور نہ سب اہل حق ثابت ہو سکتے
 علی ذلک بعد ان اس قدر کہ ادریں کہ ماضور ہے کہ ہماری فاضل مجیب نے اس خط کی الزامی ہونے
 پر جب انکا کوئی دلیل ہم نہ پہنچی تو تاخر بیعت کو قرینہ الزام قرار دیا اور حدیث بخاری کو
 جو مشورہ ہے کہ جائے نا ایم حیات فاطمہ رضی اللہ عنہا بیعت نہیں فرمائی اپنا استدلال
 نہ لایا تو ضرور ہو اگر مختصر ہم اسکا بھی جواب کہ ادریں کریں پس صریح ہو کہ ہم کو مجبلاً انکو

یہ خطبہ بظاہر اپنی خواص اصحاب کی ہے تو اس میں نہ الزامی ہونے کا احتمال ہو سکتا ہے اور نہ تقیہ کے گنجائش ہو سکتی ہے۔ تیسری جگہ نامہ فیما بین حضرت امام حسن اور حضرت امیر موحیہ تحریر ہوا تھا اور اس کی نقل ہم مخفیہ اوپر کر چکے ہیں اس کی چند الفاظ کی نقل اپنی مدعا کی اثبات کے لیے کرتے ہیں ہماری فاضل مجیب ملاحظہ فرمائیں چنانچہ علی السبیل الیہ ولایۃ المرسلین علی ان یصل فیہم بکتاب اللہ تعالیٰ وسنتہ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم وسیرۃ الخلفاء الصالحین وسیرۃ الخلفاء الراشدین المہدیین واقع ہوا چنانچہ صاحب الزائۃ الغنی کے مخاطب نے اس طرح ضبط کیا ہے اور دوسرے جملہ انکو متصل مذکور ہے ولین ملعونۃ بنی سقیان ان یعمد الی احد من ائیدہ بل یکر الی احد من بنی شمر بن الملک انہی ہمہ مردو جملے اس سلسلہ کے حقیقت خلافت خلفاء اور صحت حقیقت اس حدیث کو جو بطور مشورہ کے بین المسلمین واقع ہونا ثابت کرتے ہیں اور جبکہ یہ امر ثابت ہو گیا تو تمام بیعتیں اصولاً و فروعاً باطل ہو گئی اور نہ سب اہل حق ثابت ہو سکتے علی ذلک بعد ان اس قدر کہ ماضور ہے کہ ہماری فاضل مجیب نے اس خط کی الزامی ہونے پر جب انکا کوئی دلیل ہم نہ پہنچی تو تاخر بیعت کو قرینہ الزام قرار دیا اور حدیث بخاری کو جو مشورہ ہے کہ جائے نا ایم حیات فاطمہ رضی اللہ عنہا بیعت نہیں فرمائی اپنا استدلال نہ لایا تو ضرور ہو اگر مختصر ہم اسکا بھی جواب کہ ادریں کریں پس صریح ہو کہ ہم کو مجبلاً انکو

جواب میں ہیبت رکافی ہے کہ یہ فی الحقیقت قرینہ ہی نہیں ہے کیونکہ اولاً تاخیر غیر مستلزم ہے
 چنانچہ اسی عرض جو تاہم ہے۔ تاہم اگر تاخیر تھا تو قدح فی الاستحقاق غیر مسلم اور باطل ہے تاہم
 ممکن ہے کہ تاخیر خطا رہتا ہادی کے وجہ سے ہو۔ تاہم اس کی ضروری دلالت اس خطہ کے الزام
 ہونے پر تسلیم نہیں کیجا سکتی کیونکہ اگر بالفرض اس تاخیر میں سی اکیلی تاخوشی مفہوم
 ہوتے ہو یہی تو سادہ سا تاک آجکا خلفا کی ساتھ تمام دنیا دی و دینوی امور میں نہیں
 و غلہ رہا صریح اسکا مطن ناخ ہے ان اگر آپ محمدی علیہ السلام کی بیعت سے تمام
 عمر خوش رہتی اور دنیا کی کسی کام میں شریک نہ ہوتی اور دنیا کی اطاعت نہ کرتے اور دنیا
 ہا جرت کر کے کہیں نکل جاتے اور تمام مسخر خلفاء کی عداوت میں رہتی تو شاید یہ کلام
 اس قرینہ سے الزامی سمجھو جاتے۔ علاوہ ازیں یہ قدر واضح گذارن ہے کہ جناب امیر کا
 مذکور دوم ہو چکا ہے کہ اعتقاد خلافت کو دینی جمیع کی حسب کو ضروری نہیں سمجھتی تو
 جب اکثر اولاد اہل حل و عقد نے بیعت کر لی خلافت منقطع ہو گئی تو جناب نے یہ خیال کیا
 کہ بیعت تو منقطع ہو چکی ہے غلامین میں بیعت کر دیں یا کمرون اور دیگر دلیمن بطور شریک
 استہدار و عدم منورہ کی وجہ سے طال تھا ہی نہ یہ کہ معاذ اللہ آپ کو استحقاق خلافت
 خلیفہ اول میں مال ہو سلیبی آپنی تاخیر فرمایا اور یہ نہیں ہوا کہ آپ نے اطاعت سے
 انحراف کیا ہوا اور اگر کہیں اتفاقاً بالفرض ہو تو ہم کب آپ کو معصوم اعتقاد کرتے ہیں
 عرض جناب امیر کو استحقاق خلیفہ اول کی نسبت میں کہیں تردد نہیں ہوا اور نہ کہیں
 استحقاق خلافت کا انکار کیا باقی رہا نقض خلافت کو شریکی بابت ہم شروع
 رسالہ میں عرض کر چکا کہ روایت سی صراحتہ یہ مفہوم نہیں ہوتا کہ نقض خلافت کے شریکی
 کسی ہون بلکہ چونکہ یہ اجتماع دشوری منجر نفسا و تہی تو سلیبی ان کو نقض خلافت کے
 دشوری کہا گیا بعد عذر و معذرت کے صفائی ہو گئی تو بخوشی و طیب نفس بیعت
 کر لے چنانچہ یہ ہی اوس روایت میں مذکور ہے جسکی تعین بخاری سے ہمارے محیب

نبیؐ نے فرمائی عسلاوہ ازین ہم حسب مذاق اپنی مجسب لیبیک یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حسب
 روایات شیعہ کے یہ بھی ممکن نہیں کہ جناب امیر مہدی الغفار و خلافت صدیقی بعیت کرین
 اور مختلف فرادین بیکہ شش ماہ تک مشورت میں کیونکہ کمال تاکید و تشدید آپ سے صحت و سکوت
 کا عہد لیا گیا تھا اور عدم منازعہ و مناقشہ کا ختمی عقدہ کر دیا گیا تھا تب محتوم بخواتیم الذمیب
 اسی مدعا کو دہشتی نازل ہوئی وصیت نامہ سے ایسی شہادت و خواتیم کے ساتھ مرتب ہوا تھا
 سابقین ہم شرح ایچ البلاغہ میں لکھی ہے حکم میں دکان معمودا علیہ ان کا بیاض
 فی امر الخلافة الہی اور صدہار روایات اس پر قال میں تحفہ میں موایت نقل کے ہی
 ردی ابان بن عیاش عن سلیم بن فیس المہدلی وغیرہ عن عذرہ ان عمر قال
 اعلیٰ از لہ تبایع ابابکر نقضتک قال لہ لولا عہد عہدہ الی خلیفہ است اخوانہ
 اعلمت ایضا ضعف ناصر اقل عدد اقرآن کے تحریف پر اس پر سے نہ بولے نبات
 طبیات کے معاذ اللہ تو یہ تو بہ غضب پر لایا ہوں و چراو کی صدہا احداثات اور تبعات
 ہوئی اور چکر اسی باعث سے پیچی ہو گیا کیونکہ باوجود معصومیت کی کیونکہ ممکن ہو کہ حکم
 الہی کا خلاف فرادین اور وصیت رسالت بنا ہی پس شہادت و ال دین اور تسلیم خلافت میں
 چون و چرا فرادین مان یہ ممکن ہو کہ بعد انتقال حضرت علیؑ علیہ السلام غم مفارقت میں
 مشغول ہو ہوں اور بعد اسکی جسے صحف میں مشغول رہی ہوں جسکی نسبت اقلیم کہا کرتی
 کہ جب تک جمع نہیں کر لیا چار نہیں ہونگا۔ تفسیر صفائی میں ہے۔ ردی علی بن ابیہم
 القمہ باسنادہ عن ابی عبد اللہ قال ان رسول اللہؐ قال لعلم

۱۵ جناب امیر سر غیبہ لیا گیا تھا کہ امر خلافت میں جہگرم نہ کرنا۔ سلیم بن فیس ہالی وغیرہ کسی روایت سے
 کہ سر علیؑ کو کہا اگر تو بیکہ سے بیعت نہیں کر گیا تو بیکہ سے چھوٹو نقل کر دیا اسکو حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ اگر خدا
 جویر خلیل ہے جسکی میں تو نہیں ہو سکتا تو تو جانتا کہ ہم میں کون خلیفہ تر ہو گا دون والا اور ہونی
 مستلزم الہیہ ۱۲ سلیم بن فیس کہہ رہی ہے کہ سر علیؑ نے رسول اللہؐ سے بیعت کر لی ہے
 علیؑ سے فرمایا۔ ۱۲۔

ثان اسقدر گذارش کرنا دیا جانا ہے کہ یہ روایت بخاری کے جسکو ہماری تحسین سبب نے
اپنی اسناد لال میں پیش کیا ہے دوسری روایت صحیحہ صحیحہ معارض ہے جس میں صاف مذکور ہے
کہ حضرت علی زبیر نے ابتداء اتفاقاً خلاف میں بحیث فرامی آوردہ روایت ابن سعد اور
حاکم اور ہیثمی نے تصحیح کی ہے اور الفاظ اسکو مخصوصاً صواعق سے نقل کرنا ہونے سے بالبعید
الہا جرون والا لمار وصعد ابوبکر المنبر ونظر فی وجہ القوم فلم
یر الزبیر فدعا بہ فجاء فقال قلت ابن عمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا بہ
ان تشق عصا المسلمین فقال لا اثرب یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فقام فبالویر نظر فی وجہ القوم فلم یر علیاً فدعا بہ فجاء فقال قلت ابن عم رسول
صلی اللہ علیہ وسلم فمخنتہ علی نبتہ اردت ان تشق عصا المسلمین فقال
لا اثرب یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیا بعد از اسکی قریب دوسری روایت
ابن حجر نے صواعق میں نقل کی ہے واخرج موسیٰ بن عقبہ فی معاریہ والمحاکم
وصحیح عن عبد الرحمن بن عوف قال خطب ابوبکر فقال واللہ ناکتہم لعلہم
یوما ولا لیلہ قط ولا کنت راغباً فیہا ولا سالت اللہ فی سر وعلانیۃ ولكن
استغقت من الفتنة وما لی فی الامارة من راحة لقد قلت امرأ عظیماً

طہ پر اسکو دہا جریں ۱۲ الف سے بیعت کی۔ اور ابوبکر منبر پر چڑھا اور جو قوم میں منبر کی زبیر کو
نہ دیا اسکو بلایا دے ائی فرمایا میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہونپی کا بیٹا اور بچہ خواری تو نے مسلمانوں کی جماعت کا
تقرین کرنا چاہا اسی قول اللہ کے جائز نہیں ہوتا اور بیعت کی پہون جو قوم میں منبر کی اور میں کو نہ کیا بلایا دے ائی فرمایا
میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بچہ کو مینا اور بچہ والا تو نے مسلمانوں کی جماعت کا تقرین کرنا چاہا کہ اسی خلیفہ رسول اللہ کے طاعت
نہیں پہون بیعت کی ۱۲۔ اسکی ابن عقبہ نے اپنی مسند میں اور حاکم نے تصحیح کی ہے اور ہیثمی نے تصحیح کی ہے
بن عوف کہ کہا خطبہ پڑھا ابوبکر نے اور کہا کہ اللہ کی قسم میں از دست پر کہی کسی دن اور کسی رات میں از دست پر اور میں
اس میں رغب ہوتا اور نہ ہر شیدہ و غافل ہر کسی اسکو سوال کیا ہوتا لیکن میں نشہ سے ڈرا اور مجھ کو از دست میں کہیں
راحت نہیں میں ایک اس عظیم گل میں پہنایا گیا ہوں۔ ۱۳۔

تالی بہ منطقتہ ولایہ الا بتقویۃ اللہ تعالیٰ فقال علی والزید یا غضبنا لا
 لانشرنا عن المشوقہ وانا نری ان ابابکر وحق الناس بها انه لصاحب الخار وانا
 نعرف مشرقہ وخرہ ولقد امرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالصلوۃ وهو حی اور جب ہم اس
 روایت میں جو ابو حنیفہ سے مروی ہوئی اور اس روایت میں جو بخاری میں حضرت عائشہ
 رضی اللہ عنہا سے مروی ہوئی اور بخاری مجیب بسبب کے اوکو اپنا استدلال قرار دیا ہی
 و جوہ تعلق کو دیکھتے ہیں تو ظاہر ہے کہ حضرت ام المؤمنین کا اون مجامع میں شریک
 ہونا ثابت نہیں بلکہ بخاری ہر نہایت مستبعد ہی اور ابو سعید خدری راوی حدیث بیعت
 ضرران مجامع میں شریک تھے تو وہ جو کچھ بیان کر چکی اپنی مشاہدہ محسوس اور اپنی معائنہ
 روایت کر چکے اور یہ ہی لیس لکھ کا عائشہ تو اسلی روایت ابو سعید کے جو مثبت بیعت
 سے نسبت روایت ام المؤمنین کے جو ثانی ہے ارجح ہوگی علاوہ ازیں۔ حضرت
 ام المؤمنین کے روایت متضمن نفی کو ہے اور حضرت ابو سعید کے روایت متضمن اثبات کو
 اور قاعدہ ہے کہ عند التہجیح اثبات نفی بر مقدم ہے اور مثبت ثانی سے ارجح واقوی ہو کر معلوم
 ہو گیا اسکی مقدم اس آیت وحدیث کو بھی متضمن کیا جاوی جسکو ہماری فاضل مجیب نے
 متضمن کیا ہے یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم وحرمان
 ولہدیرہ امام زمانہ الح و اس ضمیمہ میں خیال کیا جاوی کہ حضرت امیر کے شان ارفع ہے کہ
 خلیفہ برحق سے تہمت شامخوف رہیں۔ چنانچہ سابق روایت بجا مجلسی گزرجکا ہے کہ نقیہ
 اسرا جو رہی مثل خدا و رسول کے واجب الامتہ ہیں اور اول الامر کے زمرہ میں سے وہ ہیں تو ان

سے جسکی بحالہ کے تقویہ کے بحکومت اور تہمت نہیں تو اس پر علیہ التسلیم کہا ہم ہر شے میں ہر شے
 کے ہم سے بھی ثانی گئی۔ اور ہم جانتے ہیں کہ اگر کوئی گنہگار ہے یا وہ اسکی ستمیہ بین کی کہ وہ یا نہ
 میں اور ان کے بزرگی اور ہدایت کو ہم پہنچتی ہیں۔ اور ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شان حیات
 میں ہر کے است کو اگر کوئی فرمایا ہے۔ ۱۲۔ ۱۳۔ جبر معائنہ کی بار نہیں مرنے ۱۴۔

۱۵
۱۶
۱۷
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰

وجہ غمگین ہو کر ابو سعید کے روایت کو حسبِ عدہ رجحان و اعتبار ہو گا تو اب اس صورت میں مرجعِ فنی بحیثیتِ اول کا جو روایت بخاری میں ام المومنین سے ہے یا تو علم اور اطلاع کی طرف ہو گا کہ کو بحیثیتِ سابقہ کی اطلاع نہیں ہوئی اور یہ بحیثیتِ ہر جس کے بعد کچھ ممالک کی بحیثیتِ نہ ہو چو کہ بحیثیتِ اول کے بعد ہی جسے اس سلسلہ میں ملتا رہتا اور معاذ اللہ کہ اس کا ختم ہو کر اور باعثِ شہید کی ہو گیا اور بخاری و تیمارداری حضرت زہرا اور بی بی ثویلی اور عہدِ حاضر میں بی بی خلیفہ برحق کا سبب ہوا اور اس کے بعد جب آپ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی پاس ملا کر تفصیلاً معذرت فرمائی اور انصافیت کا اقرار کیا اور کہ بحیثیتِ کہ تو قلبِ شریف ملا کہ دلت سے بالکل صاف ہو گیا اور عام طور پر سمجھا گیا کہ آپ نے بحیثیتِ فرمائی بہر کیف جہاں تک روایات میں دیکھا جاتا ہے تو آپ کا ملال یا تاخر عدم الحیثیت و صلاحیت خلیفہ صدیق رضی اللہ عنہ کی وجہ سے نہیں تھا جو قاضی یا مفسرِ احکام ہو کہ روایت نے اس کو صراحتہً بیان کیا۔ ما غضبنا الا انا اختارنا من المشركين کما تیر روایت کیا اور کہا ولکننا لکننا ان لنا فی هذا الامر نصیباً اور غایہ یہ کہ تقریباً بیان عبارتِ بذال امر نصیباً سے مراد مشورہ ہی کیونکہ اقبل اس عبارت کا یہ ہے وحديث لم عليه على الذي صنع فاستم على ابی بکر ولا انكار للذي فضله الله به اور بعد میں کہ اور یہی واستبد علینا تو اس عبارت کے اقبل و ما بعد کے لحاظ سے ہرگز یہ معنی معلوم نہیں ہوتے کہ نہ فی هذا الامر نصیباً سے مراد استحقاقِ خلافت ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جانتی تھی کہ خلافت ہمارا حق ہے یہ حضرات شیعہ کی خوش فہمی ہے روایتِ مسلم کی ابو سعید سے جو تاخر بحیثیتِ پر دال ہے اس کو تراجم بخاری نے سببِ م

۷ اور لیکن ہم جانتی تھے کہ ہم کو یہی پس اس میں حصہ ہے۔ ۱۱۔ ۱۲ اور بیان کیا کہ ابو بکر

انی اور اس کی فضیلت کے آثار نے کچھ اس پر بگڑتہ نہیں کیا جو کام کیا ہے۔ ۱۱۔ ۱۲

اسناد زہری کی ضعیف کہا ہے اور عدوا عن محرقہ میں لکھا ہے قال السیفی واما ما وقع
 فی صحیح مسلم عن ابی سعید من تاخیر بیعة هو وغیره من بنی ہاشم الی
 موت فاطمة فضعیف فان الزہری لم یسندہ وایضاً فالروایۃ الاولی عن ابی
 سعید علی الموصولة فیکون اصح انتہی پس بعد اس تحقیق کے ثابت ہوا کہ اتفاق علماء
 خلیفہ اول سے جناب امیر کو کہی انکار نہیں ہوا اور روایت تاخیر بیعت کو رجحان ہی اور
 اس سے استدلال ہماری فاضل محیب کا صحیح نہیں ہے اور او کی مفید دعا تو اس سبب کا
 تحذیر فرماتا - اللہ بالینی القوم الذین بالیوا اما بکد و عمر و عثمان اسوہ بہ ہے
 کردہ خلافت میں عند اللہ اور ہماری نزدیک اور تمہاری نزدیک حق ہی اور بیعت اہل حل و عقد
 سے ثابت ہوئی ہیں اور جس سے وہ بیعت کریں او کی خلافت حق ہی تو اس سبب سے ہوا
 استدلال فرمایا کہ اسکی حقیقت میں کسی کو کی طرح کا قائل نہ تھا اور ہمیشہ دشمن و نکاحا عدو ہے
 کہ ایسی ہی وہاں سے استدلال کیا کرتے ہیں کہ جبکی حقیقت مثل آفتاب نمبر در روشن ہو
 پس یہ دلیل ہی ایسی قطبہ حقیقت سے مرکب ہے کہ جبکی حقیقت عند اللہ و عندہ غیر
 مسلم اور فنی حقیقت یہ دلیل اور وقت نام ہو سکتی ہے بلکہ لاجواب ہی جبکہ اس
 تحقیقی استدلال کی وہی اور مقدمات حق سے مرکب ظہر جادی کیونکہ جب واقعہ اور نفس الامر
 اور عند اللہ و عندہ الفرقین صحت و حقیقت خلافت کے اجماع اہل حل و عقد سے ثابت
 ہے اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی یہی حقیقت خلافت اس طرح اور انسی دلیل سے ہم ثابت
 کرتے ہیں تو آپ ہی فرمائی کہ اس دلیل کا کیا جواب ہے اور امیر معویہ رضی اللہ عنہ کیونکہ اگر
 کہ سکتی ہیں اگر اسکی جواب میں یہ کہیں کہ صحت و حقیقت خلافت بیعت اہل حل و عقد
 سے یہ جتنی سے کہا ہے کہ جو - دلیل ابو سعید سے مسلم میں واقع ہوئی ہے موت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا
 بیعت جناب امیر دو گونہ بنی ہاشم کی ایت وہ ضعیف ہے کیونکہ زہری نے اسکو مذبذب نہیں کیا اور زہری
 اس سبب سے موصول ہے قرۃ الصبح ہوئی - ۱۲ -

اور سوقت مترتب ہوتی ہے جبکہ بیعت اہل حل و عقد صلاح للخلافت کو واسطی واقع ہو چنانچہ خلفاء
 ناشتہ کر لیں ہوئے ہوتی اور اگر غیر صلاح کے یہی واقع ہوگی جیسا کہ جناب کے یہی ہوتی
 تودہ بیعت مثبت نہ ہوگی تو ظاہر ہے کہ یہ تردید بالکل مردود ہے اور اسکا جواب خود جناب امیر
 زادیں خط میں جو اسکی جواب میں لکھا بخیر فرمایا وہ یہ کہ جب خداوند تعالیٰ نے صحت
 خلافت بیعت اہل حل و عقد پر رکھ دی ہے تو جسکو وہ خلیفہ بناوینگی اور باختیار خود جسکو چاہے
 بیعت کرینگے وہ صلاح للخلافت ہوگا ایسی اور اسکی خلافت حق ہوگی کیونکہ خداوند تعالیٰ
 اوفکر پرگزرا ہے ہر مجمع نہیں فرمادینگا اور اگر انکی بیعت خلافت باختیار خود کسی غیر صلاح
 للخلافت کے نام نہ ہو واقع ہو جائی تو سب گمراہ اور ضال ہو گئی اور تمام خلافت پر مجتمع
 ہو گئی اور یہ حال ہے تو اہل حل و عقد کا کسی شخص کے بیعت پر شفق ہونا خود اسکی صلاحیت
 اور اہلیت کی دلیل ہے اور اس جواب کا کچھ جواب نہیں ہو سکتا نہ امیر معاویہ اسکا کچھ
 جواب دیکھتے ہیں اگر حوصلہ ہو تو آپ ہی انکی طرف سے اسکی تردید کیجیے اور اگر اس دلیل
 دلیل الزامی کہا جادی تو ناقص نہ تمام ہے اور ہرگز مثبت نہ عائد ہوگی اور اسکی جواب میں
 جناب امیر ملزم و محجوج ہو جائیگا کیونکہ جب امیر معاویہ نے بجا اسکی اہل حل و عقد کے
 بیعت پر ترتیب حقیقت کر لیں صلاحیت و عدم صلاحیت کا فرق نکالا تو اب
 فراموشی الزام تو باطل ہو گیا اب جناب امیر کو مدح ثبوت صلاحیت و اہلیت کا پیش آیا تو
 اسکو خود اس بیعت اہل حل و عقد سے ثابت نہیں کر سکتی کیونکہ واقعی اور نفس الامر میں
 تودوسری کسی دلیل کی طرف مثل بعض عصمت کے رجوع فرمادینگے اور یہ دلائل ایسی ہیں کہ حد
 مواقع و مرعی پیش آئی لیکن کسی ظاہر نہیں کی گئیں پس انکا نسبت امیر معاویہ کو انکو
 البطل میں آنا ہو کہنا کافی ہوگا کہ حضرت یہ دلائل خلفاء و ناشتہ کے زمانہ میں کبھی
 پیش ہوئیں جو آج میرے مقابلہ میں کیجائے ہیں اور جب انہوں نے تسلیم
 نہیں کی تو میں کیونکر تسلیم کروں تو آپ ہی فرمائیے کہ حضرت امیر کے پاس اسکا کیا

جواب ہے اور اس مرحلہ سے کیونکہ خلاصی ممکن ہے بجز اسکی کہ آپ لازم و مجموع میں اور
 اگر چاہئے کوئی امر اسوقت تراشا ہے ہو تو اس جواب کہ محفوظ خاطر رکھنا ضروری ہوگا جو
 اسکو جواب میں خود حضرت نے تحریر فرمایا ورنہ وہ بالکل لغو ہوگا۔ اور اس قول میں جواب ہے
 یہ جملہ تحریر فرمایا (اور خصوصاً وہ فقرہ جو آپ کے خاتم الحمدین اپنی تخریر عالمی سے اصل
 سمجھ گئی ہیں یعنی ذمتک وانت بالشام الزامی تحریر پر دال ہے کیونکہ یہ داب تحریر نہیں ہے
 کہ اپنی سمات کو بیان کر کے خصم پر کوئی بات لازم کریں) معلوم نہیں آپ کے کس
 حالت میں یہ جملہ تحریر فرمایا نہ مدعا صحیح ہے نہ دلیل دعویٰ کے مطابق اور نہ کمال
 اب مبنی کہ حضرت خاتم الحمدین کی نسبت الزام تحریر فرمایا کہ وہ جملہ ذمتک و
 انت بالشام کو اپنی تخریر عالمی سے اصل سمجھ گئی تو اس جگہ اصل و فروع کو کیا دخل ہو اور
 بیان اصل سے کیا مراد ہے اور اسکی اصل ہونے کی کیا وجہ ہے خط مذکور میں چاہے
 امیر نے ادل اپنا دعویٰ ذکر فرمایا اور وہ یہ ہے جملہ سی بیعتی ذمتک وانت بالشام
 اور اسکی بعد اسکی دلیل بیان فرمائی پس جملہ مذکورہ اس اعتبار سے کہ مکتوب میں ذلالت
 اصل ہے اور اس اعتبار سے ہی اصل ہے کہ دعویٰ مقصودہ ہے جسکا اثبات نہ تقرری
 ہے حضرت شاہ صاحب کو الزام دیا کہ وہ اپنی تخریر عالمی سے اصل سمجھ گئی اور کیا وہ حقیقت
 اصل نہیں ہے کہ سزا نہیں ہو کر قطع نظر اس سے جسجگہ حضرت شاہ صاحب نے اس خط
 نقل فرمایا ہے اور اسپر بحث کی ہے چنانچہ ہماری فاضل مجیب ہی کہ جگہ سے خط کو نقل
 فرمائے ہیں وہ ان اس جملہ کا کچھ نہ کہہ سکتے ہیں ہے اور نہ اسکی اثبات و عدم اصالت
 فرض فرمایا ہے اور اس جملہ سے تعرض کرنے کے کوئی وجہ بھی نہیں ہے کیونکہ یہ محض دعویٰ
 ہی دعویٰ ہے اگر بحث و گفتگو واقع ہوئی ہے تو دلیل کی نسبت ہی کہ دلیل مقدمات
 الزامیہ جملہ خصم سے استدلال فرمایا ہے یا مقدمات حقہ ثابتہ نے نفس الامر سے اور اس
 جملہ کی اثبات و عدم اصالت کو دلیل کی تحقیقی و الزامی ہونے سے کیا تعلق ہے

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسکی امتیاز سے تعرض فرمایا اور اگر یہ بھی تو اسکی امتیاز میں کچھ
 تردد نہیں نہ حاصل ہوا ہی کرتا ہو۔ پس یہ الزام محض لغو اور پوچ ہے جسکا مدار ہماری
 فاضل محبت کے خوش فہمی ہی تحفہ کے جوابات میں کہیں کچھ مضمون دیکھا ہو گا یہ سمجھ کر
 کچھ سے کچھ نقل ترجمہ کر دیا اسکی بعد یہ کہنا کہ جب جملہ الزامی تحریر ہوتی پر دال ہے بسرا
 بھر اور دایمات محض ہو مدعا کو دلیل کے الزامی تحقیقی ہونے پر دلالت سے کیا غلطی اسکی
 خواہ دلیل الزامی ہو خواہ تحقیقی ہو وہ ہر طرح اپنا سلمہ اور خصم کا غیر مسلمہ اگر اسکا ثبوت صحت
 وحقیقت نفس الامری بحث نہ ختم مطلوب ہو گا تو دلیل تحقیقی ذکر کیجا دی ورنہ اگر صرف
 اسکات و الزام خصم مقصود ہو گا تو دلیل الزامی ذکر کیجا دی گی پس یہ کہنا کہ جب جملہ تحریر
 الزامی ہونے پر دال ہو حضرت کے کمال تبحر علمی پر دال ہو ان حضرت کی تبحر علمی سے
 کچھ یہ نہیں کہ اس جملہ میں جو لفظ ارتکاب کا واقع ہوا چونکہ مادہ الزام کا ہوتا تو اس سے
 جناب نے اپنی تبحر علمی کے بدولت سمجھا ہو کہ یہ مادہ الزام اس تحریر کے الزامی ہونے پر
 دال ہو اسکی بعد اسکی دلیل ارشاد ہوئی کیونکہ یہ داب تحریر نہیں ہے کہ اپنی مستطاب
 کر کے خصم پر کوئی بات لازم کریں سبحان اللہ یہ دلیل اور ہی حضرت کے تبحر علمی خصوصاً
 مناظرہ دانی پر اس طرح دلیل ہے کیونکہ حضرت یہ دلیل جب جملہ لذتک وانت بالکام کے
 الزام ہونے پر وارد فرماتے ہیں اور سکو کیونکہ مثبت ہو ذرا سمجھا ہی تو سہی گاش
 آپ کے ان افادات تازہ کو کوئی مصنف لیبیب دیکھ کر کہو آپکی علم اور فہم اور مناظرہ دانی کی داد
 اس عبارت سے صاف مستفاد ہونا ہی کہ جملہ لذتک وانت بالکام کو ہی آپ ثابت
 خصم سے سمجھی ہوئی ہیں حالانکہ یہ مدعا ہی یہ کہ اگر خصم ہو تو وہ خصم ہی کیونکہ ہی اور
 دلیل کے اسکی اثبات کی ہی کیا ضرورت پڑی ہی حضرت یہ دعویٰ ہی جو صرف اپنا
 مسلمہ اور خصم اسکا منکر ہو اب اس دعویٰ کا دلیل سے ثابت کرنا مطلوب ہو قطع نظر
 اس سے کہ ہم پوچھتی ہیں اس قول سے کہ یہ داب تحریر نہیں کہ اپنی مسلمات سے خصم پر کوئی

بات لازم کریں (کیا مراد یہی) اگر یہ مراد یہی کہ ایسی اقوال سے جو صرف اپنی ہی مسلمات
 میں اور خصم کو تسلیم نہیں کرتا اور واقعہ اور نفس الامر کی اعتبار سے مسلمین خصم پر کوئی
 بات لازم کرنا اور یہی تو صحیح و سلیکین ہے کہ مفید نہیں کیونکہ اس دلیل کی
 نسبت ہم کتب کہتی ہیں کہ صرف جناب امیر کی ہی مسلم ہی اور باعتبار واقعہ کے غیر
 مسلم ہی اور اگر یہ مراد یہی کہ اپنی مسلمات سے گودہ حقہ واقعہ اور مسلمہ خصم ہی کریں
 ہوں اور یہی خصم پر کسی امر کا لازم کرنا خارج از ادب و تحریر ہے تو غلط ہے اور اس کی نظر
 ایسی بدیہی ہے کہ اس پر حاجت دلیل پیش کر چکی ہے نہیں اور ہم اس دلیل کو
 ایسا ہی کہتے ہیں مثلاً کوئی شخص اہل اسلام میں سے کسی سہانہ پر قرآن کے آیت
 پیش کرے یا حدیث پیش کرے یا اجماع پیش کرے تو اس کو کوئی الزامی دلیل نہیں
 کہیگا حالانکہ ادنیٰ ہی مسلمات سے خصم کو الزام دینا جائز ہی غرض کہ یہ جب مستحب
 و غریب ہے جو حضرت کی سحر علمی و شکارا طور پر بیان کرتا ہی اور علم و فہم و مناظرہ
 دانے کا پورا پورا اندازہ بتاتا ہے **قول** جناب امیر علیہ السلام جو کہ حجبت خدا تھی
 خصم پر ایسی حجبت ختم فرماتی تھی کہ پھر جواب کا موقع نہ رہی۔ **اقول** اس دلیل کا
 ایسی حجبت ہونا جس پر جواب کا موقع نہ رہی و بیوقوف ممکن ہے جبکہ اس کو با تباغ
 اہل سنت و دلیل تحقیقی قرار دیا دی اور اس کو سبکی ہو جب حضرت امیر کا حجبت خدا ہونا
 بھی بقول شیعہ ثابت ہو جائیگا اور اگر اس دلیل کو حسب تقریر علماء اسیعہ دلیل الزامی
 کہ جاد تو پھر یہ دلیل ہی نام نہیں ہے چاہے کیا ہے میرا جواب ہوا جو حضرت کا حجبت
 خدا ثابت ہونا تو ثابت نام لازم منضم ہونا لازم آئیگا چنانچہ معضلاً ہم اس کی گزارش کر رہے ہیں
قول کیا کہ بعد الفاظ و بیعت و خلافت خلیفہ اول جب حضرت کو بیعت کر دلی ہوا
 تو اسے فرمایا کہ تمہارے رسول کے ذریعہ سے ہمارے خلاف لی ہے اب تم ہی انہیں
 کہو کہ انہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کون افر ہے چونکہ تمہنی حق پایا ہے حق دوا

جواب بجز سختی و درستی حسب عادت خود خلیفہ تاملے کچھ نہ دیا اور جواب ہی کیا تب
چنانچہ ہمہ کل حال کتب معتبرہ تواریخ مثل روضۃ الصفا و غیرہ میں مفصل و مشرح مندرج ہو
اقول اس کلام میں بوجہ چند بحث و کلام ہے اولاً اس قصہ کو اہل سنت و معتبرہ
کتاؤں میں ثابت کیجی اور اگر بعد جواب لیجی اور کتب معتبرہ کے اندراج کو نسبت جو کچھ
آپ نے تحریر فرمایا اگر معتبرہ سے اپنی کتب معتبرہ مراد میں تو ہم پر محبت نہیں اور اگر ہماری
معتبرہ مراد میں تو پہلے اعتبار ثابت فرمائی اور روضۃ الصفا کا معتبر ہونا غیر مسلم سے ثابت
خود اگر کسی کتب معتبرہ میں اس طرح مردی نہیں نہیں البتہ غلط جو نہایت معتبر کتاب ہے
اور میں لکھا ہوں کہ **کلامہ علیہ السلام** لما انتہت الی امین المومنین ابنا السقیفہ
بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما قالت الاضداد قالوا قالت
منا امیر و منکم امیر قال فہذا حجتہم علیہم بان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وصی بان یحسن الی محسنہم و یتجادزا عن مسیئہم قالوا و ما فی ہذا من الحجۃ فقال
لو کملت الامارۃ فہم لہم یکن الوصیۃ بہم ثم قال فماذا قالت قریش قالوا حجتہم
بشجرۃ الرسول فقال یحییٰ بالشجرۃ و اصناعوا الشجرۃ انتہی۔ و یکہونہ اس مجلس میں جلیفہ
ثانی کا حاضر ہونا ہی نہ حق خلافت کا مطالبہ ہے نہ تلفارسی کلام و گفت گو ہی نہ
باجہم بجز سختی و درستی میں ہمیں صحت ہفتہ نہ دیکر ہی کہ جب آپکو سقیفہ کے بزمین پونجی تو آپ نے
حال دریافت فرمایا اور یہ کلام فرمایا اور اگر وہ ہی روایت معتبر ہوئی تو اسکا کوئی
رضی صاحب نقل فرماتے کہ اول علی القصفونہتی۔ ثانیاً یہ مشاہدہ اپنی حق کا کرنا

۱۔ اور اگر کلام میں جو کچھ سقیفہ کے بزمین بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو پاس پہنچا انصاف کیا کیا اور ہر ایک
جواب دیا کہ نہ دے کہ کیا کہ کیا یہ ہم میں سے ہوا اور ایک امیر میں سے فرمایا معنی اور خبر یہ دلیل کیوں نہ پیش کی کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی ہی کہ کوئی نیکو کاروں کو نہ تھا احسان کیا تھا اور اگر کوئی نیکو کاروں سے دیکھ کر بھی دی
اور ہر ایک کہا کہ ہمیں تو کچھ حجت نہیں ہے فرمایا اگر وہ میں ادرت ہوئے تو انکی وصیت ہوتی فرمایا تو قریش نے کیا کیا
کہا کہ قریش یہ دلیل لائے کہ رسول کے وصیت میں میں رسول اور وہ ایک درخت کی شاخ میں میں پس فرمایا
و وصیت ہی ہستہ مال کہا اور میں کو چھوڑ دیا۔

اس کتاب میں جو کچھ مذکور ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ سب کچھ

اور خافار کے ساتھ عالم خلافت میں چون دہر اگر ناسرہ خلاف حکم الہی دوست
 رسالت پناہی ناجائز اور حرام تھا تو کیونکر ممکن ہو کہ آپ باوجود عصمت کے کرب
 معصیت کر سوتی چنانچہ ہر ایک ایک خطبہ میں جبکہ شروع میں ہی ومنک لایم کہ
 بیغہ ہمان فرماؤں واللہ سلین یا سلین علیہ السلامین ولکن فیما بعد ہر لفظ تو اس کے بعد کہ یہ دین
 بالکل غلط اور موضوع و مقتری ہے۔ رابعا جب ہم نفس میں الزام میں شامل کرتے
 ہیں تو اس کے غلط اور بوج پاسے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس دلیل کے ہرگز احتجاج
 صحیح نہیں ہو سکتا ہے اور نہ کوئی عامل اس دلیل کو لائق احتجاج سمجھ سکتا ہے کیونکہ
 یہ دلیل حضرت نے اپنی حقیقت خلافت کے بعد حسب زعم ادلیا سامی فرمائی ہے
 پس ہم دیکھتے ہیں کہ اس سے پہلے جہت خلافت کی طرح ثابت نہیں ہوئے کیونکہ
 آپ کو اس قول سے کہ قریش نے شجرہ کو بکڑا اور عمرو کو منافع کیا یا یہ مراد ہی کہ بعد کیا
 اور اقرب کو چھوڑ دیا تو اس سے آپ کی خلافت متنازعہ نہیں یعنی بلا فصل ہرگز ثابت
 نہیں ہوئے بلکہ اس تقریر سے لازم آتا ہے کہ حضرت عباس و عقیل احق بخلافت ہیں
 کیونکہ حضرت علی اللہ علیہ وسلم سے اقریب بہ نسبت ہیں اعمام کا درجہ نبی اللہ صلی
 علیہ وسلم ہے۔ یا یہ مراد ہی کہ رسول کو لیا اور فروع کو چھوڑا تو اس سے بھی واضح ہے کہ
 جناب امیر کربلہ اپنے آپ کو فروع ہوئے سے تعبیر فرماتے ہیں حالانکہ ابن العزم فروع
 میں داخل نہیں اور اگر حقیقت بخلاف فروع کے یہی ثابت ہوگی تو جناب نہیں
 بہ نسبت جناب امیر احق بخلاف ہیں بلکہ اگر ذریعہ مجازیہ مراد ہی تو قطع نظر اس سے کہ ایسی
 امور میں مجازیہ کو دخل نہیں اور لفظ شجرہ اور ٹبر اس سے ابا کرنا ہی یہ لازم آتا ہے کہ ہر
 بن زید احق بخلاف ہیں غرض یہ دلیل کتنی پرہیزگار نہیں مہیبتی اور کسی کل سے بھی
 نہیں ہوتے۔ ایسی وہی دلائل کا حضرت کے طرف منسوب کرنا گویا آپ کی حجت
 خدا ہونے میں قبح کرنا ہی کہ معاذ اللہ حضرت کو سلیقہ مستند لال کا کچھ بھی نہیں تھا

خامساً ظاہر ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو اس وقت سقیفہ بنی ساعدہ میں اہل
دعویٰ خلافت کے نزدیک میں جو دلیل پیش کی تھی جسکو مسیحائے کیم اور عیسائیوں پر
ہدین کی اور جو متفق علیہ فریقین ہے وہ یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
الائمة من قریش۔ صورت استدلال یہ تھی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نص کے
امامت کا خاص قریش میں ہونا ثابت ہوا کہ جس میں انصار شریک نہیں ہو سکتے نہ انصار
استحقاق باطل اور ان کا مطالبہ بے محل ہوا اور اس حدیث متفق علیہ شیخہ و اہل سنت سے
یہ بھی واضح ہو کہ جب امامت قریش کا ہی حق ہے تو نفس اس حقیقت میں تمام قریش متساوی
الاقبہ ام میں کیونکہ الفاظ نص سے کسی تحقیق میں ترجیح مفہوم نہیں ہو سکتے اور ظاہر ہے
کہ خداوند کریم کے نزدیک اس کو عباد میں سے بخت فرم دہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو اور
ان اکرم عند اللہ اقلکم۔ ارشاد ہوا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک
پیادہ ہے جو احکام الہی کا زیادہ طلب سے خواہ حریم یا عبد عربی یا عجمی چاہے شرح
صحیح البدائع میں آپ سے نقل ہوا ہے ان ولی محمد من اطاع اللہ وان بکت لہم و ان
عد و محمد من عہ اللہ وان قرابت قرابت۔ اس پر اہل خداوند کریم نے
حضرت نوح کے فرزند کی نسبت اناہ ایس میں اہلک فرمایا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ
مدار قرب کا قرب قرابت پر نہیں بلکہ اس کی پس دوسری اوصاف کی ضرورت ہے تو اس سے
وضوح ہوا کہ اس حدیث میں حضرت نے خاص قریش ہی اس فضل خاص کے ساتھ
مخصوص فرمایا کہ الائمة من قریش یہ خصوصیت محض توفیقی ہے عقل کو اس میں دخل نہیں
ہے اور قاعدہ ہے کہ جو لہ شارع علیہ صلوة سے خلاف قیاس ثابت ہوا اس کا تقدیر نہیں
ہو سکتا اور شیخہ کے نزدیک تو قیاس سے ہوا یوں ہی جائز نہیں ہے حضرت خلیفہ اول علیہ

السلام قریش میں سے ہو گا ۱۱ خدا کے نزدیک تم میں بڑے والا وہی جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو۔ ۱۲
۱۳ کہ کائنات میں جو خدا کا ہے اگرچہ اس کی قرابت بعید ہو اور جس کے دشمن ہے جو خدا کا ہے اگرچہ اس کی قرابت قریب ہو۔

اگر اس حدیث سے ہٹا دیا جائے تو کیا تو اس پر بھی رد کیا جو خلاف قیاس میں محض نفسی
ہوئی؟ اگر جناب امیر نے اس کا دستکریہ فرمایا ہو جتنی بالشجرۃ واصنعوا التمرۃ حبکہ
شیدہ کہ زعم ہے اور واقع میں ایسا آئے نہیں فرمایا ہو گا تو گویا آپ کے خلاف قیاس میں
میں قیاس کیا اور یہ اسی نفسی کہ مجتہدین است سے ہی صادر نہیں ہو سکتی آپ کے شہید
مائے معالم الاصول میں تحریر فرماتے ہیں انقیاس ہو الحکم علی معلوم بمثل الحکم
الثابت لمعلوم اخر لا شرک لکملۃ علی الحکم فموضع الحکم الثابت یسے اصلاً و
موضع الاخر یسے فرعاً والمشرک جامعاً وعلیٰ اما مستنبطہ و منصوصہ
وقد اطن اصحابنا علی منع العمل بالمستنبطۃ الا من شد وجبکے اجماع میں
غیر واحد منهم وتواتر الاخبار بانکار عن اهل البيت علیہم السلام وبالجملة
فمنعہ یعد من ضروریات الدین واما المخصوصۃ فیہ العمل بها خلاف میں
فظاهر المرتفع المتعاضد اور نیز اس متفق علیہ نفس سے یہ بات ہی ثابت ہوئی
کہ تخصیص ائمہ اثنائے شرکے غلط اور بلا دلیل ہے کیونکہ جب ایک حکم ایک بڑی قبیلہ کی طرف
عموماً نسبت کیا گیا ہے وہ اس کی تمام افراد کو شامل ہو گا اور قبیلہ کی افراد میں جس جگہ
وہ حکم پایا جائیگا معتبر اور صحیح ہو گا ورنہ ظاہر ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم است
بابت نفس فرماتے کہ ائمہ کے ہر واسطی ہے تو لائے من قریش کی کیا ضرورت تھی میں
معلوم ہو گا کہ وہ نفس محض حضرات کی قریشی ہوئی ہے الزمن بہ الزام ایسا وہی الزم
کہ ہو چکا و بلکہ اگر اسی ہی عقل ہو گی وہ اس الزام کا جناب امیر کی طرف منسوب کرنا نہایت
مشنع ہے جیسا کہ حضرت شیدہ کو اسی پر کیا کچھ افتخار دنا ہے اور یہ سیکو لا جواب
سمجھتے ہیں انوسن کہ یہی دفت میں تمام خصوص و صایا حضرت کو فراموش ہو گئی اور یاد آیا
تو یہ ایک ناقص الذہن لالہ یاد آیا فاعتبروا یا اولی الاکباب قولہ اس طرح اس خط میں
معوکہ الزاماً تحریر فرماتے ہیں کہ تو خلفاً رہا بقہ کہ خلافت کو حق جانتا ہے اور ہمارے

واضحا کا شوری حجت سمجھتا ہے میری بیعت ہی تجھ لازم ہے کیونکہ یہ بیعت ہی اوستی
 اشخاص نے کی ہے کہ جنہوں نے خلفا سابقہ کی بیعت کی تھی **اقول** حضرت
 خط کے اخیر جملوں کو مطلب کا خلاصہ ہی تو ذکر فرمایا ہوتا تاکہ بزعم سامی الزام کو اور
 زیادہ تقویت ہوتی ہے آخر کس مصلحت سے ان کی مضمون کو ترک کیا ہے ہر مصلحت میں
 ساتھ گذارش کر آئی ہیں کہ یہ دلیل دلیل الزامی نہیں ہو سکتی اور یہ جو ہماری فاضل
 مجیب اپنی کمال شجرت اور تدبیر سے فرما رہی ہیں کہ تو خلفا سابقہ کی خلاف کو حق
 جانتا تھا اور مہاجرین و انصار کا شوری حجت سمجھتا تھا یہ ہرگز ان الفاظ سے
 مفہوم نہیں ہوتا اگر اس عبارت کے یہ معنی ہوں تو مصداق مثل المعنی ہے بطور ہتکار
 ہو گا اور اگر یہ ضرورت ہی جو یہ ضرورت خلاف اصل اس کا باب حذف کا اختیار کیا جاوے
 پس صاف اور سیدھا مطلب اس عبارت کا یہ ہے جو ہم کہتے ہیں کہ جتنا جتنا حق فرمایا
 میری بات پر یہاں تک خلفا نے بیعت کی ہے اور میں کسی خاصہ غائب کو چون چلا
 کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ شوری کا استحقاق صرف مہاجرین و انصار ہی کو ہی جبکہ
 کسی اور پر مجتمع ہو جاوے اور اس کی مانند بنالین تو اس میں خد اکی عنانہ می سے اور اگر
 کوئی شخص با بدعت کر کے اس میں سے نکلی اور اس کو اس میں لوٹا اور اگر انکار کرے تو
 لڑو۔ اور خدا اور اس کو جہنم میں ڈالے گا۔ آپ اس مضمون کو بھی مطابق اصل عبارت کو ترجیح
 اور اپنی مدعا کو بھی مطابق گنجی اور انصاف سے دیکھیں کہ کونسا ترجمہ مطابق عبارت
 کہ ہے ہر اکسین کہو لکھ دیکھیں کہ لازم ہے یا تحقیق واقع ہو موقوف **قول** کہ خاتم النبیین
 یہ فرماتے ہیں کہ یہ سید ہے کہ بیعت مہاجرین و انصار کہ ہرگز یہ معجزہ پورے
 بنو اگر جو می جی شہر و چار دیواریات حضرت امیر درمجاہد و مکاتیب خود کو کہیں کہ
 انتہی بقدر کمال ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لازم نہیں کہ ہر آدمی اپنے ہر قول
 و فعل میں ہمیشہ جواب پر ہے اور اس کو کمال انصاف و اقوال میں تناقص نہ ہو بلکہ اس

و مہی ب دین کا یہ ہی حال ہو کہ حسین اپنا غم و کھٹہر میں وہ اختیار کرتے ہیں جب خلیفہ
 ثانی کی خلافت میں اپنا دینیوی فائدہ دیکھا اور فکرِ صحت و حقیقت خلافت کا قائل ہو گیا
 اور جب مجاہد بن ابی امیہ علیہ السلام کے صحت خلافت میں وہ فائدہ دینیوی نہ ہی گاسٹر
 یعنی ہو یا درندہ آب سی فراوان نہ اگر معاویہ خلیفہ رُلمتہ کی صحت خلافت پر مہاجرین رضاً
 کر جیت کا قائل تھا تو ان کی خلافت اس کے نزدیک کیونکر اور کس دلیل سے ثابت ہوئی تھی کیا
 معاویہ جو رجال المؤمنین اور مہی ابی سیدل ائدہ سے ہی اجماع اہل حل و عقد کو حجت بنانا ہی
 اور وہ بھی مثل دافن دفن عصمت و تنہلیت کا قائل تھا یا اس کے نزدیک خلافت کے
 اور طریقین تہمین اگر یہ بات ہے تب بھی اجماع حجت نہ تھا اور خلیفہ اول کے خلافت
 جو اجماع صحیح ہے اب سی اور اہل سنت کا اس پر ناز و حسرت نہ ہی اقول اگر یہ ایک جواب
 ہماری کامیابی سے صحیح ہے لیکن چونکہ حضرت مجیب کو عبارت تحفہ کی فہم میں
 خطا ہوئی اور ایہ مضمون اس پر بطور اعتراض بیان فرمایا اس لیے آپ کے خوش فہمی کا اظہار
 بھی واجبات سے ہی پس منہج ہو کہ اسی حضرت میر صاحب سخن فہم جناب پر ختم ہے
 جواب تو آپ نے تحریر فرمایا لیکن ہم تحفہ کی عبارت کا مضمون سمجھا ہوتا ہے سوچی
 سمجھ کر نامہ پشماپ و نہین کہہ دینا کو نسی عقل کا کام ہے جو کہ تحفہ عام طور پر جس
 دستہ باب ہوتا ہے نقل عبارت کے کچھ ضرورت نہیں صرف بیان مضمون پر اکتفا
 کرنا ہوں اور اس کے بعد آگلی جواب کے خوبیان ظاہر ہو جائیں گے۔ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام
 اس دلیل کے الزامی ہونے کی ابطال میں فرماتے ہیں کہ اگر یہ دلیل الزامی ہو تو الزامی
 دلیل کے دہائی لازم ہے کہ اس کے مقامات مسلم عند الخصم ہوں۔ اور میر معاویہ کے نزدیک
 یہ نقطہ اس کے لیے ہے کہ اس کا مذہب جو اس کے خطوط سے جو حضرت امیر کی خطوط کی
 جواب میں ہے پھر اس سے ذریعہ کی گناہ نہیں مذکور ہیں ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہی کہ جو سلمان
 قریشی کہ وہاں امت کو سر اجماع کر کے اور تفتیہ احکام و جہاد کفار و سیاست رعا

میر صاحب سخن فہم جناب پر ختم ہے
 جواب تو آپ نے تحریر فرمایا لیکن ہم تحفہ کی عبارت کا مضمون سمجھا ہوتا ہے سوچی
 سمجھ کر نامہ پشماپ و نہین کہہ دینا کو نسی عقل کا کام ہے جو کہ تحفہ عام طور پر جس

اور پھر جیوش اور سد ثغور پر قادر ہو اور مسلمانوں میں سے ایک جماعت اور سکر ہائے بیعت کر لین
 خواہ وہ جماعت اہل منیہ اور مکہ ہوں یا اہل عراق و شام وہ امام ہے اور جبکہ اندر یہ صفات
 نہ کو رہ نہائی چاہیں اور ان پر قادر نہ ہو اور دوسرا سد نہ کر سکر گو وہ مہاجرین اولین سے ہو
 اور اگرچہ اسکی ہائے پر مہاجرین و انصار نے بیعت کی ہو وہ صالح اور اہل امامتہ نہیں اور
 بیعت اہل حل و عقد سے امام نہیں ہو سکتا پس جناب امیر رضی اللہ عنہ کی خلافت امیر معویہ
 کو نزدیک اسوہ مطہرہ صحیح نہیں ہے کہ اسکر زعم میں جناب میں یہ اوصاف مفقود تھی
 بلکہ علاوہ فقدان اوصاف کی کہ جو خلافت کی لپسی شریعت میں بوجہ اہتمام قتل عثمان رضی اللہ
 اور دیگر قاتلین کے حمایت کے حضرت کو غیر صالح اور ساعی فی الارض بالفساد گمان
 تھا چنانچہ بارہا مجالس و محاکمات میں اسکا ذکر کیا اور ظن و تعریض کے طور پر خطبہ کیا تو اس
 حالت میں جبکہ اسکی نزدیک معاذاً فقہ جناب امیر میں شریعت صحیح خلافت ہی مفقود
 ہیں اور آپ اہل صالح بلحاظ خلافت ہی نہیں ہیں تو بیعت مہاجرین و انصار اسکی نزدیک
 کیا حقیقت و وقت رکھ سکتی ہے اور یہ بیعت اسکی نزدیک کیا بلکہ صحیح اور مسلم ہو سکتی
 ہے اور اس بیعت سے اسکی سپر کنویر الزام دیا جاسکتا ہے بخلاف خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی کہ جو ان
 وقوتہ ان سب صفات کے ساتھ متصف تھے مرتدین کی قوت و شوکت کو ان ہی کو بہت
 عالمیائے خاک میں ملایا کبھی دقیر کے بڑی بڑی سلطنتیں ان ہی کی حسن و بے سحر
 یا خیال ہو کر اہل اسلام کے قبضہ میں آئی شرق سے غرب تک اسلام کا شیوع ان
 ہی کی قوت و ایمانی اور نیک غیتی کا ثمرہ ہے اور ان ہی کے نامہ اعمال میں ثبت ہے
 جناب امیر اسوہ مطہرہ ہمیشہ حسرت سے فرماتے ہی ابتلیت بقتال اهل القبلة
 اور اس سے زیادہ انکی قوت و شوکت بہت و شجاعت و حسن تدبیر کی کیا دلیل
 ہو سکتی ہے کہ انہوں نے اہمیت کو بزر و زبردستی اپنی شخص کے ہاتھ سے غضب
 کیا جو شجاعت میں مکی اور تہوڑ میں لائانی اور جرأت میں بے مثل تمام قوم عادیوں میں تھا

ایک لمحہ میں دارالفنا کو پہنچا دیا اور دشمنوں میں اللہ اور محبوب میں الرسول تھا سو نہ رحمت
 یہی اوسکو علم تھا بلکہ اختیار سی تھی اگر تمام روی زمین آدمی یہی اوسکو مفت اب میں ہوں
 تو کچھ پرواہ کر لے ملائم تھا فی الواقع ایسی شخص سے زبردستی غضب کرنا بیجا عباد
 عقل کی دلیل ہے بلکہ اس سے زیادہ یہ ہے کہ معاذ اللہ تو یہ تو یہ خدا و رسول ہی کر کے کمال تاکید
 و تدبیر جمع الناس مع اسفل الناس کو فرمایا کہ تو ان کی مفت بد میں چون و چرا کچھ نہ کیجیو
 یہی ہے کہ یہی ایسی جن کا نام نہ لیجیو اور ایسی معیت یہی کر لینا اور ضبط گدڑی تقیہ کے
 پروردہ میں اطاعت و استی سے گھرنا پس جب ذکی اندر یہ کمالات و جوہر تھی تو جب
 اہل حق نے ان کو ہاتھ پر معیت کر لی تو معویہ کو اس میں کیا چون و چرا کی گنجائش تھی اور کسی
 مستند میں عاقل کو اس میں چون و چرا نہیں ہو سکتی اب سچہ آچا یہ فرمایا کہ اگر معویہ
 صحت خلافت خلفا و پیغمبت تھا جو میں اور انصار کا قائل نہ تھا تو ان کی خلافت اوسکو
 نزدیک کیونکر اس دلیل سے ثابت ہوئی تھی (بکامل لغو اور بوجہ یہ گیا نہ اس کا یہ نہ تھا
 کہ مطلب عبارت کا نہیں سمجھو اور بعد اس کے یہ فرمایا کہ اگر یہ عصمت و رضاعت و غلبت کا
 قائل نہ ہو یا اوسکو نزدیک اور شرطین تھی تب یہی ثبوت خلافت باجماع نہ تھا) اوس کو
 زیادہ لغو اور بہرہ دہی عبارت خفہ کو سمجھو اوس سے بخوبی واضح ہے کہ اوسکو کون اس تسلیم
 خلافت جناب امیر سے مانع تھا اور وہ خلفائے ثلاثہ میں موجود یہی یا مفقود نہ اوسکی
 نزدیک شرط ثلاثہ شرط خلافت تھی نہ کوئی اور شرط تھی بلکہ معیت اہل اسلام کو مع وجود الہیہ
 و جماعتیہ شرط خلافت کہ تھا تب جو اسکی زعم میں جناب امیر میں مفقود تھی اور خلفا
 ثلاثہ میں موجود۔ پس برومی اوسکو مذہب کے خلفا ثلاثہ نہ کی صحت خلافت میں قائل نہ ہو
 انہیں ہو سکتا رہا یہ التزام کہ امیر معویہ نے جب تک خلفا ثلاثہ کی خلافت میں اپنا دینی و
 دنیاوی ترک کیا اور ان کی حقیقت خلافت کا قائل رہا تو جس سے کچھ اجنبی امیر کی خلافت میں
 وہ فائدہ نہ رہی گا مگر بدعا معنی ہو گیا شیعہ مذہب ہو گیا آجکی نزدیک امیر معویہ یہی مثل

اور جواب بحوالہ نقل کیا ہے کہ حلقہ ہوتی ہے اور ابن ابی کحیدر باوجود مستزلی ہونے کے اگرچہ
 علماء شیعوں کے نزدیک فی الحقیقت معتبر ہی نہیں ہیں البتہ ابن شہیم اسکا قول ہرگز قابل ہیجہج
 نہیں ہو سکتا ہے اور اسنت پر اسکا قول روایت سے حجت لانا ہماری فاضل محاسب جیسی مشہور
 دان کا ہی کام ہے مؤلف آپ مخرج ابن شہیم دیکھ لیتے ہیں کہ ابن ابی کحیدر کی روایت کہ غلطی
 معلوم ہو جائیگا اور ثابت ہو جائیگا کہ امیر معاویہ نے ایسا جواب دیا کہ اگر یہ بخیر الامور
 تو آپ نے غلط فرمایا اور اگر بالفرض سادہ کاغذ پر چھپا کر کے بھیج دیا تو اس سے ہماری محاسب
 سبب کا یہ شکاب نہیں کہ چونکہ جواب کچھ مذہبی اسکا سببی سادہ کاغذ پیٹ کر بھیج دیا
 بالکل غلط ہے بلکہ ممکن ہے کہ اس پر کسی سادہ کاغذ بھیج دیا کہ اس امر کی طرف اشارہ ہو جائیگا
 کہ آپ کا دعویٰ بیان حاصل شدنی نہیں ہے۔ چونکہ آپ نے جویر کے ہاتھ جو خط بھیجا ہوتا وہ ابن
 بجت کو دے دیا تھا تو یہ سادہ کاغذ اس سے انکار کے طور پر بھیج دیا تاکہ اس میں شک نہ رہے
 پر دلیل ہو جائی۔ یا ممکن ہے کہ سادہ کاغذ بھیجی سے ایسا اس طرف سے کہ یہ بخیر الامور
 ہی نہیں کیونکہ پہلے آپ اپنے آپ کو اہل اور صالح لے لیا تھا تب تو ثابت کریں۔ باقی رہا
 یہ فرماد کہ ایسی مجبوری الزامی حجت ہی میں ہو سکتی ہے۔ درجہ اول قسم کا جواب
 تو بخیر نہیں اپنی عقل کے موافق دے سکتا ہے (حضرت کی کمال مشاعرہ والی پر والی ہے
 حضرت کو یہ بھی لبتا ہے معلوم نہیں کہ اقسام اولہ میں سے کونسی دلیل زیادہ قوی ہے
 ہوتی ہے۔ حضرت میر صاحب الزامی دلیل کے واسطے یہ لازم نہیں ہے کہ باعتبار واقع
 اور غرض الامر کے یہی صحیح ہو یا نہیں اگر اسکی صحت ہو تو معرفت بزرگ مسئلہ کا حکم
 ہونے سے خواہ واقع میں اور عند کھٹم غلط ہے کیونکہ انہو اور ہم اس بخیر کو جو دلیل عقلی
 اور مقدمات حلقہ سے کرب کشتی میں اس سے یہ مل رہی کہ یہ دلیل عند اشد حق ہے
 اور باعتبار واقع کے صحیح تو ہر ایک مسلمان کو اسکا اتباع واجب ہے کیونکہ اسکی حقیقت
 اصول شرع سے ثابت ہو رہی ہے تمام اہل اسلام کو واجب القبول ہے اور استدلال و ختم کے

نزدیک مسلم ہوگی اب حینال فرمائی یہ تحقیق قوی ہے جو سب کے سامنے زیادہ الزام قوی ہے
 جو صرف خصم کے ہی زعم مسئل مسلم ہے۔ اگر بالفرض اس پر ہی امیر معویہ کی طرف سے کسی ایسی
 اعتراض فراہم جو ادھون لئے کہا ہی سوا دسکا جواب دہی ہی جو جناب امیر نے تحریر
 فرمایا کہ جب خدا تعالیٰ نے اتباع سبیل المؤمنین کا حکم فرمایا اور اس کی مخالفت سے ڈرایا
 اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ میری امت اگر ایسی پر مجتمع نہوگی تو اب یہ کہنا
 کہ سبب اہل حل و عقد کی غیر نفاذ الامت کے واسطی ہوئی گویا سب کے تفصیل سے جو متقدم
 لکھنا یہ خط اور وقت کے شانہ میں چاہئے اسکا جواب امیر معویہ کی طرف سے ہماری نظر سے نہیں
 گذرا اور اگر کوئی اسکا جواب ہو گا بھی تو غالباً اسی قسم کا جیسا پہلی جواب دیا تھا جسکے
 تردید ایک جواب میں کر دی گئی تو اب آپ حینال فرمائی کہ اگر اس تحریر کو الزامی سمجھا جائے تو
 امیر معویہ کے اعتراض کا کچھ جواب نہیں ہو سکتا اور جب تک اسکو تحقیقی تسلیم فرما دین
 اور وقت تک یہ خط لا جواب نہیں ہو سکتا لیکن اسکو تحقیقی ہونے میں مذہب شیعہ کی
 دست بردار ہونا پڑیگا کیونکہ یہ خط قلع اساس شیعہ بالبدلتہ کر رہا ہے۔ **قولہ**
 جب یہ ثابت ہو گیا کہ یہ خط اسکو الزام لکھا گیا ہی تو یہ فقرہ انما الشوری الخ ہی الزام
 ہی ہی آپ کو خاتم المحدثین یہ جو فرماتے ہیں کہ باز چشم پوشی نمودن از اطراف وجوب
 کلام کہ زائد بر ثابت الزام است الخ انک اس تحریر سے سخت تعجب ہے کیونکہ دلائل الزام
 اس طرح بیان کرنے چاہیں کہ مخالف کے نزدیک اونکو قدر و منزلت ہو اور یہ بدون ربط کلام
 ذکر و ربط ہر نہیں سکتا۔ **اقول** جو کچھ آپ نے زعم خود نامت سمجھا تھا کہ یہ خط
 الزام لکھا گیا ہے وہ محض کسبج ٹھنکبوت تھا اور سپرندہ نے جو کچھ ذکر و ایش کیا
 اس سے شش و درویش صاحب اس ہو گیا کہ اس خط کا الزامی ہونا غلط اور باطل ہے بلکہ تحقیقی ہونا
 ثابت ہے خاتم المحدثین کی تحریر سے اگر آپ کو سخت تعجب لاحق حال ہو تو کچھ تعجب
 نہیں سمجھو آچو فہم عبارات میں یہ ہے حال ہے کہ سبیل عبارت میں غلطان و بیجا

ہوئی میں اور نہیں سمجھتا اگر اس عبارت کو یہی نہ سمجھی تو کچھ متعجب نہیں اس کلام میں
 قدر الزام سے جقدر زیادہ بسط کیا ہے وہ صاف طور پر اسکی تحقیق ہونے پر دال ہے
 تو جب اسکی پہلی بڑھائی جائیگی جو الزامی ہونے کو باطل کریگی تو کیونکر مخالف کے نزدیک
 باعث قدر و منزلت دلیل کے ہونگی تو شاہ صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں پہر چشم تو ہی
 کرنا اطراف و جوانب کلام سے جو زیادہ قدر الزام سے ہے الزام صرف اس قدر رسمی حاصل
 ہو سکتا ہے کہ ذکر رعیت فرمادیتی اور باقی عبارت کو قاذم اجتماع اعلیٰ جل سے آخر
 لفظ الزام میں کچھ دخل نہیں ہے ترک کر کے امام معصوم معینہ کیوں جھوٹ بولی اور وہی
 خدا تعالیٰ کے برگزگان اللہ رحنی و یصلہ جہنم و سادات صیر کمال نشاط و تحسین و پاکیزہ
 و تکریم کے ساتھ معاذ اللہ غرض کلام کی اطراف و جوانب جو زیادہ قدر الزام سے ہیں وہ
 میں جگہ الزام میں کچھ دخل نہیں بلکہ کذب بھی حاصل اور الزام کے مخالف میں اس میں
 بسط و نشاط کرنا سراسر عییا اور ناجائز ہے۔ افسوس کہ کلام میں اس قدر بسط و نشاط ہو
 اور ایک لفظ ہی ایسا نہ فرمادین جو اس الزام ہونے پر دال ہو بلکہ جقدر بسط کریں وہ
 اور شاہ اسکی تحقیق ہونے پر زیادہ دلیل ہوتا جائیگی آپ ہی کے اعتقاد کے بموجب جھٹٹا
 کی ایسی کلام ہو سکتی ہے کہ ارادہ کچھ کریں اور زبان سے اسکی خلاف کچھ ظاہر ہو معاذ اللہ
 سن سورنظرن **فصل** معتمد علیہ کلام کو بطور الزام فرمائے مگر واقع میں عین حقیق
 محض حق ہے اور اسی سے بطلان خلافت خلیفہ اولیٰ ثابت ہے کیونکہ خلیفہ اول کی حجت
 پر سب مہاجرین و انصار کا اجماع نہیں ہوا کیونکہ جناب امیر مدنی ہاشم وغیرہ سجد
 میں عبادہ نے بیعت نہیں کی چونکہ اسمین ذات ستودہ صفات جناب امیر ہی
 داخل ہے کیونکہ آنحضرت ہی جملہ مہاجرین بلکہ رئیس المہاجرین تھے فی نفسہ
 ہماری ہدایت ہے اس تقریر پر چاہیے کہ ششاد تک خلیفہ اول خلیفہ امام ہونے کے
 الحسد و لہذا تم الحمد للہ کہ اسوقت ہماری فاضل محبت سے اس دلیل کا تحقیق ہوا

قبول فرمایا شہر اسی سچا میر کے آیام پہلے آئیں گے جب ابن بلالی میر کے گھر آپ
 چلے آئے۔ ہماری فاضل مجیب فرماتے ہیں گو یہ کلام بطور الزام کے ہی لیکن واقع
 میں عین صدق المحض حق ہے اور محقق اس کی کو کہتے ہیں کہ جو باعتبار واقعہ اور
 نفس الامر کے عین صدق المحض حق ہو تو جب یہ کلام باعتبار واقعہ کے عین
 صدق المحض حق ہے تو ہر ایک جملہ اس کا مطابق واقعہ کے ہی اور صفی و کبری
 قیاس کے عند اللہ حق ہیں تو صفی قیاس اقتضائی کا جو اس دلیل مستنبط ہوتا ہے
 یہ ہے لاندہ یا یعنی القوم الذین بايعوا ابا بكر وعمر و عثمان علیہم السلام علیہ
 اور اس کا کبری یہ ہوگا وکل من بايع هؤلاء القوم فليس لمن شهد بيعتهم ان يحل
 عاير من بايعهم ولا للعائب عنها ان يردھا اور یہ ہر دو صفی و کبری حسب عرف و عقل
 مجیب عین صدق المحض حق ہیں تو نتیجہ یہ کہ یہی حق ہوگا وہ یہ کہ اندیس لحد من
 حضار و غائبان یروہم لایستلزم کو مستلزم ہی کہ حضار و غائب سب پر بیعت لازم
 ہوگی کیونکہ جب اللہ حق ہوئی تو سیکو حاضریں و غائبین میں سچوں پر چارگی
 نتیجہ میں ہو سکتی عبارت شرح ابن میثم کی اگر مؤید عرض کرتا ہوں فقوله اما بعد
 لی قوله الشام صورة الدعوى وقوله لاندہ یا یعنی الی قوله علیہ صورة صفی القیاس
 یا من الشکل الاول لیتبع منه ملزوم تلك الدعوى لغاية صدقها لصدقها
 تقدیرا لکبری وکل من بايع هؤلاء القوم فليس لمن شهد بيعتهم ان يحل
 لغیرهم ولا للعائب عنها ان يردھا نتیجہ اندیس لحد من حضار و غائبان یروہم
 ذلك يستلزم کو یہاں لازمتہ ملزوم حضار و غائب و ہذا نتیجہ ہی قوله فاما لیکن الی حق
 قولہ اما بعد سی قوله الشام صورة الدعوى کے تصویر ہی تو قولہ یعنی سے قولہ علیہ کہ شکل اول سچوں کا
 غری ہی تاکہ اس ہی اس دعوی کے ملزوم کا نتیجہ حاصل ہو جائے کیونکہ اسکی غرض کہ صدق کو منہج ہے اور کبری کہ تقدیر
 ہی کہ ملزوم ہوا لیس ملزوم نہیں ان تینہ غیر ملزوم یا لغیرہم و لاندہ یا یعنی ان یروہم۔ تو نتیجہ یہ ہوگا کہ اندیس لحد من حضار
 اب ان یروہم۔ اندیس ملزوم کہ کسی کو بیعت حضار و غائب کو لازم ہوگا۔

بہار شریعت جلد اول صفحہ ۲۲۵
 ۱۰۰۰

یہ قولہ وانما الی قولہ تولى تقریر لکبری القیاس وحرر الشوری والاحجام فی
 المهاجرین والاضار لانهم اهل الحل والعقد مناصہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 فاذا اتفقت کلماتہم علی حکم من الاحکام کاجتماعہم علی بیعتہ وتسمیۃ امامان
 ذلک اجماعا ورضی اللہ عنہ ای خیر بالہ وسبیل المؤمنین الذی یشی باتباعہ فان
 امر ہر وحب عند الطبع فہم او من اجمعوا علیہ کخلاف معویہ وطفہ ذہ بقبل عتہ
 ونحوہ او بدعہ کخلاف ابی الجبل ویدعتہم فی نکتہ بیعتہ ردوہ الی ماخرج عنہ فان
 الی قائلوہ علی اتباعہ غیر سبیل المؤمنین حتی یرجع الیہ وولاء اللہ ما تولى واصلاہ
 جہنم وسادت مصیرا اگرچہ اس عبارت سے اس دلیل کی تحقیقی ہونا صاف وصرح
 مفہوم ہونا ہے۔ لیکن چونکہ بمقابلہ اعتراف سامی اس عبارت سے اسکی تحقیقی ہونے
 پر کسی شاہد وبران کی ضرورت نہیں تو یہ عبارت صرف بطور تنبیہ و تشریح اخبار الثیار
 عرض کی گئی ہے تو جب اس کلام کا حسب اثرات فاضل مجیب عین صدق اور
 محض حق ہونا ثابت ہو تو اس کلام میں ابو بکر و عمر و عثمان کے حقیقت خلافت کو تسلیم
 اپنی خلافت کے حقیقت پر استدلال کیا ہے اگر انکی خلافت کے صحت و حقیقت کسی دلیل
 سے باطل ہو تو آپ کے خلافت بھی ثابت نہوگی اور اگر انکی خلافتیں حق ہوگی تو چونکہ یہ اثبات
 بھی ان ہی پر متفرع اور ان ہی کی قدم بقدم ہے یہ بھی حق ہوگا تو اس کلام کے
 عین صدق و محض حق ہونے کی صورت میں "بوت حقیقت خلافت خلفائہ" کا

سلطہ اور پیشہ فرائض کے سے قولہ رنگہ ہر اور تو اناسی قولہ تولى یک لکبری قیاس سے تقریر یہی اور شوری والاحجام کو ماہرین
 اور اضار میں مہر کیا کہ انکے استمسک علی اللہ علیہ وسلم میں وہ ہر اہل حل والعقد ہیں جب وہ اتفاق ہو کہ کسی حکم پر احکام میں سے
 ہر پانچ میں جیسا کہ پہلی بیت انکی "ام نہانے پر تو یہ اجماع صحیح اور اللہ کا ہدیہ اور نیک رستہ جسکا اتباع واجب ہے ہر گز
 اگر کوئی انکی امر کی مخالفت کری اور ان میں سے انہر عن کر کے کچھ جیسا کہ سوئے سے خلاف کیا اور جناب میں نقل و
 کا جس کی یا مثل اسکر انکی شخصیت کے لئے کچھ جیسا کہ اباب جس نے خلاف کیا اور دست نکالی تو انکو روکا جس پر سے
 کلوز میں اور اگر انکا کر کے تو انہر سلطہ انکے سوا کسی رستہ کی پیروی کرنے سے منع ہوا کہ اگر صرف کوئے اور سو بزرگوار کوئے
 یہ ہر ہر پانچ اور جہنم میں اسکر داخل کر کے اور ہر بری ملک ہے - ۱۲ -

اولاً یہی اور ثبوت حقیقت خلافت جناب امیر ثانی کیونکہ اولاً اجماع و بیعت اس حل عقد
 صحت حجیت ثابت ہوئی بعد اوسکے صحت حقیقت خلافت خلفاء ثابت ہوئی اوسکو بعد
 حضرت کی خلافت کی حقیقت ثابت ہوئی سید ہمارے فیاض مجید کا یہ ارشاد کہ اسی سے
 بطمان خلافت خلیفہ اول ثابت ہے کیونکہ خلیفہ اول کی بیعت پر سب مہاجرین و انصار کا
 اجتماع نہیں ہوا الخ قابل تماشائے مصنفان روزگار الوالہ صمدی و الابصار ہے کیونکہ اس
 قول میں کہاں ہے کہ انعقاد خلافت کے لیے تمام مہاجرین و انصار کی بیعت کی ضرورت ہے
 اور اس کلام میں کس جگہ شریعت اجماع جمیع اہل حل عقد حقیقت خلافت کو یہی لکھا ہے
 اس میں توضیحات و صریح مثل آفتاب روشن ہے کہ میری بات پر بیعت اون لوگوں نے
 کی جنہوں نے ابوبکر و عمر و عثمان کی بات پر کی تھی خواہ وہ تمام مہاجرین و انصار تھے
 اور خواہ وہ بعض تھے اور خواہ وہ دس تھے یا پانچ تھے یا نہر تھے یا دس نہر تھے
 جس قدر تھے اذکر بیعت کرنے سے انعقاد خلافت ثابت ہوا اور حقیقت خلافت مستحق ہو کر
 خواہ جناب امیر دینی ہاشم و سعد بن عبادہ شریک تھے یا نہیں تھے حضرت امیر نے اس
 قول میں صدق و محض حق میں یہ تسلیم فرمایا کہ جنہوں نے خلفاء سے بیعت کی وہ
 کوئی بھی اور اگرچہ بالفرض وہ مہاجرین بھی نہیں تھے کیونکہ معرفت حج کے جو شرط ہجرت
 علیٰ مزمعوم الامامیہ سے مفقود تھی تاہم انکا بیعت کرنا موجب حقیقت خلافت تھا پس
 پر دعویٰ عدم ثبوت خلافت خلفاء کو رد اسوجہی اور زمین شریعی حفظت مشیاء و
 غایت حاکم الاشیاء خود اس خط کا یہ جملہ فلم یکن للشاہدان یختار ولا للغائب
 اور شارح کا یہ قول فلیس لمن شہد بیعتهم ان یختار غیر من یایعوا ولا للغائب
 عثمان بن یزید ہا اور یہ فرمانا وذلك یستلزم کونہا لازمة لمن حضر او غائب
 اس میں اور شخص کو اذکر بیعت میں حاضر ہوا اوسکو یہ امر حاصل نہیں ہے کہ اسکی سوا کسی کو اختیار کری
 جسکو ساتھ اہل حل عقد نے بیعت کی ہے اور نہ غائب کو حاصل ہے کہ اوسکو رد کرے ۱۲
 اور یہی حاضر و غائب پر لازم ہوئی کہ مستلزم ہے ۱۳

بدالالت مطابق اس امر کو مثبت ہے کہ بعد ان لوگوں کے جنہوں نے خلفائے ثلاثہ سے بیعت
 نہ کی کسی عباد کے عیسویت اور کسی تحلف کا کو قیام نہ ہوا اور نہ اسکی نفی
 کو مانع ہے بلکہ جب انہوں نے بیعت کر کے چونکہ اولیاء خلافت پر اکٹھا ہو جائیں
 اور سب کا حق سے انکار نہ ہو تا ممکن نہیں وہ خلافت راشدہ ہوتی ہے اور سب ضرورین ہیں
 پر لازم ہو جاتا ہے تو عیسائی ظہور و زبر و میر و یہ و جمیع اہل شام پر باوجود انکی تحلف کی لازم
 ہو گئی ہے کہ سب طرح جناب امیر و زبیر و یہی ہاتھ و بعد بن عبادہ پر لازم ہو گئی تھی۔ پس
 جبکہ حسب اشراف سامی یہ کلام عین صدق اور محض حق ہوئی اور فی الواقع یہی ہے
 اور اس سے چو اپنے اپنی حق میں ہمسے بھلان خلافت صفاء و سچا ہوا وہ بالبدلت باطل
 ہوا تو اس سے ملاحظہ فرمائیے کہ آپ کے شرع ثلاثہ بجا تمام الامت بلکہ تمام اصول و فروع کا
 کما حال ہوا سب پر یقین یا فی یہ گیا اور بھی حجت گئی اور اگر کہ جناب امیر کی اشراف
 سے محکم و حجت نہ سب اہل حق ثابت ہوئی کہ محمد اللہ علی ذلک معصون است۔
 ہوا لدی ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق لیطہر علی الدن و الدار و النہار
 باقی رہا نفس تحلف کی نسبت گذارت ہے کہ جناب امیر حضرت زبیر کے تحلف کے نسبت
 یہ علی مفصلاً عرض ہو چکا ہے۔ بعد اس عبادہ کا بیعت سے تحلف کرنا
 مرجوح اور محض ہے چنانچہ مواعظ اور مواعظ اور منہم لکلام وغیرہ سے معلوم ہوا ہے اور اس میں
 بجز ان کے ہی اپنی کبیر شرح و بیج البلاغہ میں اکی طرف لفظ قیل سے اشارہ کیا ہے و کل
 سعد من عبادہ و هو مرایع ما داخل مراد و قیل اذ بقی متماسر البیعت حتی ما
 بجز ان کے طریق التام۔ علاوہ ازین حسب اقرار سامی اگر غیر من محال
 حلیغہ اول جیمہ ماہ تک تمام جنہوں اور بعد جیمہ ماہ کے تمام منہم اشراف و غیر
 اسے اس میں عبادہ کو جس کی حالت میں تھا کہ گھر میں لگتی اور کب گیتی سے بیعت سے باہر رہا
 رہا کہ ہم میں عبادہ میں اور کسی فاسد مال۔

ہو جاوین تو آپ خیال کر لیں کہ نہایت جامع کی ہدایت کے واسطے تو یہ بھی بہت کم
 ہر ایک بعد چھ ماہ کے خلافت کو حق تسلیم کرنا خود آپ کی حق میں باعتبار آپ کی ذہنی
 سہم ہو گیا۔ اچھا اگر آپ کی دین و ایمان و عقل و انصاف کے روشنی خلیفہ اول چھ ماہ تک
 خلیفہ بنون اور بعد شش ماہ اوپر خلافت ثابت ہوتی ہو تو آپ اسی وقت سے اپنی
 حقیقت خلافت کے قائل و متفقہ ہو جی شش ماہ کے لیے پھر آپ سب سے پہلے
 ثان خوب یاد آیا اگر تو ہم کو یہ ثابت ہو کہ اگر آپ اس کلام کو باعتبار واقعہ الفرض
 الامر کے عین صدق و محض حق تسلیم فرمایا۔ لیکن آپ نے اس کو ساتھ یہ کیا فرمایا
 کہ (یہ کلام اگر بطور الزام فرمائی) اگر اس سے یہ مراد ہی کہ یہ کلام دلیل الزامی ہے
 لیکن باوجود اس کے پھر واقعہ میں عین صدق و محض حق ہے۔ تو ظاہر المطلبان ہے
 کیونکہ دلیل الزامی صرف اس کو کہتی ہیں جو صرف مسلمہ خصم ہو اور بطور محاربات
 مع خصم ذکر کیجی وی اور اگر یہ مراد نہیں ہے تو اس کی ذکر کے کیا ضرورت تھی اور کیا
 اس میں فائدہ تھا۔ ظاہر ہے کہ دلیل تحقیقی سے یہی مقصود یہی ہوتا ہے کہ خصم پر
 مدعا کو لازم کریں اور اس کا تسلیم کرنا واجب ہو۔ غرض الزام و تحقیق کا اجتماع سب سے بڑا
 صرف حضرت مجیب کے مناظرہ دانی کے اوضح دلیل ہے۔ ہم نے جب یہ حرف آپ کو
 دعویٰ مناظرہ دانے کی ہر وجہ سے ذکر کر دیا ہے وہیں۔ قول اور نیز یہی
 میں اس خط سے چند ورق پہلے ایک خط یہ موجود ہے جس میں یہ عبارت ہے لا ینفع ہم
 المهاجر علی احد الا بمعرفۃ الخلفۃ عن عرفۃ و اقربھا فهو مهاجر۔ اور ابن ابی
 لی کہ شرح میں لکھا ہے لا یصح ان ینسب الانسان من المهاجرین الا بمعرفۃ امام
 زمانہ و هو معنی الامیر الخلفۃ الخ۔ فی الارض قال نصر عرفۃ الامام و اقربھا
 فهو مهاجر۔ انتہی۔ جناب امیر علیہ السلام کے اس فرمان کے بموجب خلیفہ اول کی
 سبقت کرنے والی ہمارے ہیں نہ کہ اس وقت سے جبکہ امام و خلیفہ و امام و خلیفہ جناب

امیر علیہ السلام شی کرادہنوں نے نہ پہچانا اور اگر موافق اس سنت کو اسکی معنی لہر چاہیں
 تو معاذ اللہ جناب امیر علیہ السلام بنی ہاشم وغیرہ ہاجرین نہیں ہستی **اقول**
 اس قول میں بوجہ چند بحث ہے۔ اولاً افسوس کہ ہماری فاضل محیی نے شرم و حیا کو
 بالاسی طریق رکھ کر رضی رضی اور ابن ابی الحدید معتزلی بلکہ شیعی کے اقوال سے ہمہ کمال
 فرمایا ہم نے کتب تسلیم کیا ہے کہ یہ خطبہ قول جناب امیر علیہ السلام کا ہے ہم ہی بوجہ
 اقوال کو جو باعتبار لغت درمطلاح کے ہرگز صحیح نہیں کب جناب امیر کی طرف منسوب
 کرتے ہیں تاہنا ہمیں کب کہا ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ عنہ
 حجۃ اللہ اور امام مطلق تھے جنکی نہ پہچاننی سے آدمی ہاجر نہیں رہتا۔ ثانیاً ہمیں ہرگز
 نہیں کہا ہے کہ ثبوت ہجرت کے واسطی معرفت خلیفہ وقت شرط ہے۔ ثالثاً ہم ہرگز
 نہیں کہتے کہ جناب امیر بنی ہاشم وغیرہ کو امام وقت کی معرفت نہیں تھی خاص
 ہم کہتے ہیں کہ اس قول میں امام سے مراد خلیفہ نہیں بلکہ رسول ہی اور اسکی معرفت
 مراد اس پر ایمان لانا ہے یعنی ہاجر انسان اس وقت ہوتا ہے جبکہ رسول پر ایمان لاکر
 ہجرت کرے ورنہ ہاجر نہیں ہوتا۔ سادسا اگر ہاجر ہونا معرفت خلیفہ پر ہی ہوتا
 ہوتا تو ہم کہتے ہیں کہ حسب مذاق شیعہ خلفائے ثلاثہ اور اثنی عشری معیت کرنے والی سب ہاجرین
 تھے کیونکہ انکو معرفت حجۃ اللہ فی الارض حاصل تھی ایسی کہ وہ انہوں نے رسول اللہ صلی
 علیہ وسلم سے علیٰ غرور الامامیہ جناب امیر کی خلافت و امامت کی نسبت ہزار اندوہ
 تھی جسے ہر ایک تائید کیا و تشدیدات قارع صلاخ ہوئی اور یہی نہیں تو ختم غزیرہ
 خطبہ تو ضرور یاد تھا جواب تک ایسنت کو بھی کتا بو نہیں مروی ہے علاوہ ازیں
 روایتیں شیعہ کی ہر حال میں کہ صحابہ نے کشت عہد کیا اندھمایا کو پس پست
 ڈال دیا خلاصہ یہ کہ اس میں کسی شیعہ کو چون و چرا نہیں ہے کہ صحابہ حضرت امیر
 امام برحق و خلیفہ مطلق جانتے تھے لیکن باوجود امام برحق جاننے کے بطعن نفسا

ما جہلہ و اذکر اسکی معرفت کی گواہی نہیں

متصدی خلافت ہوئی اور جن جناب امیر کا غضب کیا غرض اس ساری گفت گو
 یہ ثابت ہوا کہ علی زعم ہم تمام صحابہ جناب امیر کو خلیفہ برحق پہنچانتی تھی۔ لیکن
 معاذ اللہ طمع نفسانے کے ماتھے سے لاجاں کو کھالفت اختیار کر رکھی تھی پس اس کو ثابت
 ہوا کہ وہ ہمارے ہیں ہوں کیونکہ ہمارے ہونے کے جو شرط معرفت امام کی ہی وہ اوغین پائی
 گئی اور چونکہ ہمارے ہونے کے واسطی صرف معرفت شرط ہے تسلیم القیاد کا ہونا اس کو
 مفہوم نہیں ہوتا اسی لیے ہم القیاد تسلیم ان کو ہمارے ہونے کو مضر اور قاذب نہ ہوں
 چنانچہ خداوند تعالیٰ کے شانہ سے اول معرفت کو چونکہ کفار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کہ حاصل ہے جس کو ان الفاظ کے ساتھ تعمیر فرمایا ہے یَعْرِضُونَ لَهَا لَعَلَّكُمْ يَخْلُقُونَ اٰیٰتًا
 تَحْذَرُوهَا وَاسْتَشْقِيَتْهَا اَنْفُسُهُمْ فَلَمَّا وُضِعَ الْكُتُبُ اٰمَنَ الْكَافِرُ الْكَافِرُ وَتَحَقَّقَ الْكَافِرُ
 کافی نہیں فرمایا اور ان میں صرف معرفت ہی ضروری ہے اور وہ متحقق ہے تو ہمارے
 ہونا صحابہ کا متحقق ہوا۔ سبب اس کی صحابہ مقبولین ہی جنہوں نے خلفاء ثلاثہ کی
 بیعت کی اور ان کی حکم کے موافق خدات بجالائی کوئی عامل ہوا اور کوئی حاکم ہوا نہ چاہیے
 نہ ہی جو جواب ان کو طرف سے دیکھا وہی ہماری طرف سے قبول کر لیجیگا ماسوائے اعتبار
 نصت کی ہمارے ہوا ایک جگہ سے چوڑ کر دوسری جگہ چلا جاوی اور اصطلاح شرع
 میں وہ ہے جو موسن دار الکفر سے قطع تعلق کر کے اور جدا ہو کر دارالایمان میں آ کر
 مستوطن ہو پس معرفت خلیفہ کی ہجرت کے لیے نہ لغت ہی نہ اصطلاحات سب اگر قبول
 کوئی شخص دار الکفر میں ایمان لاوی اور اس کو چھوڑ کر دارالسلام میں توطن اختیار کری
 تو ہی ہرگز کہ اس وقت بعد عنیت کبریٰ کے امام کی معرفت شیعاں اخصل انجو اس کو
 ہی حاصل نہیں ہے چہ جائیکہ ایک بیچارہ نو مسلم کو حاصل ہو تو ایسی حالت میں شیعیان
 اس کو پہنچانی میں جیسا اپنی میزبان پہنچانتی ہیں ۱۳ اور انہوں نے اس کا انکار کیا براہِ مسلم
 اور ان کی کے اور ان کو دلون نے اس کا یقین کر لیا ہے ۱۴۔

پاک اور پاکیزہ ہجرت کو عبرت کر لینا یا نہیں۔ - فائزہؒ بھروسہ گل گارنس پر کرتے اپنے عادت
قدیمہ کے موافق اس عبارت کے فہم میں یہی خطا کی اور صحیح مطلب نہ سمجھ سکی یہی مختصر
شرح ابن قیمؒ بقرائے کی عبارت اس کے متعلق نقل کر کے اصل مطلب عرض کرتا ہوں
شیخ شجرہ کمال الدین بقرائے فرماتے ہیں قوله والھجرة قائمة علی حدھا الاولی
لما كانت حقيقة الهجرة ترك منزل اخر لم یکن شخصیہا الهجرة الرسول صلوا
علیہ وسلم من مکة الی المدینة ومن تبعہ محرراھا من حدھا اللغو واذاکا
کذلک کان مرادہ من نقائھا علی حدھا الاول صدقھا علی من خارج الیہ والی الامامة
من اهل بیتہ علیہ السلام فی طلب دعوی اللہ کصدقھا علی منھا جہا الی الرسول
وہی معنایا ترک الباطل الحق کقولہ ومن یواجہ فی سبیل اللہ الایہ وکفوف
صلعم المهاجر من ہاجر ما حرم اللہ علیہ والمقصود من الهجرة لیس الا اقتباس
الدین وتعرف کیفہ سبیل اللہ وکذا المقصود حاصل من ایقوم مقام الرسول بعب
لا فرق الا النبوة والامامة ولا مدخل لاحد ہذین الوصفین فی تخییر
الھجرة ہر مقصد دون مقصد الایمة۔ فقہر لبقدر الحاجة شارح کی یہ کلام و
طور رد لالیت کرتے ہیں کہ جواب امیر کا مقصد اس کلام سے یہ بھی کہ وہ تفسیر کا رفع
ہو جائی اور تحقق ہو جائے کہ جلیل رسول اللہ علیہ السلام کے زمانہ میں تحقق نہیں ابھی

تحقیق اور ظاہر ہو کر رسول کے زمانہ میں جن لوگوں نے بعد ایمان لانے کے دار الکفر کو
 چھوڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں توطن اختیار کیا تو انکو حضرت صلوات
 علیہ وسلم کی معرفت اور تسلیم و انقیاد حاصل ہوئی تو اس اعتبار سے وہ لوگ مہاجرین ہی
 ایسی خداوند تعالیٰ کے لئے ہجرت کیا اور انکو مہاجرین کے نام سے ذکر کر کے شرف فرمایا
 تو جب انکا مہاجر ہونا مستحسن ہو گیا تو سیراد کی ایسی کسی حالت مستطرہ کی ضرورت نہ رہی
 نہیں یہی اور نہ اور کوئی موقوف علیہ ہے لیکن اس قرن کے بعد کے لوگ جو امام کے
 زمانہ میں ہجرت کریں گے انکا ایسی بموجب اس قول کے اس امام کے معرفت ضرور
 ہوگی پس لیکن اگر ظن دقیق سے دیکھا جاوے تو تخصیص اس امر کی کہ معرفت امام موجود
 شرط ہجرت ہے بالکل غلط ہے کیونکہ مشاہدہ تو شرط نہیں اخبار بکتفی ہی توجیس گذشتہ
 ائمہ میں سے ہی کسیکو پہچان کر بلاکہ نبی ہی کو پہچان کر ہجرت کی جا سکتی تھی مہاجر ہونے
 اور جملہ ولایت علیہ السلام بعد ازین ائمہ میں سے تخصیص سےی الحجۃ المہاجرین
 دلالت کرتا ہی کہ معرفت لاعلی سبیل امتیں کی سبکی ہوئی جا سکتی علاوہ ازین کیا ضرور
 کہ حجت سے مراد تفسید ابن ابی کثیرہ خلیفہ ہو بلکہ حجت سے مراد حکم خداوندی ہی جو نبی
 اور خلیفہ نے پونچھا یا اور ایمان کی طرف دعوت کی جو شخص اس حکم خداوندی کو چاہیاد
 کر دے ہی پونچھ پانچا نی اور ایمان لا کر دار الکفر سے قطع تعلقی کر کے دار الاسلام میں آباد ہو
 وہ مہاجر ہے چنانچہ عبارت آئندہ کہ سیر دلالت کرتی ہے ولا یقعہم لاسیما
 علی من بلغۃ الحجۃ پس اسکا حجت سے خلیفہ مراد لینا خود غلط ہے۔ ان حسب اشار
 اصل میں خط انہ بالیعنی القوم الذین الخ مین صدق و محض حق ہی جو مثبت حقیقت
 ملافت خلفائے ثلاثہ ہی اور بجائی خود امام کو حجت عطا کر ہی رکھا ہی جسکی نہ پچانی سے
 مہاجر ہونا باطل ہوتا ہے اور یہ ہی اعتراف ہی کہ جناب امیر نے خلفائے ثلاثہ کو خلفاء
 استغفانون کا نام اور سیر واقع نہیں ہونا جسکو حجت پونچھ سکتی ہو

نہیں ماما تو لازم آیا کہ حضرت امیر مبنی ہاشم و زبیر و غیرہ مہاجر نہ ہی اور میں کم بعرف
 امر زمانہ کی دعید میں زیادہ نہیں تو شش ماہ تک حسب عتارف فاضل مجیب و ظہر
 ہوئی۔ تجب یہ ہی کہ ہاجرین ہوئے میں تو یہ تصرف کیا لیکن انصار ہونے
 میں کچھ کیوں نہ تراش گیا۔ شارح ابن ہشیم کی کلام سے جو اس خطبہ کے متعلق ہر
 مسلم و مومنا کہ اس جملہ میں ہی آپ کہ حضرت رسی نے قطع و برید فرمائی ہی ہر تشرین
 البتہ میں والکلمہ وما قبلہا وما بعدہا وهو قولہ یقیر اسم الهجرة الى قولہ قبلہا
 ملقطہ منقطعہ اب آپ گزراں کہ ہی ملائم فرمایا پھر اور اپنی سند لائے کہ ہی پھر **قولہ** جناب
 امیر عیسا م حجت خدا ہتی اسی کلام جامع مانع فرماتے ہتی کہ مخالف کو چون و چرا
 کی گنجائش ہی نہ ہی **اقول** یہ تو حضرات کا محض زبانی دعویٰ ہے دعویٰ ہے
 جس قدر اس کو ثبوت میں تحریر فرمایا وہ فی تحقیق اس دعویٰ کو تو مثبت نہیں ان اس کی
 نفیس کو مثبت ہی چنانچہ جو کچھ جملہ و مفصلاً گذارش ہو چکا منصف بسبب کے یہی وہ
 ہی کافی دوائی ہے۔ **قولہ** انا الشوری الخ اصل میں موقعہ میں قانع میان خلعت
 خلفا سابقہ ہی اور ظاہر میں او کچھ مذہب کے موافق ہی سو اسی حجت الہی یہ ہر کیا کام
 نہیں **اقول** معاذ اللہ توبہ توبہ اصول شیعہ میں حجت الہی اور مکنا نام ہی جو ظاہر
 میں کچھ اور باطن میں کچھ اور اس کا قول خود وہ ہیں ہو ہی حضرت امیر کی کلام میں یہ
 اعجاز ہی جیسا آپ کا ظاہر و باطن کیسا نہ تھا ظاہر میں خلفا سابقہ کے ساتھ خلا و ملا
 و محبت و الفت رکھتی ہی اند باطن میں خلاف و عداوت اوس کا اثر گویا حسب غم
 حسب بسبب آپ کہ کلام میں ہی کہ اس کا ظاہر و باطن کچھ اور ہی کہ لیکن سو اسی مخلصین کے
 کہ وہ سر و نگو اور اس کا سن کچھ محال ہی اہل فہم اس تقریر ہی اس قول کے لغو اور واپسی ہونے
 کہ خلا وہ یہ ہی سمجھ ہی ہوئی کہ اصول شیعہ پر جناب امیر معاذ اللہ و حاشا عن ذلک

سبب ان کیست جابر کا کلام ظاہر میں خلا و ملا و محبت رکھتی ہی اند باطن میں خلاف و عداوت اوس کا اثر گویا حسب غم

صفت نفاق میں تمام منافقین سے بڑھ کر تھی اذکار از تو فاش ہی ہو گیا ہوتا لیکن یہ
 عقدہ کہل سے نہیں سکتا لغو نہ بالہ من ذلک - ان حضرات دشمن دوست نامہدیت
 سے کوئی پوچھی کہ یہی مہیات باتوں سے جو سے علاوہ تو میں اہمیت کی خود اپنی عقل و فہم
 و بصیرت اور الزام آدمی کیا حاصل ہے ایک بدولت ہماری فاضل مجیب اپنی اون باتوں
 کی صحت سے ثابت ہو رہیں جن میں تودہ تودہ مناتب شجاعت و شوکت بمقابلہ خلفاء
 روایت کی جاتے ہیں کہ نہ جب جناب امیر کو یہاں تک اخفا منظور تھا اور یہاں تک
 رعایت فرماتی تھی کہ محض اذکار خوشنودی کے واسطی ایسی کلام فرمائی تھی جو بظاہر
 اذکار موید ہو اور نہ حقیقت اذکار خلافت کی قانع بنیان ہو تو کیونکر ممکن ہے کہ اگر
 امور جو باعث انارہ و بیجان فتن ہوں بر ملا عمل میں لاوین تہا ہمارے فاضل
 مجیب نے اپنی زبان شریف سے یہاں ہی اس قدر اعتراف فرمایا کہ یہ کلام بظاہر غلط
 و مذموم ہے موافق ہے اور اس میں ہمارا دعویٰ کیونکہ جب ہم کو خیبر کا ہی مامور اور پانڈ فرمایا
 اور یہ کہ ہم نہیں کیا کہ لوگوں کی دل چیر کر دیکھیں تو جب ظاہر کے اعتبار سے حسب اعتراف
 سامی ہمارے موید ہے تو ہمارے ہستہ لال کے حقیقت کے لیے بس ہی خداوند تعالیٰ کو یہاں
 ہی ہماری یہی بہت ہی ایک حجت الہی کا قول سند کافی ہوگا اور اس طرح یہ کہ ظاہر میں
 اس خط کا خلفاء کو مذہب کے موید ہونا اسی وقت ممکن ہے جبکہ اس کو دلیل تحقیقی
 قرار دیا جاوے اور عدم وجدان اجماع سے بطلان خلافت پر حجت لایا جاوے اور اگر
 اس کو دلیل الزامی قرار دیں جیسا کہ علماء شیعہ نے تو ہم فرما رہے ہیں تو یہ بھی ہر موید
 ہونا ہی غلط ہوگا تو اس صورت میں آپ نے اس کو حقیقی ہونے کا اعتراف فرمایا
 و سند لہ - باقی رہا اس قول کے حقیقت قانع بنیان خلافت خلفاء ہونا ہو
 بحول اللہ کے وقتہ بخوبی ہم اس کا قلع بنیان کر چکے ہیں ضرورت ایجاد نہیں تھا
 الفاضل مجیب - قولہ - اور دوسری جگہ مذکور ہے - وانه لا يدلنا من

اسی پر اور فاجریوں نے اس لئے المؤمنین دیتے ہیں یہاں لکھا ہے۔ اقول۔ حضرت
 اہل سنت کے فہم و عقل پر تعجب ہر اہل مطلب کو نہیں سمجھتا خواہی کلام کر میں
 دیکھتا کہ قبل و بعد کا کچھ خیال نہیں کرنے جہاں لفظ امیر و خیرہ دیکھا اور فوراً سند ازا
 نقل کر دیا اور اسے زعم میں اہل حق کو جواب دیدیا آدمی کو چہ تو عقل و علم سے بھی کام لے
 چاہیے انصاف بالائمی طاعت شہوہ پر قبول الغیب و انصاف کے اصول اور
 اس کو جواب میں ہم اور کچھ نہیں صرف اس قدر یاد رکھنا کہ اس کے من کا اہل علم و انصاف
 فریقین کے مذہب کی تحقیقات کا اصولاً و فروغاً عموماً اور ہماری اور ہماری فاضل
 مجیب کے تقریرات کا خصوصاً سوا نہ کر کے دیکھیں اور جو کچھ امر واجب انصاف سے اور
 سمجھ میں آدے فراوان۔ **قول** اب ذرا انصاف فراوان کر اگر آپکا یہ تو ہم صحیح ہو
 تو اس پر لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ جناب امیر علیہ السلام کے نزدیک عدالت ہی بشرط
 امامت نہ تھی کیونکہ آپ کی عرض اس نقل کرنے سے یہ ہے کہ ان جناب نے فرمایا ہے کہ آدمی کو
 امیر نیک یا فاسق و فاجر سے چارہ نہیں پس اگر عصمت شرط امامت ہوتی تو فاجر کی امامت
 امامت کیوں صحیح ہوتی حالانکہ جناب امیر نے فاجر کی امامت صحیح فرمائی و فاجر معصوم
 نہیں اگر یہ بات درست ہے تو باوجود ادعائی متک اہل بیت حضرات اہل سنت عدالت
 کو قید کو وقت انصاف ہی کیوں نہ ہو کیوں لگائی میں چنانچہ آپ کا خاتمہ الحمد میں تھیں کہ
 میں اگر وقت انصاف باید کہ ترک کیا پر مصر میرے حقیر نہایت کہ کھنی عدالت است
اقول مناظرہ و ناظر روزگار و رباب قانون توجیہ دستمال کہاں ہیں جو ہماری
 قانون مجیب کے ادعائی مناظرہ وانی کا تماشا دیکھیں کہ حضرت کو اپنی منصب کا بھی
 ہوتے نہیں رہا بندہ نے ابھال نظر لیا کہ اس کے لیے الزاماً بیع البلاء کی ایک عبارت
 ملے اور یہ کہ مراد ہے کہ لوگوں کے لیے امیر جو ایک ہو یا فاجر مومن اس کی اور میں اس کے
 اور کا مراد ہیں مانہ اور ہے۔

قتل کے تھی جس سے صاف مستحق ہونا ہوگا ماسک کے لیے عصمت وغیرہ تو ایک طرف
 عدالت پہی شرط نہیں ہے کیونکہ فاسق و فاجر کی ماسک کو جناب امیر نے بزرگ شیعہ شہر رہی
 تسلیم فرمائی اور فرما تو ہیں واللہ لا بد للنا من ما یدبر و افاجر اس کے جواب میں سہارے حضرت
 فاضل مجیب ارشاد فرماتے ہیں (اگر اگر آپکا یہ تو ہم صحیح ہو تو لازم آتا ہے کہ یہ خدا و شہ
 جناب امیر علیہ السلام کے نزدیک عدالت پہی شرط مانتا ہو) میں کہتا ہوں کہ یہ تو ہم
 نہیں بلکہ وہی مضمون ہے جو اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ بزرگ شیعہ جناب امیر کی
 نزدیک عدالت پہی شرط مانتا نہیں پس اسکا لزوم آپکی ہی مخالف و مغربی نہ ہو اور
 آپ ہی اسکو جواب دہ ہیں نہ ہم تو اس لزوم سے آپکا ہلکا کرنا یہ آپکی مناظرہ دے اور کمال عقل
 و فہم کی دلیل ہے۔ ہم ہی خود اسی لزوم کے لیے نقل عبارت کی ہے رہا اہانت بالنام
 دینا کہ جب تم ہی یہی شک اہانت ہو تو کیا یہ الزام درباب تعارض عدالت تمہاری
 ہی مخالف ہے اور زیادہ عقل و فہم سامی کا اندازہ بتانا کیونکہ جب یہ لزوم محض پنج اہانت
 کی عبارت سے ہے تو اس سے اہل حق کو الزام دینا سراسر خلاف عقل ہے ہم کہتے ہیں
 کہ جو آپ کو رضی صاحب نے نقل کیا ہے وہ صحیح ہے قولہ اگر فرمایا کہ سنی الزام یہ روایت
 پیش کے ہے جو اعتراض امیر ہوگا اسکو جواب دہ شیعہ ہیں نہ اہانت **اقول** یہ
 تو صاف ضحک تھا کہ یہ الزام عرض کیا گیا ہے ہر سنی میں اس حشو و ثفل سے کیا فائدہ ہو
 مان اس کلام سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ پہلے تو بزرگ خود جواب لکھا اسکو بعد منہ ہوا
 اور آنگاہ کہلی تو کلام ہوا کہ یہ جواب تو کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ خضر الزام دہی رہا ہے
 تو اسکو اس طرح پھر اسوا سکی کیفیت ہی آئندہ ملاحظہ ہو۔ **قولہ** اسکو جواب
 بین گذارش ہے کہ اول تو کتاب پنج اہانت ثقات اہانت مثل فوجی و تقاضا و بیعت
 لاہوری دگذاوردنی کے اعتراف سے جناب امیر کی کلام سے ہے **اقول** سبحان
 ثقات اہانت کے اعتراف سے پنج اہانت کا کلام جناب امیر ہونا اب ضرورت

موجودہ کتاب میں ان کے کتب و تصانیف کا ذکر ہے۔
 ملاحظہ فرمائیں کہ یہ کتابیں کتب و تصانیف کے تحت
 درج ہیں۔

وہ بھی جو حالانکہ ہمیں اگر فاضل شہر ابن شہیم شارح منہج البیان کے احقران سے ثابت کر دیا کہ
 کراویہ میں جا بجا حضرت رضی صاحب کے طرف سے خط و ضبط و حدیث و احادیث و روایات ثابت ہو
 پس کیونکر ممکن ہو کہ اہل سنت جو کلام حق و باطل کے امتیاز کے لیے نقاد و معیار میں آکر
 خالص کلام جناب امیر کا تسلیم کر لیں اہل سنت کے ہول حدیث کا عام قاعدہ ہو
 کہ جس روایت کے سلسلہ سند میں کوئی راوی اگر غیر ثقہ واقع ہو تو اس کو صحیح نہیں
 سمجھتی پس منہج البیان کی روایت جو صرف بواسطہ حضرت رضی صاحب کے ہی
 اس کو کیونکر کلام جناب امیر کا باور کریں گے۔ علیٰ خصوص اس میں حدیث جابر اور دیگر عقیدہ کا
 کیفیت و دعوت پائی جاتے ہیں۔ مان نیچہ ابلاغہ کو جناب امیر کی ایسی کلام صحیحین تو
 کچھ یہ نہیں جیسا کہ نورات و تحفیل کو جو آب و ہود و نصاریٰ کے پاس سے یا بعد
 تحریف کے تھی کلام خدا و خدا کی سمجھتی ہیں۔ اور آپ کو یہ تسلیم کچھ پیچیدہ نہیں ہو
 قولہ ثانیاً اہل سنت کے اور کیا زمین یہ کلام جناب امیر علیہ السلام سے وارد ہی
 جہاں شہرستان کے کتاب محل ترجمہ خارج حکم میں لکھا ہے و لما سمع امیر المؤمنین
 علی رضی اللہ عنہ ہذا الکلمۃ قال کما عدل یراد لہا جور انما یقولون الامارۃ و
 لا بد من امارۃ بے ادعا جو اور دشمنین نے اسے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول الخیر علیہ
 السلام ہی اخرج الیہم عن علی بن ابیطالب قال لا یصلح الناس الا امیر بر او فاجرا
 اور اس کے وجہ سے بیان فرما کر ہے ہمیں صرف اشارہ کر دیا ہے آپ سے یہ مذکورہ کا یہ قسم
 بلا خطہ فرما میں ثانیاً اہل سنت نے مثل اسی کلام کے حضرت رسول اللہ علیہ السلام
 سے ہی نقل کیے ہیں جہاں کثر العمال کے کتاب الامارۃ حرف الالف میں تحریر ہے۔ لا یدل الناس
 من الامارۃ و ادعا جہا فاما البدرۃ فقد لای فی القسم و تقسم بیکم بالموت و اما الفاجرة
 بیستے فیہا المؤمن و الامارۃ خیر من المخرج قبل یا رسول اللہ و ما المخرج قال القتل و
 الذنب طیب عن ابن مسعود۔ انتہی اب فرمائی کہ اگر کوئی ان دو باتوں سے دلیل لائی

کہ جناب امیر علیہ السلام و جناب سوا خد اعلیٰ اللہ علیہ السلام نے فحی کے امارت و حلت
 جائز فرمائی اور رقم عدالت کی قید کو وقت نصب ہی ہو کیونکہ لگائی ہو تو آپ کیا
 جواب فرمائیں گے کیونکہ یہاں باب تاویل خود جناب نے ہی بند کر دیا ہے جب مملہ جو جواب
 اب عدالت کے شرط قائم رکھنی کے واسطے فرمائیں وہی ہماری طرف سے عصمت
 میں قبول فرمائیں۔ **اقول** اللہ اکبر ہر چیز کے خاطر بخیر است و اللہ اعلم
 پر وہ تقدیر پدید ہو یہاں تو ہماری فاضل محبت نے اپنی شرط عصمت کو خود اپنی ہاتھ
 جڑ کاٹ ڈالی۔ تفصیل اس حال کے یہ ہے کہ اگر سچا امارت برہ اور فاجرہ ہماری روٹھا
 سے ثابت کر کے فرماتے ہیں کہ یہ جیسا عصمت کی سنا فی ہر دیا ہی عدالت کو
 مخالف ہے جو معتقد علیہ السنہ ہے پس جو جواب عدالت کی طرف سے السنہ دیوں
 وہی جواب نتیجہ کی طرف سے عصمت کے بارہ میں قبول فرمادیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہی
 جواب ہماری فاضل محبت کو عصمت کے باہین تسلیم ہو گا خواہ اس جواب اس عصمت
 باقی ہی یا نہ ہو۔ پس واضح ہو کہ جو مذہب اہل سنت کا اکثر احوال عدالت کی نسبت ہے۔
 اس کو یہ روایات ہرگز مخالف نہیں ہیں اول روایات کے الفاظ میں نامل کرنا چاہیے اور
 یہ مذہب السنہ کو سمجھ کر اس کے مطابق کرنا چاہیے روایات کے الفاظ سے صاف ظاہر
 ہے کہ امارت ضرور ہی خواہ برہ ہو یا فاجرہ اور امیر ضرور ہونا چاہیے خواہ برہ ہو یا فاجرہ اور وقت
 ضرورت و احتیاج اگر امیر برہ ہو سکے تو فاجرہ ہی ہونا چاہیے مثلاً کوئی شخص فاجرہ اپنی غلبہ
 و ستیلا کی وجہ سے امیر ہو گیا یا اہل حل و عقد نے کسی پر کو امیر بنایا تھا اور بعد امارت کے
 وہ فاجر ہو گیا اور جو پیشہ ہو گیا تو ایسی وقت میں اس امارت فاجرہ کو ہی تسلیم کیا جاوے گا
 کیونکہ اس کے رفع میں نافرہ قتل و قتال متضمن افتاد نفوس تغل ہو گا جو بہ نسبت اس
 امارت کے مفاسد کے اشد ہے۔ جب مملہ اس وقت اس امارت کو لایہ بیت جو لفظ لایہ ہی
 مفہوم ہوتی ہے صادق ہے پس اب ہم مذہب اہل سنت میں اکثر احوال عدالت کی

حسب ارشاد و تحقیق جواب ہم امارت کی طرف سے سنہ دیوں
 قبول کرنا نہایت صحیح معلوم ہے۔

نسبت تامل کرتے ہیں تو معلوم رہتا ہے کہ شتر اطراف عدالت اس سنت کی رد ایک ہفتہ
 کے ساتھ مخصوص ہے جبکہ اہل اہل عقد ماحیا خود دہشتہ کسی شخص کو امیر بنادین اور اگر یہ ہفتہ
 ہو تو انفرادی عدالت کے یہی شتر اطراف عدالت نہیں ہے بلکہ وہ امارت فاجرہ ہی منعقد
 ہو جائیگی اور انواع و اقسام کے غنیمت خراج اوسکو ادا کرنے سے ادا ہو جائیگا اوسکی ساتھ
 ہو کر جیاد و چساک کہا جائیگا اوسکی غنیمت و مال ادا کرنے و سپایا وغیرہ سب حلال ہوگی غرض
 اس تقریر سے یہ ثابت ہوا کہ یہ روایات نہ سب اہل حق کے درباب شتر اطراف
 منافی ہیں اور نہ اہل حق کے نزدیک شتر اطراف عدالت بالعموم ہے بلکہ صورت اور اہل
 وقت میں شتر عدالت راقہ ہو جائے ہی اور امارت عمر عادلہ منعقد ہو جائے ہی جبکہ
 شتر اطراف و شیت کے بار میں یاد آتا ہے کہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں یہ بھی
 کہا ہے پس حسب کم حسب کم جب ہم اس جواب کو جو ہم نے شتر اطراف عدالت کے بارے
 میں اس مسئلہ کی طرف سے یہی اصرار محیب کی طرف سے قبول کرتے ہیں تو اسکا حاصل
 یہ نکلتا ہے کہ ہماری افاضل محیب کے تمام بیہ عصمت کی مسئلہ میں اس امر کے معتقد ہیں
 کہ شتر اطراف عصمت علی العموم ثابت نہیں ہے بلکہ اگر کوئی شخص منہ خداوندی کا چہ
 اہل حال و مقام نام نہ لودہ معلوم ہوگا اور اگر کوئی شخص بدون رضامعیت اختیار ہی اہل
 حلال و حلال علی ریاست ہو اور دارالاسلام پر اپنا تسلط و سبیلہ کرے تو اسکا اثر
 مادہ جو کہ عصمت کے یہی منعقد ہو جائیگا اور مادہ جو عدم عصمت کے اسکی امارت منعقد
 ہوگی کہ حسب حال و اقتضا و عند خیر و خراج و صفات و قسمت ختم و غیرہ حلال ہوگی
 اور ظاہر ہے کہ عصمت کے لیے ہی نفس کی ضرورت ہے جب شتر اطراف عصمت مرتفع ہو گیا
 تو نفس بھی مرتفع ہوئی پس حسب ارشاد اپنی فاضل محیب کے شتر اطراف عصمت میں اس
 جواب کو کہ ہم نے اسکی طرف سے ہدایت شکر گذاری کے ساتھ قبول کر لیا اور اگر اپنی اس
 قول مستقیم ہوگا اور اس سے نہیں ہو سکتا کہ ذہب نتیجے سے ہو چکا اور اسکا فاضل

تسلیم کر چکے اور نے الواقع وہ مذہب اسی لائق تھا قولہ یہ جواب تو الزامی تھا
اب بطور حل گوش توجہ سے بیٹے یہ کلام بلاغت نظام خوارج لئام کے مقابلہ میں روا
لقوٹم کہ بارادہ باطل کہتے تھے لاحکم الا للہ صادر ہوا ہے کیونکہ کج البلاغہ میں ہکا
عنوان اس طرح مسطور ہے ومن کلام لہ علیہ السلام فی معنی الخوارج لما سمع
علیہ السلام قولہم لاحکم الا للہ فقال کلمۃ حق یراد بہا الباطل نعم لاحکم
الا للہ ولكن هو لا یقولون لا امرۃ وانه لا بد للناس
من امیر بر او فاجرا الخ جناب امیر نے جب اس کا یہ قول لاحکم الا للہ سنا
تو فرمایا کہ یہ کلمہ حق ہے مگر اس سے باطل مراد لی گئی ہے خوارج نے اسکی اصل معنی ہی نہیں
سمجھی اور باطل میں سے جھگڑا کر لیا گیا ہے کہ ہکو رئیس کی متابعت درکار نہیں اسکے جواب میں
فرمایا لا بد للناس غرض اس سے یہ ہے کہ چونکہ انسان مدنی الخلیج ہے اور بدون مشارکت کسی
نوع اسکے کام تمام نہیں ہوتے اور مشارکت واجتماع بدون سیاست منجر بفساد و فساد ہوتا ہے اور
جانوں مالوں کی ہلاکت کا سبب ہوتا ہے پس انسان کی جبلتی یہ بات ہے کہ بدون رئیس امیر کو خوا
نیک ہو خواہ بد زندگی بسر نہیں کر سکتا اور مطلق امارت انکا انکار بدیہی امر کا انکار ہے چنانچہ
ہی سبب تھا کہ باوجود اس انکار زبانی کے عبداللہ بن وہب کو اپنا امیر کر لیا اور بدون امیر
کام نظم نہوا چنانچہ ابن ابی الحدیدؒ لکھا ہے انہم کانوا فی بدو امرہم یقولون یدھبون
الے انہ لا حاجۃ الی الامامۃ ثم رجعوا عن ذلک القول لما امروا
عبداللہ وھب الراسی انتہی قول اب ہم اس حل کی بھی قلعی کہولی دیتے ہیں ذرا گوش
توجہ سے بیٹے کہ شیعہ کے نزدیک حسن و قبح عقلی بین عقل جسکے حسن کی شہادت دے وہ
حسن ہے اور جسکے قبح کی شہادت دے وہ قبح ہے چونکہ آپ کو اسکا اعتراف صحیح شروع
بسالہ میں اہل حق پر حسن و قبح شرعی ہونے کی نسبت طعن فرمایا ہے تو اسلئے
حاجت نقل روایات و تقریحات طاہفہ نہیں ہے اب ہم مطلق امارت کو بدعتی میں توہم عقل

ارشاد جناب امیرؒ لکھا ہے انہم کانوا فی بدو امرہم یقولون یدھبون
انہ لا حاجۃ الی الامامۃ ثم رجعوا عن ذلک القول لما امروا

نہایت ضروری معلوم ہو ہے اور چونکہ انسان دنیا بطریق ہی اہم امور کا تفہیم
 و اجتماع بدون متارکت بنی نوع کے ممکن نہیں اور متارکت و اجتماع بوجہ اختلاف طبائع
 منجہ بفساد ہی تو سیاست لابدی ہی جو بدون امارت حاصل نہیں ہو سکتی تو امارت
 خواہ جائزہ ہو یا عادلہ انسان کے لیے لابدی اور ضروری اور واجب عقلاً اقسام حسن میں
 داخل ہی بلکہ اقسام حسن میں ہی اعلیٰ قسم ہے کیونکہ اس کی اقسام میں سے مندوب و غیر
 ہی میں پس جبکہ امارت مطلقہ خواہ عادلہ ہو یا فاجرہ حسن ہو لی اور حسن میں ہی اعلیٰ درجہ کے
 یعنی واجب ہوئی تو پھر خلاف حکم عقل کے حکم شرع سے وہ قبیح اور ناجائز اور مہمل نہیں
 ہو سکتی اور نہ حکم شرع بمقتدا حکم عقل کے جو یہ بھی ہی حسب احوال قوم مسموع ہو سکتا ہے
 مان بہرہ ہی چونکہ مرتبہ شکیک کو بہت گنجائش ہے تو اس کی اعتبار سے یہ ممکن
 ہی کہ فیما بین ہر دو قسم امارت یعنی عادلہ و فاجرہ کی شکیک ہو اور امارت عادلہ امارت
 فاجرہ سے اولیٰ و احسن ہو چنانچہ عقل سب کو استحقاق کے ہی بالبدست شہادت دیتی ہے
 جسکا کسی ساقی کو انکار نہیں اور اگر فاضل مجیب پاؤں کو کسی ہم مذہب کو یہ شبہ ہو کہ امام
 برحق کے ہونی امام جائزہ کے ضرورت اور اسکا لابدی ہونا غیر مسلم سے واجب ضروری
 نہ ہوئی تو قبیح ہوئی تو اسکا جواب یہ ہے کہ اول تو اس صورت میں بلکہ عبارت خطبہ کے
 لفظ اول ہو جائیکہ کیونکہ ہم پوچھتی ہیں امارت مطلقہ خواہ عادلہ یا فاجرہ ضروری ہی
 یا غیر ضروری۔ اگر ضروری ہی تو نہ عاجل حاصل اور اسکی ضرورت سے انکار باطل اور اگر غیر ضروری
 ہی تو خطبہ میں صریح امارت برہ یا فاجرہ کو ضروری کہنا غلط اور گنہگار ہو اور نیز اسکی
 ضرورت کا الہی اعتراف کہ چرچ میں اسکی منافض ہو گا دوسری یہ کہ امام کے غیبت میں
 علیٰ الخصوص جبکہ غیبت کبر کے حاصل ہو تو اسوقت بدامتہ عباد امام برحق کی سبقت
 کرنے میں عاجز ہیں اور اسکو کسی تدبیر و حلیہ سے عاجل نہیں کر سکتی چنانچہ اس نے
 اس میں بدعت نہیں لکھو کہ امام نہیں مگر ان ملا الامان ایران کو مقرر میں امارت الہی

لایہی ہی کہ بدون اوسکو مدت طویل ہی گزارنا دشوار ہی تو اگر امارت فاجرہ کی پہلی وقت
 میں ہی ضرورت نہوگی تو کس وقت ہوگی اور ثابت ہوگا کہ مطلق امارت سیاست کے کچھ
 ضرورت نہیں علاوہ ازیں اگر بالفرض نام ہی موجود ہو لیکن کوئی شخص کسی جیلہ پیر
 سے کوئی نہ کوئی اپنی طرف راجع کر لے اور میرین جہاد اور امارت پر ایسا احکام پیدا کری
 کہ اگر اسکی غل کا نام ہی لیا جاوے تو بیجا بن قتل و دھارن حوادث محض اس کے نتیجہ میں
 ہوں تو یہی وقت میں شو کوئی تسلیم عقل اسکی ضروری ہونیکا انکار نہیں کر سکتا تو جب امارت
 مطبقہ عقلاً لایہی اور جن ہوئی تو لامحالہ شرعاً ہی حسن ہوگی کیونکہ برخلاف حکم عقل
 شرعاً قبیح نہیں ہو سکتی اور جب عقلاً اور شرعاً لایہی اور جن ہوئی تو کم از کم اتنا تو ضرور ہوگا
 کہ ضرورت کی وقت میں منعقد ہو جاوے اور شرعاً و عقلاً اوس پر احکام ثابت کر جاری
 ہوں اور جہاد و قسمت غنائم وغیرہ میں اسکا حکم شرعاً نافذ ہو اور شرعاً اسکی اطاعت
 واجب ہو اور سوم اولی الامر میں شمار کیا جاوے چنانچہ مذہب اہل سنت کا یہی اس بارہ
 میں یہ ہے کہ ایسی امارتیں ضرور منعقد ہو جائے ہیں اور شرعاً و احکام امارت جاری
 ہوئی ہیں اور انکی اطاعت واجب ہوتی ہے اور اگر خود ان ہی الفاظ میں جو انھیں پہنچا
 میں ہیں نازل کیا جاوے تو مفہوم یہاں ہی کہ جناب میر نے اس کلام میں کہ یدل الناس من
 اعدائہم فواجہ فرمایا مسلمہ و کافر نہیں کہہ پایا حالانکہ انسانی ضرورت ہوتی میں امارت مسلمہ
 اور کافرہ دونوں پر میں ببسیاست اوس کی حاصل ہوتے ہی کافرہ ہی یہی حاصل ہوتی ہے
 اور نظام و اجتماع دفع فساد و افساد جیسی اس سے مقصود ہی اس کی ہی مقصود ہی باوجود
 اسکی حضرت امیر نے کافرہ نہیں فرمایا کیونکہ کافر کے امامت کی سطح صحیح نہیں ہے
 و لا یجوز للکافر علی المؤمنین سبیلہ و ارشاد ہی اور مسلم کے امامت کو فاجر
 ضرور منعقد ہو جاتے ہی اور یہی ہی مذہب اہل سنت کا یہی جو موافق ارشاد جناب امیر
 ہی بخلاف مذہب شیعہ کے کہ انکی نزدیک کسی مومنج امامت کیسا ہی متفقہ و برہیز گار بلکہ

اور اگر اسکی ضرورت
 ہوگی تو کس وقت ہوگی
 اور ثابت ہوگا کہ
 مطلق امارت
 سیاست کے کچھ
 ضرورت نہیں
 ۱۲۰۵

قرشی فاطمی حسنی ہو اسکی امامت علاوہ ایہ اثنا عشر کے ہرگز صحیح نہیں اور کیسے
 ہی ضرورت کے وقت میں ہو منعقد نہیں ہو سکتی سوائے ایہ اثنا عشر کے کوئی شخص
 واجب الاطاعت نہیں ہو سکتا اور نہ اس کے ساتھ ہو کر جہاد جائز ہے اور جو سببا یا اموال
 کفار کے اسکی جہاد سے حاصل ہوں نہ وہ حلال ہیں اسلئے حنفیہ وغیرہ وغیرہ کی
 بابت علامہ شیعہ مبتدائے تشویش ہیں بہر حال اس تقریر سے ثابت ہوا کہ یہ مذہب
 حضرت م کے ارشاد کے سراسر منافی و مخالف ہے اور جناب امیر کے اس ارشاد سے
 بطلان عصمت واضح طور پر ثابت ہے مگر اس کے سمجھنے کے لئے بھی عقل بنایا جائے۔
 واللہ التوفیق قولہ بالجہاد اس قول سے جناب امیر کی غرض یہ ہے کہ انسان
 کو باعتبار اس کے مدنی الطبع ہونے کے امیر سے چارہ نہیں نیک ہو یا فاجر اس سے یہ قیاس
 نہیں کر سکتے کہ امام مصطلح شرعی جو نائب رسول سے مراد ہے وہ بھی فاجر ہو سکیں
 یہ کلام بلاعت نظام جناب امیر نقیض انسان کے بیان میں ہے نہ حکم شریعت میں
 اقول ہمارا مدعا بھی اسی غرض سے جو جناب امیر م کی اس کلام سے حاصل
 ہے کیونکہ جب کوئی فرد امامت میں سے ایسی ثابت ہوئی کہ جو باوجود عدم عصمت
 کے بھی منعقد ہوئی تو آپ کا دعویٰ عصمت باطل ہوا اور ہمارا مدعا ثابت ہوا باقی رہا
 خلیفہ راشد اور امام مصطلح کا فاجر نہ ہونا سوائے ہم ہی معتقد ہیں بیشک ناسق و فاجر خلیفہ
 راشد ہو گا لیکن یہ کہ مستانزم نہیں کہ معصوم ہو کیونکہ عصمت اور فسق و فجور کے درمیان میں
 مراتب کثیرہ ہیں اور نہ خلیفہ راشد کا فاجر نہ ہونا اسکو مستانزم ہے کہ غیر راشد امام با امامت عامہ
 نہ ہو سکے مگر یہ کہ علی سبیل التفرل ضرورہ اسکی امامت منعقد ہو جائے اور اس کے منافع دینی
 و دنیوی حاصل ہوں اور کچھ نہ ہو تو انتظام و سیاست و شوکت اسلام تو ضرور حاصل ہوئی غرض
 انسان کو باعتبار مدنی الطبع ہونے کے جب امیر نیک یا فاجر سے چارہ نہیں تو جناب امیر کا یہ ارشاد
 اگرچہ نقیض انسان کے بیان میں ہو لیکن تاہم مستانزم حکم تشریع کو ہو گا اور تشریع اس امر کی

جو بروئے عقل انسان کو لازم و متعمد ہے مخالف عقل نہ ہوگی چنانچہ فی الواقع ایسا ہی ہے کہ
تشریح اسکے خلاف واقع نہیں ہوئی بلکہ جا بجا روایات ہر اسکی تائید و تقویت ثابت ہوتی
ہے اسوقت صرف ایک ہی روایت پر اکتفا کرتا ہوں ابن بابویہ قمی نے خصال میں روایت
کی ہے عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ثلثة یدخلہم اللہ الجنة بغیر حساب
وثلثة یدخلہم النار بغیر حساب فاما الذین یدخلہم الجنة بغیر حساب
فاما عادل و تاجر صدوق و شیخ افی عمرہ طاعة اللہ عزوجل و اما
السلالة الذین یدخلہم اللہ النار بغیر حساب فاما جائر
و تاجر کذاب و خبیث فان اس روایت سے صاف واضح ہے کہ اس میں جزا و سزا کو عدل
و جور کے ساتھ جو بعد امامت کو فصل خصوصیات وغیرہ میں پیش آتے ہیں منوط و مروط قرار پاتا
اور اصل بنیاد و بنیاد یعنی انعتاق و امامت جائزہ کی نسبت کچھ نہیں فرمایا اول واجب تھا کہ اسکی
نسبت عدم انعتاق و بیان فرماتے اور لوگوں کو ہدایت کرتے کہ اس سے منع و قطع کر دیں اور امام
جائز پر خروج کریں جب یہ نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ امامت جائزہ جیسی کچھ ہوتی ضرورہ متعقد
تو ہو گئی اب اُسکے مفاسد سے جو آئندہ محتمل ہیں کہ امام جائز سے صادر ہوں اسکو تحریف
و تہریب ضروری ہوئی۔ علاوہ ازین یہ جو حضرات شیعہ کی عادت ہے کہ جہاں
کہیں لفظ امام کا اپنے مذہب کے مخالف دیکھا اُسکے معنی لغوی لینے پر تیار ہو گئے
اس حدیث سے وہ بھی باطل ہو گیا اور ثابت ہوا کہ امام فاجر ہے یا امامت عامہ نہ بابائے
خاصہ را شدہ لفظ امام مطلق کا مصداق ہے۔ کیونکہ لفظ امام اپنے معنی اصطلاحی شرعی
میں حقیقہ شرعی ہے اور عدول حقیقہ سے تا وقتیکہ کوئی قرینہ صارفہ ہو جائے نہ یہ کہ تھوڑا سا
امام ابو عبد اللہ سے مروی فرمایا تین شخص ہیں جنکو اللہ تعالیٰ بلا حساب جنت میں داخل کرے گا اور
تین ہیں جنکو دوزخ میں بلا حساب داخل کرے گا جنکو جنت میں بلا حساب داخل کرے گا وہ ایک امام عادل و دوسرا شیخ سادق
تیسرا بڑا جسنے اپنی عمر بیکلامت میں مناکردی ہو اور جن کو دوزخ میں داخل کرے گا وہ امام ظالم اور ہونا اور اگر وہ ظالم

مخصوص اپنی خواہری پچھو ل ہوئے ہیں پس ظاہر ہے کہ اس جگہ بالمقابل اول لفظ امام
 عادل اور امام جائز واقع ہیں پس ان دو نو لفظوں سے پھر وہ جگہ معنی لغوی مراد ہیں اور یہ
 باطل ہے کیونکہ اول تو کوئی قرینہ نہیں جو حقیقت شرعیہ سے صاف ہو علاوہ اذین جو ظاہر
 و خلا کر عادل گزری ہیں جبکہ اب تک عدل ضرب المثل ہے مثل کسریٰ از شیران و غیر
 بن خطاب صریح اللہ عنہ و غیر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ وہ سب بر خلاف مرعوم امامیہ
 اس و عدل کی سختی ہوا اگر ایک جگہ معنی اصطلاحی اور دوسرے جگہ معنی لغوی مراد ہی جائیں
 تو یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ وجود قرینہ جو صاف عن حقیقت ہو غیر مسلم جو علاوہ اذین تقابل
 صحیح نہیں ہو گا بلکہ خود تقابل قرینہ ہے اور اس سر پر مال ہے کہ جو معنی لفظ امام اول کے ہنگام
 وہی ثانی کے ہونگی اور تقابل کے بطلان سے کلام درجہ فصاحت سے ہی نہیں گریگا بلکہ اصل
 ہو جائیگا تو اب متعین ہوا کہ وہ جگہ معنی اصطلاحی ہی مراد ہیں۔ چونکہ اور کوئی محتمل ہے
 نہیں اور یہیں پھر وہ جگہ معنی اصطلاحی ہونے پر جوہ الفقہ و خلافت اندر جوہ کے جوہ پر حقیقت
 آفت مذہب شیعہ پروانہ ہوئی ہے محتاج بیان نہیں چونکہ اس تحریر میں اطناب ہوتا جاتا ہے
 اسلیں ہم اس کے شرح و بسط کو کسی دوسری وقت پر منحصر کرتے ہیں۔ **قول** اور اگر
 معاذ اللہ یہ بات جائز ہوتی تو فرمائی کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے یزید کی بیعت
 کیوں نہ کی اور کیوں شہید ہوئی بلکہ اصلی بات یہ ہے کہ انسان کو حاکم سے چار زمین
 امام معصوم کو جب رعایا برابری امور میں ممکن نہیں اور اس سے منازعت کر کے اس کے
 اصلی مقام سے طاعت کرین تو اس صورت میں حفظ نوع انسانی حصول انتظام امور
 کی گودہ کیسا ہی ہو امیر و حاکم سے گریز نہیں **اقول** کیونکہ حضرت اور اگر معاذ اللہ
 یہ بات جائز نہ ہوتی تو اول الامور علیہم کون خلفاء ثلاثہ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی
 اور کیوں ان سے مثل امام ثالث رضی اللہ عنہ کے مناقشہ کر کے جنگ نہ کا رزار گرم نہ کرنے
 یہاں تک کہ یا اپنی حق کو پہنچتی یا مثل جناب امام ثالث کے شہرت شہادت چکا ہوتی

اور نیز اگر خداوند یہ بات جائز نہ ہوتے تو کیوں جناب امام ثانی رضی اللہ عنہ امیر معاویہ
 خلافت تسلیم کر دینی اور کیوں اس سے بیعت کر لیتے اور باوجود وعدہ و وعید کیوں
 جبراً ان قتال نہ کر کے یا اپنی حق کو پاگالتے۔ یا درجہ شہادت پر پہنچتے اور بعد ان
 اس شعر کے ہوتے بیعت و رشتہ بدست رہ برن بدست و شقت و طلب نہ
 ع حفظت شیئا وغایت عنک اشیار۔ افسوس کہ ایک ایک امام ثالث کا یہی
 قصہ یاد رہا اور امام اول ثانی کا فراموش ہو گیا یہی ہم ہی انکو یاد دلادیا کہ بیعت
 مثل خمیس علاوہ ازیں جبکہ دلائل و بنیات واضحہ سے اس بات کا ضرورہ جائز ہونا
 پہنچ حاصل اصول امامیہ ثابت کر دیا تو اب اسکی ہی جواب وہ اہل تشیع ہی ہونگو
 معہذا حاصل اس دلیل کا جو ہمارے فاضل محبت نے عدم انعقاد بیعت امام جائز کی
 نسبت بیان فرمائی ہے یہی کہ معاذا اللہ اگر امامت جائز نہ ہوتے تو امام
 حسین رضی اللہ عنہ ضرور بیعت فرماتے اور شہید نہ ہوتے اور جب اوہوں نے بیعت
 نفرمائی اور یہاں تک لڑے کہ شہید ہو گئی تو اس سے معلوم ہوا کہ امامت یزید حاکم
 جاہلہ تھی صحیح ہوئی تو کوئی امامت جائز نہ ہوتی نہ عدم انقضاء امامت۔ بنی
 عرض کرتا ہے کہ خود اس دلیل سے امامت یہ امر ثابت ہو کہ امامت میں جیسا مشقہ
 کرنا امام معصوم کا دلیل اور قرینہ اس کے بطلان اور عدم انعقاد کا ہی اس طرح تسلیم
 امامت اور منافقہ لنگر یا دلیل اس کے صحت کی ہے علی الخصوص اسی حالت میں ترک
 منافقہ کرنا کہ حالت عدم عجز و خوف کی ہو۔ اب ہم ائمہ کی حالات کو درباب تسلیم
 خلافت کو نظر تفصیل سے دیکھتی ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر نے انہ خلفائے راشدہ
 میں انوکھ خلافت نہ تسلیم کیا اور یہ تسلیم انقیاد بسبب عجز و بیچارگی و خوف کے نہیں تھا
 بلکہ انہ سے ہمارے ہمارے خلائقین و مطاہرین رضاء و خداوندان کائنات واقع تعین چاہتے تھے
 اس کے اول بعض خطبہ میں جو ہم ابلاغ میں شریف جہنم جمع کی ہیں بصرہ درج کر

وہ خطبہ یہ ہے ومنك لآلام لہ لما عرفوا علی سبۃ عثمان لقلہ علمتم لہ احوالہا
من غیرہ واللہ لا سلمن ما سلمت امور المسلمین ولہم بکن فیہا جورا لہم
خاصۃ التماسا لاجہ ذلک وفصلہ وزہدا فیما تافستموہ من ترخر فہ
وزہد جہ۔ اتھے اس خطبہ سے مثل آفتاب روشن ہے
کہ جناب امیر نے باوجود اپنے دعوے حقیقت الخلافہ کے جسکا مدار حسب نصوص امیہ و جہود
نفس و عصمت و انصافیت پر ہے خلافت غیر اہل کو تسلیم فرمائی اور قسم خدائے پاک کی کھاکر
فرمایا کہ میں جب تک مسلمانوں کے کام درست رہینگے اور بجز میری ذات خاص کے کسی پر جور و ظلم
نہوگا اور سوقت تک خلافت کو تسلیم کرونگا اور اوسمیں چون و چرا نہ کرونگا تو اس سے صاف
جو آپ کا نشانہ ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کے اوپر اس خلافت میں جور ہوا اور انکی
حق تلفی ہوئی تو اسوقت مناقشہ کرونگا اب دیکھا چاہیے کہ جناب امیر کے اس ارشاد سے
مذہب تشیع پر کیسی کچھ آفت و بلا نازل ہوئی کیونکہ ظاہر ہے کہ جناب امیر نے بغیر زمانہ خلافت
اوسمیں مناقشہ اور منافہ نہیں فرمایا اور کچھ چون و چرا نہیں کی اور پہلی دو دنوں خلافتوں
میں انکی حقیقت کا بھی نام نہیں لیا اور ہمیشہ سر تسلیم خم نہ کیا اور یہ تسلیم کچھ بجز اور بیچارگی اور حق
کے وجہ سے تھی کیونکہ اگر بجز اور بیچارگی کے وجہ سے ہوتی تو ماسلمت امور المسلمین
ولہم بکن الخ بالکل مہمل ہو جائیگا بلکہ یہ سکوت و تسلیم حقیقہ خلافت کی وجہ سے تھا اور اس وجہ
تھا کہ خدا اور رسول کی طرف سے حکم سکوت و تسلیم تھا چنانچہ فاضل بوزانی نے اپنی شرح
میں دو سرگرا لکھا ہر وانہ کان معہودا علیہ ان لا ینزع فی امر الخلافۃ پھر اگر
مجتہد آپ کی کلام کے جبکہ لوگوں نے عثمان کی بیعت کا قصد کیا بیشک تم جانتے ہو کہ میں بیعت
دوسرے کسی شخص کے احق بالامامت ہوں اسکی قسم میں تسلیم کرونگا جب مسلمانوں کے امور سلا
رہینگے اور اوسمیں بجز میری ذات خاص کے کسی پر ظلم نہوگا اسکے اجرا و بزرگی کی طلب کے لئے اور
جبکی زینت اور خوش آئندگی میں تمہنی رغبت کی ہے اوسمیں بے رغبتی کے سبب سے ۱۲۔

ان خلافتوں میں کسی پر جو رہنا تو ضرور جناب امیرنا قشہ فرماتے کیونکہ آپؐ فرمایا کہ ارسوت
 تاک خلافت تسلیم ہو جب تک کسی پر جو رہو تو جناب امیر کی تسلیم و عدم مناسقہ کی وجہ
 سے ثابت ہو اگر یہ خلافتیں منعقد نہیں بلکہ اس سے یہ بھی ثابت ہوا جو کچھ تودہ
 تودہ روایات متفقہ کمال ظلم و جور کے جو خلفاء رض کے مائتوں اہلبیت رض پر ایمان
 مقبولین پر ہوئے بٹھات جناب امیر کے کذب و زور و اقترا و بیتان میں چنانچہ
 ہم شرح کبیر ابن میثم سے منقول احداثات عثمان رض نقل کرتے ہیں۔ واما الاحداث
 المنقولة عنه فالمشہورة منها عشرة الاولى تولية اهل الاسلام من ليس اهلا من
 السابق مراعاة للقرابة دون حرمة الاسلام كالوليد بن عتبة وسعيد بن العاص
 وعبد الله بن السرح۔ الثانية رده للحكم بن ابی العاص۔ الثالثة انه كان
 يوشز اهلہ بالاموال العظيمة الرابعة حمى الحمة الخامسة انه
 اعطى من بيت مال الصدقة المقاتلة وغيرها السادسة انه ضرب عبد الله بن
 مسعود السابعة انه جمع الناس على قراءة زيد بن ثابت واحرق المصاحف الثامنة
 اقدام على عماد بن باسرا بالضرب التاسعة اقدامه على ابی ذر حتى تقاه الى الزينة
 العاشرة تعطيل الحد الواجب على عبيد الله بن عمر فانه قتل الحر فزان مسلما بقتله اب
 ان احداثات کو دیکھ کر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ احداثات ظلم اور جور ہیں بعض انہیں
 سرسودا حقوق اہل اسلام پر جو رد می ہے اور بعض خاص کی اس صحت پر یہ کہیں حضرت امیر
 کی ذات خاص کے متعلق انہیں سے کوئی نہیں ہی اگر نے الواقع انکا وقوع صحیح ہو تا تو
 ضرور آپؐ کہ حضرت منا قشہ فرماتے اور جب آپؐ تسلیم میں آ کر تک چون چلا

بہر حال اس میں شک و شبہ نہ ہو کہ ان احداثات میں سے کچھ صحیح ہیں کچھ نہیں

۱۔ اور بن عتبہ منقول لاوس سے ابن شہر بن اول الاقبون فاسقون بسبب رباک قربات کی بدون حرس اہل
 اسلامین پر بتولی کرنا جب ولید بن عتبہ از عید بن الاصم رض عبد اللہ بن سرح دوسری حکم میں ہے ان کا صل کو لو ما یسنا غیر
 ابی ذر کو انرا انشیک کہ تہر جوی انور دیکر باقیین کہ بیت المال سے معاف و غیرہ کو دیا چھٹی عید ان بن سعود کو یا مائتوں کو کو کو زید بن
 قزات پر کھانکے باقی مصاحف کو جلادیا آئین مابین ہر کو کھلا آئین الازکر زفرہ کی طرف جلادیا آئین حاکم جو عیدہ الیہ بن عمر رب

نہیں کی تو معلوم ہوا کہ یہ احادیث محض اہل جہشی حضرات کے محدثہ و اختراع ہیں جو انکو
 ولاء اہل جہش میں اور بنکر موند پرستی میں مبتلا کیا تھا اور نے الواقع ایسی کذابیت کے پاس
 ایسی ہی پہنچنے چاہی اور شارح ابن میثم نے اسکا کذب و نسب ثابت کیا اور بعد بیان ائمہ
 کھڑے یہ کہہ دیا: وقد اجاب الناصر بن لعمان عن هذه الاحداث باجوبة
 مستحقة وهي مذکور فی المطبوع ابیہم علیہ کلام رجوع کرتے ہیں اور گزارش کرتے
 ہیں کہ ابن میثم پر اسے دوسری خصلہ کے ترحمین جسکا عنوان یہ ہے۔ ومن کلام
 له لما ارید قل البیعة بعد قتل عثمان دعوی والتمس وغیری الخ فرماتے ہیں
 قل لا وان ترکتم فی فاناکا حدکم ولعلی اسعکم واطوعکم لمن ولتتمو امرکم ای
 کست کا حدکم فی الطاعة لایکم بل لعلی ان اكون اطوعکم لای بقوة علمه ووجوب
 طاعة الامام۔ خدا کے یہی کوئی عامل منصف ان مخصوص صریحہ کو دیکھ کر جناب امیر
 حسب تقریر و اعتراف ابن میثم کس وضاحت کے ساتھ فرما رہی ہیں کہ جب کہ چوڑ کر جسکو تم نام
 بناؤ میں ہی تم میں کا ایک ہوں جیسی تمہارے حکام و اطاعت واجب ہوگی ویسی ہی مجھ پر بھی واجب
 ہوگی بلکہ امید ہے کہ میں بنیت تمہاری زیادہ مطیع و فرمانبردار ہوں کیونکہ جب کہ ہم
 واجب الاطاعت ہر دو میں ادائی ما وجب میں زیادہ ساعی ہو گا جیسی کہ اطاعت امام
 کہ وجوب کا علم اگر سب سے زیادہ ہنا اب فرمایا کہ اگر امامت منفقہ ہی نہیں ہوگی
 تو وجوب اطاعت اور وہی امام منصوص و معصوم منقرض من الطاعت پر کیسا اور امام منصوص
 کی اطاعت میں مثل عوام کے ہونے کو کیا معنی بیان بھی فرما دیجیگا کہ حضرت نے تفسیر
 علی المرتضیٰ بن جعفر کو عن ابن عباس کے طریقوں سے ائمہ کبار و ائمہ جہشی ہیں جو مای شری کیوں میں نہ کہ میں نے
 قتل کیا نہ کہ تو نے مجھ کو تم کہ چوڑ دگے تو میں تم کو ایک جیسا ہوں اور شاید میں زیادہ ساعی اور اطاعت کو
 دار ہوں جسکو تم ہی پر کا ستوں بناؤ یعنی میں تم میں کا ایک جیسا ہوں تمہاری امیر کی راز و برکت میں کجاست میں کا
 ہم ہر دو ملتج ہیں میں بس سب کو کہو کہ امامت کی وجہ کس قوی ہم سے ہو۔

بمالین کیا ہے جس کے شرعی حجاب اللہ فہم انصاف ہمارے فاضل محیب پر بس ختم ہو چکا ہے
 امیر کے اس ارشاد نے ہر سترہ نمبر اول نفس و عصب و شہادت کا بھی بیخ و بن سے ہٹا دیا
 کر دیا اور بغیر آخر ثابت کر دیا کہ اہل دل و عقد جسکو امام بنادین وہی امام ہے اور واجب الاعتقاد
 اور شہر ہے کہ حسب احوال امامیہ زمین امامت بارہ اور امامت فاجرہ کے اور کوئی واسطہ
 نہیں ہے بلکہ جو امامت کو غیر مخصوص و مخصوص کے واسطے ثابت ہوگی کاٹنا من کان وہ امام
 فاجرہ ہو گے کیونکہ امام مخصوص کا حق انہیں غصب ہو اس پر اور حجاب امیر نے اپنی ارشاد میں
 امارت اور امیر کو صرف دو تھوڑے مگر محصور فرمایا ہے لہذا بالنسب میں امامیہ زیادہ فاجرہ اور ایک
 قلم کے ہر امارت بارہ ارشادہ خلافت عادلہ ہوگی اور امارت فاجرہ امامت جابرہ ہوگی
 اسے بطرح امیر یا خلیفہ راشد و امام عادل ہوگا اور فاجرہ جابرہ ہوگا اس سے علم میں بھی ہم
 فاضل بچاؤنے کو یہی حکم مقرر کرتے ہیں وہ اس خطبہ یا سخن میں کی شرح میں فرماتے ہیں
 و ما یؤید ذلک ان اکثر الخلق متفقون علی ان امر ابن امیہ کا فاجرہ انجا اعدا
 رحیلین او ثلثہ کعثمان و عمر بن عبد المؤمن اور جب یہ فاجرہ نہیں تو بارہ اور ان کی امامت
 امامت بارہ ہوئی جو امارت راشدہ کے برادری ہے پس عصمت و غیرہ شہر الخ بالکل باطل ہوئی
 اگرچہ اس معروض میں کسی فقہر دخول ہوگی مگر اس قدر اور گزارش ہے کہ امامت مطلقہ کے
 متواہ عادلہ ہو یا فاجرہ آپ ہی اس کو اشد ضروری ہونے کے قائل ہیں کہ دنیاوی مصالح
 عباد کے اس کی ساتھ منوط و مربوط ہیں بدین اس کو منتقم مکن نہیں پہر اس کی حالت
 یہ ہے کہ اگر اس کی نزع و خلع کا نام ہی لیا جاوے تو اس میں ایسی ایسی نوازش و کاٹش
 ہر نا یقینی ہے کہ جس میں کثرت دین و دنیا کے ضرر و نقصان ہے اور دین کے حثیت کو
 یہی جب ہم نظر کرتے ہیں تو اس میں بابت ضرر کے فائدہ زیادہ ہے اگر نقصان ہو

امام اور اس میں سے جو اس کو قائل کرنا ہے یہ بھی کہ اکثر مفسرین اس پر متفق ہیں کہ امر ابن امیہ مجز و دین

شخص کو مثل عثمان از سرسبز عبد الغفر کے فاجرہ ہے۔ ۱۱۔

تو خاص انکی ذوات کو دیکھتی ہے اور چونکہ ائمہ اور مجتہدین و علما احیاء و سکنہ دین و دایرہ شریعت
 اسلام میں مشغول ہیں تو انکی فسخ و فحور سے اسلام میں غرر کا اندیشہ نہیں چنانچہ خود فاضل
 بحران نے اپنی شرح میں اسکی یہی شہادت دیتی ہیں و مایوںید ذلك انك كثر الخلق
 متفقون علی ان اسراہنی اُمیۃ کا تو انجا راعداں رحلیں اولئکۃ کعثمان و عمر بن
 عبد العزیز و کان الفقی یجمع بھم والبلاد تفتح فی ایا مھم و الثغور الاسلامیۃ
 محروست و السبل اُمیۃ و التقوی مانھو ذبا لضعیف و لم یضر حلیہم شیئاً فی تلك
 الا مورت پس جب غبار کے است میں یہ امور مثل ثغور و بنار قناطر جو تھیں جو میں فتح
 بلان و قنایع و جمع فی دامن طرق و فضل فضیلت علی الحق ہوئے ہیں تو انکی فحور سے
 اسلام میں کوئی ضرر شدید نہ پہنچا تو انکی است کو وہ ناجز ہی سمجھی باعتبار دنیا کے
 موجب اعراف فاضل مجیب لایہی ہے لیکن باعتبار دین کے یہی اسکی سبب نفع
 اسکی مضامین سے بہت زیادہ ہیں تو ایسی ضرورت کی تھامیں جبکہ وہ لایہی ہوا اور اس
 گزیر نہ ہو بروی عقل ہرگز ناجز نہیں کہ اسکو غیر منقذ کہا جاوے اور اسکی ساتھ جہاد
 ناجائز اور اسکی فسخ کو حرام اور اسکی اطاعت کو جواز امور موافق شرع میں ہو مصیبت اور
 ناجائز قرار دیا جاوے سبب انک نہ ہر ہمتان عظیم موجب بروی عقل اسکا واجب ہونا
 ثابت ہوا و جب قاعدہ الامیہ اگر شرع سے اسکی حرمت اور عدم جواز کا حکم صادر ہو تو
 لازم آدے کہ معاذ اللہ تعالیٰ قبیح کا حکم کیا اور ترک صبر و لطف و دایا کیونکہ اسوقت اہل
 و لطف یہی چاہتے ہیں کہ اسکی جواز و خصوصت انتفا و کافورۃ حکم دیا جاتا ہے شاعرین
 ذلک علواً کبیرا پس اس تمام گفت گو سے ثابت ہوا کہ حضرت نے اس خطبہ میں کتب نبوی

اور مسند اکی حدیثی و حدیثی کہ اکثر مکتوب ہر معنی ہی کا اور ایسی امور و متن مشتمل ہو گئی
 عثمان بن عفان میر و جبرہی اور انکی سبب اہل بیت جمع ہوئے تھی اور انکی ایام میں جمع ہوئی تھی اور انکی
 کہاں تھو جنی اور انکی قریبی صوفیہ متن کے عرص میں گزرا یا تھا اور انکی حدیثیں کہ بعض ہر سینیا یا تھا۔

نہیں فرمایا بلکہ حکم شرعی ہی بتایا فرمایا ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عصمت امامت کو
 شرط نہیں مگر خدا واجب ہے ان ہی الفاظ میں نازل کرتے ہیں اور قطع نظر دوسری وائیں
 و عبارات سے جو اوپر بیان کر ائی ہیں دیکھتے ہیں تو بدانتہا سچ ہیں آتا ہے کہ عصمت امامت کے
 ایسی شرط نہیں کیونکہ جناب امیر مفسر نے مختصر فرمایا کہ یا امام نیک ہو گا یا امام فاجر ہو گا مسلم
 فاجر کے امامت ناجائز اور غیر منفعہ ہے لیکن امامت برزخ کے تو ضرور جائز و راستہ ہی کہ کونکہ
 خلوان و دوزخس جائز نہیں اور ظاہری کے نیک کے واسطے یہ ہے کہ بعد لازم نہیں ہے کہ وہ معصوم
 ہی ہو تو مطلق برکے امامت جائز و منفعہ دہی جو معصوم و غیر معصوم کو شامل ہے تو اگر یہ نظر
 فاجر کے امامت صحیح ہو تا ہے ہمارا استدلال اس عبارت سے ہے بخاری اور اس عبارت سے
 بطحان عصمت کا شمس فی انفس النہار و کسبہ اللہ علیہ ذاک اس بحث کے تفصیل
 میں ہو گا اور یہی گنجائش ہے اور مین دین میں ہیں لیکن خوف تشویش اجابت نہیں
 دیتی اگر موقع ہو تو انشاء اللہ کہ کسی موقع پر عرض کریں گے یا باقی صحبت ہے
قول جناب امیر علیہ السلام کے اس قول کے مثال یہ ہے کہ لا بد للناس من قوت اور قوت
 عام ہے حلال و حرام ہی اگرچہ شرع حرام کی اجازت نہیں دیتی مگر انسان کو قوت ملے گی اگر وہ
 حلال سے حاصل کی شرع کی پابندی کے ہو اور اگر وہ حرام سے ہو تو خلاف شرع ہے اس طرح
 امام شرعی کے عصمت وغیرہ شرعاً واجبہ لائن شرعیہ عقلیہ ثابت ہیں اگر اسی امام کی اطاعت
 کریں اور اس کو امام مین تو شرع کی پابندی کی ہو ورنہ چونکہ حاکم سے چارہ نہیں کسی نہ
 کیونکہ ضرور حاکم دامیر کریں گے جیسا کہ خوارج لیام نے باوجود انکار نہانے آخر کو حاکم کیا
اقول اس موقع پر ہماری فاضل مجیب نے مثال قوت کی تحریر فرمائی اور قوت کو تشبہ
 علیہ قرار دیا یہ یعنی ہماری دعا کی موید ہے اور فاضل مجیب کے نقل میں مصداق مثل مشہور
 کا لاجست عن حنفہ بظلفہ کے ہیں تفصیل اس اجمال کے یہ ہے کہ امام مطلق کا لایہ
 ہونا جناب امیر کی شہادت اور جناب مجیب کے اعتراف سے ثابت ہو چکا ہے کہ اگر کوئی

و اہل امام لایہی نیک ہو اگر نیک بیس نہ ہو سکو تو فاجر ہی ضرور ہی کیونکہ احادیث میں گزیر
 اور جب اسکا لایہ ہونا ثابت ہو الا جاری اور ضرورت گرفت میں اسکا انفاق بطور
 خیریت بلکہ حسب وایات الماسدہ کو سمجھت اور اسکا جواز انفاق بطور وجوب وغیرہ
 ہوگا کیونکہ نفیس علیہ اسکا قوت ہے کہ لایہ للناس من قوت من حلال کان احرام پس اگر
 انسان کو قوت حلال سے بیس نہ ہو اور مضطر ہو قوت حرام کی طرف تو بشارت نہیں فرم
 قرآنی جو چند جگہ کلام مجید میں ارشاد ہے تناول حرام وکلی الہی خشن وکلیہا نیشاؤ فمن اضطر
 عیذ بایک ولا عار فلا اثم علیہ - فمن اضطر فی مَخَصَّةٍ غَیْرِ مَخَاجِزٍ اَنْفِیْ لَا اثم
 فَإِنَّ اللّٰهَ عَمُّوْهُمُ بَلْکَ حَسْبُ نَفِیْسٍ ایات شیعہ ایسی حالت میں اوپر فرض ہے کہ حرام کو
 قوت بناوی اور اگر اونی حرام سمجھ کر ترک کیا اور گریا تو کا فر کہیو کیونکہ حق تعالیٰ نے جرح کر
 اسکی حلال فرمادیا تھا اسکو اپنی حرام سمجھنا تفسیر سافہ میں تحت تفسیر قرآن تھا
 فمن اضطر جو روایت لکھی ہے اسی پر اتفاق کرنا ہوں فی المقیہ عن الصادق فمن
 اضطر الی المیتۃ والدم ولحم الحنظل فلم یأکل شیاً من ذلک حتی یموت فهو
 کافر اب ہم اسی حکم کو جو نفیس علیہ میں موجود ہے نفیس یعنی امت میں جاری کر دین میں صلوات
 وکذلک من اضطر الی الامارۃ الفاجرة فلم یقبلها ولم ینقذ لها حتی یموت
 فهو کافر - یعنی اگر کوئی شخص ارب فاجرہ کی طرف مضطر ہو اور اسکو ترک کرے اور اسکا مصیع
 وینقا و نہو اور نالے یہاں تک کہ مرجاؤ تو وہ شخص کا فر ہے کیونکہ جس چیز کو خداوند تعالیٰ نے
 اسکو حلال فرمادیا اسکو اپنی حرام سمجھنا اور بقا پر حکم خداوندی اپنی عقل کو دخل دیا تو مستحق کفر ہوا
 ۱۰۰ ہر شخص مضطر ہو بے حکمی کرنا ہے - روایتی قدس سرہ بنین ۱۱۰۰ ہر شخص مضطر ہو کہ میں دیکھتا ہوں
 و بیس نہ ہو تو ایسی کہتی ابی ہر ان - ۱۱۰۰ نفیہ میں امام متاویس مروی ہے جو مرد اور جن احقریر کے گوت کیلئے
 مضطر ہو اور ایسی کہتہ کہادی - یہاں تک کہ وہ مر جائے وہ کا فر ہے - ۱۱۰۰ اس طرح جو امت فاجرہ کیلئے
 مضطر ہو اور اسکو قتل کر دیا وہ بیس نہ ہو یہاں تک کہ وہ کا فر ہے - ۱۲ -

تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ ضرورت و اضطرار کے وقت میں شرعیت تادل قوت جہلم
 وخصت و اجازت دیتی ہے بلکہ فرض فرماتا ہے اور اس کے تارک منکر کو کافر کہتی ہے تو اسی
 جب اس کی حالت میں قوت جہلم سے کیا تو عین اتباع شرع کیا اور اگر حلال کے ہنکار
 و تلاش میں رہا اور کوئی نہ کیا تو اس میں مخالفت شرعیت کے اور کافر اور ظاہری کہ حکم
 الہی بہ نسبت اکل کے اگر وہ ہم ہی تو امامت کی ضرورت کے صورت میں اس کا انکار بالاد
 منہج کفر و گناہ عاری مجیب کا یہ ارشاد کہ اگر وجہ حرام سے ہو تو خلاف شرع ہے بخیر
 میں اس میں غلط ہے نہ اس کا یہ کہ اگر آپ کو با ایضہ اور عارضی جہد والے اپنی گہر کے ہی خبر
 نہیں ہے محمد اللہ کہ جو مثال آپ نے اپنی مدعا کے ثبوت میں پیش کی ہے وہ یہی
 اس کے مذہب اور خود جناب پر منتقل ہو گئی کہ محمد اللہ اولاً و آخراً و فی ہر دہا طناً -
 قال الفاضل المجیب قولہ - اگر شک ہو تو بیع البیاعۃ نکال کر دیکھ لیجی اور نص
 سے فرمائی کہ آپ کا دعویٰ سچا ہے یا امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کا ارشاد سچا ہے - اقول - ے شک
 یہ بیع البیاعۃ میں ہے اور جناب امیر علیہ السلام کا یہ ارشاد سر نہر شاد عین صدق و محض
 حق ہے مگر آپ اس کا مطلب نہیں سمجھ رہے کہ گستاخی معاف حکمہ میرا دہا الباطل کا نہیں سمجھ
 صادق ہے بقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی جب یہ ارشاد جناب
 امیر جو بیع البیاعۃ میں منقول ہے محض صدق اور عین حق ہے اور ہستی بالائیل مضبوط ثابت
 کر دیا کہ اس کا مطلب یہی ہے جو ہم سمجھ رہے تھے آپ نے سمجھا تھا وہ غلط اور آپ کی
 اصول کے برخلاف تھا تو انصاف سے فرمائی کہ کلمہ حق ارید ہا الباطل کس پر صادق آیا
 اور اس کا مصداق کون ہو چنانچہ اگر اس گناہ میں کہ بروی عقل و انصاف ملاحظہ فرمائیں کہ
 تو آپ کہہ رہے ہیں بخیر نصیحت ہو جائیگی - فقیر اور چونکہ ہمارا دعویٰ جناب امیر و
 رسول خدا و امیر علیہ السلام کے اقوال سے مقتبس ہے بیشک سچا ہے اقول
 بیشک یہ سچا دعویٰ آپ کے زعم میں اقوال جناب امیر و رسول خدا و امیر علیہ السلام سے مقتبس اور سچا

خود لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ فی الواقع آپ کا اقتباس صحیح ہو بلکہ نئے بحقیقت آپ کا
 اقتباس غلط ہے چنانچہ ہم دلائل سے ثابت کر چکے اگر اس طرح ہر ایک فرقہ کے دعویٰ
 اقتباس کو محابین واقع سمجھا جاوے تو خواجہ ہی کہتے ہیں کہ ہمارا دعویٰ خدا و رسول خدا
 کا ارشاد اس سے مقتبس ہے بلکہ یہود و نصاریٰ و مجوس وغیرہ تمام اہل مل سے کہتے ہیں کہ ہمارا
 دعویٰ خدا و رسول کے کلام سے مقتبس ہے پھر مسلم نہیں کہ جناب کو ان کی تسلیم کر لے ہیں
 کیونکہ انکار ہے پس جو جناب اپنی انکار کے دلائل و دلیل قائم کریں وہی دلیل یہاں
 پہنچی سمجھ لیں۔ ان جناب میر صاحب آپ نے شروع جواب میں یاد آتا ہے کہ ہمہ
 ائمہ اہل حق فرمایا تھا کہ ہم نے اپنی خطبہ میں جو فقہ عیال کے صلوة و سلام میں اصحاب پر کی تھی
 تو آپ نے فرمایا تھا کہ یہ خلاف مذہب اہل سنت کے ہے کیونکہ باعتبار مذہب اہل سنت کے
 تقدیم اصحاب کے آل پر ہونی چاہیے اور جو اس کی یہ بھی کہ آپ کے نزدیک تقدیم نے انکار
 مستلزم تقدیم نے الرتبہ کو ہی پس اس جگہ جو آپ نے رسول خدا پر جناب امیر کو مقدم فرمایا
 کیا آپ کے نزدیک جناب امیر رسول خدا سے بر حیت الرتبہ افضل ہیں جیسا کہ یہ تقدیم
 حسب زعم سامی مختصی ہے اگرچہ آپ کی ہیبت سے روایات سے مستفیض ہوا ہے کہ جناب
 امیر جیسا تمام انبیاء سے حسب اعتقاد شیعہ افضل ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 سے بھی افضل ہیں لیکن چونکہ نبائی طور پر خاص حضرت کی نسبت اسکا انکار کیا ہے
 عبارت اس مضمون کے متعلق ہم پہلے نقل کر چکے ہیں تو اس لیے دریافت کر لیا گیا
 کہ یہ اور عاقلانہ دعویٰ اور اس ارشاد میں کسی قسم کی مخالفت ہو مردی جی
 نہ دوستانہ **اقول** یہ صرف جناب کا زعم ہے اور ذواق میں جناب امیر کے
 ارشاد اور دیگر دعویٰ میں ہر قسم تناقض و مخالفت ہے کیونکہ جناب امیر کا ارشاد
 ضرور مطلق امارت کی صحت کو مقتضی ہے اور آپ کا دعویٰ اس کی عدم صحت کو مقتضی
 پس حاسا و کلاما کہ اگر دعویٰ اور جناب امیر کے ارشاد میں باہم توافق ہو فقہین

اجتماع باتفاق وحدت ثانیہ محال ہے اور جناب امیر کے ارشاد میں تو کچھ تو نہیں
 ہرگز ان اپکا دعویٰ باطل ہے کیونکہ اگر آپکا دعویٰ صحیح ہو تو جناب امیر کا ارشاد غلط ہوگا
 پس ہر دو بجائی خود درست کی طرح نہیں ہو سکتی۔ قول: آپ عقل سے غم و غصہ
 سے کام لیں اقول بجل اللہ نفسہ سہتی تو اسے عقل و علم انصاف خدا آدو
 کا ملایا تھا مگر انہوں نے آپ سے اس پر عمل نہ کیا اور کتنا ہی عاف آیت انا مروت اللہ
 بالذکر و تفسیر انفسکم کا مضمون اس کی صداقت آیا اور علم آپ ہی بیشک گزاری ہے
 عاملین اور جو کچھ عرض کرتے ہیں وہ اپنی علم و عقل و انصاف سے کام لیکر عرض کرتے ہیں
 اور دعا کرتے ہیں کہ خداوند قائلے جناب کو یہی توفیق عطا فرماوی آمین اللہ اعلم ربنا فتح
 بینا و بین قومنا بحسن و انت خیر الفالحین قال الفاضل الحسب - قولہ - اس کے بعد فرمایا
 حضرت صل اللہ علیہ وسلم نے کسکو خلیفہ مقرر فرمایا یا اس باب میں کیا ارشاد فرمایا اگر اس
 کلام کے موافق ہے تو میرا بالوفاق اور اگر مخالف ہے تو کسکو حق کہیگا اور کسکو باطل کہیگا
 باب نادیدہ دوسرے - اقول کلام بلاغت نظام جناب امیر علیہ السلام کے معنی
 اور اصلی مراد عرض ہوئی پہلے کا شہدہ برفع کیا گیا اور اپنی دعویٰ شہادت ثلثہ کو ان کی سی علما
 مستند کی کلام سے ثابت کر دیا یہ قول العبد الفقیر الی مولاه العفی
 جناب امیر رضی اللہ عنہ کی کلام کے معنی اور اس سے اصلی غرض جو کچھ آپ نے سمجھی ہے
 وہ جناب کے مکتوب میں بھی ہے صحت اور قیامت کو کچھ ساس ہی نہیں اور اس
 کلام سے معنی نہ کہ وہ کو اصلی غرض سمجھنا قبیلہ توجیہ القول کا لای معنی نہ قائم ہے ہر اور
 ثلثہ کا ابطال تو ایسا جلی و دیر ہی ہے کہ کسی عاقل و محقق نہیں رہ سکتا علی الحدیث
 جناب نے جس قدر ثبوت لکھا ہے تو نہایت ہی اوج تھا بندہ نے جو کچھ اس میں گزرا رہا
 کیا ہے اگر اس کو بغیر انصاف و ملاحظہ فرمایا کریں اور انصاف و ملاحظہ فرمایا کریں تو خود ہی اس کی
 اور اگر نہ ملاحظہ فرمایا کریں تو ہر ہی دلیل و سند ہر ہی سند و دلیل ہر ہی سند و دلیل

حاضرین و ائمہ ہدایہ **قول** آپ جانتی ہیں کہ جو ہمیں سوال میں دریافت کیا ہے
 وہ ہمیں ہی چھین اور اس سے غرض انکی مجھ معلوم ہوئی ہے کہ اس طرح بحث میں طوالت
 ہو یا اور آپ اعتراض و شبہات کرتے ہیں اصل سوال کے جواب ہی صحیح جاہلین
قول جب ہمیں جناب امیر علی ارشاد است سلمہ سامی سے آپکی شہادت اور مسئلہ
 ابطال کر دیا تو وہ سوال جو آپ ہم سے کرتے ہیں آپ پر ہی منتقل ہوا اور آپکی ہی اسکا
 جواب دینا لازم ہوا پھر اگر ہمیں آپ سے دریافت کیا کہ حضرت کسکو خلیفہ مقرر فرمایا
 یا اس باب میں کیا ارشاد فرمایا تو آپ اس سے کیوں گہرے ہیں اور اگر آپ اقرار فرماتے
 و شبہات سے ڈرتے ہیں اور طوالت پسند نہیں فرماتے تو مسئلہ مختصر صحیح اور زبانی ہوتا
 گفتگو کریم جلد فیصلہ ہو جائیگا اور جب ہمیں آپکی شرائط کا اعلان مثل آفتاب نمبر و درجہ
 کر دیا اور مسئلہ امت سلمہ سامی باطل ہو گیا تو ہم کو آپ کے سوال کے جواب ہی کی کیا ضرورت
 رہی اور جواب دی سے بچنی کی کیا حاجت اگرچہ ہم کو مناسب یہ تھا کہ ہم آپکی سوال کا جواب
 اس وقت لکھتے کہ جب آپ اپنی مسئلہ امت کو اور اسکی شرائط کو بدلائل ثابت فرماتے
 حالانکہ اس وقت تک جعفر دلائل مثبت و شرائط ثلثہ تحریر فرمائے ہیں وہ دلائل اور شرائط کو آپ کے
 اصول پر ہی ثابت نہیں کرتے اور ضم کے اصول پر تو اسکی ثبوت از قبیل محالات ہی
 لیکن ہم انشاء اللہ تعالیٰ حسب قوانین ایسا پس خاطر سامی خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی
 خدمت کیا ثبوت عقلی و نقلی دلائل سے خدمت میں ابھی اتنے پیش کر سکا کہ اگر آپ بھی حیرت
 اعتراضات باقی نہ رہ جاوے ماسطر واکلا نکو و امن المستحیلین **قول** اگرچہ ہم
 اس سوال کا جواب بھی مفصل دہلا دیں سکتی ہیں اور جب موقع آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ تاکہ
 بخوبی معلوم ہو جائیگا اور اگر آپ کچھ انصاف و غور کریں گے تو سمجھ جائیگا کہ ہمارا یہ
 دعویٰ زبانی ہی نہیں ہے یہ جواب جو لکھا گیا ہے نمونہ ہے مگر اس وقت صرف خیال
 مذکورہ بالا اسکا جواب عرض کرنا مصلحت نہیں جانتی **قول** جعفر جناب

تخریر فرمایا یہ سہ روزہ بے شبہ نمونہ اسی جس سے بخوبی آپ کے مناظرہ دانے کو باید علم معلوم ہو سکتی
 ہیں یہ یہی درجہ ہوئی کہ جب انہیں حیدان نے آپ کو علم و فہم کا اندازہ کر لیا تو آپ کے جواب
 کی لمبی بکراست قدم ادا کیا اور تمام دلائل کو فجعلنا اھل صیدا کا کلمہ نقن بلا محسن کا صید
 کر دیا بگاہ نہ اس تخریر کو فاجاب اور نہ جناب سامی کو اس کیفیت سے لائق خطاب سمجھا جاتا تھا کہ
 یہ یہی درجہ تھی کہ آپ کے تخریر کا دوسری حضرات نے جواب تخریر فرمایا جس سے داغ سامی
 پہنچا کہ یہ سچوں بکر مینیت اگر وہ حضرات پہلو تھی نفرماتے تو جناب کو یہ حوصلہ
 کہہ ہی نہوا پس معنی جہاں تک انصاف سے دیکھا اور غور کیا مجھ کو تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ
 اپنی ضروریات دین اور اصول شریعت کو بھی ثابت نہیں کر سکتی تو آپ کا یہ دعویٰ محض
 زبانی اور تقلیدی ہے جس قدر مواقع آئی کہ جن میں آپ کے بہت کچھ زور لگا یا جیٹنے
 ہی آپ سے کچھ نہو سکا تو اور کونسا موقع ہے کہ جس میں آپ کچھ کر کے کہلا دیں گے آپ
 کسی مصالحت سے اور کسی خیال سے جواب میں غلط کجی اور جان بچا ہی لیکن جب کہی
 آپ کچھ فرمائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ ایسی کجی اجاث میں کہیں جانیگا کہ راہ و راستہ ہوگا

الا ان حرب الله هم المفلحون وان جندنا لهم الغالبون۔ **قول** آپ کے ارشاد
 کو ہم نے تعمیل کر دی اب آپ براہ تہربانے ہماری ہی عرض قبول فرما دیں **اقول**
 آپ نے تو کیا ہماری گذارش قبول فرما دی اور کیا قبول فرما سکتی تھی لیکن ہم آپ کے حکم کی
 تعمیل کرتے ہیں اور خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کو بدلائل حقیقہ الزامیہ و عقیدہ
 و تقلید ثابت کرتے ہیں ذرا تھوڑی دیر کے لیے انصاف دوست ہو کر سنیں اور یہ بھی
 اذیت پامی کہ چاہی دشمن انصاف ہو کر ہر منیر کے زور پر خاک افشانی کریں جب ہم نے
 نمونہ سے آپ کی وضیحہ علم و فہم کا بخوبی اندازہ کر لیا ہے تو ہماری نظر میں آپ کے اعتراضات
 طبعی و ناب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے ہر شہرہ ذلیل و اجلب علیہم جہالت و غیبات
 آپ بیشک دل کہو کہ اعتراضات قدیم و جدید و طریقت و تلمیذ جس قدر ہو سکتی ہیں وہ تو

جسٹائیت خلافت مناظرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فاسخ ہو گا اس سال میں جس قدر دلائل کیم موافق محتاطہ میں لکھوائی ہیں ان میں سے بعض
 ایسی ہیں جو خلافت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو واضح طور پر ثابت کرتے ہیں
 چنانچہ بعض جگہ ہم نے طرف اشارہ ہی کر دیا ہے لیکن چونکہ ہماری فاضل نجیب کے فرائض
 یہ کہ وہ سب سے پہلے کتب ثبات خلافت جداگانہ مستقل طور پر ہو چکی ہیں ہم حسب
 ارشاد سامعی اس بحث کو مستقل طور پر لکھنے کے لیے اور جو میں پس منی کہ علم ان
 معاملات فیما بین جناب الخیر ثلاثہ کو دیکھتے ہیں اور سوچتے ہیں تو اول مرحلہ آپ کے
 باہمی محبت و عداوت کا ہی اہمیت کہتے ہیں کہ یہ حضرات باہم کچھ دل و دلیہ شکر
 تھی انہیں محبت و الفت تھی اللہ اور تواضع تعظیم رکھتے تھے اور ہمیشہ فضائل
 و عباد بیان فرماتے تھے ہر ایک دوسری کا خیر خواہ دلی تھا۔ اور اگر مکتبہ سامی بشریت
 کہتے ہیں کسی سال میں دوسرے تازہ شکر بخجی ہو جاتے تھے تو وہ زائل ہو جاتے تھے اور اسکو ظہر میں
 آکر گزرتا رہتا کہ کبھی ان محسنی جو جو حق حقیقت خلافت میں ہونے والی تھیں اور انکی مراتب عالیہ کیم
 لکھواتھا حضرات شیعہ فرماتے ہیں کہ جناب امیر کے ساتھ انکو کمال عداوت تھی بلکہ
 تمام اہلیت نبوت کے ساتھ یہی حال تھا آپ کا حق منصوص خلافت غصب کیا اور کوئی
 دقیقہ تکلیف رسانی اور تضلیل کا اوٹھا انہیں رکھا یہاں تک کہ قتل کا بھی قصد کیا تو لا محالہ
 کو بھی ادنیٰ سی ہی نبض و عداوت تھی لیکن جناب امیر مظلوم و مخدوم راجے اور انصاف تھی
 ایسی ہمیشہ بقیہ کے پردہ میں انکو ساتھ خلا و ملا رکھتے تھے بقیہ کے طور پر کہتے ہیں
 انکی تعریفیں بھی فرماتے تھے اور خلفائے ثلاثہ یہی زمانہ سازی کے طور پر انکو اپنی شامل کر لے تھے
 اور ظاہری مدارات و تواضع و تعظیم سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ لیکن جب ہم کتاب
 کو دیکھتے ہیں اور روایات و اذکار میں غل کے لئے ہیں تو دعویٰ اس سنت کا حق اور دعویٰ
 شیعہ کا باطل پالتے ہیں۔ آہ آیات پس اولاً خداوند علام الغیوب و غیب فحاجہ کو خیر است
 ارشاد فرماتا ہے کہ اگر مخالفی سے کچھ نہیں ہیں جنکو حضرات شیعہ کرام

یہ حضرات و انکی عداوت کا ذکر کیا ہے

خداوند تعالیٰ نے صریح صریح فرمائی کہ جب کفار نے حقیقت جاہلیہ اختیار کی تو اللہ نے
رسولؐ پر اور مومنین پر تسلی دل فرمائی اور کلمہ تقویٰ ان کو لازم کر دیا اور وہ اس کے ساتھ احق اور
اس کے اہل تھے اور خدا ہر چیز کو جانتا ہے پس غیر ممکن ہے کہ جب وہ ایسی اوصاف کے ساتھ
ممدوح تھے تو اوہ مومنین جہتہ جاہلیہ موجود ہو۔ غایتہ کوشش حضرات شیعہ کی ان بضو میں
میں یہ ہے کہ یہ کہیں کہ عموماً ان بضو میں محض صانع بن یا بعض مقلدین صانع ہیں
چونکہ ایسی حتمیات جو ناشی عن غیر دلیل ہر ایک نفس میں پیدا ہو سکتی ہیں اور جو ارجح ہے
بالمقالبہ یہ ہے احتمال پیدا کر سکتی ہیں اور خود بضو میں عموماً ان کو رد کرتے ہیں
بہذا ہم کو ان کو ابطال کی طرف توجہ کرنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ اور روایات پس از شیخ
ابن بابویہ قمی لمقبضہ و اتصال میں روایت کرتے ہیں حدیث ابن ابی و محمد بن الحسن
بن احمد بن الولید بن محمد بن یحییٰ العطاس رضی اللہ عنہم قالوا حدیثنا سعد بن عبد
عزیز بن الحسن بن الخطاب عن الحسن بن علی بن فضال عن علی بن عقیق عن
الحرب بن المغیرہ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال جابر ابو بکر و عمر رضی
لہ عنہم انی امیر المؤمنین علیہ السلام حین دفن فاطمہ علیہا السلام فی حدیث
طویل قال لہما فیہ اما ما ذکرنا انی لم اشہد کما امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و آلہ
فانہ قال لا یری لی عورتہ غیر لک اذ ذہب یصر فہلم ان لا و ذی کما بہ انتہی بقیۃ الحاجۃ
ابن حدیث کو دیکھیں اور آخر حسمہ کو ملاحظہ فرمائی اوس سے کہ حدیث مجتہد شیخین کے ساتھ
ہوئے تھے اور کیسی الفت شکستہ ہی جناب امیر کو یہ گوارا نہ ہو کہ ان کو بیانی جاتے ہیں

ابن ابویہ نے بسند خود امام ابو عبد اللہ سے روایت کی ہے فرمایا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم امیر المؤمنین علیہ السلام
جبکہ غمرہ کو دفن کیا۔ فرمایا میں نے۔ اوس پر شہادت دے۔ اوس نے ان دونوں سے فرمایا میں نے جو یہ ذکر کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
کو تجسوس نہیں کیا نہ بلایا سوا اس کے کہ میری ہی کفرت سے فرمایا کہ میری ہر ہر ہنہائی کو بجز میری کوئی نہ دیکھی گا میرے گواہ کو
جان چکر نہیں نہیں ہنہ کہ ان کو اس کی نذر پہنچاؤں ۱۲۔

اگر ہم حدادت ہوتے اور شیخین نے حق خلافت غضب کیا ہوتا تو اس سے بہتر کوئی موقع
 حدادت نکالنی کا اور اپنی حق کے لیے کہ نہیں تھا شیخین کو حضرت کے چہرے غسل میں ان کو
 خواہش کے موافق شریک کر لیتی اور جب وہ نابینا ہو جاتے تو اس وقت اس کا حق
 بسحلوں حاصل کر لیتی نہ کہ کسی کے نوبت آتی نہ جدال و قتال کا منگامہ ہونا بلکہ
 کسی حیلہ و تدبیر کے ہی ضرورت نہ پڑتی وہی حضرت عباس جو اہل بیعت کے لیے
 ائادہ ہوئی تھی اب بھی وہی بیعت کر لیتی اور وہ بارہ آدمی جنہوں نے فرمایا تھا ابوبکر کو
 منبر سے اٹا کر دینا چاہی اور خلافت سوامی جناب امیر کے کو کسی کا حق نہیں چاہیے مطابقت
 روایت صدوق کے سب برواۃ چاکر خلافت میں ابوبکر سے جھگڑی اور ابوبکر اکبر
 اس وقت سب موجود تھے جب فراموشی میں ان سے کہتے ہیں کہ سوامی جناب امیر کو
 کیوں مقدم ہونے دیتے اگرچہ روایت طویل ہے تاہم اس کی نقل خالی از فائدہ نہیں ہے
 اس لیے ہم اصل روایت مختصر سے نقل کرنے میں اللہ بن انکر و اعلیٰ ابی بکر
 جلوس فی الخلافة اثنا عشر عن زید بن وہب قال کان انکر و اعلیٰ ابی بکر
 جلوس فی الخلافة و تقدم علیہ علی بن ابیطالب علیہ السلام اثنا عشر رجلاً من
 المهاجرین و الانصار کان من المهاجرین خالد بن سعید بن العاص و المنذر
 ابن الاسود و ابی بن کعب و عمار بن یاسر و ابو ذر الغفاری و سہمان الغازی
 و عبد اللہ بن مسعود و بريدة الاسلمی و کان من الانصار خزيمة بن ثابت
 ذوالشہادین و سہل بن حنیف و ابو ایوب الانصاری و ابو الہیثم
 زید بن دہب روایت ہی کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے ابوبکر پر سند خلافت پر بیٹھی اور علی بن ابی طالب
 پر بیعت کرنے کے باہر انکار کیا تاہم بارہ آدمی مهاجرین و انصار سی تھے (مهاجرین میں سی ظاہر میں عامس مقلد
 بن اسود۔ ابی بن کعب۔ عمار بن یاسر۔ ابو ذر غفاری۔ سلمان فارسی۔ عبد اللہ بن مسعود۔ بريدة بن اسلمی تھے اور انصار میں سے
 خزيمة بن ثابت۔ ذوالشہادین۔ سہل بن حنیف۔ ابو ایوب انصاری۔ ابو الہیثم۔

ان التیہان وغیرہم فلما صعد المنبر ثاروا بدينهم في امره فقال هلا ناسيه
 فتنزل عن منبر رسول الله صلى الله عليه وآله قال اخرون ان فعلتم ذلك عظم
 على انفسكم فقال الله عز وجل ولا تلقوا بايديكم في التهلكة ولكن
 امضوا انما الى علي بن ابي طالب عليه السلام فنتبهره ونستطلع امره فانوا
 عليا عليه السلام فقالوا يا امير المؤمنين ضيعت نفسك وتركت حقانت اولي
 وقد اردنا ان نأتي الرجل فننزله عن منبر رسول الله صلى الله عليه وآله فان الحق
 حقت وانت اولي بالامر منه فذكر هنا ان نذره دون مشا ورتك فقال لهم
 على عليه السلام او علمتم ذلك ما كنتم الاحرار بهم ولا كنتم كالكل
 في العين وكالمخ في الحين وكالمخ في الزاد وقد اتفقت عليه الامة التاكر
 لقول نبيها والكاذبة على ربها عز وجل ولقد شاورت في ذلك اهل بيتي
 فانوا الا السكوت لما يملكون من وغرصد ورا القوم ولبعضهم لله عز وجل
 ولا اهل بيت بنيه عليهم السلام يطلبون بشارات الجاهلية والله لو فعلتم
 ذلك لشهر واسوفهم مستعد بن الحرب والقتال كما فعلوا ذلك حتى قهرتم

سے نہ تیار ہو دیر ہوتے۔ جب ان کے منبر پر چڑھی اور انہوں نے باہم اس کے معاملہ میں مشورہ کیا بعضوں نے کہا
 کہ ہم کیوں نہ اکرادے حضرت کے منبر سے امارہ دیں۔ دوسروں نے کہا کہ اگر ہم ایسا کر گئے تو ہم لوگ بھی اپنی عادت پر
 اسے کر دی اور اللہ تعالیٰ تو باہمی اپنی باتوں کو ہلکی میں نہ ڈالو لیکن چلو ملیں بیسے بابت سے مشورہ کریں اور
 اور یہ بات کریں علیؑ کے پاس آئی اور کہنے لگی امیر المؤمنین تو نے اپنی نفس کو ضائع کر دیا اور تو نے اپنی اوس بن کر چکا
 تو یہ مستحق تھا جو چڑھا اور ہم چاہتی ہیں کہ اس شخص کے پاس حکمران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برہمنی اور دین
 کیونکر میری حق تیرا حق ہی اور ان کے بارے میں حق ہے۔ نسبت اسکی اور میں نا پسند سمجھا کہ اسکو ملے میری مشورہ کے اور ان
 علیؑ نے یہ سلام فرمایا اگر تم ایسا کر دو گے تو اعلیٰ بے عزت ہوگی کے کو کچھ ہوگی اور تم ابیشی ہو گئی جیسا کہ میں سرور اور کہتا ہوں کہ
 کہ تحقیق است ابھی کے قول و جو میوالی درہمی مدد کر دیر ہو چکے ہو اور اسے بہتر بنی اور اب میں ہی اپنی اس
 سے دیکھا اور جو سکوت کی جو نہ ہو کہ کو کو تو تم کے دیکھ گئے اور اللہ تعالیٰ نے یہ بتی کے ساتھ ہوتی تھی کو مانتی تھی اور جانتی
 کہ وہ نہیں کیا گیا کہ تم نے تم ایسا کر دی تو وہ لڑائی دہشتی شد ہو کر اور دین کیسے ہو چکا جو یہ وہ دین کیسے کیا ہاں کہ کہ کو کو کو

و غلبونی علی نفسی و لیونونی و قالوا لی بائع و الا قتلناک فلم اجد حيلة الا ان
ادفع القوم عن نفسي و ذلك انی فکرت قول رسول الله صلی الله علیه و آله یا علی
ان القوم نقصوا امرک و استبدوا بها دونک و غضبونی فیک فعلیک بالصبر
حتى یزال الله الامر الا و انهم سیعده و ن بک لا محالة فلا تجعل لهم
مسبلا الی اذلالک و سفک و مک فان الامة ستعده ربک لعیدی
کذلك اخبرنی جبریل علیه السلام عن ربی تبارک و تعالیٰ و لکن ایقوال الرجل
فاجبروه بما سمعتم من نبیکم علیه السلام لا فی المشبهه فی امره لیکون
ذلك اعظم الحجة علیه و ابلغ فی عقوبته اذا الی ربہ و قد عصی نبیه و خالف
امرہ قال فانطلقوا حتی فهو اعجز لرسول الله صلی الله علیه و آله یوم الجمعة فقال
المهاجرون و الانصار ان الله عز و جل بدأ بکم فی القرآن فقال لقد تآب
الله علی النبی و الیہما جریتم و انصار فیکم بدأ لکن اول من بدأ و قام
خاله نسیعید بن العاص باداة لابنی امیة فقال یا ابا بکر تو الله فقد
علمت ما تقدم لعلی بن ابی طالب من رسول الله صلی الله علیه و آله لا تعلم ان

۱۔ مغلوب کیا میری نفس پر اور مجھ کو نرم کیا اور کہا کہ میت کر لے ورنہ ہم تجھ کو مار ڈالیں گے پس میں سب سے پہلے گریختا ہوا کہ میں نے اپنے نفس سے دفع کر دیا اور وہ یہ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں فکر کیا کہ اسی علی قحتم نے تیرا سر توڑ دیا اور بدو
تیری اور سپر نقل ہو گئی اور تیری باہرین تیری نافرمانی کی تو تجھ کو صیر کرنا لازم ہی یہاں تک کہ اللہ انہما انزال کری خبر دہریدہ لوگ
میری بعد ضرورتی ساتھ غدر کریں گے تو انکی لی کوئی راہ اپنی دلیل کرنے اور خون بہانی کی طرف نہج کو کہہ کر امت میری بعد
غدر کریں گے مجھ کو جو پہلے نے پروردگار تو نے سے اس طرح فرودی ہے لیکن اس شخص کے پاس جاؤ اور جو کچھ اپنی سنی
علیہ السلام سے سنا ہوا دسو کہ جتنا و یقینی طور پر اسکی زمین تاکہ یہ اس سپر جیکہ وہ اپنی رب کی نافرمانی اور اسکی مخالفت
کر کے اسکی کس ایگا بڑی حجت اور اینے نے العقوبت ہو کہا پس وہ چلی یہاں تک کہ حضرت کی گھر کو جمعہ کے دن گھیر لیا
انصار نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں پہلی تم کو ذکر کیا ہی اور فرمایا لقد تاب الله علی النبی و الیہما جریتم و الانصار تو تمہارا
ہی ہرگز ذکر کیا ہے پس میں نے اول ابتدا کی اور میری امیہ پر ناز کر کے اور کہا خالہ بن سعید بن العاص سے کہا ای ابو بکر خدا
ڈر تو جانتا ہے جو کچھ علی بن ابیہ خالہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لکھ چکا ہے کیا تو نہیں جانتا

اس طرح زبانے حضرت صدوق شیعہ کے ہر ایک اپنی اپنی بولیاں بولی۔ اس حدیث میں
جو کچھ خیال کیا ہو یا مین میں انکو استخراج کو الہ اذمان صافیہ اذکیا کر کے جسکیم درجے
میں اوسکو لکھتے ہیں روایت مابقیہ صریح سیدہ لالت واصحہ ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیر کو
شیخین کے ساتھ کمال محبت الفت تھی اور کسی قسم کی عداوت و دشمنی نہیں تھی نہ خلافت
اپنی ہی خاص حق سمجھتے تھے اور شیخین کو غاصب خلافت سمجھتے تھے ورنہ اوس سے بہتر خلافت
یعنی کا کوئی موقع نہ تھا کہ بدوین شہر سیوف ثوران فتن بہرہوت مابقیہ آتی تھی۔ ثانیاً حضرت
شیعہ کے صدوق نے حضاں میں روایت فرمائی ہے حدیثنا احمد بن جعفر الہمدانی
رضی اللہ عنہ قال حدثنا ابراہیم بن ہاشم عن ابیہ عن ابن ابی عمیرہ عن ہشام
سالم عن ابی عبد اللہ قال کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم
اثنا عشر الفا ثمانیۃ الاف من المدینۃ والفاقان من غیر المدینۃ والفاقان من الطفا
لہم یرقیم قدرہی ولا مرجی ولا حرمہا ولا معزلی ولا صاحب رای کا لواء کون
اللیل والنہار ویقولون اقض ارجوا حنا قبل ان ناکل الخبز الحماض
اس روایت میں مسلم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کبھی نہ اس طرح مباحثہ کیا کرتے تھے بار بار تھے اب ہم چیتے ہیں
کہ جو وقت بیت سقیفہ واقع ہوا اور خلافت غصب ہوئی اور وقت بیہ قرأت کہاں تشریف
رکھتے تھے کیا معاذ اللہ بیہ قرأت بھی اوں ہی میں سے ہیں جو بعد وفات سرور کائنات صلی اللہ علیہ
علیہ وسلم کے مرتد ہو گئے تھے اور سوامی ابو ذر و سلمان اور عمار اور مقداد کے روئے کسی کوئی نہیں سمجھتا
بلکہ سوامی مقداد کے کوئی بھی ایسا نہیں ہے کہ جسکو شک ہو ا ہوا اور اسکی کچھ شبہ نہ ہو
پس اگر یہ مرتدین میں سے ہیں تو یہ طویل عرصہ مناقب و محابا کمال لغو و بیجا ہو گیا جب انہوں نے
حق سے انحراف کیا اور امام باطل کے اعانت و تائید کی تو انکو تمام اعمال صالحہ جھٹ و باطل
ہو گئی اور غصب خلافت کی اوزار اذکیا ظہور و قباب پر رہی اگر یہ لوگ امام بحق کو مخدول
رستے اور اسکی اعانت و تائید کرتے تو حق اپنی مرکز سے کیوں متجاوز ہوتا تو جب امام

حصہ دم کے زبانی جو امور باظہار حق تہی او کو استدراج دشنا ہوئی تو قطعاً معلوم ہوا کہ یہ
 لوگ وہ ہیں جو کمال صحابین سے ہیں اور جو کمالین فتح الایمان میں تواریح حضرت موصوفین محمد و حسین
 کی نسبت محال ہے کہ وہ اہل بیت نبوت کو دشمن بن اور امام حق کو بخود دل کرین یا ضلالت غصب کین
 یا خود غصب کریں یہ بعد اس کے کہ اگر حضرت شیعین یعنی اللہ عنہما اکہین داخل میں جیسا کہ تعریف
 و توصیف ائمہ سے جو غصہ و کد ساتھ فرمائی واضح ہوا ہے کہ کہیں ان کو لولمان عادلان فرمایا اور
 کسی جگہ ان کو غیبت ہدایہ میں بین فرمائی اور کہیں صدیق کے لقب سے مخفی لفظین کے کذب و فساد
 کردہ انہیں داخل میں تو ہمارا دعا حاصل ہے اور اگر بغرض محال تخیل ان بارہ ہزار میں داخل ہوں
 میں تاہم ہمارا مطلب حاصل ہے کیونکہ یہ سب یہ جماعت ہی او کو معاذ بن میں سے ہی اور حکم
 انقلاب جماعت محدود کر دی ہے لہذا یہ مدوح ہو کر جو ایسی جماعت کے ساتھ موصوف ہوں ان کی
 نسبت بروی عقل سلیم خیال کر لیا جائے کہ ان کو اہل بیت نبوت کے ساتھ ولاد و متک کس قدر
 ہوگا اور اہل بیت کو ان کے تہہ نظر عنایت و محبت کد جہ ہوگی مثلاً جبکہ حضرت فاروق
 غزوہ روم میں خود غلبہ نفس جانے کا قصد کیا اور آپ سے مشورہ کیا تو آپ نے یہ مشورہ دیا جو
 بیچ الباقیہ امین موجود ہی - ومنک لادم له وقد تادروہ عن الخطاب فی الخرج
 الی غزاة الروم وقد توکل اللہ لاہل اللہین باعزاز الحوزة وستر العوزة والک
 نصرہم وھم قلیل لا ینصرون وھم قلیل لا یمشعون حی لا یعوت انک
 متی تہر الی ہذا العد وینفصل قلوبہم فتکب لا یکن للمسلمین کافتخو
 اقصى بلادہم ولس بعدک مرجع یمشون الیہ فالت الیہم رجلاً محراباً
 معداہل البلاء والنصب فان اظہر اللہ فداک مانح وان کن الاخری
 کت رداع للاس و مثابة للمسلمین - انتہی اب اس توری کے الفاظ میں مخبر
 کرنا چاہی اور اس سے اندازہ کر لیا جائے کہ با کس درجہ اتحا و وضع تھا اور جناب امیر جناب
 فاروق کو کافتخا مسلمین اور اللہ اس اور مثابة مسلمین سمجھتی تھی اند آپ یہ بھی خیال

و منک لادم له وقد تادروہ عن الخطاب فی الخرج
 الی غزاة الروم وقد توکل اللہ لاہل اللہین باعزاز الحوزة وستر العوزة والک

کرتے تھے اگر حضرت فاروق شہید ہو گئی تو بعد آپ کے فوج اسلام کوئی مرجع و ایما نہ ہوگا
اس طرح جب حضرت فاروقؓ نے خود بخود نفیس فارس پر فوج کشی کا قصہ کیا اور جناب امیرؓ
مشورہ فرمایا تو جناب امیرؓ نے اس کو جواب میں جو کچھ فرمایا نبی البلاء غمہ سحر نقل کرتا ہوں
وہی کلام ۴۷۰ وقد استشارہ عمر بن الخطاب فی الشیخوۃ لقتال الفرس
نفسہ ان هذا الامر لم یکن لفرس ولا یخذلاند بکثرة ولا بقلۃ وھودین
اللہ الذی اظھرہ وجندہ الذی اعدہ وامدہ حتی بلغ ما بلغ وطلع ما طلع
وخر علی موعود من اللہ واللہ منبخر وعدہ وناصر جندہ ومکان القیم بالامر
مکان النظام من الخیر یجمعہ ونصیہ فان انقطع النظام تفرق وذهب شرم یجمع
بجدا فیہ ابدن والعرب الیوم وان کانوا قلیلا فھم کثیرون بالاسلحہ والشر
بالاجتماع فمکن قطبا واستد الریح بالعرب واصلمہم دونک نار الحرب
فانک ان شئخت من ھذہ الارض انقضت علیک العرب من اطرافھا
واقطارھا حتی یكون ما تدع وراک من العرب اھم الیک مما ین یدیک
ان الاغا جم ان بنظر والیک غدا یقولوا ھذا اصل العرب فاذا اقتطعتہم
استرحتم فیکون ذلک اشد لکبھم علیک وطمھم فیک فاما ما ذکرک
من صیر القوم الی قتال المساحین فان اللہ سیمانہ ھو اکرہ طسیر ھم صلت ھو
اقد مر علی تغیر ما یکرہ واما ما ذکرک من عدد ھم فان الامر نکون لقتال فیما مضی بالکثرة

سلطان منجرب سید ایک کلام کے جبار عربین خطاب ہے اس فاروقؓ کو ٹوٹی کڑی دھڑکی ہو چکا کہ مشرکوں کی اس زمین کی فتح و شکست کچھ نہ تھی
وہت پر نہیں ہی اور یہ کہ اللہ کا دین ہی جی کو غالب کیا اور اس کا لشکر ہی جس کو بڑا یا بھیا تاکہ جہان بھریا ہی اور جس کے غلبہ سے جہاں بھریا
نہ ہو اور اللہ کو وہ دین اور اللہ تعالیٰ ہی وعدہ کا پورا کرنے والا اور ہی بشارت کا دہکار ہی اور امام بنابر وہاں کہ کھڑا ہی ٹوٹی زمین کو اسکو
اکٹھا کر ہی اور ملتا ہی اور اگر ٹوٹی ٹوٹ جاتی ہی تو پھر نہیں پر لگندہ ہوجاتی ہیں اور جاتی رہتی ہیں میر کے سب کبھی واریم نہیں ہوتے
اور عرب اس وقت اگرچہ بقدر میں قلیل ہیں لیکن اسلام کی وجہ سے ان میں اور بھی اتفاق کر سکتے عزت و شوکت و کامیابی تو تو کئی شمار کر کے
کئی چلا اور ان میں اس میں لڑائی کو لگ بھگ کیونکہ اگر تو خود اس میں سے اور شہنشاہ اور پھر عرب اس کی کنارہ میں ٹوٹ پڑیں گے یہاں تک کہ توجہ کچھ نہ ہو
خفاست قابل خیرین جو کچھ گاہ زیادہ ہنرمندانان ہوجائیں اور اس کی کچھ ہنرمندی ہی اور عجیبی اگر کچھ کچھ دیکھیں تو کبھی کبھی یہ اصل

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہی جی کو غالب کیا اور اس کا لشکر ہی جس کو بڑا یا بھیا تاکہ جہان بھریا ہی اور جس کے غلبہ سے جہاں بھریا
نہ ہو اور اللہ کو وہ دین اور اللہ تعالیٰ ہی وعدہ کا پورا کرنے والا اور ہی بشارت کا دہکار ہی اور امام بنابر وہاں کہ کھڑا ہی ٹوٹی زمین کو اسکو
اکٹھا کر ہی اور ملتا ہی اور اگر ٹوٹی ٹوٹ جاتی ہی تو پھر نہیں پر لگندہ ہوجاتی ہیں اور جاتی رہتی ہیں میر کے سب کبھی واریم نہیں ہوتے
اور عرب اس وقت اگرچہ بقدر میں قلیل ہیں لیکن اسلام کی وجہ سے ان میں اور بھی اتفاق کر سکتے عزت و شوکت و کامیابی تو تو کئی شمار کر کے
کئی چلا اور ان میں اس میں لڑائی کو لگ بھگ کیونکہ اگر تو خود اس میں سے اور شہنشاہ اور پھر عرب اس کی کنارہ میں ٹوٹ پڑیں گے یہاں تک کہ توجہ کچھ نہ ہو
خفاست قابل خیرین جو کچھ گاہ زیادہ ہنرمندانان ہوجائیں اور اس کی کچھ ہنرمندی ہی اور عجیبی اگر کچھ کچھ دیکھیں تو کبھی کبھی یہ اصل

وَاِنَّا كُنَّا نَعْتَلٰ بِاَلْقَصْرِ وَالْمَعُوْنَةِ - انتہی جناب امیر کرام کلام میں جس قدر خوبیاں بیان کی
 یہی حاصل ہوئی اگرچہ قدر دلائل ثبوت حقیقت خلافت خلفا رضی اللہ عنہ کے ایسی پیدا ہو کر
 ان کو بیان تفصیلی کے لیے تو ایک دفتر چاہی یہ رسالہ اس کی گنجائش نہیں کہنا بیان
 اس قدر گزارش کرنا ہی کہ اس کلام سے اندازہ کر لیا چاہی کہ فیما بین جناب امیر و جناب فاروق
 کس درجہ اتحاد و ربط و منبسط تھا اور یہ بھی سمجھنا چاہی کہ جناب امیر نے اس وقت کے اسلام کو
 بڑی عزم شیعہ خواہ وہ ارتداد تھا یا طغیان اور خواہ منقوب تھا یا عصیان وہ دین فراموشی کی جگہ
 غلبہ کا تمام ادیان پر خداوند کریم نے اپنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا تھا اور
 غایت ارسال تھی ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَبِذِیْقِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَ عَلٰی الدِّیْنِ الْکَلِمَۃَ
 وَکُوْکِرَۃَ الْمَشْرِکُوْتِ مَارِثًا وَّہُوَ اَبَہَا اَوْدَس دین کو اوس دین سے تعبیر فرماتے ہیں
 جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تھا اور اس دین کو جس پر خلفا رضی اللہ عنہم
 تائید و تقویت کرتے تھے جناب امیر نے خدا کا دین قرار دیا اور جناب امیر نے اس وقت کو اس کلام
 کو خواہ عہد خداوندی یا کافرا و خواہ ناکشید و یار قین اور محاسبین و ناہیبین عداوت اہل بیت پر
 یا فوجہ اللہ اور خدا کا لشکر فرمایا اور فرمایا کہ ہم خداوند تعالیٰ کے وعدہ کو منتظر ہیں یعنی اس وقت
 یہ بھی کہ جو خداوند تعالیٰ نے ہم سے وعدہ فرمایا اور وہ وعدہ ہمارے یہی جس کو شرح چند جگہ
 تشریح کی ہے وَعَدَاللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَّعَمِلُوا الصَّٰلٰتِ لَیَسْتَخْلَفُوْہُمْ فَاِنْ مِنْکُمْ
 کَمَّا اَسْتَخْلَفَ الدِّیْنِ مِنْ قَبْلِہُمْ وَّیُکَلِّمُہُمْ دِیْنُہُمْ الَّذِیْ اَنْتُمْ لَہُمْ وَّالْبَدَلُ لَہُمْ
 مِنْ لَّدُنْہُمْ اَصْلًا یُبَدِّلُہُمْ وَہِیْ لَا یَسْکُوْنُ بِنِ شَیْءٍ وَّہُمْ کَفَرًا جَدِّدًا لِّکَ
 فَاُولٰٓئِکَ ہُمْ الْعَٰسِفُوْنَ اور جناب امیر نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ اپنی وعدہ کو جو ہم سے کیا

وعدہ کیا اللہ کے ترجمہ میں سے ایوان الابی ادنیٰ یک کام الہیہ جو بھی حکم کر گیا اور کو زمین میں جیسا
 حکم کیا ہوا وہی محکم کر دیا جائیگا اور کوئی ایسا نہ ہو جس کو پسند کر دیا اور کوئی مصلحت اور گنجائش نہ ہو جس میں یہ
 کرے گی یہ سب کچھ میرا کیا وہاں خداوند تعالیٰ سے ہمیں سورہہ لوگ میں فرمان - ۱۲ -

ضرر پورا فرمایا گیا اور اپنی لشکر کو جو یہ موجود ہی ہے شک و ظفر منصرف کر لیا چنانچہ جلیل
 امیر نے فرمایا تھا اس کے مطابق واقعہ ہوا خداوند تعالیٰ نے دین اسلام کو اپنی خلفاء کے ہاتھوں
 تمام ادیان پر غالب کیا اور تمام ادیان مغلوب ہوئی اور اپنا وعدہ پورا فرمایا اور بواسطہ خلفاء
 دین برحق کی تکمیل ہی اور اہل اسلام کے خوفناک حالت کو اس سے بدل دیا دو سلاطین عظیم
 کسریٰ و قیصر کے جو یہ لو میں تھے جنگ کا سخت خوف تھا اور ہر وقت کہشکاریاں رہتا تھا پانچ
 ہو گئی اور اہل اسلام کے قبضہ و تصرف میں آ کر اسلام کے نور نے شرق و غرب میں اطراف کائنات
 عالم کو منور کر دیا اور ظلمت کفر و دوہو گئی پس یہ سب کچھ اگر خلاف تھا سچا شدہ کا شہرہ
 نہیں ہے تو کیا ہے اس کی بعد جناب امیر نے خلیفہ فاروق کو قیام لانے فرمایا کہ اگر تم شہید
 ہو گئی تو یہ اجتماع مرکز نہ ہو سکیگا اور اس کے بعد فرمایا کہ ہم زمانہ گذشتہ یعنی حضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کے زمانہ میں کثرت فوج و سپاہ پر نہیں لڑتے تھے بلکہ خداوند تعالیٰ کی امداد و اعانتہ
 کفار سے لڑتے تھے اور اب بھی چونکہ وہی حالت ہی وہی اسلام کے سپاہ ہی جس کے خداوند
 تعالیٰ نے ملائکہ سے امداد فرمائی ہے اور وہی کفر و اسلام کا مقابلہ ہے۔ وہی اعلام کلمۃ اللہ اور جہاں
 مقصود ہے۔ تو یہ اب کیون خدا تعالیٰ کی نصرت کے بہرہ و سہ پر قتال کیا جاوے گی پس جو
 کچھ حضرت امیر نے اس کے بعد فرمایا عاقل منصف اس میں غور فرمائی کہ حضرت نے خلفاء کے
 اور ان کے خلاف کے کفار و عریض و توصیف میان فرمائی اور کثرت راؤ کی حقانیت
 بدلائل ثابت فرمایا اور طرفہ بہہ ہے کہ اس کے نقل بھی حضرت شریف رضی جیسی عالی
 شیعہ میں۔ کہو سب کے خوف و اضطراب و طویل ہر درہم انہی نصیبین کے لیے تمام رکماں اعتبار
 کمال الدین بچانے کی شرح سے جو کہ متعلق ہے نقل کرتے اب بھی جنگ و تفصیل کا ثبوت
 ہو وہ علامہ بچانے کی شرح کہ یہ کو ملاحظہ فرمادیں۔ (البتا) فہج المباحثہ کی اس خط
 کی شرح میں جس کا عنوان یہ ہے وہی وصح کے کتاب الممخوہ فاراد حق و مناقب
 نقیضہ علامہ ابن ہشتم بچانے کے خط کی وہ عبارت نقل کرتے ہیں جو آپ کے شریف صاحب

نفع البلاء من خیر فرمایا۔ وہی نذرہ و ذکریت ان اجتہدہ من المسلمین اعولاً
 ایدہم بہ کائنات ما زادہم عندہ علی قدر فضائلہم فی الاسلام و کان
 فضلہم فی الاسلام بکاز عمت والضحیم للہ ولرسولہ الخلیفۃ الصدیق و خلیفۃ
 الخلیفۃ الفاروق ولعمری ان مکاتبا فی الاسلام لعظیم وان المصاب
 لہما لخرج فی الاسلام سند یدیرحمہما اللہ وجزاہما باحتیاجہما۔ انتہی
 سبب جناب امیر کی اس کلام کو بنام کہی اور سچی کہ جناب شیخین کے فتاویٰ و مناقب
 کس وجہ تکبید شدید کے ساتھ قسم کیا کرنا والی اور فرمایا کہ جس کو اپنی عمر زندگان کی نعم
 تحقیق شیخین کا مرتبہ اسلام میں سب سے عظمت والا ہی اب اس جیل کو دیکھنا چاہیے کہ
 حضرت رضی اللہ عنہ نے نزدیکہ کے غرض سے تمام اقسام تکبید کی اس جیل میں ختم
 فرمادی اور اس جیل کو قسم کے ساتھ اور جیل اسمیہ کی ساتھ اور ان کے ساتھ اور علم کے ساتھ
 کہ وہ کیا تاکہ منکرین کو گنجائش انکار کی کسی راہ سے باقی نہ رہی جمیع جہات سے انکار کا راستہ
 سد و سوچا اور فرمایا کہ ان کا انتقال اسلام میں سخت زخم ہی خداون دونوں پر رحم
 فرمادی اور ان کو نیک کاموں کی انکو خیرا عطا فرمادی خیال کرنا چاہیے کہ جناب امیر شیخین کے
 انتقال کہ اسلام میں سخت زخم فرماتے ہیں پس اگر معاذ اللہ شیخین موصوف اور ان
 کی تہہ ہوں جو حضرات شیعہ فرماتے ہیں اور صدر ابن اعمال کے ہوں جن کی حضرات شیعہ بھی
 ہیں نو جناب امیر کا یہ ارشاد سر اسر کہ نب ہوگا اور ان کا انتقال سر اسلام میں ختم سمجھا جائیگا
 بلکہ ان کا وجود اسلام میں زخم نہ ہوگا۔ لیکن جناب امیر کے ارشاد کا کذب ہونا تو محال ہے
 ثابت ہو کہ جو کچھ حضرات شیعہ فرماتے ہیں وہ تقاضا کے مخالف ہے اور مخالفت امر
 جو کچھ اہل سنت کہتے ہیں وہی حق اور موافق تقاضا کے ہے خاصاً جناب امیر نے اپنی
 صراحت فرمادی اس کے بعد (جو حضرت فاطمہؓ کے بطن مبارک سے تھیں) کا نکاح حضرت
 سید کے ساتھ فرمایا کہ ان کا نکاح و مجتہد کے درجہ سے ہے اگر حضرت سید فاروقؓ ہیں

بحیثیت دین در ایسی کوتاہی ہوئی تو ممکن نہ تھا کہ جناب امیر سے جبراً و ظماً جیسا کہ شیخہ
 زعم ہی اس کلام کو کر سکتی اس عقد نکاح کی نسبت جو کچھ ہماری محبت کے تحریک سے آیا
 اور کیا جواب مفصل ہم آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ اسی موقع پر عرض کریں گے ساتھ حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخین کو بمنزلہ سمع و بصر کے فرمایا صاحب آیات بنیاست کہ فرماتے
 ہیں شیخ ابن بابویہ قمی نے کتاب بحالہ الاخبار میں امام موسیٰ رضا سے روایت کی ہے
 عن الحسن بن علی قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ان ابابکر صفي بمنزلة
 السمع وان عمر بن الخطاب بمنزلة البصر ان عثمان بن عفان بمنزلة الفؤاد وفسير امام حسن عسکری سے نقل
 کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے ہجرت کی شب میں ابوبکر صدیق سے کہا کہ جعلک منی بمنزلة السمع
 والبصر والراس من الجسد وبنزلة الروح من البدن حضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کے ان کلمات ہدایت آیات و صفات واضح ہیں کہ شیخین کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کے نزدیک کیا مرتبہ تھا اور اسی سے قیاس کر لینا چاہیے کہ خدا تعالیٰ کی جانب سے
 ان کو کیسی قدر منزلت ہوگی تو جب ان کا یہ مرتبہ ہی تو اہل بیت کو اذکر کہ ساتھ کس قدر محبت ہوگی اور
 اذکر کہ اہل بیت کے ساتھ کیسی الفت ہوگی اور اس سے ثابت ہوا کہ جو کچھ فضائل و مناقب ایک دوسرے
 کی نسبت فرمائی گئی وہ حق اور واقعی اور نفس الامری ہو گئے نہ کہ ذراہ نقیہ کہ با در نور۔ شاہناہم
 مشکلیں مولانا مولوی حمید علی رحمۃ اللہ علیہ نے نوالی اللالی ابن جہور وغیرہ سے نقل کیا ہے
 ان النبى صلى الله عليه وسلم اخذ سبعين اسيراً يوم بدر وفيهم العباس عقیل
 ابن عمه فاستشار ابا بكر فيهم فقال قومك واهلك استيقهم لعل الله يتوب عليهم
 وخذ الفدية يقوى بها اصحابك فقال عمر بن ذك واخرجوك فخذ بهم
 واضرب اعناقهم فاتهم ائمة الكفر ولا تأخذ منهم الفداء مكن علياً من عقیل
 وحمزة من العباس ومكن من فلان فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله
 يليق قلوب رجال حتى يكون الين من اللين يقسى قلوب رجال حتى يكون اشد

۴۰
 بحالہ الاخبار
 میں امام موسیٰ رضا
 سے روایت کی ہے

۴۰
 بحالہ الاخبار
 میں امام موسیٰ رضا
 سے روایت کی ہے

من الحجارة مثلک یا ایاکومثل ابراهیم اذ قال فمیتے فانه منی ومن عصائی
 فامک عفور رحیم ومثلک یا عمر مثل نوح اذ قال رب لا تدن علی الارض من
 الکافرین دیار امک ان تدبرهم یضلوا عبادک ولا یلدوا الا فاجرا کفارتم
 قال ان شئتم قتلتهم وان شئتم فادیم ویستشهد منکم بعد تمیم قالوا بل نأخذ
 القتل انما شئتم بعد تمیم باحد کما قال صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کو اس ارشاد سے دیکھا جا رہی کہ شیخین کے مرتبہ کس قدر عظیم و جلیل ثابت ہوتا ہے جب یہاں
 سید الانبیاء والارسل علوم مرتبہ شیخین کا یہ تنک پوچھا کہ اپنی ذاتی اوصاف میں اولوالعزم
 رسل کے ساتھ تشبہ محال ہوا تو پھر اس کے بعد کونسی فضیلت بچے دیکھیں اور جب شیخین کے اوصاف
 و کمالات و کمالات انسانی اس قدر ربیع المنزلت ہوئی اور ان کا اسلام میں یہہ مرتبہ ہوا
 تو اس سے قیاس کر لیا جا رہی کہ ان کو المہیت نبوت کی مانند کیا نعلق ہوگا اور ان میں کون
 کی ساتھ کیسا ارتباط ہوگا اور کوئی عاقل یا در کر سکتا ہے کہ جنگلی کمالات کی مانند نبوت کی ساتھ
 مشابہہ ہوں وہ منافق و فاجر ہوں یا وہ غاصب خلافت ہوں یا وہ المہیت کے
 نو حسین و ذلیل کریں اگر وہ نفع الواقع ایسی ہوں تو معاذ اللہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
 ارشاد خلاف واقع ہوگا اور آپ کے ارشاد کا خلاف واقع ہونا محال ہے لہذا ان حضرات کا
 یہی منافق و غاصب ہونا محال ہوا قطع نظر اس ارشاد سے کہ جس میں شیخین کی نسبت انبیاء کا تمثیل
 عطا فرمایا سطور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شیخین سے اساری بہرہ کہ ان میں
 اس امر پر واضح دلیل ہے کہ حضرات خلفاء کو جناب سالت امین کمال قرب حاصل تھا اور
 بہرہ دہرین کی تھی کہ آپ جس ارشاد و مقام پر ان کو مہمات اموزین انسی شہرہ دینی تھی پس
 جن حضرات کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ قرب منزلت حاصل ہوا ان کو بدری
 کی ساتھ یاد کرنا اور دشمن المہیت نبوت عقائد کرنا کس در اسلامی طریقہ سے عجیب
 لغو و باطلہ سن و لاک نامنا تفہیم مجمع البیان میں سورہ الدلیل کے تفسیر میں

اور ان
 حضرات
 میں

تحت قولہ **وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى** الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ لَهَا هِيَ

وعن ابن الزبير ان الائمة نزلت اسيرة بكر لانه استقرى المالك الدين

اسلموا مثل بلال وعامر بن فهيم وغيرهما فاعقبتهم والاولى ان يكون

الآيات مجسدة على عمومها في كل من يعطي حق الله من ماله وكم يمنعه

حق سبحانہ تا سماع آیات بنیات میں مجسم البیان سے نقل کیا ہے ق۔ اللہ عزوجل

وَالَّذِينَ جَاءُوا بِالْصِّدْقِ فِي وُجُوهِهِمْ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ غَدِرٍ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمَكِيدُونَ

و في الذكر عز في العالم الكنهه ثم حضرت ابوالمفضل عاشر

ضمیمہ اللہ عنہما کے برائے ناز اہوا اور منجھلا دوا۔ رنگہ حنفیہ بننے کے بعد اگلے کھانے کے

[illegible][illegible]

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ

وَالسَّامِعِينَ أَنْ يُولُوا أَدْنَى الْغَرْبِيِّ وَالْمَسَالِينِ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ

هو وليهم الا يحبون ان يخبر الله لکم والله غفور رحيم اس آیت ستر

حق کا شانہ لئے ابوبکر صدیق کو اولیٰ افضل ہوئی سے تشریف بخشی اور خلعت نصبت

فرمایا: تمہاری جلد وہی حضرت صدوق کا جو ان ہر آیت کے جواب میں ہے

یہاں پہلے فہم و دانش ہے کہ تقویٰ مانع ہے ورنہ ان کی رسالہ امامت سے وہ جواب

تے اور اس فہم و تصاف کے روبرو پیش کرتے اور اگر یہ سلسلہ جاری رہا۔ تو

اور تہ قائلے غرض کر نیک غرض بحوالہ اللہ وقوتہ شہادت کتب اللہ

راشادات رسول اللہ ﷺ اور افادات ائمہ کے مثل پرور و شہداء صلوات اللہ علیہم

شخصی رضی اللہ عنہما خدائے اور سو خدا کا نزدیک مقرب و حاضر و حاضر معہ

حضرت علیؓ فرماتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو بہتر سمجھے تو اسے اپنے آپ کو بہتر سمجھنا چاہیے۔

۱۰۰

۱۱- و در تاریخ ۱۴۰۱/۰۵/۰۵
الحاج میرزا محمد

司馬公

کہ جناب امیر نے بارہ قسم شرعی کہا کہ دنیا کی میری زمین کوئی عداوت یا عبا و عدا
 سنجین کے نسبت نہیں ہے توحید راؤ کی مناقب و فضائل میں باسے ائمہ کے بیان کر
 وہ نفس الامری اور مطابق واقع کے میں نقیہ پر پرگزہ محمول نہیں ہو سکتی اور یہ بھی ثابت
 ہوا کہ جو کچھ قبائح و ذمائم سے حضرات متبعہ اذکم ذامنا نہایت پاک و مروت کرتے ہیں وہ
 سب سے حد اور رسول اللہ کے نزدیک اور دین اسلام سے خارج ہے پس حسب خلفاء و حضرات
 عنہم کے فضائل و مناقب و علوم و مرتبہ عند اللہ و الرسول اور حسب اہل سنت و اہل بیت کے
 ساتھ گناہت ہو چکا جو نظام ہر اثبات خلافت کے لیے بہتید اور سے بحقیقت ثبوت
 خلافت کے لیے برہان و مؤلف اور مزید تقویت و تائید ہوتی تو اس بات میں ثبوت حقیقت خلافت
 خلفاء کے دلائل عقلیہ و نقلیہ کتاب سنت و اقوال ائمہ سے مختصر بیان کرتے ہیں
 لیکن چونکہ ہماری فاضل محبت کے نزدیک اذکم عقل سب پر قاضی و حاکم ہے اس لیے ہم اول
 دلیل عقلی کو ہی ذکر کرتے ہیں جس سے مسئلہ یہی اولیٰ کے ثبوت حقیقت خلافت ہو چکا
 پس اس پر ہوا کہ امت مسلمہ ثبوت اصول دین میں سے ہے اور مالی ثبوت ہے جس اور
 خاصہ اور خواص ہمہ کے ساتھ ثبوت مخصوص متصف ہے اور نہیں اور صاف و خواص
 کہ ساتھ امت بھی متصف ہی یہی وجہ ہے کہ عصمت و نفیست و نفس شرط
 ثبوت ہے تو شرط امت ہی ہے چنانچہ عموماً تمام امامیہ کو اس پر اتفاق ہے اور خصوصاً
 ہماری فاضل محبت کے شروع جواب میں اہل اعتراٹ فرمایا ہے اور فرمایا ہے (اور ان
 ہر شرط کی دلائل کے نسبت اگرچہ ہر گز اس میں کافی نہی کہ جب امت تالی مرتبہ
 ثبوت نہی اور نیابت نہی ہے مراد ہے پس جو دلائل عصمت امتیاء پر دال میں وہی نصیبت
 یا کچھ نصیبت سے عصمت ائمہ پر دال ہو گا) اور نیز یہی سبب امام اور نبی میں کچھ فرق نہیں
 تمام احکام میں متحد ہیں اگر فرق ہے تو صرف اہم ثبوت اور نزول وحی میں فرق ہے
 چنانچہ اس پر شہید ثالث قاضی نور اللہ ثبوت شرعی مجالس المؤمنین میں بتقریب ذکر

دلیل اول ثبوت خلافت خلفاء و ائمہ اہل سنت

محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی درق نمبر ۱۴۲ پر فرماتے ہیں کہ اگر امام
 قاسم بن اسماعیل بن ہشام در جمیع امور گرد آسم نبوت و نزول وحی۔ اس سے بد نالیت و طاعتی
 ثابت کہی کہ امام بنی کے تمام اوصاف میں شریک ہی سوائی اہم نبوت اور نزول وحی یعنی
 ہدایت است جیسا بنی کے ساتھ منوط ہی دیا ہی امام کے ساتھ مربوط ہی اور حفظ شریعت
 جیسا بنی پر موقوف ہی اس طرح بعد بنی کے امام پر بھی منحصر ہے اور جیسا نبوت لطف
 خداوندی اور خدا تعالیٰ سے پیدا ہے جیسا ہی اس طرح امامت بھی لطف خدا تعالیٰ ہی اور اس پر
 و احبہ ہی اور جیسی نبوت کسی شخص کے واسطے بدو ن نص خداوند تعالیٰ کے کیسے کیا ہے کہ
 بنو من ہی اس طرح امامت ہی بدو ن نص خداوند تعالیٰ کو گوئی کہ اجتماع سے نہیں ہو سکتا
 اور جیسا بنی کے ساتھ معارفہ اور شریعت میں کوئی شخص اس پر غالب نہیں ہو سکتا
 اس طرح امام کے ساتھ معارفہ و شریعت ہی کر کے کوئی اس پر چیرہ دست نہیں ہو سکتا
 بلکہ قطع نظر اول اوصاف کے چونکہ بہت بڑا تعاقب نبوت اور امامت کے ساتھ ہے بعض
 چھوٹی چوٹی اور جیلے اوصاف میں ہی شریک درخدا ہی چنانچہ جیسا بنی کا دل بیدار
 اور انگیزہ خفہ ہوتی ہی اس طرح امام بھی بیدار دل ارجمند و خواب ہوتا ہے جیسا بنی کے
 سایہ نہیں ہوتا امام کے ہی سایہ نہیں ہوتا جیسا بنی کی پیروی سے کیسا نہ دیکھتا ہی
 اس طرح امام بھی اگر پیچھے سے برابر دیکھتا ہے جیسا حوڑہ اور حجت استیجاب الدعا ہی
 کو حاصل ہوتی ہے امام کو بھی حاصل ہوتے ہی جیسا بنی محکم نہیں ہوتا امام ہی محکم
 نہیں ہوتا۔ علیٰ نقی اس سے ہی اوصاف و خواص میں کہ بنی میں نبی و امام باہم
 مشارک ہیں اور وہ اوصاف کہ جن کا تعلق بحسب است عامہ و بنوی دنیاوی و خلق کے ساتھ
 ہوتا ہے وہ بنی کو ہی صرف ایسا نہیں کہ جن میں باہم اتحاد و استمرار نہوالا اطلاق
 سم نبوت سو یہ ایک لفظ امری کہ جو راجع الے الاصطلاح ہے ورنہ لغت یہ اطلاق بھی صحیح ہے
 لفظ امام تو قطعی عام ہے جس کا اطلاق لسان شرع میں ایسا ہی کیا گیا ہے

اور دوسری نزول وحی کا جو حسب دعا حضرت شہید ثالث اپنی دکان کے ساتھ مختص ہو کر آمد میں
 نہیں آیا جاتا ہے لیکن حضرت شہید ثالث کا یہ زعم بطل ہے کہ چونکہ ائمہ کو خصوصاً جناب امیر
 آخر محمدؑ توفیق الہی میں اور حضرت حسب تصریح محمد بن یعقوب انکلیسی سے کیا نام ہے
 کہ نزول فرشتہ کا ہو اور اس کا انداز سن لیکن اس کی خبر کو نہ یکہی پس اگر اس کا نام دعویٰ
 نہیں ہے تو یہ دوسری راجع اس کے لفظ اصطلاح ہے اندر تراخ لفظی معنی میں بہرہ کفایت
 یہ وہ ضعف ہے کہ جن میں امیر رسوائی ائمہ کے مستقر دین میں اور حسب احتیاج و دشمنی
 فی الارضات ثابت ہوا تو ہم کہتی ہیں کہ حسب اوصاف مبنی کے ایک یہ بھی ضعف
 ہے کہ اپنی کرامت عادت اللہ باری ہے کہ نبی کے مقابل میں یعنی نبوت کا چھوٹا دعویٰ
 کرنا اور اپنی دعویٰ میں کامیاب نہیں ہو سکتا ہی بمقابلہ معجزات نبوی کے ایک
 سب استدراجات منقلب اور متعکس ہو جاتے ہیں نبوت کا چھوٹا دعویٰ کرنا الٰہیت
 انجام کا مختل اور فہور ہونا ہے اور ہرگز فروغ نہیں پاسکتا حضرت آدم علیہ السلام سے
 آج تک کوئی نظیر ایسی نہیں ملے گا کہ کسی شخص نے بمقابلہ کسی نبی کے نبوت کا چھوٹا دعویٰ
 کیا ہو اور وہ اپنی دعویٰ میں کامیاب ہو ہو سیکر لکڑیاں بارود یعنی اس حجاج وغیرہ کے
 قصص و حکایات تاریخ کے واقف و متبحر محقق نہیں اور کوئی ممکن ہے کہ خداوند تعالیٰ کے مقابلہ
 اپنی نبی برسل کے چھوٹی دعویٰ کو غالب اور کامیاب کری اگر ایسا ہو تو محض تمسیر خداوند
 تعالیٰ نے شانہ سورہ موسیٰ میں ارشاد فرماتا ہے **وَإِنْ يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبَاتُهُ** **صَادِقًا**
يُصْبِحُ مِنَ الْمُنْذَرِينَ **الَّذِينَ يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ لَا يَهْدِي صُلٰهُمُ** **حَسْرَتًا كَذٰلِكَ**
 جس کا جس طرح ہو کہ خداوند تعالیٰ نے چھوٹی سرف کے دہنائی بنیات اور معجزات کی طرف
 نہیں کرتا کہ نبوت کا چھوٹا دعویٰ کر کے کامیاب ہو جائے تو اس سے سلام ہوا حضرت موسیٰ

سے اگر وہ چھوٹا ہو گا تو ہر گز اس پر اسکا جہت اندازہ ہو سکتا ہو گا تو تمیز و تشخیص کوئی وعدہ دہنا ہے بلکہ ان میں
 دکھانا اسکو جو وہ کسی نہ دے والا چھوٹا ہے۔

دعویٰ کذب نہیں جو کہتا کیونکہ اگر یہ دعویٰ کذب ہوتا تو یہ معجزات اکیلی اور بیات
ظاہر نہ ہوتے اور خدا تعالیٰ ان پر قدرت نہ دیتا۔ صاحب میر صفائی کے تفسیر میں لکھتے ہیں
قبل احتجاج ثالث ذو وجہین احدہما اندلوا کانت مسرفا کذا اباملہادہ
اللہ الی البیات ولما عصفہ بتلک المعجزات اور جب نبوت اس صنف کو ساتھ
ستمصف ہی اور نبی کے ساتھ عادت اللہ جاری ہے کہ تنہی ہمیشہ مخدول ہوتا ہی تو چونکہ
نامستہ ہی جمیع اوصاف ہمہ بین نبوت کے ساتھ متحد ہی اور قاصد میں اس کی شراک ہی
تو است ہی لامی الہ صفت کے ساتھ متصف ہوگی اور امام کے ساتھ ہی یہ ہی عادت
اللہ جاری ہوگی کہ اگر کوئی شخص نہایت بڑا اور است کا جھوٹا دعویٰ کرے وہ ہرگز اپنی
دعویٰ میں کاسیاب نہ ہوگا اور خدہ دل مقہور ہوگا اگر ایسا نہ تو قطع نظر ان مفسدہ بشمار
اور قبیح غیر متناہی کے جو اس تکلیف سے لازم آتی ہیں ہشتر کف الاوصاف اور اتحاد
و انحصار جو نبوت کے ساتھ ہی وہ فوت ہو جائیگا تو ضرور ہوا کہ است کو یہی یہ
وصف لازم ہو اور امام میں یہی یہ خاصہ پایا جاویں بعد اسی کہ جناب سالتماب صلوات اللہ
علیہ وسلم کے خلفاء میں جو جب اس قاعدہ کے تامل کی طرف دیکھتی ہیں بعد اس امر کے کہ
رضا حسب نغمہ شیعہ تسلیم کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلا فصل امام برحق
اور خلیفہ راشد جناب امیر مہدیؑ تو بذاتہ یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ حسب قاعدہ اگر جناب امیر
بلا فصل نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور امام برحق اور خلیفہ راشد ہوں تو جو لوگ بالحق قابل کذب
و عدا وانا مدعی خلافت ہو گئے وہ مخدول و مطرود ہوں اور ان کی خلافت ہرگز مسلم نہ ہی
بلکہ ان کا انجام خواری و ذرا بی و تباہی و بربادی ہو لیکن جب ہم واقعات میں نظر کرتے
ہیں تو مخالف بالکل پاتی ہیں اور قطعہ منقطع کہتے ہیں اور وہ یہ کہ بعد وفات جناب سرور
عالم کہتے ہیں کہ یہ تیسرا مسئلہ ہے اور چھین کر ایک تو یہ کہ اگر کسی طرف کتاب ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کو بیات کہتے
ہدایت کرتا اور ان معجزات سے اس کو تقریر نہ دیتا۔ ۱۲۔

کائنات علیہ وعلیٰ آؤ بفضل انجیالت ودرستیہات جناب امیر کے سامنی اور اگرچہ جو کچھ میں نے عرض
 کیا بعد دیگر دعویٰ خلافت ہوئی اور امامت کا دعویٰ کیا اول و ثانی سے ابوبکر صدیق
 ہیں۔ دوسرے عمر بن خطاب۔ تیسری عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم پس وہاں
 سے خالی نہیں کیا یہ تینوں حضرات اپنی دعویٰ میں کاذب تھے یا صادق اگر کاذب
 تھے تو واجب تھا کہ وہ اپنی دعویٰ میں کامیاب ہوتے۔ بلکہ فذل ہو جتے۔ لیکن ہم
 روز روشن دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی دعویٰ امامت میں کامیاب ہوئی کہ امام برحق سے بھی
 خواجہ سب سب بڑھ گئی اور اوہوں نے اپنی اس دعویٰ کی نسبت اسلام کے نمایان ترقی
 کر کے اسی طرح کہلائی کہ اپنی دعویٰ کو بیلہ دیران کر دیا اور خداوند تعالیٰ نے انکا وہ
 قدرت دی کہ دنیوی اور دنیاوی ترقیات امامین اپنی رسول کا جارح ہوئی تفصیل اس
 پہ کہ اسلام کے دو متفقین اور دو چہنیں ہیں ایک جہت ایک ترقیات اور دوسری جہت
 ترقیات ترقیات جہت دین اور اس صورت سے ہے کہ مثلاً شریعت کا شروع و رد اچھو حدود
 و قصاص جاری ہوں۔ عالم میں کتاب انجیل کا درس ہو کفر و کفرانگوں سارہوں اور
 کلمہ اللہ ہی العلیا صادق آدمی شعائر اسلام کا زور و شور ہو اور علیہ القیاس اور ترقیات
 جہت دنیاویہ کے یہ صورت ہے کہ مثلاً مال و دولت کے اہل اسلام میں شریعت ہو اور نبات و
 فواش ادا اہل اسلام ہوں سلاطین باجگزار اسلام ہوں قریٰ انصاریات اور قضاہ
 و جاگیر اہل اسلام کے بکثرت قبض و تصرف میں ہوں وغیرہ ذاک اب ہم دونوں اسلامی
 حالتوں کی ترقی کو زمانہ خلفائے ثلاثہ میں ہوئی نظر عمیق سے دیکھتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے
 کہ اہل اسلام کے دونوں حالتوں کی ترقی زمانہ خلفائے ثلاثہ میں اوج کمال پہنچ گئی تھی پہلے
 ہم دعویٰ خلافت کے ساتھ وجوہ خلافت میں فخر کرنے میں تو تین طرح سے پائی تھیں
 اول تو یہ کہ خداوند تعالیٰ نے ان خلفاء کو واسطیٰ ہی گویا تمام عالم میں شعائر اسلام کو
 پہلایا اور دین اسلام کو انکو ذریعہ سے تمام ادیان پر غالب کیا کثرت جہاد سے

کفر و کفار گنواں ہو کر کلمہ الہی علیہا کا صدق ان ہی خلافتوں کا ثمرہ اور ان ہی
 سعی کا نتیجہ ہے غرض جو اصلی غرض اس سال اس منصب خلفا سے تھی کہ دین اسلام کو
 شیوع و رواج بخوبی خلفائے شامہ کی خلافتوں سے حاصل ہوا اور خداوند تعالیٰ نے ان
 اذکوان جمہات کے تمکین عطا فرمائی اگر یہ حضرات اپنی دعویٰ خلافت میں کامیاب
 ہوتی تو ممکن نہ ہوتا کہ وہ بمقامہ خلیفہ و امام برحق کے اپنی دعویٰ میں کامیاب ہوتے
 اور حق تعالیٰ اذکوان کا مقاصد خلافت کے حصول پر تمکین دیتا۔ دوسری یہ کہ اسلام
 پر شق دینا وی کے ترقی ہی خلفا کے ذریعہ کمال پونج گئی اور خزانہ کسری
 فیصر جنکا وعدہ حصول جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے پہونچ
 وقت فرحت و ایسا ط کے ساتھ فرمایا تھا ان ہی خلافتوں کے بدولت اہل اسلام کے
 ہاتھ آئی بلکہ ہر چار طر ف سے اسوا ل ٹوٹ پڑی اور خزانہ کے موہ نہ کہولی گئی اگرچہ صرف
 دنیاوی ترقی حقیقت کی عسوا دلیل نہیں ہو سکتی۔ لیکن چونکہ حصول عداد خداوند
 کو نقصان ہو جو رسول کے زبانی ہوا اور نیز یا نقصان ترقی دنیوی البتہ قطعاً ثبوت حقیقت
 خلافت کی دلیل ہو سکتی ہے۔ تیسرے یہ کہ اذکوان شامہ خلافت میں اذکوان خلافتوں کو
 تمام آقا صی راوا الی نے ابا بکر عزیز اور ذیل سبب نے حق تسلیم کر لیا جس سے
 ہمارا مدعا یہ ہو کہ خداوند تعالیٰ نے اذکوان وہ قدرت و تمکین ہی تمام حوزہ اسلام اذکوان مطہر
 ر سخرہ متقا و ہو گیا اور یہ سحر و نقیہ دار یہہ بجا آوری دے جسوا جمہات خلافت آخر تک
 لیکن ان تمکین اللہ تعالیٰ ہی بلکہ الی یوم القیمہ جماعت عامہ اسلام جنکو شامین نے بعد البلاغت
 میں ہی وان ید اللہ علی الجماعت وایاکم والفرقة فان الساذھن الناس للشیطان
 اور سوا عظمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جسکی شامین ہی فالزوال السواد لا اعظم سوا
 لہ بیک اللہ کا تہ جماعت پر ہی اور اپنی آپ کو تقریر یا ہی سے بجا کہو کہ جدا ہونے والا اور مین سے
 شیطان کا نظریہ ۱۲۔

چند ہی متشعین کے حقیقت خلافت خلفائے ثلاثہ کے معتقد اور قائل رہیں گے اس سے زیادہ
خداوند باری کی طرف سے اور کیا ممکن ہو عطا ہو سکتی ہی تو اس سے مثل افتاب کے
ظاہر ہوا ہوا کہ یہ حضرات خلفائے ربی دعوی خلافت میں ایسی صادق تھی اس سے زیادہ کہ کسی
مستعمل نہیں ہوا ان امام غائب کے لیے دعوی کیا جاتا ہے اور مشن یہ بیہات اولیہ کی ثابت ہوا
کہ یہ دعوی جو حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
امام ہدف جناب امیر مہدی اور ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم ظالم اور غاصب خلافت
ہتی کہ جن جناب امیر کا بزرگ و غصب کر کے منتقص خلافت ہو گئی کذب اور باطل اور خواہ اور
لاطیل ہے کیونکہ اگر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امام ہدف جناب امیر ہوتے
اور خلفا محض جابر و غاصب اور جہول مدعی خلافت بمقابلہ خلیفہ برحق ہوتے تو ہر گز اپنی
دعوی میں کامیاب نہ ہوتے اور وہی سنت اللہ جو مدعیان نبوت میں جاری ہوتی
ہی ان مدعیان خلافت میں اپنی جاری ہوتی تو اس سے مثل افتاب بے ثمر و زنا بت ہوا
کہ حضرات خلفاء رضی اللہ عنہم امام برحق اور خلیفہ راشد ہتی۔ اب بھگو یہ خیال ہوتا ہے
کہ بعض کم فہم سوچے کہ انکو مقدمات دلیل کے پوری طور پر نہیں نشین نہ ہوتی شاید یہ
اعترض کریں کہ بہت سی لوگ سلام مثل امیر معویہ رضی اللہ عنہ کے ایسی ہیں کہ جنکو خداوند تعالیٰ
بمقابلہ ائمہ کے کامیاب فرمایا اور انکو ممکن ہی اور صدائے قرنی و اصوات انکی سعی کو شمش
سے مفتوح ہوئی تو اس دلیل کے اعتبار سے انکو بھی امام برحق اور خلیفہ راشد کہنا چاہی
حالانکہ وہ سلاطین باقوان و رفیقین خلفاء راشدین ہیں نہ نہیں ہیں۔ تو اسکا جواب
اور لایا یہ ہے کہ اس دلیل کے مقدمات کا مبنی صرف مذہب خصم پر ہے اگر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے
تو اصول شیعہ پر ہی وارد ہوتا ہے اسکا جواب بھی وہی دیوین ہے کہ کب کہتی ہیں کہ نبوت
ولماست فتنارک فی الاوصاف و الاحوال میں ہم کب قائل ہیں کہ امام قائم مقتدر علی
المنہ۔ اور جب یہ مقدمات مسلم خصم میں تو جو اوپر ایراد ہوا اسکا جواب یہ کہ ہم

ثانیاً سنا لیکن ہم کبتر ہیں کہ بعد خلفائے ترقیات اسلامی سر و وجہت دینوی اور دنیوی
 میں کامل طور پر کسی کو لگائیں نہیں ہوئی اور اگر قدرت لکھیں ہوئی ہے تو صرف دنیاوی
 ترقی میں جو مقاصد سلطنت پر ہی ہوئی ہے اور دینوی ترقی جو اہم مقاصد خلافت سی و
 بزرگ حاصل نہیں ہوئی اسکو ہی ہم بحول اللہ تعالیٰ کے وقوتہ الہی کتب مقبرہ سی ثابت کر سکتے
 ہیں علامہ کمال الدین ابن ہشیم بحرانی، نبی البلاغتہ کی اپنی شرح کبیر سی بمصباح لکھیں
 میں اس خطبہ کو شرح میں جب کا عنوان یہ ہے ومن کے سلام لہ فی بقعہ عثمان لہذا
 علامتہ انی احق بہا من غیرکے واللہ لا سلمین جاسلمت امور المسلمین ولہ
 لیکن یہ ساجور الاعلیٰ خاصۃ الخ فواتے ہیں فان قلت السؤال من وجهین
 الاول ما وجہ منافستہ فی هذا الامر الخ الثاني کیف سلمہ ساعدت
 الفتنة ولم یسلم معویہ و لطلحہ والزید مع قیام الفتنة فی حربہم قلت الجواب
 عن الاول ان الخ وعن الثاني ان الفرق بین الخلفاء الثلث و بین معویہ
 اقامتہ و د اللہ والعمل بمقتضی او امرہ و لو اید ظاہر انتہ ملتصقا۔ ثانیاً
 ہم کہ ارش کر آ رہیں کہ دعویٰ امامت کو کامیابی کے لیے اپنی دعویٰ امامت پر جیسی ترقیات
 اسلامیہ کے ہر دوش کے ضرورت ہی اس طرح یہ بھی ضرور ہی جماعت عامہ امامت محمد
 صلی اللہ علیہ وسلم اور سکو خلیفہ راشد اعتقاد کرتے ہوں اور سوا اعظم امامت محمد صلی
 اللہ علیہ وسلم تسلیم کر لیا ہو تاکہ اس جماعت کا اتفاق جیسے یہ اللہ ہی اور حکمرانین
 و ما کان اللہ لیجمعہم علی ضلالہ و یضربہم بعصی فرماتے ہیں اس خلافت کے
 ساتھ اگر تو اعتراض کری سوال دو وجہ سی ہی اول تو یہ کہ امامت میں آپ کو رعیت کی کیا وجہ ہو۔ الخ
 دوسری یہ کہ یہاں تو وقت خوف فتنہ کے تسلیم کر لیا اور معویہ اور طلحہ و زبیر کے لیے باوجود قیام فتنہ کی تسلیم کیا
 میں کہ ہوں پہلا اعتراض کا جواب یہ ہے الخ اور دوسری کا جواب یہ ہے کہ خلفائے ثلاثہ میں اور معویہ میں اللہ کے حکم
 قائم کرتے ہیں اور اسکی امر دہی کے مقتضی کی موافق عمل کرنے میں فرق ظاہر ہے۔

حقیقت کی اسل جو جادوی پس جس قدر سنا حسین اسلام گذری میں اؤگو کینی خلیفہ راشدین
 تسلیم کیا نہ اؤگو سوا و اعظم امام برحق اعتقاد کرتا ہی بلکہ وہ خود ہی مدعی خلافت
 نہیں ہوئی اور اگر ہوئی تو اوائل امارت میں غلطی ہوئی بعد اسکے آخر اپنی ملوک
 اسلامی میں ہونے کا اعتراف کیا ہی تو اوسنی یہ دلیل منقوض نہیں ہو سکتی سب
 دلائل نقلیہ میں حجیر دلیل پنا حق سجا نہ و تعالے سورہ نور میں اس وقت کے مومنین
 خطاب کر کے ارشاد فرماتا ہی - وعد الله المان منكم وعملوا الصالحات
 ليستخلفهم في الارض كما استخلف الذين من قبلكم لعلكم يتقون لکن انهم انهم
 من بعد خوفهم امنا بعد فح لا يشركون لی شیاء من كفر بعد ذلك
 فاولئك هم الفاسقون حاصل یہ ہر کس کے لئے ہے اؤن لوگوں کو ساتھ ہم میں سی
 جو ایمان لائے میں اور عمل صالح کی میں وعدہ فرماتا ہر کس اؤگو میکٹ میں میں خلیفہ بنا دیا
 جیسا اوسنی پہلے لوگوں کو خلیفہ بنا یا اور البتہ شر اؤگو کی اوس میں کہ جو پسندیدہ ہے
 اؤگو دھڑلے اور بے شبہ اؤگو خوف کو امن سی بدل گیا میری پچتیش کر گچ اگر کسی کو میری ساتھ
 شریک کرے گا اور اسکی عید جنہوں نے اس نعمت کو ناشکری کے پس میں ہی فاسق میں اس آیت
 شریفہ سی چند فوائد حاصل ہوئی اول تو یہ کہ حق تعالیٰ بعض مومنین حاضرین عند نزول آیت کو
 ساتھ یہ وعدہ فرمایا من اگر بیخضہ ہر قویا ہر ہی اور اگر بیانیہ ہی تو اولاً من جیانہ ضمیر
 مخاطب محدود و داخل نہیں ہوتا اپنے ساتھ منیر دیکھا ہوگا کہ من میں یہی کی علامت صحت و قطع
 لفظ الذی کی اسکی جگہ ہر اؤگو ہر ہی کہ اسکی لفظ الذی نہیں داخل ہو سکتا اور اگر نہ کہتے
 بتا دیں بعد اسکو بیانیہ کہا جادوی تاہم مخاطبین کے استخفاف سے بعض کا استخفاف ملو کہ
 اور چونکہ اوسکا نفع تمام کرنا میں ہر ہی سب پر اطلاق کیا گیا عرف میں شائع ہر جب
 کسی قوم میں سلطنت ہوتے ہی تو بادشاہ جو دیکہ ایک ہی بادشاہ ہوتا ہی لیکن تمام قوم کے
 سلطنت کہلاتی ہی کہونکہ اوسکا نفع اؤن سب کے طرف عائد و راجع ہوتا ہی اور فی حقیقت

منازلت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس آیت میں

دو ہی حکم ہوئے ہیں اب آپ کیا دیکھتے ہیں اولیٰ اولیٰ گوری کیسی حکومت کرتے ہیں
 اور اپنی حکومت و سلطنت سمجھتے ہیں۔ علاوہ ازیں اگر من تعصبیکہ آپ ابطال کے در پی ہوں
 اور تمہیں ثابت کریں تو حضرات شیعہ اس آیت سے امام مہدیؑ کا اختلاف مراد لیتی ہیں
 وہ باطل ہوگا جو اس واسطے کہ دین دہی ہماری طرف سے ہی قبول فرماویں اور حاضرین
 عندہ نزول الایت علیٰ من یریدہ منکم کہ ہولید بن شیبہ نے تفسیر فرمائی ہے کہ جو کلام کہ خطبہ
 شافہہ کے یہی موضوع ہے وہ حنفیہ کے ساتھ ہی شخص ہوتی ہے اگر کسی علامہ شیعہ ثانی معلوم
 الاصول میں صغیر کے پر فرماتے ہیں۔ وما وضع الخطاب المشافہہ نحو یا ایہا
 الناس و یا ایہا الذین امنوا کا جمع بصیغۃ من تاخر عن نص الخطاب و انما ثبت
 حکمہ لہم بدلیل آخر و هو قول اصحابنا و اکثر اہل الخلاف۔ اور شاہزادہ کی یہ عبارت
 موضوع المشافہہ ہی تو حاضرین کے ساتھ مخصوص ہوگی دوسری یہ کہ خداوند تعالیٰ نے وعدہ فرمایا
 کہ میں سے بعض کو خلیفہ بناؤں گا اور اس وجہ سے کہ خداوند تعالیٰ نے کی وعدہ میں ہمارا خلف محال ہے
 لامحالہ یہ وعدہ واقع ہوگا نہ خلف وعدہ لازم آئیگا۔ جو محال ہے اور جو امر مستلزم محال کو لازم
 ہو جو محال ہے اب وقوع اختلاف موعود کی دو احتمال ہیں اول یہ کہ وعدہ اختلاف سے
 یہ امر ہوا کہ ہم نفس بالاختلاف کریں گے اور جب نفس بالاختلاف فرماویں تو وعدہ پورا ہوگا
 دوسری یہ کہ موعود یہ ہی کہ ہم خلیفہ بناؤں گے اور نفس اختلاف واقع کریں گے لیکن
 احتمال اول پر جوہ باطل ہے اور لا معنی اختلاف ایقاع فعل خلافت ہے اور بدیہی ہے
 کہ امر بالشیعین شی نہیں اور نفس بالاختلاف عین اختلاف نہیں تو اس صورت میں
 لازم آتا ہے کہ وعدہ تو کچھ فرماویں اور کوری کچھ اور یہ ہی خلف وعدہ ہی۔ ان بعض کلمہ

سے اور جو الفاظ خطبہ شافہہ کے یہی موضوع ہیں مثل یا ایہا الناس اور یا ایہا الذین امنوا کے اپنی بیعت شافہہ
 انکو مل نہیں پڑے۔ جو زمانہ خطبہ سے پہلے ہی میں اور اس کے حکم کو کبھی حرف دوسری دلیل سے ثابت
 ہوا اور ہماری یہاں کہ اور اکثر اہل خلاف کا یہ ہی قول ہی ہے۔

مجاہد القرائن خارجیہ اختلاف کس نسبالا اختلاف ہی ملو ہوتا ہی اور یہ عمل کو کچھ معاہدہ
 نہیں۔ ثانیاً بعد اختلاف کی جو امور کہ حق تعالیٰ شانہ نے بمنزل نتائج و ثمرات اختلاف
 کی بیان فرمائی ہیں مثل نکین دین رضی کے اور تبدیل خوف کے اس سے وہ بدلتہ مستلزم
 کردہ اختلاف سے مراد نفس اختلاف ہی نہیں بلکہ نفس بالاختلاف ہی کیونکہ وقوع ان امور کا متفرعاً
 علی الاختلاف اس وقت ضروری ہی جبکہ وعدہ نفس اختلاف ہوا کہ اگر نفس بالاختلاف
 ہو تو وقوع ان امور کا ضروری نہیں کیونکہ جب نفس اختلاف وقوع نفس اختلاف کر ہی
 مستلزم نہیں تو ان امور کو جو نفس اختلاف پر مرتب ہیں کیونکہ مستلزم ہوگی کیونکہ اگر
 حق تعالیٰ اختلاف پر نفس فراموشی تو یہ ضرور نہیں کہ وقوع ہی ہو بلکہ جائز ہے کہ عباد
 اور کونامین اور اس پر عمل کریں چنانچہ حسب نزع و تبعیہ ایسا واقع ہوا تو ہر مرتب ان اثر
 و نتائج کا کیونکہ ہو سکتا ہی اور ظاہری کر یہ ثمرات و نتائج ہی داخل وعدہ ہیں تو خلف وعدہ
 انہیں لازم آیا اور یہ محال ہو تو اس سے ثابت ہوا کہ احتمال ثانی متعین ہو۔ ثالثاً حق تعالیٰ
 شانہ نے اس سے وعدہ کو اس فعل کے ساتھ تشبیہی ہی جو گذشتہ لوگوں میں پہلے ہو چکا
 اور ظاہر ہے کہ پہلے لوگوں میں حرف نفس بالاختلاف نہیں ہوتا بلکہ نفس اختلاف ہوتا
 تفسیر صافی میں ہے وعد اللہ الذین امنوا منکم و عموال الصلوات لیستخلفنہم
 فی الارض لیجعلنہم خلفاء بعد نبیکم کا اختلاف الذین من قبلہم
 یعنی وصاۃ الانبیاء بعدہم تو اس تشبیہی صاف ثابت ہوا کہ وقوع
 نفس اختلاف مراد ہی۔ رابعاً حضرات شیوہ اسی آیت کو امام مہدی کے اختلاف مجہول
 فرماتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اگر احتمال اول مراد ہو تو وہ مستلزم نفس اختلاف اور اس کی

۱۵ وعدہ اللہ نے تم میں سے جو ایمان لائی اور نیک کام کہی بہتہ علیہ بنا گیا اذکو ملک میں رہتے
 نہ گناہ اذکو علیہ تمہاری ہی کے چھپی "حبیب مسرا لگی لوگوں کو نیکو بہایا رو یعنی لینا کے
 اور میرا کو ایسی جانشین کیا"۔

نتائج کو نہیں تو یہ دلیل خود جناب امام ہدی کی امامت وغیرہ شکوک و شبوہات میں ناقص و ناتمام
 ہوگی۔ خاصاً اس میں اختلاف ہی مراد ہے لیکن امام کے لئے ایسی ہی بعض مرادوں
 کہ جس خصوصیت کے ساتھ اور حدیث کے اندر سے حضرت شیعہ فرماتے ہیں بلکہ بعض سے مراد
 بعض جہلی ہو یا مخفی کسی سنی کی ساتھ اور کسی طریقہ کے ساتھ ہو چنانچہ اہلسنت و علفاء ثلاثہ
 کی مخالفت کے لیے بعض کے قائل ہیں آپ نے ازاتہ انخفا کا مطالعہ فرمایا ہے اس کے لیے
 یہ امر ثابت ہو سکتا ہے لیکن بہرہی وعدہ تکلیف دین برضی اور تبدیل اس بعد کچھ وقت
 میں کوئی احتمال نہیں اور اس کے وقوع میں ہو خود ہم کے لیے کچھ شک و تردد نہیں
 تو ثابت ہوا کہ اگر وعدہ بعض سے تاہم مستحسن وعدہ اختلاف کو ہی اور اس کا وقوع لازم
 و متحقق ہے۔ تیسری بات یہ کہ اس اختلاف سے مراد وقوع سلطنت جاریہ جیسی مناق
 و مجاریا اشد و کفار کرتے ہیں مراد نہیں ہے بلکہ مراد وہ خلافت و ریاست راشدہ
 و امامت سلطنت حقہ ہے جو اجرائی شرایع دین و احیاء و ثنائے اسلام کے لیے ہوا جس
 سے عالم میں احیاء و رسم اسلام پایا جاویں اور سیر جوہ چند ولالت کرتے ہیں اول یہ کہ
 جب حضرات شیعہ کے مفسرین نے اس آیت شریفہ کو حسب روایات خود حضرت امام ہدیہ
 کے اختلاف مجسول فرمایا ہے چنانچہ محمد بن رضی صاحب تفسیر صافی اپنی تفسیر میں
 فرماتے ہیں۔ والقبہ نزلی القانو من آل محمد و الجمع المروی من اہل
 البیت انہا فی المہدی من آل محمد قال و مروی العیاشی باسنادہ
 عن علی بن الحسین انہ قرأ الآیۃ و قال ہم واللہ شیقنا اہل البیت یفعل

اس تفسیر میں ہے کہ یہ آیت فاکم آل محمد (امام ہدی) کے بارہ میں نازل ہوئی
 اور میر جمیع میں ہے کہ اہل بیت سے مروی ہے کہ یہ آیت آل محمد کے ہدیہ کے باب میں
 کہا اور عیاشی نے اپنی اسناد کے ساتھ امام زین العابدین سے روایت کی ہے کہ آپ یہ آیت پڑھ کر
 فرمایا کہ خدا کی قسم یہ ہم پر ہے البیت کی شیعہ ہیں۔

ذلک علی یدی رجل منا وهو محمدی هذه الاممة وهو الذی قال رسول الله
 لا یرسق من الدنیا الا یوم یطول الله ذلک الیوم حتی یمیل رجل من هذه الاممة
 استیلا الارض عدداً وقسطاً كما ملئت ظلماً وجوراً قال مروی مثل ذلک
 عن ابی جعفر والی عبد الله وفي الکمال عن الصادق فی قصة نوح وذكر
 استطار المؤمنین من فوق مع الفرج حتی اراهم الاستخلاف والتکلیف قال
 وکذا لک القاتر فانه تمت ايام غیبه لیصر الحق عن محضه ویصفوا الایمان
 الکلبا بآرئد اذ کل من کانت طینة حیث شتمت السیف الذین یخشی علیهم النفاق
 اذا احسوا بالاستخلاف والتکلیف والامیر المنتشر فی عبد القاهر الی
 غیر ذلک من الروایات توظیف هر سحر اذ کلی خلافت توحضرات شیعو کے نزدیک
 مخصوصہ راشدہ ہے تو اگر اس آیت سے اختلاف حق مرادی نہیں اور خلافت راشدہ
 پر یہ آیت دال ہی نہیں تو اس کا نزول امام محمدی کے نبی جبکہ خلافت راشدہ ہی
 ہو سکتا ہے اور یہ سب روایات جہنم نزول آیت کا امام غائب عن الابصار ہی توحضرات
 کو ایسی بیان کیا گیا ہے اور دعویٰ کیا گیا ہے کہ اس اختلاف کو موعودہ سے مراد اختلاف

سے پیدا عدد ہم میں ہی ایک شخص کا تہ پر پورا ہوگا اور وہ اس امت کا محمدی ہوگا اور وہ ہر جگہ نبی رسول اللہ
 کی فرمایا گردنیا سے بجز ایک دن کے باقی زندگی کو خدا تعالیٰ سے کیا قبول کرے گا یہاں تک کہ ایک شخص میری آخرت سے
 حاکم ہوگا میرے ہم ہوگا جیسا میں نے علم و جہد سے پر ہوگی اس طرح عدل و انصاف سے بہرہ لے گا اور میری
 روایت امام ابو جعفر اور ابو عبد اللہ سے ہے۔ اور کمال میں امام صادق سے نوح کے قصہ میں ہے ہر سنی
 اسکی قوم میں کسی کس نے تظاہر کیا ہوگا کہ اسکی خلافت و تکلیف کہلایا فرمایا اور اس طرح قائم ہی
 کر اذ کل غیبت کا زمانہ راز ہوگا تاکہ خالص حق خالص ہو جائے اور ایمان کدورت سے صاف ہو جائے اور سنیوں میں
 ہی جہنم نفاق کا خوف ہے ہر ایک کے ارتداد کے ساتھ جسکی خبیث مشی ہے جب اختلاف اور تکلیف اذ کل کے
 دیکھیں گے اور اس پر سیلا ہوا حق قائم کے زمانہ میں ہوگا۔

امام مہدی ہی سب لغو و لا طائل ہو جائیگا تو ثابت ہو کہ مراد اختلاف ہی ہے اختلاف حق الوجود
و امامت حقہ ہی اراد میں وہ یہی ثابت ہو کہ بعض روایات میں جو حضرات شیعہ ائمہ سے
نقل سے ہیں کہ مراد اختلاف ہی اختلاف و تمیز ہے علم و سلسلہ کذب و فقر ہی ہے
معا فی سبب نقل کیا ہو و فی الکافی عن الصادق اے سئل عن هذه الآية فقال هم
الائمة و عز الباقی و لقد قال اللہ فی کتابہ لولا اہل البیت من بعد محمد خاصة
و من اللہ الذین امنوا منکم الی قولہ فَاُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ یقول سبب فکر
الشیعہ و دینی و عبادتی ابد نیکیوں کا استخلاف و صاء آدم من بعدہ حتی
یربعث النبی الذی علیہ ربوبتی و منی لا یشرکون لی شیئا یقول بعد ذی ہایات
لا یتیئرن بعد محمد فخر قال غیر ذلک فَاُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ فقہا مکن
کلامہ الا مر بعد محمد العلم و نحن ہم فاسئلہا فان صدقنا کم فاقدر و اما
انتم یفا علیہم اور وہ اس کی یہی کہ اول الی اختلاف جو تفسیر عقیدہ فی الارض ہو اور اس کا
جسبہ ہو کہ سلطنت اور تسلط ہی ہے فی الارض محل نہیں ہو سکتا تو سہی لیکہ
سلطنت آیت خود و حکومت ہی ہے کو مستلزم ہو رہی ہیں کہ ان کا حصول بدون سلطنت
ہی نہیں ہو سکتا اختلاف فی غلبہ ممکن نہیں ہو علاوہ ازیں مخالف او ان روایات
جو سابق گذارش ہو چکی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آیت کا نزول امام مہدی کے حق
میں ہو اور اس اختلاف سے اختلاف امام مہدی مراد ہی انہوں سے کہ حضرات نہ خدا

و رسول سرور نبی بن زکریا سی جیاد شرم فرمائے ہیں اور جودل چاہتا ہی جس میں اپنی مخلصی
 و بجات کی اجازت علماء رسمی صورت دیکھتی ہیں خدا و رسول اللہ پر اقترا با مذہبی ہیں اور دوسری
 یہ کہ حق تعالیٰ شانہ نے ابن عدہ کو مؤمنین عالمین صیاحات کی ساتھ فرمایا ہے اور
 قاعدہ یہ کہ حکم سے الشتن علیہ ماخذیر دلیل ہو یا ہر تو معلوم ہو اگر کمال ایمان اور خائیت
 صلاح علی العمل اس اختلاف ہو عود کے علت واقع ہو اور نہایت بد یہی ہو کہ جس عود
 خداوندی کی موقوف علیہ وجہ علت ایمان اور اعمال صالحہ ہوگی وہ امر خیر اور حق اور رشد
 محض ہوگا اور خداوند تعالیٰ کے نزدیک مرضی اور پسندیدہ ہوگا تو جب اختلاف کو
 بھی حق تعالیٰ نے ایمان اور اعمال صالحہ کے ساتھ منوط و مربوط فرمایا ہے تو یہ اختلاف
 اختلاف حق اور پسندیدہ جناب باری جل و علا شانہ ہوگا۔ تیسری یہ کہ حق تعالیٰ شانہ
 فرمایا ہے شریفہ میں حرف اختلاف ہی کا تو وعدہ نہیں فرمایا کہ اس کو سلطنت کی
 اور بیٹی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہو بلکہ اس کی ساتھ یہی وعدہ فرمایا کہ اس کی ساتھ ہیں
 ہم اس دین کی یہی تکلیفیں اور کلمہ جو دین کی جاری نزدیک مرضی اور پسندیدہ
 ہو۔ یہ وعدہ فرمایا کہ ہم ان کو خوف کو جو کفار و منافقین سے لاحق حال ہے امن
 کو ساتھ بدل ان کی اور ان وعدہ و نسی صاف ظاہر ہی کہ جو اختلاف کر ان فوائد کو شرم و متبج ہو
 و قضا خلافت جاری نہ ہوگی یہ کہ بعد بطور اخبار کے فرمایا کہ جب اختلاف پر وہ غیب ہو
 نہ صمد ہا پر چہ وہ کہ ہوگا اور اس کی ثمرات و نتائج کمال تکمیل دین اور ذوال خوف اور ہر
 امن نام عالمین شیوع پذیر ہوگی تو لوگ میری عبادت میں مشغول ہوگی اور یہ کہ
 میری شریک نہیں کریں گے تو معلوم ہوا کہ وہ وقت ایسا وقت ہوگا جس میں شیوع
 کامل طور پر مروج اور شایع ہوگی اور بد یہی ہے کہ جو خلافت اس کو تقضیم و شتمل ہوگی
 وہ راستہ اور حقہ ہوگی۔ اس کی بعد ارشاد ہوا کہ دین کے قریب ذلک فاو لک
 ہم الفاسقون یعنی بعد اس نعمت عظمیٰ کے جو شخص اس کا کفران کریں پس وہ ہی

فاسق میں غاہر ہو کر حق تعالیٰ شانہ نے اس کو انکار و کفران اور اوسپر پورش
 طغیان کو کمال فتنے سے تعبیر فرمایا جس سے اس کا بڑی نعمت اور کمال احسان
 خداوندی ہوا مفہوم ہوتا ہی ایسی ہی موقع امتنان میں اوسکو بیان فرمایا پس اگر یہ
 خلافت محض سلطنت اور خلافت جاہر ہو تو اس کا انکار تو بجائی خود عند شیعوں واجب
 اور اسکی نفی کے تدابیر لازم و مستحکم ہیں جو جیکہ خداوند تعالیٰ اسکو موقع امتنان میں
 بیان فرمادی اور اسکی انکار کو فتنے سے تعبیر فرمادی تو اس سے صریح طور پر معلوم
 کہ جب یہ اختلاف اس قدر پدیدہ جناب باری ہی کہ اسکو موقع احسان و امتنان
 میں بیان فرمایا اور اسکی انکار کو فتنے سے تعبیر فرمایا تو وہ اختلاف کمال حقیقت و رستہ
 کی ساتھ متصف ہوگا۔ چوتھی یہ کہ حق تعالیٰ شانہ نے اس اختلاف کو اپنی ذات
 پاک کی طرف منسوب فرمایا ہے کہ ہم خلیفہ بناؤ نیکی اور ہم ٹکین بنیں اور ہم تبدیل خوف کی
 اس کے ساتھ کریں گے اور جب اسکا متکفل خود خداوند کریم ہو اور اسکا ذمہ دار ہوا
 پھر اوسنی جب وعدہ پورا کیا اور خلیفہ بنایا اگر وہ خلافت جاہر ہتی تو یہ فعل خداوند تعالیٰ
 کا قبیح ہوا تعالیٰ عن ذلک علو البیرا پس عے مذہب شیعیہ صدور قبیح نسبت جناب
 باری لازم آیا وہو محال تو معلوم ہوا کہ یہ اختلاف سلطنت و خلافت جاہر نہ ہوگی بلکہ امت
 حقہ و خلافت راشدہ ہوگی۔ علامہ طوسی بخیرہ میں لکھتی ہیں واستغنائہ و علمہ بدک
 علی انتفاء القیم عن الفاعل اسکی بعد گزارش ہی کہ جب خداوند تعالیٰ نے خلیفہ بنایا
 وعدہ فرمایا تو لامحالہ یہ وعدہ واقع ہو گیا اسی اسباب باقی ہوتا ہے کہ یہ وعدہ کس زمانہ میں
 واقع ہوا اور موعود لہم اس وعدہ کی کون ہیں اور یہ خطاب کسکو ہے سو اس میں تین جہاں
 ہیں دلالت پر اسباب اتفاق الفریقین۔ احتمال اول یہ ہے کہ اس وعدہ کا وقوع زمانہ
 اس اور اسکی بے پردائی اور اسکا علم اسکی افعال سے بڑائی کے دور ہونے پر دلالت
 کرتے ہیں۔ ۱۲۔

حیات جناب مرد کا نہایت صلوات اللہ علیہ وسلم ایام ستیج کہ میں ہوا اور اختلاف سیر مراد
 استخفافہ مومنین کا یہی بجائی گئی کہ اسے اور موعود الہم اور مومنین میں جو اس وقت
 موجود تھی اور ان ہی کو خطاب ہی دوسرے احتمال یہ ہے کہ اس کی موعود الہم حضرت امام مہدی
 رضی اللہ عنہ اور اگر ابتداء میں اور یہ وعدہ اور ان ہی کے زمانہ خلافت میں پورا ہوا
 تیسرا احتمال یہ ہے کہ یہ خطاب صحابہ حاضرین عند نزول الائمہ کو ہی اور اس کی موعود الہم
 خلفاء اربعہ میں رضی اللہ عنہم اور یہ وعدہ جناب خلفاء اربعہ کے زمانہ خلافت میں پورا ہوا
 اور خداوند تعالیٰ نے بعد وفات جناب سالما ب صلوات اللہ علیہ وسلم اس کی جگہ خلفاء
 اربعہ کو خلیفہ بنایا لیکن ان پر ہم انما لوینن جہانناک ہم غور کرتے ہیں اور اپنی ایمان اور
 سیر نال کرتے ہیں تو ہم وہ فو احتمال کو غلط پاتے ہیں اور قیسی احتمال کو مستبعد و غیر
 میں اگرچہ ابطال احتمال اول کسب کے کو کچھ چند ان تجسم مستدلال کی ضرورت نہ تھی کیونکہ
 مقسومین محمد بن شیعہ نے اس کو امام مہدی پر محمول کر کے اور اس کے نزول کا سورہ متعین کر کے
 خود اس احتمال کو باطل کر دیا لیکن چونکہ بعض شیعہ جب شکنجہ الطارح ثمانیہ میں گرفتار
 ہو کر میدان فرار تنگ دیکھتے ہیں تو ایسی پوچھ احتمال اور وہی تو ہمیں پیش کرنے لگتے
 ہیں سبلی مناسب ہی کہ مختصراً اس احتمال کے ابطال کی طرف ہی اشارہ کیا جاوے اور مختصراً
 و تبناً اس کا ابطال ہی مومن اثبات میں لایا جاوے پس ہم کہہ کر ہر دو احتمالات کا
 بطلان ایسا کام بد ہے اگر زلات میں نابل کیا جاوے تو ان کا بطلان بے تکلف ہم
 میں آسکتا ہے احتمال اول کے ابطال کے لیے پس یہ ہی وجہ کافی میں کہ اولاً حق تعالیٰ
 شانہ نے یہ وعدہ مومنین کے ساتھ فرمایا ہے۔ اگر مراد اس کے نسخہ نہ ہو تو یہ وعدہ حضرت
 صلوات اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتا اور مومنین ہی اس میں داخل ہوتے مگر نیا یہ کہ خداوند
 تعالیٰ نے نسخہ کو کو بندرت روایا کی کہ ہلا دیا تھا اور چونکہ انبیاء کے نمایاں
 ہی ہوتی ہے یہ سبلی اس کا وقوع قطعی تھا ہے چنانچہ خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

كَتَبَ صَدَقَ وَاللَّهُ مَرْسُوكُهُ الرُّوْيَا بِالْحَقِّ كَتَبَ خُتْبُ السَّجْدَةِ الْحَرَامِ اِنْ شَاءَ اللَّهُ
 اَمْنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُؤُوسَكُمْ وَمَقْصِرِيْنَ كَلْبَتِكُمْ اَنْتُمْ اَوْزَارُكُمْ فَتَحَ كِتَابَهُ تَعْبِيرُ فَرَايَا
 وَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذَلِكَ فِتْحًا قَرِيبًا - اور اِذَا حَاجَا لِنَصْرِ اللَّهِ وَالْفَتْحِ - تو اس سے بڑھ
 فوق سید صاف سمجھ میں آتا ہی کہ یہ واقعہ دوسرا ہی - ثالث ممکن ہو کہ اس آیت کا
 نزول بعد فتح مکہ کے ہو - رابع ممکن کہ نزول اس آیت کا قبل فتح مکہ کی ہی تاہم
 عند الشیخہ فتح مکہ پر عمل کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں عدۃ اختلاف کو الذین
 امنوا عملوا الصلحت کے ساتھ تنقید کرنا اور تفسیر میں خود ہم کے اہل ایمان و صلاح کو
 ساتھ کرنا بالکل لغو ہوگا - اور قبہ الذین امنوا عملوا الصلحت کی سب سے فضول ہوگی کیونکہ
 حسب تصریحات قوم یہ امر بخوبی ثابت ہے کہ بعد کفار مکہ کے اختلاف حبسہ کا لین
 فی الایمان اور عالمین صالحات کو نصیب ہوا اس سے زیادہ دن صحابہ کو نصیب ہوا
 کہ بزم شیعہ بدتر از کفار تہی لغو بابت نہ من ذلک - اور اگر سب مومنین اور عالمین صالحات
 تہی تو کربا با اتفاق ہم ہی یہ ہے کہ تہی میں تقاسم ممکن نہیں کہ اس آیت کا مورد
 فتح مکہ ہو سکی کیونکہ اس آیت میں بعد اختلاف کی جو دو صفتیں ذکر فرمائی ہیں اول
 مصداق ہرگز فتح مکہ کا زمانہ نہیں ہو سکتا اول ارشاد فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے انکو ایسی دین
 پسندیدہ کو ممکن اور اسخ کر گیا اور دوسری فرمایا کہ انکو مطلق خوف کو اس سے
 بدل دیا اور اس نام حاصل ہو جائیگا اور یہ دونوں فتح مکہ کے زمانہ میں حاصل نہیں ہوئی
 کیونکہ جب دو سلطانین عظیمہ کسری و قیصر کی جو بالکل مخالف اسلام کے تہی یہلو یہیلو
 لگی تھو تہیں جنگ و ہری قوت و شوکت اور عدد و عدد کے مقابلہ میں اس سلام کو
 کچھ نسبت نہ تہی تو ایسی دشمنوں کی محاصرہ میں جب تک وہ مغلوب نہ ہوں اور انکو شوکت
 و عظمت نہ ٹوٹی کیونکہ کہا جاسکتا ہی کہ دین کو تمکین و استقرار حاصل ہو گیا اور خوف
 اس سے بدل کر اس نام حاصل ہو گیا بلکہ تمام عرب میں ہی اسلام شائع نہیں ہوا تھا

بلکہ علیٰ غم حضرت کہ احباب اکثر منافقین کفار و فساق تھے تو اسی حالت میں کیونکر دین اور امن نام حاصل ہو سکتا ہے تو اس سے یہاں پہلے معلوم ہوا کہ اس آیت کا سورہ فتح کے تین ہو سکتا۔ شاید سب سے زیادہ مفسرین نے یہ شبہ واقع ہو کر حق تعالیٰ نے شافعیہ کے بیان میں ہی فرمایا ہے امن میں مخلوقیں ہو سکتی ہیں و مقصر نہ لایا تھا تو جسے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا فتح نام میں حاصل ہو گیا اور خوف نازل ہو گیا تو اس سورہ میں صدق و لحد انہم من لعلہ خوفہم اصنا کا یہی واقعہ فتح کہ ہو گا جو اب اس شبہ کا یہ ہے کہ یہ شبہ عدم تدبیر طرف جواب کلام اور نظم کے ماقبل و بعید میں غور نہ کر کے ہی ناشی ہوا ہے ورنہ فی حقیقت آسمان اور زمین فرق آسمان کا ہے کیونکہ آیت سورہ فتح میں اس طرح واقع سے لند حلز المسجد الحرام انشاء اللہ امن میں مخلوقیں ہو سکتی ہیں و مقصر نہ لایا تھا تو جس سے صحت واضح ہے کہ سب سے پہلے خوف دخول مسجد کی قید واقع ہو رہی ہے جس کو معنی یہ ہے کہ جو خوف ہو گا دخول مسجد کو دقت کفار کہ کسی سبب اپنی ضعف و قلت اور کفار کے شوکت و کثرت کے ہونا وہ خوف ہو گا دخول مسجد حرام کے دقت ہو گا اور اس خوف سے غم آسن ہو گی نہ یہ مراد ہے کہ تم کو اور سو قسا میں نام اور عدم خوف کامل حاصل ہو جائیگا یہ کہ تو سرسہ واقع کے اور عقل کے خلاف ہے جب تک دو طاقتیں مخالف ذات قوت و شوکت برابر موجود ہیں ہرگز خوف نازل نہیں ہو سکتا اور اس نام حاصل نہیں ہو سکتا تو بقرہ میں سیاق نظم ماقبل میں آتے قائل سے مفہوم ہو سکتا ہے کہ سب سے پہلے عدم خوف ہی مراد ہے جو کفار کے سے کفار ہوا اور آیت سورہ نور میں ارشاد فرمایا ہے۔ لیست یخلفہم فی الارض ولیمکن لہم یدہم الذی ارضی لہم ولیدلہم علیٰ صراط مستقیم کے سیاق سے یہاں واقع ہو کر حق تعالیٰ نے شانہ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وعدہ قائل کے ہو جائیگا جسکی سبب ہی تھا اور دین تمام اویان پر غالب ہو گا اور ہر دین کو مستقر و متکفل فرمایا اور حقیقت

کفر و کفار کی شوکت پر سب ٹوٹ جا گیا اور تکو خوف کے ہدی امن و صلح اور زانی فرمایا
 جسکو تھوڑی سی ہی فہم ہو وہ اس نظم کے سیاق و سباق اور اطراف و جوانب میں تہہ پر
 کرنے سے سمجھ سکتا ہے کہ اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ شانہ نے حصول امن اور
 زوال خوف کی نسبت ارشاد فرمایا ہے وہ امن تمام اور خوف کامل ہے جو بعد زوال سلطنت
 کسری و قیصر کے ہو گا چنانچہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے اسکی طرف اشارہ فرمایا
 و سنبلیخ ملک امتی و روی منہا یسکون کو ہم ہوا کہ یہ حصول امن اور زوال خوف دوسری
 اور وہ امن اور عدم خوف دوسرا سکون و تحریک و زوال نہیں کر سکتی تو اس موجود کا فتح و کدیر
 حاصل کرنا باطل ہوا اور احتمال ثانی کا بطلان بھی نظم کلام سے صاف واضح ہے کیونکہ
 اولاً حق تعالیٰ نے یہ وعدہ الذین امنوا کرتے ہوئے فرمایا جو حقیقہ جمع کر اور باعتبار حقیقی جمع کم
 کلمہ اور جمع کے لیے نہیں فرد کا ہونا لایم تاکہ معنی حقیقی جمع صاق و امین صاحب الموصول کے لیے ہو
 قائد اقل مراتب صیغۃ الجمع المثلثۃ علی الاصح و قبل اقلھا انسان
 یہ کیفیت اقل مراتب صیغۃ جمع کے لیے ایک فرد ہونیکا کوئی قائل نہیں پس اگر ایک فرد پر
 محمول کیا جاوے گی تو معنی مجازی پر محمول ہوگا اور حمل علی الجواز جب تک حمل علی حقیقہ
 مستعد ہو جائے نہیں ہے اور یہاں کوئی قرینہ قائم نہیں ہے کہ جو معنی حقیقی سے صاف
 ہو صیرورت المجاز کو مقتضی ہو تو اسکا حمل کرنا امام مہدی رضی اللہ عنہ پر جو ایک فرد میں
 جائز نہوا ثانیاً یہ وعدہ حق تعالیٰ شانہ نے حاضرین عند نزول الایۃ کے ساتھ فرمایا
 چنانچہ ارشاد و وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصالحات لیسئلنکم یعنی خدا نے
 وعدہ فرمایا ہے تم میں بعض اون لوگوں کو کہ لی جو مومنین اور عاملین صالحات میں گناہوں
 اپنی روح کا جانشین و خلیفہ بناوے گا تو یہ خطاب حاضرین کو ہی اور سابقین میں محال ہے
 کہ ارشاد ہو چکا ہے و ما وضع لخطاب المشافہۃ لایم بصیغۃ تخریج عن الخطاب

اور یہی ہے کہ امام مہدی حاضرین عند نزول السورۃ سحر خنیں میں اور انکی خلافت کے عمل کے
 پر نہ کوئی دلیل دلائی گئی ہے تو یہ آیت انکی خلافت پر حسب ثامہ محمول غیاث میں
 ثالثاً خداوند کریم جل علائہ نے اس اختلاف کو اس اختلاف کے ساتھ تشبیہی ہی
 جو انبیاء سابقین کے زمانہ میں سنت اللہ جاری تھی کہ بعد انبیاء کے انکی خلافت انکی جانشین
 ہوتی تھی اور انکی شریعت کی ترویج کرتے تھے اور امور باقی ماندہ نبوت حق خاتمے اور
 ماہیوں پر پوری فرماتا تھا اور ظاہر ہے کہ جب انبیاء سابقین کے جانشین انکا جب
 خلیفہ ہوتے تھے اور جہات خلافت کو سرجام فرماتے تھے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
 کے بعد حضرت یوشع اور انکی خلیفہ اور جانشین ہوئی پس اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے خلافت کے بعد گزرنی دو ہزار سال کے ہو تو قطع نظر اس سے کہ سترہ نقصان مرتبہ
 رسالت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنسبت انبیاء سابقین ہے تشبیہ ناقص و نامم ہوگی
 کیونکہ بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جب خلافت داشدہ ممکن ہوئی اور آخر تک اس
 و خلیفہ کا حال کہ انبیاء سابقین کے خلفاء اور انکی بعد ہی ممکن گئی تھی تو اس سے بہتر
 معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی قوت نبوت اور مرتبہ رسالت بنسبت انبیاء گذشتہ کے کم ہی اگر اس
 ہر سال امام مہدی نے خلافت فرمائی اور یہی رسول کا جو قتل اہل بیت ہو تمام زوایہ امتداد
 نبوت میں محدودی چند سال کے داخل ایک خلیفہ کو تکلیف عطا ہوئی اور باقی تمام زوایہ امتداد
 و شقاق و کفر و فسق سے مملو نہ تو وہ استخلاف کیا وقت رکھ سکتا ہے اور ان انبیاء کے
 کیونکہ ہم ملے ہو سکتا ہے کہ جبکہ خلفاء و اوصیاء انکی متابع پیدا ہوئی اور وقت فوقتاً بعد
 دین اور حیاتی شریعت کرتے رہی اور یہ تشبیہ کیونکہ تشبیہ نامم ہو سکتی ہے اور باقی امام
 جب انکو تکلیف ہی عطا نہیں ہوئی اور ہمیشہ حائل و محقق رہی وہ خود میں سے قطع
 ہو گئی کیونکہ انکا وجود و عدم برابر ہو گیا تو اس تشبیہ میں صاف بدلتہ ثابت ہوا کہ اس
 استخلاف سے اختلاف مہدی مراد نہیں ہے بلکہ وہ استخلاف مراد ہی جو بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علیہ السلام کے متعلق متشابہا ہوا اور خدا تعالیٰ نے اسکو تسلط اور حکم عطا فرمایا اور اس سے
 عالم بین الدین شیوع پذیر ہوا اور وہ اختلاف بجز اختلاف خلفاء و اربعہ کے اور کسی نہیں
 اور اسکی افعال و قرب پر وہ روایت ہی ولایت کرتے ہی جو صفائی میں ہی آیت کے
 تفسیر میں مذکور ہے۔ و فی الجوامع عن النبی علیہ السلام قال نزدیکیت فی الارض
 فاریت عشار تھا و مغاربہا وسیب بلغ ملک امتی مروی ہے منہما آٹھ نوحی
 چوٹے چھوٹے رسائل میں ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ میں استقبال قریب کا نام دیتا ہی جس سے
 معلوم ہوتا ہی کہ عنقریب اسلام شائع ہونے والا ہی اور یہ تمام شرق و مغرب
 زمین کے جو حضرت کو دکھائی گئی ہیں وہ عنقریب مملکت اسلام میں داخل ہونگی
 اور دوسری روایت جو صفائی میں مروی ہے وہ ہی ایسا گویا مصداق ہے کہ قال وروی
 المقداد عنہ انه قال لا یبقی علی الارض بیت مدبر ولا بدی الا اذ دخلہ اللہ
 الاسلام یعنی یہ لو ذل ذلیل امان لیرحمہ اللہ فیجعلہم من ابلیحہا و اما ازید لہم قتل
 لہما و مملکت یہ سہو اس آیت کا امام مہدی کی نسبت جس میں کرنا صحیح ہوا۔ رابعاً حق تعالیٰ
 شانہ اس آیت کے خاتمہ پر بعد بیان اس نعمت کو ارشاد فرماتا ہے و من کفر بعد
 ذلک فاولئک اھم سقوئہم بعد اتھام نعمت کے جو لوگ اسکی ناشکری کریں گے وہ قاتل
 ہیں اس سے ارشاد اس طرف ہے کہ بعد حصول امتحان بعض اہل ایمان و صلاح میں بھی
 اٹھائے کہ عند نزول الایۃ جنکی تعداد حدب سے کم ہو چکی اور تکلیف دست قرار دیں اور
 بعد تبہل خوف از امن اس نعمت کا کفران واقع ہوگا تو خداوند تعالیٰ شانہ نے

۱۵ تفسیر جوامع میں بنی علیہ السلام سے مروی ہے۔ فرمایا سیدی گئی میری بی زمین اور اسکی ستر فی و غریبی
 کہنا دکھلایا گیا اور عنقریب میری امت کا ملک ٹانگ پونچھکا جیسا کہ میری بی سہل گیا ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔ ۱۳

بطور تحریف اور بصورت تحذیر کے اُن کو گونگی وصف کی خبر دی کہ جو بعد اس کفر ان تک
ہونگی اور جو کہ خلافت امام مہدی میں اطلح نہیں پایا جائیگا۔ تو اس واسطیٰ اس آیت کو
خلافت مہدوی پر محمول نہیں کر سکتی اور ظاہر ہے کہ یہ کفرانِ مجریہ زمانہ خلفاءِ اربعہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں جس طرح جناب رب الفرت غر اس سے خبر دی تھی کہ اول ان خلافت
ہوگا۔ بہر تکمیلِ این اور تیکہ میں خوف ہوگا پہر کفران کے وقوع کی طرف ایسا فرمایا تھا اور
واقع ہوا اول ان خلافت ہو کر تکمیلِ دین اور تبدیلِ خوف واقع ہوئی بعد اس کے کفرانِ نعمت کا
قائمین عثمان رضی اللہ عنہ سے واقع ہوا تو اس سے بدائتہ ثابت ہوا کہ بعد
اس آیت کا خلافت مہدویہ نہیں ہو سکتی بلکہ خلافت خلفاءِ رضی اللہ عنہم پر خاص
ہو سکتی ہے ان دلائل کے بیان کر تہی کہ یہ ضرورت نہیں کہ یہ آیت سوائی خلافت طحا
یہ کہ کسی دوسری خلافت پر محمول نہیں کیونکہ جناب یہ سیر رضی اللہ عنہ خود اس کا فیصلہ فرمادیا اور اس کا
تفسیر چکا دیا آپ نے فرمادیا کہ اس عہد کا زمانہ وہی ہے جو خلافت خلفاءِ ربکا زمانہ ہے اور
اس کی سیر و اہم ہی حضرات خلفاءِ رضی اللہ عنہم میں کیونکہ وہ معصومان تمام اور صلوات اللہ
فی آیات کے ہیں اور طرفہ یہ کہ اس کے شریف رضی اللہ عنہ بنج البیانہ میں نقل فرمایا ہے چنانچہ یہ
ہم وہ خطبہ شرح بنج البیانہ سے نقل کرتے ہیں اور جو چند جگہ شارح ابن تیمیہ نے اپنی شرح میں
اس آیت کو طرف اشارہ کیا ہے اس کو نقل کریں گے خطبہ یہ ہے ومن کے کلام لہ وقد
بتشارہ عمر الخطاب فی الشیخ ص قاتل الفریس بنی ہذ الامم لم یکن نصر
ولاخذ لاند بکثرة ولا بقلہ وھود بن اللہ الذی اظھر وجہہ الذی اعلیٰ
وامدہ حتی بلغ ما بلغ وطلع حیث طلع ونمض علی صعد من اللہ واللہ متبرع قد
وامر جنبدہ وکان القیم بالامر مکان النظام من الخیر ما یجمعہ فیہمہ فان
انقطعت النظام تفرق وذهب شرعہم یجمع یجد افیک ابد او العرب الیوم فان
کانوا قلیلا فھم کثیرون بالامسلام فزیروا بالاجتماع فکن قطبا واستدراجی

فقد خلافت ہے اور
سیر و اہم ہی حضرات
خلفاءِ رضی اللہ عنہم میں
کیونکہ وہ معصومان
تمام اور صلوات اللہ
فی آیات کے ہیں اور
طرفہ یہ کہ اس کے
شریف رضی اللہ عنہ
بنج البیانہ میں نقل
فرمایا ہے چنانچہ یہ
ہم وہ خطبہ شرح
بنج البیانہ سے نقل
کرتے ہیں اور جو چند
جگہ شارح ابن تیمیہ
نے اپنی شرح میں
اس آیت کو طرف اشارہ
کیا ہے اس کو نقل
کریں گے خطبہ یہ ہے
ومن کے کلام لہ وقد
بتشارہ عمر الخطاب
فی الشیخ ص قاتل
الفریس بنی ہذ
الامم لم یکن نصر
ولاخذ لاند بکثرة
ولا بقلہ وھود بن
اللہ الذی اظھر
وجہہ الذی اعلیٰ
وامدہ حتی بلغ
ما بلغ وطلع حیث
طلع ونمض علی
صعد من اللہ
واللہ متبرع قد
وامر جنبدہ
وکان القیم
بالامر مکان
النظام من
الخیر ما یجمعہ
فیہمہ فان
انقطعت
النظام
تفرق وذهب
شرعہم یجمع
یجد افیک ابد
او العرب
الیوم فان
کانوا قلیلا
فھم کثیرون
بالامسلام
فزیروا
بالاجتماع
فکن قطبا
واستدراجی

بالعرب واصلاهم دونك نارا الحرب فانك ان شجعت من هذه الارض انتفضت
 عليه العرب من اطرافها واقطارها حتى يكون مائدع ورائك من العوراء هم
 اليك مما بين يديك ان الامام ان ينظر واليك غذا يقولوا هذا اضل العرصه
 فاذا انتطعموه استرحتم فيكون ذلك اشد لكليهم عليك وطعمهم
 فيك فاما ما ذكرت من سيرة القوم في قتال المسلمين فان الله سبحانه هو
 اكرم لمسيرهم منك وهو اقدر على تغيير ما يكره واما ما ذكرت من عدهم فانهم
 تكن نقاتل قيامضه بالكثرة وانما كنا نقاتل بالنصر والمعونه انتهي - اگر چه اس رشاو
 سہی ہو کہ شمار فواید حاصل ہوتے ہیں لیکن بسبب خوف تطویل ان نئی اعتراض و اغماض کر کے
 اپنی مدعا کی طرف جسکی ہم پرے ہیں رجوع کرتے ہیں وہ یہ کہ جناب امیر نے اس خطبہ
 میں نہانہ حصول موعودیت سراپا بدایت کو زمانہ خلفاء کا قرار دیا۔ اور اس دین کو وہ
 دین فرمایا جسکا غلبہ موعود ہی اور اس شکر کو وہ لشکر فرمایا جو اللہ کا لشکر ہی اگرچہ اس
 خطبہ میں یہ صنفون واضح ہے لیکن علامہ ابن میثم کے شرح کبیر سے یہ مدعا آشکارا
 طور پر ثابت ہوتا ہے۔ پہلی ہم جو کچھ شارح ابن میثم اس خطبہ کے شرح میں تحریر فرماتے
 ہیں کہ تشرین وقولہ انھن الامرای قولہ للاجتماع صدر الکلام طینی علیہ
 البرای فقرہ فیہ اوکا ان هذا الامرای امر الاسلام لیس نصہ بکنزہ ولا
 خذ لایقہ ونبہ علی صدق هذا الدعوی بانہ دین الله الذی اظہرہ وجنودہ
 ہی جنبدہ الذی عدہ واصلہ من الاملائیکۃ والناس حتی بلغ هذا المبلغ
 اس قولہ بن ہلال مرسی قولہ للاجتماع تک کلام کا صدر ہی تاکہ سپہ راسی قائم کرے۔ تو پہلی یہ ثابت کیا
 کہ اس ارینی الشہادہ کی فتح کچھ کثرت چہی اور نہ اسکی شکست کچھ قلت چہی اور اس دعوی کے صدق
 پر اس طرح مثبت کیا کہ وہ اللہ کا دین ہی جسکو غالب کیا اور اسکی لشکر اللہ کا لشکر ہے جسکو تیار کیا اور جسکی فتون
 اور آدمیوں سے وہ کی یہاں تک کہ اس میں تہذیب و تہذیب اور شہرہ و کبر و دین نکلا۔ ۱۲۔

وقد توكل الله لاهل هذا الدين باعزاز الحوزة وستر العورة والذي نصرهم وهم
 قليل لا يتصرفون ومنعهم وهم قليل لا يمتنعون حيث لا يموت انك مني نصر الى هذا
 العدد وبفسك فقلهم فتكذب لا يكن للمسلمين كانه دون اقصى بلادهم ليس
 بعدك مرجع يرجعون اليه فابعد اليهم رجلا مجربا واحضرمعه اهل البلاد والضيعة
 فان اظهر الله قد لك ما تحب وان يكتن الاخرى كنت اشد للناس ومثابة
 للمسلمين كما شرح من شرح ابن ميثم فماتت من قوله وقد توكل الله الى قوله لا يموت
 صدر لهذه النسخة والراى فيه على وجوه التوكل على الله والاستناد اليه
 هذا الامر وخلاصتها انه ضمن اقامة دينه واعزاز حوزة اهله وكفى بالعورة عن
 هتك السترة في النساء ويحتمل ان يكون استعارة لما يظن عليهم من الذل والقهر
 لو اصابوا فضمن ذلك سبحانه ستر ذلك بافاضة النصر عليهم وهذا الحكم من قوله
 تعالى وعد الله الذين امنوا و عملوا الصالحات ليستخلفهم في الارض كما استخلف
 الذين من قبلهم ولما كانت لهم دينهم الذي ارتضى لهم وليبدلهم من بعد ذوقهم
 امانا انتهى بقدر الحاجة اس من صاف ظاهره كصدوق اس آيت كانه خلفا ورضوا
 عنهم من اور اس من بعده كمن هو خليفه من اور اس من بعده كانه خلفا ورضوا
 اور مثل انما كينمور روشن ہے كجنا اب امير خلافت خلفا كمرحق اعتقاد فرماتے تھے
 كے قور قد توكل الله سے قور لا يموت كمن اس اى الصيحت كاصد جي حسين الله پر توكل كرتے اور كمن
 حرف سہارا كائے چرنبند فرمایا ہے اور خدا صد اس كائے ہے ك الله تعالى اس دين كے قائم كہنى اور دين كے كائے
 دين كاضمن اور اس اى خط عورت كى شہ عورت كى پے پو كى كى كائے اور احتمال ہے كہ پيدار كى اسى استعارہ موجود
 وسختى كى پو پو كى كے اگر مغلوب ہوں تو خدا تعالى اس كى پردہ پوشى كائے من ہوا۔ اپنى مدد كے پہنچنے كى شہ
 اور كے قور كے وعد الله الدين امنو كمن كملوا الصالحات ليستخلفهم في الارض كمن استخلف الذين من قبلهم وليكن
 لهم دينهم الذي ارتضى لهم وليبدلهم من بعد ذوقهم امانا سے ماخوذ ہے ۱۱

اور آپ کو یقین تھا کہ جو کچھ وعدہ خداوند تعالیٰ نے مومنین کے ساتھ تمکین میں اور تبدیلی میں
 اور حفظ و حمایت اور غلبہ نصیحت کی فراخی میں ان سب کے انجاز کا وقت ہمیں ہی ان
 خلفاء کا ہے اور جو کچھ مفسرین و محدثین شیعہ نے اس کے خلاف مہدویہ پر حمل کرنے
 کی کوشش کی ہے وہ بالکل سبکی خالف ہی اور جعفر تو جیحات لاف لاف اس آیت کے
 خلاف مہدویہ پر کرنے میں کی ہیں وہ سب کہہ رہے ہیں کہ گنہگار ہیں بلکہ یہ بھی ثابت ہوا
 کہ وہ سب تودہ تودہ روایات جو جناب امیر سی دربار شکایت غضب خلافت خلفاء کی
 نسبت کے گنہگار ہیں وہ سب محض افتراء و اختلاق ہیں - اور خلافت خلفاء
 امامت حقہ اور خلافت راشدہ ہر اور حضرات خلفاء امام برحق اور خلیفہ راشد میں جناب
 امیر کے اس ارشاد سے تمام شکوک و شبہات و غمجان و احتمالات رنق ہو گئی اور الحمد للہ
 ملی ذلک فیل ثالث ثبوت حقیقت خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم سپردہ خط ہی
 جو سابق میں بھی منجج البلاغتہ اور اسکی شرح سے تجرید سے نقل کیا گیا ہے اما بعد
 فان بیعتی بالمدينة لمرتك وانت بالمشام لاحد باعین القوم الذین یابیعوا ابابکر
 و عمر و عثمان علی ما یابیعوهم علیہ فلم یرک الشاهد ان یخار ولا للغائب ان یر
 و رضا الشوری المهاجرین والاک نصار فاذا اجتمعوا علی رجل و سموه اماما کان
 ذلک لله رضی فان خرج من امرهم خارج بطعن او بدعة ردود الی ما خرج منه
 فان ابی قاتلوه علی اتباع غیر سبیل المؤمنین و وکاه الله ماتوا ولی و یصلح جهنم
 و صاآت مصیرا وان طلحة و الزمیر یابیان فی ثمر نقضاً بیعتی فکان نقضها کریم
 فجاء مدینہ علی ذلک حتی جاء الحق و ظهر امر الله و هم کارهون فادخل فمادخل
 فیہ المسلمون فان احب الامور فیک العاقبة الا ان تعرض للبلای فان کثر
 قاتلتک و استغنت بالله علیک و قد اکثرت فی قتله عثمان فادخل فمادخل
 فیہ الناس فخر حاکموا القوم الی احکامک و ایاهم علی کتاب الله فاما ملک التی ترد

خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کی بدولت نبوت کی تیسری کڑی پیل ہے ایمان و کفر

خداوند الصبی من اللین ولسلم وان نظرت بعقلک ذون هواک لتجد
 ابو قرین من دم عثمان واعلم انک من الطلقاء الذین لا یجوز لهم الخلافه
 ولا یتعرض فیهم الشوری وقد ارسلت الیک جری بن عبد الله وهو من اهل
 الایمان والهجرة فبالع ولا توف الا بالله اسلم شہوت حشیت خلافت خلفا بلسلم
 مثل آفتاب کے روشن ہی۔ اور غایت کو شش علیا شیعہ کے اسکر تاویل میں یہ بھی کہ اسکو دلیل الہی
 کہ کر اپنی مذہب کے جان بچا ہین اور ظاہر کو کہ ایسی ہی دایمی اور ہرج تاویلات بلکہ تورات
 سے ناموس مذہب گیر و دار علماء اسی صلون دامون انہیں رہ سکتا ع کف محفل است
 کہ ہر لب وریا گرد و چونکہ ہم بجل اللہ وقوتہ اس دلیل کے تحقیقی ہو گا اثبات اور از اسی حو کا
 ابطال با بین میں عنقریب کر آئی ہین۔ ایسی حاجت اعادہ و ضرورت تقویٰ بحث نہیں
 دیکھتے دلیل اربع نجم البلاغت میں ایک خط آکر شریف رضی نے اپنی عادت
 شریفی کی موافق کلام طویل سے منقطع نقل کیا ہی جبکہ عنوان یہ ہی۔ ومن کل
 لہ یجری مجری الخلیفۃ فقیہ لا مرجعین فقلوا اللہ اس خطبہ کو خاتمہ کی عبارت
 یہ ہی فقیرت شری فاذا اطاعتہ قد صفت بیعتہ واذا الملیان فی
 عنقہ لغیرک عاقل ان جملہ کو نظر غور سے دیکھی اور عجیب قدرت خداوندی کا ثبات
 لری اب بینی کی شرح ابن تیمیہ اس سے واضح تر اور صاف فرما رہی ہیں اور کمر عبارت نقل
 کرنا ہوں تو کلام فقیرت سے امر ہے اللہ فیہ احتمالاتی احدهما قال بعض
 لشارحین انہ مقطوع من کلام یدکر فیہ حالہ بعد وفات الرسول
 علیہ السلام علیہ وسلم وانہ کان معہ وذا الیہ ان لا ینزع فی امر الخلافۃ قبل ان

اثبات حقیقت خلافت صفوانی از اسی ہی دلیل صحیح طاہرست

۱۵ مینی اپنی امرین سوچا ناگاہ میری حالت میری بیعت سے سابق ہر چکی تھی اور غیر کامیاب
 ن ہوا ۱۶ قولہ نفرت من امری الخ امین ہوا احتمال ہوا ایک وہ یہ بھی کہ بعض شارحین نے کہا کہ یہ
 سے کام میں سے منقطع ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات کی پہلی کا حال اور یہ کہ آپ ہی
 یہ لکھا گیا ہے کہ امر خلافت میں جو کچھ مذکور ہے۔ ۱۷

حاصل نہ بالرفق والا فایسب فقوله فنظرت فی امرہ فاذا اطاعتی سبقت
بیعتہ ای طاعتی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما امرت بہ من تراء القاتال قد سبقت
بیعتہ للقوم فلا سبیل لالامتناع منها وقوله واذا الميثاق فی عنقہ لغیرہ
اسے ميثاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعہدہ الی بعد الميثاق وقيل
الميثاق والقسم من بیعتہ الی بکر بعد ایقاعہا ای فاذا امیثاق القوم قد تم
فلو تمکد الميثاق بعد الاحتمال الثاني انہ ^{یکون} ذلك فی تصحیح
وتبریۃ من اقل اعباء الخلافہ وتکلف مدارات الناس علی اختلاف طوائفہم
ویکون المعنی الی نظرت فاذا طاعة الخلق لوانقادہم علی قد سبقت بیعتہم
واذا امیثاقہم قد جاز فی عنقہ فلم اجد یدام القیام بامرہم ولم یسجن عند
اللہ الا التہویض بامرہم اور اسکا تفسیر لکھا والا اولیٰ اشہر بین الشارحین عاقل حجاب
امیر کی کلام میں داخل کری اور شارح کی تصریح کو ملاحظہ کری اور بھی کہ خلافت صدیقہ کا
ثبوت حقیقت اس کلام سے کہ من و نوح و مہرمت و ظهور و دبابت کے ساتھ ہو رہا ہے بندہ
اسکو مخفیہ عرض کرتا ہی کہ شارح کے بیان سے یہی معلوم ہو چکا ہی کہ یہ کلام اس کلام سے
مقطع ہے جو حسین اپنا وہ حال جو بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوا بیان فرمایا کہ
پھر عمارت جو شارح نے بڑھائی ہے وہ ان کا نہ معہود الیہ ان کا لینا زرع فی ہما

سے بلکہ اگر زمینی سے حاصل ہو جائی مینا در نہ باز دین بیان فرما رہی ہیں پس پکارا شد اور کوئی اپنی
امر میں سوچا گا وہ میری طاعت میری بیعت سی سبقت کر چکے تھے (یعنی میری طاعت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی ترک قتال کے باب میں میری بیعت سے قوم کے لیے سابق ہو چکی تو ابتدا
اس سے باز رہنی کی طرف ہرستہ نہیں ہے اور پکارا شد (اور ناگا وہ اخیر کا ميثاق میری گردن
میں تھا یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ميثاق اور عہدہ عدم مزاحمت میں اور بعض کہتے ہیں کہ ميثاق وہ ابو بکر کی بیعت
تھی جو بعد واقع کرنے کے لازم ہو گئی تھی یہی قوم کا ميثاق جب کہ وہ زم جو کہ بعد اسکی مجبوتی لفت ہو سکے اور
احتمال یہ ہے کہ یہ انکا ارشاد ہوا تھا خلافت کی بارگاہ سے دلنکس اور بیاری میں اور لوگوں کی مدارت کہ کھٹ میں ادا
تخلہ خواہاں اس کھٹا ہوا اور نہیں رہی کہ فی کجا کو کا میری طاعت کرنا اور مجھ اتفاق کرنا اور میری ساتھ بیعت کرنا

اور اس کا تفسیر لکھا والا اولیٰ اشہر بین الشارحین عاقل حجاب
امیر کی کلام میں داخل کری اور شارح کی تصریح کو ملاحظہ کری اور بھی کہ خلافت صدیقہ کا
ثبوت حقیقت اس کلام سے کہ من و نوح و مہرمت و ظهور و دبابت کے ساتھ ہو رہا ہے بندہ
اسکو مخفیہ عرض کرتا ہی کہ شارح کے بیان سے یہی معلوم ہو چکا ہی کہ یہ کلام اس کلام سے
مقطع ہے جو حسین اپنا وہ حال جو بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوا بیان فرمایا کہ
پھر عمارت جو شارح نے بڑھائی ہے وہ ان کا نہ معہود الیہ ان کا لینا زرع فی ہما

الخلافۃ بل ان حصل له بالرفق والاعلیٰ فلیمسک ولات کر لے ہی کہ حضرت
 صلوات اللہ علیہ وسلم کو طمانیت تھی اور صلوات اللہ علیہ وسلم کے بعد وفات شریف کے خلافت اہل کمال
 جو کہ اوچونکہ اوس وقت بہتیت و صلاحیت خلافت چند شخص میں داری تھی جن میں
 جناب امیر سی اس نصف البتہ الخلافۃ بین شریک تھی اور جب تہجیر علامہ ابن بیثم
 کو شرح خطبہ شفقہ میں ثابت ہی کہ حضرت امیر کو استثنائے الخلافۃ تھا اور دوسرے
 بہت جگہ سے ہی شرح نیج البلاغت میں یہ ثابت ہی چنانچہ وقت بحیث حضرت
 عثمان رضی اللہ عنہ کے فرمایا۔ لقد علمتم انی الحق بھامن غیرے اور سارح
 اسکو شرح میں بطریق اعتراض و جواب کے لکھا ہوا فان قلت السؤال من وجہین الاول
 ما وجه منافستہ فی هذا الامر مع انہ منصب بتعلق باصول الدین والاولی
 مع ما اشہر منه من الزهد فیما والاخر ارض عنہا ورفضہا قلت الجواب
 عن الاول ان منصب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس منصباً دنیویاً و
 ان کان متعلقاً باصلاح احوال الدنیا لکن لا کو نہ دنیویاً بل لا نہ
 مضمار الاخرۃ وضرعہا الہم تو اس سے صاف ثابت ہی کہ آپ کو رغبت و استئذان کے
 الامارات تھا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو عہد لیا تھا کہ اگر خلافت کسی دوسری
 حاصل ہو تو سنا زغہ نہ کرنا کیونکہ جبکو حاصل ہوگی وہ اہل الخلافۃ ہوگا اور جسے بغیر اہل الخلافۃ
 کی کسی امر کیست نہ کر سکیں جب وہ خلافت حقہ اور امامت راشدہ ہوئی تو اوسکو ساتھ
 سنا زغہ نہ ہوئی چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا لقد علمتم انی الحق بھامن غیرہ
 سلمہ اسبغہ اعتراض و وجہ سے پہلی یہ کہ منصب خلافت باوجودیکہ متعلق باصلاح امور دینیہ ہے اور ایک اور
 زہد اور امر امن اور ترک مشہور ہے یہ اور دین پر اگر رغبت کی کیا وجہ ہے یہی اعتراض کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ
 منصب اگرچہ احوال دنیا کے متعلق ہے تاہم منصب دنیوی نہیں ہے لیکن اوسکا تعلق دنیا کو ساتھ
 بحیثیت دنیوی ہے نہ کہ بحیثیت دینی بلکہ بحیثیت دینی ہے کہ وہ آخرت کی کینتی کے جگہ سے ہے۔

والله لا ملحقنا ما سالت امور المسلمين شائع ان شرح میں کہتا ہے کہ وفیہ اشارۃ
ان غرض من المناقشۃ فی هذا الامر هو صلاح حال المسلمين واستقامۃ
امورهم وسلاصۃہم عن الفتن وقد کان بہم ممن ملف من الخلفاء
استقامۃ امر الخلفاء۔ تو اپنے خلافت کو اسی شرط کے ساتھ تسلیم کیا کہ جو
شرط خلافت راشدہ کی یہی گویا یہ فرمایا کہ اگر یہ خلافت راشدہ ہوگی تو تسلیم کروں گا کہ وہ نہیں
اور اگر سلفاً عدم منازعت کا عہد لیا گیا ہے تو یہ آپ کا ارشاد ہے کہ اس کے بعد
ہوگا اور خلافت وصییت رسول کے ہوگا اور یہی وجہ ہے کہ اپنے زمانہ خلافت میں سنا
و مناقشہ نہیں فرمایا اور امیر معاویہ کے ساتھ منازعہ فرمائی اور فقہ کا کچھ خوف نہ فرمایا۔ اگر
مطلقاً عدم منازعہ سہود ہی تو آپ کا یہ مناقشہ امیر معاویہ کے ساتھ منازعت
سہودی اور باعث ثوران فتن تو اگر خوف فتن کی وجہ سے خلافت کے ساتھ ترک منازعت
کو بیان ظاہر وقوع فتن ہے تو معلوم ہوا کہ آپ نے عدم منازعت اسی وجہ سے نہیں
فرمائی کہ وہ خلافتیں شدہ نہیں اور حضرت کا ارشاد یہی عدم منازعت کی بابت گواہی
اسی شرط کے ساتھ ہے کہ اگر آپ میں سیاست میں تو عدم منازعت سہود ہی یعنی اگر
خلافت راشدہ ہو تو عدم منازعت سہود ہی حاصل ہوگی یہی استیان کی وجہ سے عہد
منازعت لیا گیا ہے اور اس لیے کہ جو خلافت واقع ہوگی وہ راشد ہوگی اور اگر ساتھ منازعت
ہوگا اور اس کی نفی کے برابر کرنا بلکہ تمہاری یہی اگر اس کا حصول یا رفق ہوگی تو فیہا
کیونکہ جبکہ صحابین اختلاف کر ایک آپ ہی میں اور اگر حصول اور کا رفق ہو اور اہل
حل و عقد آپ سے بیعت نہ کریں بلکہ کسی دوسری جماعت کر لیں تو اس پر منازعت سے باز
رہنا چاہی اور اس عبارت سے یہی صریح مستفاد ہے کہ اس وقت تک خلافت مکمل
نہیں اور اس میں حضرت اشارہ ہے کہ اگر کسی عرصہ خلافت میں رعیت سے مسلمانوں کی حال کی بددینی اور ان کی کوتاہی
استقامت اور ان کی فتنوں سے بددینی تھی اور گذشتہ خلفاء میں بھی یہی استقامت اور بددینی امر کی مثال ہے۔ ۱۲۔

جناب امیر کو نہیں ہوا تھا ظاہر ہے کہ ضمیر حاصل کے امر خلافت کی طرف راجع ہے اور یہی اصل مدخل ان شرطیہ کا ہے جو باعتبار اپنی اصل و نفع کی مشکوک پر داخل ہوتا ہے معنی یہ ہوئی کہ اگر تہا ری یہی حصول امر خلافت بہ دولت ہوگی تو فہم اور اگر حصول نہ ہو - تو سنا زعمت سے باز رہنا چاہیے غرض حصول امر خلافت حضرت کی یہی مشکوک ہے اور یہی تو اس پر ہے کہ اگر محبت اہل حل و عقد کے آپ کے ساتھ واقع ہوگی تو حصول خلافت ہوگا ورنہ نہیں تو اس سے صاف منصوصیت خلافت جناب باطل ہوگی اور حصول امر خلافت کا دار اور محبت اہل حل و عقد پر ہوا خیر یہ ایک جملہ معترضہ تھا جو درمیان میں مذکور ہوا اہل مقصود یہ ہے کہ اس عبارت سے بظاہر عبارت خطبہ ثانیہ واللہ لا سلیمان سلامت امور المسلمین مثل آفتاب روشن ہے کہ بعد عدم منازعہ صرف اسوجہ سے تھا کہ جو خلافت واقع ہوگی وہ خلافت راشدہ اور امامت حقہ ہوگی اور اسکی ثبوت سے جو آفت کہ مذہب شیعہ پر پڑی ہوئی ہے پان اور اسکا بیان خارج از حد امکان ہے اسکی بعد دوسرا جملہ جو جناب امیر کی کلام میں ہے نجم البلاغت میں مذکور ہے یہی فنظرات نے امرے فاذا اطلعت قد سبقت بیعتے یعنی بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مینی اپنی امر میں داخل کیا اور سوچا تو ناگاہ میری طاعت میری بیعت سے سبقت کر چکا تھی اس جملہ کی ترکیب ملاحظہ ہو شرح ہے کہ لفظ طاعتی اور بیعتی میں مصدر مضارع طرف یا مستطعم ہو رہا ہے اور اس میں دو احتمال ہیں اول یہ کہ مصدر مضارع الے المفعول ہو اور اسکا فاعل مخدوف ہو اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ مصدر مضارع الے الفاعل ہو اور مفعول مخدوف ہو مثال اول چند وجہ سے باطل ہے اولاً یہ کہ صاف الے المفعول جو قلیل ہے چنانچہ رسائل نحو میں مذکور ہے شرح جامی میں ہے وقد یضاف الی المصدر الے المفعول سواء کان مفعولاً یا نہ

سلک کہی مصدر مفعول کی طرف مضارع ہوتا ہے خواہ مفعول بہ یا ظرف یا مفعول لہ فاعل کے با نسبت

او ظرفاً و مفعولاً علیہ علیہ بالنسبۃ الی الفاعل اور بنی شرح کا فاعل و مفعول و مفعول
 و اضافت الی المفعول اذا قامت القرینۃ علی کونہ مفعولاً اما بنی تابع لہ
 منصوب حملہ علی الخ لخوا عجبہ ضرب بنید الکریمہ او عجبی الفاعل بعد و ضم
 لقولہ امن رسم دارمربع و مصیف لعینیک من الثون و کیف او بقرینۃ
 معنویۃ لخوا عجبہ اکل الحسنۃ توجب یہہ قلیل ہے تو اسکو کثیر الی کمال پرانہ و ذکر
 باقونہ ترجیح دینا باطل ہے۔ ثانیاً یہ کہ حسب تخریج شارح جب اس کلام کو اس حال کے
 بیان پر محمول کیا جاوی جو بوجہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوا تو بالکل واقع
 کی اور بیان کلام کے مخالف ہوگا کیونکہ بعد وفات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سبقت
 علی عہد الناس لہ علی البیت واقع ہوئی ہے نہ میں اور حضرت مثل عند اللہ وغیرہ تسلیم کرنا
 خود خلافت ظاہر و خلافت اہل ہی۔ ثالثاً ظاہر ہو کہ یہ کلام بطور محکم صادر ہوئی اور
 اسی ہی کہ اضافہ الی المفعول کی صورت میں صحیح و صحیح کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ جناب کے
 مطلع ہوئے ہیں جبکہ طرف ذہن اس پر مشتمل تھا کیا تشریح ہو سکتا ہی ہاں جب کہ
 اضافت الی الفاعل ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں تو اسوقت محکم کا اظہار نہ کیا اور شایان ہر
 زمانہ اگر اس میں بارے کو جناب امیر کے اس حسن و حسنہ محمول کیا جاوی جو مدلول احتمال نامی کا ہو
 کہ آپ اپنی زمانہ خلافت میں اعباء خلافت کے تحمل سے دلنگس ہو کر یہ فرمایا تو یہ ہرگز
 اس میں کوئی زیادہ دہائی ہی میں شام میں شہر نہیں پس بوجہ مذکورہ ثابت ہوا کہ نقل کا حق
 اور جیسی بن اضافت مصدر کے الی الفاعل ہے اور نہ وقت اس کے المفعول نہیں ہو چکا
 شارح ابن تیمیہ کی اس کا قائل ہوا کہ مصدر خلافت الی الفاعل ہے اور مفعول محذوف و ممکن

ملے جبکہ اسکی مفعول ہے پرتشہ قائم ہو یا کوئی اسکا تابع منصوب حملہ علی الخ نہ آجائی جیسا کہ بنی
 ضرب بنید الکریمہ یا فاعل ہو کر بعد مرید واقع ہو جائی جیسا قول شاعرین یا کوئی قرینہ معزید ہو جیسا
 عجبی اکل الخبز ۱۲۔

اب گفتگو اس میں ہو کر دو نو صمد ذمہ لے لی مفعول کیا مخذوف ہی سو اس میں تو ہمارا اور شارح ابن
 سینہ کا اتفاق ہو جو لفظ معیتی کا مفعول مخذوف کیا ہی شارح فرماتا ہی فاذا اطاعتی قد
 سبقت بیعتی للقوم فلا سبیل ۱۸۱ متنازع متنازع اور ہم بھی یہی کہتی ہیں کہ جب
 بیعت اہل حل و عقد سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد اور امام برحق ہو گئی تو عموماً
 حاضر و غائب کو اور اسکو کہ جس بیعت کے تھے اچھی نہیں کی تھی ابو بکر صدیق رضی اللہ
 عنہ کی اطاعت واجب لازم ہو گئی تو اسکو آپ فرما رہے ہیں کہ معینی اپنے امیرین کو کیا
 ہو مگر ہم ہوا کہ اس سے پہلے کہ میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کروں میرا
 ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اطاعت کرنا سابق ہو چکا تھا صرف ہمارے اور شارح
 ابن سینہ کے درمیان میں درباب انھما رتقہ یہ مفعول لفظ معیتی اس قدر فرق ہے کہ شارح صاحب
 کو لفظ قوم کا فرماتے ہیں اور صامت لفظ ابی بکر نہیں کہتے اور غلطی کہ مراد شارح
 کی لفظ قوم سے ابو بکر ہی ہے چنانچہ جماعہ آئمہ کے شرح میں بھی اگرچہ لفظ قوم کا فرمایا
 لیکن ابو بکر کا نام نامی بھی لیا جس سے بصرحت معلوم ہوتا ہی کہ قوم سے مراد
 ابو بکر ہیں کیونکہ مطلق قوم کے معنی کی کچھ معنی نہیں اگر کھلی تو بیعت ابو بکر کی تھی
 اور شارح ہی یہ معذوری ابو بکر کا نام کیونکر لے جانتا ہی کہ تمام مذہب کا استعمال
 ہوا جاتا ہے لیکن تاہم جو ہو کر ایسا لفظ لکھا جو تہذیب نام کہنے کے ہی لیکن لفظ
 طاعتی کے مفعول میں ہمارا اور شارح صاحب کا باہم فیہ مجملہ اختلاف ہو شارح
 صاحب لفظ طاعتی کے مفعول کی تفسیر یہ کہالتی میں فاذا اطاعتی لرسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم فیہ المراد بہ من ترک القتال اور ہم یہ کہتی ہیں فاذا اطاعتی ابی بکر
 لا یخل الفقد خلافتہ و لکنہ اما ما حقاً اس قدر ہے لیکن ہمارے تقدیر صحیح ہو
 اور تقدیر شارح کی خلاف صواب ہے کیونکہ اولاً اس قدر سے جو شارح نے پیدا
 کی ہے او اسفا جائید نکار کرنا ہی چاہی کہ اگر ادا مفا جائید کا مدلول تو یہ ہی کہ وہ

و شارح ابن سینہ نے لفظ قوم سے ابو بکر ہی مراد لیا ہے لیکن لفظ قوم کا مراد ابو بکر ہی نہیں ہے بلکہ تمام مسلمانین کا ہے اور شارح صاحب نے لفظ قوم سے ابو بکر ہی مراد لیا ہے لیکن لفظ قوم کا مراد ابو بکر ہی نہیں ہے بلکہ تمام مسلمانین کا ہے

جملہ جو دخول اذاکا ہی اور اسکی مضمون کا حصول بعد حصول مضمون جملہ سابقہ کے بغیر
 اذنیجہ ہو کر اذاکا ہی ایسا سلی اور اسکو مفاہیثہ کہتی ہیں شرح جامی میں بھی بقال فاجا
 الامر مفاہیثہ من قولهم فمیتہ فجارہ بالضم والمد اذ القیۃ وانت کاشف
 خرجت فاذا السبع واقف اسکی مثال رسائل بخونین مذکور ہے اور اس سے بخوبی یہ معلوم
 فہم میں آسکتا ہے اب ہم باخفیہ میں اسکو دیکھتے ہیں تو بموجب تقدیر شارح کے حصول
 مضمون جملہ کا جو دخول اذاکا ہی مفاہیثہ صادق نہیں آتا کیونکہ نہایت بدیسی ہی
 کہ جس امر کی نسبت خداوند تعالیٰ کے کی طرف احکام بنا کید نازل ہوئی ہوں اور رسول علیہ
 الصلوٰۃ والسلام نے اسکو بابت عہود و موثقتہ اور موثقت ہو کہ وہ ایسی ہوں وصیت
 یا بیان و شہادات کہہ لیا ہو کتاب مختوم بخواتیم خاص اسی طلب کے لیے نازل
 ہوئی ہو اور وہ پاس بطور حرج و حرجان موجود ہو تو ایسی حالت میں کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی
 عاقل اس امر کا قائل ہو کہ حصول مضمون ایسی جملہ کا جسکا مذلول یا موثقت ہو کہ وہ ایسی
 نعتہ اور مجارہ ہو چھل ہذا الاکذب صراح میں بواج ان بموجب ہمارے تقدیر
 احکام کے نسبت حصول مضمون جملہ پر مجارہ اور نعتہ ہو یا صحیح اور درست صدادق
 آتا ہے کیونکہ دفعہ بیعت اہل حل و عقد سے خلافت صدیقیہ منعقد ہو گئی اور ایک
 عام و خاص پر اسکی اطاعت لازم ہو گئی تو جناب امیر نے اسکی نسبت فرمایا کہ یہی
 اپنی امر میں سوچا تو اچانک اطاعت ابو بکر کو جو خدا پرستہ لازم نہیں تھی اپنی بیعت کرنے سے
 بھی پہلی اپنی اوپر لازم پایا پس اس صورت میں یہ تقدیر از مفاہیثہ کہ نہایت چسپا
 اور اسکی ساتھ نہایت مربوط ہے اور بخوبی حصول مضمون جملہ بطور مفاہیثہ کے
 ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں جسکے فہم کلام کا ذوق صحیح ہے وہ سمجھ سکتی ہیں کہ اسکی درجہ
 نسبت بولتی ہیں فاجاہ الامر مفاہیثہ اخذ قول عرب فی مجاہدۃ بالضم والمد الذی جب تو اس سے ملے

مصنف فاعل کی طرف جو بیجا متحد ہو اور وہ ضمیر متکلم کی ہر واقع میں واجب و متحد فی حکم
 میں کہ دونوں وجوب اطاعت کو مقتضی میں اور متحد فی الفاعل میں کہ دونوں کا فاعل
 متکلم ہے تو اس کو مناسب اور چہاں یہی ہے کہ مفعول بھی دونوں کا متحد ہو اور یہی
 امر عاری کی تقدیر کی صورت میں ہے نہ شارح صاحب کے تقدیر کی تو اس سے ثابت ہوا
 کہ تقدیر کلام یہی فاذا اطاعتی لابی بکو قد سبقت بیعتی لہ اور ظاہر ہی کہ لزوم
 وجوب اطاعت بدون صحت حقیقت خلافت منصوص نہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ جب
 امیر کے نزدیک خلافت صدیقیہ حقہ اور خلافت راشدہ واجب الاطاعت ہی وہو المطلق
 قطع نظر اس سے اگر صحت تقدیر شارح کو تسلیم بھی کر لیں تاہم اس کا نال بھی موجب لزوم
 اطاعت الی بکر بھی کیونکہ شارح کی تقدیر یہی فاذا اطاعتی لرسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم فی تری المذاذعۃ والصال اور ظاہر کہ اس کو کسی نہ ہی میں فاذا اطاعتی لرسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اطاعتی الی بکر اور نہایت بدیہی ہے فاذا اطاعتی
 لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اطاعتی الی بکر اور فاذا اطاعتی لابی بکو
 کلام عاود الی آپ اس تقدیر میں بھی عاری اور شارح کی تقدیر میں صرف لفظی فرق ہوا
 اور باعتبار معنی کے اتحاد ہی باقی رہا اس امر کا ثبوت کہ اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی ابو بکر کی اطاعت کو بارہ میں محض بوجہ مصلحت عدم ثوران فتن تھی یا یہ کہ یہ اطاعت
 بوجہ حقیقت خلافت الی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تھی سو ہو کہ رسول اللہ تعالیٰ
 بھی سبیلہ سابقہ کی شرح میں بیان کر چکے ہیں کہ جب امیر کا خلافت کو تسلیم کرنا اور نہایت
 کہ نہ صرف اسی وجہ سے تھا کہ خلافت کو حقہ اور راشدہ سمجھتے تھے بعد اس کے تیسرا جملہ جو اخیر میں
 مذکور ہو یہ ہے واذا الملتاق فی عنقی الخیر یا یہ جملہ ثبوت حقیقت خلافت میں
 آجائے میری قرآن برداری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہی بوجہ کے فرمانبرداری میں آجائے
 میری فرمانبرداری ابو بکر کے لیے ۱۲۔

کو یا نفس صریح معنی و شارح یہی اس جہاد کی شرح میں اسکو مثبت خلافت تسلیم فرمایا ہے کہ
 ابن تیمیہ اسکی شرح میں فرماتے ہیں قَوْلُهُ وَادَّالْمِلَاقَ فِي عِنْفِي لِقَائِ الْمِلَاقِ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحمدہ الی بعد المشاقہ وقیل المِلَاقُ
 مالز من مبعثہ الی بکر بعد ایفاہما ای فاذا مِلَاقُ القوم قد لزمتی فلم
 یکننہ المخالفة لجدہ شارح نے اس جہاد کی دو تقدیریں لکھی ہیں اور دوسری بیان کی ہے
 ظاہر و بدیہی صریح اس عبارت کے معنی ثانی جو شارح نے بیان کی ہے وہ سلسلہ تاریخی
 مدعا کی ہیئت میں اور قاع اس تسبیح کیونکہ لزوم بعیت الی بکر رضی اللہ عنہ بخبر اسکی
 ممکن نہیں کہ اگر خلافت حقہ راستہ ہو کیونکہ بحسب اصول تشیع کی کوئی شخص بخراہم
 برحق کے واجب اطاعت نہیں اور جو شخص منصباً وعدواناً مستقیم خلافت ہوا اسکو
 اطاعت اور مکی اعانت اور اسکی حمایت حرام ہے اور اسکی اطاعت کرنے والے اثم
 اور تکب حرام کے اور اسکا خذلان واجب ہے۔ پس جب ابو بکر رضی اللہ عنہ کی
 بعیت جناب امیر پر لازم ہو گئی اور عہد لزوم منصب رسول ہوا۔ اور بدو ان خلافت راشدہ
 ہونے کی لزوم ہو نہیں سکتا تھا تو معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر کی خلافت خلافت حقہ
 اور راست راستہ تھی اور اس سے یہودی ثابت ہوا کہ جناب امیرؓ اور سوقت نہ خلیفہ تھی
 اور نہ امام تھی اور جس نے اسکا عصمت و شرف و عظمت ہی بالکل نظر ہو گئی اور خود اگر علمائے
 ابن تیمیہ کا یہ شریف رضی بکے خود جناب امیرؓ نے ان دو جموعین مذہب تشیع کے استعمال
 کر دیا علیٰ اجماع و ظاہر ایفا کیا جو شارح نے بڑے دیا ہے عجب قدرت اعلیٰ کا نام یاد کیا ہے
 شارح نے تو یہ قیہ جس غرض سے لگائی ہے وہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے لیکن وہ بالکل لغو اور
 بے اور گاہ قیہ کہ مہشان میر سے گران میں ہوتا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد و میثاق اور
 منارہ میں اور بعض کہتے ہیں مہشان وہ ہے جو ابو بکر کی بعیت کا میثاق اور واقعہ کرنے کی بعد یہ کہ وہ
 ہو گیا یعنی قوم کے میناق مجہولہم ہو گیا اور بعد اسکو مجہولہم مخالفت ہو سکی ۱۲۔

باطل ہے اگر چہ محیب لبیب اسکو در پی ہوئی تو ہم انشاء اللہ تقا کے بدل لائل اسکو بظاہر
 ثابت کر دکھائیں کہ حق یہ ہے کہ ہر جملہ ہمارے اعتبار سے صفت مدعا ہی اور ہمارے نہایت
 کار آمد ہی اور تقدیر اس جملہ کی بھی ہے واذامیشاقبتہ ایک کرب بعد ایقاع القہر
 ایاہا فی عنقہ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جیت کے انعقاد کا دار مدار جیت
 اہل حال و عتد پر ہی اور شارح نے باعتبار تقدیر ازل کے جو اول معنی بیان فرمایا ہیں
 وہ غلط ہیں چنانچہ اس سے پہلے جملہ کے تحت ہی اذیکما بطلان بخوانی ثابت ہوتا ہے علاوہ
 اسکو جو پہلے گذارش ہوا کہ لفظ اذامیشاقبتہ اس تقدیر سے ابکار تا ہے یہ لٹاس ہے
 کہ اس جملہ کے لمبی مقدر و محذوف کی کچھ ضرورت نہیں اور ظاہر ہے کہ حذف و تقدیر کا
 ارتکاب اس جملہ کیا جاتا ہے جس جملہ بدون حذف و تقدیر کے تصحیح عبارت ممکن ہو ہو سطر
 حذف خلاف اصل ہے اور یہ جملہ کسب مع اجزاء المذکورہ نام ہی محتاج کسی خبر کی حذف تقدیر
 کا نہیں ہے کیونکہ اس جملہ کے اصل عبارت اس طرح ہے فاذا امیثاق الخیر فی عنقہ
 اور یہ خود جملہ نام ہے جو اپنی نامی میں محتاج کسی جز کا نہیں بخیر اسکو کہ خبر ظرف تقریر
 جو محتاج متعلق کا ہے سو اسکو تقدیر خارج از بحث ہے پس اس عبارت میں بجز تقدیر و تاخیر کے حذف
 کا قائل ہونا بالکل بے ضرورت و خلاف اصل و ناجائز ہے تو اس صورت میں معنی صاف واضح
 ہیں کہ مینہ اپنی ارمین بکریا ناگاہ میناق غیر کامیری گردن میں ہوتا اور یہ شارح
 کی تفسیر سے معلوم ہو چکا ہے کہ لفظ غیر سے مراد قوم ہے جس سے مراد ایک کربہ بین اور بیان
 حذف مضاف الیہ یعنی لفظ حوال کا بطلان ثابت کیا گیا تو اسکو معنی مینہ ہی فاذا امیثاق
 الی بکرمین لزوم بیعتہ بعد ایقاع القوم ایاہا فی عنقہ فلزم یکتب الخلفۃ
 بعدہ اور وہ تقدیر جو شارح نے بیان کی ہے غلط ہو گئی اور وہ خود حملی یا ہم خوب
 سے ناگاہ ابوبکر کا میناق اس کو جیت کے لزوم میں بعد واقع کرنے قوم کے اسکو میری گردن
 میں تو بعد اسکو محسوس مخالفت ہو سکتی ہے۔

مرتبط ہو گئی اور ازاں مفا جاتیہ کے بھی مناسب ہو گیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد
 وفات کے بیان حال کے ساتھ بھی نہایت چہان ہو گیا اور اصل عبارت یہ ہو
 حضرت نے امرے فاذا طاعتی لابی بکوقد سفت بیعتہ واذا میناقی الغیر
 وھو ابوبکر من لزوم بیعہ ووجوب طاعتہ علیہا بعد ایقاع القوم ایاھا
 عنقہ فلا سبیل الی الامتناع منها ولا ہمکنی مخالفتھا۔ علامہ ابن کثیر
 کی اس تفسیر کو صحیح تسلیم کر لیا حادی تو بھی ہماری مدعا کی منقض نہیں جیائے
 جملہ کے متقدیرین گذارش ہو چکا ہے بلکہ ہماری مدعا کے موید ہے کیونکہ مینا و رسول اللہ
 وعہدہ الے بعد ولتاتہ کا حاصل اور میناق رسول اللہ فی لزوم بیعتہ
 ابی بکر و طاعتہ کا حاصل ایک ہی ہے ہم معنی۔ میناق ابی بکر نے لزوم بیعتہ و طاعتہ
 کا ہے بلکہ ذکر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میناق کا اور زیادہ ہو گیا اور پھر
 دعویٰ آشی ہنیدہ بران ہو محمد تقدرا خود جناب امیر رنہ کی اعتراف اور اگر جناب
 رضی کے نقل اور جناب شارح ابن سیرین کی شرح سے صحت حقیقت خلافت خلافت
 ہوئی اور چہ گرا چکا۔ بیت کیا لطف جو غیر پردہ کہو لے جادو وہ جو سر پر چڑھا
 بولے دلیل قاس۔ شریف رضی نے فیج البلاغتہ میں ایک خطبہ نقل کیا ہے جس میں نام
 وہ سابق واصاف بیان فرمائی میں جنکا صدق و یقین کے سوا ممکن نہیں کہ کوئی دوسرا
 شخص اس خطبہ پر و منکلام ﷺ ﷺ بلام فلاں فلقن قوم الاولاد و اولاد
 الحمد اقام السنہ و خلف الفتنہ و ذہب فقی الثوب قلیل العیب صاب خیار
 و سبق مرھا ادی الی اللہ طاعتہ و اعاقہ بختہ رجل و تو کہم نے طرق متسبب
 فلاں شخص کو پیش خدا کے ہے ہی خدا کی قسم اسنی کہی کہ سید کا کیا اور یا ہی کا علاج کیا اسے
 رہا کیا اور مستند ہے جوڑ اور اگر کہن نے عیب کیا صاف کی بیداری کو بھیجا اور پرائی سے گذر گیا خدا کا صاف
 دین نقوی اکیا اگر کوئی بچہ ہر سوزن چوڑ کر گئی اگر کیا اگر اس میں گرا رہا دیب
 ہو کہ کوئی بچہ ہر سوزن چوڑ کر گئی اگر کیا اگر اس میں گرا رہا دیب

بکری حقیقت خلافت جان خلافت
 اولاد

لا یمتدی فیہا الفال ولا یمتیقن الہمدی۔ انتہی بندہ کھترین عرض
 کرتا ہے کہ مدوح ان اوصاف مدائح کی یا ابو بکرؓ میں پھر بارجل نالت لیکن جائز نہیں
 کہ مراد رجل نالت ہو کیونکہ جو رجل نالت کہ مراد ہے یا ابو بکرؓ سے پہلے ہی یا بھی
 ظاہر ہے کہ بھیجی تیر عثمان رضی اللہ عنہ کی اور کوئی نہیں اور ظاہر ہے کہ حضرت عثمانؓ
 مراد نہیں اور نہ کوئی اسکا قائل ہو اتوالحالہ یہ مدوح وہ رجل ہو گا جو ابو بکرؓ سے پہلے
 زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں رہتا اور اسی زمانہ میں وفات پا گیا لیکن
 چند وجوہ سے ممکن نہیں کہ یہ توصیف کسی شخص کے ہو جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کے زمانہ میں ہے وفات کر گیا ہو کیونکہ اولاً جب وہ باجوہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کا موجود ہی وحی نازل ہوئے ہی تو قلام بر وحی خداوندی سے سر انجام پاتے ہیں
 اور جو جناب امیر بھی موجود ہیں انقبض بقلم آپ کو بوجہ قرب منزلت رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم امر کے رفق و رفیق میں دست اندازی ہے اور بغض بقلم کے اسوقت آپ
 محمدؐ نازل و نازل بھی نہیں ہیں تو ایسی حالت میں کسی ایسی شخص کے جو نہ امام ہو اور نہ بالقوہ خلیفہ
 راشد ہو ایسی اوصاف کے ساتھ موصوف کرنا جو خاص امام کے واسطی بیون سرسری کذب
 و خلاف واقع ہے علاوہ ازیں ثانیاً اس خطبہ کے الفاظ خود اس سے ابا کرتے ہیں کیونکہ
 اصحاب خیر و حسن شریکی بنمیرین خلافت کی طرف راجع ہیں شارح ابن ہشام فرماتے
 ہیں والضمیر فی خیرھا وشرھا للخلافة وان لم یخیرا ذکرھا لکوفھا
 معسودة او لتقدم ذکرھا۔ انتہی۔ اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص موصوف
 ان صفات کا ہے اسی خلافت کو پایا اور بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمات
 خلافت سر انجام کر کے تمام برائیوں سے بچا اور تمام خوبیوں کو سمیٹ کر اپنی سہ
 لگیا پس یہ شخص تیر حضرت ابو بکرؓ رضی اللہ عنہ سے ہے اور کوئی نہیں ہو اتوالحالہ
 مستحق ہوا کہ وہ رجل جو موصوف ان صفات کا ہے یا ابو بکرؓ سے پھر نہ کسی شخص

کوئی نہیں ہو سکتا۔ نہ لے اگر سوای ان دونوں کی کوئی تیسری تھی تو آپ کے قطب صاحب
راوندی اور آپ فرماویں تو بھی وہ کون ہے اور اور اس کا نام تو لین بہ بلا جو
ایسا ناموار شخص ہو اور جس کے ایسی اوصاف ہوں عقل سلیم تکلیف کرتے ہے
کہ وہ ایسا مجھول الاسم کچھ غم صفت ہو کہ جس کو کوئی بھی نہ پہچانے اور کئی ہر سے
کہ حضرت امیر نے جو اس کا نام نہیں ذکر فرمایا تو اس کو وجہ یہی ہو سکتی کہ وہ جو اس کی شہرت
کی اوصاف کی ذکر کرنا ہم کے ذکر سے منفی سمجھا اور صرف اوصاف کی ذکر پر اکتفا
کیا اور جب کوئی آگاہ اور اگر راوندی صاحب کو ایسا شخص جو موصوف ان اوصاف
نہیں معلوم ہوتا تو شخص میں تخیل و وسوسہ ہی اور اگر قطب صاحب کے کاشف کی غلطی ہو
اگر صدیق ان اوصاف کا حضرات کو دستیاب ہو جاتا تو زمین و آسمان کو باہم ملا دیتی
اور کیسا کچھ غل شور نہ مچاتے تو معلوم ہوا کہ مجھ ابو بکر عثمان کے تیس شخص ہو سکتے
ان اوصاف کا نہیں ہو سکتا ہو۔ اب آگاہ کچھ اسی موقع پر منحصر نہیں ہی بلکہ جناب
امیر نے بعض اور مواقع میں بھی حضرت ابو بکر و عثمان رضی اللہ عنہم کی قریب قریب اسی
تقریف و توصیف فرمائی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں ہی جناب امیر تقریف و توصیف
انہیں کی فرما رہی ہیں یہ شخص نہایت کی جیسا کہ اگر قطب صاحب نے تو ہم فرمایا چنانچہ
بجواب خط امیر معویہ رضی اللہ عنہ کے تحریر فرماتے ہیں جس کو عمارہ ابن یثیم نے اپنی شرح
بسیار میں نقل کیا ہے و ذکر ان الله اجبت له من المسلمين اخوانا ایدلہم
لک انوائے من انزلہم عندہ علی قدر فضائلہم فی الاسلام و کان فضلہم فی الاسلام
لما رعت و انصہم للہ و لنو الخلیفہ الصدیق و خلیفۃ الخلیفۃ الفاروق

ولے کے ہاں مکاتھما فی الاسلام لعظیم ہذا المصائب بہا فی الاسلام بھیج
 شد یدیرحمہ اللہ وجزا ہما باحسن ما عملہا لہما لے بقدر الحاجت اور یہ
 عبارت اس خطبہ کے شرح میں مذکور ہے جس کا عنوان یہ ہے ومن کتاب لہ الی
 فاراد قومنا قتل بنی النبی اس مرتبہ میں حضرت نے قسم کیا کہ شیخین کے فراموشی
 حضرت رضی نے خطابین سے نکال ڈالا ہے۔ جو بعد ایسی جامع ذکر فراموشی میں جو او
 عشرہ مذکورہ سابقہ کو مع شئی زیادہ جامع میں پس سہی ہم ان دونوں کو مکمل مضمون کو اس
 خطبہ کے مضمون سے اور اس مدح و توصیف کو اس مدح و توصیف سے مقلد کر کے
 دیکھتے ہیں اور موازنہ کرتے ہیں پس اس خطابین پہلا جملہ اس خط کا ان مکاتھما فی الاسلام
 لعظیم ہے اور دوسرا جملہ۔ وان المصائب بہا فی الاسلام صحیح سند ہے ظاہر ہے کہ ہر
 شخص کے علم مخصوص خطبہ کے دو تین میں ایک یہ کہ اس کا معاملہ خدا کے ساتھ جو اپنی ذاتی
 امور میں ہو مثل تقویٰ و صلاح اعمال و ادا مطلقا و عبادت بجا آوری حقوق اللہ میں ہوگا
 دوسرا یہ کہ اس کا معاملہ عباد کے ساتھ اور ان کے حقوق کے بجا آوری کے متعلق ہوگا جناب یہ
 فراموشی دونوں میں دونوں کو جمع فرمایا اور دونوں حقوق کے ادا کرنے کی نسبت یہی
 مدح و توصیف فرمائی جو اعلیٰ درجہ کی ہے اور جو حق تعالیٰ کا ہی پہلا جملہ ان کا بچا
 فی الاسلام لعظیم اگرچہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے بجا آوری کو شامل ہے لیکن ہم
 علم سبیل التکمل کہتے ہیں کہ اس سے مراد ان کی عظمت مکانی ہے الاسلام صرف عباد
 بجا آوری حقوق اللہ اور کمال تقویٰ ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ ان کریم عند اللہ تقویٰ اور
 دوسرا جملہ ان المصائب بہا فی الاسلام صحیح سند یہ بجا احسان و مدح باعتبار کمال
 بجا آوری حقوق العباد کے بیان کر رہا ہے یہاں تک کہ ان پر مصائب موت کا واقع

ہونا یعنی اذکار و فاتحہ یا اسلام میں سخت زخم ہی یا بون کہی کہ خلیفہ کے دو تئیں پہنچتی
 ہیں ایک زماہ حیات کے کہ جو اپنی زماہ حیات میں خیرات و حسنات کا حقوق اللہ
 حقوق العباد کو بجا لا کر ذخیرہ جمع کرے دوسری بھکہ بعد اذکار و فاتحہ کے امت میں اسکی
 وفات کا کیا اثر پیدا ہوا اور اسکی فقدان سے امت کو کیسا صدمہ پہنچے پس ظاہر ہے کہ پہلا
 جملہ زماہ حیات کے حسنات کو حقوق اللہ اور حقوق العباد سے اسکا کفایت بیان کر رہے ہیں
 جسکا حاصل یہ ہے کہ ادنیٰ ایسی اعمال حسنہ ظہور پذیر ہوئی جو اذکار باعث غنیمت منیبہ کے
 عند اللہ تبارک ہو گئی اور دوسرے جملہ واقعات بعد وفات کو بھار کر کہہ رہے ہیں کہ اذکار تقاریر
 کی سبب سے اسلام کو سخت زخم پہنچ گیا ہے چنانچہ مشاہد و محسوس ہے عیان ہے بیان
 کہ تئیں کے انتقال سے اسلام کو ایسا سخت زخم پہنچا جو پہر سمدمل ہوا اب ہم ان
 دو جملوں کو مضمون کو باعتبار پہلے دو حالتوں کی اوصاف عشر و سابقہ سے مقابلہ و موازنہ
 کر کے دیکھیں اس میں اوصاف معلوم ہوتا ہے کہ اوصاف شر و بین سے پہلا وصف خلق اللہ
 کو انکو حاج اور بھیجی کو سید اکرام اور دوسرا وصف اپنی مواظبت بالغہ کے ساتھ امر
 نفسانہ عباد کا معالجہ اور مداوا کرنا۔ تیسرا وصف سنت بنوی کا قائم کرنا جبکہ اس سے
 مراد ہو کہ خود موافق سنت کے عمل کرنا۔ چہاں وصف دینا سہ قلیل العیب اخلاصت ہونا
 یعنی معاصی قلیلہ کے ساتھ جانا قلت کا لفظ اسی واسطے فرمایا ہے کہ معصوم نہ نہی آجڑا
 وصف خداوند تبارک کے پوری طور پر بندگی بجالانا نوان وصف اتقا کرنا خدا
 تبارک کے حقوق کے ساتھ اور اسکی حقوق کو اسکی عقوبت کے لحاظ سے بجالانا یہہ
 چہاں اوصاف گویا اس جملہ کے شرح اور تفصیل میں جو اس خط میں اول نمبر پر مرقوم ہے
 ان مکاتیب میں اللہ تعالیٰ عظیم جو بجا ان سب صفو تک جامع ہے اور میرا وصف
 اگر اس سے مراد یہ ہے کہ سنت بنوی کا لوگوں میں جاری کرنا اور لوگوں کو اسکا پابند کرنا
 اور عامل بنانا اور جو بہا و صف فتنہ کو بھیجی جوڑنا یا بچوان وصف دینا

پاک صاف لوگوں کو مذمتوں سے اپنی حقوق کی نسبت جانا سناؤ ان خلافت کے پہلے
 عدل انصاف و اقامت دین حاصل کرنا اور سکر شریعت یعنی فتن اور خوئیہ و غیرہ سے محفوظ رہنا
 و سوان ایسی حالت میں دنیا سے رخصت ہونا کہ بعد میں لوگ چاہتو کہ جی چاہے رستہ نہیں گمراہ
 ہو گئی ہوں کہ جن میں گمراہ کورہ یا بے دشوار ہو اور راہ یا ب کو اپنی راہ یا بی پر پورا اٹھاتا ہو
 یہ پانچوں وصف متعلق حقوق العباد کے ہیں اور گویا شرح جملہ ان المصائب جملہ ما فی
 الاسلام لشرح سشدید کی ہیں بجا چوٹھا اور سوان وصف تو گویا اس جملہ کا ہم
 اور مدونہ علی ہی چنانچہ ظاہر ہے ہمیں بخوف تطویل اجمالاً ذکر کر دیا ہے اور تفصیل اہل
 وصف کو جہاں گاہ اور سکر شرح کر کے جملہ کے اندر داخل کر کے ہمیں بیان کیا اگر ایسا
 کیا جاتا تو زیادہ طوالت ہوتی ال فہم خود سجدہ لیں جبکہ اگر جہاں اوصاف عشرہ مذکورہ سابقہ
 دونوں چنانچہ ساتھ باعتبار دوسری دونوں استمالوں کو مقابلہ کرتے ہیں تو واضح ہوتا ہے
 کہ جملہ اولی اس شرط کا ان مکلفین الخ ممدوح کے اور اعمال سنہ کی جو اپنی زمانہ حیات
 میں بجا آوری حقوق اللہ یا حقوق العباد کی ہو گویا بقصویر کیچی ہوئی ہے اور جملہ ثانیہ
 ان المصائب لہما الخ اور حالات و واقعات کو ظاہر کر رہا ہو جو ممدوح کے دفاتر
 و مدت کو پس آئی اور ان صدوں کی خبر دی رہا ہو جنکی سبب سے ممدوحین کے تہمال کے
 بعد اسلام زخمی اور جرح ہو گیا اور یہی دونوں میں کہ جنکو شرح اور تفصیل اوصاف عشرہ
 بن مذکور ہی چنانچہ پہلا وصف اور دوسرا تفسیر اور پانچواں اور چھٹا اور سناؤ ان اور پانچواں
 جوان جملہ اولی کے شرح ہے جنہیں اور سنات کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ ممدوح
 یا زمانہ حیات میں بجا آوری حقوق اللہ یا حقوق العباد کی کر کے عظمت مرتبہ خدا تعالیٰ
 نزدیک پہنچا کر کے یگینا اور چوٹھا اور سوان وصف جملہ ثانیہ کی شرح ہے اور پانچواں
 نہ نصیب تو کیا بیان ہو کہ جو دفاتر ممدوح کے سبب سے اسلام اور اہل اسلام کو پونہ
 نہ تفصیل اور یہ پانچواں با ہم پوری طور پر سابق میں تو اس تقریر سے ثابت ہوا

کہ جس کو دنیا کسی بھی شے سے نہیں بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہی یا جناب
 عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی۔ خاصاً سلامہ ابن میثم نے بھی اسکو ترجیح دی ہے کہ رسول اللہ
 ان اوصاف کا یا ابوبکرؓ ہے یا عمرؓ بلکہ انہی میں چاروں کو بابت جناب عمرؓ
 کی ترجیح دینا صحیح ہے۔ ہم علامہ کی کلام و سنی شرح مجسمہ سیر و نقل کرتے ہیں ان نقل و اوصاف
 ما خطبہ امین والمنقول ان المراد بفلان عمر وعز القطب الراوندی انہ اضا اراد
 بعض الصحیحین من الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من مات قبل وقوع
 الفتن وانتشارها وقال ابن ابی الحدید ان ظاہر الاوصاف المذكورة في الكلام
 يدل على انه اراد رجلاً ولی امر الخلافة قبلہ لقوله قوم الاعداء وداوى العمد
 ولم يرد عثمان في الفتنة وتبعها بسببه ولا ابوبکر لقصر هذه خلافة
 ولبعد عهده عن الفتن وكان الاظهر انه اراد عمر واقول ان اراد تلامی
 امثله مزارا حقه لعمري ما ذكره في خلافة عمر وذهما به في خطبتهما المعروف
 بالمشقة كما سبقت الامتارة اليها انتهى بقدر الحاجة اس مبارک
 صاف ظاہر ہے کہ شایع کے نزدیک فقط فلان سے سوائے ابوبکرؓ کے شخص ثالث
 مراد ہو مگر جو ہے کیونکہ اول الجور لقتل کے بیان کیا کہ مراد فقط فلان سے عمرؓ میں خطبہ
 مراد بقول میری کہ مراد فقط فلان سے عمر بن خطاب سے اور قطب راوندی سے منقول ہے کہ حرف میں
 صحیح زائد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو فتو کی واقع ہوئے اور پہلی ہی پیشتر انتقال کر گیا مگر کہا ہے کہ میں اس کو
 کہا کہ ظاہر اوصاف اس پر دل میں کہہ شخص مراد ہے جو آپؐ پہلے خلافت کا متولی ہو اسباب اس تو ان کے کچھ
 کیا اور چاروی کا علاج کیا۔ اور عثمانؓ کو مراد نہیں ہے کیونکہ وہ تنوع میں تھا اور اس کو سب سے فتنی پہلے اور
 ہی اسباب کی حدت خلافت اس سبب دہونے زائد خلافت کے فتن سے مراد نہیں ہے تو کہا انہ میری
 کہ عمر بن خطابؓ کی مراد کہا مراد میں کہتا ہوں ابوبکرؓ کو آپؐ کو مراد کہنا بہ نسبت عمرؓ کے زیادہ استیعاب
 شایع ہیں فلان عمر کا دست کی ہے چنانچہ اس کی طرف اشارہ کر دیا گیا۔ ۱۲-

قول میں کیا ہے اس کے بعد بن ابی الحدید کے قول سے ہمیں عقلی طور پر علم ان قول را ندی کی
 ثابت کیا گیا ہے اور بت لایا گیا ہے کہ قطب را ندی کا قول ٹھوکی عبارت کے سراسر
 مخالف وادریان کیا گیا ہے کہ اٹھ پھر یہی کہ مراد حضرت حسین پر شارح خود کہتا ہے
 کہ شیعہ بحق یہی کہ مراد ابوبکر صدیق ہیں پس شارح ابن میثم اور ابن ابی احمد شیعہ ہیں
 کہ شخص ثالث را نہیں اور قیس شخص مصداق ان اوصاف کا نہیں ہو سکتا ہے یہ شخص آٹھ قطب
 صاحب کے دشمن گاتانی یا قصور کا شفعہ ہے کہ نہ عبارت کو دیکھتے ہیں نہ اس کے مضمون کو سمجھتے
 ہیں اور اپنی توجہ کی چلے جاتے ہیں خواہ الفاظ سے پیدا ہو یا خود غیر مکتوب اس سے کیا بحث
 خدا تعالیٰ کے ان کو اس ایذا داری اور دیانت کے جزا دیوی ہو رہی ہیں عجز اور بغی عدی
 میں جاؤں گے۔ ہماری مرض یہ ہے کہ موصوف ان اوصاف کا یا ابوبکر میں عیسوی اور یہ نہایت
 پیوستہ اور یہی ہے کہ شخص موصوف ان اوصاف کا ہو گا وہ خلیفہ راشد اور امام بحق ہو گا
 نہ ظالم و غاصب و فاسق و فاجر کیونکہ امام بنی اودہ کا اتفاق شریعت را نہیں بلکہ ایک سلاطین و امین ہیں
 قطب موقوف و محسن یا خلفائے شریعت ہیں اور محمل ان اوصاف میں ایک امین و شریعت کوئی امین نہیں ہے اور ابوبکر یا عمر مراد
 رسول اور خلیفہ راشد یا امام ہیں ان اوصاف کا لفظ کو تو نہیں قطع شرح سے کہتا ہے میں وقد وصف
 بامور احدھا تقویہ لالاود وھو کما یتعقوبہ لاجوجاج الخلق عن مبدل
 اللہ الی الاستقامۃ فیھا اللہ ما وادہ تلعد واستعار لفظ الحمد لالا مرض
 النفسانیۃ باعتبار استقامۃ لا لا ذی کالعمد و وصف المدا وادۃ المعالجۃ
 ثلاث الامراض الموعظۃ بالبالغۃ والزواج القارعہ العقولۃ والفعلیۃ الثالث اقامۃ
 سے اور تحقیق چند اوصاف کا ساتھ دیکھ موصوف کیا اداں کا بھی کو سید مارا اور یہ کہتا ہے اس سے کہ ادنیٰ خلق کی
 مشکل رستہ سے استقامت از ہوا دی کی طرف سیدہ گیا۔ دوسری اس کا بیماری کا علاج کرنا اور لفظ عمد کو
 امراض نفسانیہ کی یہی چیز کہ وہی مثل سبکی تکلیف کو مستند ہے ہتھار دیا اور پوری نصیحتوں اور پوری دیکھوں قول اور
 سید کے ساتھ امراض کے معالجہ کو دلا دے ساتھ وصف کیا۔ ۱۲۔

کسی میں پائی جا سکتی ہیں حاشا و کلا اور خلفا میں سے جب ایک کو یہی خلافت ثابت ہو گئی تو سب
 ثابت ہو گئی تو اس میں ثابت ہو کہ خلفاء خلیفہ راشد ظہور میں ہی مدعا تھا اور یہ تعلیق قتل قطب
 راوندی کے جوگی گئی یہی بشرط تسلیم اس امر کی ہے کہ راوندی کا مدعا یہی ہے کہ مراد چل سے وہ چل
 ہے کہ جو زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا اور وہی زمانہ میں قبل از وقوع فتن و فساد
 پاکیا ورنہ علامہ ابن میثم نے جو عبارت متضمنہ ان لوگوں میں ثابت ہونے کی نقل کی ہے اور اس سے صرف
 اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ اس سے مراد ایک صحابی ہے جو وقوع اور انتشار فتن سے پہلے فوت
 ہو گیا اور ظاہر ہے کہ یہ عبارت ہرگز اس امر پر دلالت نہیں کرتی کہ مراد چل سے کوئی شخص
 ثالث یا سوای ابوبکر رضی اللہ عنہما کی ہو بلکہ یہ عبارت صاف دلالت کرتی ہے
 کہ مراد ابوبکر ہے یا عمرؓ کیونکہ اولادہ شخص جو موصوف ان صفات کا ہو یہ ممکن نہیں
 کہ زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں صدر ان اوصاف کا ہو سکی۔ اور ثانیاً
 من مات قبل وقوع الفتن وانتشارہا ہرگز اس امر پر دلالت نہیں کرتا کہ زمانہ حیات
 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اوسنی وفات پائی ہو بلکہ اس سے صاف مفہوم
 ہوتا ہے کہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی زندہ رہا۔ ہاں وقوع
 اور انتشار فتن سے پہلے حلت کر گیا اور ایسا شخص سب سے ابوبکر یا عمر رضی اللہ عنہما کے
 اور کوئی دوسرا نہیں۔ ابن ابی الحدید سے خلاصہ ابن میثم نے صاف طور پر نقل کیا ہے
 کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ خلافت شیخین سے شواہب فتن سے بالکل پاکیا ورنہ
 ہی زمانہ فتن بعد وفات جناب فاروق شروع ہوا ہے پس حضرات شیخین سے پہلے
 عبارت راوندی۔ اللہ انما اراد بعض الصحابة في زمن رسول الله صلى الله
 عليه وسلم من مات قبل وقوع الفتن وانتشارها بخولي صادق آتا ہے اور
 اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ راوندی کے نزدیک ہی مراد چل سے یا ابوبکرؓ نہیں
 یا عمرؓ لیکن صاف نام انہیں دیتا اور نام لے تو کیونکہ لے اوسکو اپنی مذہب کے

ہر شخص نصرت نہیں دیتی کہ خود اپنی باتوں سے اپنی مذہب کا استیصال کری۔ پس شیعہ
 بقول قطب الانتساب شیعہ و علامہ ابن سیثم و ابن ابی الحدید ثابت ہوا کہ مراد ابو بکر میں
 یا سر الخمد للہ علی وضوح الحق و فضوح الماطل اب وہ جواب ہی
 ضرور سنی چاہیے حضرات شیعہ نے اس کلام کے جواب میں فرمائے ہیں۔ جواب
 اول یہ ہے کہ ممکن ہے کہ یہ مدح اون لوگوں کی بجوئی و اصلاح کے لیے فرمائے ہو کہ جو
 صحت و حقیقت خلافت شیخین کے معتقد تھے اور یہ بھی ہے کہ یہ جواب نہایت ہی
 حق کیونکہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ آپ یہ مدح و بجوئی کے طور پر فرمائی تھی لیکن ہم یہ نہیں
 ہیں کہ یہ مدح مطابق واقع و نفس الامر کے تھی یا نہ تھی اگر مطابق واقع نہ تھی۔ تو
 معاذ اللہ اپنی لوگوں کی بجوئی کے واسطی قسم کیا کہ دس جہوٹ بولی اور جہوٹ
 و فریب کے ساتھ لوگوں کا راضی کرنا چاہا اور خدا تعالیٰ کی ناراضی کے ساتھ لوگوں کو ناراض
 چاہی اور اس جہوٹ کا نتیجہ صرف یہ ہوتا کہ لوگ شیخین کے مدح و ثنا حضرت کے
 زبان خلافت کے بارہ میں منکر اور کفر حقیقت خلافت کے معتقد ہوں اور زیادہ گمراہی
 میں پڑیں پھر اگر بقول ابن سیثم کے اگر آپ کو ابسا ہی جہوٹ ہو لکہ کام نکالنا تھا تو
 بمقابلہ امیر معاویہ کے اس طرح کیوں جہوٹ ہو لکہ کام نکال لاء۔ و مان تو امیر معاویہ کی ہمت
 اور اپنی مدح میں فرماتے ہیں کہ وہ فریب کرتا ہے اور ہم دغا اور فریب نہیں کرتے
 پس آفرین ہی حضرات شیعہ کے دلاور متکبر کہ اگر پردہ میں کیا کیا خوبیاں چھپا
 کہ کھڑے منسوب فرماتے ہیں اگر کھید مدح مطابق واقع کے ہی تو ہمارا مدعا ثابت
 اور یہ جواب لغو اور باطل ہے۔ دوسرا جواب اسکا یہ فرماتے ہیں کہ یہ مدح بطور
 ثناء و تہنیت عثمان اور ان کے تابعین کے تھی یا نہیں معنی کہ بعد اس شخص کے جو ان صفات
 کے ساتھ متصف تھا جو شخص خلیفہ ہوا وہ ان صفات کی افادہ کے ساتھ متصف تھا
 اسی خلافت عثمانی میں تھے اور انہوں نے سب امال کو بجا جنت کیا جسکو

سبب سے اداں پر بلوا ہوا یہ جواب بھی ویسا ہی ضعیف اور اسی کی جیسا کہ پہلا جواب تھا
 کیونکہ ہمیں یہی وہی کلام ہے کہ جو اس جواب میں کی گئی ہے علاوہ اس کے اس انصاف
 نظر انصاف سے دیکھیں کہ اس کلام میں کوئی ایسا لفظ نہ ہو کہ جو وطن و تعزین یا
 تو بیخ پر دلالت کرتا ہو۔ معذرت یہ سب ڈھکوسلہ ہے کہ جو اس کیونکہ جناب میرے خدا کی قسم
 کہا کر فرمایا تھا کہ واللہ لا سلمن ما سلمت اور المسلمین ہم یکن فیہا جو اعلیٰ صحت
 ظاہر ہے کہ آپ کا وجود اس جو رسم کے سکوت فرمایا تو بقول شیعہ اپنی زمین میں جو طاعت پر
 اتھو حائث ہوئی اور خاصی۔ علاوہ ازیں یہ جواب خود ہماری سدید ہے اور صاف دلالت
 کرتا ہے کہ مروی سے قطعاً یا البوکری رضی اللہ عنہ بین عیسیٰ رضی اللہ عنہ کیونکہ وطن و تعزین
 جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی گئی تو نسبت کسی خلیفہ سابق کے کی گئی گویا یہ کہا
 گیا کہ فلان خلیفہ تو ان محامد و اوصاف کے ساتھ متصف تھا اور یہ خلیفہ اداں اور صاف
 سے متصف نہیں اور ظاہر ہے کہ پہلے کوئی خلیفہ بخیر البوکری و عمر کی نہیں ہو اگر وہ ان میں
 کو ساتھ متصف ہو اور اگر واقع میں وہ خلیفہ جسکی نسبت عثمان کو تعزین کی گئی ہو
 ایسا ہو تو وطن و تعزین کے غلط ہونے کی علاوہ عثمان اور ان کو اولیاء کہہ سکتی ہیں
 کہ آپ غلط فرمایا پہلے ایسا کون ہو اس جو موصوف باہین صفات ہو آپ خود معتقد
 نہیں ہیں کہ پہلے ایسا کوئی ہو اس تو جھوٹ سے الزام نہیں ہو سکتا۔ پس ثابت ہو کہ یہ
 طرح و صفت ثناء و منقبت البوکری کی ہی عیسیٰ کی اور واقعی اور نفس الامری ہی اوجب یہ
 ثابت ہو تو حقیقت خلافت کا ثبوت اسکی گویا فریغ ہے وہ یہی ثابت ہوئی باقی اسکی
 بحث اور جھگڑا کیا ہو کہ جبکہ ہماری قاضی مجھے بہت کچھ جوش و خروش فرمایا ہے۔
 دلیل سائل۔ کہ ام المائدہ امام کا مینی نے فروع کلینی میں باب من یحب علیہ الجہاد و من لا
 یحب میں ایک طویل حدیث نقل کی ہے جسکو خاتم المسکین مولانا مولوی حیدر علی
 رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ الغین میں نقل کیا ہے چونکہ وہ حدیث مشہور خلافت خلفاء

ثمة رزق اسلمی ہم بھی اور حدیث کو ازاتہ نہیں سے نقل کرتے ہیں علی بن ابی اہلیہ
 عزیبہ عن بکر بن صالح عن القاسم بن یزید عن ابی عمیر الزبیری عن
 ابی عبد اللہ قال قلت لآخر من عز الدعاء الی اللہ والجمہاد فی سبیلہ اھو بقول
 لا یجمل الا اللہم ولا یقوم الا من کان منهم ام ھو مباح لكل من وھد اللہ
 عزوجل وامن برسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وصنک ان کذا قلہ ان یزید
 الی اللہ عزوجل والی طاعتہ وان یجاھد فی سبیلہ فقال ذلک یقوم لا یجمل
 الا اللہم ولا یقوم ذلک ان منک ان منهم قلت من اولک قال من قام بشرائط
 اللہ عزوجل فی القتال والجمہاد علی المجاہدین فھو لما ذون لہ فی الدعاء الی اللہ عزوجل
 ومن لم یکن قائما بشرائط اللہ عزوجل فی الجمہاد علی المجاہدین فلیس بہادون
 فی الجمہاد ولا الدعاء الی اللہ حتی یشکر اللہ فی نفسه ما اخذ اللہ علیہ من شرائط الجمہاد
 قلت فین لی رحمک اللہ تعال فان اللہ تبارک وتعالیٰ اخبر کنا بلایہ فادالیہ وواللہ انہ یجمل
 ذلک لھم درجات یعرف بعضہا بعضا ویستدل ببعضہا علی بعض فاخبرنا

سلم ابو نعیم زبیری امام ابو عبد اللہ سے روایت کرتا ہے کہا میں نے عرض کیا پھر سنت مجھ کو اللہ کی طرف سے کیا اور کیا اور کیا
 جمہاد کرنے کی خبر بھی کیا وہ کسی قوم کے ساتھ مخصوص ہے کہ بجز ان کی کسی اور کو حلال نہیں ہے اور اس
 بجز ان کو کوئی دوسرا برا نہیں کر سکتا اور ہر ایک شخص کو جو وحدت الہی کا قائل اور اس بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی سنت پر مباح ہے کہ اللہ کے اولیٰ کی خدمت میں جہاد کرے اور اس کو لڑنے میں جہاد کرے فرمایا یہ ایک قوم کے ساتھ نہیں
 اور نہ ایک یا دو حملہ نہیں اور نہ ایسا کہ اس کو اور کوئی برا نہیں کر سکتا یعنی عرض کیا وہ کون کر کہیں فرمایا جو شخص
 شرط کے ساتھ قتال جہاد میں جہاد میں رہتا ہے وہ اللہ عزوجل کی طرف سے دعوت کا حامل ہے اور جو ان شرط
 کی ساتھ جو مجاہدین پر جہاد میں رہتا ہے وہ جہاد کا اللہ خدا کی طرف سے دعوت کا حامل
 نہیں ہے تا وقتیکہ اللہ اس کی نفس میں شرائط جہاد کا جو وہ سر پر مقدر کی ہیں حکم کرے میں نے ان
 کیا۔ تو یہ ان فراموشی خدا آپ پر رحمت کرے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنی
 دعوت کی خبر دی اور اس کو بیان کیا۔ اور ان کو یہی اس کی درجہ مقدر کیے جنہیں بعض کو بعض
 جنہیں اور بعض پر بعض سے استدلال کریں پس خبر دی ۱۲۔

تبارک وتعالیٰ اول من دعا الى نفسه فدعا الى طاعته واتباع امره فبدا
 بنفسه فقال والله يدعوا الى دار السلام ويهدي من يشاء الى صراط المستقيم
 ثم نزل برسوله فقال ادع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وبجادكهم
 بالتي هي احسن يعني بالقرآن ولهم يكن داعيا الى الله عز وجل من خالفنا امر الله
 يدعوا اليه بغير ما امر في كتابه والذين امر لا تدعى الابه وقال في نبیه صلی اللہ علیہ
 وَاِنَّكَ لَمِّنْ دُعَايَ الْمَرْءِ مَسْتَقِيمٍ يَقُولُ لَا تَدْعُوهُمْ نَزَلَتْ بِالْدَعَاءِ الِیْهِ بِكَ اَبَدًا فَقَالَ
 اِنَّ هَذَا الْقُرْآنُ يَهْدِيكَ اِلَىٰ مَا تَقُومُ اِیْیَهِ عَوْدًا وَيُنْشِرُ الْمُؤْمِنِينَ ثُمَّ ذَكَرَ مِنْ اِذْنِ الرَّحْمَنِ
 وَلِخَدِّ سَوْفَةٍ كِتَابَهُ فَقَالَ وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ طَائِفَةٌ يَدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ بِأَمْرٍ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ
 عَنِ الْمُنْكَرِ وَاولئك هم المفلحون ثم اخبر عن هذه الامه ومنهم من
 فزعوا عن ابراهيم ومنهم من اسمعيل من سكان الحرم ممن لم يعبدوا غير الله قط الذين
 لهم الدعوة دعوه ابراهيم اسمعيل من اهل المسجد الذين اخبر عنهم كتابهم اذ هبط اليهم
 وظاهرهم فظهر الذين وصفناهم قبل هذا في صفه الله ابراهيم الذين عنها لهم الله تبارك وتعالى فوالله

سے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب سے پہلی اپنی دعوت کو اور اپنی زندگی اور زماں وادی کی طرف بلایا پہلی اپنی
 آپ کو کرنا اور فرمایا (اللہ جنت کی طرف بلاتا ہے اور جہنم کو چھوڑتا ہے سید ہی راہ دکھاتا ہے) دوسری اپنی رسول
 مقرر کیا اور فرمایا (اپنی پروردگار کی رستہ کی طرف دانی اور اپنی نصیحت کے ساتھ بلا اور دینی جیسے گناہی
 طرف سے) یعنی قرآن کے ساتھ اور اللہ کے حکم کا مخالفت نہ ہو اور قرآنی حکم کو سوا کسی طرف بلاتی تو وہ اللہ کی طرف دینی ہو
 اور میں آج امر کو بیز اس کی دعوت نہیں کیجی تے اور اپنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات میں فرمایا (اور میں سید ہی راہ دکھاتا ہوں
 یعنی آج تا سید ہی راہ اپنی کتاب کی دعوت کو بیان کیا اور فرمایا (پھر قرآن کی طرف راہ دکھاتا ہے) یعنی بلاتا ہے اور
 سنا تا پھر پھر نکال کر کیا جنکو اپنی اور اپنی رسول اپنی کتاب کے بعد دعوت کی اجازت دی ہی اور فرمایا (میں سے ایک ایسی جماعت نکلے
 چاہی جو بعد ازیں کی طرف بلائیں اور راہ معرور اور نبی علیہ السلام کو کریں اور یہ لوگ فلاح یاب ہیں پھر اس امت کی خبر دی کہ یہ لوگ
 اور یہ راہ سید ہی راہ سے بلاتے ہیں اور ہر جم کے رہنے والے ہیں ہے جنہوں نے خدا کی سوا کسی کی عبادت نہیں کی اور سید ہی راہ سید ہی راہ
 کی راہ واجب دینی اور اللہ کی سجدہ والوں کی سجدہ کی خبر اپنی کتاب میں دی ہے کہ اپنی راہ سید ہی راہ کے اور خوب مان کر دیا اور چلا کر
 اس کی راہ صحت بیان کیا اور یہ کہ اس کے صفت ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی اس قول میں ادعوا کے اہل ۱۲۔

وَبِأَجَابِهِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الْأَمَّةِ الَّتِي بَعَثَ فِيهَا مِنْهَا وَالْمُهَاقِلِ
الْحَقِّ مَنْ لَمْ يَشْرِكْ بِاللَّهِ قَطُّ وَلَمْ يَلِمْ إِيْمَانَهُ بِظُلْمٍ وَهُوَ الشَّرْكَ تَمْرُ ذِكْرٍ
اتَّبَعَ نَبِيَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَاتَّبَعَ هَذِهِ الْأَمَّةُ الَّتِي وَصَفَهَا
فِي كِتَابِهِ بِالْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ وَجَعَلَهَا دَاعِيَةً إِلَى رِوَادِنِهِ
فِي الدُّعَاءِ إِلَيْهِ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
تَمْرُ وَصَفَ اتِّبَاعَ بَلِيَّةٍ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَآلُهُ
مَعَهُ أَسَدَاءٌ عَلَى الْكَفَّارِ رَحْمَاءٌ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ ذُكْرًا سَجْدًا يَنْبَغُونَ قِصَاصًا
مِنْ اللَّهِ وَبِرِضْوَانِهِ سَمَاءُ هُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السَّجْدِ ذَلِكُمْ
مِثْلَهُمْ فِي التَّوْبَةِ وَسَلَامُهُمْ فِي الْأَجَلِ وَقَالَ يَوْمَ لَا يُخْرِي اللَّهُ
النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ
رَبَّنَا آتِنَا نُورَنَا وَاعْفُ عَنَّا إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ يَعْنِي أَوْلَاكَ

المؤمنین فقال قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ثُمَّ حَلَّاهُمْ وَوَصَفَهُمْ كَيْلًا يَطْمَعُ
 فِي الْمِيقَاتِ بِهِمُ الْأَمْنُ كَانَ مِنْهُمْ فَقَالَ فِيمَا حَلَّاهُمْ وَوَصَفَهُمُ الَّذِينَ كُفِّرُوا
 فِي صَلَاتِهِمْ حَاشَ شَعْوَتِ وَالَّذِينَ كُفِّرُوا عَنِ اللَّعْوْمِ مَرُّ صَوْتِ - لِي قَوْلُهُ
 لَعَاى أَوْ لَيْتَ هُمْ الْوَارِثُونَ الَّذِينَ يَرْتَوُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ
 ثُمَّ حَلَّاهُمْ وَوَصَفَهُمْ كَيْلًا يَطْمَعُ فِي الْمِيقَاتِ بِهِمُ الْأَمْنُ كَانَ مِنْهُمْ فَقَالَ
 فِيمَا حَلَّاهُمْ بِهِ وَوَصَفَهُمْ وَقَالَ فِي وَصْفِهِمْ وَحَلَّتْهُمْ أَيْضًا الَّذِينَ لَا يَدْعُونَ
 مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا يَتَرَاخَوْنَ إِسْتِرْجَاءَ مَنْ هُوَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ كَانَ
 عَلَى مِثْلِ عَقَبَتِهِمْ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ يَأْتِيهِمْ الْخَبْرُ يَقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ
 اللَّهِ فَيُقْتَلُونَ وَيَقْتُلُونَ وَعَدَا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ
 ثُمَّ ذَكَرُوا فَاثْمَهُمْ لَهُ بِعَهْدِهِ وَمِثْلَهُ فَقَالَ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ
 فَاسْتَبْشِرُوا بِعَهْدِكُمُ الَّذِي بَالِغُهُ يَوْمَ تَأْتِي الْقُورُ الْعَظِيمُ فَلَمَّا نَزَلَ
 بِعَهْدِهِ الْإِلهِ أَنْ اللَّهُ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمْ

یعنی یہ مؤمنین اور ایمان (بیشک کامیاب ہو جائیں) پھر ان کا وزنیت بخشی اور ان کا وصف کیا تاکہ
 جو ان کی جو ادبیں سے ہوا زمین بشر کے طمع نگر کے توازن کی نسبت اور صرف میں قریباً (جو اپنی نماز میں خشوع کرتے
 ہیں اور جو پیور گئے سر عرض میں - الی اولیٰ لکھے - یہی وحی دارت ہیں جو جنت فرسوس دارت ہوگا ہیئت اس میں
 رہیں گے پھر ان کا وزنیت بخشی اور وصف کیا تاکہ جو اس کا جو ان میں سے ہوا زمین بشر کی طمع نگر کے توازن کی وصف اور حلیہ میں قریباً
 جو زمین پر رہتے ہیں اللہ کے ساتھ دوسری موجود کو الایم) پھر خبر دی کہ اسنی ان مومنوں کی اور جو ان کی صفت
 میں اور ان کے جانوں اور ان کو اس کی عرض میں کہ ان کی الی جنت ہوگی اللہ کے راہ میں زمین میں
 رہیں اور زمین اللہ کا سچا وعدہ ہے - تو رات اور انجیل اور قرآن میں پورا دیکھی عہد کے پورا کر نیکیا - اور
 جنت کا ذکر کیا (اور جو پورا کرے اپنی عہد کو اللہ سے فو شد ہو ہتھاری بیعت کا جو شنی کی ہے اور
 بیشک کامیابی ہے) - جب یہ میریت - ان اللہ استغفری سن المؤمنین انہم و اموالہم بان الہم

بقوله عز وجل اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا وان الله على نصرهم
 اقتدير الآية وان لم يكن مستكملا بشرائط الايمان فهو ظاهر من شجني
 ويحب جهادهم حتى يتوب وليس مثله ما ذونا في الجهاد والدعاء الى الله
 عز وجل لانه ليس من المومنين المظلومين الذين اذن لهم في القتال فلما
 نزلت هذه الآية اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا في المهاجرين
 الذين اخرجهم اهل مكة مزديادهم واموالهم اهل لهم جهادهم بظلمهم
 اياهم واذن لهم في القتال قتلت هذا الآية نزلت في المهاجرين بظلم مشركي
 اهل مكة بهم فما اياهم في قتال كسرى وقيصر ومن دونهم من مشركي قبائل
 العرب فقال لو كان انما اذن لهم في قتال من ظلمهم من اهل مكة لسم
 يكن لهم في قتال جموع كسرى وقيصر وغير اهل مكة من قبائل العرب سبيل
 لان الذين ظلموهم غيرهم وانما اذن لهم في قتال من ظلمهم من اهل
 مكة لا يخرجهم اياهم مزديادهم واموالهم لغير حق واذن كانت الآية انما

سبب قول عز وجل اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا وان الله على نصرهم اقتدير الآية۔ اور اگر مستعمل ان
 کی طرف اشارہ کو مستعمل نہ ہو تو وہ ظالم ہے اور کسی پر جبراً کرنا واجب ہے یہاں تک کہ توبہ نہ کرے اور ایسا شخص جہاد کرنے اور
 اللہ کو خوف ملائی میں اور ذوق نہیں کرے اور ان مومن مظلومین سے نہیں ہے جنگو جہاد کا اذن ہے اور یہاں
 آیت اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا۔ اور یہاں میں کے یا میں جنگو اہل مکہ کے ان کو کہ مشرکین اور مالوسی نکال
 دیا ہے اور یہی تو سبب علم کفار کے ان کو جہاد حلال ہوا اور قتال کی اجازت ہوئی یعنی عرض کیا یہ تو یہاں
 میں سبب علم مشرکین کا کہ نازل ہوئی پر کسری و قیصر وغیرہ مشرکین قبائل عرب پر دشمنی کا کیا حال نہ پایا اگر صرف
 اہل مکہ کی دشمنی کا اذن ہوتا تو پر کسری اور قیصر کے لشکر اور قبائل عرب پر کسری اور کسری کی کوئی راہ نہیں کیونکہ ظلم کرنے والا
 اور کو غیرین اور ان کو صرف اہل مکہ کے قتال کا اذن تھا جنہوں نے انہیں باغی کی کھردنی اور مالوسی نکالنی کا ظلم
 کیا تھا اور اگر اس آیت سے ۱۲۔

عنت المباحر من الدین ظلمہم اهل مکة کانت الایة مرتفعة القرص عن
 بعدہم اذا المر یبق من الظالمین والمظلومین احد وکان فضاہرتھا
 من الناس بعد ہذا المر یبق من الظالمین والمظلومین احد ولس
 مکملست ولا کما ذکرک ولكن المهاجرین ظلموا من جہتین ظلمہم اهل
 مکة باحرا خصم مزدانہم واموالہم فقاتلوہم بآذن اللہ تعالیٰ لہم
 فی ذلک وظلمہم کسری وقیصر و من کان دواہم من قبائل العرب والحم
 صا کان فی اندیہم ما کان المؤمنون احق بہم منہم فقد قاتلوہم بان
 اللہ عزوجل لہم فی ذلک ومجہدہ الایة تعالیٰ موصو اکل ترہان واسما دن
 اللہ عزوجل المؤمنین الذین قاموا صفا اللہ عزوجل من الشرط الی
 شرطھا اللہ علی المؤمنین فی الایمان والجماد وقرباں قاتلوا بآذن الشرط
 فہو مو من وهو مظلوم ومادوب لہ فی الجہاد بذلک المعنی ومن کان
 علی خلاف ذلک فہو ظالم ولس من المظلومین ولس کا ذوی لہ فی القتال

۱۔ مرت ہما حریں ہی مرادوں جہاں کے لئے ظلم کیا تو بچھاو سے اس آیت کا مدعا ہی معلوم ہے کہ
 اہل ظالمون اور ظلمہ میں سے کوئی مافیہ نہیں ہے اور اگر کہ یہ وہ ہیں ہی اور پھر جائے حکم ظالم اور ظلمہ کوئی
 مافیہ نہیں ہے اور یہاں پہنچو تو لے گماں کیا اور یہاں کیا لیکن ہما حریں دو طرح سے ظلم میں آئے
 تو ایک کو گھروں اور مالوسی کا لڑیں ظلم کیا تو ایسی حد کی دس کے ساتھ لڑے اور کسری وقیصر و غیرہ قابل حربے
 اسے بغیر کر لے میں ظلم کیا جو مو مشو کا فن تھا اور ایسی ہی حد سے عہد صل کے اجازت سے لڑے اور اس کے
 محنت کر ساتھ ہر زمانہ کے موسم لڑیں گے اور اللہ نے ہر مسلمان کو ہمارے ہی چہرہ اللہ کے اور لڑنے
 کے ساتھ قائم رہنے جو اللہ نے ہر مسلمان کو ایمان اور جماد میں کہ ہیں اور جو ان شرط کے ساتھ قائم ہو وہ مو من اور
 اور وہ ان کے الجہاد ہی اسی سبب کے لڑے کہ ان کو غارت ہوئے ظلم میں ظالم جو اور لڑے اس کو قتال ظالم کہ

ولا بالنتی عن المنکر والامر بالمعروف لانه ليس من اهل ذلك ولا ما ذون
 له في الدعاء الى الله عز وجل لانه ليس مجاهد امثله وامر به عام ولا يكون مجاهدا
 من قدام المومنون بجهاد ۱۰ وخطر الجهاد عليه ومنعه منه ولا يكون داعيا
 الى الله عز وجل من امر به عام مثله الى التوبة والحق والامر بالمعروف والنهي عن
 المنکر ولا يامر بالمعروف من قدام ان يوجه به ولا ينهي عن المنکر من قد
 امر ان ينهي عنه فمن كانت قد تمت فيه شرايط الله عز وجل التي وصف
 بها اهلها من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وهو مطلق فمهم ما ذون
 في الجهاد كما اذن لهم لان حكم الله عز وجل في الاولين والاخرين وقرآن
 عليهم سوا الاصل علة او حادث يكون والا ولون والاخرون ايضا في
 منع الاحداث شركاء والفرائض عليهم واحدة لیسال الاخرون من اهل الفرائض
 عما یسأل عنه الاولون ويحاسبون عما يحاسبون ومن لم يكن على صفة
 من اذن له في الجهاد من المومنين وليس من اهل الجهاد ليس ما ذون له فيه

اور نہ پہلائی کی حکم اور برائے روکنی کے اور مکمل جازت ہی کیو کہ وہ اسکا اہل نہیں ہے اور نہ خدا
 عزوجل کی طرف بلانے کا مجاز ہے کیونکہ وہ ان جیسے لوگوں میں سے جن سے جہاد کرنے اور جسک خدا کے طرف
 بلانے کا حکم ہے اور وہ شخص مجاہد نہیں ہو سکتا جسک جہاد کا مومنوں کو حکم ہو یا لو کہ وہ جہاد ممنوع ہو اور
 شخص خدا کی طرف داعی نہیں ہو سکتا جسک وہ بذوق حق اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف بلانی کا
 حکم ہو اور وہ شخص پہلائی کا حکم نہیں کر سکتا جسک پہلائی کے حکم کے جانے کا حکم ہو اور نہی عن المنکر نہیں
 کر سکتا جسک خود بذوق حق کا حکم ہو اور جس شخص میں اللہ کے شرائط پوری ہوں جنکو امر الی صواب ہی سزا
 علیہ وسلم سے وصف فرمایا اور وہ مطلق ہو اور وہ اذن نے الجہاد ہے جسک انکو اذن تھا کیونکہ اللہ کا حکم اور اسکے
 فرائض میں پہلے اور پچھلے برابر ہیں مگر یہ کہ کوئی حالت یا حادثہ پیش آوی اور پہلے اور پچھلی ہی حادثہ کے منع
 میں شرکاء ہیں اور فرائض میں متحد ہیں جن فرائض سے پہلے پوچھی جاتے ہیں پچھلی ہی سوال کی جاتی ہو
 اور جبکہ پہلے نہ حساب ہوگا پچھلو نہ ہی ہوگا اور جو شخص انکے صفت پر نہ ہو مومنوں سے جسکو جہاد کی اجازت ہے تو وہ

حتیٰ یقی بامرہ علیہ عزوجل علیہ فاذا تکملت فیہ شرائط اللہ عزوجل علی
المومنین والمجاهدین فهو من المأذونین لهم فی الجہاد فلیتق اللہ عزوجل
ولا یغتر بالامانی التي ینہی اللہ عزوجل عنہا من ہذہ الاحادیث البکاۃ
علی اللہ التي ینکذہا القرآن وتبرء بہنہما من حملہما وروایتہما ولا یقدم
علی اللہ عزوجل شیئاً لا یقدر علیہا فانہ لیس وراء المتعرض للقتل فی سبیل اللہ
مرلۃ یرقی اللہ منہا وہی غایۃ الاعالیٰ فی عظم قدرہا فلیست کرامۃ
لنفسہ ولہرہا لتأب اللہ عزوجل ولعنہما علیہ فانہ لا احدا عرف بالمر
منہما فان وجدہا قایمۃ بامرہ علیہ فی الجہاد فلیقدم علی الجہاد
وان علم تقصیر فیصلحہا ولیقہا علی ما فرض اللہ علیہما من الجہاد فلیقدم
بہا وہی طاہرۃ مطہرۃ من کل دنس یحول بہنہا ویرجیہا دھا لاقول
لمن اراد الجہاد وهو علی خلاف ما وصفنا من شرائط اللہ عزوجل علی
المومنین والعیاضہ بن لا یجاءدوا واکن نقول قد علمنا کرم امرہ علی اللہ عزوجل

یہ بات کہ اللہ کے شرط کو پورا کریں جس پر ہمیں اللہ کی شرائط کو سوسون اور چوبیس دن پر میں پورا کرنا
آوہ میں سے ہی مکہ حیات کا اذن ہے (میدہ خدا سے) اور ان چوبیس باتوں کی اسید دن سپہ سترجستہ کو
قرآن جہلانہ ہے اور جس سے اور جس کو ادبائے والوں سے اور جس کی روایت سے بیزار ہو رہا ہے فریب نہ
کہاوی اور اللہ عزوجل بھستہ کے ساتھ ہمیں قدمی لکری کیونکہ اللہ کے راہ میں عرض کرنے کی سوجھا
کوئی مرتبہ نہیں ہے کہ اس سے پہلے اللہ دیوی اور وہ امید و نگر منتہا ہی اپنی قدر کی عظمت میں۔ پس
چاہی کہ گناہ اللہ کو اپنی نفس کے جسے کہناوی اور اس پر میں کہ کوئی نہ اپنی آگاہی اپنی نفس سے زیادہ کوئی
بچاؤشی والا نہیں اگر اپنی نفس کو اللہ کی آٹھونہ قائم ہادی تو جہاد پر پیش قدمی کری اور اگر گونا ہی
سچی ہوگی اصلاح کری اور دون شرطوں پر قائم کری جو اللہ نے جہاد میں مقرر کی ہیں پر میں کہل سے جو
ادب میں اور جہاد میں حاصل ہتا ہا کہ صاف ہنکے پیش قدمی کری۔ جو لوگ کہ جہاد کا ارادہ کرنا لے اور ان وقت
پر میں میں حوس میں مجاہدین کے ہیں ہم ان کو یہ نہیں کہتی کہ وہ جہاد نہ کریں لیکن ہم کہتے ہیں کہ ہمیں
نکو کہلا دیا ہی جو اللہ نے ۱۷۰

علی اهل الجہاد الذین بايعهم واشترى منهم انفسهم واموالهم بالجنان فیصل
 امر ما علم من نفسه من تقصیر عند ذلك ولبعثها علی شرائط الله فان رأى ان
 وفي بها وتكاملت فيه فانه ممن اذن الله عز وجل فی الجہاد وان ابى ان لا يكون
 مجاہدا علی ما فيه من الاضرار علی المعاصی والحرام بالانذار علی الجہاد یا التحبط ^{لعمري}
 والقدر علی الله عز وجل بالجمل والروایات الکادبة فلقد عمر ^{عنه} جاء الاثر
 فتمن فعل هذا الفضل ان الله عز وجل فی صرح هذا الدين باقوام لا خلاق لهم یلتحق
 الله عز وجل امره ليجدر ان يكون منهم تقدیر لکم ولا عذر لکم بعد البیان
 فی الجمل ولا قوة الا بالله حسبن الله علیه توكلنا والیه المصیر انتهى جزمه
 اس حیات کی عبارت سہل و سہجہ و بیان حال مطلب نہیں فرمائی خوف طوالت
 ترجمہ در حال مطلب بیان کرنا ترک کر دیا ہر سہلی ہم ترجمہ در حال مطلب نہیں کیا ہتی لیکن جہاد
 جو بدلتا ہے اس حدیث سے واضح بیان کر کے اس پر مدعا کی ثبوت پر جو اثبات خلافت سے
 استدلال کرتے ہیں اس واضح ہو کہ راوی کہتا ہے کہ یعنی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
 سے سوال کیا کہ جہاد اور دعوت الے اللہ کسی خاص قوم کے ساتھ مخصوص ہے یا ہر مومن کو
 کہہ سکتا ہے فرمایا کہ ایک قوم کے ساتھ مخصوص ہے کہ بجز ان کو کسی کو حلال نہیں یعنی غرض کیا
 ان دن اہل جہاد پر شرط کی ہے جنگی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے خرید لیں آدمی اپنی نفس میں اس
 جو کوئی ایسی چیز ہو جسکی اصلاح کری اور نہ سکون اللہ کے شرائط پر پیش کری پھر اگر کہیں کہ وہ اس میں پوری ہو گئی
 میں تودہ نہیں ہے جنگو جہاد کا اذن ہے اور اگر باوجود معاصی اور حراموں پر اصرار کے اور خطر اور اندیشہ
 کہ ساتھ جہاد پر اقدام کے اور نادانی اور چھوٹے روایتوں کے ساتھ اللہ عز وجل پر پیش قدمی کی اس کو
 غامی کہ کجا بد ہو جس کو اپنی زندگی کی قسم جو یہ کام کرے اس کو باہمیں حدیث وارد ہوئی ہے (محققین اللہ
 عز وجل اس دین کی ایسی اقوام کے ساتھ مدد کرتا ہے جنگو آخرت میں جہد نہیں ہے پس آدمی کو چاہیے کہ غلہ
 سے ڈری اور خوف کری کہ ان میں سے ہو بہت سی دلائل بیان کر دیا ہے اور بعد بیان کے جہل میں ہمارے لیے
 کچھ فرمیں دلائل الا باللہ حسبن الله علیه توكلنا والیه المصیر —

وہ کون لوگ ہیں فرمایا کہ اگر کسی شرطنہیں ہو لوگ جمع شرائط ہوں وہی ماذون ہے الجہاد
 ہرگز مبینی ہرمن کیا بیان کیجی فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے اسکو درجات مقرر فرمائی ہیں اور ہر جہاد
 بیان فرما کر آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کو مؤمنین بیان فرمایا اور فرمایا کہ یہ
 لوگ صدق آیت محمد رسول اللہ والذین معہ استاء علی الکفار
 رحا ویدہم الایہ کریمین پیر اور نکو اصناف ہر جہاد آیت قد اظلم المؤمنین الذین
 ہم فخلو یقہم فاستحون الایہ کے ساتھ متصف فرمایا کہ اوہیں بحق کے طمع کر کے
 مگر جو انہیں ہی ہو پیر اور نکو صفت آیت والذین لا یدعون مع اللہ العاکفہ کے ساتھ
 بیان کیا ہر جہادی کہ خدا تعالیٰ نے اوکو مالون اور جان و ملک و جنت کے ہر خرید لیا راہ
 خدایں ماریں اور مرین جب یہ آیت نازل ہوئی ان اللہ اشتہی من المؤمنین
 انفسہم الایہ تو ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ ایک شخص اپنی ماواریب کے مقابلہ کرے
 یہاں تک کہ مقتول ہو جائے کیا وہ شہید ہے تو یہ آیت نازل ہوئی المانیون
 العابدون الحامدون الایہ حضرت نے اس آیت کی تفسیر فرمائی اور فرمایا شہرہ
 شہادت اور جنت کا اور سکو ہی جو ان اصناف کے ساتھ متصف ہو کر مقتول ہو پیر جہاد
 تعالیٰ نے خبر دی کہ خدا نے کس کو قتال کا امر نہیں کیا مگر جو لوگ کہ ان شرائط کے ساتھ
 متصف ہوں چنانچہ ارشاد ہے اذن للذین یقاتلون بانفسہم ظلموا الایہ اور یہ اس
 کو تمام شہداء میں لہجہ دار صراط کی اور ان میں سے جو کچھ کفار کے قبضہ میں ہو وہ سب مؤمنین موصوفین میں سے
 کا ہے لیکن کفر نے مؤمنین پر ظلم کیا اور انہیں غالب ہو گئی اور جب مطلب موم ہوئی
 تو ماذون ہے الجہاد ہوئی اور ظلم نہیں ہو تا جب تک کہ مومن نہ ہو اور مومن
 اور وقت ہو گا جب شرائط مذکورہ کے ساتھ متصف ہو۔ پس جو شخص شرائط
 مذکورہ کے ساتھ متصف ہو گا مومن ہو گا اور جو مومن ہو گا مظلوم ہو گا اور جو مظلوم

مذہب نے ایجاب ہوگا بیل قولہ تعالیٰ اذن للذین یقیلون بانہم ظلموا اللہ
 جب یہ آیت مہاجرین کے لیے نازل ہوئی جنگ کو فہم کرنے والے اور ان کی گہر و سنی نکال دیا ہوا
 تو ان کی یہی سبب ان کی خسامی کے جہاد حلال ہوا۔ یعنی عوف کیا کہ یہ آیت مہاجرین
 کو لیے تو اس وجہ سے نازل ہوئی کہ انہیں اہل مکہ نے ظلم کیا تھا یہ کیا وجہ ہے کہ کسری و قیصر
 اور سواد کی مشرکین عرب سے کیوں لڑے نہ انہوں نے ظلم کیا نہ گہر و سنی نکالا۔ فرمایا
 کہ اگر ان بات سے اہل مکہ کے ہو تو یہ واقعی کسری وغیرہ کی جواز قتال
 کی کوئی سبب نہیں اور یہ فرض قتال ہے تو گو سنی ادبہ جانی لیکن اس طرح نہیں جیسا
 تو نے گمان کیا بلکہ کفار کا ظلم و طرح ہے اہل مکہ کا ظلم تو یہ ہے کہ مومنین کو ان کی
 گہر و سنی نکالا اور کسری وغیرہ کا ظلم اس طور ہے کہ جو کچھ ان کو قبض و تصرف میں ہو
 وہ مومنین کا حق ہے پس کفار ظالمی غالب ہو گئی تو خدا کے حکم اور اجازت کے موافق
 مومنین نے کسری و قیصر وغیرہ سے مقابلہ کیا اور اس طرح ہر زمانہ کے مومن اس آیت کے
 دلیل سے کفار کے ساتھ مقابلہ کر چکی ہیں اس حدیث سے بدلتا واضح ثابت و تحقیق ہے
 کہ جن لوگوں نے کسری و قیصر سے جہاد کیا وہ ماذن نے ایجاب دیا اور وہ خلفائے
 رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں پس جب وہ ماذن نے ایجاب دیا تو مستند ہوا کہ مظلوم
 کھتی اور مظلوم نہیں ہو سکتا جب تک مومن کامل نہ ہوں تو ثابت ہوا کہ وہ مومن کامل نہیں
 اور جب مومن نہیں تو ثابت ہوا کہ متصف بشرائط و اوصاف مذکورہ ہی کہ رسول کی
 رفتار و مصائب کفار پر سخت مومنین کے ساتھ نرم عبادت میں سرگرم بارگاہ خداوندی
 میں اس کی فہم و رضوان کے طالب اور ان کی خلوص ارادت و مہم عبادت کی وجہ خداوند
 تعالیٰ نے کتب مقدسہ و نورات و کجیل میں ان کی مدح و توصیف کو بطور مثل کے بیان فرمایا
 اور ان سے وعدہ مغفرت اور اجر عظیم کا دار آخرت میں فرمایا اور یہی مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 علیہ وسلم کے بارگاہ اور رفیق غمسا رہی آخرت میں بھی اس کا نتیجہ ان کو یہ ہو گیا کہ

نورانی آگے آگے جو میں پہنکا اور بسیار کی ساتھ جنت میں داخل ہو گیا۔ اور نیز فلاح باب
کامل الایمان خاشعون نے لے لیا مائتہ بیہود کی محبتیں اور عرض - زکوٰۃ دینی والی عقیقہ
امانت کے ادا کرنے والی عہد کی ہوا کرنے والی اپنی سچے سہادوں پر قائم اور ان حضرات کے
بسیب ان اوصاف کے جنت الفردوس کے میرا میں پایا ہو گناہوں کی توبہ کر کے والے
خدائی وعدہ لائبریک کی کیسٹش کرنے والی ہر ایک حال میں خدا تعالیٰ کی حمد کرنے والے
روزہ رکھنے والے - نماز ناکہ اور انکی اوقات پر پوری طور پر ادا کرنے والے کو کو
معروف کا حکم کرنے والی اور آپ بجا لائے والے مستکسر و کئی والے اور خود بان
دینی والی - اور خدا کی حمد و کی فطرت کرنے والے پس یہ صفات میں جنکو درجہ سے
حق تعالیٰ نے مومنین کے جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے خیرہ لیا خدا کی راہ میں لڑنے
تو مارنے اور برین خدا کی وعدہ ہے تو رات اور نائیس قرآن میں جس نے خدا کے ساتھ اپنا
عہد پورا کیا خوش مزاجی مسح کے ساتھ اور یہ پیری کام یابی ہے پس یہ اوصاف میں جنکو ساتھ
وہ مہاجرین متصف میں جنکو کفار نے کھنکھال یا اور ادا کی اوصاف کے ساتھ وہ مہاجرین
موصوف میں جہنم لے جائے تے نامہ خداوندی - اذن للذین یقاتلون الآلہ کسری
و قیسر کے ساتھ جہاد کیا اور اولیٰ فیہ حق واپس لیا پس اگر خداوندیہ حضرات جنکو بہتات
امام جعفر صادق اور ان جو مہاجرین ہمارے ہونے پر یہ اوصاف میں کا فر و کفر ہوں
اور عصبہ خلافت تقویٰ اور مذک فاطمی ہوں یا محرف قرآن اور محرف سب ان
ہوں یا حبیب کی تدلیس کریں یا خداوندی بنات کو عصب کریں یا جناب فاطمی کو
حمد و قربان پوچھ دیں جس سے اسقاط محسن ہو کر مرد و فوات ہا دین یا صحابہ مقبول کو زکوٰۃ
اور تزیل و دین کریں اسے غیر ذلک من الافراط تو لازم آتا ہے کہ خداوندی امام
حضر صادق نے جو کچھ فرمایا وہ جو ہر اور اس باب میں آپ بیوی ہوں اور یہ
محال ہے تو ثابت ہوا کہ جن میں مجاہد فیصلہ کسری اوصاف مذکورہ کے ساتھ قطعاً و یقیناً

متصف ہوا اور ثابت ہوا کہ خدا و رسول کے نزدیک صاحب برکت فیض اور دایہ عالمی حق
 اور ازکی امت حد اور خلافت رشتہ تھے دوسرے ائمہ علی نواک اور نیز اس سے بالیائے اور کا
 بھی اعلان ہو گیا جو ان کی علامہ رضی نے فیج البلاغتہ میں مہاجر ہو گئے سید پرست
 حجت یعنی امام کی طرح کی ہے۔ دلیل سے مع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 آیام مرض الموت میں باوجودیکہ تمام اصحاب کبار مہاجرین و ائمہ و موقوفات حاضر و موجود تھے
 مگر جب نبوی میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی جابجا پیشوا مقرر فرمایا اور تمام
 حاضرین پر اہستہ نماز میں شہد کیا اور سب کا امام بنایا تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تمام حاضرین پر اوصاف تحقیق امامت میں
 فضیلت اور تقدم رکھتے تھے چنانچہ جب تھریخ خاتم التکلیفین مولانا مولوی حمید علی زنگی
 درجہ نے اعلیٰین انمولای مجلس غیرہ نے بجا و غیرہ میں اس کے روایات نقل فرما کر
 جواب دی ہیں قطع نظر اس سے اگر عجیب سبب کو اسکا انکار ہی تو فرما دیں کہ حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ امتداد میں جو شب جمعہ سیر سیکرہ و شبہ تک مستد رہا
 جب میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بخراک دوبار کے مسجد میں نہیں تشریف لیا سب کو ان
 امام سے اور کسی نماز پڑھائی ظاہر ہے کہ بلا اجازت تو نماز نہیں پڑھائی ہوگی اور ضرور آپ نے
 سب کو امام مقرر فرمایا ہوگا اور امر سزاؤ کو حمل نہیں پہنچا ہوگا تو آپ نے کس کو نماز کی پیر
 امام مقرر فرمایا اور یہ واقعہ ایسا انہیں کہ یاد نہ ہو۔ قریب وفات کا واقعہ ہے ان اگر بعض
 روایات شیعہ نے منظر حفظ نہ سب اس سے نسیان یا ناسر فرمائی ہو تو کچھ عجیب نہیں لیکن
 اہل تاریخ کو دیکھنا چاہیے وہ اس قصہ کو کبھی نہ بیان کرتے ہیں غیث الدین بن ہمام الدین و دیگر
 صاحب جیب اسیر اسنی کتاب میں لکھتا ہے۔ نقلت کہ آیام مہاجر میں آن وقت اسے
 درملین در وقت آدمی معلق ایک نوبت سجد تشریف بردہ شراط امامت بجا آور دی
 تا اور آخر وفات مرض تہ روز میردن فتولست آمد دوران آیام بموجب اشارت

صلی اللہ علیہ وسلم المیر المنین ابو بکر رضی اللہ عنہ پیش نماز غایت بود۔ سیطرح اور مومنین نے
 بھی تصریح کر چکی ہے اس پر انکار گویا آفتاب کوشت خاک سے پوشیدہ کرنا ہی اور محض غناد
 در مبارکہ ہی پس باوجود اس کے کہ آپ پر واقعہ منصب خلافت منکشف ہوا و جانتی تھی کہ
 بعد ازاں ہر لوگ خلافت رضوی منصب کے سکر تو ایسی حالت میں کہ سب اکابر مہاجرین
 و انبیان انصار و مدون اور انکا بھر وقت طلعت قریب ہو ایسا فعل کہ ناجو مویہ کو انکا بھر
 حقیقت خلافت کو پہونکہ ناخ نشخص خلافت رضوی ہو اسبہ حسب روایات نبویہ و حسب
 کمال استیجاب الالاباب ہر اہل تو خود ایسی شخص کہ اکابر مہاجرین و انصار پر امام مقرر
 فرمانا جو شخص عشق و عاشقی کی وجہ سے کہ جو در کھلا ہو اور صرف ظاہر میں ہر کلمہ کو بوجہ حال
 سورہ بارت وغیرہ نازل ہو چکر تھی دین کی تکمیل ہو چکر تھی ماکان اللہ لیدر المومنین
 علی ما انتم علیہ حتی یمید الحلیت من الطیب کا وعدہ پورا ہو چکا تھا اور حضرت کہ
 ہر ایک کا حال معلوم ہو چکا تھا البتہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو افضل الابدیہ و الکر
 یمن حیرت خیز اور تعجب انگیز ہو پھر منصب خلافت کے کہنے کے لئے اور زیادہ قابل حیرانی
 و تعجب کر دیا تو اس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ جن اصول پر یہ لازم ہے تو تحقیق وہ
 اصول پر موضوع و مقرر ہے اور مخالف دین اسلام میں اور نے الواقع حضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کو آخر وقت میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امام مقرر فرمانے سے یہ ہی سخن
 بخی کہ انکی خلافت کی طرف انکا جو قریب تفضیل کے ہی ہو جاوی چنانچہ سقیفہ بنی سعد
 میں مجسملہ دلائل کے ایک دلیل یہ بھی پیش کی گئی تھی کہ انصار نے بر سر و جسم قبول
 کر لیا چنانچہ کنسب اہل سنت میں مذکور ہے اور جب انصار نے اسکو قبول کر لیا اور کچھ رو
 حق و جون و چیز انہیں کی تو ادارہ کو تائید و تقویت حاصل ہو گئی اور بعد ازاں انہیں
 امامت کبری کے لئے تو طبع و تمہید نہیں ہم اسوقت اس وقت قلیل ہر ایک کا کرتے ہیں
 بعد اس کے اگر ہماری فاضل مجتبیٰ کے چہرہ میں امام و مسلم فرمائی تو انشا اللہ تعالیٰ مفصل

گذارش کریں کہ وکیل نامی من حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ جو مامور باظهار حق
 تہو اور قیام و نگو جائید نہ تھا بلکہ حسب وصیت نامہ او نگو چھ کم تھا۔ حدث الناس و افہم
 ولا تخافن الا الله والشرع و اهل بیتک و صدق آیاتک الصالحین
 فانک فی حرز و امان اور ہرگز خطا رکھی پاسداری نہ فرماتے تھے شیخین رضی اللہ عنہ
 کو حقیقتیں فرماتے تھیں کہ امامان عاقلان قاسطان کانای علی الحق و مانا علیہما
 رحمۃ اللہ یوم القیمہ۔ نقل عن کاشف۔ ارباب عقول اربعہ است کو لا خطہ کریں اور کیں کہ کلام
 ثبوت حقیقت خلافت شیخین بنی کر لیو نفس حریج ہو چونکہ جناب سید امام جعفر کو حکم تھا۔ و صدق بابر
 الصالحین پس بموجب احکام کے آپ نے یہ کلمات ارشاد فرمائی جو مصدق کلام جناب امیر
 جناب امام حسن رضی اللہ عنہما ہیں چنانچہ سو سالوں میں کسی قدر گذارش کر چکے ہیں بیان بطور تذکرہ
 کہ اس قدر گذارش ہے کہ پہلے موصوفین ہو چکا ہے کہ جناب امیر نے شیخین کی نسبت ارشاد فرمایا
 ولعلکم ان مکاتبا فی الاسلام لعظیم و ان المصاب لہما فی الاسلام
 لخرج شدید یرحمہما اللہ جنہما اہما یا حسن یا علی اب ہم نفس جعفری کی اس کلام سے
 مطابق کرتے ہیں اور اسکو تصدیق اوس سے کرتے ہیں چنانچہ شیخین کے لیے اس حد
 کا ثابت ہونا متضمن ثبوت عدل اور قسط کو ہے اور نیز مستلزم اسکو ہے کہ حق پرستی اور یہ
 گویا شرح ان مکاتبا فی الاسلام لعظیم و ان المصاب لہما فی الاسلام لخرج شدید
 کو ہے اور اس سے پوری تصدیق اون دونوں سے ملو نکر ہوتی ہے۔ بعد اوسکی تعلیم
 رحمۃ اللہ یوم القیمہ و علیہما السلام و ان المصاب لہما فی الاسلام لخرج شدید
 ہمعنی ہیں کہ حاجت بیان ہی انہیں ہے علاوہ ازیں خطبہ شد بلا و فلان
 کو ہی مصدق ہو علی مخصوص فلقد قوم الا و ودلوی الحمد اصا حیرھا

اس کو کونسی حدیث بیان کرے اور انکو فتویٰ دے اور نیز خدا کے کسی سے نہ ڈر اور اپنی اہمیت کے
 علوم کو پہلے اڑانی با اراضی میں کہ نصیب کرے حفاظت اور ان میں ہی۔ ۱۲۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
 کے کلام سے
 انہوں نے

وسبوح منجہ۔ کی حیا امامان عادلان قاسطان کا نام علی الحق گویا ہم معنی
 اور ارفاق میں اور گویا جناب امام صادق نے جناب امیر کی کلام کے شرح فرمادی اور جناب امیر کے
 اس کلام میں جو جو دعائیں تھیں لیکن اوصاف مذکورہ قطعاً مستند نہ تھیں جیسے جو حدیث اللہ یوم العتیدہ
 کو میں اس طرح جناب امام صادق نے حضرت امام حسن یعنی اللہ عنہ کی کلام کے بھی تصدیق فرمائی
 کیونکہ حضرت امام حسن بن علی عنہ نے جب خلافت امیر مویضہ رضی اللہ عنہ کو تسلیم فرمائی تھی اور باہم
 صلح نامہ تحریر ہوا تھا تو اہل شرط بھی تحریر ہوئی تھی بسم اللہ ولایۃ المسلمین
 علی اربعۃ الدین ہم بکتاب اللہ وسنتہ رسولہ وسیاقہ الخلفاء
 الراشدین۔ اور یہی ہے کہ حضرت امام حسنؑ سے پہلے خلفاء راشدین بجز خلفاء رابعہ کے اور کوئی
 نہیں جب انکو ارشاد فرمایا اور انکی یہ ویلی کا حکم فرمایا تو وہ اگر نے الواقع امام برحق اور خلیفہ
 راشد ہوں تو امام معصوم کے کلام میں کذب لازم آوے گی تو معلوم ہوا کہ وہ نے الواقع خلفاء راشدین
 اور امام برحق یعنی اور جو کچھ انہوں نے کیا وہ عدل و قسط تھا چنانچہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
 فرمائی تصدیق فرمائی دراپنی اس کلام میں حضرت امام حسنؑ کے ارشاد کی گویا تسبیح کر دی تو اب
 مطابق وصیت نامہ کہ حضرت امام جعفرؑ نے پر پوری طور پر صادق آیا۔ وصدق اباءک
 الصالحین اور واقعی اپنے مطابق حکم وصیت نامہ کے اپنی اباء صالحین کے پوری تصدیق
 فرمائی۔ اور علاوہ ازیں چونکہ حضرت امام جعفرؑ مورا ظہار مہاکم تھے اور بقیہ جانیہ نہایت
 اسلی جو کچھ ظاہری طور پر اپنے ارشاد فرمایا وہ قابل قبول ہوگا اور کچھ خفیہ طور پر دیکر
 خلاف بیان کر جو بحث بالفطرہ معنی کے نہایت لغو اور بوجہ ہے اسکو یہ منضم کیا جانا چاہیے
 وہ حضرات کا ایجاد و اختراع بحث ہوگا چنانچہ بعض علما رشیدیہ کے بعض کی نسبت یہ کہ
 ثابت ہو مآثر مجلس نے حدود کی نسبت ایک حدیث میں یہ امر فرمایا ہے وانما فہل
 ذلک لیوافق اہل العدل۔ خود شریف رضی نے جناب امیر کے کلام میں کیا کیا کہہ
 اتہری کی ہی کہ وہ تحریفات یہود و نصاریٰ سے بھی بڑھ گئی پس ایسی حالت میں یہ کہ

زیادتیوں کو یہ نہ غلط یقین کیا جاوی جو باعتبار لفظ و معنی کے غلط ہوں باعتبار حالت
قابل کے غلط ہوں باعتبار نقل کے غلط اور کذب ہوں کوئی قرینہ اور صحت پر شاہد نہ ہو
ایسی زیادتیوں کو صحیح تسلیم کرنا حضرات شیعہ کا یہی کام ہے اور وہ زیادتی اختراعی ہیں
رہو یہ اس حدیث کا کٹا ہوا۔ فلما انصرف الناس قابلہ رجل من خاصۃ بنی امیہ
رسول اللہ لقد تعجبت مما قلت فی ابی بکر وعمر فقال نعم ہما اما ما اهل النار
کما قال اللہ تعالیٰ وَجَعَلْنَاھُمْ اٰیۃً یُّکَذَّبُوْنَ اِلٰی النَّارِ واما العادلان
فلحد ولہم عن الحق کقولہ تعالیٰ وَالَّذِیْ کَفَرُوْا بِرَبِّھُمْ یُعَذِّبُوْنَ واما
القاسطان فقد قال اللہ تعالیٰ وَاَمَّا الْعَاصُوْنَ فَاُولَٰئِکَ اَجْمَعُ حَقًّا
والمراد من الحق الذی کا نام مستقلین علیہ ہوا میرا مومنین حیث
اخذوا وغصبا حقہ والمراد من مو تقم علیہ انما ماطا ط عداوتہ من غیر ندائتہ
عن ذلک والمراد من رحمۃ اللہ رسول اللہ فانه کان رحمۃ العالمین وسمکیون
خصما لہما ساخطا علیہما انتقما عنہما یوم الدین انتہی۔ اہل دانش رضات اس زیادتی
کو جو روایات شیعہ نے فرمائی ہیں بلا خلاف و یابون حضرات شیعہ کے عالم نفس نفس والاضافہ دین ایمان
کو دین اس حبشہ میں ہم یہ تو یہ بیان کر چکے ہیں اس شخص مخفی مین اگر اس کو طاعت قبول کیا جاوے
پوری طور پر تصدیق کرے کہ انبار صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نبی کریم کی گواہی دیتی
ہے جب تک چلی گئی تو ایک شخص نے ایک خاص مین اس کو چھپا کر ای رسول اللہ کے فرزند بھیجی اور اس سے بھیجے

جو اپنی ابو بکر کے حق مین فرمایا۔ فرمایا ان - وہ دونو دوزخ میں - جیسا اللہ تعالیٰ فرمایا (اور یہ سننے
ان کو امام بنایا کہ گیلوت بلاستے ہیں) اور یہ کہ وہ عادل مین تو یہ ہیں حق سے عدول کرتے اور ہر نے کہ سب سے
قولنا کے (جنہوں نے کفر کیا اپنی پروردگار کے ساتھ برابر کرتے) - اور یہ کہ قاسط ہیں میں تحقیق اللہ تعالیٰ
فرمایا کہ سطر عالم دوزخ کا یہ دین حق ہے اور جب یہ وہ غالب ہو جائے اور میں اس کا اس کو ان دوزخ کا حق ہے
اور کہ یہ پھر مین کہ یہ دوزخ میں نہیں دوزخ کے اس کی عداوت پروردگار اللہ سے رسول اللہ مین کہ وہ حجت لعالمین مین الیہ

اور یہ کہ قاسط ہیں میں تحقیق اللہ تعالیٰ فرمایا کہ سطر عالم دوزخ کا یہ دین حق ہے اور جب یہ وہ غالب ہو جائے اور میں اس کا اس کو ان دوزخ کا حق ہے اور کہ یہ پھر مین کہ یہ دوزخ میں نہیں دوزخ کے اس کی عداوت پروردگار اللہ سے رسول اللہ مین کہ وہ حجت لعالمین مین الیہ

روان کو صحیح تسلیم کر لیا جاوی تو اس سے بہت سے اہل ایمان کے نصیحتیں ہونگی بلکہ کذب بھیگی
 اب ہم اس زیادتی کی تکذیب پر دلائل قائم کرتے ہیں گو ہماری گزارش سابقہ سے کسی تکذیب بخوبی
 ہو چکی ہے اور علماء کے مخصوص اس زیادتی کی روایت کو جو ہمارے من میں چھینچ رہا ہے وہ بالکل
 و عمری ان مکانہما فی الاسلام عظیم الخ اور کلام - حد بلا و فلان صریح کی اور اس روایت کے
 تکذیب کرتے ہیں۔ ثانیاً علامہ بکوالی نے جو جواب اس اعتراض کو دیا ہے کیسے مستحسن ہوا
 یہاں معویہ و طلحہ و الزیر مع قیام الفتنة سے مرہم - اردو یہ ہے - ان شاء اللہ ان الفرق میں اختلاف
 التلک و بین معویہ نے اقامت حدود اللہ و اہل بیت سے جو امر و نواہی ظاہر - اس کو صریح
 ثابت ہوتا ہے کہ راوی جو عادلانہ فاسطان کے معنی جابران ظالمین کے گہری میں جنس مذبح
 کیونکہ خلفائے ثلاثہ کا وہ دہشتہ کو قائم کرنا اور بوجہ امر و نواہی خداوندی کے عمل کرنا یہ ایسا طرہ
 کہ جسکا شیعہ کو بھی اعتراف ہو اور خدا پرستی کے عدل و انصاف اسکا نام ہے کہ وہ اللہ کو قائم کیا جاوے
 اور بوجہ امر و نواہی خداوندی کے عمل کیا جاوے اور جن پر ہوا بھی اسی پر منحصر ہے اور حقائق و عا
 نق یہاں حجتہ اللہ یوسف کا یہی اسی پر گواہی ہے اور جب یہ وصف شیخین میں ہے
 اعتراف علامہ بکوالی پائی جاتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ سیدہ میں کسی کو بخیر خاص
 وقت کو اسکا انکار نہیں اور برائے کو جو ہمارے نہیں سمجھتے تو معلوم ہوا کہ حضرت امام نے جو کچھ
 فرمایا وہ اپنی طہارت پر محمول ہے اور راوی شیخ جو اس کے بعد میں تحریف فرمائی وہ کذب و رادع ہے
 - ثانیاً ہم اس سے زیادہ صریح دلیل اور درجہ تر عرق کرتے ہیں جس سے پوری تکذیب اہل
 زیادت اور اس روایت کے ہر راوی - نبی ہدایت میں ایک خطبہ مذکور ہے جسکا عنوان یہ ہے
 واللہ لا سلو ما سلمت امن المسلمین و لم یکن فیہا جمل علیہ الخ یہ خطبہ
 صریح دلالت کرتا ہے کہ جناب امیر نے تسلیم خلافت اس شرط پر فرمائی تھی کہ اس میں سے کسی نے نہ فرماوے
 اور اس میں کسی پر جو رجحان علم و زیادتی نہ ہو چنانچہ آخر خلافت کا خاتمہ کیا جناب نے اس
 تسلیم کو قائم کر لیا اور کوئی امر ایسا واقع نہیں ہوا جس سے جناب امیر کو گنجائش مناقشہ ہو جائے

خلافت شوری کی نور پر بین المسلمین ہوگی چنانچہ عبارت صحیحہ اس کی یہ ہے بحسب اللہ الرحمن
 الرحیم هذا ما صالح علیہ الحسن بن علی بن ابی طالب ومعاویہ بن
 ابی سفیان صالحہ علیہ ان یسلموا لہ ولایۃ امر المسلمین علی ان یعمل
 فیہم بکتاب اللہ تعالیٰ وسنتہ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم وسیرۃ
 الخلفاء الصالحین ولیس لمعاویہ بن ابی سفیان ان یعمل الخ احد من
 بعدہ بل یكون الامر من بعدہ شورى بین المسلمین انتهى بقول
 یمہ دونو شرطین بدلتہ یہی میں جو ہماری مدعا کی مثبت میں اور مول شیعہ کو سبیل کیونکہ ظاہر
 ہے کہ پہلے شرطین بدلتہ یہی ہماری دعویٰ کا ثبوت موجود ہے اور معاویہ شیعہ سے فرمایا کہ
 خلفاء صالحین پر عمل کرے اب فرمائی کہ خلفاء صالحین کون ہیں جنکو جناب امام صاحبین
 یا راشدین سے تعبیر فرمائے ہیں اس سے پہلے بجز خلفاء اربعہ کے اور کوئی خلیفہ نہیں ہوتا
 تو بجز اسکو کہ خلفاء صالحین سے خلفاء اربعہ مراد ہو اور کوئی صورت نہیں اور خلفاء صالحین
 اور سنیوت ہو سکتے ہیں جبکہ انکو امامت جتہ اور خلافت راشدہ سوزد امامت فاجرہ تو یہ شرط
 چند وجوہ سے مثبت مدعا سے اول یہ کہ جناب امام علیہ السلام نے انکو خلفاء صالحین فرمایا
 اگر نے الواقع وہ خلفاء صالحین میں تو ہمارا مدعا ثابت ہے اور اگر باعتبار فرض وہ خلفاء صالحین
 نہیں ہیں تو محاذ اللہ امام معصوم نے جھوٹ بولا دوسری یہ کہ کہنا ہے سنت کی ساتھ انکو
 سیرت کو بھی مولیٰ ہوا شرط قرار دیا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انکی سیرت اتباع سنت
 میں یہاں تک راسخ ہے کہ جو اسکا اتباع کریگا - نے تحقیقت شریعت کا ہی اتباع ہوگا
 اور انہوں نے یہاں تک ابوابی شعا شرع کیا اور پاس شرع کو اپنی افعال و اقوال میں
 یہاں تک ملحوظ نظر کیا کہ جو شخص انکا اتباع کریگا وہ اتباع کتاب و سنت و سبیل شریعت
 سے جدا ہوگا اور یہ تلوم کہو کہ وہ خلفاء راشدین تھے اور انکی خلافت خلافت
 راشدہ تھی - دوسری یہ کہ جناب امام حسن نے و سیرت خلفاء صالحین یہاں لفظ قرآن

جو خلفاء و اربعہ کو مل کر حسین جناب امیر و جناب خلفاء و ثلثہ بار برتر کیا ہیں ہرگز خصوصیت کے
 ساتھ اسکا اطلاق جناب امیر پر نہیں ہو سکتا اور بدوین امتیاز و فرق کے سبب سیرت کو اتباع کو شرط
 گردانا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شرط و صلاح میں جیسے لفظ کی نزیکہ جناب امیر تھی ویسی ہی
 خلفاء و ثلثہ تھی اور جیسے اتباع سیرت جناب امیر کا پسندیدہ تھا ویسی ہی اتباع اس سیرت و خلفاء
 ثلثہ کے پسندیدہ تھا اور یہ عین دعا و استقامت کا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ وقت ثقیف کا نہیں اور
 ثقیف کی یہاں گنجائش ہے اور کہنا بہت کامی ذکر فرمانا کافی تھا یہ جو آپ نے بڑایا اس سے
 صراحت معلوم ہو سکتی ہے کہ یہ آپ کا عقیدہ قلبی تھا اور دوسری شرط بھی ہماری مدعا کو
 ثابت کرتی ہے دوسری آپ نے یہ شرط کی کہ عویہ ابن ابی سفیان کو جنتا نہیں ہے کہ اپنی بد
 کسی کو حلیہ بنا دی بلکہ امام خلافت کا میں لب لباس طبع مشورہ کے ہوگا اس شرط میں نیز
 کہنا چاہیے کہ نسخہ طور پر یہ شرط مشوری حسین کے تصویب و تصحیح کرتی ہے اور اس سے
 ثابت ہوتا ہے کہ جو خلافت بطور مشورہ کے واقع ہو وہ صحیح ہو اور جب ہر اہل حل و عقد متفق
 ہو جو یارین وہ امام حق ہے پس اس سے ہر مرجع حقیقت خلافت خلفاء و ثلثہ ثابت ہوتی اور یہ
 ہوا کہ حضرات شیعہ نے نص کو شرط امامت قرار دی رکھا ہے یہ باطل ہے و کمال
 علامہ شریف رضی نے بیچ البیانت میں ایک خطبہ نقل کیا ہے جو صراحتاً مثبت مذہب ائمہ
 و سبط اہل عاتق شیعہ پر ہم ادس کو شرح نہیں لکھا جنت سے نقل کرتے ہیں جو کچھ شاخ و برگ
 میں تحریر فرمایا ہے اپنی مدعا کی ثبوت میں اس کو بھی نقل کرتے ہیں و منکر کلام کہ لما
 اذادہ الناس علی البیعة بعد قتل عثمان دعویٰ و التمسوا غیری فانما
 مستقبولون امر لہ وجہ والوا لا تقوم لہ القلوب ولا یثبت علیہ العقول
 وان الاما ف ذل اغامت والجنہ قد تکت و اعلموا انی انجبکم و کبت
 بکم ما اعلمو لہ اصغر الی قول القائل و عتب العاتب وان ترکتمو
 فانا کا حد کر و لعلی اسمکم و اطوعکم لمن ولیتمو امرکم و انالکم و ذراخیرکم

منه اصیرا۔ انتہی و اقل منصف این کلام کو اخذ کری اور اس کا مطلب یہ ہے خصوصاً جو خیر یا شر
آخرین قول ان ترک توفی سے ارشاد فرمایا ہے توبہ توبہ من ار ربکم اجل العین کا گویا کچھ

ہر چیز پر جس پر خداوند تعالیٰ نے قیامت کے دن ہر ایک کو اپنے اعمال کے حساب سے حساب کیا ہے۔
 یعنی اگر تم مجھ کو چھوڑ دو اور مجھ پر سمیت کرو تو میں تم میں کا ایک جیسا ہوں جیسی تم پر
 ادا ہے۔ نام واجب ہے اور اس طرح مجھ پر ہی واجب ہے۔ یعنی اگر تم مجھ پر سمیت کرو تو میں نام واجب
 الاطاعت ہوں اور اگر تم سمیت نہ کرو تو میں نام واجب نہیں ہوں۔ جیسا کہ میں نے پہلے ہی عرض کیا ہے
 وہ یہ کہ جو خود الفاظ و بیانات پر مشتمل ہوئے ہیں اور شراح ابن تیمیہ اس معنی کے شہاد
 دیتا ہے اور علماء حضرت فاضل جمعیہ کی تحریف فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ حضرت امیر نے
 اس کلام سے کوئی حکم شرعی نہیں بیان کیا بلکہ صرف ہر حال جو واقع ہوئے والی تھی لیا
 تو فی پس اس کے جواب میں قبل اس کے کہ ہم اس کی تکذیب ابن تیمیہ کے قول سے کریں
 یہ کہ اگر اس کے معنی میں کہ یہ تو حضرات کو بھی حکم ہے کہ ترک کیا الٹ میں حضرت کا
 شواہد کے یہ نام صرف اس وجہ سے ہے کہ امت میں فتنہ نہ کھڑی ہوں۔ علت اس سکوت
 کی بعض خوف ثوران فتنہ ہی ہے اور بعضی کہ جب اوسفیان نے اور حضرت عباس نے
 درجہ استہدیت کی تو آپ نے مانتھور فرمائی اور باوجود اس قوت و شجاعت و غرہ
 کی سب سے بڑی و منقاد و خلفا و بنی حاکم نہ خائف رہے جو کچھ جائز و ناجائز تھا کیا پس جب آپ کا
 سکوت و عدم مناقبہ بوجہ خوف فتنہ ہمیشہ رہا ہے اور یہاں بھی فتنہ کے خوف سے
 یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر تم مجھ کو ترک کرو تو میں تمہاری میں سے ایک کی ہونگا
 اور اگر تم تمہاری شریک حال نہ بنو گے تو میرا وہ ہے کہ امیر ہو یہ سے مناقبہ کیا اور چکر
 کیا باوجودیکہ فتنہ یقینی ہے جب با نام ثانی کی طرح صحابہ کے کہنے اور خلافت تسلیم
 کر کے مطیع بن جاتی نہ تو کوئی جھگڑا ہوتا اور نہ کوئی فتنہ اٹھتا۔ پس اگر آپ
 مثل ابن تیمیہ سیرت کا جھگڑا چھوڑ بیگی تو یہ جھگڑا فرامین کہ افسوس جناب نام

تائی کو کھڑے سوچی جو لاکھوں کی گنا تو کر دین دنیا کی بربادی اپنی ہاتھ سے فرمائی اور اگر مجھ
 فرمائیں کہ بقا بد خوف فتنہ کی سیرت کا لحاظ ضروری نہ ہوتا تو ہم گدازش کرینگے کہ ہنایت
 افسوس ہے کہ جناب امیر نے ایک غیر ضروری امر کے لیے ہزار مسلمانوں کی جانیں ضائع
 کرائیں تو معلوم ہوا کہ محض ظاہری حالت ہی کو نہیں بیان کیا بلکہ حکم شرعی ہی پر
 فرمایا علاوہ ازیں اس صورت میں جملہ لاحقہ اولہ کی ترقی صحیح ہوگی پھر ابن بیثم کی
 مستحجہ جو حکم جملہ آئینہ کی شرح میں نقل کریں گے۔ بالمشرح کی کتب ہی اور نیز ترک
 بیعت اور عدم ترک کے حالات کا امتیاز سب سے زیادہ اصول شیعہ پر لغو اور باطل نہیں
 ہماری فاضل تحب کا یہ زعم اس جملہ کی تامل میں محض لغو اور لاطل ہوگا دوسرا جملہ
 جناب امیر نے یہ فرمایا۔ اولیٰ اس حکم و اطو حکم من و تیموہ امرکم گو یا جملہ سابقہ
 بطور ترقی فرمائے ہیں اور شاید میں تم سے زیادہ اس حکم کا شکی والا اور اس حکم کا
 مطیع ہوں جبکہ غم امیر کا دالی بناؤ اور اپنا نام مسترد۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ جناب
 امیر کی فریادتی سمع اور زیادتی اطاعت کی وجہ کیا ہے۔ جو لوگ ایسی ہیں کہ جنہوں نے
 اول خلق کو جنکو ان میں معتد نے خلفاء بنایا ہے امام برحق سمجھ کر کہا ہے ستودہ
 تو اپنی غلطی کی وجہ سے سیدر معذور ہو گئی لیکن جناب امیر نے بھی اگر ان کو امام برحق
 اور خلیفہ راشد اعتقاد کر کہا ہے تو جنو المراد اور اگر آپ نے ظالم و غاصب اور خائن ہاٹ
 سمجھ کر کہا ہے تو یہ کیا وجہ ہے کہ اپنی سمع و اطاعت کو پرست غوام کے زیادہ فرماتے
 ہیں حالانکہ عینا کی سمع و اطاعت محض ضروری ہیں جو بظریعہ صحت وقت پر جان نثار
 کو خوف سے اختیار کی گئی تھی تو وہ کسی قدر معتد رہا اور ضرورت سے مستحاج نہ بنیں سوتے
 ہیں اگر ضرورت اختیار کی گئی تھی تو وہ کسی قدر معتد رہا اور ضرورت سے مستحاج نہ بنیں سوتے
 یہ سنہ مانا آپ کا کہ جبکہ غم اپنا دلی امر بناؤ گی میں اس کا تمہاری بہ نسبت زیادہ مطیع
 ہونگا تو یہ زیادتی سمع و اطاعت کی بجز اس کے ممکن نہیں کہ آپ نے اس شخص کو

جسکو اہل حل و عقد نے امام بنایا ہر شرعاً واجب اللطاعت سمجھ کر کہا ہوا اور جب آپ بروہی حکم شرع
 واجب اللطاعت اعتقاد کر لیا تو بے شک بہت دوسرے لوگ آپ زیادہ اتیان نامور ہیں کہ ہم
 ہو گئے اور یہ بھی ہے کہ کسی شخص کا شرعاً واجب اللطاعت ہونا اور جب اب میرا دوسرا شخص ہونا بدو
 اسکو ممکن نہیں ہے کہ بروہی شرعاً اسکو اسکا وظائف صحیح سمجھتا ہو چنانچہ ہم اس عالمی
 ثبوت میں سلسلہ بحرانی کی عبارت کو اسکی شرح سے نقل کرتے ہیں اہل فہم انصاف
 لا حظ فراوان قولہ و از ترک متونہ امر ای کنت کا حد کہ فی الطاعۃ
 لامیر کہ بل علی اکون اسمعکم و اطوعکم لہ ای لقوة علمہ یوجب طاعۃ
 الامام و انما قال علی لاجتہاد علی تقدیر ان یولوا احد ایخالف امر اللہ
 لایسکن اطوعہم لہ بل اعصاہم و احتمال تولیتہم لمن کذلک قایم
 فاحتمال طاعتہ لہ قائم فحسن ايراد علی انتہی بقدر الحاجۃ بحرانی صاحب کی عبارت
 اور انکا تصریح قابل ملاحظہ ہو اور فرماتے ہیں کہ جناب امیر کا اسمع و اطوع ہونا اسوجہ سے
 کہ آپ حکم شرعی جو ب طاعت امام کے علم میں اور آپ جانتی ہیں کہ امام کے طاعت بروہی حکم
 شرع واجب ہے اور وہی ہے کہ امامت ثابت کیلئے شرعاً منعقد ہوا اور امام بروہی شریعت امام
 صحیح ہو واجب اللطاعت نہیں ہو سکتا تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ اہل حل و عقد جسکو
 امام بنادین وہ شخص نہ اندام امام اور واجب اللطاعت ہے اور جناب امیر ہی اسکو
 واجب اللطاعت اعتقاد فرماتے ہیں اور جب شرعاً امام اور واجب اللطاعت ہوا تو آپ کیوں نہیں
 اسکو امام سمجھیں گے لیکن شارح بحرانی نے اسقدر قید اور لگائی کہ یہ حکم عام نہیں بلکہ لفظ لعل
 سے یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ احتمال ہے اہل حل و عقد ایسی شخص کو امام بنادین کہ جو مخالف
 امر اللہ کے ہو تو اسوقت آپ اطوع ہو گئے بلکہ زیادہ مخالف اور نافران ہو گئے اگرچہ بحرانی
 یہ نہ مانا غلط ہے کیونکہ اس احتمال کی وقوع کے ممکنہ بغیر خود جناب امیر بجا اب
 امیر معویہ کے فرما چکے امیر معویہ نے انکو اس خط کے جواب میں حسین آپ امیر معویہ سے

بیعت طلب کی غرض اور یہ نیز یہاں تک کہ میری ہاتھ پر ان لوگوں نے بیعت کی ہے جو ہونا چاہتے ہیں
 و نیز عثمان کے ہاتھ پر بیعت کی غرض تو یہ ہے کہ اس کا قتل کرو۔ لکھا ہوا تھا کہ اگر آپ ہی مثل ابو بکر و عمر
 ہوں گے تو ان کی خلافت میں اہل حل و عقد صحیح ہوں اور میں آپ کے برگزینہ لڑنا لیکن جیسا
 مثل ابو بکر و عمر نہیں بلکہ وہ دو قصاص جاری نہیں کر سکتے یا قاتل نہیں عثمان کے حامی ہیں
 تو اس حالت میں بیعت اہل حل و عقد سے ان کی خلافت منع نہیں ہو سکتی اور اہل حل و عقد خلافت
 پر آپ پر جو حق ہے بیعت خلافت کے جو مقامات خلافت کو سر بخشم نہیں کر سکتا اور اسکی جواب میں
 جناب امیر نے تحریر فرمایا کہ وزعمت افاضہ علیہ بیعت خطیئت نے عثمان
 کت امر امن العاجزیت اور دت کما اور دت کما وادرت کما وادرت کما
 ماکان اسے لہم علی ضلال و یضربہم یعنی قاتل جواب یہ ہے کہ تو جو مجھے الزام خذلان قتل
 عثمان کا لگاتا ہے اس پر جو ہے مجھ کو صراحہ اور اہل خلافت نہیں سمجھتا اور کیا ان کو تاہم کہ اہل حل و عقد
 نے خطا کی ہو غیر اہل کے ہاتھ پر بیعت خلافت کے گویا بالکل غلط اور غلط ہے کیونکہ میں ہی ایک
 رجل ہا جبرین میں ہوں جو اب تک حال تھا وہی میرے حال تھا اگر میری ذمہ الزام ہے تو سب کے
 ذمہ الزام ہے اس میں میں کوئی خاص کام کہ جو سب ہمارے ہیں سر علیہ ہوں نہیں کیا پس
 اگر اہل حل و عقد نے مجھ پر بیعت کی اور میں غیر صالح الخلافت بنا تو لازم آتا ہے کہ وہ سب گری
 پر مجھ میں اور سب کے سب حق و انہی ہوں اور یہ محال ہے تو اس سے صاف ثابت ہوا
 کہ بیعت اہل حل و عقد کی صحیح الخلافت کے ساتھ نہیں ہو سکتی ہے اور علامہ بکرائی نے
 جو بیعت خالی قائم کیا کہ اہل حل و عقد پر شخص کو امام بنا دیں جو مخالف امر اللہ کے ہے یہ غلط ہے
 اور جناب امیر کا جواب سر اس کو مذکور لیکن بابینہ ہم اسکو علی سبیل التسلیم کرتے
 ہیں اور کہتے ہیں کہ اچھا اسی امام کو وہب الماطاوت اعتقاد کرو جسکو اہل حل و عقد
 امام بنا دیں اور وہ اپنی شجاعت اور تہذیب و شرافت میں مخالف امر اللہ کی نہ ہو اور خالص سی
 نوع میں جناب امیر کے ارشاد کو مانو اور اپنی مسلمانہ بکرائی کو سچا سمجھو اور ظاہر ہے کہ

جناب امیر زمانہ خلافت خلفائے راشدین اس مع والوہ و ریح کی قسم کی چون چوہا نہیں کی
 باوجودیکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نہایت شریفہ و متواضعہ تھیں منہ ان کے ہاتھوں میں نہایت خوش و ناز نہایت
 ہونے اور کلمات قبیح و بدشگون مثل خمرین پروردہ نہیں شدہ و خائنین و رخنہ گر خبیث الخ الی آخر
 الکفریات و فانی ہا کے بیچ ہا جہین والیہ و امین جا کر داد دیا اور فریاد و فغان کے
 لگے آپ کو خوش نہ آیا۔ بروایت محدثی ائمہ جہین جہین اویس و کبار جہا تبسیرین و
 سہو آپ سی اسبہ اخلات صیدی ہیں درخواست کی کہ ہم ابو بکر کو مسند خلافت سے
 اوتار دیں آپ نے منظور نہ فرمایا۔ حضرت عباس اور ابوسفیان کے درخواست بحت کو
 قبول فرمایا۔ قسم قسم کی اذیتیں اور سختیں جہلین اور کج طرح کی تہلیل و تہدیل جہو
 لیکن سمع و طاعت کی عودہ الیقینی کو ہاتھ سے نہ دیا پس جب باوجود ان باتوں کو بھی
 آپ نے کہی چون چوہا انسانی نوا سے زیادہ کون سمع والوہ ہو سکتی ہو کیونکہ امام کے والی و
 ہونیکا آپ کو بہ شہادت بکر الی قوی علم تھا اور جب امام بھی خدائے کے حکم سے کسی اور طاقت
 سے نواہی اطاعت سے انحراف گویا خدا کو حکم سے انحراف ہی جو معصیت ہی قطع نظر
 اس قسم پہلے بروایات شیعہ ثابت کر چکے ہیں کہ سیرت خلفائے راشدین کی مثل سیرت ملوک
 و سلاطین جائزہ نہیں ہے بلکہ ترویج و تعالیم دین اور احیاء و اشعائیر اسلام میں سرگرم تھی
 اور ہمیشہ پاس شرع شریف و نصیب العین اور بد نظریات طرکستی تھی۔ تو جب ایسی خلافت
 کو دینی سمع والوہ ہونا تو یہ کیسی ہونگی۔ بہر کیف خلفائے راشدین کے زمانہ میں ان کی حکم
 کو مطیع و مشقاد رہی اور آئینہ کی طرح بھی بعد شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے
 فرمایا کہ تم جب کو امام بنا لو میں اسکا مطیع و منقاد ہونگا اور جہا ثابت ہو چکا کہ آپ کی
 دیادنی اطاعت و پیاد ہو جہا سی کہ آپ کو وجوب اطاعت امام کا حکم زیادہ معلوم
 و متیقن تھا پس جب کوئی دوسرا شخص امام بنی اور جب اطاعت ہو اور آپ اسکی
 بروہی حکم شرع مطیع ہوئی۔ تو آپ کی امامت منہ و حقہ باطل ہوئی اور اس شخص کے

اہم ثابت ہوئی اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امام برحق وہی ہے جسکی امامت کو اہل حل عقد تسلیم کر لیں اور متفق ہو کر اہل حل عقد جسکو امام بنالیں اور خلفائے ثلاثہ کو اہل حل عقد نے امام برحق تسلیم کر لیا تھا اور انکو امام بنالیا تھا تو وہ واجب الاطاعت اور امام برحق اور خلیفہ راشد ہو گئی۔ تیسرا جملہ جناب امیر نے ارشاد فرمایا۔ وانا لکم وزیر اخیر لکم منی امیرا۔ یعنی تمہارا لیویں وزیر ہوں یہ بہتر ہے اس سے کہ میں تمہارا امیر ہوں حاصل یہ ہے کہ میری امارت تمہاری لیویں میری وزارت بہتر اور خیر ہے اور خیر ہے کہ جس امارت کے آپ وزیر ہو شہید اور جن امرا کی آپ معین ہو خیر و فخر و کرم و امارت ہی خیر ہوگی اور یہ بھی ہے کہ خلافت تمہارے سابقہ میں جناب امیر وزیر مستبر صریحاً سمیت جہات میں آپ سے شورہ لیا جاتا تھا اور آپ کے شورہ پرسل کیا جاتا تھا تو وہ خلفائے جن کو آپ وزیر تھے وہ عن اور خیر ہو گئی باقی رہا یہ امر کہ یہ خیر تہ کس امر کے طرف راجع ہے آیا صرف ظاہری دنیاوی سہولت حال کی طرف راجع ہے یا مطلق باعتبار دینی دنیاوی امور کے سب سے طرف مائید ہی لیکن ہم کہتے ہیں کہ احتمال اول بعید ہے اور قابل اعتبار نہیں اور احتمال ثانی نے بروی دلائل صحیحہ و مستحسنہ کیونکہ ظاہر ہے وہ ظاہری سہولت حال کہ جس میں دین دنیا کا نقصان ہو اور اس پر خیر کا اطلاق کیسے صحیح نہیں ہو سکتا امامت دین اور دنیا کی امامت عامہ ہے جسکی بنیاد میں اور دنیا کی اصلاح حال منوط و مربوط ہے اور امام نہیں رہنے کے ہر امر کی امامت کے احوال دینی اور دنیاوی کے احوال کو رہا ہے لیکن تیسری سہولت خود شارع علیہ صلوٰۃ والسلام کو مقرر ہے ایسا طور و اسکی شان میں۔ عزیز علیہ غناہم۔ ارشاد ہے خود خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ یرید اللہ بیکم الید ولا یزید بکد الحسن۔ اور فرماتا ہے ولا یجعل علیک فی الدین من حرج۔ پس جب شارع کو یہ سہولت نہ ظہری ہو تو اسکو کون انکار کر سکتا ہے اور ان امامت کا طریق ہو جاوے کہ جو کچھ اذکر مرصی ہو وہ کرمی یہ ہے جو سزا اگر پہنچی کسی امام نے کیا ہو تا تو اس وقت جناب کو اسکا فرمانا شایان تھا اور جب کسی امام نے

ایسا نہیں کیا اور نہ لوگ اسکی عادی ہتی ہمیشہ امام اپنی راہی دستورہ سے سرکنا مہمات
 کرتے رہے تو ایسی حالت میں آپکا پھار شاد صرف سہولت حال کی طرف راجع نہیں ہو سکتا
 علاوہ ازیں مظلوم خبر سے بلا قرینہ فرد ناقص بلکہ انقص اولینا یعنی خود خدات قاعدہ عرف اور غلط
 سے تعجب ہی کہ امام مخصوص میں فتنہ و منصوب میں الرسول بالفعل ہو اور وہ کہہ ہی اپنی حق کا
 نام نہ لی اور اگر لوگ اسکو چاہیں تو بدعت اور قتل فرمادی اور ٹوٹی کر میری وزارت
 تمہاری سی بہتر ہے امارت اسقدر بہتر نہیں۔ خبر۔ دعوتی والتسوا غیرے تاک مصفا
 نہ ہتا لیکن یہ سب سے منصوصیت خلافت کو چل کر رہا ہو اور ثابت کرنا ہو کہ انفاق و خلافت
 بیعت اہل حل و عقد پر موقوف ہو چنانچہ ان جملوں سے بیجا جملہ صریح دلیل ہے واعلموا انی ان اجبتم
 لکنیت بکم ما اعلیٰ ولم اصنع الی قول القائل و احتب العاتب اس میں آپنے اجابت کو
 ضمیمہ کی طرف منسوب فرمایا ہے یعنی اگر تمہاری ٹمس کے اجابت کر لوں گا تو بہتر کو اپنی راہی جدا
 اور تم سے اپنی اعظم کے موافق کام لوں گا تو آپنے اپنی عمل و تصرف کو اپنی اجابت پر منحصر فرمایا
 تو معلوم ہوا کہ جب آپ اہل حل و عقد کی التماس کو قبول فرمادیں گے خلیفہ بالفعل ام بیعت
 ہو کر کیونکہ انفاق و طعن کے ایجاب و قبول اور رضا و تسلیم سے ہوتا ہو تو معلوم ہوا کہ آپ
 بالفعل امام و خلیفہ نہ ہتی ورنہ خلیفہ کو جو خدا قائلے کی طرف سے مقرر ہوا اجابت کے سوا چارہ
 نہیں ہے۔ ان جنہم کہہ مسمیٰ نہیں رکھتا اگر اجمال ام خلافت اسوجہ سے ہوا کہ امت کے
 طرف سے اجابت و تسلیم میں کوتاہی ہے تو یہ ان اجبتمو نے فرمانا سب تھا یعنی
 تمہاری طرف سے تقصیر ہے اگر تم اجابت و تسلیم کر دے۔ الخ۔ پس اس سے حراختہ یہ ہے
 کر دیا کہ دار مدار انفاق و خلافت کا بیعت اہل حل و عقد پر ہی اور جناب امیر مرکز خلیفہ
 منصوص نہ تھے جیسا کہ حضرت شیخہ کا دوا بھی پس محاسن مطلب تحقیقی طور پر اس عبارت کا
 یہ ہے کہ آپکا مسدوم تھا کہ ابتداء زمانہ خلافت نبوت میں کارنامہ نمایان اور اسلامی ترقیات
 بی پایان ہونے والی ہیں تو عجب نہیں کہ کہہ ہی آپکی خواہش ہوئی ہو کہ یہ کام میری

ہاتھ سے محکم نہ ہوا اور یہ حسانت میرزا نامہ اشغال میں درج ہوئی لیکن چونکہ یہاں سرعقد نہ تھا
 اور اس کام کے لیے کارروایاں ان مضافات قدرے اور لوگ مقرر کر رکھے تھے تو آپ کا دست بخیر
 لوگوں کو وصول سے کوتاہ رہنا بعد شہادت عثمان رضی اللہ عنہ آئی کو سب اور سہا کر زمانہ خلافت نبوت
 قریب الاختتام ہو چکی اور ترقیات اسلام کا شباب بڑھ چکی کے ساتھ تبدل ہو گیا۔ اب باہم
 خانہ جنگیوں کی گرم بازاری ہو گئی تو ملیسی کے بیعت کے قبول کرنے میں قتل و شہوت
 فرائی اور یہ الفاظ صاف صریح طور پر اس مدعا کو ثابت کرتے ہیں فاما مستقبليون
 امرالہ وجوہ والوان لا يقوم لہ القلوب ولا تثبت لہ العقول وان الاتفاق
 قد انقضت والمجتمعات تفرقت چنانچہ آپ کی زمانہ خلافت میں ایسا ہی واقع ہوا اور شوہب
 فتن سے پاک نہ ہوا اپنا ترک کرنا نہ خلافت نبوت منقرض ہو گیا اور ملک عضو ض کے زب
 آئی ہو اس طرح حسرت کو ساتھ جناب امیر نے فرمایا۔ بتلیت لقال اہل القبلة۔ غرض ہر کو
 اس کی مطلب ہو گیا غرض اور اس کی غرض سے کیا مطلب ہمارا مدعا جس کی ہم اثبات کے مدلی
 میں یعنی ثبوت حقیقت خلافت خلفائے ثلاثہ وہ بحول اللہ وقوتہ اس کام سے بخوبی ثابت ہو چکا
 چارویں عشر۔ امام ابو الفرج اصفہانی نے اپنی کتاب اشغال میں روایت درج کی ہے کہ
 عن ابی الاثیر الاکبر قال قال جابر الیوسفیان الی علی بن ابیطالب فقال یا ابا الحسن
 ما بال ہذا الامر فی اضعف قریش وافلہا فواللہ ان شئت لاملا فاعلمہم
 خیلا ورجلا فقال علی بن ابیطالب طال ما عادیست اللہ ورسولہ والمسلمین فافہم
 ذلک شیدا انا وجدنا ابا بکر لہما اھلہ اس روایت سے ثبوت حقیقت خلافت علی

ثبوت حقیقت خلافت علی بن ابی طالب

ابو الاثیر اکبر سے مروی ہے کہ ابو سفیان علی بن ابی طالب کے پاس آیا اور کہا اسی ابو الحسن
 ارضانے کا کیا حال ہے کہ ان میں سے کسی ضعیف کہیں نہیں ہیں۔ خاک کی قسم اگر تو چاہی تو میں میدان
 سوارید ہونسی بہر دوس علی بن ابی طالب سے۔ دیا تو ہمیشہ اللہ کا اور رسول کا اور مومن کا دشمن رہا اور نہ
 ان کو کوئی نقصان پہنچا یا ہمیں اپنی کو خلافت عنک لیا تو ابابہ۔ ۱۲۔

بذاتِ شافی ثابت ہوتا ہے اور دوسری افلاکین ایسی جو کہ ہر متفرع ہیں تو جب کہ
 حقیقت ثابت ہوئی تو اور کوئی ہی صحت و حقیقت ثابت ہو گئی اور کچھ شک و شبہ نہ رہا
 مگر ان پر استدلال نہیں ہے کہ جواب اگر صاحبِ عالی الباقی صحتِ حقیقہ
 کے عدم اعتبار کہ حقیقتِ پیش کر چکے تو ہم کو کون سا دلائل کی حالات اور ان کے علم کے
 تحقیقات عرض کر کے متنبہ کریں گے کہ اس صورت میں اگر صحاح کی خبریں
 اور غائبیاتیات قابلِ اخراج ہو گئی ہیں اور معتزہ علیہا اعتبار فرما کر کہا ہے چونکہ
 اس بحث میں کسی قدر اذعان ہو گیا ہے اس لیے اس کو سببِ ختم کرنے میں اور اقوال آئندہ
 جواب دہ نہیں۔ **فقہ** جیکہ ہم نے اپنی شرائط ثلاثہ کو ایک کتبہ معتبر سے
 دلائل ثابت کر دیا اور غنائم اس اہم الہامات ہونا بھی ثابت ہو گیا اور کچھ دیگر اقوال معتبر
 ثابت کیا جائیگا تو اب فرمائی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کو خلیفہ مقرر فرمایا یا
 اس باب میں کیا ارشاد فرمایا۔ **فقہ** دعویٰ اثباتِ شرائط ثلاثہ بدلیل
 محض سہل و آسان ہے ناشی بہ بزرگ و قلیل کہ شریعتِ محمدیہ ثلاثہ دلائل سے ثابت ہے چنانچہ
 فی الحقیقت اول ثابت محال ہے کیونکہ جو امور کتاب اللہ و سنت کے خلاف ہوں ان کا
 ثبوت کتاب و سنت سے کیونکر ممکن ہو چنانچہ آپ کی دلائل کے جواب میں گذارش ہو چکا اور ہم
 الہامات ہونا جو بار بار آکر زبان پر ہے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اپنی عادتِ قدیمہ کی
 موافق یہ بھی فرما دینا کہ اس مسئلہ میں امتیازِ مذہبہ کیا ہے چنانچہ ہم آئندہ قول میں
 جمیع روایات کے اس بحث کی آپ کی گذارش خدمت کریں گے اور جب شرائط ثلاثہ کا آپ سے رابطہ ہو گیا
 ہو سکتا تو یہ سوال آپ کا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کو خلیفہ مقرر فرمایا یا اس میں
 کیا ارشاد فرمایا ہے موقع ہے مان یہ موقع ہماری سوال کا ہے کہ جب شرائط ثلاثہ باطل ہیں
 تو فرمایا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کو خلیفہ مقرر فرمایا یا اس باب میں کیا ارشاد فرمایا
فقہ رہا آپ کا یہ قول کہ اگر اس کلام کے موافق ہے تو صحیحاً بالوافق الخ جیسا

کلام کر اصل معنی بیان کی گئی اور ثابت کیا گیا کہ جو آپ سمجھ رہی تھی وہ ہرگز اسکا مطلب نہیں ہے چنانچہ
 شبہ مرفوع ہو گیا جو کچھ جناب سالت تھے اس باب میں فرمایا ہوگا ظاہر ہے کہ ہمیں انداز اس
 کلام میں کچھ فرق نہ ہوگا اور اگر مخالفت ہوگی درمیان دو اشارہ بجائی خود حق و درست ہوئے
اقول بحوالہ اللہ وقوتہ سر ثابت کر لی میں کہ جو معنی آپ نے اس کلام کے صہو سمجھ رہی تھی وہ
 غلط تھی اور تمام بکاوہ تھی دوسری کلام میں کیسے قدر تیار ہو رہی تھی پس اس تعلق سے محقق ہر چاہے
 کہ اس کا اصل معنی اور واقعی مطلب ہی تھا کہ جو سمجھ رہی تھی پس بار بار غرض کی طرح اگرچہ حصول سے نفع نہ
 نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس باب میں جو کچھ فرمایا وہ اسکی مرکز نہ تھی
 نہیں ہوگا **قول** تعجب ہے کہ بابت دلیل آپ نے کس دلیل سے مسدود کر دیا ہے حالانکہ یہ سنی
 وہ عرض ہوئی میں جو پہلو دو دفعی میں دہرا کرنا دلیل کی جاتی تو نا دلیل کی بہت گنجائش تھی
 باب تاویل نہایت وسیع ہے **اقول** جن دلائل سے ہمیں باب تاویل کو بھگا بند کیا ہے
 وہ دلائل وہ ہیں کہ جن سے ہم نے انکی معافی کو چل کیا ہے اور سابق میں مذکور ہو چکا ہے میں اور میں
 یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ یہ معنی جو آپ نے بیان فرمایا میں محض خیالی میں اور واقعی ایسی معافی
 تاویل نہیں کہا جاتا بلکہ یہ تحریف معنوی ہے پس جس جگہ عبارت مجزا ایک معنی کسی دوسری
 معنی کو محتمل ہی نہ ہو اور نہ مجزا ایک معنی موضوع کے کسی دوسری معنی کے ثبوت پر کوئی توجیہ
 قائم ہو بلکہ نفی احتمالات پر قرائن دلالت کرتی ہوں تو ایسی حالت میں باب تاویل مسدود
 پیدا کرتا ہے پس اس قاعدہ سے کہ باب تاویل واسع ہے یہ استخراج کرنا کہ ہر جگہ جاری ہو سکتا ہے چہرے کے علم
 فضل پر زیادہ ہے بلکہ اگر ایسا ہی تاویل واسع تو نفوس صریح میں مثل اللہ المتواضعین دیکھا میں
 تو تاویل کچھ تعجب ہے کہ باوجود اسکی خطہ خیر مجتہد مولانا کو فی صریح اختلاف میں سمجھ رہی میں اور
 قابل تاویل نہیں سمجھتا معلوم نہیں میں کس دلیل سے باب تاویل مسدود فرمایا پس باب تاویل کے دست پر
 متفق نہیں کہ جس جگہ جاری ہو سکی۔ **قال الفاضل** بحسب۔ **قولہ**۔ باقی رہا۔
 اہمیت سے یہ سوال خلافت اور نزدیک اردین میں۔ الخ سوا دلائل کچھ ضرورت نہیں

کیونکہ جب امر ثابت ہو تو اس کی شرائط کے بدلائل ثابت فرماؤ گے تو اس کا اہم الہامات ہونا ہی ثابت
 ہو جائیگا اہلسنت کچھ یہی کہاکرین بقائدلائل معتبرہ کے انکا قول کو فیکر معتبر ہوگا۔ اقول۔ جبکہ
 بہت بڑا اختلاف اور مابہ النزاع اہلسنت شیعہ میں امر خلافت ہی شہرا جیسا کہ ثابت کیا گیا
 اور ایک نزدیک بھی جو امر مبنی معظم اختلاف کا یہی وہ بھی بالآخر منجر بحجت امامت ہی ہوتا ہے تو اس
 سوال کی شد ضرورت تھی کیونکہ جب تک وہ امر علم الہامات اور مسائل شرعیہ میں سے عمدہ مسئلہ ثابت ہوگا
 تب تک یہ اختلاف موجب بدعت و ضلالت و گمراہی وغیرہ ہوگا جو طرفین ایک دوسری کو گمراہ
 ہیں یقول العبد الفقیر الی مولانا العفی اہل انصاف دیکھیں کہ
 اسنی کیا عرض کیا تھا اور چار محبتیں ایک اور جو اب میں کیا فرما رہی ہیں یہ جو کچھ فرمایا ہے اسکی
 دلیل عامہ کیسے دے رہی ہیں یا نہیں یہ شخص حضرت کی سخن فہمی ہے اسے سوال کیا تھا کہ اس
 امر میں سے یا نہیں اگر یہی تو اصول ہے یا قروع سے اس پر مبنی عرض کیا تھا
 کہ اس سوال کی کچھ ضرورت نہیں ہے کیونکہ جب مسئلہ امامت مع اسکی شرائط کے بدلائل آپ
 ثابت فرمائیں تو اس مسئلہ کا امر میں سے ہونا بھی ثابت ہو جائیگا اور اصول سے ہونا بھی
 ثابت ہو جائیگا اسکو چاہیں آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب فیما بین اہلسنت و شیعہ بہت بڑا اختلاف
 امر امامت میں ہے اور ایک نزدیک یہی معظم خلافیات راجع بحجت امامت ہے تو اس سوال کی شد
 ضرورت تھی اور اسکی دلیل عامہ ارشاد ہوئے ہے کیونکہ جب تک وہ امر علم الہامات اور مسائل
 شرعیہ میں سے عمدہ مسئلہ ثابت ہوگا تب تک یہ اختلاف موجب بدعت و ضلالت نہ ہوگا پس اس
 تقریر سے ہماری اعتراض کلی کیا جواب ہوا اور اس دلیل کو اپنی مدعا سے کیونکر ربط ہوا ظاہر ہے کہ جب
 یہ مسئلہ بہت بڑا مابہ النزاع ہے اور جب تک اسکا اہم الہامات ہونا ثابت نہ ہوگا تب تک
 یہ اختلاف موجب ضلالت نہ ہوگا تو اس سے صرف یہ بات ثابت ہوئی کہ اسکی شرائط اور اسکی شرائط
 کی اثبات کی ضرورت ہے جب وہ مع اپنی شرائط کی بدلائل سے ثابت ہوگا تو اسوقت یہ
 اختلاف موجب ضلالت ہی ثابت ہو جائیگا پس اسکی شرائط کی اثبات کی ضرورت ہے

یہ سوال کی اور بندہ نے ہی عرض کیا تھا کہ اس سوال کی کچھ ضرورت نہیں ہے آجکے
 محض دعویٰ ہلاوسل فرمایا کہ لائل سے اونکو ثابت فرمادیجی دین میں اور اصول میں ہی ہونا
 خود ثابت ہو جائیگا تو اس عبارت سے ہماری اعتراض کے فتویٰ ہوئی نہ ہماری اعتراض کا
 جواب اور اس سے کچھ بھی منسوخ ہو گیا کہ دعا تو اشد ضروری ہونا سوال کا ہونا اور دلیل سے اشد
 ضروری ہونا ثبات امر خلافت کے مع ادسک شرط کے ثابت ہوا۔ رہا اثبات امر خلافت
 مع ادسک شرط کے سوال کی بحث گذر چکی اسل انصاف بلا غشہ فرمائیں سادہ انصاف سے
 بدل دینیں اور بحث اہم الہامات ہونی کی غنقریب آتی ہے او کی منتظر رہیں **قول**
 المحمد لہ کہ منی للامات کو مع ادسک شرط کے مدلل ثابت کر دیا **اقول** جن دلائل سے
 آپ نے الامات کو مع ادسک شرط بنم خود مدلل ثابت فرمایا ہے اور دلائل کی کیفیت است
 بندہ خود بھی منسوخ کر چکا ہے اور بوجہ اثبات کر چکا ہے کہ یہ دلائل ایسی والہی و ضعیف
 ہیں کہ اگر کو ممکن نہیں کہ قیامت تک ہی ثبوت دعا ہو سکے **قول** امر جو جب اسرا زائد اخفاء
 سے نقل ہوئے ہیں اور منی ہی لفظ یعنی اہم الہامات بلکہ اس سے بڑھ کر مثل اسکی کہ اگر انحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم تقریب علیہا و بان فریضہ مخمور نہ گنتہ ادائی کا جب مذکور ہوا تھا حاشا من ذلک الخ
 جو قریباً اس آیت دانی ہدایت کا ترجمہ ہے کہ وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ موجود
 آپ ان عبارت کو نظر غور سے انصاف سے ملاحظہ فرمادیں۔ **اقول** آپ کی ان تقریر
 اور زیر تقریرات سابقہ و لاحقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو فیما بین اہلسنت و جمیع سنیہ است کہ
 اہم الہامات ہو نیکی بارہ میں تنازع ہو فرمایا اور انکی اس میں اختلاف ظاہر ہو چکا ہے اس میں
 آپ ہی نہیں سمجھ کر اصل امر التنازع کیا ہے اور کس چیز میں تنازع خلاف ہے۔ آپ کو خواہی کلام کو
 شریع ہوتا ہے کہ آپ خلافت کے اہم الہامات ہونے اور ہونیکو باب التنازع سمجھ کر ہوئی
 ہیں اور یہ سمجھ کر کہا ہے کہ تنازع او کی ضرورت اور ہمیشہ میں ہے ایسی اہل سنت کی کہتا رہیں
 جبکہ لفظ ہمیشہ یا او کو ہم معنی مل گیا وہی ثبوت مدعا کیلئے برہم خود رض سے حالانکہ ہم

اہل سنت اور جمیع فرقہ کے اہم الہامات ہونے کی نسبت
 باب التنازع کی کیفیت

خیال بالکل غلط اور سراسر لغو کیونکہ جس شخص پر حکام مخصوص شریعہ کا متبع کیا ہی وہ سمجھ سکتا ہے کہ اہم
اور ضروری ہونا کسی حکم کا اس امر کو ستائز نہیں ہو کہ وہ اصول میں ہو۔ ممکن بلکہ بہت حکام ایسی
ہیں جو فرضی علیٰ میں اور نہایت اہم اور ضروری ہیں کیا آپ کے نزدیک صوم و سلق اہم اور ضروری
نہیں کیا آپ اللہ و نیز باقی ارکان اسلام کو اہم اور ضروری نہیں سمجھتے۔ پس اہمیت شریعی
کچھ ایسی شخصہ نہیں ہو کہ وہ اصول ہی میں ہو بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس کی اہمیت بوجہ وجوب قطعی
الثبوت ہونی کے ہو چنانچہ ایمان بالقرآن فیض اور اجتناب عن المحرمات اس کی سی شاید عدل
کافی میں اور نیز ممکن ہے کہ اہمیت حکم کی باوجود اس شریعہ کسی دوسری ضروری امر کی ہو ہو سکتی
و سئل تو حکم مقاصد کا دیا جاتا ہے اور ایسی وجہ ہو کہ مقدمہ الواجب واجب قاعدہ قرار پایا
چنانچہ مہنی جو لفظ اہم الہیات کا لکھا ہے وہ اسی اعتبار سے لکھا ہے اور یہ امر سیاق عبارت سے بخوبی
ظاہر ہے اور ہر شخص اس کو سمجھ سکتا ہے بشرطیکہ ہم سے کام لے پس یہ ضرور نہیں کہ جو بردہ
شرع اہم ہو وہ اصول میں ہی داخل ہو مان یہ ضرور ہو کہ جو امر اصول دین میں ہو وہ گناہ ضرور
اہم اور ضروری ہو گا پس ہم سناہ است کو اہم اور ضروری کہتے ہیں لیکن جو اول میں ہی نہیں سمجھتے
اور حضرات شیعہ اس کو اصول دین میں داخل کرتے ہیں تو منشاء نزاع فیما بین اہل سنت و شیعہ
ام خلافت کا اہم اور ضروری ہونا نہیں ہے بلکہ اصول میں ہونا ہی سیلی ہماری حق بات میں
وہ دلائل پیش کرنا جبکہ مدلول صرف اہمیت خلافت ہو بالکل نامیات اور پوچھ میں جبکہ منشاء
یہ ہو کہ مسئلہ بالانزع کو ہر مہین سمجھا اور نہ تعیین محل نزاع کا اس کو معلوم ہوا۔ نہ وہ دلائل اس
قابل میں کہ ہم ان کو نظر التفات سے دیکھیں اور اصل وجہ اس نزاع و خلاف کے فیما بین اہل
و شیعہ مسئلہ خلافت میں یہ ہو کہ اہل سنت کہتے ہیں کہ عباد پر واجب ہو کہ یکو اپنا خلیفہ بنا دیں اور اہم
مقرر کریں اور شیعہ کے نزدیک اس میں عباد کو کچھ دخل نہیں ہے بلکہ کہتے ہیں کہ خدا پر واجب ہو
کہ وہ خلیفہ و امام کو مقرر فرمادیں اہل سنت کے نزدیک جب استخلاف عباد پر واجب ہو تو اس کا
وجوب سلب ان کو عمل کے ہو ایسی فرضی عملی ہوا۔ پس یہ بہت اہمیت کے اس کو ابطال کے ایسی وہ

دین فلاح اب ہوگی جو اس لئے کہ فریعی ہوئے کو بطل کر دے اور اصول ہونا ثابت کری اور اسی
 کو جو دلیل ازائمہ عقائد نقل کی ہو وہ ہر مفیدہ عجیب نہیں ہو کیونکہ اس اگر ثابت ہوتا تو قہر نہایت ہو
 کہ خلافت و نصیحت مختوم ہے وہیں اور یہی تسلیم ہوگی اصولی ہوئے کو ہرگز نہیں بلکہ کلام و ثابت
 کہ نصیحت مختوم ہی عباد پر ہی اور ان کے عمل کے متعلق ہے تو اس پر ہی اس کا فریعی عملی ہونا ثابت
 ہونا اصول میں ہی ہونا۔ رتائیت دان لم تفعل فمالغت رسالتہ۔ مسی بہت لال اس دعا پر
 اس سے ہی زیادہ دیکھ کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو احکام و وجوب حضرت
 و اب دلائل و کرامت اور علیہ القیاس قصص و امثال و مشاہدات وغیرہ سے نازل ہو
 اور جنکی نسبت حکم ہو کہ عباد کو پوچھا و حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب ہو کہ ان سے
 تبلیغ فرادین اور کسی میں اختلاف کو تا ہی نہ فرادین خواہ وہ اہم اور ضروری مثل فرائض کے ہوں یا ہون
 پر اگر غرض محال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سے کسی امر کی تبلیغ میں اختلاف فرما
 خواہ وہ امر ضروریات دین سے ہو یا ہو تو یہی تبلیغ رسالت میں کو تا ہوگی اور مصروف آیت
 وان لم تفعل فمالغت رسالتہ صادق آویگا۔ پس اس آیت شریفہ سے اثبات اہمیت پر مستند
 لانا اس لئے لا طائل ہو پس ان جہات کو ہماری فاضل تجویب بخود ملاحظہ فرمائیں اور قتل و شہادت سے کہیں
 معذرت نہ دے جتنا اور یہی ثبوت ہے جو جن جہات کے آپ فضیلت کے مستحق ہیں اور یہی
 منظم اختلاف کا انکسار و فاضل کو ہی التفاد کرتے ہیں وہ ہی ایک کو ایسا اہم اللہات سمجھتی تھی کہ یہ
 کائنات و موجودات کی نسبت اہم ہر دون پختہ و کھفین کی جو یہی اور اس کی طرف ایک
 صحابہ کرام توجہ ہی نہ ہوئی اور عقیدہ بنی ساعدہ میں تالی نے اول کو خلیفہ بہا ہی دیا اب تو یہی
 کہ ہمیں یہ جلد ہی عجیبت کہ سر محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال اور پہلے الہام
 کی اہم دی و صورت پر وال سے اور خلافت کے اہم الہامات ہوں کی غرض سے کہی با کسی اور غرض سے
 مفصل ارشاد ہو اور یہ حال کل کتب احادیث و تارخ و سیر میں درج ہے اور ہمیں تو
 مدارج انبوت کو ہی ملاحظہ فرادین اس میں عجیب سے ہی لفظ یعنی اہم الہامات تحریر پر

اقول اس مسئلہ میں یہی وہی خرابی موجود ہے کہ ہماری فاضل مجاہد نے امتنا زونہ کو
 اثبات مطلوب سے اپنی عادت قدیمہ کے موافق پس پشت ڈال دیا اور اس کو مہول گئی اور حضرت
 لفظ اہم الہیات کہ چھپی ہوئی اور یہ نہ سمجھا کہ یہ التزاع کیا ہے اور اگر یہ ثابت ہو گیا تو اس
 شخص کو کیا نقصان ہوگا آفرین ہے اس علم و فہم پر اور شاہ اس جہاد شرم کو سقیفہ نبی علیہ
 کہ قصہ ہو جو اپنے مسئلہ لال فرمایا ہے بالکل لاطائل روح ہے کیونکہ غایتہ مانے الباب اگر اس سے
 لازم آتا ہے تو یہ لازم آتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے امین خرد میں میں دیکھ کر باہم
 متعارض پیش آئی ایک امر کو جو زیادہ اہم تھا دوسری پر غلبہ نہ فرمایا۔ پس اس سے بجز اسکی
 کہ یہ ثابت ہو کہ اختلاف اہم اور ضروری اور واجب ہے اور کیا ثابت ہوتا ہے سوا اسکا کوئی مسئلہ
 یا نہیں ہے حضرت خضر و الفتن و اجابات علم میں وہ سب اپنی اپنی رتبیہ میں اہم اور ضروری ہیں نسبت
 نزاع میں ہے کہ اختلاف اصول میں ہے یا فرع میں ہے یا فرع میں ہے اس کی صحت ثابت ہے
 کہ اختلاف اصول میں ہے نہیں ہے بلکہ فرع میں ہے کیونکہ جو لوگ شریکیت سمجھتے
 بنی ساعدہ تھے وہ سب علم مخصوص خلیفہ اول خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہما وجوب اختلاف کو
 منہ و بطن سے اعتقاد کرتے تھے تو اس سے صاف ثابت ہو کہ یہ واجب اذکر نزدیک
 داخل فروعات تھا۔ رہا یہ امر کہ اختلاف کا انجام تمیز و تکفین نفس اطہر و احد سے صلوات
 علیہ وسلم سے اہم اور اقدم تھا یہ خود ظاہر ہے کہ اختلاف ایسا مقدم ہے کہ اس پر احکام
 بنا دین و اسلام اور نظام ام دین موقوف تھا اگر اس میں توازن آتا تو خدا بخداستہ تمام دین
 ہی درہم بہرہم ہو جاتا اور تمیز و تکفین کی تاخیر کوئی خرابی لازم نہ آتی تھی اور ہمیشہ فائدہ
 کہ ہم الامین کو دوسری پر مقدم کیا جاتا ہے مگر تعجب یہ ہے کہ جناب امیر رضی اللہ عنہ نے زمانہ خلافت
 خلافت اللہ رضی اللہ عنہم میں اس خوف سے کہ اگر میں اختلاف کا مطالبہ کروں اور وہیں منہ
 کروں تو یہ تمام لوگ جو بظاہر کلمہ گو اور بیاطن کا فر میں ظاہری اسلام سے بھی پر جاوے گا
 اور تنہی اور تہذیب کثری ہوگا اور اختلاف کا مطالبہ نہ فرمایا اور اس کو ترک کیا اور جو امر مشکل

توحید و نبوت کے اصول دین میں ہوتا تھا اور کچھ بھی بدل گیا تو گویا جالب میرضی اللہ عنہ نے موافق
 اصول شیعہ کے کفر و نفاق کو اصل اصول ان کے مقدم فرمایا اور کفر و نفاق کو بنیبت اصول دین کے اہم الہامات
 سمجھا تو اس سے معلوم ہوا کہ معاذ اللہ اگر نزدیک کفر و نفاق اصل اصول دین سے اہم اور ضروری تھا
 نفوذ باللہ من ذلک۔ اور یہ طعن کہ تعالیٰ یہ نفس الہی کی تجویز و تفسیر کا بیڑہ متوجہ نہ ہوئی
 اس کا جواب ہم الہامات سابقہ میں مفصل گذارش کر چکے ہیں حاجت اعادہ نہیں۔ پس اگر اور ہم
 النبوة وغیرہ میں خلافت کو نسبت لفظ اہم الہامات درج ہو تو وہ ہماری مرکز مخالفت نہیں ہے
 اور نہ ہماری محبت کے مفید مدعا بلکہ وہ اسی معنی کے اعتبار سے ہے کہ جو ہم گذارش کر چکے ہیں
قولہ شرح عقائد نفسی میں یہ عبارت موجود ہے ولان الامۃ قد جعلوا
 اہم الہامات بعد وفات النبی عم لصب الامام حتی قدموہ علی الدفن
 ولکن الحد موت کلی امام ولان کمیناس الواحبات الشرعیۃ یتوقف علیہ الخ
 شرح عقائد نفسی تو شاید اصل سنت میں کتب و رسم میں تھا اور حضرت مجیب عالم فاضل میں نے غلطی سے
 کہہ کر کتاب سے بظاہر ہی ہو گئی پھر یہ ہے کہ حضرت امامت کو اہم الہامات نہیں سمجھتے۔ **اقول**
 عبارت منقولہ شرح عقائد نفسی سے پسند لال کفار یہی وہی خطا ہے جو ہماری فاضل محبت کو
 واقع ہو گئی ہے کہ ابہ النزاع کو فراموش فرادیا ہے اور لفظ اہم الہامات کے عجمی ہوئی میں نے
 یہ لفظ طلب فرط خوشی سے جامہ سے باہر ہو گئی اور اکہیں اندک کر کے کہ تجھی بوجہی نقل
 کر دیا اور سمجھ کر میدان مارا یہ اس فہم پر کس قدر دعویٰ اور کیا کچھ ناز و نفرت را عن عبارت
 میں بجز اس کے کہ لفظ اہم الہامات مذکور ہے جو مفید مدعا نہیں اور کونسا لفظ جس سے ثبات
 ہوتا ہے کہ امامت اصول دین میں ہے۔ اور پہلے گذارش ہو چکا ہے کہ لفظ اہم الہامات
 سے ثبوت اس امر کا ممنوع ہے کہ یہ حکم اصول میں ہے اور فروع میں سے نہیں
 شرح عقائد بیشک درسی کتاب ہے لیکن اگر کچھ مفید نہیں بلکہ اس شائستہ ہدایہ کے سطور تو اگر آیت قرآنی
 ہی ہو تو یہی ثبوت مدعا محال ہے۔ پس اگر آپ ہماری امر امامت کو اہم الہامات

یہ سمجھنے سے تعجب فراہم تو کچھ تعجب نہیں لیکن تعجب یہ کہ خود ہی سوال فراہم کر لیا
 نزدیک خلافت امیر دین میں سے ہو یا نہیں شق اول میں اصول میں سے ہو یا فروع
 سے (اور خود ہی بول جاوین یا ہو لا دیوں قول) جو امر واقعہ میں اہم ہو وہ کسی
 مانع نہ ماننی چنانچہ نہیں اہم اہم ہی ہے مگر حضرات اہل سنت کا عجیب حال ہے کہ خود ہی کہا
 امر کو اہم المہات کہتے ہیں بکا اسکا ایسا ہونا بدلائل ثابت کرتے ہیں اور بالیقینہ خصم
 مفت باد میں اسکو نہایت ہی اخف سمجھتے ہیں **اقول** بے شبہ جو امر واقعہ میں اہم
 ہے اسکو کوئی ماننے یا نہ ماننے وہ ہر طرح اہم ہے لیکن اگر اس سے یہ مراد ہے کہ خلافت
 بہت بار داخل اصول ہونے کے اہم ہے تو یہ ہر مسئلہ جو اس وقت تک آئے اسکی ثبوت
 کو یہی نہ کوئی دلیل پیش کی نہ کوئی حجت بیان فرمائی تو اسکو دھتکہ بلا دلیل کیونکر تسلیم
 کیجا دی۔ اور اگر اہمیت خلافت اسطرح منحوط ہے جسطرح فرعیات بالواسطہ اہم ہوتی ہیں
 تو اسکا کوئی مستند نہیں پس یہ اہل سنت کا حال نہیں ہی ہے جسپر آکاؤ تعجب کر
 یہ صرف حضرت کے علم و فہم و فضل و کمال کی خوبی ہے کہ اہم ہونے اور اصول میں
 ہونے میں امتیاز نہیں کر سکتی اور یہ تم تفرق نہیں سمجھتے مہنت کے نزدیک اہمیت
 وغیر اہمیت باعتبار محنت تفرق ہو لیکن بہتے حضرت شیعہ کی حالت عجیبہ قابل مہنت ہے کہ
 ہو کہ خود ہی اسکو اہم المہات اور اصول دین میں سے کہتے ہیں اور خود ہی فرماتے ہیں کہ ائمہ نے
 کہہ خلافت کا نام ہی نہیں لیا بلکہ بعض نے تو خلعت خلافت جو مانی نبوت ہے
 ایک کا فو منافق کو ملے نہ کہ ہم بخشد یا ان نڈلاشی عجب **قول** جب ہمیں اسکو
 اہم المہات بدلائل سے کہتا تو اب آپکی ہی قول کے موافق اہل سنت کیجیے ہی کہا کریں یہ ہم
 اہم المہات ہی ہو مقابہ دلائل معتبرہ کہ وہ بالا کا قول معتبر نہیں **اقول** بے شک اگر آپ
 دلائل معتبرہ شرعیہ سے کہ خلافت کا اصول میں ہونا ثابت کر دیجئے تو اہل سنت کا قول
 مقابہ دلائل شرعیہ کے کیونکر معتبر ہوتا لیکن دلائل شرعیہ سے اسکا ثبوت کہ امر خلافت

مشق تفصیل کے نہیں ہو سکتی اب ہم اپنی اس عاکر ثبوت پر آپ کی محبت کے معالجہ کے واسطے لکھ رہے ہیں
 دلیل لا کر میں وہ بحث کرتا ہوں جو حضرت علیؓ پر تحریر فرماتے ہیں اتفاقاً الجہد من المسلمین
 علی ان المصیب من الجہدین المتساقلین فی العقلیات الی وقع الکلیف بہا
 واحد وان الآخر مخطئ اثم لان الله تعا کلف فیہا بالعلم ونفسہ علیہ دلیلہ فالخطئ
 لمقصر فبقی فی العمدۃ وخالف فی ذلک سڈ وڈ من اهل الخلاف وهو بمکان من
 الضعف واما الاحکام الشرعیۃ فان کان علیہا دلیل قاطع فالمصیب فیہا ایضاً
 واحد والمخطئ غیر معذور وان کانت مما یفتقر الی النظر والاحتیاد فالواجب
 علی الجہد استقراغ الوسع فیہا ولا اثم علیہ حیثی قطعاً بغیر
 خلاف ایضاً یہ۔ پس اپنی شبہات کی شہادت کو بلا خطہ فرمائی اور اپنے
 استدلال کو کچھ کچھ تو شرابی نہیں سمجھ کر گذارش کرنا باقی بچھا کہ تمام فرق شبہات کو نہیں
 جو کچھ اصول بن میں نکاذب و تجاہد و خصوصاً فرق شبہات میں جو کچھ در باب است
 اختلاف ہو اوسکی نسبت ہم پوچھتے ہیں ہماری فاضل عجیب فرماتے ہیں تو سہم۔ قطع نظر اس سے
 آپ کو اکابر و اسلاف مثل شام ابو یوسفی اور من الطریق جنسہا ہم حکم بنہ انکر و الی الخ
 اس جہد اور اس علم پر تفتن میں انجمن میں جو باہم ان عقیدت میں تفتن میں جنسہا ہم
 واقع ہوئی ہو ایک مصیب ہو اب یہ اور دوسرا خطا ہے اور گنہگار کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اوسین علم کی تکلیف
 دی جو دلیل قائم کی ہو۔ پس غلطی اور کوئی گناہی کرنے والا ہے تو اسکو ذمہ پڑتی رہیگا اور میں
 اہل خلاف میں کے چند لوگوں نے خلاف کیا ہے اور وہ ضعف کے نہایت مرتبہ میں ہے اور لیکن
 احکام شرعیہ اگر ان پر کوئی تعلیٰ دیس ہو تو اوسین میں ایک ہی مصیب ہے۔ اور غلطی
 معذور نہیں اور اگر وہ ان احکام میں ہو جو نظر و اجتہاد کی طرف محتاج ہیں تو مجتہد پر نہیں
 کوشش خیر کرنا ہے اور یہ ان غلط کے جو قبل منہار ہو اسوقت اوس پر یقیناً گناہ نہیں ہو۔

کہ میں لکھ چکا ہوں جو یہ سب ضروریات دین کے منکر تھیں اور اصول میں جن میں فرق اہل اسلام کے فرائض
 تھے اور غرض اور غرض کے شایعہ القیوں میں علو کبریا کی جسم کے قائل تھے اور کلمہ نسبت بنفسہ لفظ
 فرائض۔ اچھا فرق شیعہ اور فرق ناسیہ کو اور ان کے اختلافات کو دینی و جناب امین ہا میں
 ثانی و ثالث درپیش مسلم خلافت امیر ہو یہ جو اختلافات ہو اگر یہ مسئلہ اصول میں میں سے ہے
 اور اصولی اختلافات مستوجب تفصیل ہے تو معاذ اللہ اپنی اصول پر کسی کو کفر یا تکفیر نہیں سمجھیں گے
 نیز امام ربیع شیعہ احمد سعد بن حنفیہ میں باہم امامت میں اختلاف ہو اگر ہر ایک شخص امین سے
 اپنی امامت کا دعویٰ اور دوسری کو امامت کا منکر ہو تو فرامیہ کہ اپنی قاعدہ کے موجب
 کسی کو کفر یا تکفیر نہیں سمجھیں گے اور کسی کو بدعت اور منال کہیں گے اور جو کچھ اختلافات کفر و عاصی میں ہوں
 اور کسی کو کیا ذکر کر دے **قول** اس فردعی مسئلہ کے لیے انکی خلیفہ ثانی کے خلیفہ اول کے
 بیعت ہو گئی تھی اور انکو کہ اور امین جناب امیر علیہ السلام دینی ہا تم اور انکی عشر و عشرتین امیر
 ہی تھے گھر چلانے کی دیکھی کیوں دی اور ان حضرات کا کچھ پاس ایسا نہ کیوں نہ ہو
 اختلاف میں اس تشدد کے کیا معنی **اقول** اگر فردعی اختلافات انکو نزدیک مستوجب
 تشدد نہیں ہے تو جناب امیر جناب امام حسینؑ پر انکو غسل بیت المال ہے بقدر ایک ایک مل کے
 دینے پر کیوں اس قدر تشدد و بغض فرمایا اور کیوں انکو مارنے کا قصد کیا اور انکا پاس لٹا
 کیوں لٹا آپ ہی فرامیہ کہ فردعی اختلافات میں اس قدر تشدد کے کیا معنی۔ اور نیز جبکہ غیر
 مسلم شیعہ مخالفین کے ڈر سے گھر میں ایک کریمہ گھر اور اپنی حق و فرائض کو خیرہ کا نام
 لکھ لیا اور جناب معصوم حضرت فاطمہؑ نے حضرت کی (بروایات قوم و اہل بیت
 علیہم السلام) کیا کچھ تذلیل و تہنیت کی اور کسی سی کلمات ناملائم مستحکم فرمائی پس اگر
 فرعات مستوجب تشدد و دشمنی ہوتے تو آپ جناب امیر کی ایسی کیوں نہ ہو تہنیت
 صرف فروعات کی ایسی فرامیہ اور کیوں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت و آخرت کی حیثیت
 اور انکی امامت و عصمت اور افضل الناس ہونے کا کچھ ایسا نہ فرامیہ فروعات میں

فرامیہ فروعات میں تشدد و دشمنی

اس قدر تشدد کو کیا معنی۔ اسی ہی ایک طرف کہ جناب بن عمر السیاقی نے فرمایا کہ اللہ بن عباس
 جبکہ لشہادت و امارت قوم بیت المال پر سے کچھ مال لیکر آئے تھے اور جناب سیر کو اس امر کی
 اطلاع ہوئی اور انہی ایک سخت تشدد کا خط لکھا جو بیچ البدینہ میں درج ہوا اور ہم بحاث
 سابقہ میں اس کو نقل کر آئے ہیں اور میں یہاں تک لکھا۔ فاتحہ فصل شرا مکتبی اللہ
 لا عذر منک اللہ فیک ولا عذر منک فیہ پس اگر فروعی اختلاف مستوجب
 تشدد نہیں تو جناب سیر نے فروعیات میں کیوں تشدد کیا اور کیوں پابن لحاکہ کچھ
 لکھا اور یہاں تک فرمایا کہ اگر حسن و حسین ایسا کام کرتے تو میں ان سے بھی صحت نہ کرتا اور باطل
 کو ان کو مظہر سے دور کرتا پس اگر فروعی اختلاف مستوجب تشدد نہیں ہوتا تو ان کو اس تشدد کو
 کیا معنی اور اس کو علاوہ جناب سیر نے اپنی اعمال پر فروعیات میں تشددات فرمائی وہ ہی ان کو
 نزدیک تسلیم اور ناجح ہونگو۔ قطع نظر اس سے کہ یہ سب بھی ان کی نزدیک یا گلیا کہ حدود و قصاص
 کا اجرا اور سیاست و تعزیر کا عمل سب ظلم ہے اور ناجائز کیونکہ یہ لمورد اللعان و فساد میں باور عیت
 میں آیا تشدد جائز نہیں ہے تو یہ بھی جائز ہونگو پس ان کی اس قاعدہ نے شریعت کا ایک بہت
 بڑا حصہ ہی ہند کر دیا اور بنیاد اسلام کو ہی گرا دیا۔ آپ کے اس علم و فہم پر نہایت افسوس
 اور بڑا افسوس اس وجہ سے ہے کہ آپ نے نام انحراف و انحراف دانی اور موافق و مخالف کی گستاخوں کی
 اوراق گردانی میں گذاری ہے علم مخصوص تحفہ اثنا عشریہ تو ازیر ہوگا پیرا سیر یہ حال ہے
 اب تحفہ گذارش ہو کہ تحفہ میں جواب فقہ احراق بیت سفید طائفہ کو ضمن میں لکھا ہے
 کہ جناب فاروق کا یہ قصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سبقت ہی کہ حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے متخلفین عن الجماعۃ کو حق میں عید تحریر فرمایا تھا حالانکہ جماعت
 فروعیات میں یا وجہ ہی یا سنت ہو کہ پس اس کی ترک کے وجہ سے جب آپ نے عید احراق
 صادر فرمایا تو معلوم ہوا کہ فروعیات میں ہی تاکید و تشدید جاری ہوتے ہی اگر ان کو
 فن حدیث سے کچھ ہی مس ہوتا تو صد احکام اس مستحکم کی ہم ہو چینی مثلاً چند ہی روز

کہتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک صلوات کو کفر سے تعبیر کیا یا غیر حج کی رکن کو
 یہودیت و نصاریت کی تعبیر فرمایا۔ جس خطہ والی نسبت اہل اہم تھا کہ اسنی کو کئی لوڈی کے ساتھ
 زندہ کی ہو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کا قتل کا حکم دیا گیا ہے فرمایا لو ان فاطمہ بنت محمد مرت
 (اما ذلک من ذلک) نقطتہ بیا علی بن ابی القیاس با سب بالغہ صدر اسی واقعات
 فریقین کی کہ یونین نکلیں گے جاسر اس پر دس و سبیل ہوگا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے اور جناب امیر نے فروعات میں ہندیدات و تشدیدات فرمائے ہیں۔ پس لہذا
 یا احوال میں داخل سمجھنا اپنی قول سے رجوع کیجی اور قائل ہو جی کہ یہ الزام غلط تھا و نہ
 فروعات میں تشدیدات شرعاً وارد ہوئی ہیں ہندیدات و تشدیدات مجوف و محو لہذا تشدیدات پر ہندیدات
 کیا درز اگر میری ہمدی جناب حق طلب کو شک رہیگا تو ہم انشاء اللہ تعالیٰ اسکی بہت بڑی بات
 و بیشین کی کہتا ہوں مگر مگر دیکھی قول فروری سائل سے جواب موت جاہلیہ سے نہیں
 رہا ہر حال تا کہ یہ جاہلیہ و من لم یعرف امام زمانہ فقد مات متہ جاہلیہ متفق علیہ
 ہے کہ اصل امام زمانہ موت جاہلیہ سے مراد ہے اگر یہ بات ہو کہ جاہل سائل فروریہ کا یہ حال ہو
 تو اگر خلف شملہ بعض مسائل نہیں جانتی تھی حتی کہ بعض الفاظ قرآنی کے معنی سے آگاہ نہ ہو
 انکا کیا حال ہوگا۔ اقول اس مسئلہ میں بوجہ چند بحث ہے۔ اول قائل اس بات کو
 اس مسئلہ کو سبب رجعت ثابت کرنا چاہی۔ دوسری یہ کہ یہ ثابت کرنا چاہی کہ سبب رجعت
 امام سے مراد خلیفہ ہی ہے کہ ہم کہتے ہیں ممکن ہے کہ امام سے مراد نبی یا کناب اللہ ہو جائے پھر احادیث
 لفظ امام کا کتاب اور نبی پر کتاب اللہ میں وارد ہے۔ تیسری یہ کہ جب است پیکر نزدیک
 اصول دین میں ہے اور اصول دین کی اثبات کو یہی دلائل قطعیہ کا ہونا ضروریات ہے کہ
 او یہ خبر بحدیث صحیحہ خبر واحد ہو اور قطعی ہو اس سے اصول دین کی اثبات ممنوع ہے جو چاہی
 یہ کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے معرفت نبی کو کافی نہیں سمجھا اور اس امر کی خبر دی کہ کف ہو
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال معرفت حاصل تھی اور ارشاد فرمایا کہ میں نے اسکی

حدیث میں حضرت امام سے ارشاد ہے کہ خداوندی جو یہ ہندیدات کا احوال

اِنْسَانُ لَهْمٌ اور نہ جو اس کمال معرفت کے اندر حق میں تحقیق ایمان کے لیے کافی اور معتبر نہیں ہو کر
 تو امام کے حق میں یہ معرفت کیونکر معتبر ہو سکتی ہے پس اس معرفت سے یا وجوب ایمان مراد ہو
 یا وجوب طاعت اول یا ثل جو کیونکہ خداوند کریم نے اپنی کتاب مجید میں بجا ایمان مذکور
 فرمایا ہے یا ایمان بالہدے یا ایمان بالرسول یا ایمان بالکتاب ہم یا ایمان بالبعاد کیجئے ایمان بالانہ
 نہیں فرمایا اگر ایمان ہی داخل اعتقاد یا ست ہوتی تو کہیں تو خداوند کریم تعالیٰ کے شانہ پر
 کتاب میں مذکور فرمانا اور جب کیجئے اور اسکی نسبت ایمان کا ذکر نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ
 اصلی واعتقاد ہی نہیں ہے تو فرضی عملی ہو چنانچہ کتاب اللہ میں دوسری اشق یعنی حجت
 ذکر فرمایا اور وہ بھی اس طرح ہے کہ اعمال و قصات و نواب علیا کو شامل ہے اور ظاہر حکم وجوب طاعت
 امیہ کا جو فریعات سے ہے اور مشطوق بافعال عبادی تو معلوم ہوا کہ معرفت سے مراد ایمان
 تو نہیں ہے اگر کسی تو الیٰ لغت سے کیونکہ خداوند تعالیٰ نے ایمان بالانہ کی کیفیت نہیں ذکر
 بلکہ انکی طاعت کو مامور بہ فرمایا اور اس حدیث کے اس صورت میں یہ معنی ہونگے کہ من لم یطع
 امام نہ جہان فقد مات متینۃ جاہلیۃ اور یہ معلوم ہے ہر چہ کہ حکم وجوب طاعت
 فردع میں ہے تو یہ نیز لہ اذن فروعات کو ہوگا جنکی منکبات تاکیدات و تہذیب کے ہدایت
 میں مذکور ہیں مثلاً ترک صلوٰۃ سے کفر کے ساتھ تحریف مذکور ہو کر حج سے موت ہووت
 و نظر اہل بیت سے ڈرایا گیا ہی ترک تقیہ کو نہ روح دین کی تعمیر کیا گیا ترک شیعہ کو خروج اہل بیت
 بیان کیا گیا ہے حالانکہ اولین سے کوئی مسئلہ اصلی اعتقاد ہی نہیں ہے فریعات میں تو اس طرح
 اس مسئلہ فرضی میں ہی تخیل و تشدید کے طور پر اپنے پیر شاہد فرمایا۔ اس وجہ سے کہ بہت سے
 وائض و واجبات کا موقف علیہ ہے بلکہ اجرائی شرائع اسلام و شعاہ دین اس پر منحصر ہیں
 اگر اس میں خلل ہو تو تمام دین میں برہمی پیدا ہوگی اس پر اس طرح اس شیعہ جناب اسیر نے بھی
 بہت فرمایا تھا تو ایسا مسئلہ فرضی جو موقف علیہ تمام دین کا ہو بہت زیادہ تحقیق
 ہو کہ اسکی ترک داخل سے موجب تشدید نہ ہو اور علیحدہ کے ساتھ عباد کو ڈرایا جاوی

پس یہ وہی جیسا کہ خلافت کے اعلیٰ مقام پر پہنچنے والے کو خوش فہمی کا یہی
 ثبوت ہے۔ پانچویں محل طعن دوسرے لال میں موت جاہلیہ سے کیا مروی اگر موت علی الکفر اور
 وفات سے پہلے ثبوت سے کہی اور اگر موت جاہلیہ کے ساتھ تشبیہ مراد ہے کہ جیسی کہ جاہلیہ
 میں لوگ خود مہر مٹے تھے اور ان کا کوئی امام عام نہیں ہوتا تھا ایسی ہی یہ شخص بھی جو امام زمانہ
 کو نہ جانے اور اس کا منقاد نہ ہو خود مرثیہ سرت رزاقہ جاہلیہ کی مرگھا تو کوئی وجہ شخص طعن
 دوسرے لال کی نہیں ہے۔ باقی رہا خلفائے رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نسبت طعن کہ بعض مسائل
 نجی تھے اور ان کا کیا حال ہوگا سوا دل تو اس طعن کی بنا پر جو ناسد ہی کیونکہ اول اثبات
 کرنا چاہی کہ ہماری نزدیک جمیع مسائل جزیئہ کا علم شرط ہے ورنہ خطر الفتا و احزاب
 نہیں تو پھر یہ طعن محض غرضاء علی الناسد ہے دوسرے یہ کہ ہم کہتے ہیں کہ بعض مسائل جناب
 امیر مہدی نجی تھے چنانچہ جناب امیر نے قوم مرندین کو جلوایا حالانکہ شریعت میں ہر
 احوال نہیں ہے اور نیز جناب امیر نے مخم کہی جلوایا اور جناب امیر نے غلمان و حواری جو
 جاری فرمائی من لایخضر من ہر درہ ابو ایوب غنیمۃ علی بن عبد اللہ علیہ السلام
 قال انک ان کتابک انہ کان یضرب بالسوط و ینصف السوط و ینصفہ
 فی الحد و اذا اتی بسلام او حادیۃ لم یدرکاک و لم ینک یعطل
 حد من حد و اللہ - حالانکہ رفع القلم عن ثلثہ صریح حدیث متفق علیہ ہے
 اور نیز جناب امیر نے حد مرقعہ صاف کر دی من لایخضر من ہر و جاء رجل الی امیر
 المؤمنین علیہ السلام فاقربا بالمرقۃ فقال لہ امیر المؤمنین انقرض الخیامن
 کتاب اللہ عن رجل قال نعم سورۃ البقرۃ فقال قد و هبت یدک سورۃ البقرۃ لہ حالانکہ سیدنا
 سید امام ابو محمد علیہ السلام مروی ہے کہ فرمایا حضرت علیؑ کی کتاب میں ہر ایک آپ پوری کوڑی سے اور وہی کوڑی کوڑی
 یعنی حد میں آتا ہے جیسا کہ کوئی نہ مانع رکھا یا لڑکی مانتے ہی اور اللہ کے حد کو سطل نہیں کرتے من ۲۰
 کے ایک شخص امیر المؤمنین کے پاس آیا اور چوری کا اقرار کیا تو اس سے کہا کہ تیرا کیا تو مجھ کو قرآن ہی پڑھاؤ
 کہ انا ان سورۃ بقرۃ نہ پڑھتا تھا کہ میرا حق سورۃ بقرۃ کے بدلے دے دیا۔ ۱۲۔

حدیث امیر مہدی نجی سے

حدود میں یہ تشریح و تہا کہ حبیبان پر جاری کیجائی تھی اور عقل نہیں سمجھتے تھے یا یہ کہ عقل
 بالغ پر جاری تھا اور عقل قرآن کی اور خلاف شرع ایک قاعدہ گہر و یا کہ حسب تکلف تھی
 اور اگر کہ تو امام کو اخذ و عقو کا اختیار ہو لیکن حسب بنیہ قائم ہو تو امام کو عقو کا اختیار نہیں
 علاوہ ازین اگر امام ابو جعفر سے من لا یخضر من اسی قسم کی روایت بھی وقت الامام
 عن محمد بن مسلم عن ابی جعفر علیہ السلام قال سالت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال
 ان کان لہ سبع سنین او اقل وقع عنہ فان عاد بعد المبعی فماتت بناتہ او
 حتی تدمی فان عاد قطع منہ اسفل من بناتہ فان عاد بعد ذلک وقد بلغ سبع سنین
 قطعت یدہ ولہ یضیع حد من حدود اللہ۔ اور یہی شرع ہے جو ہم میں ہے کہ اگر
 حدود کا حبیبان مرفوعین سے ہم تقلم خلاف شرع ہو اور حکم ولایت منع حد من حدود اللہ وغیرہ
 سے یہ بھی ثابت ہو کہ یہ حق ہے یا مست اور بغیر نہیں تھی۔ علیہ السلام میں روایت مسئلہ
 میں کہ جو بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی حکم نہ تھا پس جو صل خبیہ امیر و دوسری امام کا یہ کہ وہی
 خلفائے راشد کا ہرگز **قولہ** اگر از عین حبیب سید علیہ السلام عدم ارادت انبیا و رسول
 نہ نہیں اگر کیا کیفیت ہوگی **اقول** ان کا یہی ہماری نزدیکی کو ہی کیفیت ہوگی جو کہ
 جن بابائے دوسرے امام کی ہوگی اور جو کہ خلفائے راشد کی ہوگی۔ **قولہ** اسے امام العباس سے ہونا ثابت
 کیا کیا ہو اگر یہ فرد کی سند ہوتا تو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اس نسبت الیہی الفاظ بخیر
 نظر ثانی جو غبار میں موجود ہیں **اقول** یہ تکرار بیفائدہ ہے عنقریب یہ ہند لال اچھی ہند
 چکا ہو اور اس کا جواب بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ عبارت مرکز اس مسئلہ کی پہلی ہوتی ہے
 دلیل نمبر ۱۱ ہو سکتی ہے محض حضرت کے خوش فہمی پر پس **قولہ** اگر ابن مسعود سے
 امام ابو جعفر سے روایت کرتے ہو کہ بنی امیہ ان کی سے پوچھا جو چوری کری فرمایا اگر بات برس کر
 ہوا دس سو حد دفع کیا تھی۔ پھر اگر بعد سات برس کے پھر کری تو نو دس کی پوریان کئی یا جیسے جائین جتنا تک کہ
 خون آلودہ ہو جائین اگر ہر ہی کر کے تو بارہوی چھپے ہو گا چاہے پھر آٹھ برس ہو کہ پھر ہی کرے تو اس کے
 ہاتھ کاٹ جائی اور اللہ کے حدود میں ہر کسی حد کو نہ مانگ کیا جاوی۔ ۱۲۔

صحابی اسکو ایسا اہم اور ضروری سمجھتی تھی کہ بڑی تباہی کی محبت کر لے اور خلع و عبیت سے سخت
 منع ہوئی۔ آپ صحیح بخاری کی کتاب فتن بابا ذوالا غلہ قوم شیعہ و صحیح مسلم کی کتاب
 الاذیاب میں فرقہ کے لوگوں کو ملحقہ فرمائی **اقول** یہاں ہی آپ کی
 دینی شیعہ غرض غرضی جو ضرورت مصلحت سے آپ اصل اعتقاد ہی پر ہونا سمجھتے ہیں
 حالانکہ یہ بدامنه غلط ہے چنانچہ بار غرض ہو چکا ہے ضرورت سرگزستہ مسلم اصل میں ان کی
 نہیں ہے بلکہ یہ افروغات ہی ضروری اور لازمی ہیں اور یہ جب کہ کہ تم تسلیم کر لیں
 کہ ابن سیرین نے یہ سب سے بعیت یہنا ضروری سمجھ کر کہی تھی ورنہ ہم کہتے ہیں کہ اول یہ افروغات
 ستانیم وقوع بعیت ابن عمر کو نہیں ہیں بلکہ کو بھی تو ممکن ہو کہ بکراہت بخوف سبب
 نقوس نہرک اموال وغیرہ مفسد کی موجودہ مصلحت سے ہی ہو سکتا ہے مانع آئی ہوں
 پس آپ کا استدلال اس سے باطل ہے آخر چاہا امیر دو بیکر صحابہ مقبولین نے ہی تو خلیفہ
 ثلثہ کے ساتھ بعیت کی تھی چنانچہ عقیل حضرت امیر کو جوڑ کر امیر معاویہ کی خدمت میں حاضر
 چنا بلام حشر نے امیر معاویہ سے بعیت فرمائی محمد بن جعفر نے یہ کہ مشع ہو گئی اور بعیت کر کے
 غرض بیکر عقیل ابن عمر یا کسی کی ضروری سمجھتی ہے اس مسئلہ کو اصل اعتقاد ہی اعتقاد
 کرنا سب سے خطا ہی اور وہ فہم سے ناشی ہی **قولہ** ابن عمر تو اسکو ایسا ضروری سمجھتی
 تھی کہ ایک رات بدن امام رہنا جائز نہ تھی تو حتیٰ کہ وقت شب حجاج کے گھر پر تشریف
 لائی تاکہ بعیت عبد الملک بن مروان فرمادیں۔ چنانچہ ابن ابیہ اس پر شرح فرماتا ہے
 و صاحب حیوۃ الحیوان وغیرہ ہمہ گاہتہ میں۔ ان عبد اللہ بن عمر طریق علیہ الحجاج
 بابا لیلایا لیسالیع لعبد الملک کیلا بعیت ثلاث اللیلۃ بلا امام لانہ روی عن
 النبی انہ قال مات ولہ عرف امام زمانہ مات میتہ علیہ السلام علیہ السلام اسکا یہ کہہ لیا گیا
 اور بعض کتب میں یہ بھی کہ حجاج نے بعیت کے لئے اپنی پیر شیعہ کو دیکر مانہ خالی نہیں ہے
اقول بعیت سے سخت روایت مقتضار اس روایت کا یہ ہوگا کہ ابن عمر رضی اللہ

بدون امام کے ایک رات بھی گزارنا جائز نہ جانتے تھے جیسا کہ ہمارے فاضل مریضی سمجھا کر اہمیت
ضروری سمجھتے تھے لیکن اس نتیجہ تک ان کا کہ ابن عمرؓ کے ضروری سمجھنے سے امارت اصول بنین
سے ہو جائیگی محض غلطی کیونکہ ضروری طور پر کسی کام کرنے سے اوسکا ضروری ہونا ہی ثابت نہیں
ہونا چاہیے کہ اوسکا اصول بنین سے ہونا ثابت ہو محتاط اور متورعین کا قاعدہ ہے کہ آداب اور امن کو
بھی التزام کے ساتھ ضروری طور پر عمل واجبات کے ادا کیا کرتے ہیں حالانکہ وہ فی الواقع ضروری
نہیں ہوتے پس ابن عمرؓ کے اس فعل سے جو بظاہر ضرورت کو مستحکم خلافت کا ضروری ہونا ہی مفہوم نہیں ہوتا
اور غایت مانے الباب بعد رد و قبح اگر بطور منزل تسلیم کر لیں تو اچھا اس ترکیب ثابت ہو کہ بحیث امام ابن عمرؓ کے
تذریک ضروری اور اہم الواجبات سے ہی لیکن اس سے ہرگز نتیجہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ خلافت مسایل اہلیہ
اعتقاد و بین سے ہو یہ تو اوسوقت ثابت ہو گا جب ضروری ہو تا مسایل اہلیہ اعتقاد و بین منہضرات ہو جائیگی
اور مسایل فروعیہ عملیہ سے ضرورت مرتفع ہو جائیگی اور یہ محال جو قطع نظر اس امر و ثابت کر الفاظ خود اس
تقصہ کو مرید نہیں ہو کیونکہ حدیث کے الفاظ سے تو صراحتہ ترتب موت جاہلیہ کا عدم معرفت امام پر
ہے تو اس حدیث کے الفاظ سے موت کی ضرورت ثابت ہوتی ہے پس معرفت سے یا مراد معرفت ہی
یا ایمان ہے اور یہ دونوں صحیح نہیں پہر یا وجوب بیعت و اطاعت مراد ہے اور ظاہر ہے کہ وجوب اطاعت
نصاً ثابت حوا وجوب مقتدر بیعت بشرط تسلیم فوری نہیں ہے کہ بدون اوسکے ایک رات بھی گزار
چنانچہ خود ظاہر ہے پس اس سے واضح ہوا کہ ابن عمرؓ نے اہل عدۃ کا یہ فعل اس حدیث سے مستنبط
نہیں ہو سکتا تو نفس اس روایت میں ایک علت قاعدہ وجودی علاوہ ازین بخاری کی حدیث صحیح اس قصہ کی
کذب محمد بن ابیہد د خدثا یحییٰ عن سفیان ز حدثنا عبد اللہ ابن زید قال شہدت ابن
عمر حیث اجتمع الناس علی عبد الملك کتب انی اقر بالسمع والطاعة لعبد الله عبد الملك
اصیر المؤمنین علی سنة الله وسنة رسول الله ما استطعت وان بنی قد اقر و امثل ذلك
عبد اللہ ابن زید نے کہا کہ جب لوگ عبد الملك کی خلافت پر مجتمع ہوئے میں ابن عمرؓ کے پاس
حاضر ہوا و سنا کہ میں بقدر اپنی استطاعت اللہ اور رسول کے طریقہ پر امیر المؤمنین عبد الملك کے
حکم سن کر اور اطاعت کر لیا اقرار کرتا ہوں اور میری بیٹوں نے بھی یہی اقرار کیا ہے ۱۳۔

اس روایت سے واضح ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے عبد الملک کی بیعت بذریعہ خط کی تھی نہ یہ کہ مشرک
 روایت عجیب لیسے جو ابن ابی الحدید معتزلی شیعہ وغیرہ سے نقل کی ہے ابن عمرؓ حجاج گھبر پر رات
 وقت بیعت کے واسطے گئے ہوں اور اسنے پاؤں پہلایا ہوا وہیں روایت بخاری سے یہ بھی واضح
 ہے کہ ابن عمرؓ کی خطی بیعت کعبہ الملک کے ساتھ ابتدا خلافت میں نہیں ہوئی بلکہ بعد اجتماع دفعہ ثانی
 ناس واقع ہوئی اور جب تک خلافت دفعہ ثانی کسی سے بیعت نہیں کی اور یہ بیعت رہے چنانچہ حضرت علیؓ
 و امیر مویہؓ کے بعد میں بھی انکا یہی طریقہ رہا۔ رہا یہ طعن کہ حجاج نے بیعت کر لیا پاؤں پہلایا اور اگر حجاج
 پر طعن ہے تو اسنے صد ہا مسلمانوں کو بگیناہ قتل کیا وہ کیا کہہ کم ہے اور اگر مقصود طعن ابن عمرؓ سے تو
 یہ بھی یہی ہے کیونکہ اس میں ابن عمرؓ کا کیا تصور ہے جناب امیر کو ابن عمرؓ نے شہید کیا جناب امام حسینؓ
 کو نیز یون نے شہرت شہادت چکھایا تو کیا اس سے انکے شان میں خلل آگیا اسلئے اگر حجاج نے
 بیعت کیواسلئے پاؤں نہ لایا تو اس سے ابن عمرؓ کا نقصان نہیں ہوتا ہاں حجاج کے خبیث پروا لات واضح
 ہوتی ہے بس قتل اور نیز اگرچہ اس مسئلہ کو اہلسنت فروغی کہتے ہیں مگر سب کتب اعتقاد یہ لکھا
 میں ہی ذکر کرتے ہیں چنانچہ شارح مواقف اس پر تنبیہ کر کے تحریر فرماتے ہیں کہ انما ذکرنا ہاہی فی
 علم الکلام ناسیا من قبلنا اذ قد حوت عادۃ المتکلمین بذکر کھا و اخر کہتہم
 المذکور نے صدر الکتاب اس نذر کا ضعف ظاہر ہے کیونکہ مال اسکا یہ ہے کہ اعتقاد اہل سنت
 دور کر کے علماء سابقین کے ذمہ لگانا ہے وہ فائدہ جسکا حوالہ صدر کتاب پر دیا ہے یہ ہے فالہذا
 وان کانت من خروج الدین الا انھا الحق باصولہ د فعالمخلافات اہل البدع
 و صواللآئمۃ الجہتہ دین عن مطاعنہم کیلا یفتمی بالقاصری الی سورۃ اعتقاد فہم
 یہ کلام بھی کچھ مفید نہیں کیونکہ وہ حال سے خالی نہیں یا تو مسند است معرفت و اعتقاد قلبی سے نقل
 رکھتا ہے یا نہیں مگر تعلق نہیں رکھتا تو اسکا الحاق علم کلام سے کہ مراد الیہ کیا ہے کہ اس پر عقائد
 و قیہ ثابت کر میں کیون ہے س اور اگر متعلق ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ معرفت حدود و شرائط و فضیلت امام خیر
 تصدیق حسن اعتقاد یا طعن و موافقہ ایمان علم کے قسم سے ہے دلائل افعال جماع کو قسم سے یہ

مسئلہ کو فروغی کہنا کس لئے ہے شاید یہی وجہ ہے کہ شارح نے اس توجیہ و تاویل پر اعتماد نہ کر کے
تقلید اسلاف کا عذر کیا ہے اور اسکا ضعف ظاہر ہے **اقول** یہ استدلال بھی مثل اور استدلال
کے ہمارے عجیب لبیب کی خوش فہمی سے ناشی ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایک نغمہ میں یہ بھی نہیں
آیا کہ بنیامین اہل سنت و شیعہ کے وجہ اس نزاع و اختلاف کو کہ اہلسنت امامت کو فروغ میں ہے
کہتے ہیں اور شیعہ اصول میں قرار دیتے ہیں کیا ہے اگر کچھ بات آپ کو معلوم ہوتی تو ہرگز یہ استدلال
ہمارے مقابلہ میں تحریر نہ فرماتے اگرچہ کسی قدر رہنے پہلے ہی عرض کر دیا ہے لیکن مناسبت معلوم ہوتا ہے کہ
یہاں بھی ظاہر کرین تاکہ واضح ہو جائے کہ اس قسم کی آپ کے استدلالات بے اصل و بے بنیاد ہیں پس
واضح ہو کہ مسائل فرعیہ وہ مسائل غلیہ ہیں جنکا ایتان متعلق اعمال عباد کے ہو اور مسائل اہلیہ وہ
مسائل اعتقادیہ ہیں جنکا ایتان متعلق اعتقاد عباد کے ہو اب ہم مسئلہ امامت کو دیکھتے ہیں اور فریقین
کے مذاہب کو اوسمیں خیال کرتے ہیں تو علمائے شیعہ نے اُسکو اعتقادات میں دخل کیا ہے اور محل عباد
کو اوسمیں کچھ دخل نہیں دیا اہلسنت کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ فروغ میں سے ہے کیونکہ اسکا ایتان متعلق
اعمال عباد کے ہے پس اور کچھ بھی جانا ضرور ہے کہ فرعیات اگرچہ فی حد ذاتہ عملیات ہوتی ہیں لیکن
بجانب قوت و ضعف ثبوت کو اُنکا اعتقاد و وجوب و مذہب و اباحت و حرمت و کراہت علی قدر نیاز لگایا
لازم ہوتا ہے مگر چونکہ وہ مسائل فی حد ذاتہ متعلق اعمال عباد کے ہیں اور اعتقادی ہونا اُنکا نتیجہ
اور بالواسطہ ہوتا ہے اسلئے وہ مسائل فروغ سے خارج نہیں ہوتے اور اصول اعتقادات میں
داخل نہیں کئے جاتے ظاہر ہے کہ صوم و صلوٰۃ وغیرہ تمام عبادات و معاملات فقہیات باتفاق فریقین
عملیات ہیں اور کوئی او کو علم کلام میں داخل نہیں کرتا مگر باوجود اسکے ہر ایک حکم کا اپنے اپنے مقرر
کے موافق اعتقاد ضرور ہے اور ترک اوس مرتبہ میں اور اعتقاد و خلاف میں اوس قدر خرابی و برائی
ہے مثلاً اعتقاد عدم فرضیت صلوٰۃ و صوم میں لزوم کفر ہے و علی ہذا القیاس پس ہمارے مقابلہ میں کوئی
دلیل جس کے واسطے امر کو ثابت نہ کرے کہ خلافت کو فعل عباد سے کچھ تعلق نہیں اور اُسکے ایتان میں
عمل عباد کو کچھ دخل نہیں اور وہ محض اعتقادی ہے مفید نہ ہوگی اب بعد اس تقریر کے ملاحظہ فرمادین

ثبوت اسکا اس مسئلہ امامت کی تائید میں ذکر کے لئے عقاد ہی نہیں چنانچہ اوس میں قائل نہ ہوتا ہے

کہ ہمارے فاضل مجیب کا یہ ہتدال کس قدر راہی اور ضعیف بلکہ باطل ہو گیا اس ہتدال کا مدار اس امر پر ہے کہ چونکہ متکلمین اہل سنت و اہل امامت کو علم کلام میں جو عبارت مسائل اعتقاد سے ہے ذکر کیا ہے تو یہ مسئلہ اس امر کو ہے کہ یہ مسئلہ بھی اعتقاد ہی ہو اور یہ نہیں سمجھتے کہ منشاء اختلاف بین الفرقین کیا ہے وہ بیان صادق آتا ہے یا نہیں آتا اور یہ خیال نہیں فرماتے کہ ذکر کرنا مسئلہ اس امر کو نہیں کیونکہ جائز ہے کہ اس ذکر کی کوئی علت خاص جاگنا ہو چنانچہ خود نتائج موافقہ و اوس ملت کو ظاہر کر دیا اور بالفرض اگر کوئی ہی علت نہ ہوتی تاہم جب منشاء اختلاف قائم تھا اور صراحتہ اہل سنت نے امامت کے اثبات کو متعلق بافعال عباد قرار دیا ہے اور بالقرعہ اس مسئلہ کو فروغی کہا ہے تاہم اس ذکر کی تاویل و توجیہ ضروری تھی کیونکہ جب تک بناء اختلاف قائم ہے اس وقت تک اس مسئلہ کو صرف اسوجہ سے کہ علم کلام میں ذکر کیا گیا ہے اعتقاد ہی قرار دینا سراسر غلط تھا اور منشاء اختلاف سراسر کو کذب ہی رہا تاہم دلیل اس امر کی کہ یہ مسئلہ فروغی علی ہے اہلی اعتقاد ہی نہیں ہے یہ ہے کہ خداوند کریم تعالیٰ شانہ اپنی کتاب مجیدہ میں احکام علیہ اعتقاد یہ کہ جو متعلق علیہا بین الفرقین علیہ اعتقاد یہ ہیں مثل توحید و نبوت و معاد و کجا بجا عبارات مختلفہ و عنوانات مختلفہ بیان فرمایا کہ جس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہ ہے اور تمام احتمالات کے عرق کو متماصل کر دیا اور مسئلہ امامت کو کیسی جگہ ہی واضح اور صاف طور پر بیان فرمایا صرف ایک جگہ اولوالاثر کی اطاعت کا ارشاد فرمایا جو محتمل بہت سے محال کو ہے چنانچہ فرقین کے مفسرین نے تفسیر فرمائی ہے علاوہ ازیں اطاعت خود متعلق باعمال عباد اگر یہ مسئلہ صلی متعلق باعتقاد عباد ہوتا تو خداوند کریم تعالیٰ شانہ اپنی کتاب میں مثل اداعتقاد کے اسکو بھی کیون ذکر فرماتا اور بزرگم شیخ ایسے اس فرض سے کیوں سبکدوش ہوتا اور ظاہر ہے کہ خداوند تعالیٰ شانہ عجز سے تو مستند ہے پس جب دئے اسکا ذکر کہیں نہیں فرمایا اور یہ مسئلہ اس قبیل سے نہیں کہ عقل اسکا اور اک میں مستقل ہو اور ہمارے نزدیک حق و قبح شرعی ہے تو ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ خداوند کریم کا اسکو ذکر فرمانا اصول فریقین پر صریح دلیل ہو کہ یہ مسئلہ

مسئلات گروہی ہو گئی ہیں۔

اصلی اعتقاد ہی نہیں ہے اور اگر یہ نہیں تو اصول شیعہ پر لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ خداوند تعالیٰ
 شانہ عاجز ہے یا تکمیل دین کی جو خبر دی ہے وہ کذب محض اور غلط الحقیقت اب تک تکمیل نہیں ہوئی
 سبحانہ و تعالیٰ علو اکبر یا اگر یہ کہ برو عقول حاکمہ خداوند تعالیٰ شانہ کو ہی موریٰ بالتحقیق کہین تو البتہ
 اس اشکال عرضال ہی شاید کچھ مختصری ممکن ہو علاوہ اسکے اثبات کے لئے اور ہی دلائل ہیں لیکن
 خوف تطویل اور عجالت وقت کے ہوا دیکھو ان کے بیان کی اجازت نہیں تھی اب ہم اصل بحث کی طرف پرہیز
 کرتے ہیں جب یہ امر ثابت ہو گیا کہ باعتبار اپنی ذات کو مسئلہ امامت فروع دین میں سے ہے
 اور متعلق باعمال عبادہ ہے تو مستحکمین نے اگر اسکو کتب کلامیہ میں ذکر کیا ہے اور محقق
 بالاعتقادیات کیا ہے تو لامحالہ اسکے لئے کوئی علت اور وجہ خاص ہوگی شارح مواظبات
 اسکو بیان کیا کہ اپنے اسلاف کی پیروی کر کے امامت کو علم کلام میں ذکر کیا ہے
 اور انہوں نے اسوجہ سے علم کلام میں اسکو ذکر کیا ہے تاکہ اہل بدع و اہواؤ کی خرافات
 ایسے دین اور خفا و راشدین مہدیین سے دفع کرن پس اپہ ہمارے فاضل مجیب جو یہ فرماتے
 ہیں کہ اسکا ضعف ظاہر ہے کیونکہ مال اسکا یہ ہے کہ اعتراض کو اپنے سے دور کر کے علمائے سابقین
 کے ذمہ لگایا ہے یہ سراسر ضعیف ہے کیونکہ یہ عذر اوسوقت ضعیف سمجھا جاتا جبکہ عذر میں
 صرف تعلیل سلف ہی کی بیان کی جاتی اور جب علاوہ اسکے اسکی علت بھی بیان کی اور
 کہا کہ سلف نے دفع خرافات اہل بدع کی غرض سے اسکو ملحق بالاعتقادیات کر کے علم
 کلام میں ذکر کیا ہے تو اب اس عذر میں کوئی ضعف باقی نہیں رہا اسکے بعد ہمارے فاضل
 مجیب جو اس علت کی نسبت اعتراض فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کلام بھی مفید نہیں
 ہے کیونکہ اگر امامت کا تعلق اعتقاد قلبی سے نہیں ہے تو الحاق بالاعتقادیات کیوں ہے
 اور اگر تعلق ہے چنانچہ اسکے حدود و شرائط و حسن اعتقاد و سودا اعتقاد کے بلا حائل سے
 ظاہر ہے کہ از جنس علوم ہیں نہ اعمال تو فروعی کہنا کس لئے سراسر پوچھ و لغو ہے اور پوچھ
 چند باطل ہے (۱) اجمالی طور پر جو دوشق قرار دیئے ہیں کہ مسئلہ امامت یا تو معرفت

اور اعتقاد قلبی سے تعلق رکھتا ہے یا نہیں یہ بالکل غلط ہے کیونکہ کوئی دینی مسئلہ خواہ
 اصلی اعتقاد ہی ہو خواہ فرعی علی ایسا نہیں ہے جسکا تعلق اعتقاد قلبی سے ہو بقدر مسائل
 دینیہ میں ان سب کا تعلق اعتقاد قلبی کے ساتھ ہے (۲) شوقِ اول جس میں یہم و حوسے جو
 کہ اگر اسکا تعلق اعتقاد قلبی کے ساتھ نہیں ہے تو الحاق کیوں ہے بدیہی سلطان سے
 کیونکہ الحاق غالباً ایسی ہی جگہ مستقل ہوتا ہے جبکہ غیر جنس کو کسی کے ساتھ شامل کیا جاتا
 شاید آپ کو ملحق ہر باغی اور ملحق پنجاسی کتب صرفیہ سے یاد ہونگے اور علاوہ اس مضمون
 کثیر الاستعمال سے تو مسئلہ امامت فی حدوۃ فروعی ہے اور ایک وجہ خاص سے ملحق
 بالاصول کیا گیا ہے اور وجہ اسکی کہ کیوں ملحق کیا گیا وہ خود شارح مواقف نے ذکر کی ہے
 اگر یہ مسئلہ اصلی اعتقاد ہی ہوتا تو پھر الحاق کے کچھ معنی نہ تھے (۳) ہم اس شوق کو اختیاً
 کرتے ہیں اور الحاق کی وہی علت بیان کرتے ہیں جو شارح مواقف نے بیان کی ہے
 آپ اوپر اعتراض فرمائیے بعد اؤ کے فرمائیے کہ یہ کلام مفید نہیں جب تک آپ کو بلبل
 تکمرین ایکایہ فرمانا کہ یہ کلام مفید نہیں آپکو کچھ مفید نہیں ہے (۴) شوق ثانی کا
 بطلان مثل روز روشن واضح ہے کیونکہ بقدر مسائل دینیہ فرعیہ علیہ میں اولیٰ مرتبہ
 حدود و شرائط و اعتقاد فرضیہ و وجوب وغیرہ علوم کے قسم سے ہے نہ اعمال و افعال
 جو ارجح کے قسم سے ہیں اور ان مسائل کو بھی فروعی کہنا کس لئے اولیٰ کو بھی اعتقادات میں داخل
 کیئے سبحان اللہ ہمارے فاضل مجیب کے علم و فضل کا یہ حال ہے کہ جو شے نے الجملہ از قسم
 علوم ہوا اسکو بھی فروعی ہونے سے خارج فرماتے ہیں اور اعتقادات میں داخل کرتے
 ہیں۔ حالانکہ تمام مسائل فقہیہ معرفت اور علم میں داخل ہیں اگر زیادہ نہیں تو کیا آپ نے
 علم الفقہ ہی کہیں نہیں سنا ہوگا اور یہ بھی بخانتے ہونگے کہ فقہ علم ہے پھر معلوم نہیں
 اسکو اعتقادات میں کیوں نہیں داخل کرتے (۵) کسی مسئلہ دینیہ کا اعتقاد قلبیہ
 فی الجملہ تعلق ہونا ہرگز اسکو مستلزم نہیں ہے کہ وہ مسئلہ اعتقادات سے ہی

بلکہ مسائل اعتقاد یہ وہی ہونگے جنکا تعلق محض اعتقاد و عباد کے ساتھ ہو ورنہ علمائے ہندو
تو انکا تعلق فی الجملہ اعتقاد قلبیہ کے ساتھ ہی ہوگا بشرطیکہ وجہ انیات انہوں پس شق
ثانی سے جو یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جن مسائل کا تعلق اعتقاد قلبیہ سے ہوگا وہ اصلیاں اعتقاد
ہونگے محض غلط ہے پس اس توجہ میں جو تکلیف اہلسنت نے مسئلہ امامت کی نسبت کتب کلام
میں ذکر کرنے کے بارہ میں فرمائی ہے کسی قسم کا وہن و ضعف نہیں اور یہ اعتراضات ^{ضعیف}
ہمارے فاضل مجیب کے خود ضعیف ہیں۔ ہاں استقدر ضرور ہے کہ یہ توجہ و تاویل شرح طلب
جسکی وجہ سے شاید آپکو شبہ واقع ہوا ہو پس شرح اُسکی یہ ہے کہ تکلیف کا منہی کام یہ کہ وہ
اپنی اعتقادات کو دلائل کو ثابت کریں اور مخالفین کے اعتقادات کو دلائل کو بطلان
باطل کریں اور انکا جواب دیویں اور ظاہر ہے کہ مسئلہ امامت ایسا مسئلہ ہے جو شیعہ کو نزدیک
داخل اعتقادات اور اہل سنت اوسکو داخل فروع اعتقاد کرتے ہیں اور جب یہ کو نزدیک
اعتقادات میں سے ہے تو لاحالہ تکلیف شیعہ اوسکو اور اُسکی دلائل کو اپنی کتب کلامیہ میں
ذکر کریں گے۔ اہل سنت اگر اوسکو اپنے اصول کے موافق اپنی کتب کلامیہ میں ذکر نہ کریں تو اس
مسئلہ کا اصول مخالفین پر ابطال اور اُسکی دلائل کا جواب کیونکر دیویں اور ائمہ متہدین کی
مطاعن مخالفین سے کیونکر مبیانت و حمایت کریں اور اس اپنے منہی کام سے کیونکر سبکد
ہوں اور اگر ذکر کریں تو لازم آتا ہے کہ علم کلام میں جو عبارت مسائل اصلیاں اعتقاد و عباد
فروع میں بحث ہو اور یہ بھی بظاہر ہے الجملہ خلاف قاعدہ ہے۔ لیکن یہ نہایت یہی
ہے کہ علوم میں تنہا اور مستطرد ادا و ن اشیا کو ذکر کر دیتے ہیں جو اُن علوم اور اُن کے
اغراض سے بالکل بگناہ اور غبی ہوتے ہیں اگر آپ تامل کریں گے تو علوم میں ایسے
بہت مسائل معلوم ہونگے دور بخانیہ چھوٹے چھوٹے رسائل منطق میں ابتداء بحث
الفاظ لکھتے ہیں اور پھر غذر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گو اس علم سے بحث الفاظ کو
تعلق نہیں ہے لیکن ایک ضرورت خاص کے وجہ سے ہم نے ذکر کیا ہے اور اس

یہ لازم نہیں آتا کہ بحث الفاظ داخل اصول مقاصد منطبق ہو جائے اور کوئی شخص تو
 سے بیوقوف ہی یہ اعتراض نہیں کرتا کہ تمہارے اس ذکر کرنے سے بحث الفاظ داخل
 اصول منطبق ہو گئی تو پس مسئلہ امامت کا یہی حال ہے کہ وہ ہی ملحق بالکلام ہے جو
 ایک وجہ خاص سے کلام میں ذکر کیا گیا ہے اور اس سے ہرگز نہیں سمجھا جاتا کہ وہ
 داخل اصول ہو اور متکلمین کا عذر ضعیف ہو یہ صرف ہمارے فاضل مجیب کی خوش فہمی کا
 ثمرہ اور علوم کی واقفیت کا نتیجہ ہے قول اگرچہ اسباب میں اور یہی گفتگو ہو سکتی ہے
 مگر نظر اقتضائیں کیا جاتا ہے اقول بقدر گفتگو فرمائی وہ بھی غلط تھی اور
 اس قابل نہ تھی کہ کسی کے سامنے پیش کی جاتی اور بقدر اور گفتگو فرماتے وہ بھی ایسی
 یا اس سے کم درجہ ہوتی پر معلوم نہیں کہ آپ نے ایسی گفتگو میں کیا فائدہ سمجھ رکھا ہے
 بجز اسکے کہ چند ناواقفوں کے نزدیک وقعت ہو اور یہ سمجھیں کہ ہمارے مولانا وسیدنا
 نے بقدر طول طویل جواب لکھ دیا اور بقدر مضامین کا جوش ہے لیکن علماء کے
 نزدیک تو ایسی لغو باتیں آپ کی تحقیر کی باعث ہیں آئندہ جناب کو اختیار ہے قول
 صرف اس قدر گزارش ہے گستاخی معاف اور عاٹے علم یہ کہ امتحان لینے کو موجود
 اب تک یہ معلوم نہیں کہ مسئلہ امامت فروعی ہے یا اصولی یہ مسئلہ کتب متداولہ عقائد میں
 مشرعیہ موجود ہے خاص خاتم المتکلمین کی تقلید کی کیا ضرورت تھی اور ان کے حوالہ کی
 کوئی حاجت اقول امتحان لینے کی درخواست میں ہرگز اور عاٹے کمال علم نہیں
 سمجھا جاتا اور نہ امتحان لینے کے لئے بہت علم کی ضرورت ہے یہ حضرت کو کمال عالم کی
 خوبی ہے غایت سے غایت یہ ہے کہ بقدر امتحان کے علم کا ہونا کافی ہے یہ دعویٰ کہ
 اب تک یہ معلوم نہیں کہ مسئلہ امامت فروعی ہے یا اصولی صریح کذب و دروغ و ظاہر
 ہے کہ ہم نے لکھا تھا کہ مسئلہ امامت فروعی مسائل سے ہے جس کا خود آپ کو اعتراف ہو لیکن
 اس میں جو حوالہ خاتم المتکلمین کا دیا گیا تھا اس کی نسبت یہ طعن ہے یہ یہ کہنا

اب تک یہ معلوم نہیں کہ مسئلہ امامت فروغی ہے یا اصولی جھوٹ ہوا یا نہیں کیا مسئلہ کا
 علم اسی پر منحصر ہے کہ کتب متداولہ عقائد کا حوالہ دیا جاوے تو جب علم ہو ورنہ نہوا اگر اسکا ثبوت
 آپ کسی دلیل سے کر سکتے ہیں تو بسم اللہ لائے۔ حضرت مسئلہ کے لئے ہمو لا محالہ قلب کی
 ضرورت تھی کہ متکلمین میں سے کسی کی تقلید کرتے۔ پس جسکو ہم اس محبت کا خاتمہ تسلیم
 سمجھتے ہیں اگر کوئی مسئلہ پہنچے اُس سے نقل کر دیا تو کیا خلافت قاعدہ کیا اور اس سے
 کیونکر لازم آیا کہ ہمو اس مسئلہ کا علم نہیں۔ پس منجملہ حضرت کی خوش فہمیوں کے ایک
 اور یہ بھی ہے عین ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے وگر قال الفاضل المحیب قولہ
 اور کتاب اللہ میں اسکی نسبت وعد خیریت ہو چکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 اسکی مدت بیان فرمائی اور آیات سے جنکی قدرت ترک تصریح تک پہنچی ہے
 اسکی ترتیب وقوع تک بیان کی گئی اقول لفظ وعدہ کے آگے جو لفظ لکھا ہے
 بخوبی پڑھائیں کیا معلوم نہیں کہ حضرت نے خیریت جو بمقابلہ شریعت ہے تحریر فرمایا
 یا خیریت جو بمقابلہ کلیت ہے لکھا ہے یقول العبد الفقیر الی مولاه الغنی ہمنے
 یہ لفظ خیریت بخائے معجزہ منقوطہ بنقطہ من فوق و بعد یامی منقوطہ بنقطتین من تحت
 و بعد ہاراد مہملہ بمقابلہ شریعت لکھا ہے قولہ بہر حال ہر دو احتمال کا جواب گزارش
 ہے اگر خیریت بمعنی نیکی ہے تو حضرت محیب نے نہایت تعجب ہے کہ اس لفظ کا یہ کون موقع
 تھا کیونکہ غرض اس خلافت سے اطلاق ہے جو نیابت رسول سے مراد ہے اسکی
 نسبت لفظ خیریت لکھنے کے کیا معنی نیابت رسول تو خیر ہی ہوگی اقول یہ اعتراض
 سراسر خلاف عقل و نقل ہے کیونکہ بقاعدہ مقبولہ میں اگر یہ موقع لفظ خیریت کا نہیں ہے اور
 یہاں خیریت صادق نہیں آتی تو لا محالہ عدم خیریت جو اسکی نفیض ہے اُسکا موقع
 ہوگا اور وہ صادق ایسی کستھا کہ ارتفاع نفیض میں تو لازم آئیگا کہ خلافت راشدہ عدم
 خیریت کے ساتھ جامع ہو اور یہ خلاف ہے کیونکہ یہ مسلم فریقین ہے کہ خلافت راشدہ صحابہ

خیریت اور ایمان شریعت پر تو ثابت ہوا کہ اس لفظ کا یہی موقع ہوا اور یہاں خیریت
 نہ ادا قاتی ہے اور اس لفظ کا اطلاق اس جگہ غلط نہیں بلکہ صحیح ہے قطع نظر اس سے
 جبکہ اپنے نہ مثل مجیب کہ ادا و اکمال علم سے نہایت تعجب ہو کہ وہ ہم پر ایسا اعتراض فرماتے
 ہیں یا جو دیکھ اس قسم کے الفاظ جن پر ایسے مہمل اعتراضات وارد ہو سکتے ہیں کتاب
 اللہ اور اقوال ائمہ میں یہی بہت موجود ہیں چنانچہ ارشاد ہے وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي
 الْاَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّا اَمَّا اَمَّا لَكُمْ - ظاہر ہے کہ وہ اب اس کو
 کہتے ہیں جو مایہ بعلی الارض ہو چنانچہ ابتدائی چھوٹے چھوٹے رسائل میں
 اسکو منقول عربی کی مثال میں لکھا ہے پھر علی الارض کی قید کا آپ کے نزدیک
 کون موقع تھا اور طائر وہی ہے جو جان میں سے پرواز کرے پھر بطور بجا جیہ کا
 لفظ آپ کے قاعدہ کے موافق بالکل لغو اور فضول - پھر معاذ اللہ خدا کی جناب میں
 عرض کیجئے کہ حضرت آپ سے نہایت تعجب ہو کہ ان الفاظ کا یہ کون موقع تھا تو یہ
 پر چلا ہی کرتا ہے اور طائر دو نوباز دون سے اور راہی کرتا ہے پھر ان الفاظ کے
 فرمائے کی کیا معنی پھر جو کچھ اوسکا جواب ملے اسی قسم کا جواب ہمارے طرف سے ہی
 قبول ہو۔ علاوہ ازیں وہ خلافت جو مانع فیہ سے متعلق ہے جسکو ہم ارشاد ابراہیم
 ماضل مخاطب جائید سمجھتے ہیں یعنی خلافت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم سکوا اوسکو
 رشد و غیرت کے طرف اور اوسکی دلیل کے طرف اشارہ کرنا مد نظر تھا کہ جناب
 کو متنبہ کر دین کہ جن خلافت کہ ہم رشد و خیریت کے متفقہ میں وہ خلافت وہ جسکی
 خیریت کا وعدہ کتاب اللہ میں ہو چکا آپ کا اوسکو جائید سمجھنا مخالف کتاب اللہ
 کے ہے پس آپ انصاف سے ملاحظہ فرمائیے کہ اس لفظ کا اس جگہ اطلاق کس قدر بزدل

۱۵ اور انہیں کوئی ملنے والا نہیں میں اور نہ کوئی پرند جو اوڑھتا ہے اپنے دو نوبازوں کو
 مگر کہ وہ یقیناً تم جیسے ۱۲ -

بجائے خود سے قولہ اور چونکہ اسکے تعین باتقادربانی ووحی یزدانی بذریعہ رسول
 علیہ السلام کے ہوگی جیسا کہ ازالہ الخفا کے عبارت منقولہ سے ظاہر ہے پہر کی نسبت
 کتاب الدین وعدہ خیریت کے کیا معنی اقوال چونکہ اسکی تعین باتقادربانی ووحی
 یزدانی بذریعہ رسول علیہ السلام کے ہوگی جیسا کہ عبارات ازالہ الخفا سے واضح ہو
 اور وہ خیر محض ہوگی ایسواط کتاب الدین اسکی خیریت کا وعدہ ہوا اور صلاح و فلاح
 کی خبر دی اگر وہ غضب وعدوان و ظلم و طغیان ہوتی تو اسوقت اسکی خیریت کی اخبار
 کیا کچھ مٹے نہ تھی اور جب وہ خیر محض ہے تو ظاہر ہے کہ اسوقت اسکی خیریت کا اخبار واقعی
 نفس الامری کا اخبار ہے اور صحیح و بجا پر یہ فرمانا دیکہ پہر کی نسبت کتاب الدین وعدہ خیریت
 کے کیا معنی گنجائش نہیں رکھتا اور اسکی کچھ معنی نہیں۔ آپ اسکو سوچیے بت مولیٰ ثابت ہے
قولہ اور اگر جزئیت بمقابلہ کلیت مراد ہے تب ہی سمجھ میں نہیں آتا کہ اسوجانہ تعالے
 ایسی اہم الہیات کی جزئیت کا وعدہ فرمائے اور کلیت سے اعراض کرے جس سے تمام
 مصالح امور دینی و دنیوی امت مرحومہ کے وابستہ ہیں حالانکہ اور احکام مفصل و شرح
 ارشاد ہوں اقول یہ شوق محض ہمارے فاضل مجیب کی حدت ذہن و تیزی و کمال
 ناشی ہوئی ہے ورنہ اول تو یہ ہی خیال کرنا چاہیے کہ اس لفظ کا اسجگہ اطلاق کیونکر
 اور کس معنی کے اعتبار سے صحیح ہے اور اگر بتکلفات و تاویلات اس لفظ کی اطلاق
 کو اہجگہ بنایا بھی گیا تو پہر کتاب الدین اسکی جزئیت کا وعدہ کہاں مذکور ہے
 اور کلیت سے کیونکر اعراض ہے خلافت کی جزئیت کے وعدہ کا قرآن شریف میں
 وجود تو اسوقت صادق آئے کہ خلافت مطلقہ کلید میں سے ایک فرد خاص کا وعدہ
 مذکور ہوا اور ظاہر ہے کہ اسکا فرد خاص جزئی نہیں پایا جائیگا مگر جب تک کہ اسکا مجموعہ
 مذکور ہو اور اس کے طرف اصافہ کر کے بیان نہ کی جاوے لیکن تمام قرآن شریف میں
 ایسی خلافت کی جگہ مذکور نہیں اور نہ کہیں ایسی خلافت کا وعدہ ذکر فرمایا تو اس سے

صاف ثابت ہوا کہ کتاب الہدیین خلافت کی نسبت وعدہ خبرئیت ہونے کی کچھ بحث نہیں رہا یہ کہ اس بجا نہ و تعالیٰ نے ایسی اہم الہامات کی سکھیت سے اعراض فرمایا بلکہ ساتھ تمام مصالح امت وابستہ ہیں یہ وہ اعراض ہے کہ اگر آپ مائل فرمائیں گے تو معلوم کرینگے کہ اصول اہل تشیع پر ہی وارد ہوتا ہے کیونکہ اگر خداوند کریم نے اپنی کتاب میں مسئلہ خلافت کو کلیتہً یا خبرئیتہً اور اسکی شرائط کو بیان فرمایا ہے تو فرمائیے کبھی اور کس سورۃ میں بیان فرمایا ہے اور اگر نہیں فرمایا تو ترک واجب کیا کیونکہ اسکا بیان کرنا مثل اور فروغ و اصول کے لطف تھا جو بزعم آپکے خداوند تعالیٰ شانہ عن ذلک پر واجب تھا تو ترک لطف فرمایا اور نیز اخبار تکمیل من اور تمام نعمت آپکے اصول پر کذب ہوا اور ہمارے نزدیک جب اسکا خود خداوند تعالیٰ متکفل ہو گیا اور اسکے ایقان کا وعدہ فرمایا تو بعد اسکے پہر کسی بیان کی حاجت نہ رہی معذرا ہمارے نزدیک اور ہمارے اعتقاد میں حق تعالیٰ شانہ پر کوئی چیز واجب نہیں اسکی ذات پاک اسکو کہ کوئی چیز اس پر واجب ہو منسوخ و مبرا ہے اور اسکی شان یعلیٰ ایسا نہ ہو سکتا ہے اور نیز مسئلہ خلافت اصول میں سے ہی نہیں ہے جسکا ثبوت کتاب الہدیٰ پر موقوف و منحصر ہو تو ہم پر کوئی اعتراض لازم نہیں آتا قول حضرت مجیب نے جس وعدہ کا ذکر کیا ہے اوس میں غور و تامل سے کام نہیں لیا اور مطلقاً و لغوی معنی میں تمیز نہیں فرمائی اگر اس وعدہ کو ذکر فرمائیں گے تو اسکا جواب بھی تفصیل سے گزارش کیا جاوے گا اجمالاً اسی قدر کافی ہے اقول ہاں سمجھ میں نہیں آیا کہ خداوند کریم کے دو وعدہ ہیں اصطلاحی و لغوی وعدہ اصطلاحی و لغوی کیا مفصل ارشاد فرمائیں ہم اسکا ذکر مختصر دلائل اثبات خلافت میں کر چکے ہیں اور تفصیلی جواب کے منتظر ہیں قال القاضی المجیب۔ قولہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی مدت بیان فرمائی الخ اقول شاید اس مدت سے خلافت اسی سالہ حضرت مجیب کی مراد ہوگی اگرچہ عقلاً کسی طرح اس حدیث کا رسول مقبول سے

جو عقل کل تھے صادر ہونا سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ سنی سالہ کی قید کی کوئی ضرورت معلوم نہیں ہوتی امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس تیس سال میں ختم نہیں ہو گئی کہ بعد میں خلافت کی ضرورت نہ رہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین ناقص نہیں چھوڑا کہ اس مدت میں کامل ہو گیا یقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی ہمارے فاضل مجیبؒ اس حدیث کے مقدوح اور غیر مقبر ہونے کی جو علت بیان فرمائی ہے عجیب و غریب ہی فرماتے ہیں کہ قید سنی سالہ کی کوئی ضرورت معلوم نہیں ہوتی کیونکہ حضرت بیان واقعہ اور اخبار نفس الامر میں ضرورت اور عدم ضرورت کو کیا دخل جس طرح واقعہ ہو نیوا لا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقاعدہ ربانی و وحی یزدانی اس کی ضرورت کی کہ خلافت علی مہناج النبوة اس زمانہ تک ممتد و متصل ہو سکی اور بعد اسکے منقطع ہو جائیگی یہ یہ فرماتا کہ مدت کی قید بے ضرورت ہے عدم فہم مرام ہی ناشی ہے اسکے بعد یہ اعتراض کہ اس مدت میں امت ختم نہیں ہو گئی جو بعد میں خلافت کی ضرورت نہ رہی اوس سے بھی زیادہ تعجب انگیز ہے ہم کہتے ہیں کہ اس مدت میں امت ختم ہو گئی اور ہم نے کہا ہے کہ خلافت نبوت کی ضرورت نہیں رہی لیکن ہاں یہ ضرور کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں اور اس کو اختیار ہے جو چاہتا ہے کہ ماضی واجب سمجھنا نہ تعالیٰ نے چاہا خلافت علی مہناج النبوة رہی اور جب اُس نے چاہا منقطع ہو گئی اور عجیب نہیں کہ یہ قتل خلیفہ ثالث کو پاداش اور اس کا وبال ہو یہ کہنا کہ امت ختم نہیں ہوئی یا ضرورت باقی نہیں رہی سراسر لاطیل ہے۔ علاوہ ازیں اگر ہم اپنے فاضل مخالف کے اصول کے لحاظ سے ضرورت کو دیکھتے ہیں تو دو اذدہ کی قید کی بھی کچھ ضرورت معلوم نہیں ہوتی کیونکہ اولاً جب اوکو تکمیل نہ دی تو اونکا وجود و عدم برابر ہو گیا اور تکمیل دینا ہی ایک قسم کا لطف تھا جو واجب تھا اوس کو بھی ترک فرمایا اور نیز اکثر زمانہ وجود امام سے پس غیبت کے خالی رہا تو ایسے امام کے جو محض عفا صفت ہو جس تک

عارضہ الخلفاء بعدی تھا تو سنی کی سختی اور اعتراض کا جواب۔

کوئی نہ پہنچ سکے نہ اُسکو کوئی دریافت کر سکے نہ کسی کے ہاتھ اُسکے کیا ضرورت
پس ایسے شخص کو امام بنانا کیا اسوجہ سے کہ امت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ختم ہوئی یا
ہے کہ امت کی ضرورت نہیں رہے یا کسی اور وجہ سے جو جسکا اور اک خارج از عقول
پہر اگر واقعی وہ ایسی ہی ہے کہ اُسکا درک عقل سے محال ہے تو بقول سامی عقلا کے
نزدیک ایسی امامت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاد ہونا جو عقل کل سے محال
ہوتا ہے پہر اس کے بعد جو یہ ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین ناقص نہیں
چھوڑا جو اس مدت میں کامل ہو گیا یہ اُن دونوں سے طرفہ تائید ہے کہ کہتے ہیں کہ مواد اللہ
حضرت نے دین ناقص چھوڑا جسکی اس مدت میں تکمیل ہوئی ہم تو خود خلافت علی منہاج النبوة
کہتے ہیں جس کے صاف یہ معنی ہیں کہ خلفا قدم بقدم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے اور
اُن تو ان میں کو جو حضرت نے جو حی ربانی مہم فرمائے تھے اور اُن طرق کو جو حضرت نے خارج
الہیہ کی بجا آوری میں چلتے تھے اپنا امام سمجھتے رہے معہذا باوجود اسکے کہ دین میں کوئی
کمی و کوتاہی باقی نہیں رہی تھی اور ہمہ جہات تمام و کمال اُسکا ہو چکا تھا یہ وعدہ ہا
حقہ خداوندیہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درباب غلبہ دین اسلام و شیوع
شعائر ایمان اور فتح بلدان اور زوال خوف بالکلیہ اور حصول امن تام وغیرہ
ہوئی تھی اور ابھی تک چیز عدم میں تھی وہ سب خلفا و حقہ راشدہ کی سعی و کوشش
سے برکوار آئی اور اُن وعدوں کے حصول میں خلفا راشدین رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا جارجہ اور وہ انکی خدمات نمایان اور فتوحات بے پایاں حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی طرف ہی منسوب ہوئیں اور گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں
سے ظاہر ہوئیں یہ بعد اسکے جب لوگوں نے اس نعمت عظمیٰ اور عنایت کبرے کی ناشکری
کی اور وہ خلیفہ ظالم شہید کئے گئے اور اوپر خروج و بغاوت ہوئی تو خداوند تعالیٰ نے حکم
ذالک بما کتب ایدیکم وان اللہ لیس بظالم للعبيد و یقتضی ذالک بان اللہ

لَمْ يَكُنْ مُعْتَرِكًا نِعْمَةً اَللّٰهُمَّ عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِالْاَنْفُسِ ۝ اپنی اس نعمت کو
 اُوٹھالیا چنانچہ اس مضمون کو بھی اشارۃً حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا اور
 اہلسنت کی کتابوں میں موجود ہیں اس ظاہر ہو کہ جب مہات خلافت علی وجہ الکمال
 اس خلافت کو زمانہ میں حاصل ہوئی تو یہی خلافت حقہ راشدہ تھی اور اس خلافت سے
 مقصود سرانجام ان مہات موعود کا تھا لیکن حضرات شیعہ کے اصول پر البتہ یہ لازم آتا ہے
 کہ دین ناقص تھا جسکی تکمیل کیو اسکی امامت راشدہ مقرر ہوئی اور مکمل دین ہوا تھا جسکے واسطے
 ائمہ معصوم ہوئے اور اس کی بصیرت و ہدایت لازم آتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم
 النبیین نہیں ہیں اور آپکا وصف ختم رسالت باطل ہے کیونکہ جو اوصاف خاصہ کہ نبی کے ہوتے
 ہیں مثل عصمت و نقیضیت وغیرہ کے ختم کرنے کی نجات تو گویا ائمہ کی نبوت کو معنی مدعی
 ہوئی اگرچہ اطلاق اسم نبوت اور نزول وحی سے تخاصی کرتے ہیں لیکن یہ ایک محض
 لغو بات ہے کیونکہ اصطلاحاً لفظ نبی کا جبر یا اطلاق کیا جو جبر یا نہ اطلاق کیا اس
 اصطلاحی اطلاق سے نزاع نہیں رفع ہو سکتا۔ اور نزول وحی کا انکار صراحتہ غلط
 جب محدثیت کے قائل ہیں تو لامحالہ وہ مشتمل نزول وحی کے ثبوت کو ہے پر اعتقاد فضیلت
 ائمہ کا تمام انبیاء و رسل اولو العزم و غیر اولو العزم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 باوجود مشترک نے الاوصاف کے بدایت ثبوت نبوت ائمہ کو مستلزم ہے اور نیز انبیاء علیہم
 السلام کا ائمہ کے مراتب پر حد کرنا اور انکی امامت و انکار سنی صیبتوں میں مبتلا ہونا اور
 ائمہ کے واسطے جناب برین دعا کر کے میاں سے رہائی پانا غایت تقرب جناب الہی کی دلیل ہے
 جو وجہ نبوت کو کم نہیں بلکہ کہیں بڑھ کر ہے۔ علاوہ ان سب باتوں کے بڑی دلیل ہے
 کہ ائمہ کا قول کتاب سنت کا ناخن اعتقاد کرتے ہیں جو بدایت ائمہ کے ثبوت نبوت اور
 حضرت کی ختم رسالت کو بطلان کو مقتضی ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے
 کہ دین ناقص تھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسکی تکمیل نہیں ہوئی تھی

جو آدمین نسخ و تبدیل کی ضرورت ہوئی اور حضرت علیؑ علیہ السلام نے دین کو ناقص نہ ہوا تھا
 جسکی زمانہ ائمہ میں تکمیل ہوئی پس معلوم ہوتا ہے کہ بحکم آیت الیوم اکملت لکم دینکم تکمیل دین کا وقت
 کے زمانہ میں ہونا حضرت شیعہ نے اعتقاد کر رکھا ہے وہ اپنی اصول کی نافرمانی کے وجہ سے جس پر قبضہ
 معہذا خود حضرت اہلسنت یہ حدیث بیان کر کے مشکل میں پڑ گئے اور اس حدیث کی بعد کی خلافت
 کی رشادت کہ یہی قائل ہیں چنانچہ شرح عقاید نسفی میں بعد ذکر اس حدیث کو شراح لکھتا ہے و هذا
 مشکل لان الحل والعقد من الامت قد کاوا متفقین علی خلافة الخلفاء
 العباسیة و بعصر المروانیة کھر بر عبد العزیز مثلاً و لعل المراد ان الخلافة الكاملة
 التي لا یتوہاثن من الخلافة و میل عن المتابعة يكون ثلاثین سنة و بعدھا
 قد يكون و قد لا يكون۔ انتہی اقول یہ ہمارے فاضل مجیب کی منظرہ دانی ہے کہ قرآن میں
 کہ اس حدیث کو بیان کر کے اہل سنت مشکل میں پڑ گئے حضرت کو یہ بھی معلوم نہیں کہ علماء اہل سنت
 کو اشکال اور مشکل سے تعبیر کیا ہی کرتے ہیں آپکی احادیث پر صد ہا اعتراضات وارد ہوئے ہیں اور
 محمد بن اشترج بیان کرتے ہیں شرح نہج البلاغۃ میں جناب امیر کے اقوال سے نہایت کتنے اعتراضات
 شائع لکھتا ہے اور باوجود اس کے کہ کوئی نہیں سمجھتا کہ ہم مشکل میں پڑ گئے اور نہ تو جلد اول ہمارا نفا
 باقر مجلسی کو ہی ملاحظہ فرمائیں کہ صفحہ ۱۱۱ پر ایک ایسی طویل مالی صدوق سے نقل کرتے ہیں کہ بعض
 جملے یہ ہیں فلما أصبح قال له الملك ان مکانک لنزہة قال لیت لربنا بیعة فلو کان
 لربنا حمارا لرعبناہ فی ہذا الموضع فان ہذا الخشیس یفیع علانہ
 اسکی شرح لگا کر بعد کہتے ہیں و فی الخبر اشکال من ان ظاہرہ کو العابد قال لا بالجسم ہونا
 استحقاقہ للثواب مطلقاً و ظاہر الخبر کو نہ معہذا العقیدۃ الفاسدۃ مستحقاً للثواب
 لہ صحیح ہوئی تو اسکو مایہ کہا کہ تیری جگہ تو نہایت سہمی گئی ہے لہذا کاس ہمارے رب کا جو بایا ہوتا اگر ہمارا
 رب کا گدا ہوتا تو ہم اسکو اسجگہ جراتے کیونکہ یہ کہ اس ضائع ہوئی ہے اسے اس خیرین نکال دے اس لیے کہ اسکا ظاہر
 دلالت کرتا ہے کہ عامہ جسم کا قائل تھا اور یہ مطلقاً استحقاق ثواب کے منافی ہے اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ بہتر
 بسبب کمی فضل اور بیوقوفی کے باوجود اس عقیدہ فاسدہ کے ثواب کا مستحق ہے۔ ۱۲۔

لقلۃ عقلہ و بلا بعد اسکے علامہ مجلسی تاویل کر کے فرماتے ہیں و علی القادیر لابد
اما من ارتکاب تکلف تام فی الکلام وال التزام فساد بعض الاصول المقررة
فی الکلام اب اسکو غور و انصاف سے ملاحظہ فرمائیں اور جو شقی دل بچا انتشار کر لیں
ہمارا اوسین مدعا حاصل ہے علاوہ ازیں شارح و ہین کا جواب بھی جو شارح کی رائے میں
معتد تھا لکھ دیا اور اشکال مرتفع ہو گیا قولہ ایک پیر و سنگیر صاحب غنیۃ الطالبین
میں صرف تین سال پر ہی اکٹھا نہیں فرماتے اس حدیث کی مدت مختلف بیان کر کے
حضرت معاویہ کو بھی خلیفہ راشد فرماتے ہیں اقول آپ عبارت غنیۃ الطالبین کا
مطلب یا غلط سمجھتے مقصود وہو کہ وہی ہے اب ہم اصل عبارت نقل کر کے اپنا مدعا ثابت
کرتے ہیں حضرت پیر و سنگیر رحمۃ اللہ علیہ شروع فصل میں تحریر فرماتے ہیں و یعتقد
اہل السنۃ ان امۃ محمد خیر الامم اجمعین و افضلہم اہل القرآن الذین
شاہد وہ و امنوا بہ و صدقوہ و تابعوہ و تابووا علیہ و تابووا علیہ و تابووا
بالنفسہم و اموالہم و عذر وہ و لضر وہ و افضل اہل القرآن اہل الحدیث
الذین یابعوہ بیعة الرضوان فہم الف و اربع مائۃ رجل و افضلہم اہل بدین
ثلث مائۃ و ثلاث عشر رجلا عدد اصحاب طالوت و افضلہم اربعون اہل دار
الخبر ان الذین مکوا بعر بن الخطاب و افضلہم العشرة الذین شہد لہم النبی
بالجنة و ہم ابو بکر و عمر و عثمان و علی و طلحہ و الزبیر و عبد الرحمن بن عوف

سلا اہل سنت اعتقاد کرتے ہیں کہ امت محمدی تمام امتوں سے بہتر ہے اور اہل میں انھیں اوس ترقن والے ہیں جنہوں نے حضرت کو کبیرا
اور آپ پر ایمان لایا اور تصدیق کی اور بیعت کی اور متابعت کی اور آپ کے سوا کوئی اور اپنی جان و مال کو آپ پر قربان کیا اور ان کی امداد
داتا کی اور اوس ترقن والوں میں افضل حدیث کے بیعت رضوان کی اور وہ چودہ علامہ ہیں اور ان میں افضل سرور اکبر ہیں اور وہ ہیں
مرد ہیں جو کمال کے کلمے کے برابر اور ان میں افضل چالیس آدمی ہیں اور ان میں افضل چالیس آدمی ہیں اور ان میں افضل چالیس آدمی ہیں
جو کمال کے کلمے کے برابر اور ان میں افضل چالیس آدمی ہیں اور ان میں افضل چالیس آدمی ہیں اور ان میں افضل چالیس آدمی ہیں

کتاب فی الجہاد فی سبیل اللہ ج ۱ ص ۱۰۰

الاسلام خمساً وثلاثين سنة اوستا وثلثين سنة اوسبحا وثلثين والمراد
 بالرحى في هذا الحديث القوة في الدين والجنس الستين الفاضلة
 عن الثلثين فمن جملة خلافة معوية الى تمام تسعة عشر سنة و
 شهور لان الثلثين مملكت لعلیٰ كما بدینا اب اہل الصاف اس عبارت کو ملاحظہ فرمائیے
 اور دیکھیں کہ ہمارے فاضل مجیب کا دعویٰ کہ حضرت پیر و متگیر رحمۃ اللہ علیہ نے امیر معویہؓ کو خلیفہ
 راشد فرمایا ہے غلط صحیح یا صحیح میں کہتا ہوں کہ ہمارے فاضل مجیب کا دعویٰ بالکل غلط ہے
 حضرت پیر و متگیرؓ نے انجانبہ حضرت امیر معویہؓ کو خلفاء راشدین میں نہیں شمار کیا اور کسی جگہ
 خلیفہ راشد نہیں لکھا ہمارے فاضل مخاطب کو لفظ خلافت سے اشتباہ پڑ گیا اور
 وجہ اسکی اول یہ ہے کہ پہلی عبارت میں صرف خلفاء الہدیہ ہی کو خلفاء راشدین لکھا گیا
 حضرت امیر معویہؓ کی خلافت کا بھی اگرچہ ذکر کیا ہے لیکن نہ اُس خلافت کو خلافت راشدہ
 لکھا اور نہ امیر معویہؓ کو خلیفہ راشد فرمایا تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امیر معویہؓ کو خلیفہ
 راشد نہیں لکھا دوسری یہ کہ حدیث الخلافة حدیث ثلثون سنة لیکون صلکاً
 کے موافق اور کا مصداق خلافت خلفاء اربعہ کو ہے قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ اس حدیث
 میں لفظ خلافت سے مراد خلافت نبوت ہے پھر اُس کے بعد جو خلافت امیر معویہؓ کو ذکر
 فرمایا اور اُس سے اُس کو خارج کیا تو معلوم ہوا کہ وہ داخل خلافت راشدہ نہیں بلکہ
 خلافت بجنے ملک و سلطنت ہے۔ تیسری یہ کہ امیر معویہؓ کی خلافت کی نسبت
 لکھا کہ اُس کا ثبوت وصحت اُس وقت سے ہے جب سے حضرت امام حسنؓ
 نے خلافت تفویض فرمائی تھی اور ظاہر ہے کہ پہلے اس سے اپنی اجتہاد کی خطا کی وجہ سے

۱۵ سیستیس برس اسلام کی چکی چلیگی اور اس حدیث میں رجائے مراد دین کی قوت ہے اور پانچ
 سال جو تیس سال سے زائد ہیں وہ مجدد خلافت معاویہؓ کے ہیں۔ تیس برس اور کچھ مہینے پورے ہو کر تک
 کیونکہ تیس برس حضرت علیؓ کے ساتھ پورے ہو گئے چنانچہ ہم میان کر چکے ہیں ۱۲۔

جو بسبب طلب قصاص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ واقع ہوئی تھی بناءً میں سرٹھے جاتا
 امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت تقویٰ میں فرمادی خلیفہ لیکن ایسی حالت میں آؤ کہ خلافت راشدہ
 نہیں لگ سکتے تھے تو یہی یہ کہ خلافت حضرت معویہؓ کو مصداق حدیث تدور رحی الاسلام کا
 قرار دیا اور اسکی تفسیر میں لکھا کہ مراد رحی سے توت اسلامی ہے اور ظاہر ہے کہ توت
 و شوکت اسلامی بمقابلہ کفار کے غایت درجہ کو تھی کیونکہ امرائے ایک شخص پر مجتمع تھا
 لیکن یہ مستلزم اس امر کو نہیں ہے کہ وہ خلافت علی منہاج النبوت ہی ہو غایت
 سے غایت پیچہ ہی کہ سلطنتوں میں عہدہ سلطنت ہو پس اس سے ثابت ہوا کہ خلافت
 امیر معویہؓ مراد خلافت راشدہ نہیں چنانچہ محشی نے بھی اسکی تفسیر کی ہے تو لہٰذا رضی اللہ
 اما خلافتہ معویہ رضی اللہ عنہ الخ المراد منہ الامامۃ لا الخلافتہ التي كانت
 للخلفاء الراشدين الاربعۃ لانها خلافة النبوة
 كما قاله قاضی وغیرہ من المحدثین كما نقله
 الامام النووی مفصلاً فی شرح صحیح مسلم رہا یہ اطلاق لفظ خلافت
 یا خلیفہ کا امیر معویہؓ کے حق میں اول تو سلطنت ہی بسبب اہل اطاعت ہونے کو
 اہل سنت کے نزدیک خلافت میں داخل ہے چنانچہ خلافت مطلقہ کے نیچے دو عین
 ایک خلافت خاصہ میری خلافت عامہ اور ظاہر ہے کہ خلافت ملک سلطنت مع تو اطلاق
 خلافت کا اس پر متبجح ہوا علاوہ ازیں خلافت مطلقہ دو عین ایک خلافت بنوت
 اور دوسری امارت و سلطنت ہیں اور دو نو نو عین میں تشکیک ہوا اور ہر دو کا تشکیک
 ہیں چنانچہ ظاہر ہے کہ باعتبار حصول توت و شوکت و حصول ہمت خلافت و اہل عہد
 بنویہ علی وجہ الکاملیہ اور باعتبار ثوران عہد ثوران بن بعض افراد خلافت خاصہ کے
 اما خلافت معویہ الخ خلافت مراد امامت ہے نہ وہ خلافت جو چاروں خلفاء راشدین کو حاصل تھی کہ وہ خلافت بنوت تھا
 جیسا کہ بنی سید قاضی وغیرہ نے کہا ہے چنانچہ امام نووی نے مفصل شرح مسلم میں نقل کیا ہے ۱۲۔

بہ نسبت بعض کے اکمل و کامل و ضعیف و قوی کا تفاوت رکھتے ہیں خود خلفائے میں فضیلت
 علیٰ ترتیب الخلافت واقع ہونا ثبوت مرتبہ تشکیک کی ایک بدیہی دلیل ہے امارت و سلطنت
 صدیقی میں اپنے افراد پر حقدار تشکیک کو وہ محتاج بیان نہیں جو ایسی واضح اور ظاہر ہے
 کہ اس کے اثبات کی دلیل سے کچھ ضرورت نہیں اور ظاہر ہے کہ نوع ثانی کا فرد علی
 نوع اول فرد سافل کے ساتھ باوی النظر میں ملحق و مشتبہ ہوگا کیونکہ درمیان
 دو نوع فردوں کے بجز ایک بار ایک حد فاصل کے کوئی واسطہ نہیں ہے اس لئے کہ
 خلافت کی بنیاد دو اصولوں پر ہے اول اتباع سیرت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم
 دوسری انتظام واضح اور سرانجام مہات لیکن محض خلافت کے لئے اصل اول کو
 بہ نسبت اصل ثانی کے مرئیہ ہے کہ اول بمنزلہ موقوف علیہ کے اور ثانی کو کفائے الجملہ
 مدخل ہے کیونکہ جو ایک مرتبہ حصول اجر و ثواب کا ہوتا وہ فوت ہوا اور رسول کو لئے
 ایجاز و عداۓ خداوندی میں جارحہ نہ تھی۔ افراد عالیہ خلافت میں دو نوع اصولوں کا
 تحقق اکمل وجہ سے ہوگا اور افراد سافلہ میں اصل اول علی وجہ الکمال ہوگی اور
 اصل ثانی میں نے الجملہ نقصان ہوگا سلطنت کو خلافت نبوت سے اگر امتیاز ہے تو اصل
 اول کی وجہ سے ہے کہ اوس میں مرتبہ کمال سے علی حسب مراتب انحطاط ہوگا اگرچہ اصل ثانی
 علی وجہ الکمال پائی جائے پس جو افراد عالیہ سلطنت کے ہونگے عجب نہیں کہ افراد سافلہ
 خلافت نبوت سے اصل ثانی سے بڑھ کر ہوں لیکن اصل اول میں اللہ کی ہوگی۔ توجیب باعتبار
 حد الامتین کے مرئیہ ہوئی اگرچہ باعتبار اصل آخر کے کمی ہو اور وہ کمی بھی ایسی بدیہی
 اور بین کی نہ ہو جس کا امتیاز ہر شخص کر سکے تو لامحالہ باوی النظر میں ہر دو نوع میں کمی
 افراد سافلہ و عالیہ میں ایک ملحق پایا گیا تو اگر باعتبار اسکے کسی نے قرب مجاورۃ
 و وجہ سے مجاز افراد علی سلطنت پر ایسا لفظ اطلاق کر دیا جو موہم خلاف نبوت
 نہ ہو تو کیا بجا کیا اور اوس پر کیا طعن ہے۔ ہا یہ کہ اگر آپ حضرت پیر و متکبر رحمہ اللہ

قول سے استدلال فرماتے ہیں و خلافتہ مذکورہ فی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ
استدلال بالکل غلط ہے کیونکہ امین بلکہ کسی روایت کو اس خلافت کا خلافت نبوت ہونا
مستحق نہیں ہیں آپ کا یہ فرمانا کہ حضرت پیہ دستگیر رضی نے امیر موحیہ کو خلیفہ راشد فرمایا
ہے سراسر غلط اور کذب جو علاوہ آگود و سدا کذب اور وہ کہ وہی یہ ہے کہ تحریر فرمائی
ہیں اس حدیث کی مدت مختلف بیان کر کے تحریر فرماتے ہیں "حالانکہ یہ محض غلط ہے
کیونکہ لفظ اس کا مرجع یہ ہے حدیث ثنوں سنہ ہے اور ظاہر ہے کہ اس حدیث میں شیخ
حضرت پیر دستگیر رضی نے کہیں ذکر نہیں فرمایا یہ حدیث ہرگز اپنی مدت کو مستحضر نہیں
اور وہ حدیث حسین زیادتی مذکور ہے اس سے جدا گانہ اور وہ بالکل دوسری
حدیث جو اس کا مدلول و ماصدق علیہ کچھ اور ہی چیز ہے **قولہ** اور نیز اگر یہ حدیث
صحیح ہو تو وہ دو از وہ خلیفہ جسکی بشارت اکثر احادیث میں ہے کیسے ہر گزے **اقول**
پہلے ہم اس حدیث کی الفاظ کو جو بشارت دراز وہ امام میں بطریق تھے وارو ہوئی ہے حاصل
ابن بابویہ قمی سے نقل کرتے ہیں بعد اس کے اپنے فاضل معانی کو بتلانیس کے کہ دو از وہ امام
کیسے تھے اول حدیث ابن مسعود رضی کی ہے جو بواسطہ شعبی اور قیس ابن عبد اللہ اور جریر
ابن اشعث اور مسروق کی روایت کی گئی ہے وہ یہ کہ عبد اللہ بن مسعود نے ایک سائل
کے جواب میں فرمایا - نعم حمد الیہ انبیاء صلی اللہ علیہ والہ ان یکون بعدہ **عشر**
خلیفۃ بعدہ - فقبا بنے اسرائیل - دوسری روایت جابر بن عبد اللہ
رضی اللہ عنہ سے بواسطہ شعبی اور سماک بن حرب اور عامر بن سعد وغیرہ کے بالفاظ
مختلفہ وارو ہوئی ہے **عز** جابر بن سمرة قال کنت مع ابی عند البی صلی اللہ علیہ
والہ قال فسمعہ یقول یكون بعدی **عشر** امیرا ثم

روایات بشارت دراز وہ امام -

۱۵ ہاں ہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے عبد الباقی کہ بعد انکو وارہ فیہ ہر گز نہیں فرمایا کہ نبیوں کی تعداد کے موافق ہوا

۱۵ جابر بن عمر مروی کہ میں نے ابی کہانتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا میں نے حضرت کو سنا تو انکو میرے زبانی یہ روایت

اخفی صوته فقلت لابی ما الذی قال رسول الله صلی الله علیہ والہ وسلم من قریش
وعز الشعب عن جابر بن سمرة قال قال رسول الله صلی الله علیہ والہ لا یزال هذا
الدین عن بنی امیہ ینصرون علی من ناواهم الی اثنی عشر قال ثم قال کلمۃ صحتہا
الناس قال فقلت لابی اولا بنی ما کلمۃ صحتہا الناس قال کلہم من قریش
وعز جابر بن سمرة قال قال النبی صلی الله علیہ والہ لا یزال هذا الامۃ مستقیمۃا
ظاہرۃ علی عدوہا حتی یمضی اثنا عشر خلیفۃ کلہم من قریش فانتہی فی منہا لہ
قلت ثم لیکن ماذا قال الہج - وفی روایۃ عز جابر لا یزال هذه الامۃ متصا
امرہا ظاہرۃ علی عدوہا - وفی روایۃ عن عامر بن سعد قال کتبت الی جابر بن
سمرة مع غلامی رافع اخبرنی بشی سمعہ من رسول الله صلی الله علیہ والہ فکتبت
سمعت رسول الله صلی الله علیہ والہ یقول جمعة عشیة رجم الاسلحہ لا یزال الدین
قابحا حتی تقوم الساعۃ ویکون علیکم اثنی عشر خلیفۃ کلہم من قریش یمشی تروا شح برکۃ
عز شرح الہک قال الکتاب هذه الامۃ فیم اثنا عشر فاذا وقت لعدو لغوا ولغووا کما یستہیم

۱۵ پر کہہ آہستہ فرمایا میں نے اپنے باپ سے پوچھا حضرت نے کیا فرمایا کہا اب قریش سے ہونگے جابر بن سمرة و موی ہر کہا فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دین ہمیشہ غالب مضبوط اپنے مخالفوں پر فخر و برکات بارہ خلیفوں تک پہنچے ایک کلمہ فرمایا
جو لوگوں کی جو کمزوری ہو جائے تو میں نے اپنے باپ یا بیٹے سے پوچھا کہ کونسا کلمہ ہے جو لوگوں نے مجھ کو سننے فرمایا کہ قریش سے ہونگا اور جابر بن
سمرة سے موی ہے کہا فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ امت ہمیشہ اپنے امین مستقیم ان پر دشمن پر غالب رہیگی یہاں تک کہ بارہ خلیفہ گذرے
جو سب قریش سے ہونگے یہ ہمیشہ اپنے گھر پر حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہر کہا ہو گا فرمایا قتل - اور ایک روایت میں جابر سے ہے جو میں نے اس سے سنا
امر درست رہیگا اور ان پر دشمن پر غالب رہیگی اور ایک روایت میں عامر بن سعد سے ہے کہ میں نے جابر بن سمرة کے پاس اپنی غلام رافع کے
ہاتھ لکھ کر دیکھا کہ مجھ کو بتا جو تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو پس اذکر جواب میں لکھا کہ میں نے حضرت علی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا
کہ روز سننا جبکی تمام کوسلی سنگ سا ہوا فرماتے تھے ہمیشہ یہ دین برابر رہیگا قیامت تک اور تیر بارہ خلیفہ ہونگے سب سب قریش سے ہونگے
شرح برکۃ سے ہر کتاب میں کہا کہ اس امت میں بارہ خلیفہ ہیں جن کی تعداد پوری ہو جائیگی تو سرکش اور بغاوت کی کوئی اور راہ کی طرف نہیں جائیگی

چوتھی روایت ہے سحر قال کان ابوالخالد جاک فسمعہ یقول ویحلف علیما ہذا الامۃ
 لا یفعل حتی یموت فیہا اما عشر خلیفہ کلہم یعمل بالحد و دین الحق ہانجون رت
 عن سفیان بن برید بن مکحول انہ قیل لہ ان النبی صلی اللہ علیہ الہ قال یكون
 اما عشر خلیفۃ قال نعم و ذکر لفظہ اخری عن معمر بن یحیی و ہب بن منبہ یقولون
 اما عشر خلیفہ ثم یكون المہج ثم یكون کذا چوتھی روایت عن عمر البکائی عن کعب
 الاحبار قال فی الخلفاء ہم اتی عشر اذا کان عند القضا ثم ھم و اتی طبقۃ صالحت
 عند اللہ کلہم العمر کذلک وعد اللہ الذین امنوا منکم و حملوا
 الصلحت لیستخلفہم فی الارض کما استخلف الذین
 مرفلہم و کذلک فصل اللہ بنی اسرائیل و لیس بغزین ان
 یجتمع ہذا الامۃ یوما و تقف یوم و ان بنی ماعند ربک کالف سنۃ بما تعدون
 اور صحیح مسلم بن حبشہ روایتیں در باب ائمہ اما عشر و اردو ہوتی ہیں وہ تقریباً ان روایات
 میں سے بعض کے مطابق ہیں لیکن غالباً ابو داؤد کی روایت میں لفظ کلہم یجتمع علیہ الامۃ
 الی الخ سے مروی ہے کہا ابو خالد یہاں تک کہ اس سے سناتے ہیں کہ کہتا تھا کہ یہ امت ہاں تک کہ
 یہاں تک کہ اسیں بارہ خلیفہ ہونگے کب سب ہدیت اور دین حق پر عمل کریں گے۔ سفیان بن برید بن مکحول سے
 روایت ہے کہ اس کی کہتا ہے کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا ہے کہ میری بعد بارہ خلیفہ ہونگے کہ ان۔ اور
 لفظ ذکر کیا۔ معمر سے معمر نے اس سے کہنے وہ بن منبہ سے منا کہتا تھا کہ وہ بارہ خلیفہ ہونگے یہ قتل ہو گا یہ
 یہ ہونگے کا کعب و البکائی کعب اخبار روایت کرتا ہے اس سے کہتا کہ وہ بارہ ہیں اور جب ان کو گزرنے کا وقت قریب ہو گا
 اور طبقہ صالحہ عبد اللہ آئیگا تو ان کی عمریں زیادتی ہو گی اسی طرح وعدہ کیا ہے اللہ ان کو جان کائنات کا اور انک
 کام کیے کہ ان کو ملک میں جانشین کرے گا جس طرح جانشین کرتے ہیں ان کو اور اسی طرح اللہ بنی اسرائیل کا رہا تھا
 اور اللہ پر کچھ دشوار نہیں کہ اس امت کو ایک دن یا آدھن جمع کر دے اور ایسا تیری رب کے نزدیک
 مثل ہزار برس کے ہے تمہاری گنتی سے ۱۲۔

زیادہ وارد ہوا ہے۔ اب گذارش یہ ہے کہ جس روایت میں تعقید خلافت کی تینوں سنتہ کے ساتھ وارد ہوئی ہے وہ خلافت نبوت صحو علی الاتصال استقر زمانہ تک ممتاز رہی چنانچہ بعض روایات میں صحیح خلافت نبوت وارد ہوا اور نیز اس قسم کے الفاظ سے بھی ارشاد ہوا ہے **انھذا اکامر بدارنبوۃ ورحمۃ لہم خلافتہ** جو غرض اس قسم کی روایات سے صحیح معلوم ہوتا ہے کہ یہ خلافت جبکی مدت تیس سال ارشاد ہوئی ہے خلافت نبوت و رحمت اور وہ روایت جو بشارت دوازده امام میں وارد ہوئی ہے وہ عام ہے اس سے کہ خلافت نبوت ہو یا ملک سلطنت ہو علی الاتصال ہو یا بالقطاع کیونکہ جس قدر اوصاف دوازده ائمہ کی نسبت بیان ہوئے اُن سب کا حاصل یہ ہے کہ اُس خلافت کو قوت و شوکت ہوگی اور اوس میں اضطراب و تنزل و وقوع فتن نہ ہوگا وہ اپنے اعداد پر غالب رہیگی اور بمقابلہ اُس کے کفار مغلوب و مشکوس ہونگے اور امت او پر جمع ہوگی اور یہ اوصاف کچھ خلافت خاصہ پر ہی منحصر نہیں ہیں بلکہ یہ عوارض عامہ ہیں جو خلافت کے دونوں نوع میں پائے جاسکتے ہیں خلافت خاصہ ہی ان کے ساتھ متصف ہو سکتی ہے اور امت و سلطنت کو بھی ان صفات سے خط و نصیب ہو پس ان دونوں روایتوں میں کسی قسم کا تعارض نہیں ہے ہاں یہ بات باقی رہ گئی کہ قمری کے بعض روایات میں جو بھیہ الفاظ وارد ہوئے ہیں کلیم یعمل بالہدئے و دین الحق شاید ہمارے فاضل مجیب کو خلیان میں ڈالیں اور یہ خیال فرمائیں کہ یہ وصف مستلزم خلافت خاصہ کو ہے لیکن یہ زخم اگر ہو تو بالکل باطل ہے کیونکہ اس وصف میں بھی صحیح مرتبہ تشکیک ہے اور اُسکو صدق میں اپنے افراد پر اولویت اور اشدیت کا فرق بدیہی ہے خلفاء راشدین بھی عالمین بالہد و دین الحق ہیں اور سلاطین میں ہو انکی افراد عالیہ اور افراد متوسطہ بھی عالمین بالہد و دین الحق ہیں لیکن ان میں اور اُن میں باعتبار اس وصف کی امتیاز اور فرق ہے خلفاء

راشدین میں اس وصف کا صدق اُسے اور اشد ہو اور سلاطین کے افراد عالیہ و متمسک
 میں اُس کی عید اور خیف ہو لیکن صدق اس وصف کا گوئیے الجملہ کم ہے تاہم پایا جاتا
 بلکہ سلاطین جائید جو سلاطین کے افراد سافلہ ہیں اُنہیں بھی ہے الجملہ پایا یا بیگا اگر وہ
 کفار کے ساتھ جہاد کریں گے جو باعث قنوت دین ہو لیکن اُن افراد کا اس وصف کے ساتھ
 اقصاف ایسا قبیل ہو گا کہ اگر اُس کو کان لہم لیکن اعتبار کریں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے
 غرض یہ وصف بھی مثل دوسری اوصاف کے حواض عامہ میں سے ہے جو خلافت نبوت
 اور امارت کو عام ہے اور ہرگز مستلزم خلافت خاصہ کو نہیں پس جب یہ امر ثابت ہو گیا
 کہ وہ یقین و تحدید خلافت خاصہ کے لئے ہی تھی اور یہ بشارت عام ہے تو وہ و لو
 حدیثوں میں باہم کچھ تعارض تو متافض نہیں رہا کی تو جہات اور ہی ہو سکتی ہیں لیکن
 ہم بخوف تطویل اور تکثر کر رہے ہیں اب تمجید یہ خیال ہو کہ حضرت ابن بابویہ قمی صاحب
 نے ان روایتوں کو جو بشارت و دوازہ امام میں وارد ہوئی ہیں اپنے مذہب کی تائید اور
 تقویت میں نقل کیا ہے اور اپنے روایات مذہب کو موافق سمجھا ہے چنانچہ اسکی بعد وہ روایتیں
 نقل کی ہیں جو اپنے روایات سے بشارت و دوازہ امام میں منقول ہوئی ہیں ائمہ و ان روایات
 کو بلا رد و انکار قبول کر لیا ہے ورنہ شیخ نے جسجا مخالفین کے روایات فصال میں نقل
 کی ہیں وجہ نقل کی بیان کر دی ہے چنانچہ روایت رکعتین بعد صلوٰۃ العصر عن عبداللہ
 ابن الماسود عن ابیہ عن عائشہ بیان کر کے آخر میں لکھتے ہیں قال مصنف هذا الكتاب
 مرادی بایراد هذه الاخبار الرد على المخالفين لا حقهم لا يرون بطلان الخداع
 وبعد العصر صلوٰۃ فاجبت ان ابين انهم خالفوا رسول الله صلى الله عليه وآله في قوله فخلوه
 پس جب اسجگہ بعد نقل روایات سکوت کیا بلکہ سکوت نہیں آیا روایات جو بشارت و دوازہ

روایات معتبرہ و بشارت و دوازہ امام مذہب شیخ احمد رضا بن علی

اس کتاب کا مصنف کہتا ہے کہ حدیثوں کے ذکر کرنے سے میری غرض مخالفین پر دکرنا ہے کیونکہ وہ بد فہم اور
 معسکے غایر نہایت نہیں سمجھتے تو میں نے چاہا کہ اس امر کو بیان کروں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل میں کیا

امامین تہنیں وار و کین تو معلوم ہو کہ یہ روایات شیخ کے نزدیک مقبول و متحد ہیں قطعاً نہیں
 اس پر اگر بالفرض شیخ قمی کے نزدیک یہ روایات مقبوض نہ ہوں تاہم حسب شہادت امام صادق
 و امام کاظم مقبوض قابل قبول ہیں کیونکہ ہم معنی اور مشابہ روایات اہل بیت کی ہیں تفسیر صافی
 میں منقول صحرا قال الصادق فما جاءك في روايت من راو فاجر توافق القرآن فخذ به
 وما جاءك في روايت من راو فاجر يخالف القرآن فلا تأخذ وقال الكاظم اذا جاء
 بالحديثان المختلفان فقسهما على كتاب الله وعلى احاديثنا فان اشبههما فهو
 حتى وان لم يشبههما فهو باطل۔ ان دون روایتوں سے ثابت ہو کہ جو روایت موافق
 کتاب اللہ اور مشابہ احادیث ائمہ ہو وہ حق اور واجب القبول ہو اور پھر روایات منقولہ
 صدوق ہی مشابہ اُن روایات کے ہیں جو ائمہ سے وار و مہوئی تو یہ بھی واجب القبول نہ ہوگی
 اور بعض روایات میں اگرچہ روایات اہل بیت ہیں اور بواسطہ روایات اہل بیت کے منقول ہوئی
 ہیں لیکن یہ اس قراح نے الروایۃ نہ ہوگا تو اب معلوم نہیں کہ ان روایات کو موافق و وار و
 امام کو ہمارے فاضل مخاطب کیا سمجھینگے اور ان روایات کے صدر سے مذہب کی بناء کی
 اہتمام سے صیانت کیونکر کریں گے۔ اور ان روایات سے صریح ثابت ہوتا ہے کہ امت کو زمانہ
 ائمہ اثنا عشر میں استقامت امر اور غلبہ علی الاعداد اور ظہور دین اور اصلاح امر میں
 ہوگا پس اگر انکو ائمہ اثنا عشر حضرات شیعہ پر محمول کیا جاوے تو یہ وعدہ اور اخبار
 جھوٹ اور کذب ہوگا کیونکہ ائمہ کے زمانہ میں برعکس ہو کہ اضطراب امر اور غلبہ اعداء اور
 اختہار دین اور فساد امر حاصل ہوا تھا اعلیٰ عظم کا نام و نشان تک صفت کیتی ہو گیا ہو گیا ہو گیا

صلیٰ امام صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو کچھ تیرے پاس کسی ریتا میں کسی ناجرادی سے آوے جو قرآن کے موافق ہو
 تو اسکو لے اور جو کچھ تیری پاس کسی روایت میں روا ہے ناجر آدمی کے مخالف ہو تو اسکو نہ لے۔ امام کاظم
 نے فرمایا جب تیرے پاس دو مخالف حدیثیں آئیں تو اسکو کتاب اللہ اور ہماری حدیثوں سے مقابلہ کر اگر وہ ایک پر شہادۃ
 ہوں تو وہ حق ہے اور اگر اُن کے مشابہ ہو وہ باطل ہے۔ ۱۲

جیسی حالت رہی وہ محتاج بیان نہیں دوسری یہ کہ یہ غالباً پہلا جو زمانہ آٹھ عشر
 بن موحود ہے یہ مختصر کسی زمانہ تک جو اس کے بعد ہرج و مرج و فساد و ہلاکت کی اگر بعد ائمہ
 کے ہیں تو حضرت علیؑ ہیں اور وہ خود ائمہ سے کم درجہ ہیں تو معلوم نہیں کہ یہ امامت جو ائمہ
 آٹھ عشر ہیں جو مختصر اور ختم ہو چکی تھی کیا بعد اس کے جب ارشاد فاضل عجیب است محمدی
 صلی اللہ علیہ وسلم ختم ہو چکی کہ بعد ائمہ آٹھ عشر کے پھر امامت کی ضرورت نہیں رہی حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ اللہ دین ناقص چھوڑا تھا جو زمانہ ائمہ آٹھ عشر ہیں مکمل ہو گیا
 تیسری یہ کہ یہ زمانہ مصداق آیت شریفہ و علیہ السلام الذین امنوا منکھ کا ہے کہ خداوند
 تعالیٰ زمانہ بعض ائمہ میں انجام دے اختلاف و تکلیف دین و دوزخ خوف و حصول امن فرمایا
 اور یہ بھی جہد و گریہ مذہب تشیع ہے کسی دانشمند پرورشیدہ نہیں قبول ہاں اسی شد متلف
 اور مضطرب و مسلمہ خود کو ہمارے سامنے پیش کرنا عجیب کی مناظرہ والی کے کمال پر وال
 اقول ہم ابھی عرض کر چکے ہیں کہ بشہادت امام صادق جو روایت کہ موافق قرآن
 کے ہو گویا ہی راوی سے ہو واجب القبول ہوگی پس جب ہم اس سے پہلے اشارہ
 کر چکے تھے کہ یہ خلافت کتاب اللہ سے ثابت ہو تو یہ روایت جو موافق کتاب اللہ
 کی ہوئی قابل قبول ہوگی رہا اختلاف و اضطراب جو اس روایت کی صحت کو مانع ہو
 اگر آپ ثابت فرماتے تو جواب ہی گذارش ہوتا البتہ یو نہیں بے دلیل و حکم کرنا ہمارا
 فاضل عجیب کی کمال مناظرہ والی پر دلیل سے قال الفاضل المجیب قولہ اور
 آیات سے الخ آپ کے علماء کی کلام اور سہار کے اقوال و افعال سے اسکا اہم المہات
 ہونا ثابت ہو یہ تعجب جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکی تصریح کیوں فرمائی
 مسائل روزہ و نماز و غسل و خمر و غیرہ جتنے کہ آداب بیت الخلاء و غیرہ تک تو صاف
 مشرح و مفصل بیان فرمائے اس اہم المہات کو ہی کیوں چستان و پہلے کر دیا
 کہ امتداد و تکرار ہو گیا اور اٹھا یہ جو یہ حق و حقیقت ہے اور نہ تو یہ زمانہ

العبد الفقیر الی مولاه الغنی جب ہانت کا اصل مذہب آپ کو معلوم ہو چکا
 کہ ان کے نزدیک خدا تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم اُسکی تبلیغ فرماتے ہیں جو ادنیٰ خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی تو پھر یہ
 اعتراض بالکل بعید از عقل ہے علاوہ ازیں جب خداوند کریم خود اسکی تصریح کا متکفل
 ہو چکا تھا تو پھر کچھ ضرورت باقی نہیں رہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسکو اس
 ہیئت کذا فی کے ساتھ بیان فرماتے جسکو حضرات شیعہ پسند فرماتے ہیں اور ممکن ہے کہ اگر تصریح
 کے ساتھ اختلاف افراد معینہ کا کیا جاتا اور اسوقت بغاوت اور بلوہ اور قتل خلیفہ پیش آتا
 عجیب نہیں کہ باعث نزول عذاب کا ہونا ایسی امت کسپر کیا گیا اور اوصاف و عوارض
 بتا کر ممبر نہ تصریح کے کر دیا گیا اور یہ بھی ایک نوع کی تشریح و تفصیل ہے لیکن ہمارے
 مجیب فرماتین کہ جب یہ مسئلہ اہم المہات اور اصول و مقاصد دین میں سے تھا اور خدا
 تعالیٰ پر واجب تھا کہ اسکو بیان فرما دے اور جو دیکھ اسنے اسنے فرمے کو بیان فرمایا
 اس اہم المہات کو ہی کیونچہ بیان دے پہلے کر دیا کہ جو کتاب اللہ میں سے کہیں جو جی سی
 نہیں جاتی ہمسکو تو غور و انصاف کا حکم ہوتا ہے جو بسرِ چشم ہے لیکن کچھ آپ ہی غور و
 انصاف سے یہ لیبین قال العاقل المجیب قولہ - یہ بھی امر باعث ہوا کہ اہل سنت میں
 درباب نص و عدم نص اختلاف واقع ہوا پس یہ دعویٰ کہ اہل سنت اس باب
 میں نص کے قائل نہیں علی الاطلاق صحیح نہیں چنانچہ ملاحظہ صواعق سے یہ
 معلوم ہو سکتا ہے - اقول - اگرچہ اس قول کے جواب میں گفتگو ہو سکتی تھی مگر چونکہ
 چندان مفید نہیں بنظر اختصار کچھ عرض نہیں کرتے مگر اسقدر ضرور گزارش ہے
 آپ کے خاتم المحدثین ستحفہ کے باب ہفتم عقیدہ پنجم میں فرماتے ہیں - زیر کہ خلفا

بظاہر الفاظ میں کوئی قید معلوم نہیں ہوتی افسوس کہ آپ کے خاتم الحمدین نے
صواعق کا ملاحظہ نہیں فرمایا ورنہ ایسا دھوکہ جسکی آپ بھی تگزیب فرماتے ہیں نہ ہوتا
یقول العبد الفقیر الی مولاه الغنی جناب میر صاحب گستاخی معاف تحفہ کی کتاب
کے مطلب کو تو آپ نے سمجھا ہی نہیں تھا بندہ کی گزارش کو بھی قبول نہ فرمایا اور نہ سمجھا
لیجئے اب پھر گزارش کیجاتی ہے مگر تحفہ کا ملاحظہ فرمائیں اور سمجھیں مسئلہ منصوصہ امت
جو فرما میں اہلسنت و شیعہ مختلف فیہا ہے اوس میں دیکھنا چاہئے کہ محل نزاع کونسا اثر
کہ جسکو اہلسنت منع کرتے ہیں اور شیعہ اوسکو تسلیم کرتے ہیں چونکہ تحقق نزاع کے لئے
ضرور ہے کہ وہ مسئلہ جبین نزاع واقع ہو رہی ہے باتحاد الاعتبارات و توفیق کے نزدیک
ماخوذ ہو تو اسلئے وہ نص کہ جسکا اشتراط حضرات شیعہ تسلیم فرماتے ہیں اوسکو حضرات اہلسنت منع
کرتے ہیں اور اگر وہ نہ ہو بلکہ وہ نص جسکو شیعہ تسلیم کرتے ہیں جدا ہوا و جسکو اہلسنت
تسلیم نہیں کرتے ہیں دوسری تو نزاع ہی متحقق نہ ہوگی پس وہ نص جسکو حضرات شیعہ
امامت کے لئے شرط قرار دیتے ہیں یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
بتصریح اسطرح استخلاف فرمایا کہ عام طور پر سبکو جمع کر کے اپنے ارشاد فرمایا ہو کہ اے لوگو
فلان شخص کو تمہاری اوپر میں اپنا خلیفہ اور امام مقرر کرتا ہوں میری بعد وہ میرا خلیفہ
اور تمہارا امام ہے اوسکی اطاعت کیجو اور اوسپر ایمان لائیو اور اسکا اہلسنت انکار کر لو میں
اوسکی نسبت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا زیر کہ خلفائے ثلاثہ نزواہل سنت پر
اندہ منصوص علیہ یعنی منصوص علیہ نص تنہا عوفیہ نہیں ہیں چنانچہ سیاق عبارت میں
متبادر الی الفہم اور بطریق اشتفاء نص کو مستلزم نہیں بلکہ جائز ہے دوسری قسم کے نص۔
جو مثل روز روشن واضح کر دی کہ استخلاف کسطرح واقع ہو نیوالا ہے بطور اجبار کہ
جو حال واقع پر دلالت کرے واقع ہوجن حضرات نے نص کو خاص پہلی صورت کے
ساتھ مختص سمجھا خلفاء کو غیر منصوصہ فرمایا اور یہ بات اعتبار عرفا قرب الی الفہم میں

حضرات نے اخبارات اور بیانات واقعہ کے قدر مشترک کو ملحوظ فرمایا اور اس کو بمنزلہ تفصیل کے سمجھا اور انہوں نے منصوص کیا اور یہی باعتبار ولالت عقل صحیح اور قرین قیاس ہے اور فی الحقیقت یہ نزاع نہیں ہے کیونکہ مرجع نفی و اثبات کا امر میں متغایر ترین ہیں فریق اول کی نفی کرتا ہے وہ جدا حق اور فریق ثانی جسکو ثابت کرتا ہے وہ امر آخر ہے بہر کیف اہل سنت میں سے کوئی شخص اس امر کا معترف نہیں جو کہ خلفاء منصوص اوس نص کے ساتھ ہیں جو متنازعہ فیہ درمیان اہلسنت و شیعہ علیہما السلام اتفاق اوس اعتبار سے تمام اہلسنت خلفاء کو غیر منصوص اعتقاد کرتے ہیں پس تحفہ میں جو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نفی منصوص علیہ ہونے کی کی ہے وہ باعتبار اوس نص کے جو اہلسنت و شیعہ میں متنازعہ فیہ ہے اور مبتدہ نے جو اثبات نص کا صواعق کے حوالہ سے کیا وہ راجع اوس نص کی طرف ہے جو متنازعہ فیہ نہیں لیکن چونکہ ہمارے فاضل جمیل نبی خوش فہمی سے یہہ بچھ گئے کہ تحفہ میں منصوصیت سے بالکل انکار ہے اسی بہ اعتراض فرمایا حالانکہ ہم نے علی الاطلاق کی قید لگا کر متنبہ بھی کر دیا تھا لیکن تنبیہ نہ ہوا اور اس سے یہہ ہی ظاہر ہوا کہ سوال میں بھی جو منصوصیت سے انکار تھا وہ علی الاطلاق تھا کیونکہ اگر ایک نزدیک منحصر فی فرد واحد ہے اور جب اس کی نفی کر دی تو کل منتفی ہو گئی پس صاحب تحفہ کا دعویٰ صحیح ہے اور ہم نے اسکی تکذیب ہرگز نہیں کی افسوس کہ آپ نے یہ تحفہ کا مطلب سمجھا اور نہ ہماری مہروض میں تامل فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک تنبیہ بطاہر الفاظ میں کوئی قید نہ ہوا و سوقت تک مضر نہیں تعجب ہے کہ آپ تو بڑے مناظرہ وان و متبحر ہو کر ایسی بات فرمائیں جسکی صدام حاکم سے قرآن و حدیث میں تکذیب ہوتی ہے فانہ با یعنی القدم الذین با یعو ابا بکر الخ میں کیسے کہ بطاہر الفاظ میں قید ہے جو اسکو الزامی قرار دیا اور لفظ عندک مثلاً مقدر تجویز فرمایا قل کو تو ا حجابہ ان حلال ہوا میں بطاہر الفاظ میں کہاں قید ہے علی ہذا القیاس بہت جگہ اسکی نظیریں موجود ہیں لیکن

کچھ تو فہم و انصاف کو کام لین قال الفاضل المجیب۔ قولہ۔ اور حدیث تمک باثقالین
 اور قصد احراق کا ذکر عجیب سبحان اللہ۔ اپنے گہر کی تو خبر لیجئے۔ قول۔ امور دینی میں
 حدیث تمک کا ذکر آپ کو کیوں عجب معلوم ہوتا ہے اگر آپ اس قول کو ہی کہ اہلسنت
 نزدیک خلافت فروع دین سے ہے تسلیم کر لیں اور اس کو فروغی مسئلہ اور نہایت
 خفیف سمجھیں تب بھی حدیث تمک کا ذکر ضروری ہے تعجب ہے کہ آپ کو کیوں عجب
 آتا ہے یقول الجسد الفقیر الی مولاہ الغنی حدیث تمک کا ذکر اسوائے
 عجب معلوم ہوتا ہے اور اسلئے تعجب آتا ہے کہ اوس حدیث کا ذکر بطور طعن و
 تشنیع کے کیا گیا ہے اور طعن وہ کر سکتا ہے جو پہلے خود عامل بالحدیث ہو
 اور حدیث پر جب تک عمل ہی نہیں اور خود بھی اوس سے بمرآحل بعید ہیں تو اس
 صورت میں بمقتضائے امام ذرا الناس بالنار و نکسوا اللہ کفر کے ہر ذمی قتل و شہر کو اسکا
 ذکر عجب معلوم ہوگا اور ایسے شخص کے ذکر سے تعجب کر لگا زبانی دعووں سے تمک
 نہیں ثابت ہو سکتا حضرات شیعہ نے تو مشائین اور زرارہ اور ابو بصیر وغیرہ کے
 ساتھ تمک کیا ہے جنکے نامہ اعمال مابقی میں مذکور ہو چکی ہیں اگر اسکا نام تمک
 باثقالین ہے تو ایسے تمک کو سلام عرض ہمارے فاضل مجیب کی اس تحریر سے یہ بھی
 معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک جو فروعی مسئلہ ہوتا ہے وہ نہایت خفیف ہوتا ہے حالانکہ
 یہ سراسر غلط ہے فروعیات کو خفیف ہونے کے کیا معنی قولہ آخر آپ کے خلفاء امام
 بہ تمک ہی رہا نہ تھے اقول خلفائے رضی اللہ عنہم حکم حدیث نجوم مقتدا اور بموجب آیات
 اطاعت ادلوا الامر تھے اور مطاع اور ادلوا الامر کو جس طرح تمک کرنا چاہیے کیا
 قولہ اگر بیٹے یہ سوال کیا کہ بعد وفات آنحضرت ۳۰ یا مقدمہ خلافت کا ہے پیش
 آیا آپ کے خلفاء نے اس باب میں اہل بیت کو کیا تمک کیا تو کون سے تعجب کا
 محل ہے تعجب اور حیرت تو یہ ہے کہ باوجود اسکا کمال انبیاری اس باب میں

تک نہوا وقتہ احواق کیا **اقول** مقدمہ خلافت میں جبکہ نقل اٹھانکا متک ہر تو لا محالہ نقل اس قدر ہی
 اوسیکامتیج ہے تو یہ ہوا کہ خلفائے اس باب میں اہل بیت سے کس تک کیا ہے محل تجب ہر
 پہر اگر ہستے اس پر حضرت شیخ کے متکات اہل بیت سے جبکہ تو ناخوش ہونے کی کوئی بات ہو لیکن مجھ سے
 مقدمہ میں جو بعد وفات سرور کائنات میں آیا مقدمہ پیش آیا سوال کرتے ہیں کہ جب یہ حادثہ پیش آیا
 اور آپ اس دار فانی سے رخصت ہوئی تو اس وقت تک حضرات شیعہ کا وجود نہوا تھا یا نہیں ہوا تھا
 اگر اس وقت تک انکو خلعت وجود عطا ہو چکا تھا تو فرمائی کہ اس وقت ان حضرات نے کیا تک
 باتیں فرمایا کیا اس وقت تک آیت **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ**
وَأَخْلَصْ إِلَيْهِمْ نازل نہیں ہو چکی تھی یا یہ کہ نازل ہو کر پہر منسوخ ہو چکی تھی اور یا **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ** کا حکم اس وقت باقی نہیں رہا تھا اور اگر انکا وجود ہی
 نہیں ہوا تھا تو یہ فرمائی کہ انکا وجود اس وقت حادث ہوا ہے۔ راجعہ احواق بس اسکی بابت ہم پہلے
 ہی گذارش کر چکے ہیں اور اب ہی مختصر گذارش کرتے ہیں کہ اولاً حضرات شیعہ نے فضل احواق کا
 دعویٰ فرمایا۔ چنانچہ اہل شیخ محقق طوسی بخیر کے طاعن صدیق میں تحریر فرماتے ہیں **وَأَنذَرْتُ**
إِلَى بَيْتِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا اسْتَمَعَ مِنَ الْبَيْعَةِ فَاضْرَمَ خَيْدَ النَّارِ فِي
فَاطِمَةَ وَجَبَّاهُ مِنْ سِنِّهِ شَامٌ اور علاوہ حضرت طوسی کے دوسری حضرات نے بھی یہ دعویٰ فرمایا
 پہر جب دیکھا کہ یہ کاغذ کی ناو نہیں ہستی اور متقدمین کی غلطی پر مشتبہ ہوئی تو پچھلون نے اس دعویٰ
 چھوڑ کر مقدمہ اہل حق کا دعویٰ کیا اور دین میں جاری فاضل مجیب ہی ہیں اور متک اپنا اس دین
 قرار دیا جو ازلہ انخفا میں منقول ہے جسکا الفاظ یہ ہیں **وَأَيُّهَا اللَّهُ مَا ذَاكَ بَانِعِي أَنْ اجْتَمِعَ هَوْلًا**
الْفَرَعُ عِندَ لَأَزْ أَسْ هَمَّ أَنْ يَكُونَ عَلَيْهِمُ الْبَيْتُ ابْ عَاتِلِ أَنْ الْفَاطِمِينَ غَوَّرَ كَرَسَ اور حضرات شیعہ
 اسے ای ہی کا درون اور منافقان سے جہاد کو اور انہی کے لیے ای بیان والد دوستی نکر وادستی جہاد نے غصہ کیا کہ
 اسے اور اس نے امیر المؤمنین علیہ السلام کے گھر کی طرف جب اس بیت سے ہٹا کر کیا ہے چاہا تو دوسرین
 اہل لگادی حالانکہ اوسین فاطمہؑ اور نبی کا شریک جامع تھی ۱۲؎ اور خدا کی قسم یہ جگہ کبھی مانع
 نہیں ہے اگر یہ جامع تیرے پاس الہی ہو گئی کہ میں گھر جلائیگا اور ہر حکم کو ان ۱۲ - ۱۳ -

شہادۂ حق بیت کا جواب

دعویٰ کو دیکھ کر ابن الفاذل کو ثابت ہوا ہے یا نہیں ظاہر ہے کہ ابن الفاذل سچا ہے کہ قصداً حراق جسکو ہماری
 فاضل موجب مدعی میں ثابت نہیں ہوتا کیونکہ قصداً حراق ایک ایسی نکتہ کی غرض تھی کہ مقتضی ہے کہ حسین
 یکجہ شک و تردد نہ ہو اور ظاہر ہے کہ اس روایت میں لفظ ماؤاک باسعی مذکور ہے جسکو معنی یہ ہیں کہ
 یہ مجبور و کئی والا نہیں ہے جو میرے عدم قصد پر دل ہے اور محض غرضت کو نسبت ہے اور نیز جبکہ لفظ
 ان شرطیہ متصل ہے جو باعتبار اپنے اصل وضع کے اسوشکو کو محملہ کے واسطے مستعمل ہوتا ہے اور ہم
 بدانتہ قصد و غرض کی منافی ہے۔ علاوہ ازیں اس قسم کی عبارات عرت عام میں محض تہذیب کی پیش
 بولے جاتے ہیں اور اس سے مقصود محض تنبیہ و تہذیب ہوتی ہے اور اگر قصداً حراق معنی نہیں ہے
 چنانچہ جناب امیر نے حضرت ابن عباس کی نسبت جبکہ وہ بعید کا بیت المال لوٹ کر بیعت حضرت
 شیعہ کہ آیتھی تھے ارجحاً یا امیر نے انکو ایک جناب امیر خط تحریر فرمایا جسکی متن ہم راجع الباقی
 اور کر کے ہیں اور میں تحریر فرمایا ہے فاتر الله واردد الی هو لاء القوم اموالهم فانك
 ان لم تفعل لثا مكنى الله منك لا عذر ان الى الله فبك ولا ضرر بل لیبقی
 الله ما ضربت به احدا الا دخل الما ان ابن الفاذل کو ملاحظہ فرمائی کہ یہ الفاظ کی رقم کے ہیں
 ابن عباس کے قتل کے قصد پر دلالت کرتے ہیں پہر ہم پوچھتے ہیں اگر وہ مقصد قتل ہے تو قتل کی کفایت
 سلمہ کا الا احد ثلث النفس بالعسر والثیب الزانی والدارك لدینہ جائز ہے یا نہیں
 علاوہ اسکے ابن عباس نے وہ اموال اس کیے یا نہیں اگر واپس کر دیتے تو خود ابن عباس نے
 جو اسکے جواب میں تحریر کیا اور لکھا کہ بیت المال میں میرا حق اس سے زیادہ اسکے مخالف ہے
 اور نیز کہیں کہیں اہل کافرت بھی نہیں ہوا اور اگر واپس نہیں کیا تو پہر حضرت ام کو گمبی اور نیز
 قدرت ہوئی یا نہیں اگر نہیں ہوئی اور پہر اس کے ساتھ کہیں نہیں ملے تو تب بیان ایک ہیں کہ اگر
 داخل ہوئی تاہم صورت میں تو قتل اور عذاب کی اذکو بھی کافر و مرتد فرمائی ورنہ کم سے کم حسب تحقیق
 محقق طوسی تجرید میں بخلافہ فسقة و محاربہ کفر۔ فاسق موفر ہے کہ یہی درندہ اور

لے کہ بسبب ایک کہن میں نابجا اور بے اثر رہا۔ ۱۲۔ ۱۳۔ اسکے مخالف فاسق ہیں اور اسکی محارب کافر۔ ۱۴۔

صحیحہ لئے ہی ایسا کیا منظور کیا ہے اور یہ تزیین و تجمیع بلا مرج کیوں ہے اور اگر قدرت ہوئی تو پھر جناب نے
 اونکے ساتھ کیا معاملہ فرمایا اپنا مقصد پورا کیا یا نہیں اور اپنی قسم میں بار ہوئی یا جانتے بغیر
 ارشاد ہو قول کہ عجب نہیں کہ آپ کو یہی ارکان عجب ہو ورنہ ضرور ہے کہ کچھ جواب دیتے اور یہ
 ہی وجہ ہے کہ جب آپ کو با اہمہ جو دت طبع کچھ جواب نہ بن سکا تو ناخوش ہو کر ہلکا کر سہنہ دی
 اقول افسوس کہ آپ نے ہماری گزارش کو نہ سمجھا ہمنے اجمالاً مختصراً دہان ہی جواب دیا ہوتا
 اور لکھا ہوتا کہ قصد امور قلبیہ میں سے ہے جس سے ظاہر معلوم ہوتا ہوتا کہ اس کا ادراک دشوار ہے
 اور جو الفاظ صحیح مفہوم ہوتا ہے وہ ہرگز اتفاق پر دلالت نہیں کرتا۔ پس یہ حضرت کی خوش
 فہمی ہے کہ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ کچھ جواب نہ دیا اور کچھ جواب نہ بن سکا۔ چنانچہ اس میں
 ہمنے اس کو کی قدر تفصیل کے ساتھ عرض کیا آپ اس اگر آپ اب ہی نہ سمجھیں تو اس میں فرمایا
 کہ ہمارا کیا منظور ہے۔ باقی الفاظ نا ملائم کام جواب نہیں دیتے۔ قول ہمنے بیشک آپ
 گہر کی خبر لی ہوئی ہے۔ آپ کو اس سے کیا بالفرض ہم اپنے گہر کی خبر لین یا نہ لین مگر آپ کے
 گہر کی خبر نہیں کیونکہ اگر آپ کا گہر سلامت ہوتا تو اس کے سلامتی ثابت کر کے اور اس سوال کا
 جواب دیکر ایسا تحریر فرماتے تو مضائقہ نہ تھا۔ اقول چونکہ یہ عبارت محض خوش فہمی سے
 ناشی ہے کہ آپ نے میری تحریر کو سمجھا ہی نہیں اور اس کا جواب خالی از نزل و ظرافت نہوگا اس لئے
 ہم اس عبارت کے جواب میں سکوت کرتے ہیں۔ قول بفرض محال اگر آپ کا یہ وہم صحیح ہی ہو
 تب ہی آپ ہم جیسے ہو گئی ہر طعن کے کیا معنی اقول یہ حضرت کی مسافرہ دانی ہے
 جو آپ فرماتے ہیں کہ آپ ہم جیسے ہو گئی ہر طعن کے کیا معنی ورنہ نئے الحقیقت جب ہماری گزارش کو
 صحیح تسلیم کر لیا تو گویا اپنا آپ کو غیر مستحکم بالتحلیل تسلیم کر لیا اور نیز ہر وہم خود ہوا اور ہمارے
 اکابر و اعظم کو بھی غیر مستحکم سمجھ رکھا تھا تو ہمارا آپ جیسا ہونا یہ محض زعم سامی ہے
 اور طعن کا مدار زعم سامی پر نہیں ہے تو یہ فرمانا کہ ہر طعن کے کیا معنی بالکل لغو ہوا اور یہ کہنا
 کہ آپ ہم جیسے ہو گئی سراسر غیر مفید ہوا۔ علاوہ ازیں یہ طعن محض آپ کے طعن کی تردید ہو چکا ہے

جبکہ حاصل یہ ہے کہ اگرچہ یہ کو خندہ لعان کے ساتھ مشون فرماتے ہیں اور ہماری حرف عدم تک
 بتغیث کا ازام لگتے ہیں آپ خود اس قسم کے سامع کے ساتھ مشون ہیں اور ایسی نزاکت
 ساتھ ملزم ہیں تو آپ کا طعن بجا اور الزام نازیبا ہے کیونکہ جو شخص کسی طعن کے ساتھ خود مشون ہو وہ
 کیونکہ بروی عقل اس طعن کا کیونکہ الزام دیکھتا ہے۔ مثلاً شراب خوار شراب خوار کو زانی زانی کو
 اور سارق سارق کو شراب خوار اور زانی اور چوری کے ساتھ مشون نہیں کر سکتا ہے اور ایسا
 کر گیا وہ عموماً یہی جواب پاویگا کہ میان تو خود ترکیب میں نہیں کا ہے پھر تو کس موہبہ کی ہوا طعن
 کر سکتا ہے پھر اگر وہ طاعن اس کے جواب میں کہے کہ آپ ہم جیسے ہو گئی یہ طعن کے کیا معنی
 تو عقلاً اس کو بالکل از خارج از عقل سمجھیں گے۔ نہایت تعجب ہے کہ آپ ایسے بڑے منافق و دہ
 و فاضل فہم پر ایسی بدیہی صریح غلطی کریں جس سے عوام کو بھی اقتراز ہو۔ **قال الفاضل**
المحبیب۔ قولہ۔ بے شک حضرات شیعہ نے جیسا کتاب اللہ و عترت سے منک فرمایا ہے
 اس سنت کو وہ تنک کہاں نصیب ہے۔ اقول۔ واقعی یہ آپ کا فرمانا بہت درست ہے کہ سید
 کہن بر زبان جاری ہو گیا بیت دین سعادت بزر و بارزویت + تا نہ بخند خدا سے بخشندہ۔
يقول العبد الفقير الى مولاه الفتنی۔ کلمہ حق اردہ بہا یا مل۔ قالہا حضرت
 شیعہ کی سخن فہمی ایسی ہی ہے اور اکثر استدلال کا مدار اسی قسم کے فہم عبارات پر ہے چنانچہ
 ناظرین کتب قوم پر دستخیز ہر پیراد سپر ناز و اقتدار مزید برآں۔ **قال الفاضل المحبیب**۔
 قولہ۔ بلکہ اس سنت ایسی تنک ہے پھر ار جان تیری و تماشائی کرتے ہیں۔ اقول۔ اگر ایسا کریں
 تو خلفائے ثلاثہ کی خلافت اور ائمہ اربعہ کی تقلید اور بیت لوگوں نے جنکو اپنے زعم میں معتقد و پیشوا
 مان کہا ہے تیری و تماشائی کرنے پڑی۔ **يقول العبد الفقير الى مولاه الفتنی**۔ بلکہ اگر
 ایسا کریں تو خدا اتنا لے سے اور او کو تمام انبیاء و رسل سے اور دین و ایمان سے تیری و تماشائی
 کرنی پڑے۔ اور حضرات ہشامین اور زکریا اور ابو بصیر وغیرہ کا فائدہ تقلید گردن میں ہوا و خیر
 مومن الطاق جنکو آپ کے ہمارے ایمان الطاق فرماتے ہیں امام و پیشوا ہوں۔ بنو و بالہ من ذلک

اللہم انا نعوذ بک من الجور بعد الکور **قولہ** اور حضرات اہل سنت جو محسن لکیر کے فقیر ہیں اور
بدون دلیل اپنے اسلاف کے تقلید میں یہ بات کب گوار کر سکتے ہیں **اقول** بیشک
اہل سنت محض احکام خداوندی تقالے شائے و سنن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم و سیرت صحابہ
جنتین اہل بیت ہی شامل ہیں و تابعین اہم با حسان کی لکیر کے فقیر ہیں۔ نہ بجز کتاب اللہ و انکو
پاس کوئی دلیل ہے اور نہ سوائی سنت رسول اللہ انکے پاس کوئی حجت اپنے عقول کو تابع
اور محکوم ان دونو کا کر رکھا ہے نہ حاکم پرورد کتاب و سنت کی خلاف یہ بات کیونکر گوارا
کر سکتے ہیں **قولہ** ایسے مجبور تک کتاب اللہ و عترت رسول اللہ سے تبری و تجاشی کر بیچارے
اقول یہ چار حضرت مجیب کا فرمانا سر اسر خلاف واقع اور باہتہ غلط ہے کتاب اللہ کے ساتھ تسکا
حقیقۃً و مجازاً و ظہاراً و معنی بفضل اللہ تقالے اہل سنت کا اسی حصہ ہر شہر گانو گانوں میں خدا انکا
فضل سے علما و حفاظ کلام مجید موجود ہیں حضرات شیعہ چونکہ قرآن سے اور اسکے جامعین سے
جنکو عن اللہ کمال قرب و منزلت ہر تبری و تجاشی کرتے ہیں ایسی با و اش میں چند اوند کریم نے
اوند کو اس نعمت پر محروم فرمایا اور با وجود درود و ہور کے اوند کو کلام مجید یاد نہوا اور اپنا قرآن جو اللہ
پاس پر بعد دیگرے جلا آیا و خود غار میں رکھ کر شیعیان پاک سے مخفی و مستتر ہے اور اسی پر
معانی کو ہی قیاس کر لیجئے چنانچہ مفسرین شیعہ ہمیشہ خوش چین مفسرین و قراء اہلسنت رہے۔ و زرا
تفسیر مجمع البیان طبر سے کو ہی ملاحظہ فرما لیجئے آری۔ ولای ذنی من کاس الکوام نصیب
عترت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تسکا اگرچہ حضرات شیوا انکے مدعی ہیں مگر نے حقیقت
یہ ہی اہل سنت کو ہی نصیب ہر ظاہر ہے کہ اہل سنت نے تمام عترت کو اعام و عات اور اوند کو
اولاد کو اور تمام بات و زوجات و احفاد کو اپنا مقتدا و پیشوا اعتقاد کر رکھا ہے بخلاف حضرت
شیعہ کے کہ انہوں نے سوائی محدودی چند عترت کے سب کو خلعت کفر و ضوق کے ساتھ
تشریف بخش رکھ دیا ہے۔ پس نے حقیقۃً نصیب منعکس اور معاملہ منعکب ہے کہ حضرات شیعہ مجبور
کتاب اللہ اور عترت رسول اللہ سے تبری و تجاشی کرتے ہیں و اہلسنت حاشا ہم کو پاک

قال الفاضل المحبب - تو کہ کیا تم کے یہی معنی ہیں کہ کتاب اللہ کو جسکا حافظہ خود خداوند
 حقیقی تھا لے شائد ہر خوف اور بیاض عثمانی و آئی قرار دین چنانچہ مسلمات بتد سے ہے۔ اقول -
 حضرت مجیب کے اس قول پر نہایت ہی محب ہر باوجود ادمائی علم و فضل و دین ایل ایسا کہنا علما کی
 شان کے خلاف ہے آپ محسن صاحب شہر الکلام وغیرہ کی تقلید فرمائی اور ایسے تحقیر سے کام
 نہ لیا کاش۔ انکی ہی کام کو پورہ دیکھا ہوتا مسلمات بتد سے تو شاید اوہوں نے ہی نہیں کہا
 شیونکی کہنا میں تو انکو نہیں مانتی کاش تاہی الکلام و تحفہ وغیرہ کو جسکے اتمام و بہر و مدیر آپ
 جو آب کہتے ہو میں باسکان نظر ملاحظہ فرماتے کتاب اللہ کی تنظیم و تکریم و مقیدیم جماعتی
 اہل ایمان ہر حالت کرا میں کچھ بھی اختلاف ہو حضرات اہلسنت کا عجیب حال ہے کہ کسی کو صاحب
 سنتی الکلام فرماتے ہیں کہ تبعون کے ذریعہ یا من عثمانی یعنی معاذ اللہ قرآن شریف سے کافی
 کلیتی صحیح تر ہے اور دلیل یہ بیان و مانے میں کہ زبان ثقات متبعین سے سنا گیا تھا اور کہیں
 صاحب تحفہ ادعا کرتے ہیں کہ تاریخ ان متقیہ نزد متبعہ تراز قرآن ست۔ اور کوئی دلیل پھر نہیں
 فرماتے۔ یہ علماء حضرت اہل سنت کا حال ہے کہ خود متبعون کی نسبت ایسا افسار و اتہام اپنی طرف سے
 منسوب کرتے ہیں اور کوئی دلیل و سند بیان نہیں کرتے یا کرتے ہیں تو محض معنی ہوتی بتلاتے ہیں
 اور کچھ نہیں ثمراتے۔ حیف و حدیف ہماری حضرت مجیب ہے انکی تقلید سے یہ کہا ہے
 اگر دیکھی کسی کتب مناظرہ کو ملاحظہ فرماتے تو ایسا ہرگز نہ لکھتے۔ میقول الغیب الفقیر
 مولانا الفتنہ ابن نمیرہ میں بوجہ چند کلام ہے اول یہ کہ یہ سب بد بیہات اولیہ سو ہے
 چنانچہ اپنی و اسخ ہو جائیگا اور بد بیہات محتاج دلیل نہیں ہوتی جسکو مذہب تبعی کی کچھ بھی
 واقفیت ہوگی وہ اس سلسلے ضرور واقف ہوگا۔ دوسری یہ کہ ہنے ابن سلیمین صاحب سنتی الکلام
 کی تقلید نہیں کی بلکہ اپنی تحقیق پر اکتفا دیکھا ہے چنانچہ عنقریب گذارش ہوگا۔ بنان اگر تعاد و تفر
 کوئی روایت صاحب شہر الکلام وغیرہ سے نقل کریں تو مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن یہ متقنی
 تقلید کو نہیں ہے پس یہ محض ہمارے محب کا دہم و گمان ہے و نہیں۔ تیسری یہ کہ

معلوم ہوا کہ جو لوگ قائل تحریف کی ہوئی میں وہ اجماع اہل ایمان سے خارج ہیں اور انہیں ہر متبعیہ مسلم
 المؤمنین صادق آتا ہے ذرا اسکو یاد رکھیں گے۔ اس صورت میں اپنے صد ہا علمائے متقدمین و متاخرین
 اہل ایمان بنادیا تا باس آفرین باد۔ پانچویں صاحب منہجی الکلام اور صاحب تحفہ نے بھی اس میں
 جو کچھ تحریر فرمایا ہے بے دلیل نہیں چنانچہ بندہ کی گزارش سے کئی قدر واضح ہو جا گا۔ چوتھی جگہ بندہ
 نسبت فرماتے ہیں کہ اگر وہ ہماری کسی کتب مناظرہ کو ملاحظہ فرمائے تو ایسا ہرگز نہ لکھتے معلوم نہیں
 یہاں کتب معتبرہ حدیث و تفسیر کے ذکر سے کیوں انعام و انواض فرمایا حالانکہ اسکا موقع محل کتب حدیث
 و تفسیر میں اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کتب حدیث و تفسیر کا ذکر اسید واسطے نہیں کیا کہ انہیں تحریف
 قرآن کا ذکر ہے اور ردایا اس کے ثبوت کے موجود ہیں لیکن تنکلیں نے جب دیکھا کہ خصم بے ادب
 گلو گویا وہ اپنے جس سے بدن انکار رائی شکل ہے اسلئے انہوں نے کہیں انکا تحریف کر دیا اور کہا
 کہ تو حیبات لا خالہ سے منع و تحریف فرمایا ورنہ بعض جگہ تنکلیں نے خود تحریف کو تسلیم کیا بلکہ دعویٰ کیا
 چنانچہ ہم نقل کریں گے۔ قولہ ہر حال جواب گزارش ہے یہ جو کچھ آپ نے اس قول میں کہا ہے
 محض دروغ بیخبر و غ ہے اگر آپ کو دعویٰ ہی تو بسم اللہ کوئی دلیل لائی ہی ہے کہ انہیں کہا کہ آپ
 سلامت تھے کہ ہے آپ اپنی اس دعویٰ میں اگر جے میں تو کوئی چوٹی ہوئی ہی دلیل بیان کیجیے
 اور جواب سنیں۔ اقول ای حضرت میر صاحب جو کچھ بندہ نے عرض کیا ہے وہ حق اور باطن
 نفس الامر و واقع کے ہر او میں کذب کو دخل نہیں ہر افسوس یہ ہے کہ آپ اپنی کتب حدیث و تفسیر
 کی خبر نہیں کہ اگر آپ ان کا بونہیں سے دیکھتے تو ممکن نہ تھا کہ آپ اس دعویٰ کا انکار فرماتے
 بیخبر چوٹی ہوئی نہیں بلکہ ہم سوئی ہوئے دلائل و ائمہ پیش کرتے ہیں براہ غیایت ذرا متوجہ
 سین۔ احادیث متعددہ جو مختلف ائمہ سے مروی ہیں اور اپنی کثرت کی وجہ سے گویا ستار
 المعنی ہیں اور وہ قطعاً کو پہونچ چکی ہیں وہ عبارات انص و نفع تحریف کو مستہین
 اس وقت میر سے سامنے صرف تفسیر صافی کہلی رکھی ہوئی ہے اس سے بطور شے ازہر
 وطرہ از بجا نقل کر رہوں محمد بن رقی اللہ عنہم اپنی تفسیر کے مقاصد میں لکھتے ہیں

صاحب الزکریا نے اسکو یاد رکھیں گے۔

المقدمة السادسة في بند مجاز في جمع القرآن وتحريفه وزيادته ونقصه
وباويل ذلك روى علي بن ابراهيم القتيبي تفسيره بإسناده عن ابي عبد الله عليه
السلام قال ان رسول الله صلى الله عليه وآله قال لعنه عليه السلام يا علي ان القرآن
خلف فراشي في الصحف والمحبر والقرطيس فخذوه واجمعوه ولا تضيعوه
كما ضيعت اليهود التورية فالطلق علي عليه السلام فجمعه ثوب اصفر ثم ختم
عليه بنية وقال لا ارتدى حتى اجمعه قال كان الرجل ليايته فيخرج اليه بغيره
حتى يجمع وفي رواية الى ذر الغفاري رضي الله عنه انه لما توفي رسول الله صلى الله عليه
واله جمع علي عليه السلام القرآن وجأه به الى المهاجرين والانصار عرض عليهم لما
قد اوصاه بذلك رسول الله صلى الله عليه وآله فلما فتحه ابو بكر خرج في اول صفته
فتمها فضاح القوم فوثب عمر وقال يا علي اردده فلا حاجة لنا فيه فاحذره علي
عليه السلام وانصرف ثم احضر زيد بن ثابت وكان قارئ القرآن فقال له عمر ان
عليًا جاءنا بالقرآن وفيه فضائح المهاجرين والانصار وقد اردنا ان نؤلف لنا
القرآن ونسقط منه ما كان فيه فضيحة وهتك للمهاجرين والانصار فاجابه
زيد الى ذلك ثم قال فان انا فرغت من القرآن على ما سالمنا وظهر على القرآن

۱۔ چہا مقدمہ اس کے ہوتے ہیں یہ بیان میں کہ جو قرآن کے حج اور عمرہ میں اور زیادہ نقصان کے باعث آیا ہے اور اس کی تائید میں علی بن ابی طالب نے اپنی تفسیر میں اپنی ہناد کے ساتھ ابی عبد اللہ علیہ السلام روایت کی کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی علیہ السلام کو فرمایا ای علی قرآن میری پہچان ہے جس کے سچے پیچھے ہیں اور رشہ اور کاغذ و نسخ کے کو تو ضائع نہ کرنا چاہیو میں نے تو راہت کو ضائع کر دیا۔ پس صحابہ نے لکے اور اس کو علی علیہ السلام نے دیکھ کر میں یہاں تک کہ اس کو ہنر لگائی اپنے گہر میں اور کہا اسکے فراہم میں تک چاہو نہیں ہینو لگا۔ کہا آپ کو پاس کوئی شخص آتا تھا تو آپ اس کی طرف بدو ان چادر کے نکلتی تھی یہاں تک کہ آپ اس کو جمع کر لیا۔ اور ہونہاری کے روایت میں جب رسول اللہ نے وفات پائی علی نے قرآن جمع کیا اور ہاجرین ہنہار کے پاس لائی اور ہونہار پیش کیا کہ یہ لوگ حضرت نے ان کو اس کی وجہ سے لیا تھا جب ابو بکر نے اس کو کہلا تو پہلی ہی صبح میں قوم کے مضامین خلاصہ سوئی تو عمر اور جہل شہادہ کہما علی علی اس کو وہیں بجا ہوا اس کی کچھ حاجت نہیں ہے کہ بہر علی نے اس کو کو لیا اور جہل لکھی پھر زید بن ثابت کو بلایا اور وہ قاری قرآن تھا اس کو عمر نے کہا کہ علی جاری باس قرآن لےتا اور اس میں ہاجرین ہنہار کے مضامین تھی اور ہم چاہتی ہیں کہ تو جاری ہے قرآن جمع کری اور ہمیں ہاجرین اور ہنہار کی تفسیر لے کر آنا اور اس میں کہنا نظر کری دیکھ اس کو قبول کیا یہ کہ کہا جب میں قرآن سے ہنہار سوال کے موافق فارغ ہوا اور علی نے جو قرآن جمع کیا ہے فارغ کیا۔

غیر ہم نقد ذہب وقد جائت شاة الى صحيفه و کتاب یکتون فاکتھا و ذ
 ما ینھا و الکاتب یومض عثمان و سمعت عمر واصحابہ الذین الفوا ما کتبوا علی عہد
 عمرو علی عثمان یقولون ان الاحزاب كانت تعدل سورة البقرة وان النوریت
 ومائة آية والحج تسعون ومائة آية فها هذا وما ینعک یرحمک الله ان تخرج کتاب
 الی الناس وقد عہد عثمان حیز اخذ ما لک عمر فجمع له الکتاب وحمل الناس علی قراءۃ
 واحده ففرق مصحف لابی ابن کعب فابن مسعود واحرقہما بالمار فقال له علی یا طلحة
 ان کل آية انزلھا الله عز وجل علی محمد صلی الله علیہ والہ وسلم باملاء رسول
 الله وخط یدی وتاویل کل آية انزلھا الله علی محمد صلی الله علیہ والہ وسلم وکل
 حلال وحرام اوحد او حکم او شیء یحتاج الیہ الامة الی یوم القیامہ مکتوب باملاء
 رسول الله وخط یدی حتی ارش الخدش قال طلحة کل شیء من صغیر او کبیر او خاص
 او عام کان او یكون الی یوم القیامہ فهو عندک مکتوب قال نعم وسوی ذلك ان
 رسول الله صلی الله علیہ والہ وسلم فی مرضه مفتاح الف باب من العلم یفتح کل باب
 الف باب ولوا الامة منذ قبض رسول الله اتبعو واطاعو لا کفوا من فوقهم
 ومن تحت ارجلهم و ساق الحدیث الخ وقال فی احتیاجہ علی الزندی **الکتاب** جاء

لہ جسکے ساتھ کوئی قاری نہ تھا مقتول ہو چکے ہیں تو قرآن جامد ہوا تحقیق صحیفہ کے طرف بکری اچھو لکھ کر ہی ہو اور اسکو کہا گئی اور جو کچھ
 اوس میں تھا جامد اور عثمان اور وقت کتاب تھا اور نبی عمر سے اور اسکے اصحاب جنہوں نے جمع کیا تھا جو کچھ کہا تھا عمر سے
 زبیر بن عثمان کے زمانہ میں نہ تھا کہ احزاب سورہ بقرہ کے برابر تھے اور نور ایک اور چند آیتیں تھیں اور جب ایک سونوی تین تھے
 تو کچھ کہا گیا اور چند چیزیں حدیث کریمہ کے ساتھ کون مانے اس کے کوئی کتاب تھی کہ کوئی طرف نکالی یا تحقیق عثمان نے قصد کیا کہ جبکہ لیا
 جو کچھ سن کر جمع کیا تھا اس کے یہ منشیو لکھا کہ لکھا گیا اور لوگو کو ایک قرأت پر پڑھائی گیا ابے بن کعب بن بل بن حو ق
 مصحف بہار ڈالا اور ایک میں جلادیا اور اسکو علی نے جواب دیا اور طلحہ تحقیق بہرست جو اللہ عزوجل نے محمد پر نازل کی تھی میرے ہر
 رسول اللہ کی لکھوائی ہوئی اور میرے ہاتھ کی لکھی ہوئی اور میری کتابوں کے ساتھ لکھی تھیں اور میرے ہاتھ کی لکھی ہوئی اور میرے ہاتھ کی لکھی ہوئی
 جسکو یا کوئی جسکی قیامت تک استیجاب ہو رسول اللہ کی لکھوائی ہوئی اور میرے ہاتھ کی لکھی ہوئی اور میرے ہاتھ کی لکھی ہوئی اور میرے ہاتھ کی لکھی ہوئی
 طلحہ نے کہا ہر شی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یا آئندہ قیامت تک وہ میرے پاس لکھی ہوئی ہے کہا ان اور
 اسکے سوا کچھ رسول اللہ نے اپنی مرض میں ہر باب کے علم کے بغیر یا پوشیدہ عطا فرمایا میں جن میں سے ہر باب پر بار بار کہہ لیتا تھا
 اور اگر کہتے جب کہ رسول اللہ نے وفات پائی ہے میرا اتباع اور میری پیروی کرتے تو اپنی اور میرا پانوں کے عیسیٰ سے کہا نے اور حدیث کہ

تو کتب (سوانح کاملہ) - ابوالفتح محمد بن عبد اللہ بن علی بن ابی طالب

الیہ مستدلایہ من القرآن متنا بہ محتاج الی التاویل وكان من سوالہ النبی
 اجد الله قد شره هفوات انبیاء یقولہ وعصی آدم ربہ فغوی وتکذیہ نوحا لما قال ان
 ابنی من اہلی بقولہ انه لیس من اہلک وبوصفہ ابراہیم بانہ عبد کوکبا مرۃ ومرۃ
 قمر ومرۃ شمس وبقولہ یوسف ولقد همت بہ وهم بها لولا اننا برہان ربہ
 وبہجینہ موحیث قال رب انی انظر الیک قال لن ترانی الا یہ وبیعہ ل
 داؤد جبریل ومیکائیل حیث تسکوا الحرب لآخر القصة وبحسبہ یونس فی
 بطن الحوت حیث ذهب مغاضبا مذتبا واظہر خطا الانبیاء وذللہم ثم وری
 اسماء من اغتر وافتن خلقہ فصل واضل مکنۃ عن اسمائکم فی قولہ ویوم بعض الظالم
 علی یدہ یقول بالینۃ اتخذت مع الرسول سبیلا ویا ویلتی لمرأتیخذ فلا تاحیلہ
 لقد اضلنۃ عز الذکر بعد اذ جآری من ہذا الظالم الذی لم یدکرمین
 ما ذکر من اسماء الانبیاء۔ آخر سوال اک اسکا جواب نقل کیا جا رہا ہے لیکن چونکہ سوال درجہ کے
 عبادت و عین قدر حاجت سے زیادہ طول تھا اسلئے مختصراً مجتہد واسقاط نقل کے لئے جواب کے
 عبارت جو مثبت و عا ہے یہ ہے۔ فقال امیر المؤمنین واما هفوات الانبیاء

الانبیاء من شهد الکتاب بظلمهم فان ذلك من اذل الدلائل علی
 حکمت اللہ الباہرۃ وقدرة القاهرۃ وعزة الظاہرۃ لانه علم ان براہین
 انبیاءہ تکبر فی صدور انہم وانہم من یجتنب بعضهم الہما کا لہی کان من
 النصائر فی خبر یم قد کر ہا دلالت علی تحلفہم من الکیمال الذی
 تفرد بہ عز وجل الم تسمع اقولہ فی صفۃ عیسیٰ حیث قال فیہ وامہ کا نا
 یا کلان الطعام لیفیان من اکل الطعام کان لہ ثقل فہو بعبیدہ ما عتہ
 النصائر لابن مریم ولم یکن عن اسماء الانبیاء یمیر او تغیر ابل تعریفاً لاہل
 الاستنبصا و ان الکنایۃ عن اسماء ذوی الجراہر العظیمۃ من الملتافین فی
 القرآن الی لیست من فعلہ تعا وانہا من فعل المغير والمبدلین الذین
 جعلوا القرآن عصین واعتاضوا الدینا من الدین وقد بین اللہ تع قصص
 المغيرین بقولہ الذین یکتبون فی الکتاب با ید یم ثم یقولون ہذا من عند اللہ
 لیشرا یمہ ثمنا قلیلاً و بقولہ وانہم لفریقاً یلون السنہم بالکتاب یقول
 اذ یمون ما لا یرضے من القول بعد فقد الرسول ما یمون بہ اود باطلہم
 حباً فخلتہ النہود والنصارا بعد فقد مو و عیسیٰ من تغیر التورۃ والا ل

الحسبیت وکر انبیاءہم کیا چکے علم کی کتاب اللہ شاہ ہے تحقیق ہر پختہ دلیل سے ہے اللہ کے روشن حکمت اور غالب قدرت پر نیک
 اللہ جاننا تھا کہ اس کے انبیاء کے دلائل اور ان کے دلائل میں برتری ہو گئی اور ان میں سے بعض کو جو دہائے جسے جس نصاریٰ سے ابن
 مریم کا بیان ہوا پس ان کو اسلئے ذکر کیا تاکہ انکی تحلف پر اس کمال سے جس کے ساتھ اللہ عز وجل منفرد ہی دلالت ہو گیا تو نے نہیں سنا
 اور اس کا قول عیسیٰ کے وصف میں اور کسی ان کے بارہ میں فرمایا (دو کو کہا نا کہاتے تھے) یعنی جو کہا گیا اور اس کا مثل ہو گا۔
 اور جسے مثل ہو گا وہ نبی ہوا اس سے جو نصاریٰ نے ابن مریم میں دعوے کیا ہے اور اس کے اسماء سے براہ نمبر اور
 بڑائی کنایہ نہیں کیا بلکہ اہل ہندو کے خدائے کے واسطے۔ بڑے کدنگارنا فقین کے ناموں نے کہ تیرے قرآن میں اللہ تعالیٰ کے
 قول سے نہیں بلکہ یہ تحریف و تبدل کرنا ہو گئے فل سے ہر جنہوں نے قرآن کو بارہ بار دیکھا اور جو میں نے دیکھا کہ لیا اور اللہ تعالیٰ نے
 حرفین کے قطع بیان کر دیے اپنے قول کے ساتھ۔ الذین یمون الکتاب با یمون کہوں نام من عند اللہ مع اور اسی
 قول کے ساتھ وان نہم لفریقاً یلون السنہم بالکتاب اور اپنے قول کے ساتھ۔ اذ یمون ما لا یرضے من القول
 رسول کے وفات کے پیچھے جس سے اپنے باطل کے بھی کو سیدہ کریں جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے بعد وفات
 مرے اور عیسے کے توڑات اور نبیل کے تغیر ۱۱۔

وتحريف الكلم عن مواضعه وبقوله يريدون ان يطفئوا نورا لله بافواههم
ويا بي الله الان يتم نوره يعني انهم اثبتوا في الكتاب ما لم يقبله الله
على الخليقة فاعلم الله على قلوبهم حتى تركوا فيه ما دل على ما احدثوه فيه وحق
منه وسين عزانهم وتبليسهم وكتمان ما علموه منه ولذلك قال لهم
لم تلبسون الحق بالباطل وتكتمون الحق وضرب مثلهم بقوله فاما الزبد
فيمدح جفا واما ما ينفع الناس فيمكث في الارض فالزبد في هذا الموضع كلام
المحدثين الذين اثبتوه في القرآن هو يضيحل ويضل ويتلاش عندهم التحصيل
والذي ينفع الناس منه فالمنزىل الحقيقة الله لا ياتيه الباطل من بين يديه
ولا خلفه والقلوب تقبله والارض في هذا الموضع هي محل العلم وقرارة ليس
يسوع مع عموم التقية التصحيح باسماء المبدلين ولا الزيادة في آياته على ما اثبتوا
من تلقائهم في الكتاب بما في ذلك من تقوية حجج اهل تعطيل والكفر والال
المخرفة عن قبلتنا وابطال هذا العلم الظاهر الذي قد استكان له الموافق
والمخالف بوقوع الاسطلاح على الاقيار لهم والرضا بهم ولا يهل الباطل في
القديم والحديث الاثر حداد من اهل الحق ولا ان الصبر على الامة مفروض

[illegible]

مزیلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی الفی الشیطان فی امنیته فینسخ الله
 ما یلقی الشیطان ثم یحکم الله اياته یعنفه ما من بنی تمنی مفارقة ما یعانیه من
 نفاق قومہ وعقوقهم والانتقال عنہم الی دار الاقامۃ الا ان الشیطان المعرض
 بعد اوتہ عند نقضہ فی الکتاب اللہ انزل علیہ ذمہ والقدح فید والطعن
 علیہ فینسخ الله ذلک لکل طوب المؤمنین فلا یقبلہ ولا یصغی الیہ غیر قلوب المنافقین
 والجاملین یحکم الله اياته ان یحیی اولیائہ من الضلال والعدوان ومشایعہ
 اهل الکفر والطغیان الذکر یرض الله ان یجعلہم کالانعام حتی قال لہم اضل سبیل
 فانہم ہذا واعمل بہ وقال فی ہذا الحدیث بعد ان بین تاویل بعض المتأخرین
 وانما جعل الله تبارک و تعالیٰ فی کتابہ ہذہ الرموز الی لا یعلمہا غیر انبیائہ و
 حججہ فی ارضہ لعلہ ما یحدثہ فی کتابہ المبدلون من اسقاط اسماء حججہ منہ
 تلبیسہم ذلک علی الامۃ لیعنوہم باطلہم فانبت فیہ الرموز واعی قلوبہم
 والبصار لہم لعلہم فی ترکہا وقول غیرہا من الخطاب الدال علی ما احد ثوہ
 فیہ وجعل اهل الکتاب المقیمین بہ والعاملین لظاہرہ وباطنہ من شجرۃ اصلہا

سے شجرۃ حیلے کوئی رسول در کوئی نبی تبارک و تعالیٰ کہتا ہوا دیتا ہے شیطان کو کسی اور زمین میں مشغول کرنا ہے اور اس کو جو ڈالنا ہے
 شیطان کو پھر حکم کرنا ہے اللہ اپنی آیات کو کہنے کوئی نبی نہیں ہے جو تمنا کرنا ہو سفارت اس کی جو رنج اٹھاتا ہو اپنی
 قوم کے نفاق اور آدمی نافرمانی سے اور چاہتا ہو آخرت کی طرقت اور اسے انتقال کرنا کر ڈال دیتا ہے شیطان جو اس کی
 دشمنی کے لئے زمین کرنا ہے اس کی وفات کے وقت اس کتاب میں جو اوپر اترتی ہے اس کی خدمت اور قدح اور اور
 لیکن کو پس اللہ تعالیٰ اس کو مومن کے دلوں میں مشغول کرنا ہے وہ اس کو قبول نہیں کرتے اور منافقوں اور جاہلوں کو دیکھ
 سنا اس طرف متوجہ نہیں ہوتی اور غیور فرماتا ہے اپنی آیات کو اس طرح کو بچانا ہے پھر دوستوں کو گمراہی اور زیادے سے
 اور اہل کفر و سرکشی کے موافقت سے جبکہ بے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی پسند نہ کیا کہ ان کو مشغول ہو پاؤں گی کہ اسے ملکہ فرمایا (وہ اہل نبی
 زیادہ گمراہ ہیں) پس اس کو جب سمجھ لے اور پھر عمل کرنا فرمایا علیہ السلام نے اس حدیث میں جو اس کے بیان کیا بعض فقہاء یہاں
 کی تاویل کو اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یہ رموز جنگ و اس کی اور اس کے دنیا اور دینی محبتوں کے سوا جو اس کی زمین میں
 میں کوئی نہیں جانتا صرف اس کے کہ وہ اس کا وقت تھا جو تحریف کرنے والے اس کی محبت کی نامہ ساتھ کر کے
 اور اسے ہر اس کو خلط کر کے بدعت کر کے تاؤ اور عمل باطل پر حاکم کر کے پس اس لیے اس میں رموز رکھ دیے اور ان کو دلوں اور
 ان کو گمراہ کر دیا اس لیے کہ ان کو ہر اس کی اور اس کی غیر کے چہرے میں خطاب ہے جو دینی قرآن میں احکامات کے لئے ہر حال ہے
 اور نبی کتاب والے اس کو قائم کر کے والے اس کے ظاہر و باطن پر عمل کرنے والے اس وقت میں جس کی جڑ ثابت ہے ۱۲۔

ثابت و فرمے کہ آسمان تو نے اکلہا کل حیرت افروز رہا ایسی ہی ظہر مثل ہذا العلم
 الخلیفۃ الوقت بعد الوقت وجعل عدائہا اهل النجۃ الملعونۃ الذین حاولوا
 اطفاء نور اللہ یا حواہم فالی اللہ الا ان یتیم نوره ولو علم المنافقون لغنم اللہ
 ما علیہم من ترک هذه الايات التي بینت لنا و علیہا لا یسقطون ما اسقطوا
 منه ولكن اللہ تبارک اسمہ ما ین حکمہ با یجاب المحرر علی حلقہ کما قال فللہ انجۃ البائسۃ
 انیس البصائر ہم وجعل علی قلوبہم اکنۃ عن تامل ذلك فترکوا بحالہ و ججوا عن
 تاکد الملتبس با بطلانہ فالسعد آئینہوں علیہ والاستقیاء یعمون عنہ ومن لم
 یجعل اللہ لہ نور اذہ الہ من نور فمر ان اللہ جل ذکرہ بسعۃ رحمۃ و رافۃ لخلقہ و علمہ
 بما یحدثہ المبدلون من تغیر کما یرقم کلامہ ثلثۃ اقسام فخلل قسما منہ لیرحمہ
 العالم و لیاہل و قسما لا یرحمہ الا من صفا ذہنہ و لطف فحہ و صحیح فیمیزہ ممن
 شرع اللہ صدرہ للاسلام و قسما لا یرحمہ الا اللہ و اصنافہ الواستحقون العلم و
 انما فعل ذلك لتلا یدعی اهل الباطل من المستولین علی میرات رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ و آلہ مر علیہم کتاب ما لم یجعله اللہ لہم و لیفودہم الا صغر الایمان

تھے اور اس کی شاخ آسمان میں ہے ہر وقت اپنا پس دیا ہے اپنے پروردگار کے حکم سے یعنی ظاہر ہوتا ہے یہ علم ہی تھا تو
 اور اس کے دشمن شیخ ملعونہ والو کلو ثیرا یجنون تھے اللہ کے نور کو اپنے سوتھون سے بھرتے کائنات کیا جس نے
 خدا اور اس کے اپنے نور کو پروردگار سے اذہ اگر ماغبین یسین اس نقصان کو جو اول پر اس آیات کے جوڑے سے چھٹے پر علیہ
 میں سے تامل میں کیا ہے کہ تم آپ جانتے تو ان کے ساتھ جنگ و آہ میں سے کال دیا ہے انکو ہی کمال بڑا ہے لیکر
 اللہ تبارک کا حکم ہی مخلوق رحمت لارم کر سکا جاری ہے چاہے وہاں (اللہ کے لیے پوری محبت ہی) اور اگر کوئی نہ کہ وہاں
 اور دوسرے پروردگار دیا اس میں نال کرے جس اسکو اپنی حالی پر چھوڑ دیا اور اسی البطلان کے ساتھ لمس کے تاکید کرے جس
 رو کی گئے جس ایک محب اور پرستار ہوتے ہیں اور محبت اوس سے اندھی ہوتے ہیں اور جس کے خدا سے وہ ہیں کیا ان کو کہیے
 کہہ وہ ہیں کہ پروردگار نے سب رحمت اور اسی مخلوق کے ساتھ ہرانی کے اسبب جاننی کے اور جو خوب کر دیا
 احداث کر شکر اور کی کتاب کے تیرے اپنی کلام کو جس قسم پر مستقیم کیا کہ قسم اوس سے وہ کی جگہ عالم اور جاں سمیں اور ایک قسم
 کہ جبکہ جو ایک جگہ ذہن صاف اور جس لطیف اور زبیر کجس قسم اوس سے حکما اللہ سے اسلام کے لیے سبب قبول دیا ہے
 میں سجدہ مکتا اور ایک قسم وہ جو جنگ و جدت تھے اور اس کے الامت و اور اوس نے اعلیٰ کے دوسرے کو فی میں سجدہ
 مکتا اور پیدا کیے کہا باور ان باطل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزت علم پرستوں کی ہیں و مکتا و مکتا
 حکماء نے اوس کے لیے نہیں کیا ہے۔

لن والادہ اخرہم فاستکبروا عن طاعتنا وافتراء علی اللہ عزوجل واغترار
بکثرة منظرہم وعاونہم وعاند اللہ جل اسمہ ورسولہ فاما علمہ الخاھل والکامل
من فضل رسول اللہ ^{صلی اللہ علیہ وسلم} کتاب اللہ سبحانہ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ

وقولہ ان اللہ وملائکته یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ
وساموا تسلیما ولہذہ الایۃ ظاہرہ وباطن فالظاہر قولہ صلوا علیہ والباطن قولہ
وسلوا تسلیما ای سلوا من وصاہ واستخلفہ علیکم فضلہ وما یمہد بہ الیہ تسلیما
ہذا ما اخبرناک انہ لا یعلم تاویلہ الا من لطف بحہ وصفاد ہنہ وصح تمیزہ
وکمل قولہ سلام علی ال پیغمبر لان اللہ سنی النبی صلی اللہ علیہ والہ بہذا
الاسم حیث قال یس والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین لعلمہ بانہم یقطون
قول سلام علی محمد کما سقطوا غیرہ وما نال رسول اللہ یتالفہم ویفرہم ویحلبہم

عن یمینہ وشمالہ حتی اذن اللہ عزوجل لہ فی ابعادہم بقولہ واھجرہم ہجر اجمیلا
ویقولہ فما للذین کفروا قبلک مهطعین عن الیمین وعن الشمال عزیرا یطیع
کل امرئ منہم ان یدخل جنة نعيم کلا انا خلقناہم مما یعلمون قال واما مظهرہ

سلام اور تاک اور انکو اپنی دلی امر کے فرمانبرداری کی طرف جبر طاعت پر سبب بڑا کے اور اللہ تعالیٰ پر افتراء کے اور اپنی
دو گارون اور عاونون اور خدا و رسول کے دشمنی کی کثرت پر دھوکہ کھانے کے کفر کیا ہے خطر اگر کبھی۔ لیکن وہ جسکو عالم اور
جلیل رسول اللہ کی فضیلت کتاب اللہ سے سمجھ سکے وہ قول اللہ سبحانہ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ اور قول ان اللہ
وملائکته یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلم تسلیما ہے اور اس آیت کا ظاہر و باطن ہے پہ ظاہر تو
قولہ صلوا علیہم اور باطن قولہ وسلم تسلیما ہے یعنی تسلیم کرو اس کے لیے جسکو پھر وصی اور خلیفہ بنایا ہے اسکی بزرگی کو اور جو کچھ اسکی
طرف مہجور کیا ہے تسلیم کرو اور یہ اس قسم سے ہر جسکی دین نے تجھ کو خیر دی کہ اسکی تاویل بجز اس کے جسکا ذہن صاف
اور حس لطیف اور تخیل صحیح ہو نہیں جان سکتا۔ اور ہر طرح قول سلام علی آل یاسین کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ
اس نام کے ساتھ موسوم کیا ہے چنانچہ فرمایا فین القرآن حکیم اک من المرسلین اس لیے کہ وہ جانتا تھا کہ وہ سلام علی
کو نکال دینے کی طرح دوسرے اسموں کو نکال ڈالا اور میرے رسول اللہ اور انکی تالیف کرے ہے اور مقرب
بنائے رہے اور اپنے دست پر بائیں ہتھیلے رہی بیانتاک اسکی قول کے ساتھ دوسرے ہجر اجمیلا اور اپنے
اس قول کے حاملین کفر و انکاف پہطعین عن الیمین وعن الشمال عزیرا یطیع کل امرئ منہم ان یدخل جنة نعيم کلا
اما مظهرہم ہما یصلون۔ اور اس کے دور کرنے کا اذن۔ فرمایا اور اس قول کے۔

علی سائر قولہ فان ختم لا تقطوا فی الیتمی فانکحی اما طالب لکم من النساء
 یسبہ القطع الیتمی نکاح النساء ولا کل النساء ایما ما ہو مما قدمت ذکرہ مناسقا
 المناقین من القرآن ومن القول فی الیتمی من نکاح النساء من الخطایا بقصر
 اکثر من ثلث القرآن وهذا وما اشبهه ما ظهرت حوادث المفقین فیہ لاهل النظر
 والناسل ووجد المعطلون واهل الملل الخافعة للاسلام ما غالی الصدح القرآن
 ولو تهرت النکاح ما اسقط وحرف وابدل مما یجہے ہذا اللجری لطل وظهر وما
 تحظرہ التقید الطہارہ من مناقب الاولیاء ومطالب الاعداء - انتہی یہاں تک جعفریہ
 نقل کی گئیے اونسے اجماعا بدالات طاعتی قرآن نمبین بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 تحریف کا واقع ہونا مختلف امر کی شہادت سے ثابت ہوا اب اسکے بعد کچھ روایات وہ یہی نقل
 کردن جن سے تفصیلی طور پر خاص خاص سورتوں اور آیتوں میں تحریف کا واقع ہونا ثابت ہوا اگرچہ
 بندہ کے پاس بحول اللہ وہ رسالہ ہی موجود ہے جس میں مفصل ہر ایک سورۃ کو تحریر کیا من الہ الی آخر
 ورج میں بیک علاوہ معمولی سورتوں کے دو سورتیں ایک سورۃ النورین اور دوسری الولایہ جو تمام
 قرآن میں سے نکال ڈالی گئیے اور ابن شہر آشوب نے یہ کتاب الثالب میں کہیں میں اس میں
 ہوا ہما مذکور ہیں اور ہم مفصل عرض کر سکتے ہیں چنانچہ سورۃ النورین کا شروع اس طرح ہو اللہم صل علی محمد

تفصیلی طور پر یہ سب تحریر کیا گیا ہے اور اس کے مفصل ہونا

التفسیر الکبیر یا ایہا الذریر امنوا بالتورین الذین انزلنا ہما یتلوان علیک
 لعلی یرسل علیہم من سربری اللع فان ختم لا تقطوا فی الیتمی فانکحی اما طالب لکم من النساء
 نے ایسی ہی عورتوں کی نکاح سے شایستہ نہیں کہتا اور نہ عورتیں تیمم میں پس اندہ اس قسم سے
 جسکو قرآن میں سے محاسن کے بحال دینے کا پہلے ذکر کر چکا ہوں سورتیں یا ایہا الذریر امنوا بالتورین الذین
 انزلنا ہما میں نکاح عورتوں کے کتاب اور قصور نہائی قرآن سے زیادہ ہے اور یہ اور جو اسکو متابہ ہی اس قسم سے
 حسین مناقب کے احکامات اہل علم و مال کے لیے ظاہر ہو گئی اور اہل باطل اور اسلام کے مخالف دین والوں
 قرآن میں اعتراض کرنا کہ اسد ہا یا اور اگر میں تمام وہ بیان کردن جو نکال دیا ہے اور تحریف و تبدل کیا گیا
 جو اس کے قائم مقام ہے تو طول ہو اور جیسے اظہار کو دو دستوں کے مناقب اور دستوں کے مناقب
 تقیہ بار کہتا ہے وہ ظاہر ہو جائے - ۱۲ -

ایاتے و یجزی انکم عذاب یوم عظیم تو نزل بعضہا من بعض و اما السميع العليم
ان الذين یوفون بعہد اللہ و رسولہ فی الدہام جات نعیم و الذین یکفرون من
بعد ما امنوا ینقضہم میثاقہم و ما عاہدہم الرسول علیہ یذنون فی الجحیم
ظلموا انفسہم و عصوا الوصی اولئک ینسقون من حمیم۔ الی الخرات اور مرتبہ
الولایہ کے ابتداء فی فقرات یہ ہیں بسم اللہ الرحمن الرحیم یا ایہا الذین
امنوا امنوا بالنبی و اؤا الذین یعتنا ہل ید یا انکم لے صراط مستقیم نبی و ولی

بعضها من بعض وانا الحليم الخبير الذين يوفون بعهده الله لهم حياتنا النعيم
الآخر المصوات ليكن چونكه اندیشه نقول استقام من او بجهه راسته است عليه حرفه او قی قلیل
الکفا کرتا ہوں جو صاحب صافی ہے اپنی تفسیر میں لکھا ہے اور جو روایات کہ تفسیر صافی میں نقل
ہو چکا ہے میں تفسیر صاحب بعد نقل روایات لکھتی ہیں۔ اقول المستفاد من مجموع هذه الاحادیث
وغیرہا من الروایات من طریق اهل البيت علیہم السلام ان القرآن الذی
بین اظهرنا لیس بتمامہ کما انزل علی محمد بل منه ما هو خلاف ما انزل الله و منه
ما هو مغیر حرف و انه قد حذف عنه اشياء کثیرة منها اسم علیہ السلام فی
بیشتر من المواضع ومنها لفظة ال محمد غیر مرة ومنها اسماء المنافقین فی مواضع ما و
غیر ذلک و انه لیس ایضاً علی الترتیب المرص عند الله وعند رسولہ و یہ قال علی
بن ابراہیم قال فی تفسیرہ و اما ما کان خلاف ما انزل الله فهو قوله تع کتم خیراتہ

۱۷ میں کہتا ہوں کہ ان احادیث سے اور ہوائی انکی اور روایات سے جو بطریق اہل بیت مروی ہیں۔ یہ حاصل ہوا ہے کہ جو قرآن ہمارے درمیان موجود ہے یہ پورا نہیں جھٹلے کہ گھسٹ پر نازل ہوا تھا بلکہ اس میں وہ جو مخالف ہوا کسی جو اللہ نے نازل کیا اور اس میں نہ تحریف تفسیر کیا ہوا ہے اور اس میں سے بہت سی اشیا نکالی گئی ہیں لیکن نام بہت جگہ سے نکال گیا۔ لفظ آل محمد چند جگہ سے اور منافقین کے نام اپنی جگہ سے نکالی گئے وغیرہ وغیرہ اور یہ خدا و رسول کے پسندیدہ ترتیب پر نہیں ۱۸ علی بن ابیہیم نے اپنے تفسیر میں کہا ہے اور لیکن جو خلاف نزول کے ہیں وہ قولہ ہے۔ کہتم خیر امتہ ۱۹۔

اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله نقا
 ابو عبد الله عليه السلام لقار هذه الآية خیرامة یقبلون امیر المؤمنین والحسین
 حتی یقبل له ذکیت نزلت یا بن رسول الله فقال اما نزلت خیر ائمتہ اخرجت للناس
 الاثری مدح الله فہم اخرا لایۃ تامرون بالمعروف وتنهون عن المنکر وتؤمنون بالله
 ومثلہ انہ قرئ علی ابی عبد الله الذی یقولون رنا حب لنا مازا واجبا وذرنا بنا
 قرۃ اعین واجلنا للمتقین اما ما فقال ابو عبد الله علیہ السلام لقد سألوا
 الله عظماء ان یجعلہم للمتقین اما ما فقیل لہ یا بن رسول الله کبت نزلت فقال
 انما نزلت واجلنا للمتقین اما ما وقولہ لمعقبات من بین ید یدہ ومن خلفہ
 یحفظونہ من امر الله فقال ابو عبد الله علیہ السلام کیف یحفظ الشی من امر الله
 وكيف یكون المعقب من ید یدہ فقیل لہ وكيف ذلک یا بن رسول الله فقال انما
 انزلت لہ معقبات من خلفہ وریب من بین ید یدہ یحفظونہ بامر الله ومثلہ
 کثیر قال واما ما هو محذوف عنہ فهو قوله لکن الله یشہد بما انزل الیک فی علی
 کذا نزلت انزلہ لعلہ والملائکۃ یشہدون وقولہ بالہا الرسول بالغ ما انزل

لہ اخرجت للناس تامرون بالمعروف تنهون عن المنکر وتؤمنون بالله ابو عبد الله علیہ السلام فی ہذا کثیر من المعقبات والیک فرما کا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 حسین بن علی کو نزل کرد اور یہ سنت ہو گئی کہ ہر کس کا تو پر یہ آیت کی کہ با نزل سے فی رسول اللہ کے فرزند فرما ہر سنت مطہرہ کا نزل سے
 خیر اللہ اخرجت للناس کیا تو ہمیں دیکھتا ہے کہ نازل سے آخر آیت میں اونی مدح کی ہے کہ ہر آیت کا حکم کر کے ہو برائی سے
 روک کر جو امر اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اس کی مثل ہے کہ کہیں امام ابو عبد الله کے رو برو فرما الذین لکنوا انہا
 اور اجنا وذرنا تمہارا قرۃ العین واجلنا للمتقین اما ما امام ابو عبد الله نے فرمایا تحقیق بڑی امر کا سوال کیا ہے کہ
 انہ کے متقیوں کا امام بنادے جس کا کیا گیا ای رسول اللہ کے فرزند تو یہ بات کہ نہ کرنا نزل سے کہی اور عبادہ اس میں ہے
 واجلنا للمتقین اما ما اور قل اللہ تعالیٰ لمعقبات من ید یدہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر الله ابو عبد الله نے فرمایا کہ
 شی کی کہ کہ حق تعالیٰ سے ہے اور معقب سامنی کو کر رہا ہے جس کا کیا گیا ای رسول اللہ کے فرزند یہ کہ نہ کرنا
 یہ اس میں نازل ہوئی ہے۔ لمعقبات من خلفہ وریب من بین ید یدہ یحفظونہ بامر الله اور شی اس کی بہت سے
 اور اس میں جو محذوف ہے وہ قول تھا کہ لکن الله یشہد بما انزل الیک فی علی۔ اس میں نزل ہوئی ہے اور
 حاسے یا امیر المؤمنین علی بن ابی طالب صلی اللہ علیہ وسلم۔

الیک من ربک فی علی فان لم تفعل فما بآفت رسالته وقوله ان الذین کفروا
 وظلموا آل محمد حقت لهم لیکن الله لیخفر لهم وقوله وسیعلم الذین ظلموا آل محمد
 حقتهم منقلب ینقلبون وقوله تری الذین ظلموا آل محمد حقهم غمات الموت ومثله
 کثیر نذکره فی مواضع قال واما التقدير والتاخیر فان آیه عدة النساء النسخة
 الی اذیعة اشهر وعشر قدمت علی المنسوخة الی سنة وکان یجب ان یقر المنسوخة
 الی نزلت قبل ثم النسخة الی بعد وقوله افسن کان علی بینه من ربه ویتلوه شأ
 منه ومنقب له کتاب موسی اما ورحمة وانما هو ویتلوه شاهد منه اما ما
 ورحمة ومنقب له کتاب موسی وقوله وماهی الا حیوتنا الدنیاموت ونحیاد
 انما هو نحی ویموت لان الدهریة لم یقر بالبعث بعد الموت وانما قالوا نحی و
 موت فقد مواخرنا علی حرف ومثله کثیر قال واما الایات الی فی سورة وقامها
 فی سورة اخرى فقوله موسی تسبد لون الذی هو اذ فی بالذی هو خیر هبطوا
 قال لکم ما سألتم فقالوا یا موسی ان فیها قومًا جبارین وانا لن ندخلها حتی
 یخرجوا منها فان یمخرجوا منها فانا داخلون ولصف الایة فی سورة البقرة ونصفها
 الی الیک من ربک فی علی فان لم تفعل فما بآفت رسالته اور قوله قالے ان الذین کفروا وظلموا آل محمد حقهم ای
 منقلب ینقلبون اور قوله قالے تری الذین ظلموا آل محمد حقهم فی غمات الموت۔ اور مثل اسکی بہت ہی اوسکو اوسکی
 جگہ ذکر کر سکی اور لیکن تقدیم و تاخیر میں تحقیق عورتوں کی عدت دس دن چار مہینی کے آیت جو نسخہ ہی آیت منسوخہ
 پر مقدم کی گئی ہے حسین سال پہر عدت ہی اور واجب تھا کہ آیت منسوخہ جو پیشتر نازل ہوئی پہلی پڑھی جائے پھر
 نسخہ ہوئے جو پڑھی ہے اور قوله قالے افسن کان علی بینه من ربه ویتلوه شاهد منه ومنقب له کتاب موسی اما ما
 ورحمة اور حقیقت میں اس طرح ہے ویتلوه شاهد منه اما ورحمة ومنقب له کتاب موسی اور قوله قالے وماهی الا حیوتنا
 الدنیاموت ونحی اور حقیقت میں اس طرح تھا نحی ویموت۔ کیونکہ مہرین نے سرے سے بعد اونی کا اقرار نہیں کیا تھا
 اور صرف وہ کہتے تھے کہ ہم زندہ رہیں گی اور جیائیں گی پس ایک حرف کو دوسری حرف پر مقدم کر دیا اور اسکی مثل بہت
 فرمایا اور وہ آیتیں جو خود ایک سورہ میں واقع ہیں اور دوسری سورہ میں دوسری سورہ میں ہی حضرت موسی کا قول
 استبدل ان الذی ہوا نے بالذی ہو خیر امیہوا اسے انان لکم ما سألتم اسکی جواب میں بنی اسرائیل نے کہا یا موسی
 ان فیہا قوم جبارین وانا لن ندخلہا حتی یمخرجوا منها فان یمخرجوا منها فانا داخلون۔ اسی آیت سورہ بقرہ اور ہی ۱۲۔

فی سورة المائدة و قولہا کتبہا فی علی علیہ بکرۃ واصیلاً فرج الله علیہم
 وما کنت تملوا من قبلہ من کتاب ولا تحطہ بمینک اذا ارادوا البطلون
 فنصف الایۃ فی سورة الفرقان ونصفها فی سورة العنکبوت ومثلہ کثیر انہی
 کلامہ علاوہ این تفسیر آیات میں اس قسم کے ہیئت روایتیں ذکر کی ہیں تفسیر سورہ نحل میں ہے وہ فی الکافۃ
 عند (عز الصادق) انہ قراء ان تكون ائمة ہی ان کی من ائمتکم فضیل اما تقرءہا
 ائمة ہی اربع من ائمة وما یدہ فطرحہا سورة واتبعہن ہر القمۃ عز الصادق انہ قراء
 وطلع منضود قال بعضہ لے بعض فی الجمع روت العامة عن علی انہ قراء وطلع منضود
 وطلع منضود فقال ما شان الطلح انما هو وطلع کقولہ وطلع ما مضی فقیل لا الا
 تغیرہ فقال ان القرآن لا یماج الیوم ولا یحزک ویرثہ ابنہ الحسن بن قیس بن سعد
 ورواہ اصحابنا عن یعقوب قال قلت لابی عبد اللہ وطلع منضود قال لا وطلع منضود
 علاوہ انکر صدق روایات میں جو اثبات بخیریت واطلال بعد ما مجیب پر دلایل ہیں اور جقدر روایات
 واحادیث ثبوت تحریف میں صاحب صافی نے بیان کی ہیں اور ہم اوپر نقل کر آئے ہیں اگر دیکھیں کہ
 بحث کجاوے تو خوف تطویل انگیز ہے۔ بلکہ میرے رسالہ شرح مطالب کو یہی تحمل نہیں ہے اس لیے صرف
 اسی قدر گذارش پر کفایت کی ہے کہ روایات مذکورہ سب سے روشن تحریف کا واقع ہونا اصول شیعہ
 بتواتر قطعاً ثابت ہوا۔ اور فاضل مجیب کا دعویٰ کہ کتاب اللہ کی تحریف و تحمیر جماعی اہل ایمان پر
 آیت سورہ مائدہ میں جو اور قولہا لے کتبہا فی علی علیہ بکرۃ واصیلاً پس اللہ تعالیٰ نے اوپر رد کر دیا اکت
 شتمون من قبلہ من کتاب ولا تحطہ بمینک اذا ارادوا البطلون۔ آدی آیت سورہ فرقان میں جو اور آدی سورہ
 عنکبوت میں جو اور اس جیسا ہیبت ہے۔۔۔ اور کافی میں امام صادق سے مروی ہے کہ آیت ہے ویرثہ۔۔۔ ان کو ان
 ائمہ ہی از کے من انکم کہیں جو مل کیا کہ ہم تو اس طرح پڑھتے ہیں۔ امہا ہی اربع من ائمة تو اپنی اپنے ہاتھ سے اشارہ
 کر کے اوسکو ال دیا۔ حتی لے صادق علیہ السلام سے روایت کیا ہے وطلع منضود۔ ایک دوسری کے طرف مائل۔
 جمع میں ہے عامہ نے علی سے روایت کی ہے کہ کسی شخص نے آیت کے ماضی پڑھا وطلع منضود آیت فرمایا
 وطلع کلہا علی ہے یہ تو صرف وطلع ہے جیسا قولہا لے وطلع کلہا ہضم کہیں عرض کیا میرا کچھ بول نہیں ہوتا
 فرمایا اب تو نہ بولنا کہ ازہ حبش دیا جائیگا جو اور اسکو آیت روایت کیا کہ کسی فرزند حسن نے اور قیس بن سعد نے
 اور دیگر اصحاب نے اسکو یعقوب سے روایت کیا ہے کہ میں ابو عبد اللہ سے کہنا وطلع منضود فرمایا نہیں۔ وطلع منضود

جس میں جو فیہر سیاق عبارت یہ ہوا ہے کہ عدم تحریف قرآن اجماعی اہل شیعہ ہی باطل ہوا اور ظاہر ہے
 کہ اجماع کا انقطاع کسی حکم پر جب تک کہ پہلے اس پر کوئی دلیل شرعی قائم نہ ہو اور اس کے لیے کوئی
 اسل نہ ہو نہیں ہو سکتا۔ اور جبکہ نقیض حکم پر دلائل قطعیہ قائم ہوں تو اس صورت میں خلاف
 دلائل قطعیہ کے انعقاد اجماع محال اور غلط ہے اگر اجماع ہو گا تو وہ ایسا ہو گا جیسا انصاری کا اجماع
 اسپر کہ سیسی بن مریم ابن اللہ میں۔ اور ہرگز یہ اجماع دلائل شرعیہ سے سمجھا جائیگا اور اگر ان روایات کو
 جو عنوانات مختلفہ کے ساتھ مختلف ائمہ سے مختلف روایات نے روایت کیا ہے کذب اور دروغ
 اور افتراء اور بہتان سمجھا جاوے تو یہ کذب و افتراء کی طرف منسوب ہو گا جناب ائمہ باوجود عصمت کے
 بطور تقیہ چوٹ فرما سکتے ہیں لیکن ان روایات میں تقیہ کی گنجائش نہیں بلکہ ان کا انکار خلاف
 تقیہ کے ہے کیونکہ مخالفین کے مخالفت ہی تو ایسی حالت میں یہ کذب ائمہ کی طرف کیونکر نسبت
 کیا جائے اگر تقیہ کی گنجائش ہوتی تو حضرات شیعہ اس کذب و افتراء سے انہیں کچھ پاکر انہوں کو
 ملوث نہ کرتے۔ اور روایات اگر ایک دو ہوتی یا ضعف و محاسبہ کذاب و ضلع ہوتی تو بے مضامین
 نہ تھا کہ یہ کذب و افتراء انہیں کے نامہ اعمال میں سمجھا جاتا۔ لیکن جب ثقات و معتبرین کثیر العدد و زید
 کی ہے علی الخصوص انہیں سے اہل ثقہ الاسلام محمد بن یعقوب الکلینی اور اسکے استاد علی بن
 ابراہیم نے اپنے اسناد سے جو ثقات و معتبرین میں ترجیح کی ہے اور کوئی روایت محاصر
 ان کو پائی نہیں جاتی جسکی وجہ سے ان روایات کو دروغ سمجھا جاوے اور اگر ہے تو محمول تقیہ پر ہو سکتا
 تو ایسی صورت میں کذب روایات ہرگز قرین قیاس نہیں بلکہ باہتہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی رواۃ عدول
 و ثقات نے جیسا ائمہ سے سنا اور محیط روایت کر دیا پس اگر آپ ان رواۃ کو جھوٹا بنائیں یہ بی
 بعید از انصاف ہو اور کوئی تیسرا احتمال باقی نہیں رہے جو چوٹ کا راستہ ہو مگر یہ کہ تمام رواۃ نے
 عن ائمہ خلفائہ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے بعض روایات اور صحابہ کی مخالفت پر متفق ہو کر اپنی اسلام
 میں یہ ختمہ ڈالا اور یہ افتراء اور بہتان باندھا جس سے اپنے دین و ایمان کو اپنی ہاتھوں آپ برباد
 کر دیا اور آیت شریفہ کا مضمون صادق آیا یہ یوں ہونے لگا بائد یہم وایدی المومنین فاعلموا

یا اولی الامر اور کمال ہر مائین حسن ہو۔ غرض روایات مذکورہ سے کھلم کھیا میں تحریف کا
 خلفاء و صحابہ کثیر قسم واقع ہوا متواتر المعنی ثابت ہو گیا اب اس کے بعد کچھ ضرورت نہیں رہی کہ ہم اپنی
 فاضل مخاطب کے دعوے کے ابطال کے لئے ہم ثابت کریں کہ اکبر و اعظم تشیعین کما سب ہو کر تو ان
 متریب میں بحرین مونی اور بس ساحرین نے ہی تصریح کی ہے اور ایسی قرآن مجید کو اسے مطالبہ
 میں قابل عبت و استدلال نہیں سمجھا ہے کیونکہ اب ایک امر اللہ سے متواتر المعنی ثابت ہو گیا
 اور اوہ میں کسی قسم سے نہ تقیہ کو راہ ہے نہ تاویل کی گنجائش ہے تو ایسی امر کا انکار نے تحقیقت
 ائمہ کا انکار ہے جسکو تادمی فاضل مخاطب کفر و احماد اعتقاد فرماتے ہوئے لیکن چونکہ ہماری
 حضرت مجاہد کو اس طرف تشعشع نہ الودیف ہو اور نہایت مبالغہ کے ساتھ اسکا انکار ہے
 ایسے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس غائب بیان کر کے قوت و ترجیح اصول و قواعد سے
 بحیر کریں پس اسکی سے ہی زیادہ تکلف کی ضرورت نہیں ہے اسی تفسیر صافی کا مقدمہ
 ساوہ آخر سے ملاحظہ فرماوین وہ لکھنؤ میں۔ واما اعتقاد مشائخنا رحمہم اللہ فی ذلک
 فالظاهر ہر نقۃ الاسلام محمد بن یعقوب علیہ السلام طاب ثراہ انہ کان یعتمد التحریف
 والمعصان القرآن لانہ روید وایاۃ ہذا المعنی کتابہ الکامل و لم یعرض لمقح فیہما مع
 انہ ذکر فی اول الکتاب انہ یق مارواہ فیہ وکل ذلک استادہ علی برابر اھل بیت علیہم السلام فان
 تفسیرہ مملونہ ولہ غلو فیہ وکل ذلک الشیخ احمد بن ابی طالب الطبرسی قدس سرہ فامہ لایضا
 نسج علی منوالہما کتابا لا یحتاج اما الشیخ ابو علی الطبرسی فامہ قابل فحججہ البیان اما ابن
 سبک اور ایک س ماہ میں چلے سماع رحمہم اللہ کا اعتقاد ہے ہر محمد بن یعقوب کیسی صاحب ثراہ قرآن میں تحریف و تقلب
 مسجد ہا کیو کہ اسی اس باب میں ہر کتاب کا سبب ہے وائیں ولایت کی میں اور میں قدح سرہ میں کیا اور کیا اور
 شروع کتاب میں ذکر کیا ہے کہ وہ دن و راتوں پر جو اوہ میں روایت کرتے ہیں انما ذکرنا ہے اور اسے صیح اسکا و اسکا علی بن ابی
 تمی وکی تفسیر اس سے ہر مونی ہے اور اسکو اس میں نہایت ملوہ اور اسے صیح احمد بن اسحاق طبری سے شریعت
 کتاب اصحاح میں ہی ذکر کر رہا ہے لیکن شیعہ و علی طبری اس سے جمع البیان میں کہا ہے ۱۲۔

لکھنؤ میں محمد علی صاحب دارالعلوم

وكذلك القول في كتاب المرنى ومعلوم ان العناية بنقل القرآن وحفظه اصدق من
 العناية بصنط كتاب سيبويه ودواوين الشعراء وذكر البيان القرآن كان على جريد
 رسول الله جبروعا مولفا على ما هو عليه الآن واستدل على ذلك بان القرآن كان
 يدور ويحفظ جميعه في ذلك الزمان حتى عین علی جماعه من الصحابة في حفظهم له
 ان كان يعرض على النبي وينلى عليه واجماعه من الصحابة مثل عبد الله بن مسعود
 وابي نرکم وغيرهما حقوا القرآن على النبي عدة ختمات وكل ذلك يدل بآلة قائل
 على انه كان مجموعا مرنيا غير مستورا ولا مشورت وذكر ان من خالف في ذلك من الامامية
 والخوامة لا يبعد بخلاف فهم فان الخلاف في ذلك مقصدا الى قوم من اصحاب الحديث
 نقلوا الاخبار اضعفتوا صحتها لا يرجع عنها اعر المعلوم المقطوع على صحته
 اس سر پہلے کہ میں خود اس نو تامل کے جو بجا و ضد روایات صحیحہ کے قوی کی ہے تغلیط کردن مناسب معلوم
 ہوتا ہے کہ جو اسکی تغلیط صاحب صافی نے کی ہے نقل کردن اور بعد اس کے پہر گزار سن کر ذکا کہ بھول
 تہیہ کے موافق حق کیا ہے اور راجع کما قول ہے اب صرف مفسر صافی کی تحقیق من لیجئے وہ
 فراتے ہیں۔ اقول لقا بل اں بقول کما ان الدواعی کانت متوفرة علی نقل القرآن
 وحراسته من المؤمنین کذلک کانت متوفرة علی تغیر من المناقضین المبدلین للموصیة
 اس سے پہلے کہ میں نے کہا میں نے کہا جاکمات اور مدام سے کہ قرآن کی نقل و تدویر اور اس کا ضبط سے کیوں کیا
 اس کے دیوانوں کے ضبط سے زیادہ ہے ہر اور بزرگد کہ کیا ہے گارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اسکی موافق ہو
 صحیح تھا جیسا اب ہے اور اس پر اسطرح استدلال کیا ہے کہ اس زمانہ میں تمام قرآن کے حفظ اور تدویر میں ہر ایک
 کو صبر میں سے ایک جماعت اور اسکی حفظ کے لیے مستقر ہوئی اور حضرت صاحبین ہوتا تھا اور آپ پر چڑھا جاتا تھا اور صحابہ میں سے
 ایک جماعت نے مثل عبد اللہ بن مسعود وغیرہ اور اسے من کعب وغیرہ نے بہت سے حکم کو جو صافی اور ابی نرکم
 کہتا تھا اس پر دالت کرتا ہے کہ قرآن مجموعہ رہتا تھا ہر گندہ تھا اور بیان کیا ہے کہ اس باب میں جو لوگ امامیہ اور حنبلیہ
 مخالف ہوئے ہیں اور کائنات معتبر میں ہے کیونکہ اس بارہ میں خلاف محدث میں سے ایک نم کہ کثرت منسوب ہے جنہوں
 صحیح سمجھا کہ صلیف حدیثیں نقل کے میں ان میں روایات کے ساتھ ایسا و اس سے نہیں رجوع کیا جاتا کہ کثرت منسوب ہے
 اس میں کہتا ہوں کہ مرن من کو کچھ شش ہے کہ کبھی جیسے ہمیں کثرت سے قرآن کی نقل کے حفاظت پر دواعی اور رنج
 اسطرح منافقون و مبست کے ہونی والوں ۱۲۔

المغیرین للخلایفة لضمه ما یضاد لایم وهو اھم والتغیر خیدان وقع فان ما وقع
 قبل انتشاره فی البلدان واستقراره علی ما هو علیہ الآن والضبط السدید انما
 کا بزعمی ذلك فلا فی بینہما بل لقا بل ان یقول انه ما بتغیر فی نفسه وانما
 التغیر فی ما بہم ایاہ وتلفظہم بہ فانہم ما عرفوا الا عند نسخہم من الاصل ^{۱۲}
 الاصل علی ما هو علیہ عند اھلہ وھم العلماء بہ فما هو عند العلماء انیس
 محرف وانما المحرف ما اظہر وہ لا بآعہم واما کونہ مجموعا فی عہد النبی علی ما ہو
 علیہ الآن فلم یتیت وكيف كان مجموعا وانما كان ينزل ليجوما وكان لا يتم الا تمام
 عمرہ واما مدرسہ وختمہ فانما کانوا یدسون ویختمون ما کان عندہم سندہ
 لا مقامہ۔ اسکو بہ شیخ صدوق اور شیخ طوسی کا مذہب ذکر کر کے اسکا ابطال وتخلیط کرنا ہمارے
 اسلیے اسکو ہی نقل کر دیا تاکہ ہمارے فاضل محیی کے ولین حسرت نہ رہ جاوے۔ وقال شیخنا
 الصدوق رئیس المحدثین محمد بن علی بن بابویہ القمی طیب اللہ ثوابہ فی
 اعتقادہ اعتقاد ما ان القرآن الذي انزلہ اللہ علی نبتہ ہوما بین الدفتین
 وما فی ایدی الناس لیس اکثر من ذلك قال ومن نسب الینا انا نقول انہ
 سلف خلافت کے اٹھنی والوں کے طرف سے قرآن کے تحریف پر دواسی وافر تہی کیونکہ قرآن او انکر ائی اور خواہش کے مخالف کرنا
 اور اگر اوہیں تحریف واقع ہوئی ہے تو شہرہ نہیں پہیلے اور جس ترتیب پر اسے۔ اس پر مستقر ہوئے ہے یہی واقع ہوئی
 اور ضبط شدہ یہی حرف اس کے بدہی تھا تو اس میں باہم کچھ منافات نہیں ہے۔ بلکہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ نقل قرآن
 میں کچھ تغیر نہیں ہوا نیز صرف اس کے لکھنے میں اور پڑھنے میں ہوا ہے۔ کیونکہ اوہوں نے تحریف اصل سے نقل کرنے کے
 وقت اس میں کی ہے اور اصل جیسا تھا ویسا ہی اسکی اہل کے پاس موجود ہے اور وہ علماء میں توجہ علماء کے پاس ہے وہ
 خوف نہیں ہے خوف صرف وہ ہے جو اوہوں نے اپنے اتباع کے لیے ظاہر کیا۔ اور اس کے موافق جیسا اب ہر رسول صلی اللہ
 علیہ وآلہ کے عہد میں مسجوع ہوا ثابت نہیں ہوا اور اس وقت کیونکہ ہر مسجوع ہر مسکتا ہے مگر کسی مگر سے ہو کر نازل ہوتا تھا اور
 حضرت کی عزت و شرف کے تمام ہونے پر تمام ہوا۔ اور قرآن کا درس اور ختم صرف اس وقت کا ہوتا جس قدر او انکر پاس تھا تا زمانہ
 ۱۲ اور ہمارے شیخ صدوق رئیس المحدثین طیب اللہ ثوابہ نے اپنے اعتقادات میں کہا ہے ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ قرآن
 جو اللہ نے اپنے نبی پر نازل کیا وہی ہے وہی وہی اور لوگوں کے ہاتھ میں ہے اس سے زیادہ نہیں اور جو ہمارے
 طرف نسبت کرے کہ ہم قائل ہیں ۱۲۔

لا فہ لا یجوز ان بامرنا بالتمسک بما لا یفقد علی التمسک بہ کما ان اهل البیت
 من یجب اتباع قولہ حاصل فی کل وقت و اذا کان الموجد سببنا جمعا علی صحتہ
 فینبغی ان یشاعل فی تفسیرہ و بیان معانیہ و قولہ ما سواہ یہا تک نقل کر کے علامہ صاحب
 تفسیر صافی نے اسکی ہی تخیل و تردید کر دی اور فرمایا اقول بکفی فی وجود کل عصر وجود
 جمیعہ کما انزل اللہ محفوظا عند اہلہ و وجود ما احتجنا الیہ من عندنا وان لم
 نقد ر علی الباقی کما ان الامام کذلک فان الثقلین میان ذلک و لعل هذا
 هو المراد منک لایم الشیخ و اما قولہ و من یجب اتباع قولہ فالمراد البصیر
 بکلامہم فانہ فی زمان غیبتہم قائم مقامہم لقولہم علیہ السلام الظہر والی
 منکامنکم قدروی حد یثنا ونظر فی حلالنا و حرامنا و عرف
 احکامنا فاجعلوہ بینکم حاکما فانی قد جعلتہ علیکم حاکما الحدیث استملی
 بندہ گذارش کرتا ہے کہ آپ کے شیخ سدوق اور شیخ مرقضی اور طوسی نے جو اپنا مذہب عدم تحریف
 قرآن قرار دیا ہے اور عدم تحریف کو راجع مذہب شیخ سے لکھا ہے باعتبار قواعد شرعیہ مسلمہ آپ کے
 بالکل غلط ہے قطع نظر ان دلائل سے جو کہ ان مذہب کے بطلان میں صاحب صافی نے ذکر کی ہیں
 اور یہی بہت دلائل اس کے بطلان پر دلالت کرتے ہیں۔ یسینی۔ جعفر در روایات صحیح و حسن وقوع
 تحریف پر دلالت کرتے ہیں اگرچہ ہر ایک ادین سے خبر ادا اور ظنی ہے لیکن جب اس کے قدر
 مشترک کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ مختلف کثیر التعداد رواۃ نے مختلف المذہب سے روایت کیا ہے

اس کیونکہ ممکن نہیں ہوا ایسے چیز کے تمسک کا حکم کرین جب تک ہر ہر قدرت نہو چنانچہ اہلبیت اور جو کہ قول اتباع
 واجب ہر قدرت حاصل ہے اور جب موجود قرآن کے صحت متفق علیہ ہو تو اسکی تفسیر اور بیان سب سے میں مشغول ہونا اور ہر ہر
 مامور کو ترک کرنا لائق ہے۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱

تو یہ تواتر اللہ سے ہر کردار پر قیاس کو مروج چکا ہے اور مثل اور ایات کے جنکو علماء طائغ نے تواتر اللہ سے تسلیم کر لیا ہے ہر کیا ہے علامہ شہید ثانی نے معالم اصول میں فرماتے ہیں قد تكثر الاخبار في الوقائع ويختلف كل يستعمل كل واحد منها على معنى مشترك بينهما بحيث لا يمكن التفرقة فيحصل العلم بذلك القدر المشترك وليس المتواتر من جهة المعنى وذلك كوقائع امير المؤمنين في حور من قتل غزاة بدر كن او فعلا في أحد كذا الملعون ذاك بانه يدل بالانضمام على شيعته وقد تواتر ذلك منه وان كان لا يبلغ من تلك الخبر ثبات درجۃ القطع بہ ہد ثانی نے کی اس شہادت سے صریح استفاد ہوتا ہے کہ اخبار کثیر ہیں سے مشترک اگرچہ وہ یقینیہ نعمان تواتر مدلول روایات ہوتا ہے تواتر اللہ سے ہر کسب قیاس کو ہوگا پس اگر روایات کثیر ہیں معنی مشترک مدلول روایات باعتبار مطابقت ہوگا تو وہ اس نے یہ ہے کہ تواتر اللفظ ہو در نہ اس نے درجہ یہ ہے کہ تواتر المعنی ہوگا۔ اب اگر وقوع تحریف کی روایات کثیرہ کو متنبہ کیا جاوے تو ہر ایک سلسلہ و مندا حاد ہی لیکن مجبوعہ مفید تواتر کو ہے اثبوت وقائع امیر المؤمنین سے اسکا ثبوت بدرجہا زائد ہے تو وقوع تحریف کا تواتر بالا دہوت ثابت ہوگا کیونکہ وقوع تحریف کے ثبوت پر قطع نظر اسکے تواتر کے قرائن قاطعہ ہی دلالت کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بعد انتقال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بنا بر اصول مسلمہ شیعہ تمام صحابہ الحبیب سے خوف ہو گئے اور ان کے حقوق غصب کر کے خود خلفا بن بیٹھے تو اس صورت میں اپنے ترویج خلافت کر لیے جمعہ کریں نہ ہوا ہے بہر یہ یہی ظاہر ہے کہ قرآن کے جمع و تالیف بطور خود اد ہوتے ہی کر اؤں اور الحبیب سے کچھ کیونکہ اس میں متاثر نہیں کیا بلکہ جناب امیر اسی لیے اپنا قرآن علیحدہ جمع کیا تو ان قرائن سے صاف پایا جاتا ہے کہ اسکی جمع و تالیف کے وقت ضرورتاً ہی کے گئی ہوگی اور اس

طہ واقعات میں کہی احادیث کثیرہ جو تے ہیں اور عام مختلف ہو تے ہیں لیکن ان میں سے ہر ایک پر معنی ہر چوتھا قطعاً تواتر کے مشترک ہوتا ہے محسن جو تے ہیں قرآن قدر مشترک کا یقین حاصل ہو جاتا ہے اور اسکا نام تواتر سے جبہ المعنی ہے اور یہ جیسا امیر المؤمنین کہتے ہیں کہ واقعات کثیرات میں فرق و تفرق نہ ہو تو کو قتل کیا اور جنگ و جدل فلاں کام کیا اور ذلک تو یہ تواتر اجماع شجاعت پر دلالت کرتا ہے اور یہ تواتر ہر اگرچہ ان خبریات میں سے کئی ایسی ہیں جن

ثابت ہوا کہ قرآن میں تحریف کا واقعہ ہونا متواتر اور یقینی ہے جس کا انکار آپ جانتے ہیں کہ کیا حکم کہتا ہے
پس آپ کے شیخ صدوق اور تفسیر اوطوسی نے جو اسکا انکار کیا وہ انکار متواتر اور قطعی کا ہے اور ہرگز قابل انتقاد
اہل دین و دیانت میں اشیعین نہیں ہے بلکہ حق وہی ہے جو آپ کے ثقہ الاسلام کلینی اور دیگر استاد
صاحب الامام نے فرمایا ہے۔ سنا کہ یہ روایات احادیث صحیحہ لیکن ہم کہتے ہیں کہ جبکہ خبر واحد مؤید
بالقرآن ہو تو اس وقت علی الاصح مفید علم نہیں کہ ہوتی ہے۔ اپنی شہادت ماننے کی شہادت عینی۔
وجہ الواحد ہوا المتابع حد التواتر سواء کثرت رواۃ او قلت و لیس سنا فادۃ
الحکم بنفسہ نعم قد یفیدہ بالانضمام للقرآن الیہ ویرحم قوم اند لا یفید وان یفید
الیہ القرآن ولا صحیح الاول۔ پس اگر اسکو متواتر نہ مانیں تو یہی باوجود اخبار واحد ہونے کے
بالانضمام قرآن مفید قطع کو ہے تو یہی مثل متواتر کے ہوا اور اسکا انکار مثل انکار متواترات کے
سمجھا جائیگا۔ اور ہرگز قابل اعتبار نہوگا۔ دوسری یہ کہ مرتضیٰ کا انکار ایک ایسی غلطی سے ناشی ہے
اور ایسی خطا پر مبنی ہے جس غلطی کو علماء طائفہ نے غلط تسلیم کر کے تصریح کی ہے وہ یہ کہ سید مرتضیٰ مدح
مواہبے کہ خبر واحد پر عمل جائز نہیں ہے اور اپنے کمال الشندی سے قائل ہوا ہے کہ ہماری
مسائل فقہیہ متواترات سے ثابت ہیں حالانکہ سید کا یہ خیال بالکل غلط اور پوچ تھا شہید ثانی نے
معالم الاصول میں لکھا ہے قال العلامة فی النہایۃ اما الاحادیث فالاحادیث یون منهم لم یجوز
فی اصول الدین و فرجہ الاعلیٰ الخیار الاحادیث المرویۃ عن الامام الاصولیون منهم کا جعفر
الطوسی وغیرہ واقفوا علی قول خبر الواحد ولم ینکرہ سوا المرتضیٰ و اتباعہ لیستہ قد حصلت

۱۔ اور خبر واحد وہ ہے جو حد تواتر تک پہنچنے والی اور کسی بہت بڑی یا ہزاروں یا ہزاروں کا فائدہ دینا ہوتا ہو
کام نہیں ان اس کے ساتھ قرآن کے انضمام سے کبھی یقین کا فائدہ دیتا ہے اور ایک گروہ کہتا ہے کہ وہ باوجود
شمول قرآن کے ہی یقین کا فائدہ نہیں دیتے اور اول محکمہ ہے ۱۲۔ ۳۔ غلط ہے نہایت
میں کہا ہے کہ امامیہ میں سے اخباریوں نے تو اپنے اصول اور فروع دین میں
بجز اخبار احاد کے جو انہ سے مروی ہیں اور کسی پر اعتماد نہیں کیا اور یقین سے
صلیٰ مثل ابو جعفر طوسی کے خبر واحد کے قبول کرنے میں انکی موافق ہو گئی اور بعض
مرتضیٰ اور اس کے اتباع کے اور یقینی انکا انکار نہیں کیا اور یہ بیب ایک شبہ کے تھا۔
جو انکا جو گیا تھا۔

لہم وقد حکم المحقق عن النجاشی عن هذا الطريق في الاحتجاج للعمل بالاحكام الشرعية
 عز الاثر من صفحہ اولیہ ما دعی الاجماع علی ذلک اس صفت ثابت ہے کہ سید نقضی کا
 روایات احاد کے سبب انکار صحیح اسکی غلطی ہے اور اگے ہی اسکے تعلیل و تردید میں چار صفو
 کہ قدر صرف کی ہیں اور ظاہر ہے کہ ان میں فیہ میں جہی و فسخ تحریف ہر انکار او سے غلطی سے
 ناستی ہے کیونکہ جبکہ جگہ اپنی دلیل میں انکار کے ضعف و عدم اعتبار کو اپنا استدلال قرار دیتے ہیں
 درہم نہیں بیان کرتے کہ ان روایات میں کوجہ سے ضعف ہے کوئی راوی فاسد المذہب یا کذاب
 صالح و در بیان مسئلہ سند کے واقع ہوا ہے یا کس وجہ سے ضعف ہے۔ اور عبارات منقولہ ہر جہاں
 کہ ابو علی طبری کا انکار دار محمد بن الحسن طوسی کے تردید اتباع و تقلید آپ کے سید نقضی کے ہر واردہ ہی
 بنا فاسد علی الفاسد کے قبیلہ سے ابو علی طبری ہی فرماتے ہیں وهو الذی نصر المہتہ المہتہ اور
 طوسی صاحب ہی فرماتے ہیں وهو الذی نصر المہتہ المہتہ اور جو کچھ دلائل ذکر کرتے ہیں وہ قطع نظر سے
 کہ معارض روایات تقلید کو میں اس محل اور لا طائل ہیں کہ ادلتے تامل بلکہ بدون فکر و تامل کے بدانتہ غلط
 ساموم ہوتے ہیں۔ چنانچہ مفسر صاحب صفاتی نے انکو دو جگہوں میں باطل کر دیا ہے اور ان کو تعلیقات
 بریقینیات سمجھتا آپ کے محققین کی خوش فہمی ہے۔ یہی آپ کو صدوق صاحب قطع نظر اس پر کہ وہ
 کلینی اور دیگر ائمہ و غیرہ کی تکذیب کر رہے ہیں اور انکو جھوٹا بنا رہے ہیں دلیل کوئی نہیں بیان فرما
 بدون دلیل دعویٰ فرما رہے ہیں دعویٰ بلا دلیل آپ ہی جانتی ہیں مردود ہر پیشکار قائلین تحریف کے
 جبکہ دعویٰ صحیحہ و بران کے ہر بالکل فوجہا جا مگا۔ اگر صدوق صاحب نے خلاف انداز غلطی سے
 کوئی خاص قصیدہ اپنا کر لیا جسکی کوئی اصل نہیں تو وہ کیونکر قابل اعتبار سمجھا جائیگا پہلے ہر طرف متانت
 کہ ہم ہی آپ کے صدوق صاحب فضائل میں جمع کرنا جناب امیر کا کتاب اشد کورایت کہ میں ایک
 بڑی طویل حدیث جو جناب امیر نے انوالیہ و خطاب کر کے فرمائی او میں حضرت کے وفات کے
 سے اور محقق نے بیج سے احتجاج میں اس مسئلہ پر علما کی احادیث مردودہ پر عمل کرنے کے سبب ہر
 ہمارے کے حکایت کیا ہے اور اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔

مصدقین مذکور ہے حملت نفسی علی الصبر و قاتل یزوم الصمت و انما یصلح من یصلح من یصلح و یصلح و یصلح
 و تکفیتہ الصلوٰۃ علیہ و وضعہ فی حشر و جمع کتاب اللہ و عمدہ الخلق لا یصلح علیہ
 بادرد معنوی و ہاچہ زفرہ کوئی حضرت کے اولیا کسی پوچھی کہ جب کتاب اللہ شائع ذائع تھی اور پورے
 اندیشہ تحریف نہ تھا تو آپ نے کیوں اس قدر ثبوت کے ساتھ جمع فرمایا اور علاوہ اس کے اگر وہ اسکے مطابق ہر
 تو اس طرح کہ ان کے پاس صندوق تقیہ میں مخفی طور پر بند چلا آیا اور اگر اسکے مخالف ہر صنف و صنف
 کہ یا اس قرآن میں تحریف ہے جو صحابہ نے جمع کیا اور یا اوس میں حضرت امیر نے معاذ اللہ
 فرمائی جو خود جمع فرمایا۔ (۳۰) علاوہ اسکے وہ روایات ہیں جو وقوع تحریف پر دلالت ہیں
 اور منکرین تحریف کا دعویٰ محض نفی اور اول تو کوئی روایت اس بدعالمی مثبت پانچ نہیں جانتے
 اگر پائی جائیگی تو وہ بھی نامی ہوگی اور ظاہر ہے کہ مثبت نامی پر مقدم ہے تو اسلیں دعویٰ منکرین
 تحریف کا باطل ہوگا اور مثبتین کا ثابت (۴) ظاہر ہے کہ جہڑ روایات مثبت تحریف میں
 ہوئی ہیں ان میں احتمال تقیہ بالکل متغیر ہے کیونکہ اس وقت تحریف کیسے نہ ہو نہیں تھا جس کے
 وجہ سے تقیہ ائمہ نے ایسا ارشاد فرمایا ہو۔ اور وہ روایات کہ جبکہ شیخ طوسی اپنے استدلال میں حوالہ
 دیتے ہیں اور ان روایات پر اعتماد کر کے تحریف کو ساقط اعلیٰا علیہم ہیں جو حدیث علی التلادۃ
 پر دلالت کرتے ہیں تو یہ بھی غلط ہے کہ وہ اس موجود کے نسبت ہو بلکہ بشرط دستیابی اوس اصلی
 قرآن کی نسبت ہوگا جو خاص ائمہ ہی کے پاس ہے۔ سنا کہ وہ یہ بھی قرآن مجید ہے جو اہل سنت کا
 قرآن ہے لیکن جائز ہے کہ اوس کے نسبت حدیث اور وعدہ حصول ثواب محض تقیہ کے طور پر ارشاد
 ہوگا جب خلفاء کے ساتھ بغیث اور ان کے ساتھ نہشت و برخاست اور ان کے موافق خلاف واقع
 مسائل کا اظہار پایا جاتا ہے جس کے لیے حضرات کو بجز تقیہ کے اور کوئی مساع نہیں ہے تو اس تقیہ
 پر محمول ہونے کو کون مانع ہے۔ غرض حضرات شیعہ کا عجیب حال ہے کہ اصول دین میں کسی

سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کو وقت مبنی اپنے نفس کو سکوت کے لازم کرنے اور جبکہ حکم فرمایا تھا (جنازہ پڑھنا کر سنا
 اور نہ لانے اور خوشبو لگانے اور کفن پہنانے اور آپ پر نماز پڑھنی اور قبر میں لٹھیا کر کتاب اللہ کے جمع کرنے اور خلق اللہ کی طرف اوس کی
 وصیت کرنے سے) اوس میں مشغول ہو کر ساتھ مہر پر باطنی کیا کہ جس سے کوئی جلدی نہ کرے والا اسنو اور حیاں دلاسا نہیں رہتا تھا

کچھ کہتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے۔ صحابہ کے ساتھ حدود و عداوت کی وجہ سے پہلے کہیں بیٹے سوچی ہے
 کچھ فرمایا اور جب اسے حضرت نے دیکھا اور بچہ اچھا ہنس میں گرفتار ہو کر خواب غفلت میں چلا گیا
 حواس بختہ ہو کر اور تو کچھ سوچا اپنے بزرگوں کی تکذیب کرنے کے اور یہ سوچ کر کہ ہنس کب چھپا
 چھوڑنے والے میں دل کے ساتھ ہی ہر توجہ مستعد کوئی آپ کے شیوخ صدوق و سید
 مرتضیٰ و طوسی و طبرسی اور ان کے اتباع سے خصوصاً ہمارے فاضل حمید دریافت کرے کہ حضرت
 جب بعد انتقال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ مرتد ہو گئی تھے اور تمام صحابہ کبر
 خلفاء اور ان کے اولیاء اتباع جکا سناؤ اللہ ایمان سری ہی سے نفاق آمیز تھا تو وہ کون لوگ تھے
 جسکی عنایت قرآن مجید کے ضبط کی طرف تدبیر تھی اور وہ کونسی علماء مسلمین تھے جو اسکی حفظ و حمایت
 میں غایت مضبوطی کو پہنچی ہوئے تھے اور وہ کون بزرگوار تھے جنہوں نے یہاں تک کوشش کی کہ قرآن
 کے اختلاف اعراب و قراءت و حروف و آیات تک کی معرفت حاصل کی۔ خدا کے لیے ہمارے در حمایت
 فرما دیں کہ یہ لوگ کامل الایمان اور ارکان دین اسلام تھے یا کافر و منافق اور یہ لوگ افاضہ ہنس
 تھے یا اکابر اہل شیعہ اور یہ حضرت ذہبی صحابہ و تابعین تھے جنکو تم کافر و منافق کہتے ہو یا کون سے
 دوسرے جنہوں نے اہل سنت و جماعت میں قرآن کی اس درجہ حفظ و حمایت و ضبط و حیانت فرمائی
 پس اگر یہ وہی لوگ ہیں جنکو تم بڑا کہہ کر اپنے پھمکال روشن کرتے ہو تو خدا کے لیے ذرا تو سوچو
 اور سمجھو اور اپنے منہ سے باز آؤ اور یہ جو طوسی صاحب روایات مشہور تھے کہ نسبت و زائد میں
 لائنہ یمن تاویلہا۔ حضرت کے کمال تجربہ و ہال ہے نفس عوام اسکان فرما کر چور گئی اور یہ نصیب ہوا
 کہ کوئی تاویل ان روایات کے بیان فرماتے جب ان روایات کے مخالف مدعی نہیں تو وجہ تھا
 کہ ان روایات کی معقول تاویل کرتے سوچا رہا ہم اپنے فاضل مخاطب سے جو ان کے اس سلسلہ میں
 مقلد ہیں دریافت کرتے ہیں کہ آپ ہی ان روایات کے پہلے ستھور اگر ہر متواہد ہنس م کند
 کچھ فرما دیں اور اس نہایت کا بار طوسی صاحب کی گردن آو تارین۔ اب راہیہ کہ طبرسی و طوسی
 لے اگر یہ تم چہ کج بوجہ میں ہو گئے۔

صاحب یہ فرماتے ہیں کہ زیادتی کا بطلان مجمع علیہ ہے۔ یہی روایات مذکورہ سے صریح غلط معلوم ہوتا ہے اور جب کلینی اور قتی نے انکو تسلیم کر لیا ہے تو زیادتی اور نقصان دونوں کا نزدیک تسلیم ہوئے قطع نظر اس سے بالفرض اگر زیادتی کا بطلان مجمع علیہ تو تحریف کچھ زیادتی میں ہے تو منحصر نہیں بلکہ نقصان ہی تحریف ہی تقدیم و تاخیر ہی تحریف ہے اس غلط بات سے کیا فائدہ حاصل ہوا اول خود غلط اور اگر صحیح ہو بھی تاہم مفید نہیں ہاں اس سے یہ فائدہ ہوا کہ آپ کے نزدیک نقصان ثابت ہے لیکن اسکو اپنے اور حثویہ کے روایات پر لانا چاہتی ہیں۔ ہکو ثرا افسوس اور نہایت حیرت ہے کہ علی بن ابراہیم قتی جیسا عالی مرتبہ شخص جو امام زمان کا صاحب اور شاگرد ہو۔ اور اسکی تفسیر ماخوذ امام کے تفسیر سے ہو۔ اسکی روایات کو اپنے دہمیات جملہ سے بطل کرین صحیح ہے الغرہ توثیق بکل حدیث رجال شیعہ میں سے اول حدود و صلوات کے بعد کہا ہے وبعد ہذا رسالۃ معرفۃ شاخ الشیعہ رحمہم اللہ تعالیٰ بالحدۃ منہم الشیخ علی بن ابراہیم برہا
صاحبہما الخ العسکر دوال لال و صا التفسیر فی الال المستخرج من تفسیر امام المذکور
پھر محمد بن یعقوب الکلبینی ہی کچھ مرتبہ میں کم نہیں بلکہ زیادہ ہے غالباً اسکی کتاب کافی امام زمان پر پڑی چاکے ہے اور شہادت امام اسکی تصویب و تصحیح ہو چکی ہے تو ایسی عدول ثقات کے روایات کے تعلیف و تصنیف اور مزید و تزییف کرنا شیخ سے دست بردار ہونا ہے پس جن حضرات شیعہ تحریف قرآن کا خلاف اپنے مذہب راجع و منظور کے انکار کیا وہ حضرات شیعہ کی خارج ہوئے اور اہلسنت میں شامل ہونا چاہا کیونکہ جن صحابہ ارکان اسلام کو برا کہنا اور بد اعتقاد کرنا جزو مذہب سمجھ رکھا تھا اور جس پر مدار شیعہ تھا او کی خوبی اور عدالت و ثقاہت کے قائل ہوئی اور جنکو ارکان دین سمجھتے تھے اور انکی حق میں یہ اعتقاد کرتے تھے کہ لا لہم الا حق و لا حق الا للہ اور انکی برائی کے گویا قائل ہوئی تو اسصور میں تمام شیعہ درہم و پیرم ہو گیا چونکہ اسکے تفصیل میں
صلی بعد حدود و صلوات کے یہ رسالہ شاخ شیعہ کی معرفت میں ہے خدا او کو اپنا رحمت کی ساتھ دہا کر سجدہ انکی شیخ
علی بن ابراہیم بن ہاشم امام حسن عسکری کا یار و یزیر و یوں والا ہے اور وہ صاحب تفسیر ہے فصل اول بیت میں جو
امام مذکور کی تفسیر سے اخذ کی گئی ہے ۱۷۔

طی الزہری کا روایت مذکورہ سے بطلان مجمع علیہ

طویل ہے اس لیے اس کو فہم کیا چھوڑتے ہیں۔ غرض اکابر شیعہ منکرین تحریف نے انکار کیا کہ یہ سچ
 کہ یہ کہہ رہی اپنی ہے بانو سر پڑتے ہی۔ ہماری اس تمام بحث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ کھلم کھلا
 تحریف کا واقعہ ہونا بنا برہمبہب تشیع راجع اور منظور ہے اور جو لوگ اس کو قائل ہوتے ہیں اور ہونے راجع
 اور منظور کو اختیار کیا ہے بلکہ نے حقیقت مذہب تشیع انہوں نے خیر کیا ہے اور جن لوگوں نے اسے انکار کیا
 وہ خلاف مذہب تشیع کے ہے اور وہ مجتہد کر اس غلطی میں پڑے ہیں جب راہ و راستہ دیکھا تو اس کو اختیار کیا
 چنانچہ ہمارے قائل نے یہی چونکہ مذہب کے کتاب میں نہیں دیکھ کر صرف سناٹہ کے کتا بوزیر مشغول
 رہے اس لیے بے سوچے سمجھے ان کی تقلید فرمائی تو اس سے ثابت ہو کہ جو عرض کیا تھا کہ قرآن کا محض ہونا
 مسلمات شیعہ ہے وہ بالکل حق اور مطابق واقع کے تھا۔ کیونکہ مذہب اکابر شیعہ نے مثل کہیں اور حق
 اور سچی کے اس کو بنا برہمبہب خود تسلیم کر لیا تو اوپر مسلمات شیعہ ہونا صادق آگیا اگرچہ بعض نے
 اس کو تسلیم نہ کیا ہو علیٰ ائمہ ص جبکہ تشریف کا قول مستند دلائل قاطعہ شریعہ کی طرف ہوا اور منکرین کا انکار
 مخالف دلائل قاطعہ محض توہمات سے ناشی ہوا اور انہوں نے لاطائل تو اس وقت اس کے مسلمات شیعہ
 ہونا بالبدیہ ثابت ہوگا۔ پس ہمارے مخاطب کا انکار صرف اس وجہ سے ہے کہ وہ اپنی مذہب سے
 یہی بغضندہ قائلے واقفیت نہیں رکھتے غرض کہ تحریف قرآن کا مسلمات شیعہ سے ہونا بخوبی
 ثابت اور اس کا انکار کرنا سراسر باطل ہے اگر آپ اور آپ کے صدوق و مرضی یہ چاہیں کہ چند خلافات
 اس رختہ اور خلل کو بندہ کرین جو اکابر شیعہ نے اپنے دین میں ڈالا ہے تو واضح رہے کہ یہ سچ
 خیال محال ہے قیامت تک ہی ممکن نہیں بیٹ و درست طبیب علاج مہر و دی و دزی
 طبیب دہنا زاح علاج ہذا شکر گزارش مافی یحییٰ آپ بہر فوائد مگر کہ اس بحث میں جہانکے اندال
 کیا گیا ہے وہ متفقین کے روایات اور ائمہ اقوال سے لال کہا ہے لاکہ انہوں نے روایات اقوال سے تحقیق
 متاخرین کے توہم ہارنے کے حکم میں ہیں اس لیے ہم ان کو تسلیم کر رہے ہیں کہ متاخرین علما سے کہیں تحریف کو تسلیم نہ کرے
 بول اللہ ہماری پاس آپ کے بعض متاخرین کے یہی صریح وجود ہے ملاحظہ فرمائی اور انسان کچھ
 آپ کے قبلہ کعبہ رسالہ بارہ ضعیفہ میں فرماتے ہیں۔ چون این نظم قرآن نے نظم ثانیست جبرمان

احتجاج بان نشاید۔ اب اس حسمد کو ملاحظہ فرمائی اور جو کچھ مبنی عرض کیا تھا اس سے مطابق اگرچہ
 کسی قدر بڑھ کر ہی پائیگا اور لیجئے اگر قبلہ و کعبہ مجتہد العصر لکھنوی علماء الاسلام میں تحریر فرماتے ہیں تو
 التیبا والی مقتضے تلك الاخبار ان التحریف في الجملة في هذا القرآن ^{ببین}
 بحسب زیادة بعض الحروف ونقصانه بل بحسب بعض الالفاظ وبحسب الترتیب
 في بعض المواضع قد وقع محبت مما لا ینک فيه مع تسلیم تلك الاخبار نعم لا مجال
 لعقولنا في هذا الزمان بحصول الجرم باحد الوجوه المحتملة عند العقل لكيفية
 وقوع تلك التحریفات بعینه فان الاحتمال فيها کثیرة (الی ان قل) ومنها انه معلوم
 من حال النبے كما لا یخفى علی المتخصص الزکی ذی الحدیث الصائب انه مع کمال
 رغبته علی تحلیف علیا کان فی نهایت التفتة عن قومہ ولہذا عند دلیل وإمارات
 لا تسع المقام ذکرها فیتمثل عند العقل ^{ببین} حفظاً لمبجۃ الاسلام
 الظاهر اوضح القرآن النازل المشتمل علی نصوص اسماء الائمة واسما مالہما فقید مثلاً عند محادم
 اسرارہ کلمۃ بامر اللہ ثلاثاً بعد القوم ^{ببین} علم من خالہم عدم الخصال ذلک اظهرہم بعد علم المصلحة
 نے اظہار ہوا کہ انہوں نے علی و النکا کا ذکر اسناد الہم حملہ عن ارغام وغیرہ۔ اپنی قبلہ و کعبہ کے
 تصریح و شہادت کو ملاحظہ فرمادیں کہ اگر قبلہ و کعبہ کس کو حق و عطا و اریقین انعام کیساتھ ثبوت اور واقعی تحریف کو نہاد

طہ چنان چہ جن کے بعد تفتی ان احادیث کا یہ ہر کہ اس قرآن میں جو ہمارے ہاتھوں میں ہے باعتبار زیادتی اور کمی
 بعض حروف کے بلکہ باعتبار بعض الفاظ کے اور بعض مواقع میں باعتبار ترتیب کے۔ یا تحقیق تحریف اس طرح واقع ہوئی کہ
 جہیں بعد تسلیم ان روایات کے کچھ شک نہیں کیا جاتا۔ ان میں ماضی ان تحریفات کے وقوع کے کیفیت کے لیے وجہ
 محتمل عند العقل میں کرمی وجہ خاص کے یقین حاصل ہونے کی ہماری عقل کے مجال نہیں کیونکہ اس میں بہت احتمالات ہیں
 (مہربان کہ کہا) منجملہ انہی میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حال معلوم ہے چنانچہ متفحص کی حدیث صاحب دہلی
 نہیں ہے کہ آپ باوجود علی کے خلیفہ بنانے کی نسبت کمال غیبت کی اپنی قوم سے نہایت درجہ تقیہ میں تھے اور اس
 پس اس لیے دلائل اور علامات ہیں جن کے ذکر کی اس پر گنجائش نہیں۔ پس عقل کے نزدیک محتمل ہے کہ نبی صلی اللہ
 علیہ وسلم نے ظاہری اسلام کے پیغمبر کی حفاظت کے لیے اور ترہیز ہوئی قرآن کو جو مثلاً ائمہ اور منافقین کے سامنے
 تقریباً کچھ کشتل تھا اپنے راز دار و دیگر پاس میں علی کی انہی کے حکم سے ودیعت رکھا ہو۔ تاکہ تمام قوم مدہن ہو جائے
 جب ان کے حال سے اسکا متعل بہرہ معلوم کر لیا تو بعد از ان کے اظہار میں مصلحت معلوم ہوئی اور سہر خا کر کیا۔ اور جبکہ

اس کے لیے کسی بھی شخصیت کو ضروری نہیں کہ وہ کسی طرف سے اس کا خیال کرے۔

و تسمیہ روایات مثبہ تحریف معتقد و قائل ہیں۔ ان اگر مجتہد متشیعین کو شک و تردد ہو تو اس امر
 میں ہے کہ وقوع تحریف کیونکر ہوا چنانچہ منجملہ محتملات کے آپ کہ حضرت مجتہد صاحب کے رائے
 میں وقوع تحریف کا ایک یہی احتمال ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بامر خداوندی دراز
 و طرح مرتب کیا ایک رد جو تمام و کامل تھا اور اس میں مخصوص اسماء ائمہ و اسمائے نقیین درج تھی جو کہ تو
 اپنی محرم اسرار کے پاس صندوق تفتیین دیتے دیکھا اور دوسرا وہ کہ جس میں اسماء ائمہ و اسمائے نقیین
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بامر خداوندی نکال کر بقید مصالحت عام لوگوں میں ظاہر فرمایا اس حال
 کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ اپنے ظاہری ایمان و نفاق تائیر سے ہی دست بردار ہو جاویں اور
 اگرچہ یہ مسخ و تحریف سزاؤ اللہ خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی فرمائی اور گو خدا تعالیٰ
 کو حکم سے ہر کی۔ لیکن چونکہ اسکی سبب خلفاء ہی تھے اسلیئے تحریف کو اوکثر نسبت کرنا بجائی
 خود ہے۔ بجان اللہ واہ واہ۔ حضرت مجتہد العصر حاضر نائب الامام الغائب کے کیا تحقیق
 حق کی داد دی اس نتیجہ میں کیا جو اہل ننگی اور کیا موتی پردی اپنے اولیاء و اتباع پر حق
 ناز کرین بجا ہے اور جتنا فخر و مائیں زیبا۔ سیری زبان و سلم میں طاقت نہیں کہ اسکی تعریف و تہنیت
 کروں اور نہ اسقدر گنجائش وقت ہے کہ حضرت مجتہد کی خوش فہمی اور کمالات علمیہ کو ظاہر کروں مگر
 انفس اسکا ہر بار وجود و علوم مرتبہ تحقیق پہر صدوق متشیعین کے شہادت کے موافق کاذب اور جھوٹے
 اور ہمارے فاضل مخاطب کے مذاق کے موافق دائرہ ایمان سے خارج کیونکہ ہمارے فاضل محبت
 نزدیک اہل ایمان کا اجماع عدم تحریف پر ہے تو معلوم ہوا کہ جو لوگ تحریف کے قائل ہیں وہ اہل ایمان
 سے خارج ہیں تو ثابت ہوا کہ مجتہد صاحب اور کلینی اور قمی وغیرہ جو اکابر اہل تشیع ہیں وہ فاضل محبت
 شہادت کے موافق اہل ایمان میں شمار نہیں کیے جاتے۔ فے الواقع ہمارے فاضل مخاطب نے جو
 یہ سجدہ تحریر فرمایا ہے ”کتاب اللہ کی تنظیم و تحریم و تقدیم و اجماع اہل ایمان ہے حاشا کہ اس میں کچھ ہی اختلاف
 ہو“ صحیح و مطابق واقع اور انفس الامر کے یہ قضیہ خبریہ۔ حق پر زبان جاری شود کہ اس قدر
 بیشک ہم ہی اسے ہیں کہ کتاب اللہ کی تنظیم و تحریم و تقدیم و اجماع اہل ایمان ہیں جو لوگ اہل ایمان

حاشا کہ او نہیں کتاب اللہ کی نسبت کچھ ہی اختلاف ہو اور جو لوگ اس میں اختلاف کرتے ہیں
 بیشک وہ اہل ایمان سے نہیں جو قرآن کریم کا عند الناس موجود ہے جو اہلسنت کے پیچھے
 کی لوگ زبان سے بلا کم و کاست یہی قرآن ہی جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا
 اور بلا تقدیم و تاخیر اسی ترتیب کے ساتھ ہی جو ترتیب کہ لوح محفوظ میں آگے نازل میں باعتبار تسلسل
 تقدیم و تاخیر ہوئی۔ پس جو شخص یہ کہے کہ اس میں کسی نوع کی تحریف ہوئی وہ چھوٹا بلکہ دائرہ ایمان سے
 خارج ہے۔ کہ اللہ کہ یہ مضمون جو ہم کو تجلیم استدلال سے ثابت کرنا چاہیے تھا وہ فاضل علیٰ علیہ
 اعتراف سے ثابت ہو گیا ہم اس عنایت کے شک گذار ہیں۔ بلکہ یہ کہ ہماری فاضل مخاطب نے صاحب
 منہج الکلام و صاحب تحفہ اکرام اللہ نے لہما کی نسبت یہ اعتراض نہایت طعن و تشنیع کے ساتھ فرمایا
 کہ وہ بلا دلیل کافی کلینی اور ترمذی ابن قتیبہ کو شیعہ کے نزدیک قرآن سے زیادہ صحیح اور معتبر فرماتے ہیں اور
 کچھ نہیں شہرت دیتے۔ پس اس کا جواب اگرچہ اہل فہم اس بحث سے سمجھ گئی ہو گا لیکن مناسب علوم
 ہوتا ہے کہ مختصر بقدر نصیح کچھ اور دے واضح ہو کہ صحت و اعتماد کا مدار اس پر ہے کہ سلسلہ
 سند کا اصل اخذ تک معتد اور قابل طمانیت ہو جقدر اس سلسلہ میں وثوق زیادہ ہو گا اور سلسلہ
 متن میں صحت و اعتماد زیادہ ہو گا یہاں تک کہ ایک بدولت درجہ قطعیت کا ہو حاصل ہو سکتا ہے
 اور جقدر اس میں کمی اور کوتاہی ہو گی اور سید قدر متن میں عدم صحت و اعتماد ہو گا۔ پس اب قرآن
 شریف کے سلسلہ سند کو بنا بر اصول شیعہ ملا حنفیہ فرمایا کہ اگرچہ اس کی طرف عنایت و اہتمام شدید ہو
 اور داعی و اقربوں اور سمومادرس تدریس شائع واقع ہوتا ہم قرن اول میں ہو لوگ منہج سلسلہ
 سند کے تہی اور جو لوگ بلا واسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کرنے والے تھے
 اور خلیو یا علیہ تھا کہ ان کو علیہ کے مقابلہ میں سیکو چون کرنے کی گنجائش نہ تھی اور انہوں نے ہی جمع ہو کر قرآن کریم
 جمع کیا اور سیکو اس میں شریک کیا عوافی و حلال کے کہ جو اہل تشیع ان کی نسبت بیان کرتے ہیں ان کو جمع و تالیف
 ہر ذی عقل کے نزدیک ہر قابل اعتبار دلائل طہیان کے نہیں سمجھی جاتی یہی وجہ ہے کہ شیوخ و کبریات کو جو قرآن
 صلی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں صحیح نہیں سمجھتی۔ اگر ان کی نقل قابل اعتبار کے ہو۔ تو کیا وجہ ہے کہ قرآن میں

کلینی اور ترمذی ابن قتیبہ کے ساتھ قرآن کریم کے ساتھ

اور کفر و بدعت کو صحیح اعتبار دیا اور حدیث میں تصحیح کیوں نہیں تسلیم کرتے حالانکہ قرآن اچھا
 بالا احتیاط تھا۔ اور یہ اوس صورت میں ہے جیکہ یہ تسلیم کیا جاوے کہ ائمہ نے تفسیر کے اعتبار سے
 ہمیشہ اس قرآن کے معنی و تفسیر فرمائی ہوا کہ اسکی تحریف اس کے نسبت کچھ نفرا یا بدعت باہتبا
 فساد سند کے قابل تسلیم صحت نہیں لیکن علاوہ خرابی سند کے جب یہ بھی ہمارے ساتھ منضم
 کیا جاوے کہ ائمہ ہمیشہ اپنے اپنے زمانہ میں اسکو محو فرماتے رہے اور اپنے شیعیان خاص
 اس امر مخفی برتنہ کرتے رہے تو اس حالت میں یہ قرآن اعدل تتبع پر مگر قابل اعتما و نہیں ہو سکتا
 اور نہ اسکی صحت تسلیم کیا جاسکتی تھی قرآن شل دن احادیث کے ہوگا جو بواسطہ ان صحابہ کے
 مروی ہوں اور انکی کذب ائمہ نے کی ہو جیسا شیخ کے نزدیک اسکا اعتبار نہ ہوگا اسلیطرح قرآن
 ہی اعتبار نہیں کیا جاسکا۔ اسکی بعد کافی وغیرہ کتب معتبرہ فوم کو تسلیم کیے اور انکی سلسلہ سند کو
 ایک ملاحظہ فرمائی اوس میں کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا جو شل روایت کتاب اللہ کے غیر معتبر ہوگا جعفر
 رواستہ میں وہ سب نقد و عدول الامیہ میں تو اس اعتبار سے دیکھیں کہ کلینی کی صحت کس درجہ کو ہوگی
 غایب ہے کہ قرآن کی صحت ہی بعد چار زیادہ ہوگی علاوہ اسکی قرآن کے نسبت جیسا ائمہ کی
 کذب مروی بجائی اسکی کلینی کے نسبت جو ائمہ اصول الاربعہ ہے ائمہ اسکی تصویب
 و تصحیح مروی ہو چناچہ امام زمان پر غالباً پیش ہو چکا اور انکے ملاحظہ سے گذر چکا تو اسکا
 صحت و اعتماد درجہ فوقی کو پہنچ گیا تو اس وجہ سے قرآن صحت و اعتبار میں اور کلینی
 اور تاریخ ابن قتیبہ کے اعتبار میں زمین و آسمان کا فرق ہوا۔ حضرات شیعہ قرآن کی نسبت
 دیا کا کہہ دیتے ہیں این قرآن نغمہ عثمانیست احتجاج بان بر شیعیان شاید یہ جگہ کی خبر کلینی
 نسبت ہی ایسا کلمہ فرمایا ہے۔ حسب تجرید مؤخر صفائی ابو علی میری کی تصدیقات میری سامع
 ہوئے ہے کہ کتاب یسویا اور کتاب مرنے اور وادین شہر اس کے سب قطع ہیں اوس کی قسم
 تحریف و الحاق نہیں ہوا تو مثل انکی کتاب کافی کلینی وغیرہ کتب شہور کی صحت نقل ہی
 مثل مسلم ابیہ ان اور قانع عظام کے متواتر اور قطعی ہوئی اور قطعا و یقینا کسی قسم کے

تحریر و احق کا اشتیاء انہیں ہرگز نہیں سچا پنجہ صاحب قوائد مدینہ نے اسکی تفسیر فرمائی اور
اور بالفرض اگر قرآنین تحریف یقینی نہیں تو غشی اور احتیالے تو ہی تو اس صورت میں آپ ہی
الضمان سے فرمائی کہ قرآن کی صحت اور اوپر اعتماد زیادہ ہونا چاہیے یا کتاب کافی کلیئر
وغیرہ پر۔ افسوس کہ آپ کو اپنی کتاب کی بونگی خصوص اور اپنے علماء کی تفسیرات کی ہی دافیت نہیں
پہر اوپر جوش و خروش یہ کہچہ کہ علماء اہلسنت پر عین کیلکواۃ ہو پھر میں اس ہمارے گذارش سے سمجھ لیا ہوگا
کہ صاحب منہج الکلام اور تحفہ رحمۃ اللہ علیہا نے جو کچہ تحریر فرمایا ہے کہ کتاب کافی کلیئر
یا تاریخ ابن قتیبہ یا نہج البلاغت وغیرہ شیعہ کے نزدیک کتاب اللہ سے زیادہ صحیح اور مستند ہیں وہ
مطابق واقع کے ہیں اور بلا دلیل نہیں ہیں لیکن صرف اسکو بدیہی سمجھ کر دلیل سے قرض نہیں کیا
ہے اور اوپر ہماری فاضل فاضل کا اعتراض آپ کو خوش فہم اور حیا و شرم آیا نے سے ناشی ہے۔ محمد
کہ ہم اپنے دھوکے میں بھی ہوئی اور تحریف کا سمات شیعہ سے ہونا بدلائل واضح ثابت ہوا اب جو آپ
سننی کے منظر ہیں۔ **قول** اور اگر آپ کے علمائے کتاب اللہ کا حرف ہونا اسلیے ہماری طرف
منسوب کیا ہے کہ ہماری بعض روایتیں وقوع تحریف تفسیر قرآن وارد ہیں تو سننی روایات مذہبی
پر کسے امر کا لازم ہونا اور شی ہے اور تفسیر اس مذہب والوں کی اس لازم امر پر اور چیز ہے۔ ان
روایات تحریف سے غایۃ الامر اسکا لزوم ثابت ہو گا نہ تفسیر اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ چنانچہ
حضرت شاہ ولی اللہ صاحب والد ماجد صاحب تحفہ نے کتاب حجت اللہ البانہ میں تصریح
کی ہے کہ لازم مذہب مذہب نہیں اور لازم کی نسبت لزوم کے ناکر کہ جب انہی لازم کے خلاف تصریح کی ہو
جائز نہیں ہے اس کتاب کی یہ عبارت ہے۔ فان قل یلزم من الاختلاف فی کون
سبحانہ فی جہتہ انیکون حادثا قلنا لازم المذہب ایس مذہب لا الحسبۃ جانہ مون
بانہ متعلقہ جہتہ و جازمون بانہ قدیم رازی لیس بحدوث فلا یجوز ان یدعی
مذہب من یصرح بخلافہ وان کان لازما لقولہ۔ اور ائمہ اہلسنت نے بھی یہی
کہا ہے کہ لازم مذہب مذہب نہیں ہے۔ پس جب آپ کے علماء کے قول سے ثابت ہو گیا

عسل بخارست اور با صبر و محنت کی تلقین۔

کہ لازم مذہب نہیں تو ایک ہی مذہب کہنا کہ سماعت شیعہ سے ہی غلط محض ہوا۔ اقول
 سبحان اللہ ہمارے فاضل مخاطب نے کیا روشن اور واضح اور کفایت معنی و اور فہم دینا
 ہی کہ ان میں اہل انصاف اور کد چرن اہل عدل و داد کو ذرا اس دلیل پر مجاہد فاضل مجیب کو داد دین
 اور شایاں کہیں اگر یہ غفلت آئے عام اس تحریر کے تقریباً یہی کیفیت ہے مگر یہ ایسی دلیل ہے
 کہ شاید ہی دوسرے کوئی ہنوی جسے بالکل آپ کے علم و فہم کی تعلی کہوں ای اور آپ کے علمی اور انصاف
 و عنون کا بخیر اور ہر دیا۔ انوس کہ یہ دلیل صدق و انتہا میں اور تقریبی و طوسی وغیرہ صاحبان کو
 نہ سوچو ورنہ شدت فرج سے حجب نہیں کرتا دی مرگ کا مضہ ہیں آتا اس ابک نکتہ میں ہر
 اشکالات حل ہو گئی صدق و اعتراضات دفع ہو گئی جب کہ خصم نے کوئی آیت یا روایت
 پیش کیے جہٹ کہہ دیا کہ یہ قابل احتجاج نہیں کیونکہ لازم مذہب ہے اور لازم مذہب اور مذہب
 بڑا فرق ہے۔ یہ تو سب کچھ گزرا ایک ہمارے فہم میں نہیں آیا کہ مذہب کا نام ہے اس
 جانور کو کہتے ہیں کیا مذہب وہ نہیں ہے جو خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا
 کیا مذہب اس کو نہیں کہتے جسکی رسول نے تصریح کی کیا مذہب اس کا نام نہیں جو امر سے
 منع و دیگرے بتواتر غیر متحمل تاویل ثابت ہوا اگر یہ میں مذہب نہیں ہے اور لازم مذہب ہے
 تو کیا عین مذہب وہ ہے جو خاص ابو بکار و اور ابو بصیر کے زبان و قلم سے نکلا ہوا کیا میں
 مذہب وہ ہے جو حق و صدق و طوسی وغیرہ نے ایجاد فرمایا ہو۔ پھر اس طرف تماشا یہ ہے
 کہ روایات کی مدلول مطابقی کو روایات کا لازم سمجھتے ہیں اور روایات کا مذہبی ہونا تسلیم کرتے
 ہیں۔ اور یہ اطفال مدرسہ یہ بھی غلط ہونگا کہ مدلول مطابقی بلکہ تضمنی تک لازم نہیں ہوا اگر اس
 روایات کو مذہبی کہنا اور ان کے مدلول مطابقی کو لازم تصور کرنا ایک ایسی بدیہی غلطی ہے جس سے
 شاید فارسی خوانوں کو بھی شرم آئے اور ادب و طلباء کو ہی مارونگ ہو اور انوس کہ ہمارے
 فاضل مخاطب کا یہ اختصار و ناز بہر معصرع بہ بین تفاوت ۱۵۰ مجاہد تا مجاہد پس یہ
 قدر مرسل و مطلق راجح ہے اور یہ استدلال اکل نہاد و پیر ہی اگر اس کو ابطال کے واسطے

کسی دلیل کی حاجت نہ تھی کیونکہ خود بدانتہا باطل ہے لیکن تاہم مزید اطمینان کے لیے ہم اسکا
 بطلان دلائل واضح سے بھی ثابت کرتے ہیں۔ اولاً یہ کہ عین مذہب عموماً اہل اسلام کا وہی ہی
 جو حکم کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ سے قطعاً یا ظناً بروایت صحیحہ ثابت ہوا اور خصوصاً شیعہ کے
 نزدیک جو حکم اس طریق کے ساتھ ائمہ سے بھی ثابت ہو وہ بھی عین مذہب ہی پس جو حکم رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم یا ائمہ سے پسندیدہ یا کتاب اللہ سے ثابت ہو گا وہ عین مذہب ہو گا۔ علماء
 و اکابر مذہب کو اگر اکسین دخل ہی تو اسقدر ہے کہ یہ سلسلہ نہ جسکو واسطہ سے یہ حکم ہم تک پہنچا
 قابل اعتماد ہی یا نہیں یا یہ کہ کسی دوسرے حکم کے سبب جو نسبت اسکو قوی ہے یہ حکم
 مآول اور صرف عن الظاہر یا ساقط ہے کہ نہیں یا یہ کہ بائیں ترک علت اس پر وجہ نہایت کیا گیا
 پیدا ہونے میں یحجران چند باتوں کے علماء مذہب کو مقصود روایات مذہب کے تغیر و تبدل اور سبب
 اور غیر مذہب ہونے میں کچھ دخل نہیں ہے۔ پس یہ کہنا کہ روایات کا مدلول لازم مذہب ہوتا ہی
 سرسری غلط اور نوج ہے جب کوئی روایت باعتبار اپنے سلسلہ سند کے صحیح ہو اور کسی دوسرے
 قوی وجہ سے مصروف عن الظاہر نہیں ہے تو وہ عین مذہب خواہ اسکی نسبت کوئی تصریح کرے
 یا نہ کرے بلکہ اگر اسکی خلاف کوئی تصریح کرے وہ باطل اور غیر سموع ہے بلکہ اگر اسکا ثبوت بلفظ
 تو اسکا خلاف بلا دلیل اتحاد و زندقہ ہو گا اور جب کوئی روایت کسی وجہ سے مصروف عن الظاہر
 ہو گئی تو اسکا ظاہری مدلول مذہب ہے نہ لازم مذہب بلکہ اسکا محمل بعید مذہب ہو گا
 اب ہم کہتے ہیں کہ تحریف قرآن ائمہ ہی روایات صحیحہ متواتر المعنی ثابت ہوا ہے اور علماء
 و اکابر اہل تشیع نے ان روایات کو مستند اور صحیح تسلیم کر کے وقوع تحریف
 کو تسلیم کر لیا ہے۔ اور جن بعض علماء نے وقوع تحریف کا انکار کیا ہے انکو پاس کوئی
 دلیل شرعی نہیں ہے جسکو اپنے دعویٰ کے اثبات کے لیے اپنا مسئلہ قرار دین انکو انکار کی بنا
 شکنجہ نظر اہل حق میں بستلاؤ گرفتار ہو کر محض توہمات و تخیلات پر ہے انکو پاس کوئی دلیل
 ایسی نہیں کہ جسکو وجہ سے ان روایات کو مصروف عن الظاہر تسلیم کیا جاوے انکو ہرگز

تنجائش نہیں ہو کر ان روایات کا حذف ظاہر کوئی عمل بیان کر سکیں ہیں جب ان روایات کے
 نہ تعلق سے تصنیف کر سکتے ہیں اور نہ کسی دوسرے عمل خلاف ظاہر محمول کر سکتے ہیں نہ کوئی
 محبت شرعیہ اور نہ کسی پاس موجود ہے تو ایسی حالت میں ان روایات کی کبھی شرح عدول ممکن نہیں ہے
 اور یہ روایات میں مذہب ہو گا نہ لازم مذہب۔ ثانیاً یہ کہ اہل اسلام کو مسودا جو کچھ کتاب اللہ
 میں یا احادیث رسول اللہ میں وارد ہوا اور شیعہ کو خصوصاً علاوہ اس کے جو کچھ کہ اقوال ائمہ سے
 ثابت ہوا اور اس کی صحت و حقیقت کا اعتقاد و اعتراف واجب و متعمم ہو اور جو کچھ خدا تعالیٰ اور رسول
 اور ائمہ نے خبر دی اور اس کی تصدیق و اسب سے اور انکار ہرگز جائز نہیں کیونکہ اوہیں کذب کہہ کر دخل
 نہیں جب ائمہ نے بتواتر وقوع تحریف کی خبر دی ہے وہ خبر با مطابقت واقع کے ہے یا نہیں اگر
 مطابقت واقع کے نہیں ہے تو اہم معصوم کے کلام میں کذب لازم آیا اور یہ محال ہے تو ثابت
 ہوا کہ مطابقت واقع کے ہوگی تو اہم کا اقرار حقیقت اور اعتقاد وقوع واجب ہوا خواہ وہ مذہب
 یا لازم مذہب ہو۔ ثانیاً یہ کہ اگر آپ کا فرمانا صحیح ہو اور عدول روایات لازم مذہب مذہب نہیں
 اور لازم مذہب ہو جب طعن و مواخذہ نہیں ہوتا تو آپ کے قبلہ و کعبہ مولوی و لدار علی نے عداوت
 میں بڑی سخت غلطی کہا ہے کہ وقوع تحریف کو بنا بر اقصاء روایات کے یقینی بیان فرما کر
 اس کے محتملات کے بیان کی طرف متوجہ ہوئے جب وقوع تحریف لازم مذہب ہو کر قابل
 اعتبار ہو نہیں سکتا تو اس کی یقینی ہونے کے کیا معنی اور اس کے محتملات بیان کرنے کی
 کیا ضرورت غالباً مجتہد صاحب کو یہ خبر ہوگی کہ عدول روایات لازم مذہب ہوتا ہے
 یا یہ بخانتہ ہو گا کہ لازم مذہب قابل التفات و بیان تا دیلات نہیں ہوتا۔ بہر کیف یہ بیان
 خاص ہمارے فاضل مجیب ہی کا حصہ ہو گا جو اہلسنت کے دلائل کے منع و تحریف کرنے سے
 حاصل کیا پہلے اس کے شیعہ میں سے کیونکہ غالباً یہ دلیل جو روایات میں سے ہے چال
 ہوتی ہوگی۔ راجعاً اگر اس قاعدہ کو ملحوظا جاری کیا جاوے تو صدقات اعتراضات اہل شیعہ
 کو اس قاعدہ کے موافق نہیں باعتراف سامی لغز اور مہمل ہو جائیگا۔ بلکہ بر محمد و زیدین مدی

اسلام ہو کہ تمام غلیات و اعتقادات کا انکار کر سکتا ہے۔ اور جب کوئی حکم شرعی عملی یا اعتقادی
آپ اور پیروں کے لیے یا کسی شارع کی خبر کی تصدیق کر دین وہ کہہ سکتا ہے کہ یہ لازم مذہب ہے
مذہب نہیں پس اسکا جواب آپ اور اسکو کچھ نہ لیکن اور بخیر اسکے کر اپنا سامو نہ لیکر چپ
ہو چا دیں اور کچھ جواب نہ دیجئے۔ خاصاً ہمارے فاضل مجیب نے جو یہ جملہ تحریر فرمایا ہے (ان دایا
تحریر سے غایۃ الامر اسکا لزوم ثابت ہو گا نہ تصریح اگرچہ یہ تمام دلیل ہے عجب العجاب ہے۔ لیکن
خاصہ کہ یہ جملہ تو عجب اضحکہ روزگار ہے کیونکہ جو امر وایات کا مدلول مطابقت بھارت النص ہو
او کی نسبت یہ کہنا کہ یہ ان روایات سے بصراحت مستفاد نہیں عجب طرقہ تماشائے کلمہ سوائے
ہمارے فاضل مجیب یا دیگر اولیاء کے اور کس کے شایان شان ہو سکتا ہے۔ اگرچہ اسجگہ
بہت کچھ لکھنے کی گنجائش تھی اور دل چاہتا تھا لیکن چونکہ اس فاضل غلطی ہے جس پر حاجت استدلال کے
بھی نہیں اور خوف تطویل سے منع ہے اس لیے صرف اس قدر قلیل پر اکتفا کرتا ہوں اور اپنے
فاضل مخاطب کو تنبیہ کرتا ہوں کہ حضرت بے شک یہ قاعدہ صحیح ہے کہ لازم مذہب عین مذہب
ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ جو مثال تحریر فرمائی وہ اپنے مثل کے مطابق ہے
کہ جب ہم کا عین مذہب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ہمت میں ہے اور یہ اگرچہ مستلزم حدوث کو ہے
اور اسکو لازم یہ امر ہے کہ خدا تعالیٰ شانہ حادث ہو لیکن اس حدوث کو محض اس استلزام
کی وجہ سے اور کا عین مذہب نہیں کہہ سکتے۔ مان اگرچہ سمجھا مثلاً قرآن شریف کے قائل ہوں
اور بعض مخالفین کہ یہی صحیح مدلول مطابقتی حدیثی ہو اور کسی دلیل سے غلطی نہیں ہو تو یہ اور کا عین مذہب
کہہ کر اوپر لازم کیا جاسکتا ہے اور پھر اسکو جواب میں یہ عذر کریں کہ یہ عین مذہب نہیں بلکہ
لازم مذہب ہے تو یہ عذر ہرگز سموع نہو گا۔ بخلاف ما نحن فیہ کے کہ تحریف قرآن لازم مذہب نہیں
بلکہ عین مذہب ہے کیونکہ اگر یہ لازم مذہب ہو تو اسکی لیے لزوم یہی ہونا چاہیے جو عین مذہب
اور وہ بخیر روایات کے جنکا مدلول مطابقتی تحریف قرآن اور کوئی ملزومیت کو صلاح نہیں اور ظاہر ہے
کہ مدلول مطابقتی لازم ہو سکتا ہے اور نہ دال ملزوم ہو سکتا ہے پس سچا نہ لازم متحقق ہے

نہ لازم ہے نہ لزوم بان اگر ہمارے فاضل مخاطب اپنے خوش فہمی سے یہ فرامین کر دیات
 عبارت نفس الفاظ سے ہی اور معانی نہ الفاظ کے لیے عین ہے نہ خبر بکبریا تن ہے تو بوجہ
 وضع کے لازم ہوئی تو حضرت کے ہمہ والی سے کچھ عجیب نہیں اور جب لزوم اور لازم و ملزوم
 مستحق ہوئے تو ہمارے فاضل مخاطب کا دعویٰ بالکل لغو ہو گیا اور ثابت ہوا کہ تحریف قرآن
 اصول تیش پر عین مذہب ہے پس جو بندہ نے دعویٰ کیا تھا کہ تحریف قرآن مسلمات سید سے
 ہر مجبوری ثابت ہوا کہ حدیث علی ذلک **قولہ** اور نیز اگر یہی بات ہر کایسے روایات کا
 وارد ہونا اس امر کا مستلزم ہے تو آپ کے نزدیک ہی کتاب اللہ کا محض ہو یا مسلم کی کوئی نہ ان روایات
 میں اہل حق ہر تفرق نہیں ایسی روایتیں تحریف و تغیر و حذف و اسقاط و تبدیل کلمہ یکلمہ و حرفی ب حرفی
 اہلسنت کی کتابوں میں ہی ہر وہی ہیں اگر اسکی تفصیل آپ چاہیں تو اسے قصار الافحام و منتہی الکلام
 میں ملاحظہ فرمائیں **اقول** بیان تو ہمارے فاضل مخاطب نے انصاف کا خون ہی کر ڈالا
 اور فراموش و حیا کو کار فرمایا اور یہ بھی کیا کریں جب انکے اسلاف ہی اسی راہ سے گئے ہیں تو انکو
 جیسا اذنبوایا اور نہیں کے قدم بقدم یہ بھی جلتے ہیں۔ پس سنی کہ یہ محض اُنکی اور آپ کے اولاد
 اسلاف کی خوش فہمی ہے جنہوں نے اہلسنت کی طرف اس کذب و افتراء کو نسبت کیا ہے
 حالانکہ یہ بد اہل باطل ہیں کیونکہ قاضی جیسے اہلسنت متفق ہیں کہ اصل ماخذ دین کتاب اللہ و احادیث
 رسول اللہ ہیں اور عین مذہب وہ ہے جو اس نے ثابت ہوا و اجماع و قیاس و اسکی طبیعت ہی سیوہ
 ہے کہ انکو ہمتا دی کتاب و سنت کی طرف ہے۔ اکابر دین میں سے کیا قول اگر معتبر
 ہے تو اس وقت معتبر ہے جبکہ اسکا ہمتا و کتاب و سنت کی طرف ہو اور اگر مسلم ہو کہ یہ
 سنت نہیں ہے تو وہ نہ عین مذہب ہے نہ لازم مذہب ہے ہر طرف ہر سے کہ تحریف قرآن
 اگر واقع ہوئے تو بعد وفات جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوئی
 ہوگی سو اسکی خبر خداوند تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ہمیں بلکہ پھر ثنائیا و اللہ الحافظون
 لہ اور با تحقیق ہم اسکے لیے یہی تمجید بیان میں -۱۲-

اور فرمایا وانه لکتاب عزیز لا یاتہ الباطل من بین ید یدہ ولا من خلفہ نزل من
 حکیم حمید حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے احادیث میں کہیں اسکی اطلاع نہیں فرمائی اگر
 اسکی تصدیق کیجاوے تو کیونکر کیجاوے اگر آپ یہ اعتراض فرمادیں کہ صحابہ کے اقوال سہوایت
 ہو سکتا ہے تو ہم عرض کرتے ہیں کہ ادل ہم صحت روایت کو تسلیم نہیں کرتے سنا لیکن یہ
معارض ہر آیتین وانا لا نحاطون اور لایۃ الباطل سے اور شیعا اپنی روایات کو بخلاف آیتین کے
 باطل نہیں کر سکتے کیونکہ اسکا جواب خود مفسر صافی نے دیدیا ہے اور یہ جھگڑا چکا دیا ہے وہ
 فرماتے ہیں کہ اصل قرآن جو تمامہ جناب امیر نے جمع کیا تھا اور ائمہ کے پاس کے بعد دیگرے
 چلا آیا مکمل جو اس میں نہ کسی قسم کی تحریف ہوئی نہ امکان لیکن یہ قرآن جو عام مشہور ہے اس میں
 تحریف ہوئی تو گویا صحابہ نے اپنی کتابت میں تحریف کے نہ اصل قرآن میں۔ قطع نظر اس سے
 قرآن مجید کا ثبوت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آج تک ہر زمانہ اور ہر قرن
 میں نقل عدول وثقات اس کثرت سے مروی ہوا چلا آیا ہے کہ اس کے کسی کلام یا کلمہ یا حرف
 یا حرکت و سکون میں شک و تردید کو گنجائش نہیں اس میں اعلیٰ درجہ کا ثبوت متحقق ہے غرض اسکی
 حروف و حرکات و سکانات تک وہی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے صحابہ
 ہوئی۔ پس اسکی مخالفت کسی صحابی سے کوئی قول منقول ہو ہی تو وہ بضرع تسلیم صحت اسکا مستلزم
 نہیں کر سکتا۔ اور نیز اگر بضرع کسے صحابی سے مروی ہو تو ممکن ہے کہ غلط ہوئی ہو ہم کہیں
 کہیں کہ صحابہ معصوم ہیں پھر قرأت شاذہ و مشہورہ اسکی شاہد ہیں۔ پس اہلسنت کے نزدیک
 تحریف کا مسلم ہونا تو ایک طرف اہلسنت کے اصول و قواعد کے موافق تحریف کا شاہد
 اور داہمہ ہی خارج از امکان ہے۔ حضرات شیعہ کو جب کچھ چارہ نہیں ہوتا تو اسید طبع و دلکی حسرت
 نکالتے ہیں کہ کذب و افتراء تحریف کو اہلسنت کے ذمہ لگاتے ہیں کبرت کلمہ تخریج من افواہہم
 لیس قولہ الا کذب یا یہ تو جواب اجمالی تھا اور تفصیلاً تفصیل احادیث و روایات کے ساتھ فرمائی گئی
 قولہ مگر شتی نمونہ خود ارے دو تین میان ہی لکھے جاتے ہیں۔ فضہا مانے

اللہ المنشور للشیء اتخرج ابو عبیدہ وابن الفرہسین ابن الانبار فی المصاحف ابن عمر
 قال لا یقولون احد کم قد اخذت القرآن کلمہ ما یدرہ ما کلمہ قد ذهبتہ قرآن کثیر
 یقل قد اخذت ما ظہر منہ انتہی - دیکھی آپ کے جناب ابن عمر صاحب قرآنین نقصان
 کثیر کے وقوع کے قائل ہیں اور غایت شفقت اور طبیعت سحر اور آدمیوں کو دعویٰ اخذ تمام قرآن
 سے فرماتے ہیں انکے شاہین ہی فرمائی کہ کتاب اللہ کو جبکہ حافظ خود خداوند حقیقی قلم سے شائع
 ہر حرف بہتر ہیں۔ **اقول** جناب میر صاحب گستاخی معاف آپ پر اور آپ کو ان بزرگوں پر
 جنہوں نے یہ روایت اور اس قسم کی دوسری روایتیں ثبوت تحریف میں پیش کی ہیں کسم و فہم کا
 خاتمہ ہو چکا ہے افسوس کہ آپ یہ بھی خیال نہیں فرماتے کہ جس مطلب کے ثبوت میں ہم روایت
 پیش کرتے ہیں قطع نظر اسکی صحت نقل و رسم صحت کے اسکی کچھ بھی دلالت نہ ہے
 ہر نہیں یہ روایت جو جناب سامی نے نقل فرمائی ہے اس میں وقوع تحریف پر نہ دلالت مطابقت
 ہر نقصانہ الزامہ اشارۃ نہ دلالتہ اقتضار - کی طرح ہی اس سے وقوع تحریف مفہوم نہیں ہوتا
 حضرات کی کمال ہی خوش فہمی ہے کہ اس سے وقوع تحریف سمجھتی ہیں۔ اس میں قدوس مسئلہ منہ
 قرآن کثیر واقع ہے بلکہ آپ تحریف پر وال سمجھتی ہیں حالانکہ یہ تحریف پر ہرگز دلالت نہیں کرتا
 کیا ذہب کے معنی یہ ہیں کہ صحابہ نے ناقص کر دیا سبحان اللہ اس فہم پر آدین ہے ہر ادسیر
 دعویٰ کیا کیا کچھ - اب مینی کہ تمام اہلسنت کا ذہب متفق ہیں اور اس سبب سے کہتے ہیں کہ یہ قرآن
 جو اہلسنت کے پاس موجود ہے اور جبکہ حفظ کرتے ہیں حرف بحرف وہی قرآن ہے جو حضرت علی علیہ السلام
 علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلوا اور اسی ترتیب کے ساتھ ہے جس ترتیب کے ساتھ لوح محفوظ
 میں ہے۔ اس میں جقدر آیات کی کمی بیشی ہوئی وہ حضرت علی علیہ السلام کے
 راز میں واقع ہے جقدر نازل ہوئی کسی بیشی ہوئی کسی اور جقدر منسوخ ہوئی یا میلار گئی وہ کسی ہر گز
 آئین میں ہی قرآن جہلسنت کے پاس ہر جہرہ سبب مری ہوئی کمال فی ہر گز بعد اس کے کہ اس میں کچھ تغیر و تبدل ہوئی
 بیشی ہوئی اور نہ یہ ممکن کہ اس میں کوئی شخص کو رسم کا تغیر و تبدل نسخ تحریف کر سکے اہلسنت کے

روایات اہل سنت روایت قرآن کے اس سبب سے کہ

نزدیک یہ انجمن سہ ماہی و منوعات کی ہے۔ اور اہلسنت کے نزدیک نسخ تین طرح پر کتاب اللہ
 میں واقع ہوا ہے ایک تو یہ کہ حکم منوح ہو گیا ہے اور تلاوت باقی رہ گئی دوسری یہ کہ تلاوت الفاظ
 منوح ہو گئی اور حکم باقی ہے۔ جیسی آیت الرجم۔ تیسری یہ کہ لفظ اور حکم دونوں منوح ہو گئے
 پس ہمارے فاضل مخاطب نے جو روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل فرمائی اور سکر
 طاہر سے یہ ہیں۔ کہ بہت سا قرآن جو نازل ہوا تھا وہ منوح ہو گیا اور جاتا رہا تو کوئی یوں
 نہ کھڑا کہ میں سب قرآن منزل پر حاوی ہو گیا کیونکہ منوح شدہ اس سے خارج رہیگا۔ اور اس کی ہرگز
 یہ معنی نہیں ہو سکتی کہ بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے یا کسی اس میں سرگم کر دیا
 یہ حضرت حبیب اور انور علمائے متکلمین کی خوش فہمی ہے۔ **قولہ** اور سنی آپ کے علامہ سیوطی
 اتقان میں فرماتے ہیں قال ابو عبیدہ حدثنا اسمعیل بن جعفر عن المبادی
 بن فضال عن عاصم بن ابی الجود عن زید بن جیش قال قال ابی بکر کتب من قبل
 سورة الاحزاب قلت اثنتین وسبعین ایت قال کانک لتعد سورة البقرہ وان
 کنا لنقرأ فیہا ایتہ الرحم قال اذا زلیا النیخ والنیخۃ فاجوہما البتۃ نکالا من اللہ
 واللہ عنہ حکیم دیکھیں اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ سورہ احزاب سورہ بقرہ کے برابر تھی
 اور اب بہتر تشریح اتیوں سے زیادہ نہیں ہے **اقول** اس روایت کا حال ہی مثل
 سابقہ روایت کے ہے اس میں کہیں تحریف کے ثبوت کا نام نشان ہی نہیں ہے یہ ثابت
 کیجئے کہ یہ کبھی عبد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے یا کسی شخص نے سو اس قسم
 روایات سے یہ مدعا کسی طرح مفہوم نہیں ہوتا بلکہ اس روایت میں جو کلمہ بنا دیا ہو اس کا محمل
 وہ ہی نسخ ہے جو عرض کیا گیا اس سے تحریف سمجھنا حضرت کے اور حضرت کے اسلاف کی عزت
 فہمی کی دلیل ہے **قولہ** اور راعب اصہبانی محاضرات میں لکھتے ہیں وقالت عائشۃ
 کانک الاحزاب تقرأ فی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما نئی ایتہ قلما کتبہ
 عثمان المصنف لم یقدر الا علی ما شئت وکان فیہا ایتہ الجہم **اقول** یہ روایت صحیح

آپ کے دعا کے مخالف ہر گز اٹھوس آپ کو اتنی ہی فہم نہیں کہ یہ سمجھ سکیں کہ یہ ہماری دعا کے
 موافق ہے یا مخالف یہ عبارت قلم کاتب عثمان المصاحف لم یقدر الاملی ما ثبت مریم
 دال ہے کہ جب باوجود تلاش و تتبع کے اس سے زیادہ قدرت نہ ہوئی تو سہل و سہل ہوا کہ خداوند تعالیٰ
 اس کو منسوخ فرما دیا اور پہلا دیا اور دوسرا محو کر دیا یہ تعجب ہو کہ ہمارے فاضل مجاہد بائینہ ادا
 انصاف و علم و خیریت صحابہ کی بہترین قولہ آپ کے علامہ سیوطی اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں
 اخبر ابن مردودہ عن ابن مسعود قال کنا نقراء علی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 یا ایہا الرسول بلغ ما یرسل الیک من ربک ان علیا مولو المؤمنین ان لم تفعل
 فما بلغت رسالۃ اللہ واللہ یجعل من الناس اوزر را محمد بن ہشام بن عمار بن عمار بن عمار بن عمار بن
 اپنے فیض احاطۃ العقول میں عطاوار المسند فرماتے ہیں کتاب مفتاح النجاریں کہ آپ کے
 خاتم الشک میں ازالۃ الغبن میں اس سے احتجاج کرتے ہیں یہ لکھتے ہیں۔ وخرج ای ابن مردودہ
 عن ابن مسعود عن عبد اللہ قال کنا نقراء علی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ایہا
 الرسول بلغ ما یرسل الیک من ربک ان علیا مولو المؤمنین وان لم تفعل فما بلغت
 رسالۃ اللہ واللہ یجعل من الناس اوزر بیت ایسے روایتیں آپ کے کتب معتبرہ میں منقول ہیں جو
 طوالت نہیں لکھتے۔ اقول اس روایت کا حال یہی مثل روایات سابقہ کے ہے۔ یہیں
 بھی کہیں وقوع تحریف پر کیلچ و دلالت نہیں بلکہ اس میں یہ بھی نہیں پایا جاتا کہ یہ الفاظ ان
 علیا مولو المؤمنین قرآن مجید میں اور خدا کی طرف سے نازل ہوئی۔ پس سنی کہ اولاً اس روایت
 کی صحت مسلم نہیں سنا لیکن اس کا حاصل صرف اتنا ہے کہ ہم اس طرح پڑھا کرتے تھے اور ہم
 کچھ ضرور نہیں کہ جو کچھ وہ پڑھتے ہوں وہ قرآن میں داخل ہو بلکہ ممکن ہے کہ یہ الفاظ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تفسیر کے فرمائے ہوں اور ابن مسعود یہ سمجھا کہ یہ قرآن میں داخل
 ہیں تلاوت کرتے رہے ہوں سنا کہ اصل قرآن میں ہے لیکن منسوخ ہو گئی۔ لہذا ان روایات
 کو کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ یہ الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک

داخل قرآن ہو اور بعد وفات آپ کے جاسعین قرآن نے نکال ڈالے اور جب تک یہ ثابت نہ ہو
تحریف کا ثبوت خیال محال ہے **قوله** اگر ان ہی دو تین روایتوں کے نتائج پر بحث کریں
تو طول ہو جائیگا اور پہلے ہی کبیقہ رطل ہو گیا ہے لہذا اور وقت پر منحصر رکھتے ہیں **اقول**
اگر دوسرا وقت جس پر نتائج روایات پر بحث کو منحصر کہا ہے یہی وقت ہے تو ہم منتظر **قوله**
ای حضرت شیعہ کی روایتوں میں تو صرف کمی ہے وارو ہوگی آپ کے بیان علاوہ ایسی روایتوں کے
جو متضمن کمی نقصان کثیر کے ہیں قرآن مجید و فرقان حمید جو فصاحت و بلاغت میں معجزہ کر
اوسکا غلط پر یہی مثل ہے چنانچہ معالم التنزیل میں تحت آیت کریمہ لکن الراستخون فی العلم
منہم والمؤمنون یستنبیون الیل وما انزل من قبلک والمقیمین الصلوۃ لہا ہے
واختلفوا فی وجہ انتصابہ فحکے عزایۃ و بان بن عثمان انہ غلط من الکاتب
ینبغی ان یصلح ویکتب والمقیمون الصلوۃ وكذلك قوله عافی سقر المائدۃ
ان الذین امنوا والذین ہادوا والصابیون قوله عان ہذان ساحران فالو ذلک
خطا من الکتاب وقال عثمان فی المصحف لحنًا وسقیمۃ العرب یا فقیل لہ الا تغیر فقال
دعوفانہ لا یجل حرا ولا یحرم لکالا **انہما فی التہر اب غور فرمائی کہ وہ قرآن جو فصاحت**
میں بلاغت میں معجزہ ہے اور جسکی تائین فاتحہ سورۃ من مثلہ حق تقالے فرماتا ہے آپ کے
یہ حضرات خصوصاً حضرت خلیفہ ثالث اسین لحن و سقیمۃ العرب فرماتے ہیں بہت شک کے یہ
ہی سنی ہیں۔ اقول ای حضرت آپ اپنی روایات سے صرف کمی کو ہی کیوں تسلیم کرتے ہیں
زیادتی کو کیوں نہیں قبول کرتے آپ کے ملوسی اور طبری صاحب نے جو زیادتی کو جمع علیہ باطل
فرمایا ہے غلط ہے روایات سے کمی ہی ثابت نہیں بلکہ زیادتی اور تغیر بدل اور تعدیم و تاخیر کو یا ہر قسم
کی تحریف ثابت ہے ہر پرتغیب ہے کہ آپ صرف کمی کو ہی تسلیم فرماتے ہیں کیا آپ نے روایت میں
لولا زید فی القرآن و نقص نہیں ملاحظہ فرمایا اور علاوہ اسکو بہت سی روایات ہیں ہر طرف تائید
یہ ہے کہ اپنی کمی کو جو کمی تحریفی ہے اہلسنت کی کمی کے ساتھ جو نسخی ہیں غلط ملاحظہ فرماتے ہیں

تاکہ اس سیدہ کو اس پر ایسا سے اپنا عیب پوشیدہ رہے پس اس طرح کہ جو کئی اہلسنت کے
 روایات سے ثابت ہوتی ہے اس کے ساتھ اس کی کو کچھ ربط نہیں کہ جو آپ کی روایات کا مدلول تو یہ
 اہلسنت کے روایات کا مدلول وہ کئی ہے جو خدا تعالیٰ نے کی اور آپ کی روایات کا مدلول وہ کئی ہے
 جو صحابہ نے بعد حضرت مسلمان علیہ وسلم کے قرآن میں دیدہ و سنت کی ہے۔ تاہم ہذا میں ایک
 علاوہ ازین باوجود اس فرق و مبالغہ کے یہ کہ جو روایات سامی سے مفہوم ہوتی ہیں نسبت کر
 وہ کئی بہت کم ہے جو روایات اہلسنت سے ثابت ہوتی ہیں اگر آپ کو تردد ہو کہ کبھی میں ملاحظہ فرمایا ہوں کہ
 بسبب اختصار کے نقل روایات سے غرض نہیں ہو۔ رہا یہاں اعتراض کہ پہلی روایات کے بموجب
 باوجود مجرم ہونے کے قرآن شریف اخلاط پر مبنی شعل ہے چنانچہ لفظ المقتبین اور انصاف یوں اور
 ان زبان غلط نسیم کر لیے گئے سو جواب اس کا یہ ہے کہ اول تو یہ روایت ہے معتبر نہیں چنانچہ
 لفظ خلکی عن عائشہ ابان بن عثمان بصیغہ تریسین خود اس صنف پر دلالت کرتا ہے دوسری یہ کہ
 سلمنا یہ روایت صحیح ہے لیکن قرآن کے نقل اور اس کی صحت تواتر قطعی ثابت ہے تو بھلا اس کی
 صحت وقت کی اگر یہ روایت صحیح ہو ہی تاہم معتبر نہیں ہو سکتی تیسری یہ کہ یہ تعلق اگر ہے
 تو صرف باعتبار قواعد لسان کے ہے اور جب جمہور صحابہ اور تمام ائمہ عوام نے اس کو صحیح تسلیم کر لیا
 اور اس کی صحت کی توضیحات بیان کر دی تو یہ قول خود ضعیف اور شاؤ ہو گیا چنانچہ وہ عبارت جو مسلم
 میں اس کے بعد میں مذکور ہے اور ہمارے فاضل محاسب نے ترک فرمائی ہے وہ اس پر صریح دلیل ہے
 اور وہ عبارت یہ ہے وعلمہ الصحابة واهل العلم علی انه صحیح۔ چوتھی یہ کہ اگر حضرت عائشہ وغیر
 یہ روایت نہ پونجی ہو اور انہوں نے اس اعراب کو ظاہر اخلاط ظاہر دیکھ کر اپنی رائی اور
 اجتہاد سے بظاہر یہ فرما دیا ہو کہ یہ کاتب کی خطا ہے اور اس خطیہ میں ان کی رائی نے خطا کی ہو
 تو ہم نے کب دعویٰ کیا ہے کہ وہ اپنی رائی اور اجتہاد میں خطا سے معصوم ہیں۔ پانچویں یہ
 کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو اس پر کاتبوں کی خطا کے نسبت ارشاد فرمایا اس خطا اور
 غلطی سے یہ مراد نہیں ہے کہ یہ لفظ غلط ہے بلکہ مراد اس خطبہ سے ہے کہ قرآن است

مختلفہ میں سے صرف اولے اہم قرار دے کر اس پر تمام است کو جمع کرنے اور باقی الفاظ کو جنگی اجازت
اور جنگا نزل بطور تیسرے ہوتا اور تکرار کر دیتے۔ حاصل یہ کہ ترک اقتصار علی الاولے میں کا تون نے
خطا کی۔ چوتھی یہ کہ ظاہر ہے کہ باعتبار قواعد عربیہ اگر چہ دایرین و لفظین و لفظین اور ان ہاں بیچ
اور اسکی صحت میں کچھ کلام نہیں لیکن ان کی صحت بموجبہ و تاویل ہے اور المقیموں اور ماہرین
اور ان ہدین بدون تاویل کے صحیح ہے اور باعتبار قواعد عربیہ کے اولے ہے تو ممکن ہے
کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بطریق مجاز اور اتساع فی الاخبار کے خلاف اولے اور
خلاف ظاہر پر خطا کا اطلاق کر دیا ہو۔ اب اسکا جواب سنی جو روایت آپ نے حضرت عثمان سے
نقل فرمائی ہے جکا بدول یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ قرآن میں لحن ہر اول تو ہم اس بات
کی صحت کو نہیں تسلیم کرتے نہ عقلاً نہ نقلاً۔ انا نقلاً پس اسوجہ سے کہ یحییٰ بن یحیر اور عکرمہ
اس روایت کو حضرت عثمان سے روایت کیا ہے اور دونوں نے نہ حضرت عثمان کو دیکھا
اور نہ اسے کچھ سنا ہے تو یہ روایت قابل اعتبار و اعتماد کے نہ ہے واما عقلاً پس اسلیو کہ صریح
عقل و دلالت کرتی ہے کہ جب حضرت عثمان قرآن کی جمع و تالیف کے متکفل ہوئی اور انہوں
سے احبابہ کو جمع کر کے اس مہم کا سر انجام کیا تو انہیں اوہوں نے کوئی لفظ ایسا جو محض خطا ہو اور
موجب قدح اور اعتراض کا ہو کر باقی چھوڑا ہوگا۔ اور کیونکہ عقل سلیم تسلیم اور باور کر سکتی ہے
کہ ایسی غلط الفاظ کہ جنہیں کسی قسم کا مفاد حاصل ہو دیدہ و نسبت قرآن میں باقی رکھیں بروی
قل ہرگز ممکن نہیں۔ پس کوم ہوا کہ یہ روایت بالکل غلط ہے دوسری جب قرآن کے
محرکات و حرکات کا منزل من اللہ ہونا ثابت ہے تو اگر یہ روایت صحیح ہو ہی تاہم متواتر
معارضہ نہیں کر سکتے اور ساقط الاعتبار ہی تیسری اس روایت کا محمل بالکل واضح اور صاف ہے
کہ جنہیں نہ کچھ شک و شبہ رہتا ہے نہ کوئی اعتراض تیسری روایت کے یہ روایت صحیح ہو حضرت
عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا ہو تو اسکی معنی یہ ہیں کہ بے الصغیر بحثاً نے تلاوت
یعنی بعض جگہ رسم غلط اس طرح پر ہے کہ اگر اسکو پڑھو تو والا اسکی طرح پڑھی جی طرح کہ ہتیا

رسم الخط کے لکھا ہوا ہے نو وہ غلط ہوگا اور تلاوت میں محن واقع ہوگا نو حاصل یہ ہوا کہ تصحیف
 میں باعث بار رسم الخط کے ایسے الفاظ واقع ہیں جنکی تلاوت میں اگر اوسط طرح پڑ جائے جس طرح
 لکھیں تو محن واقع ہوتا ہے۔ چنانچہ لاؤ مجھ اور لاؤ صغیر اور من بنائی المسلمین وغیر ذلک
 اور ظاہر ہے کہ اگر یہ الفاظ بدون معرفہ رسم الخط اوسط طرح تلاوت کی جائیں جس طرح کہ لکھے ہوئی ہیں تو محن
 بالکل متغیر ہو جائیگی۔ اور عجب غنی ہو جائیگا۔ اور کلمات میں ایسے حروف کی زیادتی ہوگی جو انہیں
 کی طرح داخل نہیں ہے اور تلاوت غلط ہوگی۔ پس اسکو سمجھئے یہ نہیں کہ الفاظ قرآنی یا دوسرے
 رسم الخط میں ہی غلطی اور محن ہو۔ پس یہ حضرات تبعہ کی غرض فہمی ہے کہ ایسی روایات کو بے سود
 سمجھ کر نقل کر دیتے ہیں پھر علاوہ اسکو دین و دینست کی یہ کیفیت ہے کہ روایات کثرت میں حضرت کثیر
 صاحب صاحب نہ ہو وہ غیر و غرنے اس روایت کے الفاظ کو منع و تحریف کر کے اپنے اعتراض کے
 تقویت اور تائید کی غرض سے کچھ سے کچھ بنا دیا ہے اور باری فاضل مخاطب نے بھی انہیں کی
 نقیب فرمائی اور غرضی سے انہیں الفاظ کو جو کشمیری صاحب نے تحریف کی تھی بڑے مارا تھا
 کو ساتھ نقل کر دیا۔ حالانکہ وہ سراسر غلط ہیں اب میں عرض کرنا ہوں کہ اصل کیونکر تھی اور پھر
 انہیں رسم تحریف فرما کر اپنے دماغ کے موافق کیونکر بنایا۔ اصل الفاظ یہ تھے **وَقَالَ عَمَّا**
اِنَّ الْمَصْفَحَ لَحَنًا وَاسْتَقِيمَ الْعَرَبُ بِالسُّنْمَا اس میں لفظ مستقیمہ صیغہ مضارع کا ہے
 اب انحال اتقامتیم کر اور اسہر حرف میں استقبال فریکے لیں داخل ہے اور ای صغیر آخر میں لفظ
 ج و راجع الے اللہن ہر ج کے معنی یہ ہیں کہ عرب اسکو اپنے زبانوں کے ساتھ تلاوت میں یہ
 اور شیک کر لینگے چنانچہ بعض روایات میں ان العرب ستقر یہا بالسنتما مروی ہے اور
 بعض روایات میں تقیمہا وارد ہے چنانچہ شیخ ابو سعید عثمان بن سعید بن عثمان المقرم نے
 اپنے کتاب رسم الخط میں یہ روایات نقل کیں ہیں پھر اسکو حضرت زکریا کشمیری صاحب وغیرہ
 اور ہمارے فاضل مخاطب نے منع و تحریف فرما کر اس طرح بنا یا کہ حرف سین اصلی خراہ
 کیا اور حرف تا علامت مضارع کو حذف فرمایا اور دسے صغیر کو نامی تائید سے بدل کر لفظ

قرآن میں تصحیف اور محن کی روایات کو بے سود

سقیمہ مادہ سقم باب سقم سقم سے صیغہ اسم فاعل یا صفت شبہ کا بنایا جسکے معنی یہ ہو گئی
 کہ قرآن میں عرب کے الفاظ سقیمہ یعنی ضعیفہ اور مروجہ اور غلط داخل ہیں یہاں دیکھی کہ اکثر
 کو کس قدر تقویت اور تائید ہو گئی۔ پس آپ کے اس دین و دیانت پر صد آفرین ہے کہ کچھ نہیں کہتے
 خدا تعالیٰ آپ صما جوں کو اسکی جزا موفور عطا فرماوے دیرسم اللہ عبد اقل آمینا۔ پس ہم نے
 خوب غور کیا اور تیر سو برس سے غور کرتے چلے آتے ہیں نہ کہین کن قرآن میں ہو اور نہ سقیمہ
 العربیہ۔ یہ حضرات کی فہم کی خوبی ہے یا حضرت عنایت کا شہرہ ہر کہ روایت میں جسکو وجہ سے
 ایجاد و اختراع کیا گیا۔ لیکن حضرات شیعہ کے نزدیک بروی الہی روایات کے جو ائمہ سے
 مروی ہوئی اور جو صیغہ قطع کو میں جنگو اکابر شیعہ تسلیم کر کے وقوع تحریف کا اعتقاد کر لیا ہے
 قرآن میں کمی بیشی اور تغیر و تبدل اور نسخ و تحریف بہت کچھ ہو چکی جس کا لقرآن نے بحقیقت یہاں
 اور تک کہ یہ معنی ہیں وہ نہیں **قوله** غرض کہ اور اسی قسم کی روایتیں در سنن و اتفاق وغیرہ
 میں موجود ہیں ارادہ تھا کہ جو کچھ انکے جواب آپ کے علمائے دینی میں وہ نقل کر کے انکی کیفیت ہی
 لکھ کر جائے مگر خوف اطباء نہیں کہتے ہر دیکھا جائیگا۔ **اقول** یہ جب کہی آپ کا دل
 چاہے دیکھ لیجئے ہم ہر طرح حاضرین نہ تحریر سے انکار ہی نہ تقریر سے دریغ مصرع ہمیں سدا
 ہمیں چوگان ہیں گو **قوله** آپ کے خلیفہ ثالث نے اسی پر اکتفا نہیں فرمایا کہ غلطی ہوئی ہو
 بلکہ کتاب اللہ کو جسکی تعظیم و احترام ضروری ہے جلوایا پڑوایا علی اختلاف الریتین **اقول**
 پہلو کسی دلیل شرعی سے یہ تو ثابت کیجئے کہ مطاع جلوایا یا پڑانا اذنت اور خلاف تعظیم و احترام ہے
 جب تک آپ یہ ثابت نفرماؤں گی اسوقت تک آپ کا اعتراض ہی لغو ہے و لائق التفات نہیں۔
 لیجئے ہم آپ سے بکرا علماء اثنا عشریہ سے استفتاء کرتے ہیں جواب تحریر فرما دیں کیا فرماتے ہیں علماء
 امامیہ اثنا عشریہ اس صورت میں کہ ایک شخص نے ایسی حالت میں کہ اسکو نزدیک قرآن شریف
 میں کلمات تفسیر نہی لکھی ہوئی تھے اصل قرآن کو اسکو جدا کر کے جمع و تالیف کیا اور بعد جمع و
 تالیف کے اسکی نسخ کو اطراف و کائنات عالم میں شائع کیا اور اسکو موافقین و مخالفین نے

بلا اعتراض صحیح قرآن تسلیم کر لیا پہلے اس شخص نے اس خوف سے کہ وہ قرآن جو میرے لئے مسودہ
 تھا اور جس میں کلمات تفسیر و بیانیہ تھے مبادا ظاہر ہو کر باعث اختلافیت است و نزاع کا ہوا و سکو جلا دیا یا پارہ
 پارہ کر دیا تو یہ شخص باوجود یہ یا اعم اگر اتم ہے تو کس گناہ کا مجرب ہوا بیوہ بالہ لائل الشریعہ
 تو جرد الہدیین تو اسی مختصر سوال کا جواب دیدیجی اگر کوئی شخص بلا قصد انت قرآن شریف کو اپنی
 رائی میں کوئی مصالحت شرعی سمجھ کر جلا دے یا پھر داسے تو جائز ہے یا حرام حضرت میر صاحب
 حسب شہادت آپ کے امام کلینی کے۔ امام صادقؑ نے تو یہاں تک انت کی کہ انت ہی ہینک دیا
 تفسیر سورہ نمل میں مفسر صفائی روایت نقل کی ہے و فی الکافی عن القاسم عن (عن الصادق)
 انہ قرا انت کون ائمتہی ازکی من ائمتہکم فقیل انا نقراھا ائمہ
 ادبی من ائمہ۔ فقال دعا ادبی من ائمہ و او ما بیدہ فطرہما ہم اسکو پیش
 ایسے ہی تفسیر کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اس طرح قرآن کی انت کرے تو جائز ہے یا حرام
 قولہ یہ جواب فرماتے ہیں کہ بیاصل عثمانی قرار دین آپ کے خاتم المتکلمین کے عادت میں چونکہ
 تسخیری بطور تحذیر ادہون نے ایسا فرمایا ہے۔ افسوس کہ آپ نے ان کی عبارت میں تامل نہیں فرمایا
 معاذ اللہ کہ کسی اہل حق نے قرآن شریف کو اس لقب المائم سے مقب کیا ہو۔ یہ محسن کتب و آثار
 ہر اور اگر آپ اسباب میں کوئی سند لاسکتے ہیں تو لایجوز۔ اقول جب وقوع تحریف روایات
 صحیحہ و باعتراف اکابر متبعہ ہم ثابت کر چکے تو ظاہر ہے کہ یہ وقوع تحریف جمع و تالیف حضرت
 عثمان رضی اللہ عنہ میں ہے واقعہ ہر امر کا کیونکہ وہ جمع و تالیف جوادل تجنیں کے زمانہ میں کی گئی
 اور کا خلاصہ ہی ایسی کیا گیا چنانچہ جامع القرآن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا لقب ہو گیا تو اسکو
 اگر شیدہ حرف عثمانی اور بیاصل عثمانی کہیں تو کیا بعید ہے۔ یہ لفظ نسخہ اسکا لائل تو صریح روایات
 ثابت ہوتا اور اگر متبع کیا جاوے تو انشاء اللہ شیعہ کی تصریحات میں یہ لقب بھی لکھیا جائے گا۔ علامہ ابن
 السکونی میں قتی سے روایت ہے کہ امام صادقؑ نے (ابن الغضنفر) اس لکھن انت ہی ازکی من ائمتہکم بیکسی عرض کیا
 کہ ہم تو اسکو انت ہی ائمتہ شیعہ میں فرمایا اور ادبی میں انت کیا اور پھر انت سے اشارہ کیا اور اسکو ڈال دیا۔ ۱۳۔

ہستی سابق میں ارغام سے عبارت کتاب بارۃ ضمیمہ کے نقل کے ہے اس سے صریح یہ لقب
 نامع نہیں ثابت ہوتا تو کیا ثابت ہوتا ہے چونکہ اسم این قرآن نظم عثمانیست الخ نظم عثمانی اور
 بیاض عثمانی میں کیا فرق ہے۔ انہوں نے کہا آپ اپنے علماء کی کتابوں کو دیکھتے نہیں جو آپ کو
 اپنے مذہب کا حال معلوم ہو۔ پس ہم نے دلائل سے ثابت کر دیا اور آپ کا کذب و افتراء کہیں
 محض کذب ہوا **قولہ** اب آپ ایضاً فرماؤں کہ کیا کتاب اللہ میں تک کے یہی معنی ہیں کہ
 جس کا حافظ خود خدا و حقیقہ توالے شانہ ہوا اور جس کو حرف و غلط و سقیمہ العرب فرمائیں اور اس کو جلالین
 یا جو کتاب اللہ کی نسبت ایسا کہیں اور بجا سے تعظیم و احترام جلالین اور انکو دین میں پیشوا و مقتدا
 سمجھیں **اقول** حسب ارشاد ہم نے تو ایضاً صریح عرض کر دیا کہ غلط ہونے کا الزام جو ش
 فہمی ہے اور حرف ہونیکا الزام کذب و افتراء اور سقیمہ العرب ہونے کا الزام حضرات کے حیات نہیں
 بلکہ دین و دیانت ہے۔ لیکن تم تک کے یہی معنی کہ کتاب اللہ کو حرف فرماؤں اور اس میں تحریف اعتقاد
 کریں اور موافق اصول کے قرآن میں تحریف کا واقع ہونا یقینی ہو اور تک کے یہی معنی ہیں کہ کتاب اللہ کو
 بخوش ہو کر طریق ان کے پہنکے دیوں۔ اور تک کے یہی معنی ہیں کہ ایسی لوگوں کو جو قرآن غلطیوں کا اور
 تحریفات کا اعتقاد کریں یا تحریف کی شہادت دیوں یا قرآن کو اہانت کے ساتھ پہنکیں اور جلال
 تعظیم و احترام اس کی اہانت کریں انکو مقتدا اور پیشوا واجب الطاعت بمنزلہ انبیاء و علیہا و سوا افضل
 سمجھیں **مع** بہین تفاوت رہا کہ جاست تا بجاء **قال** الفاضل المحجیب۔ **قولہ** کیا تک کے
 یہی معنی ہیں کہ (نوذ با اللہ ثوبہ ثوبہ) آل رسول کی بنات طہیات کو بلکہ انکی شرگاہوں کو موصوب
 اعداء ہرادرین۔ چنانچہ کافی کلینی سے صاحب تحفہ و منتہی الکلام و آیات بیانات نے روایت نقل کی ہے
اقول۔ صاحب تحفہ وغیرہ نے اول فرج غضبت سنا نقل کی ہے مگر ہمارے حضرت محبت نے اپنی طرف
 بلکہ انکی شرگاہوں کو الہ زیادہ کر دیا کمال میں میں فرمایا شرم و حیا سے خوب کام لیا۔ حضرت وہ عبارت
 بعینہ نقل فرمادیں جس کا ترجمہ خود بدلتے بلکہ انکی شرگاہوں کو فرمایا ہے۔ معالہ دینی میں اسے تصرف
 کرنے سے انحضرت کو خوف خدا نہیں۔ **اہل علم** تحریر فرمادیں **بقول** العبد الفقیر الی مولائہ

جب آپ کے امام کلینی نے اول فرج غضبت من بابات طیبات کے بابت روایت کیا ہے تو اگر نقل فرما کر
 بلکہ انکی سرنگ ہونکہ الخ لکھد یا تو کیا غضبت اول فرج غضبت من بابات طیبات کے بابت روایت کیا ہے تو اگر نقل فرما کر
 تو آپ ہی فرما دیں کہ اسکے سوا اور کیا مطلب ہے کیا لفظ فرج سے مراد سرنگہ نہیں ہے
 یا غضبت سے منصوب ہونا سمجھ میں نہیں آتا۔ ان ہمارے یہی وہ خطا ضرور ہے کہ ہم نے لفظ فرج کا
 ترجمہ سرنگہ کیا ہے اور لفظ فرج منصوبہ ص کے لیے صریح ہے اور سرنگہ کہنا یہ لطیف معلوم ہوتا ہے
 کہ آپ کو اس وقت پسند آتا اور صریح معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص آپ کے امام کلینی کے اس نقش کا ترجمہ نہیں
 صریح اور ٹیپٹہ الفاظ میں معاذ اللہ کرتا۔ لہذا نہایت افسوس ہے کہ خطا تو آپ کی امام کے مورچہ میں بہر
 خوف خدا اور اہل علم سے شرم و حیا تو آپ کے امام کلینی فرماتے ہیں اور عتاب ہو بہو میرا اگر یہ الفاظ مقصد
 آپ کے دین و ایمان و حیا و شرم کی بجائی سے ناشی اور مستفیع میں تو اپنے حضرت کلینی کے دوح
 پر فتح کو صلوات میں سنائی یا جو ادھر اساتذہ بزرگوار میں جن سے اوہوں نے یہ فحش اور بجائی کے
 بات اخذ کی ہے اور لکھ کچھ کہی ہم تو بعض نقل معنون میں کہ الزاماً خدمت میں پیشکش کیا ہو بہو
 یہ ما واجب غصہ کیون نکالاجاتا ہے۔ ان اگر ہمیں نقل میں خطا کی ہو اور اپنی طرف سے اس کر
 لکھد یا ہو تو اس وقت اسے ہم معذور دیتے۔ پس معلوم نہیں کہ آپ ہم پر کیوں عتاب فرماتے۔ ہمیں کیا
 حیا نصرت کیا ہوتا جو آپ کو یوں بے طرح جو ش آگیا۔ اگر ہم نے اپنی طرف سے کوئی نصرت کیا ہوتا
 تو پہلے ثابت کرنا چاہی ہوتا اصل واسطہ کہیں سے نقل فرمائے اور لکھتے کہ اس واسطے نسبت
 یہ زیادہ دیتے ہے اور نقل معنون میں یہ ناجائز نصرت ہو اور بدوں اس کے ہمیں بے دلیل تر غل غلام
 اہل عقل و خرد کا تو کام نہیں ہے۔ اور ہر طرف ماجر ایہ ہے کہ ہمیں کو صاحب تحفہ وغیرہ نے
 اول فرج غضبت من بابات طیبات کی ہے جس سے بظاہر الزام صاحب تحفہ کی طرف عاید کیا ہے اور یہ
 نہیں فرماتے کہ صاحب تحفہ وغیرہ نے کہا شر نقل کی ہے اصل موجد اس فحش و بجائی کا کہ
 یہ آپ کی دیانت کا مضامین۔ لہذا یہ جو سوال فرمایا کہ (حضرت وہ عبارت بعینہ نقل فرمادیں
 جس کا ترجمہ خود بدولت بلکہ انکی سرنگ ہونکہ فرمایا ہے) اسکا جواب یہ ہے کہ بندہ کی عبارت کو

بغور ملاحظہ فرمادیں۔ اوسمین کہاں کہاں ہے کہ یہ ترجمہ ہے جسکو واسطہ تطابق لفظی شرط ہے جسکو
 آپ تلاش فرماتے ہیں۔ حیف ہے کہ آپکو اتنی پہلی خبر نہیں ہے کہ یہ ترجمہ نہیں ہے بلکہ نقل مضنون
 اور حکایت ! لہٰذا ہر جسکے لیے صرف اتحاد و مطلب شرط ہے وہیں علوم نہیں جناب نے اسکا
 ترجمہ ہونا کس قرینہ سے سمجھا۔ باقی رہا خدا کا خوف اور اہل علم شرم و حیا تو ایسے حضرات شیعہ کو
 حاصل ہے کہ سقیمہ العرب سنجکر کے اپنی مطلب کے لیے سقیمہ العرب بنالیا اور اپنی مدعا کے موافق
 روایت میں تصرف کر لیا البتہ معاملات دینی میں خدا کا خوف اور اہل علم سے شرم و حیا تو یہ ہوتی
 اسبطح آپ کے شریف رضی نے بیچ البلاغت میں جا بجا جناب امیر کی کلام کا ستیا ناس کیا
 اور اوسکو سنج تحریف کر ڈالا جس سے شرّاح کا ہی ناک میں دم لگیا اور بے اظہار ایسے اذکو بھی کچھ
 بن نہ پڑا چنانچہ ہم ابحاث سابقہ میں بطور شستی نمونہ خوار و عرض کر آئی ہیں بے خدا کا خوف اور اہل
 علم سے شرم و حیا تو اسکا نام ہے اور اسکی بہت نظیریں ہیں جو کسقدر حافظہ میں ہیں مگر خوف
 تطویل رخصت نہیں دینا۔ **قولہ** بہر حال حضرت مجیب کی عرض اس سے کھٹکنا ام کلثوم سے
 اگر اس امر کی تحقیق کہ نکاح خلیفہ ثانی حضرت ام کلثوم سے ہوا یا نہیں۔ اور اگر ہوا تو ام کلثوم بنت
 حضرت زہرا۔ علیہا السلام سے ہوا یا کس ام کلثوم سے کیجا و مدعی تو بہت ہی طول ہو اور
 باعث بیماری اور عدم الفرستی اس قدر تطویل بحث چھیڑ نہیں سکتے اور نیز پہلے ہی اس بحث میں طول
 ہو گیا۔ اگر حضرت مجیب کو شوق ہو تو جواب آیات ثنیات و اہلب النیران و تحفہ الاشعرہ وغیرہ
 میں ملاحظہ فرمالیں **اقول** جناب میر صاحب گستاخی معاف جب آپکو ضروری دینی مسائل
 کی تحقیقات کی نسبت اسقدر گریز و اغماض ہے تو پہلے ہی اس بحث کو کیوں چھیڑا ہوتا اور یہ
 جو شروع جواب میں ارشاد ہوا تھا کہ (اگر غور فرمائی تو یہ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے) یہ صرف زبانی
 ہمارے ہی واسطہ ہوتا اور اقامت من الناس بالبر کے حکم میں ہوتا۔ اگر آپ ایسی مریضہ عدیم
 الفرست ہوتے تو آپسے سوال ہی کیوں لکھا۔ شاید آپکو یہ خیال ہو گا کہ خصم کب دست گریبان ہوتا،
 اور کب یہ روز سیاہ نظر آئے گا۔ اب جب موقع آیا تو یوں عذر و حیل و گریز و اغماض ہونے لگا

آپ کا ختم اگر ایسی ایک نہ ہو جتنا کہ آپ جواب سنا کر مذکورہ آچا گو گیری رہی ہے یہاں
 جواب آیات بیات پر آپ نے ہیں۔ شعر سوال ہو کہ کوئی لا جواب چیں اور ہر اہل
 عاشقان بر شاخ آہو اسکو کہتے ہیں۔ حضرت سوال تو آپ سے ہے آپ جواب دیجیے اگر جواب
 آیات بیات میں یہ بحث تو آپ دین سے دیکھ یہاں کہ جواب دیجیے آپ کا ختم کو کچھ حاجت
 نہیں کہ وہ یہ کہنا میں دیکھتا پیری۔ حیلہ خوف نفیوں بالکل لغوی جہاں آپ کے جلد رون کے
 جواب میں چہ جز تحریر فرمائی اور اس کے لیے آپ کو بیماری اور عدم الفرستی مانع ہوئی تو اس مسئلہ کو
 پیری ایک دو جز کا کچھ ضائقہ نہ تھا۔ مگر شاید عجیب نہیں کہ اس مسئلہ کی ہی خوف سے بیماری
 لاس مال ہوئی ہو اور جاڑہ آیا ہو کیونکہ یہ مسئلہ ایسی ہی پیری کبیری اگر یہ ہے تو ہم بھی
 معافی لکھ دیکھ اور سہوڑ سمجھ کر گزشتہ - **قولہ** مگر یہاں صرف اس قدر لکھا جائے کہ جو کچھ
 المسنت ثابت کرتے ہیں کہ یہ نکاح ہوا اس طرح شدہ انکی کتب سے ثابت کرتے ہیں کہ یہ نکاح کلام
 بنت زہرا سے نہیں ہوا۔ اور یہ نکاح ہی باکراہ ہوا جو غضب سے مراد ہے صرف فرق الفاظ ہر
 چنانچہ دو تین روایتیں اس قسم کی لکھی جاتے ہیں صواعق مودت ابن جریر میں ہے صحیح عن عمر
 خطب ام کلثوم بن علی فاعتل بصغرها وایانہ اعدھا لاجن اخیه جعفر فقال لہم ہارون
 الباہو ولكن سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول كل سبب ونب ينقطع
 يوم القيمة مخلصا مبيى ونبی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے ان علیا لہما ابن
 نکاح ابنہ بعہ واستعذر بصغرها لم یکن یقبل منه ذلك العذر حتی یجاء الخ فخر الرازی
 کہ لفظ الجاء آہل کتاب میں ہر دو ہے غضب اور اس لفظ میں صرف ترازو لفظی ہے یہ کتاب
 ہست الحداد میں ہے ام کلثوم دختر ابو بکر بود مادرش اسما بنت عمیس کہ اول زین جعفر طہا
 بود باز بنکاح ابو بکر وراہ از ابو بکر پسری عبد الرحمن نام ویک دختر ام کلثوم زایدہ بعد
 از ان بنکاح علی بن اسبے طالب وراہ ام کلثوم ہمراہ مادر وراہہ عمر بن خطاب با ام کلثوم
 دختر ابو بکر نکاح کرد۔ انتہی۔ مگر چونکہ مصلح المسنت یہ نکاح ثابت کرتے ہیں۔ مشید

اسی طرح اونکی کتابوں میں اس ام کلثوم کا وہ نکاح ثابت کرتے ہیں کہ یہ نکاح اسم کلثوم بنت ابوبکر
 سے ہوا اور چونکہ وہ اس عاطفت جناب امیر علیہ السلام میں ملی تھی فرط ربط و اتحاد سے وہ جناب
 امیر کی ہی بیٹی سمجھی جاتی تھی اور اس کا نکاح ہی جناب امیر کو منظور نہ تھا۔ چنانچہ روایت مذکورہ
 ثابت ہر اقوال دشمنان روزگار نامیرین رسالہ ہماری فاضل مجیب کے اس جواب کی توفیر
 اونکو اس باختگ اور حیرانی و پریشانی سمجھ گئی ہو گئی کہ کیسی گرداب اعتراض میں ڈکیان کیا کرتے ہیں
 اور انہیں پاؤں پھیر سیدھی مار ہے ہیں لیکن ولات حین مناص۔ اب لہجہ ہم اس بحث کو چھوڑتے ہیں
 اور تمام پہلوؤں پر جو ہماری فاضل مخاطب نے اچھلے اچھلے ذکر کئے ہیں بحث کرتے ہیں۔ اول ہماری فاضل
 مجیب نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ نکاح حضرت ام کلثوم بنت زہرا رضی اللہ عنہا سے نہیں ہوا۔ دوسرا دعویٰ
 یہ کیا کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ تیسرا یہ دعویٰ کیا کہ یہ
 نکاح ہی باکرہ ہوا۔ پہر ان تینوں دعویوں کی ثبوت کے لیے تین روایتیں ذکر فرمائی۔ ہم حیران ہیں
 کہ پہلی روایت جو ہمارے فاضل مخاطب نے ذکر فرمائی وہ کیوں ذکر فرمائی اس سے کس دعویٰ کا
 اثبات مطلق سامی ہے نہ پہلے دعویٰ کے ثبوت سے اس کو تسلیم نہ دوسری دعویٰ
 کچھ ربط نہ تیسرے دعویٰ سے بلکہ صریح نقیض دعویٰ سے اول پر دال ہے کیونکہ حضرت
 فاروق رضی اللہ عنہ نے جو خواستگاری کی علت بیان فرمائی وہ یہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کے ساتھ بیونہ ہونا جو قابل القیاس نہیں ہے نہ نظر تھا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ
 ام کلثوم حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی دختر تھیں کیونکہ اگر یہ ام کلثوم دختر حضرت
 صدیق ہوتی تو پہر اس علت کے ساتھ خواستگاری کے کچھ معنی نہیں یہ بیونہ اور خوشگی
 سی لیے ہتی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتہ نسبت منعقد ہو جاوے۔ جو
 بنت صدیق نہیں بلکہ بنت علی نہیں ہی جو یطین حضرت زہرا سے ہو منقود تھا تو اس سے صاف
 معلوم ہوا کہ یہ روایت مثبت نقیض دعویٰ اول ہے اور مبطل عین دعویٰ ثانی و ثالث
 و چارہ فاضل مجیب کی خوش فہمی قابلِ داد ہے کہ وہ اس روایت کو اپنے مفید مطلب

اور ثبت و عا سچ مکر سب پہلے خصم کے مقابلہ میں پیش کرتے ہیں اور اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ
یہ روایت ہمارے مذہب کو مفید ہے یا نقصان کن بلکہ کچھ شکایت نہیں دیتی یہ امر اس ایسا دار
عضال اہل حق و غیر قابل اعتدال ہے کہ اسکو منکر جعفر اوسان حضرات کی خطا ہوں بجائے
اور جعفر حاس پریشان ہوں زیبا۔ پیر ایک اور طرف تماشا یہ کہ بخیر فرماتے ہیں کہ جیسے
اس نکاح کو ثابت کرتے ہیں اس طرح شیعہ ادنیٰ کتابوں سے ثابت کرتے ہیں کہ ثابت نہ ہوا
ہیں ہوا جو حضرت کی کمال مناظرہ والی اور فہم پر والی جو کوئی حضرت محاط ہے جو کہ حضرت
ادنیٰ کتابوں کی کہیں قید لگا کر گئی ہی ایسی کتابوں کو ذکر کرے اور ادین ثابت ہونے
کے کہوں پہلو ہتی فرمایا یہ امر تو ظاہر ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے فتعالیٰ محام
اہلسنت کے نزدیک کچھ اس نکاح ہی پر منحصر نہیں۔ حضرت اگو جو علوم مرتبہ اسلام میں ہے
اگر یہ نکاح ہوتا تو یہی وہ مرتبہ حاصل تھا لیکن چونکہ حضرات اہل تشیع کو انکے فتعالیٰ سے انکار ہے
اور بلکہ دائرہ ایمان سے خارج سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جناب امیر کے اور ادنیٰ باہم کمال اور تہی تو
اس امر کی ابطال کے لیے اہلسنت الزامات شیعہ کی کتابوں سے یہ روایت نقل کر کے انکو چھوڑا
کرتے ہیں تو اگر بغیر من محال اہلسنت کی کتابوں میں یہ نکاح ام کلثوم بنت زہرا سے ثابت ہو
بلکہ ام کلثوم بنت صدیق رضی اللہ عنہ تو حضرت شیعہ کے اوپر سے یہ الزام جو بموجب ادنیٰ روایات کا نہیں
چسپان ہوا ہے سرت اما کہنے سے کہ یہ نکاح اہلسنت کی کتابوں میں ثابت نہیں ہے کیونکہ او
سنا ہے حالانکہ یہ ہی غلط ہے کہ اہلسنت کی کتابوں میں یہ ثابت نہیں چاہیہم عرض کرینگے
ہیں اس الزام کے ہماری فاسل محبت نے جعفر بن ابی حذیفہ اور دیات کہی وہ سب انوار بے سود
ہیں اور حضرت کی کمال مناظرہ والی اور خوش فہمی پر والی میں اگر بالکل محکوت کرتے اور کچھ ہی
نہ کہتے تو یہ نسبت اس کے لیے بہت بہتر تھا کیونکہ کچھ پردہ پوشی بہشتی اس لیے بھی ہم اسکا
ثبوت اہلسنت والی تشیع کی کتابوں سے کرتے ہیں۔ اول اہلسنت کی کتب معتبرہ
مختصر ثبوت بہشتی۔ صحیح بخاری صفحہ ۴۰۴ میں مذکور ہے۔ **حدیث**

اہلسنت کی کتابوں میں ثابت ہوا اور ادنیٰ کتابوں میں نہیں۔

اہلسنت کی کتابوں میں ثابت ہوا اور ادنیٰ کتابوں میں نہیں۔

عبدان انا عبد الله انا يونس عن ابن شهاب قال ثعلبة بن ابي مالك ان عمر بن الخطاب قسم موطا بين نساء من نساء المدينة فبقه موطا جدي فقال له البعض من عنده يا امير المؤمنين اعط هذا بنت رسول الله التي عندك يريدون ام كلثوم بنت علي فقال عمر ام سليط احق ام سليط من نساء الانصار ممن بايع رسول الله صلى الله عليه وسلم قال عمر فانها كانت تزفر لنا القرب يوم احد اور سني ايكے عاشر پر مذکور ہے قال الکرماني ام کلثوم بنت فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم ولدت في حياة رسول الله صلى الله عليه وسلم خطبها عمر الى علي فقال انا البعثة اليك فان رضى فقد زوجتها فبعثها اليه يبرء وقال لها قولي هذا البراءة قلت لك فقالت ذلك لعمر فقال لها قولي قد رضى رسول الله عنك ووضع يده على ساقيها فكتفها فقالت الفعل هذا الوا انك امير المؤمنين لكسرت انك ثم جات اباها فقالت بعثني الى شيخ سوء واجبرته فقال لها يا بنته انه زوجك مني بن عمر ۳۲ پر ووضعت خجازه ام كلثوم بنت علي امرأة عمر بن الخطاب ابن

ابن شهاب بن ابي مالك کہاکہ عمر بن خطابؓ نے مدینہ کی عورتوں کو چادرین قسم کی تہ پہنچانے کی کوشش کی تو پاس دو عورتیں آئیں اور ان کے بارادہ ام کلثوم بنت علی کہاکہ چادر رسول اللہ کی تھوڑی جوتیر پر پاس دیدی۔ عمر نے کہا کہ ام سلیط زیادہ مستحق ہے اور ام سلیط انصار کی اور عورتوں میں سے تھی جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیعت کی تھی عمر نے کہا کہ تیرا وہ خاک احد کی دن تیری شکیں چونکہ کوفی نے کہا کہ ام کلثوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر فاطمہ کی بیٹی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں پیدا ہوئی تھیں اور اس کی سنگی کا علیؓ کے پاس پیام بھیجا تو علیؓ نے فرمایا میں اس کو تیری پاس بھیجوں گا اگر تیری رضا ہو تو میں تیری سہیلہ اور اس کا نکاح کر دیا۔ پیام کلثوم کو ایک چادر دیکر عمر کے پاس بھیجا اور اس کو کہا کہ تو کہو کہ یہ وہ چادر ہے جس کا میں نے تجھ کو دیا تھا ام کلثوم نے وہی عمر سے کہا عمر نے اس کو کہا کہ کہنا میں راضی ہوا خدا تجھے راضی ہو اور اپنا ہاتھ نہ ام کلثوم کی مات پر رکھا اور اس کو لا ام کلثوم نے کہا تو یہ کیا کرتا ہے اگر تو امیر المؤمنین ہوتا تو میں تیری مات کو لٹوڑ دالتی۔ پھر اپنے باپ کے پاس آکر اور کہا جس کو آپ نے مجھے بڑی بدیہی کے پاس بھیجا تھا اور حقیقت حال کی خبر دی۔ علیؓ نے کہا بیشادہ تیرا شوہر ہے۔ ۱۲ پر ام کلثوم بنت علیؓ نے خود خود عمر کا اور اس کے فرزند جگر زید کہتے تھے جنازہ یک بار کہا گیا۔ -

لہا بقا الذرید وضماعجیعا والامام یومئذ سعید ابن العاص وخیالنا من
 ابن ابی بکر و ابو سعید و ابو قتادہ فوضع العلام میا علی الامام - علاوہ انکی
 غاتم النکین و ہا لاسولوی حمید علی رحمۃ اللہ علیہ خیر و ائین نوا قنن مولانا محمد حسینی برقی
 نقل کی ہے - ہم ہی منتہی الکلام سے تینا لفائدہ نقل کرتے ہیں - غز عتقۃ بنہ - عامر
 رضی اللہ عنہ قال خطب عمر علی ابنہ من قاطیۃ و اکثر ترددہ الیہ
 فقال علی یا امیر المؤمنین ما عندی الا صغیرۃ فقال عمر ما یجلی
 علی کثرۃ ترددہ الیہ الا انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم یقول کل حب و شیب و سبب و صہر منقطع یوم القیمۃ
 الا حبی و شیب و سبب و صہر فقام علی رضی اللہ عنہ قائم
 بابنتہ من قاطیۃ فریئت و بعث بہا الی عمر رضی اللہ عنہ فلما راکھا
 قام الیہا فاجلسا فی حجرہ و قبلاھا و دعا لھا فلما قامت اخذ یاقھا
 و قال لھا قوئی لایسک قد رضیت فلما جاءت الجاریۃ الی ابيہا قال لھا
 ما قال لک امیر المؤمنین قالت لقد اثنی قائم انی فاجلین فی حجرہ و قیل

سے اور امام اوس و سعید بن العاص تھا - اور کوئین ابن سرور ابو ہریرہ اور ابو سعید اور ابو قتادہ وہی ہی ہیں و گو
 امام کے متصل کہا ۱۲ - ۱۳ عقبہ بن عامر روایت ہے کہا عمر علی کو انکی خبر کے جو طین فاطمہ کے چہرے کی کاپیاں دیا اور کثرت
 آمد و رفت رکھی علی کہا ای ابو الزینین جو ایک منیر کے میرے پاس اور کوئی نہیں کے کہا ایک پاس (اس معاملہ میں) بکثرت آمد
 اور کوئی باعث نہیں ہے کہ صرف یہ کہ میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فراغت ہی تمام رہتی اور تا اور وادی تین
 مقطع ہو جائیگی کہ میرا رشتہ اور ناما اور وادی تین پس ملی ادھے اور اپنی ذقن کی نسبت جو فاطمہ سے تین کم دیا
 اور کوئی رشتہ کیا گیا اور عمر کے پاس سچا جب عمر اور سکود کہا اور پٹہ کٹری ہوئی اور اسکود اپنی گود میں بٹھلا یا اور عادی
 حہ اوپر تو اسکی پٹہ کی کٹری اور اسکود کہا کہ اپنی بات کہو میں راضی ہو گیا جب چو کر کی اپنی ہانکے پاس ملی ہو جا
 کر ابو الزینین نے بخش کر کیا کہا کہا جب سکود کہا اور پٹہ کٹری اور اپنی گود میں بٹھلا یا اور ہار کیا ۱۴ -

وَعَالِي فَلَمَّا قُضِيَ أَخَذَ بِيَدِي وَقَالَ لِي قَوْلِي لِأَيِّكَ قَدَرَصَيْتَ فَأَنْتَ كَمَا
 إِيَّاهُ قَوْلَكَ زَيْدٌ بَعْدَ عَمْرِو فَعَاثَ حَتَّى كَانَ رَجُلًا ثُمَّ مَاتَ دُوسِرَى رَوَايَتُ
 خُطْبِ عُمَرَ لِي عَلَيْهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنْبَأَهُ أَمُّ كَلثُومٍ وَأَمَّا فَاطِمَةُ ابْنَةُ رَسُولِ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهَا عَلِيٌّ إِنَّ عَلِيَّ فِيهِ أُنْجَى فِي هَذَا الشَّانِ أَمْرًا حَتَّى
 اسْتَأْذَنَهُمْ فَأَتَى وَلَدَ فَاطِمَةَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُمْ فَقَالُوا زَوْجُهُ قَدْ عَا
 مَّ كَلثُومٍ وَهِيَ يُوصِي بِصَبِيَّةٍ فَقَالَ انْطَلِقِي إِلَى أَصِيرِ الْمُؤْمِنِينَ فَقَوْلِي لَهُ إِنَّ
 ابْنِي يَقْرَأُكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ لَكَ إِنَّا نَقَضْنَا حَاجَتَكَ الشَّيْءَ طَلَبْتَ فَأَخَذَهَا
 وَضَعَهَا إِلَيْهِ وَقَالَ ابْنِي خُطْبَتُهَا إِلَى إِيْمَانِهَا فَرَّ وَجِنُّهَا فَقِيلَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ
 زَيْدٌ إِلَيْهَا صَبِيَّةٌ صَغِيرَةٌ فَقَالَ ابْنِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ
 ذَكَرَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ مَا نَقَدَّمَ ابْنُ مَعْنٍ كِي رَوَايَتُ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لِي عَلِيٌّ ابْنِي احْبُ
 اتَّكُوزَ عِنْدِي عُضْوٌ مِنْ أَعْضَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ
 عَلِيٌّ سَاعِبْكَ إِلَّا أَمَّ كَلثُومَ وَهِيَ صَغِيرَةٌ فَقَالَ ابْنٌ لَعَشَى تَكْبَرُ فَقَالَ ابْنٌ لَهَا
 أَمِيرِينَ مَعَهُ قَالَ نَعَمْ فَرَجَعَ إِلَى أَهْلِهَا وَقَعَدَ عُمَرَ يَنْتَظِرُ مَا يَرِدُ عَلَيْهِ فَقَالَ

۱۷ اور عادی اور چہ بین اور بھی تو میری زندگی بچو اور کہا ابھی باپ کہنا میں راضی ہو گیا۔ میں نے اس کا کھانچ عمر کے ساتھ
 کر دیا (اس سے) زید بن سہیل اور زید بن ابیہانک کہ جو ان ہو گیا پھر گیا۔ ۱۸ عمر نے علی رضی اللہ عنہ کو ان کی بیٹی کی
 (رضی اللہ عنہ) فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تین) لگنی کا پیام دیا۔ علی نے کہا کہ اس میں سے یہ سنا ہے اور یہی امیر ہیں جب تک
 اور سزا دن نہ لوں (کچھ نہیں کہہ سکتا) حضرت فاطمہ کے بیٹے کو پاس آ کر اور دوسرے یہ ذکر کیا اور انہوں نے کہا کھانچ کر دیکھو کلمہ کلمہ
 جو اس وقت لڑکے تھے ملا دیا اور کہا کہ امیر المؤمنین کے پاس جا اور اس کو کہہ کر باپ تجھ کو سلام کتا ہے اور کہتا ہے کہ بیٹے میری
 حاجت جو تو نے چاہی تھی پوری کر دی پس اس کو لایا اور اپنے کھانچے لگایا اور کہا کہ میں اس کو والد کو اس کی سگنی کا پیام دیتا ہوں اور اس کا
 میری ساتھ کھانچ کر دیا کہی کہ ای امیر المؤمنین تجھ کو اس کی طرف بعثت ہے حالانکہ یہ چھوٹی لڑکی ہے کہ کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے سنا ہوا رسول گذشتہ حدیث کے آخر حدیث تک ذکر کیا۔ ۱۹ عمر نے علی سے کہا کہ میں چاہتا ہوں میرے پاس کوئی تخت چلے
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو علی نے کہا کہ میرے پاس تو بجز ام کلمہ کلمہ کے دوسرے نہیں اور وہ چھوٹے ہی کہا کہ اگر چہتی ہے تو میری
 ہر جگہ حضرت علی نے کہا کہ اس کو خالد بن ولید کے ساتھ دو اور یہی امیر ہیں حضرت عمر نے کہا اچھا علی ابھی کہہ لوٹ آ کر
 اور میرے منتظر رہے کہ کیا جواب ملتا ہے۔ ۲۰

تقرام يقول والله لا اكلم واحدا منها او تفعلين فاخذ ايثارها وسا لاها
 فقعلته فقال اني قد زوجتك من عون بن جعفر فما ليث عون ان هلك
 فرجع اليها على رضى الله عنه فقال يا منية اجعلي امرئ بدي ففعلت فزوجها
 اخوه محمد ثم مات عنها فزوجها اخوه عبد الله بن جعفر فماتت عنده و
 ذكر بن سعد نحوه وقال في آخره فكانت تقول اني لا استحي من اسما بنت عيسى
 مات ولداها عندنا خوف على الثالث قال فماتت عنده ولم تلد لاحد منهم
 وذكر ابن سعد عن انس بن عمار عن جعفر بن محمد عن ابيه ان عمر خطب ام كلثوم
 الى علي فقال انها حبت بناتي على بن جعفر فقال زوجنيها فوالله ما حل ظهري
 الا ان رجل يرصد من كرامتهما ما ارصد قال قد فعلت فجا عمر الى المهاجرين
 فقال ففوتني فزفوه فقالوا بين تزوجت قال بنت علي سمعت عن النبي صلى الله
 عليه وآله يقول كل مهر ونسب وسبب ينقطع يوم القيامة الا مهره
 ونسبه وسببه وكان له به عليه السلام النسب والسبب فاحبت هذا
 ايضا ومن طريق عطاء الخراساني ان عمر امهرها اربعين الفا وخرج ليند صحيح

سنة خذ في قم من ابنين ابي سري بن بلونج جبك قويد نكريكي پير تو دون او كركري پير لبي اس سال کالو
 اونی بول کیا علی نے کہا کہ میں تیرا نکاح عون بن جعفر کے ساتھ کر دیا ہوں چنانچہ بعد سرگیا پھر علی اور اس کے والد کہا میں اپنا بیٹا
 نکحو کر دو اونی وید یا پھر اسکا نکاح عون کے بیٹائی محمد کو کر دیا وہ بھی سرگیا پھر اسکا نکاح محمد کے بیٹائی عبد اللہ بن جعفر
 سر کر دیا اور اسکا پاس رکھی اور ابن سعد نے اس پر ...
 اسما بنت عیس سے شرم آئی ہے کہ اسکا دوزخ ...
 یاس آپ سرگیا اور ابن سعد سے کسی نہ سنی ابن سعد سے روایت اس بن حیا بن من جعفر بن محمد بن اسما
 اور کہا کہ عمر نے ام کلثوم کے نکاح کی علی سے اور اسکا سب کی اپنوں نے کہا کہ میں اپنی لڑکیوں کو جعفر کے بیٹوں کو نکاح
 روک رکھا ہے عمر نے کہا جعفر سیاہ دی وادہ جعفر بن اسکی زندگی کا منتظر من کوئی شخص دین کی پیروی اسکا
 بیوگ علی نے کہا میں سیاہ دیا عمر مہاجرین کے یاس کو اور کہا کہ نکاح کی مبارک باد ہو ہر پاس کے ساتھ نکاح کیا گیا
 علی کی بیٹی کے بیٹے علی بن علی علی سلم سے سنا ہوتا فرماتے ہیں کہ اسکا والدی اور نانا رشتہ قیامت کے دن منقطع
 ہو جائیگا مگر میرا علائقہ والدی رشتہ نانا اور جبکہ حضرت علیہ السلام سے رشتہ اور وسط تو ہمارے میں نکاح کیا گیا کہ یہ بھی
 عطاء الخراسانی کے طریق سے ہے کہ عمر نے اسکا چائیس ہزار ہرمانہ لایا تھا اور سند صحیح کے ساتھ تحریر کی ہے

ان ابن عمر رضی اللہ عنہ علی ام کلثوم و ابنہا زید فجعلہما یلیہ و کما رجا و ما ینسب لہ
 اخوان سعید بن العاص هو الذی امم علیہما انتہی لفظہ علاوہ ازین اسد الغابہ میں
 ترجمہ کلثوم بن ہر۔ ام کلثوم بنت علی بن ابیطالب امہا فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 ولدت قبل وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والد خطبہا عمر بن
 الخطاب امیہا علی رضی اللہ عنہ فقال انہا صغیرۃ فقال عمر نہ وجینہا یا ابا الحسن
 فانی اصد منک رضی اللہ عنہ ما لا یصد بواحد فقال لہ علی انا ابعتها الیک فان
 رضیتما فقد اخرجتکما فبعینما الیہ یبرہ فقال لہا قولی هذا البر الذی
 قلت لک فقالت ذلک لعمر فقال قولی لہ قدر رضیت رضی اللہ عنہ و وضع
 یدہ علیہا فقالت تفعل هذا لولا انک امیر المؤمنین لکسرت انک ثم جارت
 اباہا فاختبرته الخبر و قالت لہ بعثنی الی شیخ سوء قال یا بنیۃ فانه ذو جانب فجاء
 عمر فجلس الی امہا جوی فی الروضۃ و کان یجلس فیہا المهاجرون الاولون فقال
 رفونے قالوا ابنا ذایا امیر المؤمنین قال تزوجت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ سمعت
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کل سبب ونسب و صہر ینقطع یوم القیامۃ

سہ کہ اس ستر ام کلثوم اور اسکی فرزند زید نماز پڑھی اور اسکو اپنی مصل دیکھا اور چار تحیرین پڑھی تہ اور دوسرے
 ستر بیان کیا کہ سعید بن العاص ام ہر اہتا ام کلثوم علی بن ابیطالب کی بیٹی اور اسکو والدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پیشتر پیدا ہوئی عمر بن خطاب نے اسکی منگنی کا اور کہا کہ اب کو پیام دیا اوستی کہا
 وہ صغیر بن ہے کہا ای ابا الحسن میری ساتھ اسکی شادی کر دی کیونکہ محمد بن اسکی بزرگی کا امیدوار ہوں کرنی
 شخص اسید و در جو کا علی نے کہا میں اسکو تیری پاس بھیج دینا اگر تیری رضا ہوئی تو میں تیری ساتھ اسکا نکاح کر دیا ہوں کہ
 ایک چادر دیکھ لیا اور اسکو کہا کہ کہتا یہ چادر ہے جو میں نے تجھے کسی بیٹی اوستی سے یہ بھی کہا کہ اس سے کہنا مر
 راضی ہوا خدا نے تجھے راضی ہوا اور اپنا ہاتھ دوسرے رکھا اوستی کہا تو ایسا کام کرتا ہے اگر تو امیر المؤمنین ہوتا تو میں
 ترے ناک توڑ دیتی ہر اپنی باپ کے پاس اگر ساری خبر بیان کی اور کہا کہ تو نے انکو جو بڑی بیٹی کے پاس بھیجا ہوتا
 کہا مینا وہ تیرا شوہر ہے پھر سسر ہا جویر کے پاس آکر روضہ میں بیٹھ گئی اور اوسین جہا جرن اوسین بیٹھا کرتے ہیں
 اوستی کہا جسکو نکاح کی مبارکباد دو۔ کہا اگر امیر المؤمنین کے ساتھ کہا سنی ام کلثوم بنت علی کے ساتھ نکاح کیا ہے
 میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوتا فرماتے ہیں ہر واسطہ اور قرابت اور دادی خلق قیامت کی
 روز قطع ہوگا۔ ۱۲۔

الاشیء ونبي وصهره وكان له عليه الصلوة والسلام النسب السبب
 فادرت ان يجمع اليه الصهر فخره ونزوحه على اربعين الفاولد له زيد
 بن عمر بن كبره رقية وقوفيت ام كلثوم وابنه زيدا وقت واحد وكان
 زيد قد امس في حركه بن بنى هذيل فخرج ليصلح بينهم ففر به رجل منهم في
 الظلمة فتجبه وصدعه فانس اياما ثم مات هو وامه وصل عليه ما عدا الله
 بن عمر وحسين بن علي رضي الله عنهم اجمعين ولما قتل عنها عمر بن زوجهما عون بن جعفر
 انتهى لبقظه نفاذ عن ازاله الغنين - فبذل ان ديات ادرنوس وشرجات کے من کا کج
 بتوت میں طہنت کے نزدیک کچھ ختابانی نرہ لیکن چونکہ کابڑہ وغنا دا بتخلیہ حضرت کشری حنا
 نہ پاپ اس سے منکر بن سلی اجمالا اس قدر اندر سلج کشی دیتے ہیں کہ علاوہ انکو اور محدثین طہنت
 بطرق سنی ہیں دیکھتے ہیں کہ تخریج کی ہے اگر مصلحا او مسکو لکھا جاوے تو اندیشہ نقل ہے انا
 اور سلم ہے کہ محدث ابو صالح نے اور حافظ عبد العزیز بن حفر اور ابو حنیس کتاب
 سحر اصحابین اور صبرانی نے کبیر میں آمد واقطنی و طبرانی نے او سطین آدمیہ میں نے اور واقطنی
 بدو سلسلہ انہی کے ام صادق سے امام حسین تک آمد واقطنی نے اور طرق مختلفہ سے اس کے
 تخریجات کی ہیں ترجمہ روایات خاتم المسکین ہولانا مولوی حیدر رحمۃ اللہ علیہ نے تمام روایات کا
 ازالہ الغنین فقہین فرمایا ہے جس شخص کو دیکھ کر کا سوت ہوا ازالہ الغنین بدلہ کے آخر کو مٹا کر
 اگر پاس کے اثبات کے لیے اور یہی نقل بار و پاس موجود ہیں کیونکہ حنفیہ نقل کیا ہے اصل انصاف کے
 لیکن کافی ودانی ہے اور زیادہ کی حاجت نہیں اسلی اسی پر انکار کرتے ہیں - اب ایک ثبوت
 ہے بخبر مرد اطرا وراثت اور دادی کے اور کیا علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ واطلہ قرابت تو یہی ہے چنانکہ دادی کا نقل یہی
 جمع ہوا ہے کہ ہر جاوینے او سکوا گیا دی اور چاکر ہر جاوینے کیا گیا کہ یہ بن سکران اور یہ پیرانی اور ام کلثوم اور اسکی
 فرزند ہے ایک وقت میں فات مائی اور یہ کو کسی عہ کی خندہ علی میں خیم پہنچا ہوا ہے کہ اسکی گرانے کو اسکی خیم
 اور اسکی شمع نے ادھر سے اسکی شمع لیا اور خیمہ نہ چاہا ہر گاہ وہ اور اسکی والدہ اور اسکی شمع
 بن مراد میں سے علی نے نماز شریعت اور جب سے نقل ہئی تو ہر عوں بن جعفر کے کج میں آئی -

نجالس المؤمنین میں یہاں ہے۔ اگر بنی دختر بہتان داد ولی دختر بے زستاد (۲) اور اقامت
تمی ساج شرائع اس قول کی شرح میں یحییٰ بن کزاح العربیہ بالجملۃ الشریعۃ
بعیہ الجہادۃ کہتا ہے زوج علی بنتام کلثوم بنت عمار (۳)
بجائے اللہ بن بن ابی الحسن علی بن اسماعیل سے نسل کیا ہے۔ اور الزجہ امر پر سیدہ زکراہ بکرم
مسترح کزاح غلیہ ثانی است جواب داد کہ دادن دختر علم کزاج ابیہ المؤمنین را اثنان فتاد
با بن جیب بود کہ انہما رسا دین سے نمود در بان اقوال بعضیت رسول می کند و در ان رات غلط
و طاقت ادنیہ منظور بود (۴) تہذیب میں ہے عن محمد بن احمد بن شعیبہ

عن حفص بن محمد القاسم عن القاسم جعفر عن اسبہ علیہم السلام
قال ما مت ام کلثوم بنت علی علیہ السلام و انہما زید بن عسیر بن الخطاب
ساعت واحدہ ولا بد رہے ایما هلك قبل فلم یورث احدہما من الاخر و علی
علیہما جمیعاً (۶) قول مرغی کا کافی اور تفسیر الانبیاء میں۔ فاما نکاحہ فقد ذکرنا فی
کتاب الثانی الجواب عن هذا الباب مشروحاً و بیناً انہ علیہ السلام ما ہاجب
عمر لے نکاح انبیا الا بعد توعده و تمہد و مراجعتہ و مذاقہ و کلام طویل ما قولہ
اشفق معہ من سوء الحال و ظہور ما لا ینال بخفیہ (۸) مصائب النواصب میں فیاضی
نوسری نے لکھا ہے کہ محدثین کا اقرار ہے کہ یہ نکاح جبر و اکراہ سے ہوا۔ انتہی چونکہ ہم چوتھا

نکاح بولی عورت کا بھی رد کے ساتھ اور عائشی عورت کا غیر عائشی رد کے ساتھ جانتے ہیں، اسے صریح
علی نے اپنی دختر ام کلثوم کو عمر کے ساتھ بیاہ دیا۔ اسے امام محمد سہ باقر سے روایت ہو کہ ام کلثوم سب عمر
علیہ السلام اور اسکا در نہ زید بن سہر ابک وقت میں فوت ہوئی اور بیہ نہ معلوم ہوا کہ کن انیس سے پہلے فوت ہوا
اسی ایک اور سرکار شہداء اور دونوں پر کچھ نماز پڑھی گئی، لیکن حضرت کا نکاح کر دینا میں اسرا نہ
کی طرف متوجہ جواب ہے کہ کتاب متانی میں ذکر کیا ہے اور یہاں کیا ہے کہ علی علیہ السلام نے اپنے بیٹی کے
نکاح کو عمر کے ساتھ نہیں کیا مگر دل سے اور دھمکائے اور چکر سے اور یہی نفس گوئے بعد جہنم مری
انجام کا اور اسکی ظہر ہو جانے کا جبکہ ہمیشہ چہاتے تھے عوف ہوا۔ ۱۲۔

ثبوت اصل کتاب سے اور سالانہ اوپر نقل کر چکے تھے اس لیے بیان ترک کر دیا۔ غرض کہ اگر تتبع
 کیا جاوے تو اور بھی بہت طرق سے اس کا ثبوت ہو سکتا ہے لیکن صاحب دین کے واسطے
 بہت ہی کافی ہے۔ اس بعد ان نصوص و تقریحات کے جو فریقین کے کتب معتبرہ اور علی
 معتدین کے اقوال سے نقل ہوئی کوئی شخص جب کو ذرا عقل اور ہوا سا دین و اہل بیت کی
 طرف سے ملے اس امر کا انکار نہیں کر سکتا کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوا اور یہ
 دعویٰ نہیں کر سکتا ہے کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت صدیق سے منعقد ہوا کیونکہ روایات مذکورہ
 صریح دلالت کرتی ہیں کہ علماء و فریقین کے نزدیک مسلم ہے کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت علی جو حضرت
 زہرا کے بطن مبارک سے تولد ہوئے منعقد ہوا روایات اہل سنت میں تو صریح مذکور ہے حاجت
 بیان نہیں اور روایات شیعہ میں بھی گویا تصریح ہے قاضی صاحب شوستری نے بعد عمر رضا کی
 محمد بن جعفر کے مصاہرت بیان کی اور اس امر پر کہ یہ مصاہرت بسبب تزوج
 ام کلثوم بنت فاطمہ تھی بسبب تزوج ام کلثوم بنت صدیق کے ابوالقاسم قمی نے ام کلثوم
 ہاشمیہ ہونے کی شہادت دی اور سلیم کر لیا اور یہ اوس وقت ممکن ہے جبکہ ام کلثوم بنت
 فاطمہ ہوں اگر یہ ام کلثوم بنت صدیق ہو تو ہر ایک احمق یہی سمجھ سکتا ہے کہ وہ ہاشمیہ
 ہونگے اور اس طرح باقی نصوص بھی اس طرف راجع ہیں غرض کہ ان نصوص و تقریحات سے بخوبی ثابت
 کہ یہ نکاح حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوا۔ اگرچہ اس کے بعد کچھ ضرورت نہ تھی کہ ہم اس کے
 ابطال کی طرف اور بھی متوجہ ہوں۔ لیکن اس لیے کہ ناظرین رسالہ حضرات شیعہ کے دین و دیندار
 فہم و فراست اور عقل و گہماست علم و فصیلت کا بخوبی اندازہ فرمالیں اور معلوم کر لیں کہ یہ
 حضرات ہمیشہ نئی نئی تراش و تراش مذکور و نامعلوم دلائل دن ایک غلطی گہرا تہہ پڑھتی ہوئی ہوئی
 اور یہی اس کے قریب ترین پس منہج ہو کہ تتبع قاصر و حقیر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جواب اور یہ توجیہ
 جو ہمارے فاسل مجیب نے فرمائی ہے۔ قاضی شوستری کے زمانہ تک بلکہ اوس کے بعد کشمیری صاحب
 صاحب نمبر تک یہی ایجاد ہوئی تھی۔ کہ ادھون نے اس کے جواب توجیہ کو اختیار بلکہ ذکر ہی

تقریبا معلوم ہوتا ہے کہ میرا ایجاد و اختراع حال کا ہے۔ اول متقدمین میں بعض علماء و اعلام مثلاً
 مثل شیخ عقیقہ کی اس نکاح کے وجود سی ہے انکار کیا اور فرمایا کہ جس روایت میں یہ مروی ہے
 وہ روایت ترمذی بن بکار کی طریق سے ہے اور وہ بعض امیر المومنین سے ہمارے قابل اعتبار کے
 نہیں۔ یہ چرب و کھلا کہ انکار ایسی خبر کا جو بمنزلہ متواتر کے ہے پیش نہیں جانا اور یا ہاں بہت
 خاک سے نہیں چھپ سکتا تو دوسرے راہ چلی بعضوں نے جناب امیر کے معجزہ اور کرامت
 پر مبالغہ کرتے ہیں وہ بخیر ان سے ایک جنبہ بلا کر اور مشکل شکل ہم کلام کر کے پیچیدگی تھی اور وہ جنبہ
 حضرت عمر کے پاس رہی کسی نے تقیہ کی پادہ کڑی کینی حضرت کے صبر و سکوت کا نتیجہ کیا
 کینی بنات لوط کو مشہور قرار دیا کینی بنات عیبات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
 ممانعتی بتلایا۔ کوئی سبب غلامی کا کوئی عمر کے ادسکو جائز اور سباح کہتا ہے اور کوئی وجہ
 اتفاق و کفر باطنی کے اسکو مثل اکل میتہ و کھانہ خنزیر کے اضطراب و آجمن جناب امیر بنات کرنا
 عرض کوئی ستانہ وار کچھ نہیں مرنی کر رہا ہے ایک کچھ ترازہ ہے۔ لیکن کوئی اس پر
 ساحل خلاص پر نہ پونہا۔ اور کیسکو اس درجہ ملاکت سے راہ نجات نہو جی۔ تمام تاویلات محل اور
 ساری تاویلات لغو و لا فاعل جب کوئی توجیہ کرے گستاہنوی۔ اور دیکھا کہ خصم کلمہ کیر سے رہائی
 نہال ہے تو اسلیلی بھیلون نے ایک نیا لباس بدلا۔ اور نرالی توجیہ نکالی اور اسکو اپنے
 سمجھا حالانکہ وہ بہت توجیہات سابقہ کے ہی زیادہ لغو اور بوج ہے اور پھر یہ لال ثابت ہے
 اول صرح روایات فریقین کے اسکو کذب میں روایات سے صحت ثابت ہے کہ یہ بیحد ام کلثوم
 بہت فاطمہ رض سے ہوا۔ اگر یہ نکاح فی الواقع ام کلثوم بہت صحت سے ہوا ہوتا تو اسکا
 کہیں زبان سے نکلا اور آج تک یہ لغو توجیہات کیوں کرتے رہے۔ اسی حضرت اگر واقعی
 یہ نکاح بہت صحت میں سے ہوا ہوتا تو آپ کے اکابر تو ایک عالم کو سر پر اڑھا لیتے اور خلاف اسے
 اپنی عجز کے مترس میں۔ دوسری یہ کہ عمر بن خطابؓ بزرگ شیعہ دشمن امیت اور ان کا مال
 دوہین کے درپے تھے چنانچہ اہلبیت کے گھر کو جلا دیا اور طح طرح کی امانت کی۔ چنانچہ

شیخ کے اس مورخ کا احوال کا فائق کا فائق ام کلثوم بہت صحت میں ہوا۔

بیان خارج از حد امکان ہے پس مقصود اس نکاح سے یا اہلبیت کو ایذا رسانی تھی چنانچہ
 تعلقات باہمی سے حسب روایات شیوخ ظاہر و باہر ہے۔ یا مقصود تردیح خلافت تھی
 کہ اس رضخہ الرسول جبکہ گوشہ قبول کو عقد ازدواج سے وجاہت خواص و عوام میں ہو جائیگی
 چنانچہ قاضی صاحب شوستر نے اس امر کی تصریح فرمائی اور نہایت بدیہی ہے کہ یہ
 دونوں امر جب تک ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حاصل شدنی نہیں۔ تیسرے یہ کہ یہ
 محض جھوٹ اور افتراء ہے کہ ام کلثوم بنت صدیق رضی اللہ عنہا حضرت امیر المومنین کی بیٹی بسبب بیہ
 ہونے کے شہرہ ہو کر جب تک اسکی شہرت کو دلائل معتبرہ سے ثابت نفرادین لائق التفات
 نہیں بلکہ یہ ممکن نہیں کیونکہ بعد نزول آیت ادعوہم لا یتامم ہوا قسط عند اللہ۔ غیر
 باپ کے طرف نسبت کرنا ممنوع ہو چکا تھا۔ اور نیز ام کلثوم بنت علی کے ساتھ البتاس شہرہ
 کو یہ اطلاق مستلزم تھا ایسی ہرگز یہ اطلاق صحیح نہیں ہو سکتا ورنہ تو لازم آتا ہے کہ محمد
 بن ابی بکر مجتبیٰ سعد بن علی ابن ابی طالب کا اطلاق کیا جاوے کیونکہ جیسے ام کلثوم حضرت کے
 بیہ چھوٹی سی بی بی سعد بن ابی بکر ہی آپ کے رشتہ بلکہ محمد بن ابی بکر کو نسبت ام کلثوم کے بہت زیادہ
 خصوصیت تھی۔ حسب روایات شیوخ اپنے حقیقی باپ سے زیادہ حضرت کو سمجھتے تھے ہمیشہ حضرت کے
 فریق و نگارہ۔ حضرت ہی بحال شفت محمد بن ابی بکر کو ولد صالح سے یاد فرماتے ہیں۔ چنانچہ
 بیچ البدلت میں یاد آتا ہے کہ مروی ہے۔ چوتھی یہ کہ اگر فرض محال روایات میں ام کلثوم
 بنت علی سے ام کلثوم بنت صدیق ہی مراد ہوں تا محمد صحیح نہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ یہ اطلاق
 مجاہد ہے اور بنی علیہ ہے کہ عدول عن الحقیقہ جب تک حقیقت مستعدہ نہ ہو اور قرینہ صارفہ
 عن الحقیقہ قائم نہ ہو اذوقت تک معنی مجاز صحیح نہیں ہو سکتے۔ ماغن فیہ میں ہرگز معنی حقیقی
 مستعد نہیں بلکہ معنی مجازی مستعد ہیں۔ چنانچہ ہم عنقریب بیان کریں گے اور قرینہ صارفہ عن الحقیقہ
 یہی مقصود ہے کوئی قرینہ لفظی یا عقلی ایسا نہیں ہے جو کل علی الحقیقہ سے مانے ہو بلکہ صریح
 قرائن حل علی الحقیقہ کو مستلزم ہو رہی۔ چنانچہ علت تردیح حد بیان کرنا اور بہ انتقال

فاروقؓ کے تخت پر بیٹھ کر کے ساتھ عقد واقع ہوا۔ عدم کفایت کا ہونا۔ حضرت ہاک کے فعل کے ساتھ
 کہ آیت اسی دفتر شہودی الزین کو وی ہی مائیت بیان کرتا۔ ماشیہ ہونا۔ یہ سب قرائن
 مستند ہیں کہ یہ ام کلثوم جناب امیر کی صلیبی دختر تھیں اور بنت صدیق جو آپ کے ربیعین
 ہیں تھیں۔ پانچویں ابن ابی اسود کی گھر لے اور اس نے والد کو یہ بھی نہ سوچا کہ تھا
 سچیں کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت صدیق سے ممکن ہے یا نہیں اور تاریخ ولادت و زوالہ
 بست علی رضی اور ام کلثوم بنت ابوبکر صدیق کو دیکھیں۔ سچ ہے دروغ گوراحاطہ بنا شد۔ لیکن
 اب ایشیہ کو ہم کہہ سکتے ہیں۔ اور حضرات کے اس توجہ کو بہار متور کرتے ہیں اور خالکین
 ملائے ہیں اب چاہیے کہ کسی نئی مادیل پر انہی کی فکر و ادین پس منہج ہو کہ یہ نکاح متنازع فیہ
 ام کلثوم بنت صدیق سے ممکن نہیں کیونکہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی ہی بنت
 ابی بکرؓ ام کلثوم پیدا نہیں ہوئی تھے اور اسل میں تھے تو ابتداء خلافت فاروقؓ میں پیدا ہوئی
 چنانچہ ابن جریر عسلائی نے قرب التمدید میں تحریر فرماتے ہیں اُمّ کُلثُوم بنت ابی بکر
 الصدیق توفی الوفا وھج حمل من الثانیہ۔ اور روایت سابقہ سے یہ بھی درست ہے کہ
 کہ بعد نکاح کے حضرت فاروقؓ سے ایک لڑکا زید اور ایک لڑکی رقیہ تولد ہوئی۔ اور بنت
 حضرت فاروقؓ تقریباً دس سال ہے۔ اب اہل عقل و خرد کے غور فرمانے کا مقام ہے کہ
 حضرت فاروقؓ اسی صیغہ سے جو انکی ابتدا زمانہ خلافت میں ہوئی ہو نکاح کر بن اور اس
 لیکر دس سال کے عرصہ تک وہ بالائے ہی ہو جائے اور دیکھے ہی پیدا ہو جائیں عقل ابورکلی پر
 سبحانک یا ہاں عظیم۔ اور ام کلثوم بنت فاطمہؓ بھی اگرچہ صغیرہ تھیں۔ لیکن بنت ابی بکرؓ
 کی گھر سال بڑھے ہیں کیونکہ انکی پیدائش زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی
 تھی چنانچہ ہم روایات سابقہ میں نقل کر آئی ہیں ولدت قبل وفات رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم تو متعین محقق ہو کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت فاطمہؓ سے ہوا اور ماری فاضل
 ام کلثومؓ کی جدیہ یہ ہے کہ اس کے مائیت فاطمہؓ سے ہے اور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری یہ ہے کہ

محبیب کا دعویٰ کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت صدیق سے ہوا باطل ہو گیا۔ پھر جاری فاضل مخاطب نے ایک روایت ایک مجہول الاسم المسکر کتاب بہت السعداء سے جو یہ لکھی کہ وہ ام کلثوم کہ جس کے ساتھ عقد نکاح فاروق ہوا وہ بنت صدیق تھی محض کذب اور سرسر غلط ہے اگر بالفرض اس کی ماں ہم اس عبارت کو صحیح تسلیم کر لیں اور اس کا قافی نہ کہیں تاہم مقتبلہ اوں روایات کے جو کتب معتبرہ مشہورہ فریقین سے نقل کے گئے اس کو غلط سمجھا جائیگا۔ اور اس کی کذب و دروغ ہونے پر دوسری دلیل یہ ہے کہ اس روایت میں لکھا ہے۔ باز بنکاح ابو بکر در آمد از ابو بکر میر عبد الرحمن نام دیک و خرام کلثوم زائد۔ حالانکہ یہ باتفاق فریقین ہر امر غلط ہے عبد الرحمن بن ابوبکر بکر بن ابی اسما بنت عیس سے نہیں ہے بلکہ محمد بن ابی بکر اسما بنت عیس کے بطن سے پیدا ہوا اور عبد الرحمن بن ابی بکر حضرت عائشہ رضا کے حقیقی بیٹے ام رومان کے بطن سے تھے پس اگر یہ عبارات اس کا قافی نہیں ہیں اور اصل مصنف کی ہی ہیں تو جس کو اتنی ہی خبر نہیں کہ ابوبکر کا فرزند اسما بنت عیس کے بطن سے عبد الرحمن تھا یا محمد جو او نے ظلیہ علوم پر ہی پوشیدہ نہیں اور کلام بے شک ہمارے فاضل مخاطب کی ہی نزدیک مقتبلہ روایات معتبرہ صحیحہ و اقوال علماء ستند قابل التفات ہوگا۔ پس حضرات پر خدا کا خوف اور اہل علم سے حیا و شرم ختم ہے۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ امر کہ ابوبکر صدیق کے فرزند اسما بنت عیس کے بطن سے عبد الرحمن تھے یا محمد ہمارے فاضل مخاطب پر ہی با اہمیتہ اور عار و تخریفی ہوگا اور نہیں تو نہج البلاغہ اور اس کی شرح ہی سے یہ امر ثابت ہے کہ محمد بن ابی بکر اسما بنت عیس کے بطن سے تھے اور جناب امیر کو سبب تھی لیکن تعجب ہے کہ روایت کے نقل کے وقت عقل و فہم کو کیوں جواب دیا یا ہوتا ہوش و حواس کو کہاں خصصت کر دیا تھا کہ اس کی نقل کے وقت کچھ خبر نہ ہی انما پس ثناب مہلات کو نقل کر دیا ہے الواقع یہ اس اعتراض کے عیض اور جذر اصم ہونے کا نتیجہ ہے جس پس اس مہلات و خرافات سے جس مدائیل سنت فریب نہیں کہاتے۔ اس حاصل یہ نکاح ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوا ہے نہ ام کلثوم بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

یا کسی دوسری ام کلثوم کے ساتھ جیسا شیعیان وقت کا زعم ہے اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
 کو ساتھ ہوا ہے نہ کسی دوسری عمر یا عمر کے ساتھ جیسا شیعہ جو کہ شیعیان آئمہ و سنی را
 لکین کو نکادہ اول تو متقدمین اور متاخرین علماء متبعہ نے اسکو قبول الیہ تسلیم فرمایا ہے چنانچہ
 روایات سابقہ سے واضح ہو چکا نہیں صرف تسلیم ہے نہیں کیا بلکہ فقہار متبعہ نے اس سے
 استنباد مسائل سے فرمایا ہے۔ چنانچہ ابوالقاسم قمی شراح شریعہ کے تصریح سے واضح ہے۔ چنانچہ
 ام کلثوم بنت فاطمہ حضرت امام حسن حنین بنیہ ابوبکر سے رضی اللہ عنہم سے حسب تقریر
 صاحب الہامیہ جوئی بن اور شیعہ جری میں تقریباً پیدا ہوئیں تو ابداء خلافت فاروقی میں ان کو
 عمر تقریباً پانچ سال کے ہو گئی کیونکہ دو برس اور پانچ چھ ماہ خلافت صدیقی کے ہی گذرے اور
 صاحب الہامیہ نے جو بعض روایات سے ثابت کیا کہ کاح کے وقت حضرت ام کلثوم ساٹھ برس کا
 تھا کچھ قابل اعتبار نہیں کیونکہ اسی روایت سے یہ بھی ثابت ہو کہ ام کلثوم کے عمر پانچ سالہ تھے
 اور ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پانچ سال سے مجاور وہیں تو وفات حضرت عمر رضی اللہ عنہ
 ام کلثوم ساٹھ سالہ ہوئیں اور ان کے بطن مبارک سے دو بچی ہی تولد ہوئی ایک مرد و دوسرے
 ریحہ تو کیا کوئی عاقل تجویز کر سکتا ہے کہ ساٹھ سال عمر تک دو بچے کسی لڑکی کے بعد ہو جائیں
 اصل یہ ہے کہ واقفان میر جانتے ہیں کہ اگر کوئی تولد اور وفات اور سن مسعودیہ میں جہت
 کثیر ہے کوئی امر یا ہدین الامانہ اللہ حمین اختلاف نہ ہو۔ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ۵۴
 سال ہی لکھا ہے۔ تو کوئی شخص قطعی طور پر کسی امر کے من کو جتنی نہیں سمجھ سکتا علی نقض
 ایسی حالت میں جبکہ ماہر عقل و اجتہاد کی تدبیر کرتے ہو اور قرینہ قاطعہ اسکی کذب و بھٹہ پر
 قائم ہو قطع نظر اس سے ہم تسلیم کہے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے اور اسکی وجہ صحیح یہ ہے
 کہ مسعودی عرب میں متاع ہے کہ احاد کے کسر اب میں سہو کو ساقط کر دیتے ہیں اور دست
 کو کسر اب میں احاد کو گرا دیتے ہیں۔ خاصہ کہ جبکہ تعین کسر اب میں ہو تو اس روایت میں ہی
 چونکہ سال کاح علی تعین معلوم نہیں لیکن پچاس اور ساٹھ کے تقریباً ماہین واقع ہوا ہے

اسی کی سرت کو حذف کر دیا اور عشرہ اطلاق کر دیا نقل روایت میں رسالہ الہامیہ کے یہ الفاظ ہیں چھٹی
 روایت دوسری کتاب المودہ مذکورین یوں ہے ان عمر بن الخطاب لما خطب ام کلثوم واعتذر
 لبصرها فقال عمر ما لي حاجه الي النساء لكن اتبع الوسيه ل محمد عليه السلام
 وهو يقول كل سبب نسب ينقطع بالموت الا سببه ونسبه فزوجها علي
 اياه ببهراربعين الف درهم فاق ذلك كله عمر و ابنة اربع سنين وامين
 الاربع والخمسين و هم ستمين سنين فلجلستها عمر لعجبته فرفع ميذرها و
 مسح يده علي راسها فخر دسا فخر فرقت يدها وكادت ان تلطم و قالت
 لو كانك امير المؤمنين للطمت علي خدك فقال عمر دعوها فانها هاشمية
 قرشيه - علاوہ ازیں اس روایت کے صریح الفاظ کا مدلول سینے وسیلہ کا طلبگار ہونا روایت
 کل سبب النح بیان کرنا حضرت علی سے خواستگار ہونا - ہاشمیت قرشیہ اس کو کہنا یہ سبب
 اس کی بنت فاطمہ ہونے کو ستائرم ہیں اور بنت صدیق ہونے کو نافی - پہر یہ نکاح
 ام کلثوم بنت صدیق رضی اللہ عنہ سے ہونا ممکن نہیں کیونکہ اول تو یہ ابتداء خلافت فاروق
 میں تولد ہوئی اتنے زمانہ میں اس کا بالانہ ہونا اور دوپہی پیدا ہونا محالات عادی سے ہے
 پہر عمر کو اس کی خواستگاری کی کچھ حاجت نہ تھی - اہلبیت صدیق سے عداوت نہ تھے
 کہ اس کی تذلیل و توہین مد نظر ہو - بلکہ اگر حضرت عمرؓ موافق ہمارے اعتقاد کے خلیفہ راشد
 تھے ان کی غرض اس نکاح سے رسول کے ساتھ پوندگی تھے چنانچہ ہماری روایات سے
 ثابت ہے اور اگر حسب زعم شیعہ دشمن اہلبیت تھے تو یہی ان کی غرض اسی ام کلثوم سے متعلق تھے
 کیونکہ اوسیکے غضب میں تذلیل اہلبیت ہے نہ بنت ابوبکر میں - اور اگر بغرض محال ابنہ ام کلثوم
 سے عمر بن خطاب نے جب ام کلثوم کو خواستگاری کی اور علیؓ کے صبر کا ذکر کیا تو عمرؓ کا کہنا کہ جو کوئی عتق بنت نبین میں محمد علیہ السلام کی
 وسیلہ چاہا ہوں اور وہ فرمانا ہی ہر واسطہ اور کشتہ موت سے منقطع ہو جائیگا مگر میز وسط اور کشتہ تو علیؓ سے چالیس ہزار درہم ہیرا و سنگا نکاح عمر
 کو ساتھ کر دیا عمرؓ یہ سبب پیچیدہ اور ام کلثوم چار سالہ بی اور عمرؓ کی عمر ساتھ برس تھی تو عمرؓ نے اس کو اپنی پہلی بیوی میں بٹھایا اور اس کو
 آزاد کر دیا اور اس کو سر پر اپنا تہہ پہنا اور اس کی پٹلی پہنی اپنی امانتہ اوٹھایا اور قریب تھی کہ عمرؓ کے عمامہ پر مارے اور کہا کہ اگر تیرے

اس روایت میں ہاشمیت قرشیہ کا ذکر ہے ہاشمیت قرشیہ کا ذکر ہے ہاشمیت قرشیہ کا ذکر ہے

بنت صدیق ہوئے تو حضرت امیر سے اسکو خواستگاری کے کیا منکر ہو گشت السعد کے
 روایت سے جسکو علامہ شیعہ نے معتمد سمجھا اب اسدل قرار دی رکھا ہے ثابت ہے کہ صحیفی
 بہائے ام کلثوم کا عیب الرحمن بن ابی بکر تھا تو ظاہر ہے کہ وہ ولی ام کلثوم کا ہوا
 نہ حضرت امیر ابو بکر الرحمن بن ابی بکر لاریب موالین خلفاء میں سے تھا اگر مفسر
 اسکی خواستگاری فرمائے تو حضرت امیر کا اوسمین کچھ دخل نہ تھا نکاح بولایت عبد الرحمن
 بلا وقت اور بدون کتا کستی کے ہو جاتا پس اسی حضرات ذرا ہوس میں آؤ عقل کے نام نہ فرماؤ
 جب اہل حق کے مقابلہ میں قدم رکھو اور سمجھ لو کہ اس قسم کے الہامات الہام نہیں۔ بلکہ
 محض دوسرے شیطانی ہیں۔ معتمد ایہ کچھ ام کلثوم ہے پر تو منحصر نہیں بلکہ لفظ کافی کلینی میں
 وال میں کہ عیض معاذ اللہ توبہ توبہ ہمس فرج و عثمان البیت بر واقع ہوا وہ اس
 اول فرج غیبت منافرین اور اولیت اوس وقت صحف ہوگی جبکہ عجیب ہی یہ سانچہ
 ہوش رہا واقع ہوا ہو۔ غالباً اس سے آپ کے ام کلینی کی مراد یہ ہوگی جو حضرات انہ اپنی
 جنات اور اخوات کو معاذ اللہ ناصب کو دے رہے تھے اچانچ حضرت سکینہ مصعب بن زمر کے
 کاح میں ہی بیان ہی فرمائی کہ سکینہ کوئی اور سکینہ تھی۔ لاجل لاقوة الا باللہ علی نظم
 ابی قیسری روایت کی کیفیت ہی سن لیجئے کہ جو ہمارے فاضل مخاطب نے نسخ الباری شرح
 بخاری سے نقل کی ہے کہ اصل اس روایت کو فاضلی نور اللہ توسنری نے ابن حجر
 متاخرین سے اپنے مصائب میں نقل کیا ہے جسکا ترجمہ خاتم المتکلمین جو لانا مولوی
 حیدر رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ العینین میں اسطرح کیا ہے بانکہ معارضت بائجہ ذکر کردہ اند
 آزا بسیاری ازالہ سنت از جملہ ایشان ابن حجر متاخرین در کتاب خود گفتہ کہ چون علی
 علیہ السلام اباکرد آزا کاح انجہ خود از برای عسر و صغر اور عذر ساخت و عذارداد و قبول نمود
 مآلہ عجا ساخت علی را بانکہ ام کلثوم را یا و بناید پس اور از عسر و فرسادی چون عسر اوراد و
 اخذ کرد و ضم نمود اور بجود و بوسیدہ اور ادبہ از آن ابن حجر عذر خواست در آنجہ عمر کردہ اور

از ضم فقہیل پیش از وقوع عقد تحلیف یا نکاح ام کلثوم بنا بر صغر مجدی زریده بود که سبب شهوت
 شود تا حرام شود ضم و تقبیل و اگر صغر اورا نئے بود پدر اورا نئے فرستاد۔ بعد فاضلی شوستر
 کہ اس روایت کو آپ کے علامہ کشمیری نے نزہہ میں ابن حجر سے نقل کیا ہے اور مطلق ابن حجر
 لکھا ہے نہ عقلائی لکھا نہ مکی لکھا نہ کسی کتاب کا حوالہ دیا۔ چہارم آنکہ معارضت بردایا تک
 اہلسنت در بارہ نکاح حضرت ام کلثوم ذکر کردہ انداز محمد بن عبد البر در کتاب استیعاب
 در آثار ترجمہ ام کلثوم روایت کردہ از محمد بن الخطاب خطب لے علی بنہ ام کلثوم
 فذکر صغرها فقہیل ردك فذاودہ فقال لہ علی البث بها إليك فان رضیت
 ففہ امراتك فارسل بها الیہ فكتف عن ساجمات قال ما لولا انك امیر المؤمنین
 للطمت عینك انتہی ابن حجر چین روایت کر دے ان علیا لما ابی عن النکاح انبتہ بعمر
 واستعد برصعہا لہر یکن یقبل منہ ذلک العذر رحتہ لہما ان یومیا اباہ
 فارسلها الیہ فلما راها عمر اخذها وضمها الیہ وقبلها بعد ثوبک اور کشمیری کی
 اس روایت کے ایک حصہ کو ہمارے فاضل مجیب نے نقل کیا اور فتح الباری شرح صحیح بخاری
 کی طرف اس روایت کے استخراج کو نسبت کیا جو علامہ ابن حجر عسقلانی کی تصنیف ہے پس اول تو
 یہ روایت اوّل روایات کے مخالف ہے جو موافق جہور کے ابن حجر اصباہ میں بیان کی ہیں چنانچہ
 ہم ادھر نقل کر چکے ہیں۔ پھر یہ کہ وہ یہ سادہ نہیں کہ اس روایت کی نقل میں ثوبک صاحب
 صحیح میں کہ یہ روایت موافق ان کی ابن حجر متاخر کی کی ہے یا ہمارے فاضل مجیب سچے ہیں
 کہ یہ روایت ادنیٰ فرما نے کے موافق ابن حجر عسقلانی کی نسخ الباری شرح صحیح بخاری میں
 چونکہ بوجہ مذکورہ ہم کو اس روایت کے صحت نقل میں کلام ہے اسلیٰ ہم اپنی فاضل مجیب
 دریافت کرتے ہیں کہ فتح الباری میں یہ روایت کس جگہ مذکور ہے تاکہ ہم اسکی صحت نقل
 مطلع ہوں نسخ الباری کو یہاں تک اسکی مواقع میں تتبع کیا گیا ہو کہ متیاب نہیں ہوئی اور اگر
 بفرصت محال نسخ الباری میں یہ روایت ہوتا ہم چونکہ یہ روایت مخالف جہور محدثین مثل

صاحب استیعاب شیخ ابن اسمان اور قطنی مشہقی و شریف موسوی اور طبرانی وغیرہ کی
 باریک و خفائی کی روایت کی مخالفت ہے کہ تمام تحقیقات جہاد و محدثین کے صریحہ و شہادہ و خوشنودی
 پر وال میں اس لیے قابل اعتبار و احتجاج کے نہیں ہو سکتے اور بالفرض اگر اس کو ہی تسلیم کر لیں تو
 قاعدہ الحکمیت یفسر بقصد ایضاً اسکے یہ معنی ہیں کہ حضرت فاروق نے اس معاملہ میں اسے
 زیادت الحجاج و التماس رسالت اور کثرت مراجعت و معاودت و سرودت سے جیسا کہ اگر تشریح
 و معمول شرفا ہے جناب مرقضوی کو بجا و منظر کیا یہ کہ جبر و اکراہ و قہری اور عدوان و عصبیت
 و ظور کو بجا قتل کے وہابی یا عباس کے عقاید و فہم کے غصہ کے وہابی سے مکرمہ اور منظر کیا مومنانہ
 من مود القہم پس بجا لفظ ایجاہ سے مراد بجز کثرت الحجاج و التماس کے اور کہہ نہیں ہو سکتا
 چنانچہ اور روایات سے یہی اسکی تائید ہوتی ہے کہ فاروق کو اسکے طرف کمال شغف تھا
 اور ایسی حالت میں کہ کالج سمیرا و مخطوبہ نہایت ضعیف و اور اسکو کسے اپنے قریب کے لیے مجبور
 کر رہا ہو تو ایسی حالات کی وقت جعفر الحجاج و التماس طلب رسالت مرد کی طرف ہو اور
 عدوانکارا و لیا مخطوبہ کی طرف سے ہو بجائی خود ہے۔ علاوہ اذین ہمارے مخاطب یہ ہے
 اس واسطے میں یہ دیانت فرمائے ہے کہ اس روایت کو اپنے مطلب کے موافق حتی ایجاہ
 تک نقل کیا اور مابعدہ کے الفاظ کو جو مدعا کے خلاف تھے حذف فرمایا اور الخ لکھا کمال و تائید
 ملکہ یہ ہی فرمایا غور فرمائی ایجاہ آپ کی کتاب میں موجود ہے حقیقت اور اس لفظ میں صریح
 تنازع لفظی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر نزدیک اسکی پیروی میں کہ زبردستی میں
 چہین لے۔ جس سے باطنی النظرین و کینہ و الایسہم کہ اس ایجاہ و اکراہ کے غایت کمال ہے
 چنانچہ ہماری مخاطب بیدار اسی مدعا کے ثبوت کے لیے اس روایت کو اس جگہ نقل کیا ہے
 حالانکہ یہ محض غلط اور فریب دی ہے بلکہ غایت ایجاہ و اکراہ جو عبارت لاحقہ سے مفہوم ہوتی
 وہ صرف دیکھنا حضرت ام کلثوم کا ہوتا چنانچہ حتی ایجاہ ان پر یہاں سیر وال ہے اور اگر
 کہ کالج کی یہی روایات سند و یقین و جہا مخطوبہ بالغہ کا بھی جائز بلکہ مندوب ہے۔ ہانسکہ

صغیرہ سو کہ صغیرہ کا جسکی چھتر سال کی ہو علی الخصوص ایسی حالت میں کہ عرب کے رسم و عادات کے خلاف ہو دیکھنا یا دہسنا مستلزم کسی مجذور کو نہیں ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ اگر بالفرض یہ روایت صحیح ہو بھی تاہم مفید مدعا محجب نہیں ہے کیونکہ مدعا اثبات اہجا و اکراہ درباب نکاح ام کلثوم بنت صدیق ہے اور اس روایت سے کس طرح اس ام کلثوم کا نسبت صدیق ہونا ہرگز مفہوم نہیں ہوتا تو ام کلثوم بنت صدیق کے نکاح کی نسبت اہجا و اکراہ کیونکر پایہ ثبوت پر پہنچ سکتا۔ کیونکہ اس کے نکاح کی نسبت اہجا و اکراہ توفیق اسکی وجود کی ہے جب روایت میں اسکی وجود کا ثبوت ہی نہیں تو اسکی نکاح کی نسبت اہجا و اکراہ کا دعویٰ کرنا ذوقی و العقل کا کام نہیں ہے۔ رہا یہ کہ مذہب شیعہ میں اگرچہ روایات سے یہ امر ثابت ہے کہ نکاح ام کلثوم بنت طلحہ صحیح ہے مگر اکراہ ہوا چنانچہ روایت کلیسنی اول فرج غصبت منا سے یہ امر واضح ہے اور قاضی شوکتی وغیرہ کی تصریحات اس پر دل میں۔ لیکن یہ امر سرسرا لغو و لاطائل ہے۔ کیونکہ جناب امیر جو اس جہر و اکراہ و امانت و تدلیل کے متحمل ہوئی در حال سے خالی نہیں بلکہ یہ کہ یہ عہد و سکوت بوجہ وصیت کے تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائے تھی کہ میرے بعد خلفاء جو رہو کچھ احداثات و ابتداءات کریں ہرگز چونکہ نہ کرنا اور جعفر و زین و تدلیل ثقلین کریں صبر و تحمل کو مانتہ سے ندینا۔ اور یا اسوجہ تھا کہ آپ کے یار و دوستان تھے آپ کو یہ خوف تھا کہ اگر وہ گئی سو گئے مبادا جان ہی جائے اس لیے آپ نے ان کفریات کو ہیلاد اور ادین شریک رہے لیکن دونو تو چہیں ایسی خرافات و پوچھ بکا بطلان ہر ایک ذی خرد و نظر مانتہ میں سمجھ سکتا ہے احتمال اول بالکل غلط اور خلاف اصول شیعہ ہے کیونکہ بالافاق تمام اثنا عشر یہ لطف خدا پر عقلاً واجب اور خلاف لطف طوعاً حرام اور منہج۔ پس اگر یہ وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم خداوند تعالیٰ مانہ فرمائی تو محاذ اللہ خدا تعالیٰ اور اسکا رسول آمر بالقیح ہوئی۔ کیونکہ امام عام اور نبی رسول کو یہ وصیت کرنا کہ بعد حضرت ع کے کفار و فجار کے ہم پیالہ دہم نوا رہیں

جناب امیر جو اس جہر و اکراہ و امانت و تدلیل کے متحمل ہوئی در حال سے خالی نہیں بلکہ یہ کہ یہ عہد و سکوت بوجہ وصیت کے تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائے تھی کہ میرے بعد خلفاء جو رہو کچھ احداثات و ابتداءات کریں ہرگز چونکہ نہ کرنا اور جعفر و زین و تدلیل ثقلین کریں صبر و تحمل کو مانتہ سے ندینا۔ اور یا اسوجہ تھا کہ آپ کے یار و دوستان تھے آپ کو یہ خوف تھا کہ اگر وہ گئی سو گئے مبادا جان ہی جائے اس لیے آپ نے ان کفریات کو ہیلاد اور ادین شریک رہے لیکن دونو تو چہیں ایسی خرافات و پوچھ بکا بطلان ہر ایک ذی خرد و نظر مانتہ میں سمجھ سکتا ہے احتمال اول بالکل غلط اور خلاف اصول شیعہ ہے کیونکہ بالافاق تمام اثنا عشر یہ لطف خدا پر عقلاً واجب اور خلاف لطف طوعاً حرام اور منہج۔ پس اگر یہ وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم خداوند تعالیٰ مانہ فرمائی تو محاذ اللہ خدا تعالیٰ اور اسکا رسول آمر بالقیح ہوئی۔ کیونکہ امام عام اور نبی رسول کو یہ وصیت کرنا کہ بعد حضرت ع کے کفار و فجار کے ہم پیالہ دہم نوا رہیں

سیکو راہ ہدایت کی طرف دعوت کریں بلکہ تقیہ کے پردہ میں عوام کو چھوٹے اور غلط مسئلہ بتا کر
 راہ حق سے گمراہ کریں اہل کفر و نفاق و خبیث و متناق اگرچہ دین کو برباد کریں بہت کو بدین جلال کو
 حرام کریں مثلاً منہ کو جبکہ متعدد دفعہ کرتے سے ہر ایک دفعہ میں عوام کا نام فضا پر ہوت
 یہی ہی کریں اور بتدریج اند کے مراتب پر ہی فائز ہوں اور اسکی غسل کے پانی سے جھڑ
 قطرات ٹیکیں اونی فرستی سپہاہوں۔ ایسی نعمت بے پایاں کو حرام کریں۔ جتنی کہہ
 سنات طیبات کو غضب کریں دم نہ ماریں چون و چرا کریں۔ سر سر خلاف لطف اور سب
 اور حرام ہے اور خلاف اس غرض کے ہے جبکہ لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدعت ہوئی
 اور کتاب نازل ہوئی اور جہاد کا حکم سنایا گیا اور اگر غرض اس سے حفظ اور بقا رہی ایمان تھی
 اور اس وجہ سے اسکو سخت سمجھا گیا تو یہی بالکل احمیات ہے کہ نفاق کا بقاء اور اسکا حفظ
 اور اسکی حمایت خداوند کریم کو اللہ اور اسکی رسول کو اسدرجہ ہتھم با شان ہو کہ اسکی مقابلہ میں اسکا
 دین حنیف برباد ہو جاوے اور اسکی کتاب خراب ہو اور اہلبیت بروی دلیل و خوار ہوں۔ پھر یہی
 اس نفاق کا بقاء نظر ہے نفوذ باللہ من ذلک اور جب یہ اللہ قبیح اور محرم ہر قوس تنکے
 سار کفر نفسی ایسی تباہ و شلن کم کا ارعاد ہونا امر محال و ممتنع ہے۔ احتمال ثانی ہی اہل غلط
 اور باطل ہے۔ کیونکہ اگر تمام صحابہ الامم و دی اکبر دشمن تھی تو جنگ خلیع مبین کے وقت میں
 آپ کے ہمراہ ہو کر نہ لڑنا صحابہ نے جان بازیان کیں وہ کہاں سید ہو گئی تھیں پہلے کیوں دشمن تھے
 اور اب کیوں دوست ہو گئی بلکہ اگر کامل کیا جاوے تو اب زیادہ اسباب عداوت تھی آپ پر
 اارت میں خواہشات نفسا یہ سے سرور و کئی ہونگر جسم پر نارنا خوشی کا ہے اسوا سلعے آپ نے
 ارتاد فرمایا تھا والاکم و در را حیر لکم منہ امیر لکنہ انی نہج البلاغت۔ توجہ
 اسوقت آپ کے ہمراہ ہوئی اور آپ پر اہی جان تو لکھ فدا کرنے تک دین چکھا تو کیا اسوقت ہمراہ
 ہوتے۔ بی یار و انصار ہونا تو اسوقت ہوتا کہ آپ سناعت فرماتے اور کوئی آپ کے ہمراہ
 ہوتا۔ علاوہ ازیں یار و مددگار کے آیکو کیا ضرورت تھی۔ آپ کو عوام تھا کہ یہ لوگ سیر قتل

ایمان پر تو قادر ہو سکتے اور مقابلہ آپ کے شجاعت کو کس کی طاقت تھی کہ سامنی آسکر۔ پس
 یا خوفناک آبرو ہوتا ہے سو وہ جا چکا تھی اور یا خوف جان وہ جانے والی نہ تھے پھر معلوم نہیں کہ
 حالت میں اس لغو وصیت کی کیا فائدہ اور آپ کو یاد دہنگار کی کیا ضرورت۔ تعجب تو یہ ہے کہ مقابلہ
 امیر معویہ کی نہ وصیت یاد آئی نہ شعیان مخلصین کے ہونے کا اور وقت خیال آیا حالانکہ امیر
 معویہ کی طرف سے اس قدمی کا عشر عشر ہی ظہور میں نہیں آیا کہ جو خلفاء سے عموماً ظاہر ہوئی
 پھر اگر وصیت کو منحصر زمانہ خلفاء ثلاثہ پر سمجھا جاوے تو نہ ہیج بلا مرجح بلکہ ترجیح مرجوح کی لازم آوے
 اور یا یہ الفرق کوئی نہ حکم۔ سہذا ان دو قوتا و ملو نکو اور وقت صحیح سمجھا جاسکتا ہے۔ جبکہ جناب
 امیر نے کہہ سناعت کی ہو اور ہرگز چون و چرا نفرمایا ہو۔ لیکن روایات تحت لفظ ثابت ہوتا ہے
 کہ آپ ذلہ ذرا سی بات پر تلوار سیان سے نکالنے پر آدہ ہو گئے ذلہ ذرا سی بات میں آپ نے
 تحریف و تہدید فرمائی اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نہ آپ کو وصیت کے گئے نہ آپ عاجز و
 بیچارہ تھے۔ چند روایتیں لکھوں جن سے یہ نہ عا یا یہ ثبوت کو پوچھئے۔ پہلی روایت قتل ابوبکر
 الشیخ کی ہے کہ خاتم المسلمین مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد القلوب دہلی سے نقل
 کی ہے۔ چونکہ عبارت طویل تھی اس لیے اس کا اختصار کر کے اس طرح لکھا ہے ابوبکر الشیخ بن ہرثم
 را متولی صدقات کہ مضامین دینہ و ضیاع فدک بود گردانید۔ کا ز شجاعا و کا زلہ اخر قتلہ علی
 بن ابیطالب و قتلہ ہوا زن و ثقیف فلما خرج الرجل من المدینۃ جعل اول قصده
 ضیعة من ضیاع اهل البیت فجاء بغتۃ و احرق علیہا و علی صدقات کا نت لعل
 یفر من علی اہلہا و کان الرجل زند یقاصنا فافل اهل قریبہ الی اصیر المومنین
 ل۔ اور یہ شجاع تھا۔ اور اسکے ایک بھائے کو علی بن ابی طالب نے جنگ ہوا زن اور
 ثقیف میں قتل کیا تھا جب یہ شخص مدینہ سے نکلا۔ پہلا قصد یہ کیا کہ اہل بیت کے جاگیر اور علی کے
 صدقات کو اچانک آکر ضبط کر لیا۔ اور رعایا پر ظلم کرنے لگا۔ گاؤں والوں نے پیام بھیج کر
 حضرت کو۔ ۱۷۔

السيف فقتل امير المؤمنين الحق عمارة فوجبه الجميع وقال لهم لا تنهبوه فصر
واحدة وكان مع الرجل ثلثون فارسا من حياذ قومه قالوا له ويحك هذا على ابيطان
قتلك والله وقتل اصحابك عنده دون النطقة فسقط القوم جزها من امير المؤمنين
فحبب الاشجع الى امير المؤمنين على حروجه سبحانه فقال دعوه ولا تعجلوا فقال ويحك
بما استحللت اخذ اموال اهل البيت فقال وانت بما استحللت قتل هذا الخلق
في كل حق وباطل وان مرضاة صاحبك من اتباع موافقتك فقال ما اعرف من
نفسك اليك ذنب الا قتل اخيك وليس بمثل هذا الطلب الثارات فحببك الله
وترحك فقال له الاشجع بل قبحك الله وبرعمك فان حشدك الخلفاء لا يزال
بك حتى يوردك مواردك الهلكة فغضب الفضل ورمى عنقه عن جذعه فجمع
اصحابه على الفضل فل امير المؤمنين سيقه فلما نظر القوم الى برق عينيه ولمعات
ذي الفقار رموا سلاحهم وقالوا الطاعة فقال القروا براس صاحبكم الاصغر
الى صاحبكم الا كبر فافترقوا والقواراسه بنزولهم الى بكر فجمع المهاجرين
والانصار فقال اخاكم الشقي اطاع الله ورسوله والى الامر منكم فقال تصدقات

مسلمہ کسینی امیر المومنین سے عرض کیا کہ عمار کے پاس پہنچی آپ سب سمیت متوجہ ہو گئے اور فرمایا اس کو گہرا زمین میں اپنی لڑائی کو چلایا اور اس کی ساتھیہ (بہوی) اس کی قوم کے عہدہ اور حیدہ کو لوگوں میں سے بیس سوار تہیاد ہونے لے اس کو کہا تیرا پاس جو یہ علی بن ابی طالب (آپہنچا) خدا کی قسم تجھ کو تیرے ساتھ ہونے لگوں تک قتل کر ڈالے گا۔ پس ساری قوم امیر المومنین سے ڈر کر گر پڑی اور الشجعان کی ہونہ کے بل گھسٹ کر امیر المومنین کے پاس لڑے آپ نے فرمایا چھوڑ دو اور جلدی نہ کرو اور پوچھا تیرا پاس ہو کس چیز تو نے اہمیت کے اموال کے یعنی کو حلال کر لیا ادا منے کہا اور تو نے کس سبب سے حق ناحق میں خون کا قتل حلال کر لیا اور با تحقیق تجھ کو میرے سردار کی رضا تیری معرفت کے میری سر پسندیدہ تر ہے فرمایا میں بجز تیرے پہاڑ کی قتل کے اور کوئی تیرا گناہ خیال نہیں کرتا اور (ظاہر ہے) کہ اس حسی مطالبہ کا عوض نہیں ہوتا۔ پس تیرا خدا بڑا کرے اور تجھ کو آزاد کرے الشجعان نے کہا بلکہ خدا تیرا بڑا کرے اور تیری عمر کاڑے با تحقیق خلفاء کا حدیث تیری ساتھ بیگانہ تک تجھ کو ملے کہ گناہ تو نہ تیری گناہ۔ فضل غصہ ہوا اور اس کی جسم پر سی اس کی گردن اور اودی میر تو اس کو ساتھی فضل پر اس کی برکتی پس امیر المومنین نے اپنی تلوار نکالی پھر جب آپ کی آنکھوں کی دمک اور ذوق الفکار کو چمک قوم نے دیکھی اپنی ہمتاں بیٹھ گئی اور طاقت بکارت سے کہ فرمایا جاؤ اپنی چوہے سردار کا سر بڑی سردار کے پاس بجاؤ وہ گئی اور اس کا سر ہونے کے اگر ڈال دیا

المدينة وما يليها فاعرضه على نير اسطراب فقتله اخبت قتله ومثل به اخبت مسئلة
فاحضر اليه شجعانكم واستعدوا له من رباط الخيل والسلاح فكت القوم مليا
كان الطير على رؤسهم فقال اخرهم انتم ام ذوالسن فالتفت اليه رجل من الاعراب
يقال له الججاج بن السجين فقال انزلت سرنا مطك فمر قام اخر فقال لا تعلم من
توجهنا والله ان القصاص منك الموت اسهل من لقاءه فقال اذا ذكر لكم على دارت
اعينكم واخذتكم سكرة الموت اهكذا يقال لمثله فالتفت اليه عمر فقال ليس
الاخا لد فقال ابو بكر يا ابا سليمان انت اليوم سيف من سيوف الله فصر اليه في
كتيف من قومك فانه قتل ليثا وكهفا وضيعا من شعيبا وسله ان يدخل الحفرة
فقد عفرنا وان تايدك الحرب فجننا به اسير فخرج حائل في خمسائة من الطال
قومه فطر لفضل اخبر به المؤمنين فقال لو كانوا صناديد قريش وقبائل حنين
وفرسان هوازن لما استوحشتم الا من ضللا لتهم فقال خالد ما هذه الويتير
التي قد بدت منك لا تفرق بينك كالملة مجتمعة ولا تضر من نار اجد الحنود
فانك ان فعلت وجدت عنه غير محمود فقال ثم ليدني يا اخا لفضل ويا

ابن خاضه مثلك من خيل من اسير الحسين مالک بن نويرة قتله وانكحت
امرأته انى لا عرف قاتله واطلب منيته صباحا ومساء ولو اردت ذلك لقتلك
في فناء هذا المسجد فتغضب خالد بن ابي امير المؤمنين على خالد وحقق عليه فلما
نظر الى بريق عينيه وبريق ذى الفقار نظر الى الموت عيانا وقال يا ابا الحسن
لم يرد هذا فصر به امير المؤمنين بقمار اسرني الفقار على ظهره فنكس عن راتبه
فقام رجل يقال له ^{سينا} لثني بن الصباح وكان عاقلا فقال والله ما جئناك لجدادة
وبينك انت اسد الله في ارضه وسيف نعمته على اعدائه ونحن اتباع ما موروث
واطواع لا مخالفة فاستحيه امير المؤمنين ونزل الجميع ونزل امير المؤمنين
يعارض خالد واخالد لما به امر الصرته ساكت فقال وياك يا خالد ما اطوعك
للمخائنين النالكين فقد تركت بالحق على معرفته وحيثه لتحملة على ابن الخاضه
اسير العبد معرفتك انى قاتل عمر بن عبد ود ورجب وقالع باب خيبر واني
لمستحي منكم وصرف له عقولكم او ترحمهم انه قد خفي على ما تقدم به اليك صاحب
حين اخرجك الى و انت تذكره ما كان مني الى معد يركب والى صدر من سلفه

سلاحه اور ابن ابی فحاضہ کو دھکا تا ہے تیری جیسا میر جیسی کو فیکہ کر کے بجا لگا گیا جگہو ہی مالک بن نویرہ سچا کرا کو
مار ڈالا اور کسی غارت سے نکاح کر لیا بالحق میں اپنی قاتل کو بچا تا ہوں اور صبح شام اپنی موت کا طلب گار ہوں اور اگر تو ایسا
تصد کر گیا تو میں جگہ اس مسجد کے صحن میں قتل کر دینگا اس پر خالد کو نصہ آگیا تو اپنے ہی خالد پر تلوار کھینچ لی اور تیرنگہ سے
دیکھا خالد نے جب آنکھوں کے دھک اور ذوق الفقار کی جگہ دیکھی تو موت کو خاطر دیکھ لیا اور کہنے لگا ہمارا یہ قصہ نہیں
تو اپنے خالد کی پشت پر ذوق الفقار کے نوک کے پیٹھ مار کر سواری سے اس کو اوندھا کر دیا ایک شخص مثنی بن صباح
نام جو ہشمنہ تھا اور کھنڈا لگا کر خدائی قسم ہم تیری پاس باہمی عداوت کی وجہ سے نہیں آئی تو اوندھ کا شیرازہ
اور کی زمین میں اور اس کو انتقام کی تلواریں اس کو دشمنان پر اور ہم تابع محکوم اور مطیع غیر مخالف میں سپرد امیر المؤمنین کو
جیا آگئی اور سب اور تری اور امیر المؤمنین ہی خالد سے دل ملی کر کے اوترے اور خالد بسبب الم ضرب کے چپ ہوتا
پس فرمایا ای خالد تجھے افسوس ہے کس چیز نے تجھ کو المات میں خیانت کرنے والوں اور عہد کے توڑنے والوں کا
مطیع بنا دیا اور تو نے جان بوجہ کھنڈا چھوڑ دیا۔ اور جگہ عمر بن عبد ود اور رجب کا قتل کر دیا اور باب خيبر کا
اوکھا فرمایا جانتی ہے بعد ہی میری پاس آیا تاکہ مجھ کو اپنے قحاذہ کے پاس یہی بنا کر بجا دے اور مجھ کو سپرد ہمارے غلی
سرم آئی سے کیا تجھ کو یہ گمان ہو کہ تیرے رواتر کرنے کے وقت جو مجھ سے سردار نے لگتا ہو گی ابھی تجھے خبر تھی ہے اور تو اس کو

المحرمی فقال لك ابن ابی جحافة انما كان ذلك منذ عاى النسب وهو الان
 اقل من ذلك فقال خالد يا ابا الحسن اعرف ما تقول وما عدت العرب عنك كلاما
 من سيفك وما دعاهم الى ميعه ابى بكر الا استسما بالانبياء ولين عنك
 واخذهم الاموال فوق استحقاقهم الى اخر الرواية۔ اس روایت سے مثل
 روز روشن روشن ہو کر وصیت کا دعویٰ ہے جو حضرات شیعہ فرماتے ہیں محض ڈھکوسلہ ہے
 اور بجاوارا اگر اہ صرف بناوٹ اور گھڑت ہے اگر وصیت ہوتی تو اس ذرا سے معاملہ میں غلام
 وصیت غلامتے اور مخالف حکم تلوار بنام سے نہ کیجئے تعجب کہ غضب امت چرین
 نہ کی غضب بنات یر غیرت و حیرت کو اعدال شیعہ پر جو سنہ آو دین برباد ہو گیا کہی ہر
 نہ ملا دین اور جوش آدے تو اس توڑی سی بات پر۔ اہل عقل غضب امت اور غضب
 بنات کو اس سے مقابلہ فرما دین اور اس میں سکوت اور دین تلوار کشی کو دیکھیں اور انصاف
 فرما دین کہ شیعہ اسیت دعویٰ میں سچے ہیں یا نہیں۔ علاوہ ازین اس روایت سے اور یہی
 چند فوائد حاصل ہوتی جنکو لمحضاً و مختصراً لکھتا ہوں (۱) ظاہر ہے کہ اشجع بن مراحم
 ظہر اسلام اور کلمہ گو تھا۔ اگرچہ اوسکے ولیمین کفر و نفاق ہو تو باعتبار ظاہر شریعت کے اوپر
 احکام اسلام کے جاری ہو گئے تو اوسکے قتل مقتوب مقصاص ہے۔ بس اگر ہمارے فاضل مخاطب
 اوسکے ظاہری اسلام کا اعتبار فرما دین تو اوسکے دم کو ستم مقصاص کا سمجھیں انشیل بن
 عباس پر مقصاص لازم فرما دین اور جناب امیر کی حمایت اور اعانت کو جو فضل بن عباس
 کی قربانی مابجائز اور حرام قرار دین اور اگر باطنی کفر کا اعتبار کریں اور اسوجہ سے اوسکا دم مباح
 اور ہر سمجھیں تو پھر اسے فکر فرما دین کہ حضرت ام کلثوم کے جواز نکاح کی علت حضرت فاروق
 سے یاد دلانا اور سننے کہا یہ مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دعا کی بدولت تھا۔ اور اب وہ اس سے کتر ہے
 خالد نے کہا ای ابا الحسن سچہ فرمایا کہتا ہے عرب بخیر تیری تلوار کے خوف کے جس اور کسی سبب سے خوف
 نہیں ہوئے اور معیت ابی کریم حضرت خاد مگر ہولت جانب اور زنی طبع اور تحقیق سے زیادہ مال صل
 کرنے کے اور کوئے۔ داعی نہیں ہا۔ ۱۱۔

ظاہری اسلام جو آپ اور آپ کے اسلاف بیان فرماتے ہیں وہ سرسرخ غلط ہے جب ظاہری اسلام کا اعتبار ہی نہیں تو پھر اس کے وجہ سے منافق کے ساتھ فاطمہ کے جگہ گوشہ کا عقد نکاح کیونکر صحیح اور مباح ہو سکتا ہے (۲) تمام صحابہ چھوٹے سے لیکر بڑے جناب امیر سے ایسا ڈرتے تھے جیسا موت سے اور آپ کے مقابلہ کو موت کا مقابلہ سمجھتے تھے۔ پس آلوگوں کی اطاعت کے لیے خدا تعالیٰ کا ایسا شجاع کو حکم کرنا سرسرخ خلافت عقل سلیم ہے۔ اور جناب امیر کا ایسی لوگوں سے جو آپ سے اس قدر خائف و ہراسان ہوں تقیہ کرنا ہرگز عقل سلیم نہیں کرتی اور ایسے لوگ حضرت امیر سے بھر و اکراہ معاذ اللہ ان کی بلکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب گوشہ کو غضب کرین ہرگز فہم میں نہیں آتا۔ جب لوگ آپ سے اس قدر ڈرتے تھے۔ پس انہیں سب باتیں لغو اور باطل ہیں (۳) تمام اصحاب عیارین انصار وغیرہ خلیفہ اول کی جناب امیر کے مقابلہ میں اطاعت نہ کرتے تھے کیونکہ مقابلہ کی طاقت نہ دیکھتے تھے اور جب جناب امیر کے مقابلہ کے لیے دعوت کی جاتی تھی تو انکار آنکھیں بدل جاتی تھی اور سکرۃ الموت کی حالت پیش آجاتی تھی اور جواب یہ دیتے تھے کہ کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارے کس کے مقابلہ میں پہنچتی ہو یہ وہ شخص ہے جس کے مقابلہ کی نسبت موت کے ہونہ میں جانا آسان ہے۔ جب خلیفہ اول کو ساتھ اصحاب کے یہ حالت تھی تو قطعاً و یقیناً اگر جناب امیر خلافت کے بارے میں منازعت فرماتے اور آپ کے ساتھ مقابلہ پیش آتا۔ تو سب صحابہ خلیفہ اول کو اکیلا چھوڑ کر اور جناب امیر کے حوالہ کر دیا جاتے۔ اگرچہ یہ خوف لوگوں میں پہلے سے ہی راسخ تھا لیکن بعد اس واقعہ کے تو مشاہدہ ہو گیا کہ صحابہ میں سے کوئی شخص مقابلہ کے قابل نہ سمجھا گیا اور سواو خالہ کے کسی شخص نے اس کام کے لیے اجابت نہ کی اور خالہ مدہ اپنے پانچ نور فقاہ کو جب سامنی جناب امیر کی گئی اور بات چیت کی پہلے اس سے کہ لڑائی کی نوبت آوی صرف آنکھوں کی اور ذوالفقار کی چمک دیکھ کر جو اس باختہ ہو گئی اور عجز و اسحاق کرنے لگے باوجودیکہ جناب امیر نے حضرت خالہ کو مارا یہی تاہم اوپر ایسا رعب اور خوف غالب ہوا کہ بجز سکوت اور عاجزی کے

اور اطاعت و بیار کے کچھ نہیں آیا (۴) اس روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ جناب امیر کو
 معلوم تھا کہ یہ لوگ نہ بجا قتل کر سکتے ہیں اور نہ قتل بر قاعدہ میں۔ بلکہ آپ جانتے تھے کہ
 آپ کا قاتل کوئی اور شخص ہے جس کی یہ حالت ہو اس پر کوئی کس طرح جبر واکراہ کر سکتا ہے (۵)
 جناب امیر کو وہ باتیں بھی معلوم ہو جاتی تھیں جو صحابہ باہم کرتے تھے چنانچہ جو گفتگو خالد بن ولید
 صدیق کی موتی تھی آپ نے اس کو ظاہر فرمادیا (دوسری روایت) حدیث بیابطہ جو کتاب اس
 راہستانی سے صاحب ارغام نے نقل کی ہے ہم اس کو بیان ارغام سے نقل کرتے ہیں
 روایت یکنہ ابن ابی یونس بن عبد الوہاب سے روایت کی کہ گفتگو شدہ بودم نزد سید و مولانا ابو یونس
 در آن وقت کہ مردان بیت یحییٰ بن عقیل کہ وہ بودند و در خدمت آنحضرت حسین و محمد بن حنفیہ
 و محمد بن ابی بکر و عمار بن یاسر و معدا بن اسود و نیز بودند و از ہر درختان میگذشت امام
 حسن متوجہ پدر بزرگوار شد و گفت یا امیر المؤمنین حضرت ملک و دو سلیمان بن داؤد و اسعجب
 سلطنتی دادہ بود آیا از آن سلطنت عطیہ بوسی اور سیدہ یا شد شاہ سریر ولایت تسمیہ فرمود و گفت
 آن جہودیکہ دانہ خشک را در زمین سر سبز سیکرد اندہ دبان قادیکہ آدم را از خاک تیرہ آفرید و قسم کہ
 آنچه پدر ترا دادہ میچک از دلایا داد سیما ماضیہ ندادہ و بعد ازین ہیچکس باین کرامت قادر نخواہد شد
 پس امام حسن و خصار التماس نمودند کہ یا امیر المؤمنین میخواہیم کہ شما از آنچه دایم عطیہا بتما عطایت
 نمودہ مسابہ کنیم و معاینہ کنیم تا موجب از دیا و ایمان و باعث تقویت علم و ایمان گردد
 سیدارعیہا علیہ السلام فرمود کہ جبار کرامت یعنی چنان کنیم کہ شما نخواہید و چیزی از چیز ہا کہ
 حضرت عزت بمن کرامت نمودہ بر شما ظاہر میسازم۔ پس برخاستہ و در کثرت نماز کرد و کلید چند
 بر زبان بخیزیدان کہ رائد کہ میچک از خصار نفہم آن متواست کرد و از انجا بمیان خانہ آمد و بہ
 مبارک بجانب غرب دراز کرد و بعد از حمد دست را بریز آورد و بر کف دست مبارکش پا رہ
 ابری دیدیم آنرا گذاشتہ بار دیگر دست دراز کرد و بارہ دیگر بر روی پشش دیدیم سلمان گوید و اللہ اعلم
 دان محمد رسول اللہ دایم دایم بنی کریم بن شک فیک ملک و من شک یک ملک سئل انی

یعنی گواهی میدهم که خدا یکیت محمد رسول میرگزیده است و توفیق میسر گردید که هر کس که شک آورد
در صابریّت و خلافت تو بملک شود و هر کس بجزه الوثاقی محبت تو جنگ زندنجابت یا بدین ندیم
کر آن دو را به چون دو قاصد پیمین شدند و در پهلوی یک دیگر قرار گرفتند چنانچه کوئی یک جوزه اند
از آن هر یک بوی مشک از خود بداند اهل ایمان میرسید پس فرمود که برخیزید و بر این بساط
بنشینید همه بر خاسته بر یک نشستیم و آنحضرت تنها بر یک ایرو دیگر پس کلمه چند تکلم فرمود و بگویند
نغمه پس اشاره پا کرد که بجانب مغرب روانه شوادی در زیر آن دو ابر در آمده و ابر را با انگشتی
تمام برداشته بر هوا برد و ما درین وقت چون آنحضرت نگاه کردیم دیدیم که جامه زرد پوشیده و جامه
از یاقوت سرخ بر سر دارد و نعین که بند آن از یاقوت ابدار بود و پا کرده و انگشتی از سر و ابر و نعین
که روشنی آن چشم را خیره میساخت و در انگشت وارد بر کرسی از نور شسته امام حسن علیه السلام آنحضرت
گفتند که ای پدر بزرگوار همه مخلوقات سلیمان را بحیث اکثری اطاعت نمودند و شمار را بر چه سبب دانند
فرمود یا ولله انا وجه الله و انا عین الله و انا لسان الله الماطق و انا ولی الله و
انا نور الله لا یطفئ و انا باب الله الذی یوتی و انا حجة الله على عباده و انا
کفر الله فی ارضه و انا قسیر الخبثه و النار و انا سد ذی القرنین و انا جعلتهم
یعنی ای نور دیده من و جبر الله و عین الله و لسان الله و ولی الله منم و آن نور که فرو نشیند و آن
در که از آن در بخت توان رسید منم و حجت خدا بر خلق منم و گنج خدا و زر کین منم و قسمت کننده بهشت
و دوزخ منم و سید ذی القرنین به منم و دو قرن را برای منم قرار داده بودم که بآن شهید بود
میخواهی که خدمت سلیمان بنویسم دست و ریل کرده انگشتی بر آورد از طلمای انجم کشیش بود از یاقوت
سرخ فرمود ای نور دهن این خاتم سلیمان است نامهای است که در نقش کرده اند سلیمان گوید
که تعجب حضار زیاده شد بحدیکه گویا اورا نمی شناسند پس فرمود اینها از مثل من عجیب نیست خدا
سوگند که بنامیم امر فرزند شما آنچه پیش ازین شما ندیده باشید پس امام حسن گفت آرزوی ما آنست
که سد ذی القرنین را با ما نمانی پس آنحضرت با در امر فرمود که ما را آنظرف که حسن میخواهد ببر و بخار آن

از باد و آوازی چون آواز زمره جاری رسیده و مار بر دوشته سپهر و امیر المومنین علیه السلام بر آن کرسی
نشسته از بی مایی آمد تا باد مار را بکوه بلند رسانید درختی عظیم بر آن کوه بود خشک شده برگهایش
ریخته یکی از آن گفت یا امیر المومنین این درخت را چه رسیده که او در قش ریخته آنحضرت فرمود که از در
به پرسیده تا حال خود بگوید امام حسن مثنوی نمود و از درخت سوال کرد مالک اینها الشجرة یعنی چه شده است
ای درخت که سبزی از تو رفته و برگت ریخته جواب داد امیر المومنین فرمود و اجهم باذن الله اینها
الشجرة و اخیر هم نخیر - ای درخت بنظران الهی جواب ایشان بگو سلمان گوید بخدا قسم که درخت شکله
نه گفت - لیلیک لبیک یا وحی رسول الله و خلیفه من بعد و حقاً خطاب با ام
حسن کرد که هر شب وقت سحر قدرت بر نزد من می آمد و در وقت نماز گذارده تسبیح و تقدیس حق تعالی
مستول می شد می رفت و آمدن و رفتش بر کرسی نوز میان ابر سفید می بود که از آن بوی مشک از
بستان می رسید و من از استقام روح از آنی آنحضرت و آن نه سر نیز و با طراوت می بودم و اکنون
چهار شب شده که تشریف از زانی نفرموده از عفو رفت پدر است که عالم بین مرتبه رسیده و اگر از این
استدعا کنی که لطف خود از بین بچورد و در ندارد آمدن او مرا بحال خود باز نمی آورد پس شاه ولایت نیز
آن درخت رفته دو کیت نماز گذارده دست مبارک بر آن درخت الیه سلمان گوید که بخدا قسم که
از آن درخت که شتان نیز خواست نه الفور سیر شده و برگ آورده سیوه میرون کرد و این حضرت
بر کرسی خود قرار گرفت و مار بر دوشته بماندند بجه یک دینا - تمامی در نظر اسب سبزی نمود و در جوانی و عظیم
سر او در زبر قرص آفتاب و پائی در قعر محیط و یکدست در شرق و یکی در غرب از علی علیه السلام رسیدیم
که این کسیت فرمود که حکم خدا من او را برین موضع نصب کرده ام و بنابر یکی شب در بستانی رود
مکمل ساخته و چنین خواهد بود تا روز قیامت پس باد مار بسزد و یا جرج برود و آنحضرت علیه السلام با خطاب
نمود ا به طلی تحت هذا الجبل - یعنی ای ابر و وزیر کوه فرو داد آن که بلند غلامانی گویا شبی برود
بوی در دوا بجا ستام میر رسید یا جرج را دیدیم و از کثر ایاتان تعجب نمودیم و ایاتان را در صفت
دیدیم و یکی طول ایشان بسند کرد و عرض ده کرد - و منقی طول همه گز و عرض هفتاد و گز و منقی بگشتن را

کحاف و دیگر برادریان میگردد یکی از حال آنها پرسید حضرت علیه السلام فرمود حاکم این جمع بمجموعه
 منم و همه در حکم من اند پس بیا و حرفی گفت با و ما را بروشت بگوه قاف رسانید که ای دیدیم
 چون یا قوت سرخ که محیط همه و میا بود فرشته بشکل آدم بروی موکل چون آن فرشته را چشم برافشاد
 گفت اسلام علیک یا امیر المؤمنین پس حضرت طلب کرد که مطلب خود را عرض کند آنحضرت فرمود
 که حضرت زیارت برادرت در مصاحبت میخواهی برو حضرت دایم پس فرشته بسم الله الرحمن الرحیم
 گفته ای شد بعد از آن درختی دیدیم چون درخت اول بهمان طریق سوال جواب واقع شده در
 گفت ثلث اول شیخ علیه السلام نزد من می آمد سپس از نماز و تسبیح و تهنیت پس اسی سوار شدن
 میرفت و من بنزد خورم بودم پس روزی که فیض قدوم از من گرفته و منم که اخته و اوقتم فروخته
 از مفارقت دوست و امام من التماس نمود حضرت دست مبارک بر کوشید درخت گفت استشهد
 ان لا اله الا الله و ان محمدا رسول الله و انک امیر المؤمنین و الامة المبارکة
 الطیبة و صی رسول رب العالمین من قک بک بنی و صرت خلف عنک هو پس
 آن بنزد خورم شد و طراوت یافت و مادر زیر آن ساعتی آرام گرفته پرسیدیم که یا امیر المؤمنین آن
 فرشته کجاست فرمود که دیدم در برخیل غلمت که عبود نمودیم فرشته که بر آن موکل است حضرت زیارت
 این فرشته طلبیده بود و امر دوز این رفت که نذر آن نماید یکی از یاران گفت که مگر ملاکه به باذن شما
 از محل مکان خود حرکت میکنند فرمود بخدای که اسمها بنا را بے ستون آفریده که هیچ یک قدرت ندارد
 که بے حضرت من از جای خود حرکت نماید و اگر بے اذن من بقدر نفسی حرکت نماید حضرت از غیبت
 بهر برق غضب خود آنرا بسوزد و بعد از من فرزند من حسن و بعد از حسین و بعد از زکریا و اولاد او که هم
 ایشان قائم آل محمد است صلی الله علیه و سلم این حال دارند و هیچ ملکی از ملاکه مقربین احد
 نباشد که یک نفس بے ازاده ایشان برآورد یکی نام فرشته که موکل ثبات است پرسید فرمود بر خلیل
 کن چشم یا امیر المؤمنین نه ما دیر روز خدمت شما بسر بردیم کدام وقت نزول اجلال در آن کن
 شده بود فرمود چشم خود را بپوشانید پوشانیدیم امر بکشودن کرد و کشودیم خود را در ملکوتی دیگر یافتیم

گفتیم این بذاشی عجیب فرمود ملک الموت در قبضه اقدار من است که شمار طاقت اطلاع بر آن
 و همدان من بنده مخلوقم من مخلوقات دیگر در اکل و شرب و خواب و بیدار ماند و دیگران را که اندکی با دانه
 من سیدانم بدانید و بهائی شتاب شنیدن آن ندارد و بدانید که اسم اعظم حق تعالی بنفاهد من است
 نزد آصف بن برخیا که تحت بقیاس را یک چشم زدن آمد و زرد سلیمان یک حرف بود و زدن بنفاد
 و در حرف یک طرف علم غیب است که مخصوص ذات اوست و لا حول و لا قوة الا بالله العلی اعظم
 بر که مرا ساخت و منکر شد هر که مرا منکر شد پس آن برادر امر فرمود که از باغی رساند که در سبزی و درختی
 بار و نه هشت برابر می نماید در آنجا جواسی را در میان دو قبر مشغول دیدیم گفتیم یا امیر المومنین این
 جوان کیست فرمود این صاحب بنی است و این دو قبر از پدر و مادر اوست و چون چشم صالح بر صالح
 المومنین افتاد و بیتا بانه پیش آمد و سینه بی کینه آنحضرت را بوسید و گریه کنان بشکوه و آه گفت
 او اتلی می داد پس دیدیم که صالح چرا میگردد و فرمود که از دو بر پرسید نام من فرمود ایها العبد الصالح چه
 چیز ترا میگرداند فرمود که پدرت هر روز در وقت طلوع صبح نزد من می آمد و با هم نماز میکردیم و بعد از آن
 نشاء و عینت من بود در عبادت و امر در ده روز است که تشریف نیاورده چون او را دیدیم غم
 نمائید گفتیم یا امیر المومنین این عجب ترین تا هر روز در صبح در خدمت شما میسر میریم چگونه در آنجا
 اینجا آمده با حضرت صالح نماز میکنی فرمود که اگر خواهید مسلمان از زیارت کند گفتیم یا امیر المومنین
 ما از روی نیست شاه ولایت برخاسته روانه شد و در خدمت پستمانی رسیدیم که کسی آمد آن
 دندیده آبپائی جاری و مرغان خوش الحان و فواکه بسیار چون آن مرغ از اجسم بر آنحضرت
 افتاد و در دوازده گز دستش در میزنند و اطراف میگردند و در میان هشت تختی از فیروزه دیدیم
 جواسی بر دو خوابیده که ستمای خود بر سینه نهاده دو مار بالای سر دامن پائی قرار گرفت
 ماران آنحضرت را دیدند دست او غلطید گفتیم یا امیر المومنین این جوان کیست فرمود سلیمان
 را از پشت خود بر آورده در گشت او کرد و گفت قسم باذن الله که هیچی عظام و حتی میم فی الحال
 علیه السلام برخاست و گفت اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له و ان محمدا

و رسول الله صلى الله عليه ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون
واشهد انك وصي رسول الله الهادي المهدي الذي سالت الله لبعثته ومحبته اصيلته
ما اتاني الملك يعني گواهی میدهد که خدا منراي پيشتري گييت واورا شريك نيت و بدرستي
محمد بنده او و فرستاده او را و ستا و پيغمبري را و انهار كردن دين حق و هر ديني غير دين او است
باطل باشد و دين او تا نسخ دين نباشد اگرچه مشركان زمين مني را است داشته باشند و گواهي بهم
كرد و وصي و جانشين رسول الله و تو لي راه نمانده راه يافته كه بوسيله تو سوال كردم من از حق تعالى
محبت تو و محبت اهل بيت تو و من حق تعالى آنچه داده از ملك با دشمني مثل آن چه كه از او دارم
آدم نداده بود اگر محبت تو شيعي مني مستقيم آن سلطنت و بزرگي من عطا مني فرمود پس ما
آن سرور و زو سليمان عليه السلام بپا بوس آن پيغمبر خدا شده هم پس سايمان را و اوع نموده بر حق
و سايمان بجال خود برگشت و ما پيغمبري كه ما اير الومنين شمار علمي با نچه در پس كوه ناهست فرمود
كه خلاق عالم و موجد بني آدم چهل عالم در عقب كوه قاف آفريده كه هر عالمي چهل برابر ديوانه باشد و علم من
ما و را مي كوه محبوسست بجال اين دنيا و آنچه درين دنياست بعد رسواي ا صلى الله عليه و آله
نگاه دارند و آن عالم منم و پيغمبر من اولا و من حافظ شريعت نبوي و وارث علم مصطفوي
خواهند بود تا روز قيامت و من و اما تر م بر اينها كه در آسمانهاست در ايهها كه در زمين است و ايتيم اسم
مكنون و اسم مخزون الهي و ايتيم اسم حسني كه چون خدا را بان اسماء بخوانند و ايتيم صاحب آن
ناهما كه بر عرش و كرسي شته است و ايتيم قسمت كننده هشت و دوزخ و از ما تعليم گرفته اند ملائكه
اسماها تسبيح و تلهيل و تكبير و تحميد الهي و ايتيم آن كه گاهي كه چون آدم عليه السلام
تلقين نمود توبه اش قبل شد و من ميدانم اين اسم عجميه و اسم عجميه را بركت اسم اعظم
كه اگر بر برگ زمين بان حرفي بنويسند و در آتش اندازند نسوزد و طراش ميل نميرد و گاهي
و هر كجاست و روشني روز از ناهايي نامي باست و آسماني ما را چون بر آسمان نقش كردند بستان
استقامت يافت و زمين بان نقش گشته سطح شد و چون بر باد خوانند در حر كست آمد

و بر برن زشتند انسان بند و بر عدو قلم نموند عاصع تند و بر جبهه امیر بیل نفس کردند مسلم بکلم متبوع
 قلادوس رب للک لکذ و الفوج گردید و چون کلام مجنون نفس باین تمام رسید فروزد و پیشانی
 خود را بر سینه بر ستیدیم مار گشت بکنا بید بکنا ویم و خود در شهری دیدیم ستیل بر بازو زائی نمود
 و قصر زائی رفیع مرد مست در نهایت مدهی قاست و کمال استفاست هر یکی چون بکلی پس نشسته بود
 که برن کرده از بنیة قوم عا و اند که مورد کفر و ضلالت و ظلم و جهالت گرما زانند و ایمان سرب از باب
 و در حساب نذرند و شهر ایشان را شهر اسے سترق بودند و امر خالق سی چون قلع و قمع اینها نمود
 مایں مکان نشان مل بودم تا سارا در جیاه میند و شمار آن شمع گشتید و من و داعیه دارم که بایں گرد
 مقابل نامکم پس آن قوم را و حدایت خدا و ریاست محمد مصطفی صلی الله علیه و سلم و لایب خود و ذوت
 نمود و ایشان را بنو دند و بسیاری را بکشت و چون خوف را استاده نمود و مرد ما آمده دست مبارک را
 بر سینه ما مالید و خوف از ما نازل شد بار دیگر با و بر بن ایشان را با سلام خواند ایمان یا در دند برن و عظم
 ظاهر شد و چیزی حید میخواند که ما فهمیدیم و ما را چنان ستاده می شد که این مرقی رعد و صاعقه از زمین تهر
 بر می آمد و حید ان حداسے بود که پدید آمد که غنیمتیم البتة آسمان بر زمین آمده که کوهها از هم
 فرو می ریزد و تا آنکه یک تنفس از ایشان نماند و چون از مجاد که آن قوم فارغ شد و آن رعد برن
 در ظرف شد است عا نمودیم که یا امیر المؤمنین باز و وطن باز رسان که زیاده برین طاقت نمانده این
 امور در ام آن امر را خلسید بر آن سوار شدیم و آن حضرت حکم بکلمی شد باد ما را چو او برده
 بجای ایستاد که نیا بقدر و بهی جانند میسر کردیم و بعد لجه خود را و رفاته امیر المؤمنین دیدیم این
 مکان که سازنده بود و دم و چون نزد آمد شیتیم باک نمودن تنیدیم که اذان نهری امیکست
 ما دل صبح بود از طلوع احباب را بهی شده بودم که در پنج ساعت بجایه سالار را دلاطی بودیم
 چون ما را انتخاب دمد و نمود بخدائی که نفس من مید قدرت اوست که اگر خواهم شما را در ظرفه الحسن
 در جهیم استخوانها در من با گرد اسیم بر آن قادرم دین قدرت غنیمت باذن خالق بر و وارث
 حیرت خلیفه یا خاتم دسم ولی و صی الکحبر صلعم در حین حیات و در زمان و ملک و یکن

اکثر مردان نے داند سلمان گفت لعن اللہ من غصب حقا و حدک را عرض عنک
وضا عفت العذاب الایسم۔ انتہی بلفظہ۔ اسی حضرات شیعہ اس حدیث کو پڑھا اور جناب
امیر دیگر ائمہ کی محاد و مناقب کو جو اس روایت سے ثابت ہوتے ہیں دیکھا کہ حضرت کا مرتبہ
کیسا عاتقی آپ کے اختیارات کس قدر وسیع ہیں آپ کی قوت و شوکت کس درجہ پر ہے ابراہیم کا بیٹا
ہوا آپ کی دوزخی تمام ملاکہ آپ کے چادر ختنو کی لیے آپ آب حیات سے بہتر اسم اعظم آپ کا کہ انگریزی سلمان
آپ کے ہاتھ میں ایسا آپ کے والد و شیدا انبیاء و انبی آپ عقدہ کسار عدلی کرک آپ کی زبان میں بحبی
کی چمک دہان میں۔ ہر چیز آپ کو معلوم تمام عالم آپ کی نگہبانی میں ہوتا یا جوح و باجوح آپ کے
قبضہ افتد میں۔ کفار فجار کو ایک لمحہ میں خاک سیاہ کر دین۔ ذوالفقار آپ کی اہل نفاق کو کفر
ایک دم میں تباہ کر دے۔ قوم عاد کو جو قوت و شجاعت میں لاثانی تھے ایک دم میں نیست
و نابود کر دیا۔ پس ایسے شخص کی نسبت یہ کہنا کہ اوں پر چند منافقین سے ڈر کر یہاں تک تقیہ کیا
کر دین ہی تباہ ہو گیا۔ اوردہ اوں کی بیٹی ہی چھین لیں اور اوں کی زوجہ کو یہاں تک مارا کہ حل ہی
ساقط ہوا اور وہ اوں میں جلست گر گئی بلکہ خود ان کی موافق مسائل خلاف حق بیان کرنے لگا۔
اور اوں کو نگو ان کی گمراہی پر اور میں اور بدکار ہو گیا اور صد ہا اسی قسم کے بائیں جو کہتے ہیں۔ نوذو با
من تک الکفریات۔ اخیر سر و اغل بلکہ مجنون اور دیوانوں کی بڑی زیادہ وقت نہیں کہتے
اور یہ کہنا کہ خداوند تعالیٰ نے بمقابلہ چندی ادبائیں منافقین کے وصیت کی تھی کہ ہرگز نہ گزراں
لوگوں کی سامنی سانس ہی نہ نکالو۔ چون تک نہ چو۔ جو کچھ چاہیں کریں صبر و سکوت کے جبلتیں کو
ہاتھ سے پیچو۔ خدا تعالیٰ کی خدائی پرستج بلکہ خوف کا وہ نگاہ ہے کہ ان لوگوں سے شیعیان
پاک کا خدا ہی ڈرنا تھا نوذو با دین و پاک۔ اس قدر گزارش سے عقلا پر ہماری استدلال و
ثبوت مدعا کی کیفیت کھل چکے ہیں اور نقل روایت طویلہ میں ہمارا وقت گزرا یہ بہت ضرر
ہو چکا ہے اس لیے اس روایت کے نسبت ہم اس سے زیادہ نہیں بلکہ کہتے۔ مگر اتنا بھی واضح
رہے کہ حسب تصریح صاحب ارغام یہ روایت جیسا عالم محقق فاضل مدتی استانی نے

اپنی کتاب المستمین بیان کی ہے اور اس کی معیہ ہونے کا اقرار کیا ہے۔ صاحب
منہج تحقیق اور مولف معجزات مثنوی نے یہی نقل کیا ہے (میسری روایت) صاحب آیت
بنیاب نے کشف الغمہ کی نقل کی ہے۔ روایت مست از محمد بن خالد رضی کہ روزی عیسیٰ
بن خطاب در شانہ خلیفہ از حاضران سوال کرد کہ اگر من خواہم کہ شمار از مخلوقات دینیہ و معتقدات
واحکام شریعت محمدیہ صرف غایم و گویم کہ از معتقدات برگردید و رجوع نمایند بقواعد و دران
جائیت بود شمار من چه خواہم کہ آیا مانع من در آن خواہم شد یا مخالف من مردمان ہر خاندان
شدند و چسبند چاہے گشت عمر دیگر یا برہمن سخن را عادیہ کردار و سچسچ چاہے نشند میں دیگر یا برہمن
معاملہ عادیہ کرد و تہاہ و ولایت فرمود کہ ہر گاہ از قوانین حالت مشاہدہ گرد و دراز دین مسخ و منور
یا ہم نام و بوجہ طلب کسب ہم و اگر تو بکئی توبہ ترا قبول کسب ہم و اگر کئی ترا کردن نسیم عمر چون این
سخن از شاہ اولیاء شنبہ گفت در دین ما مردان ہستند کہ اگر خوف تویم را بطریق کسب ہم ہم
وثابت دارند۔ انتہی بلفظہ اس طیت کے معنوں کو بیکر سو چین کہ جب جناب امیر خلفار
کے ساتھ یہاں تک صاف گوئی و مانتے تھے اور ان کے زبانی با تو نہیں انکی قتل کے مستعدی ظاہر فرما
تھی تو اگر خداوند دین کی غریب کرتے بنات کو غضب کرتے تو آپ کیون چکر مٹی ہتھے
(چوتھی روایت) صاحب آیات جنات نے حیات القرب بلا باقر مجلسی سے ملخصاً و مختصراً
نقل کی ہے علی بن ابیہم از زید بنہ روایت کردہ است گفت روزی با عمر بن خطاب برای فرقت
نما گاہ غصہ را بے در را و یکنہم و بعد اسی ارینہ او شینہ شد مانند کسی کہ از ترس ہوش متو گشتیم و شہ
ترا ای عمر گفت مگر زبانی شہ شہی است را و معدن کرم و قنوت را کشتہ ملاخیان و باخیان
درینہ شہ شیر را محمد را صاحب تدبیر را چون نظر کرد ہم دیدم علی بن ابیہ طالب را دیدم
را لی قولہ اما این ساعت نرسن او را دل من بدر زلفہ است ہر گاہ کہ او را بے جہنم جنین
ہر سان تہی تویم۔ اس روایت کو ملاحظہ کیجیے جب جناب عمر کی جناب امیر کو چکر مٹی ہتھے
ہوئی تھی کہ شدت خوف و ہست سے حواس باختہ ہو جاتے تھے لہذا جہنمی لگتا ہوا

روایت حسن ابیہم از زید بنہ روایت کردہ است

روایت حسن ابیہم از زید بنہ روایت کردہ است

تو کیونکر قیاس میں آسکتا ہے کہ معاذ اللہ ایسا بزدل ایسے شیر بیٹہ شجاعت کی دختر نیک اختر کو
 غضب کر لیا جو دے اور وہ چپ ہو رہے اور چون و چرا کر کے (پانچویں روایت) قطب
 راوندی نے حراج و جراح میں روایت کی ہے۔ منہما روی عن سلمان الفارسی قال ان
 علیاً بلغه عن عمر ذکر شیعة فاستقبله بعض طرق بساتین المدینہ و فی ید علی
 قوس فقال یا عمر بلغنی عنک ذکر شیعة فقال اربع علی ضلعک فقال انک لہما ہما ثم
 رمی بالقوس علی الارض فاذا ہو الثعبان کالبعیر فاخرک فاه وقد اقبل نحو عمر لیتبلعہ
 فصاح عمر اللہ اللہ یا ابا الحسن لا عدت بعد ہا فی شئ وجعل یتضرع الیہ ف ضرب بیدہ
 الی الثعبان فعادت القوس کما کانت فمضی عمر الی بیتہ مرعوباً قال سلمان فلما کان
 اللیل دعانی علی فقال سر الی عمر فاند حل الیہ من حاجتہ المشرق مال ولم یعلم بہ احد وقد
 عزم ان یختبئ فقل لہ یقول لک علی اخرج ما حمل الیک من المشرق ففرقہ علی من
 ہولہم ولا یخسہ فافضحت قال سلمان فمضیت الیہ وادیت الیہ الرسالۃ فقال
 اخبرنی امر صاحبک من ابن علمہ بہ فقلت وہل یخفی علیہ مثل ہذا او قال یا سلمان
 اقبل منی اقول لک ما علی الاساحر والی لم یشفق منہ والصواب ان تفادقہ ولعلک
 جملتنا فقلت بئس ما قلت لکن علی ورث من اسرار النبوة ما قدر انیت من عندہ

۱۔ بخبر حضرت جناب میر کہ جو سلطان فارس سردیہ کہانہ علی کو خبر پونہچی کہ عمر کے شیوکا ذکر کرتا ہے مدینہ کو بانو کو بعض بنوین عمر کے
 سامنے آگیا اور علی کے اہل بیت میں کمان بنی فرمایا ای عمر میرے شیعہ کے تذکرہ کی بھی جھکو خبر پونہچی ہے اونہی کہا ذرا اپنی بھی پرزہ می کر علی نے فرمایا
 (مان) تو یہاں جو اور اپنی کمان کو زمین پر بیٹھایا اچانک وہ ایک اڑنا ہو گئی اور موندہ کہو لگو عمر کی طرت او سکھ گھٹنے کے واسطے توجہ
 ہوئی عمر چلایا پراپی خدایا پاس میں پہر کہی کسی امر میں ایسا نہ دیکھا اور عاجزی کر کے لگا آئے اڑنا پر اہتہ مار تو وہ جیسی پہلے لگا لکھا
 ویسا ہی ہو گیا عمر اپنی گہر خوف زدہ چلا گیا سلمان نے کہا جب رات ہوئی ہر المومنین نے جھکو مار کر فرمایا کہ عمر کے پاس جا مشرق کی جانب
 سو او سکھ پاس مال آیا ہے اور سبکو اسی پر زمین اور او کا قصد ہو کہ وہ مال روک کر چوس او سکھ کہہ کر علی تک کو کہنا ہے کہ جو مال مشرق
 کی طرف تیرے پاس آیا ہے او سکھ حال اور مستحق پر بانٹ دی اور روک مت (دور) میں بحث کو فقہیت کو فرماتا۔ سلمان کہتا ہے
 میں او سکھ پاس آیا اور پیام پہنچایا عمر نے کہا کہ جھکو اپنی پار کے امر کی خبر دے کہ اونہی ہو سکوا کہانی جانا مینی کہا کیا اوس سے ایسی باتیں
 مخفی رہ سکتی ہیں۔ پہر کہا۔ ای سلمان جو میں کہتا ہوں مان سے علی معرفت جا دو گر ہے اور میں اوس سے ڈرنا ہوں
 اور بہتر یہ ہے کہ تو بھی اوس سے جدا ہو جائے اور ہم میں شمار کیا جاوے میں نے کہا تو فرمایا کیا عمر علی نبوت کو اسرار کا
 وارث ہوتا ہے جو تو دیکھ چکا ہے اور او سکھ پاس - ۱۲ -

الکثر ما رایت منه قال ارجع الیه فقل له السمع والطاعة لامرک فرجبت الی
 علی فقال لحدک ما جری بینکما فقلت امت اعلم به منی فتکلم بکل ما جوی بیننا ثم
 قال رعب الشعب قلبی لے ان یوموت انتی بل غلطہ ہمارے فاضل بنی طیب اس روایت کو
 خواص جو ارجح اپنے قطب الاقطاب کے صفحہ نمبر ۲۱ و ۲۲ پر بنور ملاحظہ فرما کر فرما دیں کہ مدلول اس حدیث کا
 پہلا واقعہ ہلہ ہے یا بدل حدیث شریف اول فرج غضبت کا اگر یہ قصہ اژدہ پہنے واقع ہوا ہے
 تو میرے کیا کسی قاتل کے سچہ میں نہیں آتا کہ جو شخص کسی کے شیعیان باک کا بے ادبی سے نام
 لینے پر ایسا بڑا مجروح و کچھ چکا ہو۔ اور مرتے تک اس کو دین میں دہشت باقی ہو اور شیعوں کی اس قدر کشتہ
 اور اعانت دیکھ چکا ہو۔ بیٹی کے غضب کا تو کیا ذکر وہ لونڈی کا بھی نام لے سکا اور اگر نہیں
 محال نام لے ہی تو اس وقت ہی ایک مجروح دیکھا کہ اس کو ڈرا سکتے تھے اور اگر غضب فرج پہلے
 ہوا تھا تو کیا جو شیعوں کے نام لینے پر کیا وہ غضب و خیر پر نہیں کیا جاسکتا تھا کیا غضب و خیر
 شیعوں کو صرف نام لینے سے ہی کم درجہ ہے اسی حضرات تکو بہتاری شیخ کی قسم ہے ذرا تو اپنی
 دین و ایمان اور عقل و انصاف سے فرادہ ہمارے نزدیک آپ صاحب مہربانی نہ کیے اس سے بہتر دوسری کوئی
 توجیہ نہیں فرما سکتی کہ جناب امیر جو عالم و ماکان و مایکون سہے آپ کو ام کلثوم کے حیثیت سے
 معلوم ہو گیا تھا کہ ام کلثوم زمرہ نصیب میں سے ہے کہ بعد میں معتقد صحیحہ خلافت عمر بن ابی بکر
 آپ کے حکم الخیفات الحبشین اس کو بخوشی و رضا مکرودید یا ع کند جنس باجنس پر و آہائی
 حضرات مدعیان دلائل تک جہان تم صد سادات سنہ سینہ کو فرو فاسق و نابھیں کہتی ہو
 اگر ایک بیجاری ام کلثوم کو جو آیت تطہیر میں ہی داخل نہیں ہے بلکہ اس کا صحابہ ہونا زیادہ ثابت
 بدگوئی ہے بڑا بہا کہہ دو گے تو میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ تمہاری اصول مذہب کے ہی رضائے مذہب کا

سے جو دہ دیکھا ہے اس سے ہی زیادہ ہے اس نے کہا تو اس کو پاس اس جا اور کہہ کر تیری حکم کا میں مطیع ہوں میں
 شیخ پاس اس کیا دہے کہا ہو تمہاری باجمہ باقین ہو میں بخیر بیان کروں میں نے کہا کہ آپ ان کو بجز زیادہ
 جانتے ہیں پہلے ہر سب باتیں بنیادی۔ پھر نہ آیا۔ کہ مرتے تک اژدہ کی دہشت باک و دین برہم کی

بہارِ نبویؐ میں ہے کہ جب رسول اللہؐ نے مدینہ منورہؐ کی طرف ہجرت فرمائی تو آپؐ نے اپنے پیچھے ایک شخص کو بھیجا کہ وہ لوگوں کو بتا دے کہ میں نے اللہ کے رسولؐ کو اپنا سر تسلیم کر دیا ہے اور میں نے اپنے آپ کو آپؐ کے تابع کر لیا ہے۔

وَلَا يَلِيكَ صَنِيعٌ وَلَا غَمٌّ مَقَامُ الْعَبَّاسِ فَحَسْبُ عَيْتِهِ وَقَالَ يَا ابْنَ أَخِي مَا خَابَ مِنْ
 أَنْتَ نَاصِرٌ مَكَانَ هَذَا فَعَلَّ عَمْرًا بِالْعَبَّاسِ عَمَّ رَسُولَ اللَّهِ وَقَدْ قَالَ فِي غَيْرِ مَوْطِعٍ
 مَدَنِي عَهْدَ **ع** الْعَبَّاسِ نَفْسِيهِ الْأَمَاءُ وَالْأَجْدَادُ فَاحْفَظُونِي ذِيهِ كُلِّ فَيَكُنْ دَائِمًا
 كَتَفَ **ع** الْعَبَّاسِ قَتْلَ إِذَا هُوَ فَتَدَاذَانِي وَمِنْ عَادَاهُ فَقَدْ عَادَانِي فَسَلِمَ
 سَلَمٌ وَحَرَبُهُ حَرْبِي وَقَدْ إِذَا هُوَ عَمْرًا نَلْتِ مَوَاطِنَ ظَاهِرَةٍ غَيْرِ خَفِيَةٍ مِنْهَا قَفْصَةٌ
 الْمُنَابِ وَلَوْ كَاخُوفٍ مِنْ عِلَى عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَزِدْكَ عَلَى حَالِهِ امْتَنَى - خدائے کے لیے
 اس بات کو ذرا غصہ نہ ہو کہ جو کس نے اس کی ایک طرف سے غلطی فرمادی تو اس نے اس کی ایک طرف سے
 وسعت و بزرگواری کی اور اس کی ایک طرف سے اس کی ایک طرف سے وسعت و بزرگواری کی اور اس کی ایک طرف سے
 کی وسعت کی بجا آوری اور اس کی ایک طرف سے اس کی ایک طرف سے وسعت کی بجا آوری اور اس کی ایک طرف سے
 امیر نے فرمائی - کیا جناب سرور کائنات کے حکم کی تعمیل میں میں ہوتی ہے - جیسا کہ
 امیر مراد کے اہل شیخ اتہام لگاتے ہیں - افسوس - کوئی شخص ان حضرات انصاف و انصاف کے
 دوستوں سے بچے کر کیا امامت کا چہن جانا بات کا غصہ ہونا حضرت عباسؓ کے پرانا
 برابر ہی نہ تھا - جو با جماع جمہور طائفہ ناصب الایمان میں - حالانکہ قاضی صاحب شوسہ کے شرمندہ
 بالائی حلق کہہ کر فرماتے ہیں کہ امامت کا چہن جانا ہزار فروج کے غصہ سے ہی زیادہ ہی تو
 موافق آپ کے قاضی صاحب کے فیصلہ کے پرانا عباسؓ کا معاملہ ہزار فروج کے غصہ سے ہی زیادہ ہی تو
 ہو گیا کیونکہ امامت ہی بڑا کلمہ ہوا - وہل ہذا الاستفسار ضاح - پس جب جناب امیر نے اس پر فرمایا
 اسے اور جب کہ وہ ظلم و غصہ نہ پہنچا گا عباسؓ اور آپ کی بیانی ہوتی اور کہا اسے پہنچو جبکہ وہ دگر ہو گا وہ خدا
 میں ہیں ہے تو عباسؓ عم رسول اللہؐ کے ساتھ عرکہ فیصل ہوتا اور اسے چاہئے کہ باہین اپنی وصیت کے موافق ہو
 کو میرا عباسؓ آنا اور جد و جہد ہے اس کے باہین میری وصیت کو دہرا کہ میری وصیت میں ہے اور میں اسے چاہتا ہوں کہ میری
 میں جسے اس کو ایسا ہی اور نہ ہو گا اور نہ ہی اس سے مدد کی اور نہ ہی اس سے مدد کی اور نہ ہی اس سے مدد کی اور نہ ہی اس سے مدد کی
 راوی میرے رائے اور اس کو عمر نے میں موافق میں - ظاہر ہے کہ یہ ایسا ہی ہے جسے اس کے پرانا کا معاملہ ہزار فروج کے
 علی کا خوف ہونا پرانا کہ اس کی حالت پر چھوڑنا - ۱۲ -

بہارِ نبویؐ میں ہے کہ جب رسول اللہؐ نے مدینہ منورہؐ کی طرف ہجرت فرمائی تو آپؐ نے اپنے پیچھے ایک شخص کو بھیجا کہ وہ لوگوں کو بتا دے کہ میں نے اللہ کے رسولؐ کو اپنا سر تسلیم کر دیا ہے اور میں نے اپنے آپ کو آپؐ کے تابع کر لیا ہے۔

بہارِ نبویؐ میں ہے کہ جب رسول اللہؐ نے مدینہ منورہؐ کی طرف ہجرت فرمائی تو آپؐ نے اپنے پیچھے ایک شخص کو بھیجا کہ وہ لوگوں کو بتا دے کہ میں نے اللہ کے رسولؐ کو اپنا سر تسلیم کر دیا ہے اور میں نے اپنے آپ کو آپؐ کے تابع کر لیا ہے۔

۱۱۔ قوم کا جواب قبول
الذات کی بابت اسی
کا فرض ہے اسے
فنا ہونے کا
قلم اس کی
سنت

دفاتر سرکار کائنات کے مخصوص و مذکور قتل کیا مہیا و حی خانہ البیت کو جلا یا البیت کے رات راس
 میں کوئی دقیقہ چھوڑا۔ جسکی وجہ حالت ہوا۔ اور اسکی طرف غضب بابت روایات میں منسوب ہے تو عقل
 سلیم کھٹکتی ہے کہ یہ تہقیر نہیں کیا کہ اسنے بھرنے کا کیا ہوگا جب وہ ایسا طبع اللہ پرکھنے سے پہلے
 کسی شائستہ حرکات کمرسون اور کو کیا ضرورت ہے کہ وہ کچھ کے جھگڑی کو خریدی کچھ کی نسبت
 بدون کچھ کے غضب میں تدلیل البیت زیادہ مقصود ہے اس اور شرط ہر اصول بتدیر وہی کیا ہوگا
 جو باعث تدلیل البیت زیادہ ہو تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ غضب اپنی منہی تحقیقی پر عمل ہے
 دوسری بات یہ کہ اگر تسلیم کیا جائے کہ مراد غضب سے کچھ بلا رضائی۔ تاہم غیہہ عانیین کی وجہ سے
 بصیرت فقہاء و قوم کچھ مومنہ کا دشمن البیت ہے قطعاً حرام بلکہ اسد محرم ہے اس حکم کو دے کر کچھ
 اسنے دشمن البیت کے ساتھ حرام ہو تو جگہ گوشہ قبول کچھ کچھ سرزد دشمنان البیت اور مرد قہار
 علیٰ نزع و شہید کے ساتھ کیونکر جائز ہوگا۔ پس جب یہ کچھ جائز ہوا اور حرام ہوا تو غضب از کچھ میں
 صرف تنازع لفظ ہی رہ گیا۔ اور اگر تفسیر اور جبر و اکراہ کا عذر فراہم تو وہ عقرب ایسا زبردست ہو چکا کہ
 کہ اسکی اصلاح فاضل مجیب سے بد وجہت ہی محال ہے ورنہ یصلح العطار من افند اللہ ہر تیری
 مدد جب نہ ہونے اپنی دشمنی سے جویر فرمایا ہے۔ کہ لگا چیکو غیر طیب خاطر ہوتا ہے احمک مستلزم البیت
 چہ جویر تہذیب و مقام ضرورت و منظور از باب خست ست چنانچہ جویر تناول میتہ در حال غم و غم
 فائس تفسیر گویند کہ شارع فعلی را بطریق تغیر واقع شود قائم وقت ہم نامور بہ قرار داد پس کیا اور
 ان امثال اہل البیت دایم سی مقتضی اہرست پس وقوع زنا لازم نیاید چنانچہ ہر گاہ جاری
 شخصی را در طلاق و اون زوجه اس اجبار ناید در عرف سے گوید غضبت از وجہ۔ حضرت کشمیری
 صاحب نے جبر و اکراہ و ضرورت و منظور کی نسبت جو کچہ جویر فرمایا اسکا قلع و قمع واجب ہے کہ جبر
 میں لیکن حضرت کشمیری اور ائمہ مقلدین سے اسقدر استفسار باقی ہے کہ کون حضرت جب
 جبر و اکراہ و ضرورت و منظور کی تہری اور مثل میتہ اور لحم خنزیر کی حالت مخصوص میں ہوئی تو جو کچہ
 جبر واقع ہوئے وہ مباح ہوگا اور جو کچہ ازراہ اکراہ و اجبار واقع ہوگا وہ عین مثال حکم حدودی ہوگا

تو پھر چاہیے لفظ غضب کو اس کے معنی حقیقہ سے پہلے کہ معنی مجازی پر محمول نہ کریں بلکہ معنی حقیقی پر محمول کر سنے سے اور زیادہ غاصب کی برائی پر دل ہوگا اور المیہ نبوت پر کسی قسم کا الزام لازم ہوگا کیونکہ دونوں صورتیں المیہ نبوت تو جو کچھ ہوا وہ بحالت مخصوصہ تقیہ کے پردہ میں ہوا جو ہر حال امر خداوندی ہے خواہ نکاح بلا رضا ہوا تو اور غضب ہوا تو لیکن غاصب کے حق میں اگر نکاح بجا برکت کیا جاوے تو ایک معصیت اگر اراہ کی ہی ہوگی پس۔ کیونکہ بعد نکاح تحقق زنا مفقود ہے۔ اور اگر غضب اپنے معنی پر محمول ہوگا تو بچش غاصب ایک برائی فعل غضب کے ہوگی اور دوسری زنا کی کہ اس کے حق میں لامحالہ یہ زنا ہوگا تب سوم نہیں کہ اس لفظ کو اس کے معنی حقیقی سے کیوں پہرتے ہیں اور معنی مجازی پر بلا ضرورت داعیہ اور بدون قرینہ کیوں محمول کرتے ہیں۔ واجب ہر کہ اس لفظ کو اس کے معنی حقیقی سے مصروف نہ کریں اور معنی مجازی کا ارتکاب نفراوین۔ رہا یہ کہ آپ کے حضرت کشمیر صاحب جو یہ نظیر پیش فرماتے ہیں کہ اگر کوئی جابر بھگوانہ کسی کی زوجہ کو اس سے طلاق دلوائی تو عرف میں کہتے ہیں غضب زدہ جتہ محض منسلط ہی کیونکہ اول تو اہل عرف میں ہر کلام ہی عینک کہ دلیل سے ثابت کیا جاوے بعد اس کی یہ نظیر اپنی مثال کی ہی مطابق نہیں اور اس کا غضب ہونا مثل ل کے غضب ہونے کو مستلزم ہے کیونکہ طلاق باکراہ دلوانا گویا ایک شخص کے ملک شے کو اس کے قبضہ و تصرف سے بلا جواز شرعی بھجیر نکالنا ہے۔ جس پر غضب صادق آتا ہے اور مائع فی بین یہ معنی مفقود ہیں کیونکہ نکاح با بھیر کی صورت میں کسی ملک و تصرف کو اس کی قبضہ سے نہیں نکالا تو نکاح با بھیر کی مثال ہوا۔ اچھا ہمنے مانا کہ یہ دونوں برابر ہیں لیکن یہ یہ دعویٰ آجی حضرت کشمیری کا غلط ہے کیونکہ اس عبارت سے نکاح اوسوقت مستفاد ہو سکتا ہے جبکہ غضب کے نسبت نفس عورت کی طرف جاوے اور جب اس کے نسبت عورت کی فوج کی طرف کر کے زیادہ شیعہ و بیح کی جاوے تو اوسوقت تاویل نکاح با بھیر کے مسلم نہیں بکا اوسوقت سبب اس کے غضب کا فوج پر وقوع میان کر کے غایت درجہ فوج و شاعت میں پہنچایا گیا کہ غضب حقیقی ہی مراد ہوگا تو اس وقت مسلم ہوتا ہے کہ اس پر ہرگز مراد نکاح با بھیر

بکہ غلبہ معتبر مراد ہے۔ مگر حضرت کشمیری صاحب اپنی خوش فہمی سے اس قید کو نہیں سمجھا
 یا تجاہل فرمایا ہو۔ غرض کہ یہ نسبت خواہ مخفی سے ہر مسئلہ پر یا مجازی معنی پر وقوعِ حرم
 میں اصولِ شیعہ پر کچھ کلام نہیں ہر طرح و مرام میں ماحضرات کا یہاں نہیں چھوڑتا۔ قولہ بالضرر
 اگر کلامِ کثوم نسبت زہرا ہی کا صحیح ہوا تب ہی کیا قیامت لازم آئے ہر یہ ظاہر ہے کہ یہ کلام
 بخوشی نہیں ہوا۔ اقول جب تو یقین کے کتب ستمبر اور روایات عمدہ کی نسبت ہے کہ یہ کلام
 ام کثوم نسبت فاسد یعنی اسہا نہیں ہے ہی ہوا ہے تو بالضرر کے کیا معنی یہ اسر زنی نہیں
 یہ تو دہائی اور تحقیقی ہی ہر لفظ بالضرر کہنا کفایت دہو کہ وہی ہے۔ اور جب آپنی اس نکتہ کو
 تسلیم کر لیا تو قیامت یہ لازم آتی ہے کہ تمام اصول و قریع شیعہ برباد ہونی چاہئے ہیں کہ یہ
 حسب روایات شیعہ جناب امیر المذاہب شریفین ہو سکتی تھی تو لامحالہ یہ کلام بخوشی ہوا اور اس سے
 جیسی کچھ سنا تھے شر بار خرم نہیں ہاں میر پر واقع ہونی ہر کسی فی خود چرخی نہیں کیونکہ اگر حضرت زہرا
 اس کے لیے اہل اور لائق تھے تو یہی نہ ہب شیعہ کی خرابی اور اگر لائق نہیں تھے تو ہم ہب شیعہ کی بربادی
 اور اگر با اہم یہ بہر ہی بنا خوشی و ناراضی یہ نکاح واقع ہوا تاہم ہم ہب شیعہ کی تباہی پس ساری
 فاضل مجیب کا یہ کہنا تب ہی کیا قیامت لازم آتی تا دیکھی یا تجاہل سے ناشی ہے روز جب روایات
 شیعہ کلام صحیح ہوا تو یہ کہنا کہ کیا قیامت لازم آتی اسر زنی ہر قولہ حرام پر شرح صحیح بخاری روایات و احادیث
 اقول ہم سابق عرض کر چکے ہیں کہ آپ کے قاضی صاحب شوستری نے اس روایت کو ابن
 جریر تاخر کی طرف نسبت کیا ہے جو ابن جریر کی ہے اور آپ کے کشمیری صاحب نے زہرا میں اس روایت کو
 متصل ابن جریر کی طرف منسوب کیا ہے تو بظاہر ہماری فاضل مجیب کے خوش فہمی سے مدد ہونی ہے
 کہ اپنی کلام میں جو زہرا سے لیتے ہیں یہ سمجھ کر کہ ابن جریر مطلق لکھا ہے تو مستطاب ہر روایت کو اس
 شرح بخاری میں لکھا ہوگا نسخ الباری کی طرف کہ با وافر از بہ نسبت فرمادیا حالانکہ وقتِ خلوت
 سبقت نہیں کے نسخ الباری کے حرفِ ممنوع بلکہ متبادر مطلق ابن جریر کی ایسی اس کے ذکر کرنے
 سے جو تسلسل حالات سے یہ ہو کہ کتاب اسباب ہے اور اس میں یہ روایات بطریق متداول موجود ہیں

لیکن اس روایت کا کہین نشان ہی نہیں بلکہ اس کا مخالف ثابت ہوتا ہے۔ اور اگر بالفرض یہ روایت
 مستح الباری میں ہو یہی تو آپ کے قاضی صاحب کا ابن حجر متاخر بیٹے کی کی طرف نسبت کرنا کذب
 و غلط ہو گا قطع نظر اس سے کہ قاضی صاحب نے قطع متاخر لکھا ہے اور قرینہ ہی دال ہے کہ مراد ابن حجر
 ابن حجر کی ہے وہ یہ کہ قاضی صاحب بعد نقل روایت کے فرماتے ہیں جبکہ حاصل یہ ہے کہ بعد
 اس روایت کے ابن حجر نے عمر کے ضم و تفصیل کی طرف جو عقد و تکلیف سے پہلے واقع ہوئی یہ عذر
 کیا ہے کہ کام کثوم بسبب سفر سنی کے اس درجہ کو نہیں پہنچ رہی کہ شہادہ ہو کہ اس کی ضم و تفصیل
 حرام ہو اور اگر وہ صغیرہ نہوتی تو حضرت علیؑ کو اس کیون پہنچتی۔ اور یہ عبارت صواعق ابن حجر کی سن
 مذکور ہے و تفصیل و ضم لہ اعلیٰ جہۃ الاکرام لانھا الصغرہا لم تبلغ حد التثانی حتی یحرم و لو کا
 صغرہا لایدیث بها ابوہا کذلک۔ مگر اس روایت کا جبکہ قاضی صاحب دعویٰ فرماتے ہیں ہاں
 کہین پتا و نشان نہیں نہیں ملتا ہے کہ یہ قاضی صاحب کی اس غلطی یا مخالفت کی تفسیر
 و تقلید ہوتے چلے آئے ہے بلکہ عاری فاضل مخالفین ادیمیر یہ اور طرہ نگایا کہ مستح الباری شرح
 صحیح بخاری کے طرف نسبت کر دیا جو ابن حجر عسقلانی کی ہے یہ اگر بالفرض یہ روایت کسی
 ابن حجر نے اپنی کو کتاب میں نقل کی ہو تاہم جب متعارض روایات جمہور محدثین کے ہے قابل
 اعتبار کے نہیں ہو سکتی اور اگر مستح الباری تسلیم کر لیں تو فاضل مجیب کا یہ ارشاد کہ با و اربابہ
 پکار رہی ہے یہ غیر مسلم ہے بلکہ بقاعدہ بحیث یفسر بعضہ بعضا بالانضمام دیگر روایات اس روایت
 میں انجامہ کے یہ معنی ہونگے کہ کثرت الحاح و مسالت اور نہایت تردد و مراجعت فرمائے اور ظاہر ہے
 کہ یہ سنہ عین مناقض دعویٰ سامی ہے اب لیجئے جو روایات کہ ابن حجر نے اپنے
 حرقہ کے باب حادی عشر میں مروی ہیں وہ روایات ان سے جمعہ معد المنہر فقال ایہا
 الذاس نے واللہ عاجلہ علی الحاح علی علی نے انہ الذاس سمعت رسول اللہ ﷺ

سنہ اور اس کا ضم و تفصیل کرنا تفہیم کے طور پر تھا کہ یہ وہ بسبب اپنی سفر سنی کے مد ثبوت کو نہ پہنچ سکتے کہ حرام ہوتی اور اگر
 اس کی کہی نہ ہوتی نہ اس کا باپ اس کو اس طرح پہنچتا۔ ۱۲۔ اور ایک روایت میں جو عمر بن خطابؓ سے مروی ہے کہ اس کی والدہ
 علیؑ کو اس کی دفتر کے سال میں الحاح کر کے پر ہیز کر کسی چیز نے بلکہ پر ہیز نہیں کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ۱۲

یقول کل سبب و صہر یقطع الا سیبہ رحمہ و انما یا یابان یوم القیمہ فتشفعان
 لصاحبہا فی رواۃ لما اکثر و ردہ علی علی بن ابی حمزہ فقال احملنی علی کثرۃ رد دی
 الیک الا انی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول کل حب و لب و صہر الخ
 ان روایات سے کثرت الحاح و مراجعت اور نہایت تردد و مسالت بہانہ ثابت ہے پس روایت
 ما عن فیہ من جو لفظ الحجابہ واقع ہے وہ یہی ہے کہ معنی پر محمول ہو گا علی اصول الیٰ علیٰ کیونکہ
 حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فاسق و فاجر و ظالم اور فاسق ہے اور نہ جناب میری شہ
 مظلوم مقہور و حیان و مغلوب تھے تو لامحالہ مطابق اصول الیٰ علیٰ کے ان معنی پر حمل کرنا درم
 ہو گا۔ اور فاضل صبیح کا دعویٰ غلط ہو گا۔ وہو ط سلب قولہ اور غصب کے معنی یہ ہے کہ
 میں نے کچھ اور اقول یہ معنی غصب کے مرت حضرت کا ہی اختراع ہے جب تک آپ کی
 نقل سے اسکو ثابت نہ فرماویں گے اسوقت تک یہ دعویٰ سے قابل سماعت نہیں اور بالفرض
 اگر یہ معنی ہوں ہے تو صہر سراسر غلط ہے جو حضرت کے خوبی فہم سے پیدا ہوا ہے
 اگر آپ کے نزدیک صحیح ہے تھا تو کے دلیل سے ثوابت فرمایا ہوتا قولہ خلیفہ مائی سلمان
 کلمہ نبی احکام اسلام انہر جاری ہے نکاح شرعی ہوا۔ اقول اس جواب کا مطلب یہ ہے کہ
 کہ بوجہ ظاہری اسلام خلیفہ فاروق یہ نکاح از روی شرع کے جائز ہوا لیکن معلوم ہوتا ہے
 کہ حضرت کو اپنے سائل فقہیہ کے یہی خبر نہیں ہے اور خبر کیونکہ ہو مناظرہ کی چند کلامین
 و کچھ کر تو مجتہدین میں سائل فقہیہ کی خبر ہو تو کیونکہ ہو۔ اجماعی جناب میر صاحب یہ اجتہاد اپنے
 غلط فرمایا اور اس میں آپ نے ظلم کی آپ اپنی کیا بونکا ملاحظہ فرمائیے آپ کے یہاں صحت نکاح کے
 واسطی مرت ظاہری اسلام و کلمہ کوئی برگزیدہ نہیں ہے بلکہ عموماً کتب فقہیہ میں نو صبت

ملہ فرماتے ہر واسطہ اور راوی تسلسل قطع ہو جائیگا اگر میرا واسطہ اور راوی تسلسل کو دو قیاس میں اٹھائی اور اپنے
 تسلسل والے کے سفارش کر نیکی اور ایک روایت میں ہے کہ جب عمر علی کے پاس (اس میں حال میں) بکثرت آئی
 گئی آپ نے اسکو منع کرنے کا عند کیا۔ عمر نے فرمایا کہ جب کو کثرت آمدت پر مجھ اسکی کہی رہی ہے میری کہی رہی ہے
 علی اللہ علیہ وسلم سے سفارش تھے ہر کل حسب اور حسب و واسطی تسلسل الخ ۱۲۔

یہ روایت صحیح ہے۔

وخراج کے ساتھ مومنہ کا نکاح حرام نہ لکھا ہے۔ اس وقت منہ الخضر حاکم ہے اور میں نے
روایت موجود ہے۔ وروی الحسن بن محبوب عن سلیمان بن الحارث عن عبد اللہ
علیہ السلام قال لا ینبغی للرجل المسلم منکران یتزوج الناصبۃ ولا یتزوج
ابنتہ ناصبیا ویطرحہا عندہ قال صنف ہذا الکتاب رحمۃ اللہ من نصب
حرم الّا محمد علیہم السلام فلا نصیب لہم الا سلام فلذلک حرم نکاحہم
وقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ صنفان من امتی لا نصیب لہم الا سلام لنا
لاہل بیتہ الخ اس روایت سے حرمت نکاح نواصب ہی نہیں ثابت ہوئی بلکہ اس سے
میدہ ہی ثابت ہوا کہ نواصب کا ظہری اسلام اور زبانی مکملہ کوئی ہرگز قابل اعتبار نہیں اور جو
بعض شیعہ شغل فاضل محط شکیبہ بحث میں گرفتار ہو کر ظاہری اسلام کو اختیار کرتے ہیں
سراسر غلط ہے نکاح تو ایک طرف رہا نواصب کا تو جو نامک ہی نجس ہے منہ الخضر میں ہے
ولا یجوز الوضوء لیسور الیہودی والنصرانی وولد الزنا والمشرک وکل من خالف
الاسلام واسد من ذلک سود الناصب استنصار میں ہے وبهذا الاستناد عن
عبد بن یعقوب عن احمد بن ادریس بن محمد بن احمد بن یحییٰ عن یوب
بن نوح عن الوشاء عن ذکرہ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام انه کبر
سود ولد الزنا والیہودی والنصرانی والمشرک وکل من خالف الاسلام وکان
اشد ذلک عندہ سود الناصب پس جب نواصب کے جوئے یہ حال ہے تو ان کا

امام ابی عبد اللہ مروی ہے فرمایا ہم میں ہر مسلمان شخص کو ناکر نہیں کہ ناصبیہ ساتھ شادی کرانی بی گناہ کی سزا
نکاح کرے اور اسکو اسکی پاس میں ان ہی صنف کتب کہتے ہیں جو آل محمد علیہم السلام ساتھ لڑائی کا کرے اور انکی یہ اسلام میں کچھ
حصہ نہیں سیکھو انکا نکاح حرام ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا میرے امت میں دو قسم کے لوگ ہیں جنکو اسلام میں
کچھ حصہ نہیں ایک تو میری اہلبیت کے ساتھ دشمنی رکھنے والا الخ - ۱۲ - یہودی اور نصرانی اور ولد الزنا اور
مشرک اور ہر مخالف اسلام کے جوئی کے ساتھ دشمن جائز نہیں ہے اور اس سے بھی سخت تر ناجی کا جوڑا ہے امام
ابی عبد اللہ مروی ہے اور ہوں نے ولد الزنا اور یہودی اور نصرانی اور مشرک اور مخالف اسلام کے جوئے کو مکروہ سمجھا
اور میرے سخت تر آپ کے نزدیک سے جی کا جوڑا تھا - ۱۲ -

نکاح کیا کچھ ہوگا۔ علی الخصوص ایسے شخص کا نکاح جو بڑے شیعہ دشمنان الہیت کا سرگروہ
 قاتل و مہسوم ہو کہ ایسی شخص کو شیعہ نہیں سمجھیں اعتقاد کرتے ہیں اور اسکی مٹہ طیب ولادت کا
 حکم کرتے ہیں چنانچہ خاتم التکلمین مولانا مولوی حبیب علی رحمۃ اللہ علیہ نے معانی الانبار
 صدوق سے عدم طیب ولادت کے نسبت یہ روایت نقل کی ہے حدیث علی
 بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ عنہ قال حدثنا محمد بن ابی عبد اللہ الکوفی عن موسیٰ
 بن عثمان بن عقیق عن عہد الحسن بن زید النوفلی عن علی بن ابراہیم عن ابراہیم
 بصیر قال سالتہ صاری عن النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال ان
 ولدا لمرأۃ ثلاثۃ قال علیہ السلام عنی براندہ شرمز تقدیرہ و غمزدان
 قطعاً ناجائز اور حرام ہوگا۔ اور جب اوتنے مومنہ کے نکاح کا یہ حال ہو تو قدرہ مومنات یعنی
 سرور وجودات جب کہ گوشہ بول کا نکاح تو دین و ایمان سے دست برداری ہوگی ایسا اگر حسب
 تصریح خاتم التکلمین یعنی روایات میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص اپنی دختر کا ایسے لوگوں کی ساتھ نکاح کرے
 وہ دشمن دین و ایمان ہے اولست و شریعت کے بیچ کو قطع کرتا ہے اور اگر آپ کے نزدیک ظاہری
 اسلام اور زبانی کلمہ کوئی اجراء احکام اسلام پر کافی ہے تو یہ آپ ذرا اپنی قبائلیہ و کعبہ کی حسد
 صاحب شہد المطامین سے پوچھیں کہ حضرت آپ جو عقد کے اس قول کے جواب میں اگر توقف
 ابو بکر و ہستیفا و قصاص و الک بن نویرہ قاض در خلافت او باشد توقف حضرت امیر و ہستیفا
 قصاص عثمان بطریق اولیٰ قاض باشد یہ ارشاد فرما کے میں خلاصہ جواب بطریق
 شیعان اہل بیت کہ عثمان نزد ایشان جائزہ قتل بود لہذا اخذہ قصاص او واجب بنا شد
 اسکی معنی میں جب ظاہری کلمہ کوئی پر احکام اسلام جائز میں اور نہ نکاح مومنات کہ ساندہ
 نکاح محسوم ہے تو یہ آیا یہ فرمانا کہ وہ جائزہ قتل میں اور نہ نکاح مومنات کہ ساندہ
 اسے سینکڑوں سے پوچھا اور میں نے جو جوابی صلہ علیہ و سلم سے مروی ہے نہ لیا اور نہ ان میں سے کسی نے
 فرمایا اس سے روایت کر کہ اپنی سے چاہتا ہے چاہتا ہے کہ اس سے روایت کرے۔

شریعت ہی بہر علوم نہیں آپ کے قبل آپ کے اس اعتراض کا کیا جواب دینی ظاہر تو یہ ہے اگر چاہو
 کام فرمایا تو اپنے خلاف واقع بیانی کا اعتراف کریں گے اور اگر انہی نوچیں تو یہ حال ہمارے عجیب
 خود اور نفس کے طرف راجع ہے اور وہ اسکے جواب دہ ہو کر **قول** کہ جناب سرور کائنات
 حال ملاحظہ فرمائی کہ حضرت زینب و دختر رسول خدا سلمان ہو گئی تھیں اور ان کا شوہر ابو العاص کا فر
 تھا انہیں عداوت تکر و اسکر اور اس باب میں جو آپ کو علمائے تادیل کی ہے اس کو یہ روایت
 باطل کرتی ہے تاریخ خمس میں حضرت ام المومنین عائشہ سے منقول ہے۔ قالت کان
 الاسلام فرق بین زینب و ابی العاص لکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 لا یقدر ان یفرق بینہما و کان مغلوباً بجمکۃ جب یہ بات ثابت ہوئی تو یہاں کیا حرج
اقول ہمارے فاضل مجیب کہ ہم تو طعن بھیجائی اور بے شرمی کی نسبت ہوتی ہی تھے
 لیکن بیان تو خود بدولت نے شرم دیا کا پردہ اڑھا کر دین و دیانت کو طاق میں بٹھا کر خاتم
 النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے عصمت بلکہ نبوت ہی پر تسلیم نہ کیا اور بر خلاف مقصود نصرت
 آپ کے اس نکاح کے عدم جواز کو تسلیم فرمایا۔ تو معاذ اللہ آپ کے قول کے موافق خاتم النبیین کبر
 حرام کے ہوئی۔ کیونکہ اپنی بیٹی مومنہ کا با اختیار خود بلا جبر و اکراہ کا فر کے ساتھ نکاح کیا حالانکہ
 وہ بقول آپ کا ناجائز تھا۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ وقت عقد کے دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کا فرہ تھے اور بعد میں ایمان لائی چنانچہ آپ کا یہ قول کہ حضرت زینب و دختر رسول اللہ سلمان
 ہو گئی تھے اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ پہلے سے مسلمان نہ تھیں اور بعد میں مسلمان ہو گئی تھیں
 یہ بھی آپ کے دین و ایمان کے تقاضی سے ناشی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر کو
 بلا دلیل کا فرہ کہیں۔ تو اگر اہلسنت نبوت کے ساتھ آپ کو زعم میں دلاؤ محبت اور تمکب اس کا
 نام ہی آپ تفریق کا ذکر الہی کیون فرماتے ہیں۔ پہلے تو نفس عقد کے نسبت فرادین کا وہ مجبر
 ہوا یا برضا اور جائز ہوا یا حرام۔ اگر یہ نکاح مجبر ہوا اور باوجودیکہ جہاں تک لیکن کفار مکہ نے
 جبر و اکراہ نہ نکاح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کرایا تو یہ تہا آپ کا مقیس علیہ ہو سکتا لیکن

۲

ملاحظہ فرمائی

ملاحظہ فرمائی

ملاحظہ فرمائی

ملاحظہ فرمائی

ملاحظہ فرمائی

ملاحظہ فرمائی

ملاحظہ فرمائی

ملاحظہ فرمائی

ملاحظہ فرمائی

ملاحظہ فرمائی

ملاحظہ فرمائی

ملاحظہ فرمائی

ملاحظہ فرمائی

ملاحظہ فرمائی

ملاحظہ فرمائی

ملاحظہ فرمائی

ملاحظہ فرمائی

اس ریت میں اول آپ جبرائیل کا ثبوت اور دوسرا اللہ قیامت تک ہی نہ لیکن اگر ایسا ہو سکی حضرت کے حق میں
 تہیہ کہ فتویٰ میں ہے کہ بوقت زمین اور اگر برضا ہوا اور حرام تھا جیسا کہ ایک کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ کلمہ کا
 نکاح کا فر کے ساتھ حرام ہے تو یہ آپ ہی خیال فرما لیجیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کون
 کیسی فعل کے مرکب ہوئے اور اگر نکاح برضا ہوا اور جائز تھا چنانچہ دائمی اور نفس الامریا ہی
 تو یہ بتایا ہو سکا ذکر کرنا اور تمہیں سلیہ فرار دینا سر امر غسٹ نہیں ہے۔ لیجیے ہم اسکی جواز کو آپ کی
 کتابوں سے ثابت کر دیتے ہیں۔ پس واضح ہو کہ ابتداء اسلام میں جب تک تحريم نکاح موندہ کہ مشرک
 کو ساتھ نازل نہیں ہوئی تھی اور وقت اہل شرک و اہل ایمان میں یہ نکاح جائز و حلال تھا اسوقت
 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کا نکاح ابو العاص سے کر دیا تھا چنانچہ
 اسکی علت شرائع سابقہ میں ہی تھی۔ تفسیر مجمع البیان میں فاضل خبری تحت آیت شریفہ و قد
 سورہ ہود قال یا قوم ہولاء بناتى ہن الاھم لکم کہتے ہیں و کان یحوز فی شہرہ تزویج
 المؤمنۃ من الکافر و کذا کان البصافۃ مبداء الاسلام تہذک زوج النبی صلی اللہ علیہ
 والہ وسلم بنتہ من ابی العاص بن الربیع قبل از بسلمہ تم نیکہ ذلک بہرہ و سر
 جگہ سورہ جو میں تحت آیت کہ ہولاء بناتى از کنتم فاعلین کہتے ہیں و قولہ از کنتم
 فاعلین کنایہ عن النکاح ای از کنتم متزوجین و قبل انما قال ذلک
 للروساء الذین کفون اتباعہم و قد کان یحوز تزویج المؤمنۃ من الکافر
 یومئذ و قد کان ذلک البصافۃ تہذک حرم اور نیز فاضل کا ثانی خلاصۃ التہذیب میں ہے
 آیت کے تفسیر میں کہتے ہیں۔ گفت لوط اسے کہ وہ من انہما و تفران من اند ایشان از جو ہید
 کہ ایشان یا کثرہ اند مرثما تزویج و خمر لکن بشرط ایمان بودہ یا در شریعت او تزویج مومنات

سلمہ اور اسکی طرح میں موندہ کا نکاح کا فر کے ساتھ جائز تھا اور بسطیع شروع اسلام میں ہی تھا اور حضرت نے اپنی دھڑ کا نکاح
 ابو العاص سے پہلے اس سے کہ سلمان ہو کر دیا تھا پھر نسخ ہو گیا۔ ۱۲۰۰ قوران کنتم فاعلین میں سے کنایہ جو بہی کہ تم
 نکاح کر کے دائمی ہو گئے ہیں کہ یہ مردوں کو کہا ہو اسی ابتداء کہ وہ کہتے ہیں اور اور وقت موندہ کا نکاح کا فر کے ساتھ جائز تھا
 اور پہلے جاری شریعت میں ہی تھا پھر حرام ہو گیا۔ ۱۲۰۱۔

ایک بار جائز ہو چکا کہ دید ایت اسلام حضرت رسالت بنی اسلام علیہ وآلہ وسلم دھتھی از دھتھر
 خود بعثتہ داد و دھتھر دیگر را با بوالعاص بن ابدا آن این حکم منسوخ شد۔ انتہی علی ابی ازالہ العین
 اور جب یہ حکم بعد جواز زمانہ حیاً جب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم منسوخ ہو چکا اور یہ نکاح متنازعہ
 بعد حضرت علی علیہ السلام کے واقع ہوا تو غیر منسوخ کو منسوخ پر قیاس کرنا اور حرام و حلال کو یکساں
 و سادی سمجھنا حضرت مجتہدین و تکلمین شیعہ کی قوت قدسیہ یا محدثہ کو زیبا ہے اور روایت
 اہل سنت کے بھی اسپر وال ہیں۔ کہ نکاح مومنہ کا کافر کے ساتھ مباد اسلام میں جائز تھا بعد اس کو
 منسوخ ہوا چنانچہ تناسیر و احادیث مملوین شرح مصابیح سے ایک روایت جو حضرت ام المومنین
 عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے ازالہ العین سے نقل کرتے ہیں۔ **عَنْ عَائِشَةَ لَمَّا بَعَثَ**
اَهْلَ مَكَّةَ فِي فِداءِ اسْرَائِيْلَمْ حِينَ غَلَبَ لَيْسَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ فَقَتَلَ
بَعْضُهُمْ وَاَسْرَ بَعْضُهُمْ وَطَلَبَ مِنْهُمْ الْفِداءَ لَعَلَّ زَيْنَبَ بِنْتَ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِنْ خَدِيجَةَ فِي فِداءِ زَوْجِهَا ابْنِ الْعَاصِ بْنِ الرَّيْجِ فَبَعَثَ سُمَيْرَ الْقَشْبِيَّ بِمَالٍ
وَهُوَ كَانَ مِنْ جَمَلَةِ اسْرَاءِ يَدْرُوكَانَ تَوْبِخَ الْكَافِرِ بِالْمُسْلِمَةِ جَائِزًا فَتَنَخَّ بِقَوْلِهِ
وَلَا تَنْكُحِ الْمُشْرِكِينَ حَتَّى يَوْمُ نَوَالِمْ۔ پس ثابت ہوا کہ بوجوب و آیات قرآنی کے
 نکاح حضرت زینب کا قبل نسخ کے ہوا کہ اس وقت میں جائز اور حلال تھا اب بیان شاید بعض
 اولن لوگوں کو جنکو حالات شریعت سے پوری کیفیت نہیں ہمیشہ واقع ہو اور وہ یہ اعتراض کریں
 کہ مسلمان قبل نسخ کے جائز اور حلال تھا لیکن بعد نسخ کے تو حرام ہوا تو اس وقت تفریق کی
 ضرورت ہوئی اور ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبب مملویت کے تفریق نہ کر سکو
 پس اسکا جواب یہ ہے کہ اول تو ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ تحریم کا نزول تفریق سے پہلے ہے
 اے عائشہ رضی اللہ عنہا یہی مروی ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن مسیح پائی اور بعض کفار کو قتل کیا اور بعض کو قید کر
 لا کر اور انہی قیدیہ طلب کیا تو جب اہل کوفہ قیدیہ بھیجا تو زینب نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر یمن خدیجہ سے ہتی اپنی
 شوہر ابوالعاص بن الربیع بن عبد شمس قرشی کے خدیہ میں جو محمد قیدیہ کو تھا مال بھیجا اور کافر کا نکاح مسلمہ کے ساتھ جائز نہ تھا
 تو لہذا اے ولایت کو اللہ کر کے تھے یوم نوال کے ساتھ منسوخ ہوا۔

بلکہ جائز ہے کہ بعد تفریق کے آیت تحریم کا نزول ہوا ہو۔ دوسرا جواب بطور حل و تمیز کے یہ ہے کہ
 کہ واقفان نزول احکام پر محض نہیں ہے کہ جو احکام اول مندرجہ سے اور بعد مشروطیہ کے منسوخ
 ہوئی انکے نسخ کے یہ مسئلے ہیں کہ بعد نسخ کے ان انحال کا کرنا بشرطیکہ ان میں اہل اسلام کے
 اختیار کو دخل ہو غیر مندرجہ سے اور جو کچھ کہ نسخ سے پیشتر ہو چکا اور اس کی نسخ درج میں نہ ہو انکو
 کچھ دخل نہیں وہ حکم نسخ میں داخل ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ عقد نکاح اگرچہ با اختیار و ادلیا عورت پر
 لیکن نسخ نکاح میں عورت یا اسکو ادلیا کو بحکم تحریریت کچھ دخل نہیں تو فی الحقیقت اس پر نسخ
 وارد ہی نہیں ہوا جو اسکو حرام اور غیر مشروع سمجھا جاوے۔ اور ضرورت تفریق کی واقع ہو۔
 کیونکہ ولما کو الشکرین سے مخالفت عقد نکاح جدید کی ثابت ہوتی ہے نسخ نکاح منعقدہ سابق
 پر دال ہے تو تحریم اس پر وارد ہی نہیں اور حکم نسخ اسکو شامل ہی نہیں۔ پس تاریخ حمیر سے
 جو روایت نقل فرمائی ہے وہ فریقین کے روایات صحیحہ معتمدہ کہ نفی لفظ عورت قابل احتجاج نہیں
 بلکہ خود ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت جو شارح مسابیح نے نقل کی ہے وہ اسکی حدیث
 اور ممکن ہے کہ تاریخ حمیر کے روایت میں کان الاسلام فرقاً معمول استجاب پر ہو یا میں سے
 کہ بہتر اور مستحسن یہ تھا کہ نکاح کو نسخ کر اگر حضرت زینب کا علاج کسے سامان ہو کر تے کیونکہ اسلام
 باہم اہل اسلام و کفار میں ایک قسم کی تفریق کر دی تھی۔ لیکن چونکہ نسخ با اختیار مرد ہے اسلیلی آپو
 قدرت نہ تھی اور شاید موجب کٹا کٹی اور خستہ کا ہوتا۔ لیکن آپ مغلوب تھی اسی حالت میں
 صرف استجاب کے لیے فتنہ برپا کرنا مناسب و منصحت نہ تھا اور چونکہ تحریم کا نزول جب تک
 نہیں ہوا تھا یہ نکاح ہی حرام نہیں ہوا تھا تو اس تحریم کے موافق تمام روایات مجتمع ہو گئی اور
 بحمد اللہ تعارض منہ یقع اور استدلال فاضل استدلال باطل ہوا معہذا بالقرض سہلہ کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں مغلوب رہنے اور وجہ مغلوبیت کے تفریق بزرگم آئے واجب تھی
 لیکن یہ قصد تفسیر علیہ نکاح ام کلثوم نہیں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ہم پیشتر روایات پیشتر
 ثابت کر چکے ہیں کہ مغلوبیت جناب امیر کا قائل ہونا ہی غلط اور باطل ہے۔ غرض کہ اس قصہ کو

بیان ذکر کرنا حضرات شیعہ کے عموماً اور فاضل مخاطب کے خصوصاً کمال خوش فہمی اور خوشنودی
 مانا اگر اوس نکاح کو مقیم علیہ قرار دیتے کہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں صاحبزادوں
 زینب و رقیہ کا نکاح کی بعد دیگرے عثمان ذی النورین کے ساتھ فرمایا اور وہ ان ہی غصب کے
 قائل ہوتے اور حضرت کے مغلوبہ اور فقیہ کا دعوے کر کے ثابت کرتے تو اہل تہ مضائقہ نہ تھا۔
 چنانچہ قاضی صاحب شوستر نے مجھ اس میں اسکو بائیں لٹا دیا اگر بی و دختر عثمان و ادولی دختر
 بمر و سنا و۔ اور اسکو ذکر کر کے اپنے استدلال کے بیچ آپ اپنے ہاتھوں کاٹ ڈالی کیا مینے کہ
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل تہ تہ تقیہ سے تھا نہ مغلوبی و در ماندگی و جبر و اکراہ سے تھا تو یہ
 فعل نکاح بطیب خاطر و جواز شرعی ہوا تھا تو ولی کا فعل نکاح پہلی ایسا ہی برضا و خوشی
 و جواز شرعی بلا جبر و اکراہ ہوا و ہوا المدعی۔ **قولہ** معاذ اللہ اگر یہی فرض کریں جو حضرت نجیب
 یا حضرت نجیب کے میر مہدی صاحب آیات بنیات میں فرماتے ہیں تب ہی تمک کہ اس پر کیا
 نسبت مثلاً اگر کوئی یہ حجت پیش کرے کہ کیا اہلسنت کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 یہی معنی میں کرادی مٹی کو زوجہ کا فراس عاملین قرار دین جبکہ اسلام نے جدائی کر دی
 تو حضرت کیا جواب دیں گے **اقول** سبحان اللہ اہلسنت بنو جسک ثنائین ایت تطہیر نازل ہو
 اوسکو دشمنوں کو صریح زنا اور فحش اور جیسا کہ کی ہمت سے ملوث و متہم فرمائیں اور یہی تمک
 میں رخصت نہ پڑے یہ تمک حضرت شیعہ کا ہے تمک پہلے اور اہلسنت کے تمک پر جو
 نکاح ابوالعاص کے ساتھ معارضہ کیا بعد اللہ اہلسنت کو سنت جواب کی کچھ حاجت نہیں کہ
 یہ فقہ مشرک الزام ہے پس اسکا جواب جو کچھ علماء شیعہ نے دیکر فیصد کیا ہے چنانچہ اوسکو
 نقول بحالہ مجمع البیان و خلاصہ المنہج مابین میں مذکور ہو چکا ہیں وہی جواب اہلسنت کی طرف قبول
 فرمادیں کہ اسکا وقوع قبل نسخ کے تھا اور یہ الزام جو شیعہ پر بابت غصب و فحش کے لگایا گیا ہے
 یہ نسخ و تحویم کے ہے پس اسکو شرمندگی و خجالت رفع کرنے کے لیے فقہ نکاح زینب ذکر کرنا
 حضرات کے کمال تجربہ علمی پر دال ہے جب دیکھا کہ یہ نہجات جہات ستہ سہ مسدود ہے۔

اور طریق گریز و فرار ہر چار طرف سے تنگ ہے تو بطور ابدہ فریبی کے ایک روایت اہل حق کی طرف سے ذکر
 کر دی تاکہ نادان فہم سمجھیں کہ حضرت میر صاحب قبلہ نے یہی بہت بڑا الزام دیا۔ **قولہ**
 انبیاء و اوصیاء اہل بیت پر جو ظلم مستم ہوئے اور ان کا بیان کرنا تنگ کے برخلاف نہیں ہے ورنہ
 جو ذلت و رسوائی و بے عزتی ظاہری کر بلا دشنام و غیرہ میں ذریت رسول کی ہوئی ان کا بیان
 کرنا تنگ کے برخلاف ہو یہ حضرات اہل سنت ان دلائل کو کیوں اپنی کتب میں محذوف فرماتے ہیں۔
اقول یہ تو آپ اوس وقت فرمائیے کہ اگر ہم آپ پر تاریخی واقعات کے بیان کی نسبت
 الزام دیتے ہوں۔ بیان واقعات تاریخی میں توجہ حالت ہوتی ہے نقل کیا جاتی ہے یہاں
 تو الزام یہ ہے کہ اہل بیت نبوت کی نسبت جنگ و لڑائی کے آپ زبانی معنی میں اپنی کتب
 دین و ایمان میں امام معصوم کے زبانی فرماتے ہیں کہ امام معصوم نے فرض کر دیا کہ کج جائزگی نسبت
 فرمایا اول فرج غضب منا کوئی با حیا اسکو جائز کہی گا۔ حاذق اللہ کوئی سمان اسکو تجویز نہیں
 کر سکتا ہے۔ اول تو یہ امر واقعہ نفس الامر کے خلاف دوسری امام معصوم پر فحش گوئی کی
 تہمت متبصری جبکہ اگر شہر بولنے کے دشمنوں کی نسبت جسبابت و فعل حرام کا الزام۔ تجویز ہے کہ آپ
 اسکو تنگ کے برخلاف نہیں خیال فرماتے معلوم نہیں کہ تنگ کس چیز کا نام رکھ رہا ہے
 معلوم ہوتا ہے کہ محرم میں نام بنام ہر ایک کے ذلت و رسوائی بیان کر کے دادیلا کر بنکا نام دلا دیا
 رکھا ہے حالانکہ اگر کسی اویسے شخص پر یہی کہی کوئی مصیبت و ذلت اسکو اہل کے نسبت پیش
 آتی ہے تو بعد اس کے کہی اسکا نام کبھی نہیں لیا جاتا جیسا کہ اسکا سالانہ ماتم کر کے
 اور یہ حضرات محب اہل بیت ہر سال اہلیت کی ذلت کی تجدید کرتے ہیں اور ہر سال انہی کے
 پیرو میں انکو ذلیل رسوا کرتے ہیں جس پر غیر مذہب کے لوگ بھی حسد و زمان میں جسے الواقع
 یہ حضرات محب اہلیت نہیں بلکہ دشمن اہلیت ہوئی۔ ہم نے معتبر ذریعہ سے سنا ہے کہ
 محرم میں دارالکونین لکھنؤ کے اہل حق و صاف حضرت مجتہد صاحب کے امام بارہ میں و شوہر
 کجاو سے بندہ و اکراؤنہر سیاہ پوش عورتیں سوار کیجاتے ہیں اور وہ زمان اہلیت کے نقل ہوتی ہیں

انجیل میں ان ائمہ کی پٹ پٹ کر دینے چلائے ہیں اور ایک ایک کا نام لیکر چوتھی پہلی
 میں غرض کیا کچھ طوفان بے تیزی سے ہے جو ان میں ہوتا پس اس کا نام تمک ہے اور یہ کچھ
 دلائل محبت ہے۔ علاوہ ان میں اہلسنت نے سواری بیان تاریخی حالات کے اور وہ ہی بعد حضرت
 نرم انفاذ میں حاشا کہ کہیں اہلبیت کے شائین کوئی شخص دستخلف لکھا ہوا حرام کا الزام
 اہلبیت کو نسبت لگایا ہو یہ صحت کام دعویٰان دلائل تمک کا ہے پس قولہ ان تمک کے
 برخلاف یہ کہ حضرت عباسؓ کو حضرت مجیبؓ اہلبیت میں شامل فرمایا ہے حضرت خلیفہ اولؓ کے
 شان میں اعتراف اللہ بظہر ایک۔ فرماوین۔ اور یہ وہ خلیفہ رسول نام برحق میں کنز الجہاں
 ملاحظہ فرمائی۔ **اقول** اسی اہل خرد و انصاف ندادار تو ہماری اور ہماری فاضل محبت کے اس
 قول کو دیکھیں اور اس سے انکی منظرہ دانی بلکہ ہم دانی کا اندازہ کریں۔ اول تو خود ان الفاظ
 کی ترکیب لفظی ہے انکی غلط ہونے پر وال ہے لفظ۔ بظہر ایک کو ماقبل سے کچھ سبق و ربط
 نہیں اور یہ کلام اس موجود عبارت میں ہے جو ہمارے عجیب بیعت نقل کی ہے اصل
 کتاب ہو کہ دستیار نہیں ہوئی کہ اس عبارت کے غلط اور صحیح ہونے پر مطلع ہوتے
 دوسری یہ کہ شاید یہ کلمہ اپنے کفر کجالت میں کہا ہو۔ تیسری یہ کہ ہم کب کہتے ہیں کہ حضرت
 عباسؓ معصوم ہیں۔ اگر بالفرض انہوں نے یہ کلمہ فرمایا ہو خطا کی۔ چوتھے یہ کہ اگر حضرت
 عباسؓ نے یہ کلمہ فرمایا تو اس سے خلیفہ اولؓ کے خلیفہ رسولؓ اور امام برحق ہونے میں کیا
 فرق اور کیا نقصان۔ اسکو ہماری عجیب بیعت کے رد میں سے ثابت فرمایا جو اس پر بحث
 کجائی یہاں اس قدر کافی ہے کہ یہ لفظ اگر حضرت عباسؓ سے صادر ہوا تو انکی خطا تھی
 تو یہ خلیفہ اولؓ کی خلافت و امامت میں کیونکر قاض ہو سکتا ہے۔ پانچویں یہ تمک کے
 برخلاف نہیں۔ ان تمک کے برخلاف یہ ہے کہ حسب تصریح علماء اثنی عشریہ جناب فاطمہؓ
 حضرت رسولؐ جناب امیرؓ کی نسبت مانند جنین پر وہ نشین رحم و مانند خائنین و رذائلہ گرنختہ
 وغیرہ الفاظ شنیعہ فرما دیں اور آپ انکو پیر یہی خلیفہ معصوم اعتقاد کریں **قولہ** ہم کچھ طرح

دریدہ و تیر نہیں کرتے۔ پاس شرم و حیا ترجمہ ہی نہیں کرتے۔ مرث عبارت نقل کہی کہ نہ ہوا
 میں آپ و کچھ لین ہم سمجھیں یا آپ سمجھیں۔ اقول ظاہر ہے کہ اصل دریدہ دہنے سے آتا ہے
 لفظ اسد کلمہ بنی کی اور ان کے اساتذہ کرام وغیرہ کی ہے جو واضع اور ناقص اس شخص اور جیسے
 اور دریدہ دہنی کے ہیں۔ پہر یہ کہنا کہ ہم ان کی طرح دریدہ دہن نہیں کرتے۔ سرسبز جاب ہے بلکہ یہ
 کما جیسا کہ ہم اپنے محدثین کی طرح دریدہ دہنے نہیں کرتے۔ جتنے تو مرث معنون ہویت
 اپنی زبان میں ایسے الفاظ میں جو بہ نسبت اصل کے کنایہ اور غش سے خالی تھے نقل کیا اسکو آپ
 خواہ دریدہ دہنے سمجھیں یا غش و جیالی فرامین لیکن یاد رہی اگر یہ دریدہ دہنی
 اور غش و جیالی ہوگی تو جو آپ کے محدثین نے فرمایا وہ بہ نسبت اس کے جہاں چند دریں دہنی اور
 غش و جیالی ہوگی۔ بلکہ دریدہ دہنی حضرات شیعہ کے ساتھ کیا نسبت ہو سکتی ہے کہ دریدہ
 دہنی ہو چکا جو نہ ہوتا ہے۔ چنانچہ کسی متاع نے کہا خوب کہا ہے۔ دشنام نہ دہی کہ غش و جیالی
 نہ تب معاد و اہل مذہب معلوم خود آئے جو کچھ نقل فرمایا وہ باعتراف آپ کو اس سے زیادہ شنیع ہے
 جو ہننے نقل کیا۔ اور ظاہر ہے کہ ترجمہ کرنا و غش ہونی ہونے میں کچھ دخل نہیں ہے بلکہ ترجمہ
 کنایات میں کرتے شنیع رنج ہو سکتا ہے تو آپ نے بہ نسبت ہماری زیادہ دریدہ دہنی
 فرمائی۔ اور یہ کہنا کہ ہم سمجھیں یا آپ سمجھیں بالکل غلط ہے کیونکہ باقرار آپ کے جب آپ نے
 ما وجود فارسی خان ہونے کے سمجھ لیا تو اس کے سمجھنے والی ہزار آدمی نکلتے ہیں تو باوجود
 اسکی شنیع رنج نہیں ہو سکتا اور نہ آپ دریدہ دہنی اور غش و جیالی کے الزام سے
 محفوظ رہ سکتے ہیں **قول** اگرچہ ایسی عبارت کا نقل کرتا ہی ہم تہذیب کے خلاف ہے مگر
 اگرچہ ان کے لفظ ترنگہ وغیرہ کا ہر جواب چاہا اور کچھ شرم و حیا کو دخل نہ دیا جس پر بلکہ یہی
 عبارت نقل کرنے پڑی۔ اقول ہماری طرزی ہی یہی ہے عذر قبول فرما لیکن اگرچہ یہی
 کہ ہم ہی ایسی عبارت کے لکھنے کو تہذیب کے خلاف سمجھتے ہیں اس پر اس طرح سے ترجمہ لفظ کنایہ
 میں کیا ہوتا اگرچہ ان کے محدثین نے لفظ شنیع فرج لکھا اور کچھ شرم و حیا کو دخل نہ دیا جو بلکہ

الزامہ حدیث نقل کرنے پر ہی قولہ اب آپ موازنہ فرمادین کہ لفظ فرج شیخ جریا نظر ایک
 اقول امی حضرات ناظرین اوراق اس آخر کے جلد میں حضرت محبت جو تہذیب شاکلی کو
 کار فرمایا کیا اس کا نام تہذیب ہے کیا ہماری محبت اس وقت اذ خاصہ فرج کے مصداق
 نہیں پیر اگر ہماری تسلیم سے کوئی ایسا لفظ نکلی جائے گا تو ہم کو ہی معذور سمجھ کر لا یتوجب اللہ الجہنم
 بالسوء من القول الا ان من خلہ کا مصداق قرار دینگی پس اس سے زیادہ اس کو جواب میں ہم کہ نہیں
 عرض کر سکتے کہ ہم کو اس موازنہ کی نوبت یہاں کیونکہ پہنچ سکتی ہے اور ہم لفظ منسجح اور نظر ایک
 میں کیونکہ موازنہ کر سکتے ہیں چہاں سے نزدیک متفقہ حرام ہے مگر ان لفظ فرج اور نظر ایک
 میں اپنے خود ہی موازنہ کیا ہو گا کیونکہ حسب تصریح آپ کو امام سید رحمہ باقر مجلسی کے حق یقین
 میں لف حریر میں حرمت احتمالی ہے حق یقین کے صفحہ ۳۲۵ پر یہ عبارت ملاحظہ فرمایا
 و حرمت و طی محارم بالف ذکر بحریر بنا بر احتمالی بلکہ عدم قول بحریر مطلق اور اس میں آپ کو علامہ
 صاحب نے جس احتمال پر حرمت کو ثابت قرار دیا ہے اس کو آپ ہی خوب سمجھتی ہو گی عجیب نہیں کہ
 یہ حرمت بسبب اہل جائے حریر کے ذکر سے ہو یا بسبب رقیق ہونے پیرے کے احتمال
 واصل حرارت فرج ہو ہی ذکر مقتضی حرمت ہو یا احتمال علون کے وجہ یہ حرمت ہو۔ بہر کیف
 یہ حرمت کچھ قطعی نہیں بلکہ صرف احتمالی ہے جس کا رعایت علی الخصوص وقت رفع احتمالات
 ضروری نہ ہوئی تو موازنہ بخوبی ہو سکتا ہے۔ استغفر اللہ ربی و اتوب الیہ۔ اچھا ہمنے ان کی حکم کی
 نقیل کی۔ اور لفظ فرج اور نظر ایک کو نیز ان کیا۔ بیشک لفظ نظر ایک شیخ اور تبصیح ہے لیکن
 اس سے آپ کا مدعا حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ایک تو لفظ شیخ و فحش امام معصوم کی زبان سے
 سخن زمان الہدیت صادر ہوا و ایک لفظ شیخ غیر معصوم کے زبان سے کسی شخص کے
 نسبت جو خارج الہدیت سے ہو سکے بلکہ بروایات شیعہ کے ناقص الایمان و ولد الزنا سے حق کسی
 منافق دشمن الہدیت بلکہ دشمن دین اسلام کے صادر ہو۔ اگرچہ یہ لفظ فی حد ذاتہ زیادہ شیخ ہو
 لیکن اہل تہذیب سکتے ہیں کہ کوئی لفظ مردود و نوحون پر زیادہ شیخ و تبصیح ہو گا قولا

شیخ تہذیب اس کا لفظ حریر کا احوال

اور نیز وہ ان نکاح باکرہ سرا ہے اور نیز تمام ملاحظہ فرمائی اگر کس موقع پر کہا گیا ہو اقول
اگر یہ نکاح ناجائز و حرام تھا جیسا کہ روایات متعہ سے ثابت ہوتا ہے تو اسکی قباحت و شاعت
کسی شخص پر اہل اسلام سے پوشیدہ نہیں۔ اور اگر یہ نکاح جائز اور حلال تھا تو اور یہی زیادہ قبیح
و شنیع ان الفاظ میں اور اگر ناہوگا کیونکہ حلال کو حرام کے ہیرا میں اور اگر ناہوگا حرام ہی وہ حرام
جو ہر مسیحیائی اور غرض ہو غایت درجہ قیاس و شاعت میں ہوگا آپکو یہی شاید معلوم ہوگا
کہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام کہنا کفر ہے کہ مستلزم نکاح قطعاً ہے۔ پس اس سے زیادہ وارد کیا
قباحت و شاعت ہوگی کہ یہ عجبان المہیت المہ کی جناب میں علاوہ غش گوئی اور ہجائی کے
کلمہ کفر کا حد درجہ امیہ معصومین کی عرف نسبت فرماتے ہیں۔ پس دلاور تمسک ایک نام نہ
بہلا یہ دلاور تمسک پلہنت سب کب ہو سکتا ہے۔ اعاذنا اللہ من ذلک۔ اور اب اس موقع پر
جو آپ الزام فرماتے ہیں ہکو دیکھنے کی ضرورت نہی۔ اور اسکی نقل میں خود جناب نے پہلوتی لکھا
فرمایا شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ چند ان موافق دعا نہ تھا یا یہ کہ آپ نے ہی نقل و نقل کیا ہوگا اور میں
کچھ نہوگا آپ نے محض اپنی غن و تخمین سے موقع کا بے موقع ذکر کر دیا اور آپکو یہی خبر نہ ہوئی کہ یہ لفظ
کس موقع پر صادر ہوا پس اگر اس موقع کو نقل فرماتے اور پوری روایت کہتے تو ہم یہ لہجہ و کجبتی
قال الفاضل المحیب قولہ کیا تمسک ایک نام ہے کہ جیائی و جیانی اور کجبتی
پاک (حاشا جنابہم من ذلک) کجبت نسبت کریں۔ اقول۔ شاید پہلے ہی قول پر کہا گیا ہو
معبود چونکہ اسکی تفصیل کچھ نہیں لکھی ہم بھی جواب نہیں دیتے اور قول سابق کا جواب گد چکا
یقول العبد الفقیر الی مولانا الفتنیہ یہ مکر نہیں ہے بلکہ تنمیم بعد تنمیس ہے
آپ کو کیا خبر ہو آپ نے چند کتابیں سطرہ کے ملاحظہ فرمائی اور وہ یہی اپنے علماء کی۔ آپ
اور نہیں تو اپنے مولائی مجلس کے ہی کہا میں ملاحظہ فرمائی ادن مواقع میں حیان خلفا کی
غلم و ستم اور المہیت کی مظلومی و صبر بیان فرماتے ہیں کیا کچھ عجیب الی اور جیانی اور کجبتی
و شہو اگر طرٹ نسبت نہیں کرتے ہادی زبان و ستم میں اسکی تفصیل کی طاقت نہیں اسکی

تفصیل آپ کے علماء کی تصانیف سے اگر آپ چاہیں تو مل سکتے ہیں۔ قابل القاضی الحجیب
 فرماتے ہیں کہ حضرت عباس علیہ السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو منوالہ میں
 سعادۃ اللہ و لدائزنا اور ناقص الایمان اور دین دنیہ و آخرت میں اذکو اندک ہمیں چنانچہ آیات نبی
 مولوی ہمدی علی صاحب سلمیہ نے کتب معتبرہ شیعہ سے ثابت فرمایا ہے و علیہذا القیاس
 اقول۔ آپ کے مولوی ہمدی صاحب نہایت ہی علم و دیانت والے ہیں چنانچہ آپ کے قول
 آیتہ میں انکا یہ مسلم دین آپ کو بھی مسلم ہو جائیگا۔ آنحضرت سے نہایت ہی تعجب ہو
 کہ باوجود ادعای علم و فضل و تحقیق ایسی روایتیں نقل کرتے ہیں اگر ایسی روایتیں ہوں ہی تب
 ہی چونکہ ہمارے مذہب انہیں اور کسی نے حضرت عباس کے جرح و قدح بالتصريح نہیں کی ہم پر یہ
 اعتراض لازم نہیں آتا کیونکہ ہم پہلے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے قول سے ثابت کر چکے
 ہیں کہ لازم مذہب مذہب نہیں ہے۔ یقول الغیب الفقیر لے مولانا العنہ
 و دشمنان روزگار کو صلائے عام ہے کہ ہماری قابل فاضل حجب کی خوبی اور ثنات کو ملاحظہ
 فرمادیں اور آپ کی کمال علمی اور تجربہ کو دیکھیں۔ ہم کو اس میں بوجہ چند کلام ہے اول یہ کہ ان روایات کے
 وجود میں۔ اگر اگر در شک تردید کے کیا سمجھتے اگر یہ روایات میں تو شک کیا اور نہیں ہیں تو صاف
 کہنا چاہیے کہ اہانت کا افتراء ہے جب آپ ایسی مناظر و متوجہ ہو کر شک و تردید فرمائیں تو بہتہ
 موجب تعجب اور نرید حیرت ہے شاید عوام متشیعین سے اسکا افتخار نظر ہے۔ دوسری یہ
 جو آپ فرماتے ہیں کہ حضرت عباس کے جرح و قدح بالتصريح کسی نے نہیں کی یہ بھی غلط ہے
 قطع نظر اس سے کہ جو الزامات بہ نسبت دشمنان جناب بقیہ اہل رسول اللہ علیہ السلام روایات
 علماء شیعہ سے بیان ہو چکے ہیں اور سنی آپ کے قاضی صاحب شوہری مجالس المؤمنین و
 نمبر ۹۳ پر فرماتے ہیں۔ در کتاب کامل بیانی از امام محمد باقر روایت نموده کہ حضرت امیر
 در ایامی کہ خلاف در دست غاصبان بود و انما لفتہ طلہ لو کان حمزہ و جعفر حسین
 ماطمع فیہا ابو بکر و لکن اہلبیت مجلیفان جافین عقیل و العباس۔ اب تو آپ کو بتایا

جرح و تشحیح کا عین ہوا اچھا اور پیچھے اسی کتاب مجاہد میں ایک دین بعد جو یہ عبارت
 لکھی ہے کہ کتاب استیجاب وغیر ان مطبوعات کہ جن میں سرین کتاب جیت خریدی خلافت
 فاسد خود خریدی ام کہ تو م دختر مہر حضرت امیر نمود۔ اور اسکی نقل ہم ابھی ادھر کر آئی ہیں اس کے
 آخر میں مذکور ہے وہاں ہر دو اسٹار میں دو کلمت بفضل و امثال کثیر میر عباس نامند و دیگر بار فیانی
 خود اسخ در محبت و اخلاص میں ہے۔ اس آیت میں صحت ثابت ہے۔ کہ حضرت عباسؓ
 جناب امیر کے تحت جگر کو صرف اپنے طبع نفسانی کے وجہ سے کہ ہوا از نرم و ستایہ تیج
 منصب اہل سے جانا رہے۔ بزم ستیہ سرگردہ نوا صبیح اعدای المہیت کے حوالہ کر دیا کہ جس
 وہ حالان ہے اسید اسطر جناب امیر عباس کو محبت و اخلاص میں اسخ نہیں سمجھتی بلکہ
 انکی محبت نفاق آمیز ہے اور شاید عجیب نہیں کہ عباس نے جناب امیر سے اس تذلیل و تہنیک کا
 عوض لیا ہو کہ ابو طالبؓ غیرہ نے اپنی باپ سے عباس کے بارہ میں جھگڑہ کر کے کہا تھا
 کہ یہ ہمارا غلام ہے کیونکہ ہماری والدہ کے لونڈی سے تو نے بے اجازت نثار کی ہے آخر
 بسی سفارس قرین کے اس امر فیصلہ دیا کہ جس میں ابو طالبؓ وغیرہ عبد المطلب کے بیٹی
 موجود ہوں عباس کو دین بار نہ ملی اور سپر ابو طالبؓ غیرہ نے اپنی باپ ایک عہدہ
 نکھدیا چنانچہ اب تک انہی کے پاس محفوظ و مصون حال آتا ہے تو جب عباس کو ادھون نے
 ذلیل و خوار کیا عباس نے اسکا طعن بیان کر لیا۔ میری یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ یہ
 لازم نہیں ہے اور ہمارا مذہب نہیں یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس پر ہر شخص جبکہ ہمارا سر بھی
 و قوت ہوگا تہذیب لگا لگا۔ یہ آپکی خوب توجیہ و تفسیر آئی کہ جب جگر راد قرار جات ہے سہ سہ
 دکھا جٹ فرما دیا کہ یہ ہمارا مذہب نہیں بلکہ لازم مذہب ہے۔ لیکن اگر آپ یہ خیال فرماتے ہیں
 کہ یہی خرافات سے شکیبہ انکار و بجات پامین پر محال ہے انوس کے آپ ایسی الزام کی عیبت
 جو اس باخبر ہوئی کہ آپ مذہب کو یہی پوئل گئے کہ مذہب کیا ہوتا ہے جناب میر صاحب
 مذہب کا اخلاق و تعریات پر ہوتا ہے اور یہ بعد قصص و حکایات میں ہی جو حال و احوال کی حکایت

کر رہا ہے اسکو مذہب اور لازم مذہب ہونے سے کیا تعلق جب یہ روایت صحیحہ ثابت ہے
 کہ جو عباس کے ولادت کے بابت حضرات شیعہ روایت کرتے ہیں تو یہ قصہ مطابق واقع کے ہوا
 اور سوائد اللہ ولد الزنا ہونا عباس کا پہلی روایت سے ثابت ہو گیا خواہ آپ مذہب سبھین یا نہ
 سبھین میں بن جائے اگر یہ کہنا کہ یہ ہمارا مذہب نہیں بلکہ لازم مذہب ہے سرسری لغو و بیہودہ ہے
 نہیں بلکہ غیر مفید ہے۔ اگر آپ امور واقعہ کو اپنا مذہب قرار نہ دیں تو اس میں کس کو کیا دخل
 لیکن الزام تو امور واقعہ سے دیا جا دیکھا قولہ اور بعد حضرت عباس ہماری نزدیک
 معصوم نہیں **اقول** بندہ نے یہ اعتراض کیا تھا کہ تم کہتے ہو کہ حضرت
 عباس عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ولد الزنا اور ناقض الایمان اعتقاد کریں اور اسکا یہ جواب بنا دیا
 کہ حضرت عباس ہماری نزدیک معصوم نہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ آپ نے اعتراض کو تسلیم کیا
 اور آپ کے نزدیک حضرت عباس سوائد اللہ ولد الزنا ہیں جو آپ کو مذہب میں نجس العین ہے اور کبھی جنت
 میں داخل نہ ہوگا اور ناقض الایمان ہیں۔ پس سبحان اللہ اہلبیت بنوی کے ساتھ تمکا اور حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ایاد کا آداب یہ ہی ہوتا ہے جس شخص کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ
 اور بقیۃ آباء بنی فرما دیں اور اسکو آپ ولد الزنا اور ناقض الایمان اعتقاد کریں پس دلائل اہلبیت اور اسلام
 آپ پر ختم ہو چکا۔ **قولہ** سبحان اللہ آپ کو بڑا آداب آبا و رسول اللہ کا ہی آپ کو ایسی امور سے
 شرم چاہیے۔ **اقول** ہم کو جسدہ تنبیہ تبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب ہی
 وہ ہماری روایات مذہب ہی واضح ہے کہ مخالفین بھی ہماری مذہب کے کوئی حصہ نہ کر سکیں۔ لیکن
 بڑا آداب آبا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت شیعہ کو بھی کہ آپ کو مجھ کو معاذ اللہ توبہ توبہ
 ولد الزنا اور ناقض الایمان فرما دیں اور شرم و حیا کو دخل نہیں دینا و آخرت میں اللہ پاک میں اور پورا
 خدا و رسول سے نہ شرم دین پہر اولیٰ الزام ہو دین اور فرما دیں کہ آپ کو ایسی امور سے شرم چاہی ہی
 اپنے علما و محدثین جو آپ کو مذہب کے ستون ہیں انکو فرمایا کہ آپ کو ایسے امور سے شرم
 و حیا چاہی ہی اور ہم نے تو مثل شہود نقل کفر کفر بنا شد۔ الزام نقل کر دیا۔ پہر اپنی ہی عقل

یہ مذہب حضرت عباس کی نسبت نہیں کیا گیا

سابقین اپنے اساطین کے اقتدار فرما کر دین و ایمان شرم و حیا کو خیر باد کہہ کر حضرت عباسؓ کی
 نسبت اس غیث کو تسلیم کر لیا۔ باوجود ہمدردی و شرم کے لیے ہلکے کہا جاتا ہے کہ انکو ایسے امور سے
 شرم چاہیے گویا جو ہلکے کی حدت میں عرض کرنا چاہی تھا وہ اپنی کیا یہی کیا بقولہ فریق
 کفر کا مرتبہ بہت زیادہ ہے۔ علامہ سیوطی کا خدا بہلا کر سے جگر بدلتا ہے یہی ہمارے سادہ فہم
 کرنے والے ہو گئے۔ **اقول** خدا کے لڑکے کوئی ہماری فاضل محبت کے ہنگاموں کو دیکھے۔ کیونکہ حضرت
 کیا حال ہے یہ جو حضرت زہری کے ہمدان اور امیر خسرو کے اہل کیونکہ صادر ہونے لگے ان جلدی کا ہمدان
 بیت چہ خوش گفت سعادتی و در لیحا۔ الایا ایہا السافی اور کا سادہ دانا رہا۔ کیسا کفر کہا گیا
 فسق کہا علامہ سیوطی کجا انکی بدولت ہمارا آپ کے مقابلہ میں گفتگو کرنا۔ ہوس میں یہی نہایت
 بندہ کی ایک ہی تیر میں اور وہ یہی وہ ہے جو صرف آپ کو شکر اے بھاشا میں کہنے کے لیے
 بنزلہ جال کے چہ ایسی ہوس میں ہوس میں حضرت ہوئی ایک ہی ہنگاموں سے کہ پیراؤں سے
 جو میں خود دل اور یہ دعویٰ ہے۔ **قولہ** ربا ولد الزنا کا اتر اتر میں سو یہ ہی ہمہ بین ہو سکتا
 کیونکہ مذہب کے مسلمات پر اعتراض ہوا کرتا ہے ہمارے نزدیک یہ ہرگز زنا نہیں جاساؤ گا کیونکہ شوہر کو
 اپنی زوجہ کے تمام مال پر ولایت حاصل ہے اور جواری مملوکات زوجہ پر شرف بالوطی و بہرہ
 جائز ہے کما ورم دے حدیث المعصومین و سرفاہ شیخ الطائفہ
 التہذیب۔ آپ کے میر جہدی صاحب پر نہایت افسوس ہے کہ کینہ زادگی کی روایت قرینہ
 روزی لکھ کر اور حدیث تہذیب کا ذکر کیا گیا۔ دیانت کے یہ ہی معنی میں کینہ زادہ ہونا چاہیے
 نہیں۔ **اقول** اسے اہل علم و انصاف ہمارے فاضل محبت کے صدر قول کہ ملاحظہ فرما دین باوجود
 آپ کی کمال تہذیب و نہایت شائستگی میں لیکن آخر جواب سے جواب ہو کر کمالی کلوج پر جو شیوہ
 بازار بان ہے آگے اور شرم و حیا اور تہذیب و شائستگی کو بالائی طاق کہہ کر سب و شتم
 پر اور آئی۔ اسکی جواب میں ہم بجز کبر و سکوت کے کچھ نہیں لکھ سکتے انہما سرور کہتی ہیں کہ اگر یہ
 اعتراض آپ کے نزدیک ولد الزنا کا ہے۔ تو اصل سحر میں اور بانی اعتراض آپ کے علماء اکابر میں

حضرت عباسؓ کی نسبت یہ کہ انکی بدولت ہمارا آپ کے مقابلہ میں گفتگو کرنا۔ ہوس میں یہی نہایت
 بندہ کی ایک ہی تیر میں اور وہ یہی وہ ہے جو صرف آپ کو شکر اے بھاشا میں کہنے کے لیے
 بنزلہ جال کے چہ ایسی ہوس میں ہوس میں حضرت ہوئی ایک ہی ہنگاموں سے کہ پیراؤں سے
 جو میں خود دل اور یہ دعویٰ ہے۔ **قولہ** ربا ولد الزنا کا اتر اتر میں سو یہ ہی ہمہ بین ہو سکتا
 کیونکہ مذہب کے مسلمات پر اعتراض ہوا کرتا ہے ہمارے نزدیک یہ ہرگز زنا نہیں جاساؤ گا کیونکہ شوہر کو
 اپنی زوجہ کے تمام مال پر ولایت حاصل ہے اور جواری مملوکات زوجہ پر شرف بالوطی و بہرہ
 جائز ہے کما ورم دے حدیث المعصومین و سرفاہ شیخ الطائفہ
 التہذیب۔ آپ کے میر جہدی صاحب پر نہایت افسوس ہے کہ کینہ زادگی کی روایت قرینہ
 روزی لکھ کر اور حدیث تہذیب کا ذکر کیا گیا۔ دیانت کے یہ ہی معنی میں کینہ زادہ ہونا چاہیے
 نہیں۔ **اقول** اسے اہل علم و انصاف ہمارے فاضل محبت کے صدر قول کہ ملاحظہ فرما دین باوجود
 آپ کی کمال تہذیب و نہایت شائستگی میں لیکن آخر جواب سے جواب ہو کر کمالی کلوج پر جو شیوہ
 بازار بان ہے آگے اور شرم و حیا اور تہذیب و شائستگی کو بالائی طاق کہہ کر سب و شتم
 پر اور آئی۔ اسکی جواب میں ہم بجز کبر و سکوت کے کچھ نہیں لکھ سکتے انہما سرور کہتی ہیں کہ اگر یہ
 اعتراض آپ کے نزدیک ولد الزنا کا ہے۔ تو اصل سحر میں اور بانی اعتراض آپ کے علماء اکابر میں

جنہوں نے کمال بجا تھا اپنی کتب دین دایان میں اس کفر کو نقل کیا ہے پس آپ انکو
 جو کچھ چاہی سمجھیں۔ اور جن القاب سے چاہی عقب کیجیے۔ آپکو اختیار ہے ہم کچھ نہیں کہتے
 ہم تو محض ناقل ہیں۔ آپنے خیال کیا تھا کہ میرے چالاکیوں کو کون سمجھیکا اسلیئے ہم نے
 متنبہ کر دیا اگر پھر ایسی تحریر کی تو انشاء اللہ آپ پر داسح جاسگا کہ ہم اس باب میں یہی
 کیا کچھ ہیں۔ گو آپ اپنے رزمین ہم سے باعتبار مشق و تدویم کر اس باب میں بڑھ چکی ہوں
 اگر آپکو اس لفظ میں یہ مقصود تھا۔ تو یوں لکھتے (ربیع بن عباس کے ولد الزنا ہونے کا تحریر میں)
 پیشتر ہی آپنے ایک جگہ اپنی اس چالاکي کا استعمال فرمایا۔ مگر ہمتے وہ ان اجمالی جواب پر
 مال دیا اور مقام نہیں لیا۔ لیکن آجکہ آپکو خبر دار کرنا ضرور ہوا تاکہ آپ یہ نہ سمجھیں کہ ہماری
 چالاکي کوئی نہیں سمجھتا۔ بعد اسکے ہم اصل روایت کلینی کو منتهی الکلام سے نقل کر کے اس جہم
 کو زیر کر دیں گے۔ ابو جعفر کلینی بسند معتبر روایت کر دہ است از امام صادق علیہ السلام کہ تفسیر
 ماورعباس نیز ماورہ ریمین عبد المطلب ابو طالب و عبد اللہ ابو عبد المطلب ابو مقارب بن ہشام
 و عباس از وہم رسید پس زہیر بن عبد المطلب و غوی کہ در این کثیر از ماورہ یا امیرت رسیدت تو بوقت
 او ابو مقاربت کہ وہ و این فرزندی کہ بہر سیدہ است بندہ ماست پس عبد المطلب کا برقریش
 شفاعت بر نزد وی فرستاد تا آنکہ زہیر رضی شد کہ دست از عباس بر دارد و بشیر طیکہ نامہ نوشتہ شود
 کہ عباس فرزندان او و مجلسی کہ ماورندان ہشتند یا شند در مجلس نشینند و در سبب امری یا ما
 شریک نشوند و چند نہر تدبیریں باین مضمون نامہ نوشتند و اکابر قریش مہر کردند و این نامہ نزد آئہ
 علیہم السلام بودہ است حضرت صادق علیہ السلام آن نامہ را برای جواب داد و بن علی
 عباسی ظاہر گردانید۔ ظاہر ہے کہ روایت کلینی کی سچاویں شہادت ملای مجلسی بسند معتبر
 مروی ہوئی ہے تو اس روایت کی تکذیب ممکن نہیں باقی رہی اسکی تاویل تو جہم سواد کی
 کیفیت یہ ہے کہ اس روایت حجتہ فائدہ حاصل ہوئے۔ اول تو یہ کہ عباس تفسیر لفظ
 زہیر عبد المطلب کے پیٹ ہے۔ دوسری یہ کہ زہیر بن عبد المطلب نے غوی کیا کہ یہ لونڈی ہے

ہمارا غلام ہے۔ کیونکہ ہمارے والدہ کی میراث سے ملو کا ہے۔ تیسری یہ کہ اوس لڑکی سے
 بیرون اجازت اوسکو کہ دوسرے کے مقابرت کی تھی جو صریح زنا ہے اوس سے یہ پیدا ہوا چوتھی
 عبد المطلب نے ان دعوؤں کی نسبت انکار نہیں کیا کہ مینی مقابرت بلا اجازت نہیں کی بنی بلکہ بجا
 مقابرت کے وہ یہ بچہ غلام نہیں ہو سکتا آزاد ہے بلکہ برعکس اسکے اکابر قریش کے شفاعت کر کے
 ریسر کو راضی کیا جو صریح دلیل اس امر کی ہے کہ عبد المطلب نے ذبیر کے دعوہ کو تسلیم کر لیا تھا
 یا جوین ذبیر نے اپنی رہنما کے وقت یہ شرطیں کی کہ اس شرط پر میں اسکی غلامی سے دست
 ہرنا ہوں کہ یہ اور اسکی اولاد ہمارے اور جاری اولاد کے ساتھ جس مجلس میں ہم مہینے بیٹھی
 اوسکی امر میں ہمارا شریک ہوا اور حصہ نہ لیو اور یہ سب شرطیں عبد المطلب نے قبول تسلیم کی
 جو بدلتہ نسبت مدعا ہے۔ چوتھی یہ کہ ان شرط کی بابت ایک دستاویز لکھی گئی اور اکابر قریش کے
 اوسپر مہربن ہوئی اور وہ دستاویز ائمہ کے پاس موجود بلکہ امام صادقؑ نے داؤد بن علی عباسی کے
 جواب کے لیے اسکو ظاہر فرمایا تھا۔ فاضل مجیب نے اس روایت کی توجیہ یہ فرمائی کہ اعتراض
 مسلمات مذہب پر ہوتا ہے اور مدلل روایت کا دلی بجا ریزہ ہے جو ہماری مذہب میں
 ہرگز نہ نہیں کیونکہ نوح کو اپنی زوجہ کے نام ال پر ولایت حاصل ہے اور جوری ملوکا سے
 میں بقرہ بالوطی وغیرہ جائز ہے چنانچہ روایت شیخ الطائفہ نے التہذیب میں اس پر لیکن
 یہ تاویل بہت وجہ سے محکم ہے۔ اول یہ کہ اگر یہ دلی جائز تھی تو ذبیر کا دعویٰ کہ نا
 کہ مقابرت بلا اذن واقع ہوئی۔ اور عباس ہمارا غلام ہے غلط اور عبد المطلب کا اوسکو تسلیم کرنا
 اور یسارٹس اکابر قریش ذبیر کو راضی کرنا اور عہد نامہ لکھنا کہ عباس اور اسکی اولاد جاری مجلس میں
 برابر بیٹھیں جو صریح غلام ہونے اور ولد الزنا ہونے کی تسلیم ہے بوج اور خرافات ہوگا۔ جب
 عبد المطلب نے اس عہد کو تسلیم کر لیا تو گویا عباس کے غلام ہو گئے تو تسلیم کیا غلام ہونے کے
 بجز اسکو کوئی صورت نہیں کہ دلی حرام ہو۔ کیونکہ دلی حلال ہوتی تو ولد حر ہوتا چنانچہ اچھی کتب
 فقہ میں صریح ہے۔ تو یہ کہنا کہ یہ دلی جائز اور حلال تھی سر اسر غلط اور بیوقوفانہ استاذ کا ہے

کہ اصل روایت کے مطلب ہی کو نہیں سمجھا۔ دوسری یہ کہ یہ سراسر غلط اور خلاف مذہب ہے کہ زوج کو
 جواری مملوکات زوجہ پر تصرف بالوطی وغیرہ جائز ہے۔ کیونکہ بروی مذہب حلال ہونا جاریہ کا
 تین قسم میں منحصر ہے اول عقد نکاح اور یہ دوسرے شخص کی کنیز کے ساتھ مخصوص ہے دوسری
 کنیز کا مالک ہونا تیسرے کسی شخص کا اپنی کنیز کو کسی کے لیے مباح و حلال کرنا اس وقت ہماری
 پاس جامع عباسی ہے، اس سے مخصوصاً نقل کرتے ہیں۔ مطلب دوم در بیان نکاح کنیز و آن
 ہر قسم است۔ قسم اول عقد و آن مخصوص کنیز غیر بیعت۔ قسم دوم مالک کنیز۔ قسم سوم اجازت
 و تحلیل است و آن جنین است کہ شخصی بدگیری دخول کردن حلال کند و این قسم از خواص فرقہ
 تاجعہ اثنا عشریہ است اور اسکی آخرین لکھا ہے۔ و فرزندیکہ ازین کنیز ہم سدا کرید او آزاد باشد
 و صاحب کنیز شرط نکرده باشد کہ فرزند او بندہ باشد از اوست۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ فقہیاد
 عباسی میں یہ تینوں امر مفقود ہیں۔ نہ عبد المطلب کے ملک تہی نہ عقد نکاح واقع ہوانہ مالکہ نے
 اجازت دی چنانچہ صریح ذمیر نے کہا کہ تو بے اجازت او باو مقاربت کر وہ پس ہمارے فاضل
 مجیب کا یہ کہنا کہ جواری زوجہ پر تصرف بالوطی مطلقاً جائز ہے سراسر غلط ہوا کیونکہ مملوکات
 غیر کے علت بجز عقد یا تحلیل کے نہیں ہو سکتی خواہ وہ زوجہ ہو یا غیر زوجہ۔ مان سن لائے
 روایت صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ زوج کو اپنی زوجہ کو مال پر یہ ولایت ہے کہ بدون اس کے
 اجازت کے زوجہ کو او میں تصرف جائز نہیں نہ یہ کہ زوج کو او میں مالکانہ تصرف جائز ہو
 یہ ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا۔ من لایخفر کے باب عن الزوج علی المرأة میں ہے و ذکر
 الحسن بن محبوب عن عبد اللہ بن سنان عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال
 لا یسیر المرأة مع زوجها امرہ عتوق ولا صدقة ولا تدبیر ولا حصہ ولا تفرغ ما لھا
 الا باذن زوجها الا ان ھما زوجہ او ذکوة او بر والد یا او صلیقہ او ولایت حاصل ہو

الحسن بن محبوب عن عبد اللہ بن سنان عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال لا یسیر المرأة مع زوجها امرہ عتوق ولا صدقة ولا تدبیر ولا حصہ ولا تفرغ ما لھا الا باذن زوجها الا ان ھما زوجہ او ذکوة او بر والد یا او صلیقہ او ولایت حاصل ہو
 امام ابی عبد اللہ سرمدی ہے فرمایا کہ عورت کو بدون اجازت اپنی شوھر کی سامنی اپنے مال میں عتق نہ دینا اور
 تدبیر کرنا اور یہ میں اور تفریق اختیار نہیں۔ مان مگر حج یا ذکوة یا اپنے والدین کے ساتھ ملک یا اپنے اہل خرابیت
 کے ساتھ سفر حج میں (اختیار ہے) ۱۳

اور اس سے اور تصرف مالکانہ و دوسرا امر ہے۔ چوتھی یہ کہ بالفرض اگر یہ مسئلہ مذہب ہو اور اہل مذہب
 نزدیک معتبر سمجھا گیا ہوتا ہے غلط اور خلاف لغو من قاطع کے ہے۔ کیونکہ خداوند کریم جل جلالہ شانہ
 نے اپنی کتاب مجید میں دو جگہ ارشاد فرمایا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ اپنی فروج کے لغو منقذ
 کرتے ہیں ماسوائے اپنے ازواج اور اپنے مملوکات کے وہ فلاح یافتہ اور قابل صلح ہیں اور جو
 سوا اس کے کوئی عمل طلب کریں پس وہی ہیں حدت بجا نہ کرنے والے آیات سورہ مومنون
 اور سورہ معارج میں مذکور ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ طہی سوائے اپنی ازواج یا اپنی جواری
 مملوک کے حرام ہے اور ظاہر ہے کہ جواری مملوکات مردہ کے اپنی مملوکات نہیں ہیں نہ اپنی زوجات
 ہیں پس جو شخص انہیں طلب کرے وہ حد محال سے بجا در ہے اور داخل حد عید۔ فمن تخطى در
ذلك فادلك هم العادون۔ ہے۔ پر عبد المطلب کی طہی حسب ارشاد خداوندی نہ
 حلال ہے نہ نجس نہ حرام واقع ہوئی ہے جو اس سے ولد پیدا ہو گا اس کو دیکھا جاسی کہ گناہ گوار
 شدید فاضل مجیب اس کا یہ جواب دین کہ یہ آیات ہمارا مذہب نہیں۔ بلکہ لازم مذہب ہے اور مذہب
 مذہب پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ چوتھی یہ کہ اگر نے الواقع روایت تہذیب میں ایہ مذہبوں کی
 اذنیالیا نہ ہو گا۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ضرور اس مرفوع پر اس کو نقل فرماتے۔ جب مولوں ہندو
 مذہب پر بابت عدم ذکر روایت کے اعتراض کرتے ہیں اور خود بھی اس کو نقل نہیں فرماتے تو معلوم
 ہوتا ہے شاید یہ زبانی باتیں ہیں۔ تو یہاں فاضل مجیب اپنا قاعدہ کیوں پہل گئی ہم ہی کہتے
 ہیں کہ دلیل روایت تہذیب کا ایک مذہب نہیں ہے بلکہ لازم مذہب ہے جو آپ پہلے ایسا مذہب
 ہونا ثابت کرتے جب ہمارے سامنے گفتگو کرتے اور آپ کی تو کیا حقیقت ہے آپ کو طہی مجلیسی مذہب
 مردہ طہی ہوا اور اس ناختم ہو کر حدیث کی تصبیغ اور غایت ثابت کرنے لگی۔ حالانکہ خود ہی آپ
 حدیث کے سلسلہ سند کو سند معتبر فرماتے تھے آپ فرماتے ہیں۔ این حدیث بیاض است
و چون عبد المطلب ازاد صبار بود نباید که از وی حرامی صادر شدہ باشد پس محمل کہ عبد المطلب
اسے جو لوگ اس کا مذہب نہ ہیں۔ یہی حد سے گذرے والے ہیں۔

بولایت تشویم بر خود منوودہ باشد یا مادر زبیر کثیر یا بخشیدہ باشد و زبیر از آن بزرگتر است باشد
و علی اتی حال خطا بزبیر و ان آسان ترست از نسبت و ان بعد المطلب - انتہی - آپکر
مولای مجلسی نے انا حیا کو کار فرمایا کہ وہ احتمال جو جناب سامی نے خلافت مذہب خود بیان کیا
کہ مشن مذکور است زوجہ بر تصرف بالوطی وغیرہ زوج کو جائز ہی نہیں ذکر فرمایا بلکہ دو احتمال
ذکر فرمایا کہ محتمل ہے کہ بواسطہ اپنی ولایت کے اوس لونڈی کو بطریقیت کے لیکر تصرف کیا ہو
یا مادر زبیر نے اوسکو بخشید یا ہو - اور وہ روایت جو حکم عینی سے اور نہ کہ کوئی حق صریح اس
مذہب ہی کیا معنی کر اگر ایسا معاملہ ہوتا تو بعد المطلب کیونچکر رہتے اور کیون زبیر کے دعویٰ
تردید میں اسکو پیش نہ کرتے اور کیون ان شرط کو جو عباس کی غلامی اور انکو ولد الزمان ہونے پر
ولایت کرتے میں تسلیم کر لیتے کوئی شخص جبکہ توڑی سی ہی غیرت ہو وہ اپنی اولاد کی اولے
نذیل و تحقیق ہو چہ نہیں چاہتا اور نہیں ہوا کہ نہ سکتا - چہ جائیکہ عبد المطلب جیسا شریف و عالی مرتبہ
ایسی خواری کو اپنی اولاد و حر کیو اسطرح تسلیم کر لے - رہا غریب حدیث کا دعویٰ سو یہ بالکل لغو ہی
کیونکہ باجماع محدثین و اخباریین روایات عینی کی قطعی الصدور ہیں اور اصولاً و فروعاً انہو ہلال
کیا جاتا ہے - پس اسکی غریب کا حکم محض تحکم ہی اور دعویٰ وصایت عبد المطلب یہ اور بھی
پہلوچ بر پوچ ہے - افسوس کہ وصایت کے اطلاع انبار عبد المطلب کو نہ ہوئی - اگر زبیر کو اپنی باپ
کی وصایت خبر نہ ہوتی تو خبر چند ان استبعاد نہیں - تعجب یہ ہے کہ ابو طالب کبھی جو جی صحت پر ہوتا
کو ہی خبر نہ ہوتی - ورنہ ضرور زبیر کو اسکی دعویٰ سے روکتے اور عبد المطلب کے اکابر قریش کے
پاس شفاعت کے لیے فرزند ارجمند بخند ستھن در بدر خوار و ذلیل ہونے کی نوبت نہ آتی - پس روایت
تمام توجیہات کے قاطع اور تمام تاویلات و تہویلات کے بیخ کن ہے قطع نظر اس سے اگر بالفرض
یہ روایت آپکر امام ثقہ الاسلام عینی یا انکو اساتذہ کرام کا کذب و انحراف ہو یا بضرع محال حسب
دعویٰ علای مجلسی مادر زبیر نے اپنی لونڈی اپنے زوج کو بخش دی تھی یا بیساح کر دی تھی یا
عبد المطلب نے بولایت خود اپنی اوپر اسکی قیمت کر لی تھی یا حسب دعویٰ محیب لیب مطلقاً

زوج کو جو حرامی مملوکات زوجہ پر تصرف تھی وغیرہ دیکھنے کو ملت جائز ہو۔ تاہم اور روایات کو جو بطور
 قاعدہ کلیہ کے عدم حبیب ولادت عباس و عقیل بلکہ ہیبت سحر بنی ہاشم و علی بن ابی طالب و سیدین
 بلکہ بنیاء و سرسین پر بنیاء اصول ہامید ولادت کرتے ہیں کیونکہ بیعت کرنا اور اس شرط سے کیونکہ بیعت
 ہاشمی۔ قاصد و کلبہ یہ ہے کہ کوئی حبسی اور صدوق نے بڑے علم خود احادیث ائمہ سے ثابت کیا کہ
 کہ اہلبیت کی ولادت اس شخص کے عدم حبیب ولادت کو مستلزم ہے چنانچہ خاتم المتکلمین
 رحمۃ اللہ علیہ نے روایات ذیل اس حدیث کے ثبوت کے لیے نقل کی ہیں شیخ صدوق نے نقل
 الشرائع میں امام صادق سے روایت کی ہے قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 مِنْ حَسْبِنا أَهْلُ الْبَيْتِ فَلْيَحْدِثِ اللَّهُ أَوَّلَ النُّعْمِ قَبْلَ أَوَّلِ النُّعْمِ قَالَ طَسِبَ الْوَلَدُ
 وَلَا يَحْبِسُنَا إِلَّا مَوْضِعُ طَابِتٍ وَلَا دَقْدَقُ شَيْخٍ وَهِيَ سَنَةُ حُجَّاجٍ مِنْ حَضْرَتِ صَلَوَاتُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے نقل کی فرمود باعلی دست منیدارد ترا مگر یکہ لاؤش سیکو و پاکیزہ باشد و دشمن
 منیدارد ترا مگر یکہ لاؤش خست باشد فی الحاصل عن عبد الله بن الصلت عن
 عده عن أنس بن مالك أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان ذات يوم جالساً
 على باب الدار ومعه علي بن أبي طالب إذا قبل شيخ فلهم على رسول الله صلى الله عليه وسلم
 ثم انصرف فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعلی اعراف الشيخ فقال له علی ما عرفه
 فقال هذا ابليس فقال علی لو علمت يا رسول الله نفر بینه ضربت بالسيف فخلصت
 امك منه قال فانصرف ابليس الى علی فقال له طلعني يا ابا الحسن اما سمعت

شیخ ازبک از امام کا قاصد کلیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص ہم اہلبیت کو محبوب جاسے چاہی سب سے پہلے نعمت پہنچا
 حکم کرے کسی کو کہ سب سے پہلے نعمت کیا فرمایا ولادت کی پاکیزگی اور کہہ کر اس کو کہ جس کی ولادت پہلے ہو محبوب ہیں جاسا۔
 علی بن ابی طالب کو ولادت ہے کہ ایک ان رسول اللہ کہہ کر کے دروازہ پر بیٹھی ہے اور ان کو ساتھ علی بن ابی طالب ایک بچہ آیا
 اور رسول اللہ پر سلام کیا اور یہ کہ رسول اللہ نے علی سے پوچھا تو ہی کہ بیعت تو یہ کیا میں نہیں جانتا تو فرمایا یہ ہیں علی نے کہا
 یا رسول اللہ اگر میں جانتا تو تم کو کیا لانا لانا کہ اس سے چھوڑ جائے تو میں نے کی طرف ہیرا کیا کہ میں نے تم کو علم کیا۔

قول اللہ عزوجل وشارلہم فی الاموال والااولاد فواللہ ماشرکت احدہا
احک فی امر ویزید ذلک نبیانا۔ و تفسیر ماروی صدوقہم فی العیون
عن علی بن ابیطالب قال کنت جالساً عند باب الکعبۃ واری شیخ محمد و دب
قد سقط حاجبہ علی غنئیہ من شدۃ البکر فی یدہ عکاز و علی راسہ برنس
احمر و علیہ مدرۃ من الشعر قد مال الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم سسناً ظہراً
بالکعبۃ فقال یا رسول اللہ ادع لی بالمعقرۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاب
سعیک یا شیخ و ضل عہدک فلما ولی الشیخ قال لے یا ابا الحسن اترقہ قلت اللہم
لا قال ذلک اللعین ابلیس قال علی علیہ السلام قدوت خلقہ حتی لحقت صرۃ الارض
و جلیت رءو و وصعت یدک فی خلقہ لاحقرہ فقال لا تفعل یا ابا الحسن فانہ من المظہر ان ایوم
الوقت المعلوم لہ علی انی لا احبک ما انفصلت الا شربک بآء امہ فصا دلانہ فانضحت فمخلیت
سبیئہ انتہی اور ملا باقر مجلسی علیہ المتقین میں امام صادق سے روایت کی ہے کہ آنجناب
فرمود دشمن باہل بیت نیست مگر سیکہ دلہ الزنا باشد یا مادرش در حین باو حاملہ شدہ باشد
اور نیز دوسری حدیث میں امام صادق سے روایت کی ہے کہ راوی پر سید یحییٰ خیریتوان
دانت کہ کسی شریک شیطان شدہ است فرمود ہر کارا دوست میدار و شیطان بدو شرکاء
سہ کیا تو نے اللہ عزوجل کا قول نہیں سنا۔ وشارلہم فی الاموال والااولاد خدا کی قسم جو بخلگہ محبوب کہتا ہے میں اور کمان میں بیکر
نہیں ہوا۔ صدوق نے عبون بن علی سے روایت کیا ہے فرمایا میں کبہ کے دروازہ کو پاس بیٹھا تھا جب تک ایک بٹک کو زبردست
جس کا پلکین بڑا ہی سے اگلو نہیں گر رہے تھیں اور کمانہ میں ایک لٹیا تھے اور اس کو ہر سرخ نکلاہ ہوا اور اس پر
ان کے کلمی رہتے تھے اللہ علیہ وسلم کے پاس کبہ کے ساتھ بٹک کا سہارا لگا ہی ہوئی آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے
پر مغفرت کے دعا کیجیجی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے شیخ تیری سعی کا کیا یاد دہنیر اعلیٰ کا ہے جب اوپر پہنچے
مجھ کو فرمایا اے ابا الحسن تو اس کو بچا تا ہے عرض کیا نہیں فرمایا یہ بیس نہیں ہے علی نے کہا میں اور کبہ بھی دوڑا کرتا تھا
لگا کونٹ ڈالوں دے کہا ایسا کیا کرے ابا الحسن کیونکہ میں قیامت تک جہت دیبا گیا ہوں خدا کی قسم اسی علی میں جس کو دوست
کہا ہوں اور جو مجھ پر بغض رکھتا ہے۔ میں اور کبہ کا پاس اور کمان میں شرکاء ہوتا ہوں۔ اور وہ ولد الزنا ہوتا ہے
میں نے ہنس کر اس کو چوڑ دیا۔ ۱۲۔

[illegible]

زنده است دہر کو دشمن است شیطان درو شریک است۔ علاوہ انکو اور بہت اس قسم کے
 روایات ہیں جو اس مدعا پر دلالت ہیں جنکو نسبت حسب تصریح خاتم التکلیفین اکابر ائمہ نے
 شہرت بلکہ قوا کا دعویٰ کیا ہے پس ان احادیث کی تصریح ثابت ہوا جو شخص جناب
 دیگر ائمہ کی محبت کیلئے پہرہ ہے اور بغض الہییت ہے ولد الحرام اور لطفہ شیطان ہے
 اب ہم اصول شیعہ پر بغض الہییت ہونا عباس رضی اللہ عنہ کا ثابت کرنے میں۔ اول
 قاضی نور اللہ شوشتری نے مجالس المؤمنین میں درباب غضب ام کلثوم صریحاً مسلم
 دقت تلفی اور اس غضب میں معاونت خلیفہ ثانی کے ساتھ عباس کی طرف منسوب ہوا اور ان
 میں لکھتے ہیں۔ کہ ظاہراً ابواسد و کالت ففعلی و امثال ان حضرت امیر عباس را مانند و
 یاران فدائی خود را مخ در محبت و اخلاص نیک داشت و ہذا چنانکہ سابقاً در احوال سید الشہداء
 مذکور شد آنحضرت علیہ السلام از عباس عقیب بن حنفیہ جافین اور تعمیر فرمودہ اند۔ اور ظاہر ہے
 کہ جو شخص نہایت الہییت بنوی ترک کرے اور اہل جوہر کی طرف مائل ہو اور غضب ام کلثوم
 میں غاصبہ کا شریک اور معاون ہو اسکی ناصبت اور عداوت الہییت میں کیا شک ہے
 پس اسکی ولادت کے بارے میں حضرات شیعہ جو کچھ فرما رہے ہیں ہم سابق میں نقل کر چکے ہیں
 و دوسری روایت ثقہ الاسلام کے ہے جسکا ترجمہ حیات القلوب میں کیا ہے اسکو ہم نہایت
 المتکلمین سے نقل کرتے ہیں۔ سہرہ از حضرت امام محمد باقر معلوم ہے کہ کئی بوہر و کثرت
 بنی ہاشم کہ حضرت امیر المؤمنین بعد از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم از ابو بکر و عمر
 سابقان مغلوب گردید۔ حضرت فرمود کہ از بنی ہاشم کہ ماندہ بود جعفر و حمزہ کہ در غایت
 رفیقین و از سابقین الدین بودند بجا لم بقار حلت کردہ بودند و دوسرے ضعیف البغین و اہل اللہ
 تارہ مسلمان شدہ بودند عباس و عقیل و ایشا از در جنگ بدر امیر کردند و آرا کو ذرا بان نہیں
 قوی نیدار و چند گونہ کہ اگر حمزہ و جعفر حاضر نہ بودند در ان فتنہ ابو بکر و عمر را ہی نہیں
 کہ حضرت امیر المؤمنین اعصاب کنند و لگہ بھی مگر دندہ لہستہ ایشا از می گشتند۔ انہی اس روایت

و منسج ہے کہ عباس و عقیل مثلیع نفس المارہ و دنیاوی طبع کے وجہ سے متعارف کر کا سہ لیونین
 شریک ہوئی سیوطی جناب امیر نے اوکا و محبت و اخلاص میں راسخ نہیں سمجھا اور بعد وفات
 جناب سرور کائنات کے جب عباس نے آپ سے خدافت پیمیت کرنا چاہا تو ادھر پیر تبا
 لکھا اور بیت بتول لگی۔ پس واضح ہو کہ یہ تمام اوصاف مقدسہ جو حضرت عباس عم
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و عنواہیہ کے نسبت جنکی نسبت آپ بقیۃ آبادی فرما دین اور
 فرما دین کہ عباس کے ایذا میری ہی ایذا ہے اور وہ میرے باپ کی جگہ ہے اور اسکی تعظیم
 و توقیر کو بیان کی جاتی ہیں آپکی نسب و عداوت البیت بنوت پر واضح دلیل اور
 جب نصب و عداوت ثابت ہوئی تو دل لول اور روایات کا جو متواتر المعنی ہیں اور قاعدہ
 کلیہ کے اثبات میں ہم اسی بیان کر آئے ہیں۔ محاذ اللہ آپ صدادتیا اور نصب ابتیار
 و سطلین ہی ہم شہیر ثابت کر کے مگر محبت و الفت اور قصد اقتضار مانع ہے اور غالباً بعض روایات
 شرع و رسالہ میں نقل ہو رہی ہیں جو ہم اسکی تفصیل سے معذورین قولہ دنیا اور آخرت
 میں اندھا ہونا جو لکھا ہے اس پر ہی کمال حیف ہے آپ کو ہنسی و مطالبہ کو حضرت بعلی ارشاد سمجھ گئے ہیں
 اقول اگر یہ جواب آپ اپنے علماء سے نقل فرماتے ہیں تو واضح ہو کہ آپ کے علماء
 صرف جواب دہی سے جان بچانے کے واسطے اسکو مستحضر اور مطالبہ فرما کر ٹال دیا ہے افسوس
 کہ آپ اسکو واقعی سمجھ گئی اور اگر ایجاد بندہ ہے تو ہی غلط ہے منشا اسکا یہ ہے کہ نہ اپنی
 کتا بونکی خبر اور نہ خصم کے کتا بونکی واقفیت ہے۔ یا یہ کہ خبر ہوگی لیکن جواب کے خوف سے
 اسکو نہی مذاق کہہ دیا افسوس کہ یہ جواب پہلے سے آپ کو نہ سوچا ورنہ بیت کام آتا۔ لیجئے
 ہم آپ کو مطلع کرتے ہیں کہ یہ نہرل و مطالبہ نہیں بلکہ سراسر واقعی ہے جو جان اللہ حضرت توبت کا نشان
 بیان فرما دین اور آپ کو ہنسی و تخرین اور توبت میں لکھ کر کیا جیسا آپ نے بکھریا جو ٹ بولتا اور توبت و توبت
 ہنسی طابین ہی کہ جو کھوٹ بولتا رہا ہے۔ لیجئے ہم اسکے ثبوت میں عبارت چہنتری الکلام کی
 نقل کرتے ہیں۔ خاتم مشکوٰۃ مولانا مولوے حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں و اگر بایں

ہے البتہ یہ کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی شان و کرامت میں
 توبت و توبت کا نشان ہے۔

دین قناعت کنی و کوش بر بدل دل آن بکابرة و مجادله نمى و لال دیگر بر احدانات و نصیحت این هر دو
 پیش خود دارم از بخند روایت اسناد کلینی است از حضرت سید الساجدین الامیرین العابدین که در حق سید
 و پدرش عباس این آیت نازل شد و من کان فی هذا صحنی فحق الاخرة اعنی فاضل سید
 یعنی هر که در دنیا کورست و راه حق را نماند پس او در آخرت کورست از دیدن راه هست و کوره
 ترست انہی ترجمہ الایہ الکریمہ علی لسان صاحب حیا سالتوب پس اگر مراد از کوری اس پدر و سر
 معاذ اللہ ترک یافت مرتضوی دلیل بدنیائی خلفاء معنی نصیبت باشد نہ کہ عین المدعا
 و اگر چیز دیگر باشد مثل انکار توحید یا نبوت و معاد یا فسق و فجور پس واجب کہ اہل قصودت تقریر
 بخیر آن بردارند و در مقام مناظرہ انہار آن سازند۔ انہی۔ اہل عقل و انصاف اس عبارت کا
 ملاحظہ فرمادین اور دیکھیں کہ یہ بیان شان قبول بطور سنہنی مخاطبہ کے ہے یا ذاتی اہل نفس الامر کے اگر
 ذاتی ہے اور روایات تنبیہ سے ثابت ہے تو بہر جاری فاضل مجیب کا اسکو مخاطبہ سمجھنا
 اس وجہ سے کہ جواب کہ بلا سے نجات پا جا دین یا کسی دوسری وجہ سے افسوس کہ اس سے
 پر جواب کہنے میں لامل و لا قوۃ الا باللہ قال الفاضل المجیب۔ قول۔ اب انہ فرما کر
 کہ السنۃ نے تسک بانقلین کیا ہے یا حضرات تنبیہ سے۔ انول۔ آپ نے السنۃ کا
 کچھ تسک ذکر نہیں فرمایا کہ موازنہ کیا جاتا محض دعویٰ لسانی ہے۔ چند روایتیں شیخ کی جو بنعم
 خلاف تسک سمجھن نقل کر دی جنکا جواب گذر چکا موازنہ کیونکر کیا جاوے کس سے کہا جان
 اگر کچھ اپنا تسک تجزیر فرماتے تو لب یہ موازنہ ہوتا یقول العبد الفقیر الی مولاه۔
 افسوس کہ آپ اپنے سوال ہی کو پھول گئے کہ اوہم کیا مضمون کہتا ہوں اس کے بندہ کے تجزیر ہی
 مطلب نہ سمجھی جواب موازنہ پر مسترس ہوئی۔ اب اپنے سوال کو ملاحظہ فرمایا کہ آپ نے معاملہ
 عقد خلافت و قصد اوراق کے تسک کا ضمن کیا تھا۔ کترین نے بھی جواب اسکی چند
 روایات جو مستلزم عدم تسک شیعہ کرتی ذکر کر کے متنبہ کیا کہ جب ہمارا عدم تسک یہ ہے تو آپ
 ذکر فرمایا۔ اور آپ کا عدم تسک یہ ہے۔ جو ہم عرض کرتے اور ناعد ہے یعرف الاشیا باصلہ

۲
 نسخہ
 جامعہ
 دارالعلوم
 دیوبند

تو اس سے اب ہماری اور اپنے شک میں موازنہ فرمائیں پس ظاہر ہے کہ اسکو وہ مسئلہ ہلکا و سہل نہ کہنا چاہیے
 نہ کسی ضرورت نہ تھی اگر آپ مطلب سمجھتے تو موازنہ کے لیے ہمارے شکات کے طالب ہوتے اور جواب
 تو یہ ہے کہ یہ آپ نے تحریر فرمایا اور فی حاشیہ اہل عقل و انصاف پر بخوبی روشن ہے اور عجیب نہیں کہ کہیں
 اپنے دل میں آپ بھی انصاف کرتے ہو مگر قولہ اب آپ کی طرح ہم بھی عرض کرتے ہیں کہ کیا
 شک کے یہی معنی ہیں کہ کائنات کو محض اور غلط بتلاوین اور اسکو جلائیں اور باہر زمین اور
 رسول اللہ کی مٹی کو زود خنہ کا زکین در حالیکہ اسلام نے دسویں جدائی والی تھی اور اہل بیت
 گھر جلانے کی دہمکی دیں۔ اور جنکو حضرت عباس عم رسول خدا و اوصوایہ غرک اللہ بفرماں انکو
 خلیفہ رسول و امام برحق قرار دیں اسے طرد نکال۔ اقول بحول اللہ و قوتہ ہم ان مطالب کا
 بخوبی ابطال و تہیصال احاث نقابین کر چکے ہیں حاجت تکرار و عادیہ نہیں ہے قال الفیاض فی حبیب
 قولہ یا اہلہم جناب مخاطب کے تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر نزدیک صرف فقہ اہل حق ثابت ہے
 الحمد للہ جن حضرات شیعہ نے وقوع اہراق فرمایا ہے وہ جناب مخاطب کے نزدیک معتبر نہیں دراز ہو
 موقع ملے ہیں بیان فرماتے۔ اقول کیا جناب محیب ہلکا و سہل ہی مثل حضرات اہل سنت تصور فرماتے
 ہیں کہ دعویٰ بلا دلیل پیش کریں یا اپنے ہی مسلمات سے مخالف کو الزام دیں۔ ہمارا یہ شیوہ نہیں
 ہم مقبولہ فریقین یا مقبولہ خصم سے الزام دیتے ہیں اسلیب حالہ کتاب ہی گذارش ہوتا تھا مگر جناب
 اوس سے اغراض و اعراض مصلحتاً فرمایا۔ یقول العبد الفقیر الی مولائہ اللہ۔ معاذ اللہ
 ہم آپکو برگزیدہ مثل حضرات اہل سنت کے تصور نہیں کرتے و ما یستوی الا اعم و البہیم
 و لا انظلمات و لا النور و لا الظل و لا الحر و ما یستوی الا حیار و لا الامیاء
 لیکن یہ تو فرمایا ہے کہ آپ نے ہماری کس عبارت پر سمجھا ہے کہ ہم آپکو مثل اہل سنت کے تصور کرتے
 ہیں خدا کے لیے کہیں تو نشان کرتے ہیں ہم نے تو صریح یہ لکھا تھا کہ بعض حضرات شیعہ نے
 دعویٰ وقوع اہراق کیا ہے جنکو جواب ہے جناب مصلحتاً اعراض و اغراض فرمایا۔ پس اگر

انکا دعوی غلط اور کذب ہے چنانچہ آپکی تحریر سے ثابت ہوتا ہے تو آپکو جیسا ہی تھا کہ یہ فرماتے
 کہ کیا ہمکو ہی مثل حضرت علماء ستیہ کے تصور فرماتے ہیں الخ اور آپکی دعادی اور دلائل اور ہتھکڑیاں
 والرائات کا حال انکو تحریر سے خود اہل علم والفضائل پر واضح ہے کچھ ہماری کہنے کی یہ ضرورت
 نہیں ہے اور خود یہ ہے دعوی آپکی اس قول میں آپکی دعوی کا مکذوب ہے۔ قولہ منہد سوہن
 کس عبارت سے یہ بات اپنے سمجھو | قول جناب یہ امر میرے گذارش پر نظام تھا
 مگر انوس کہ آپ اردو کی سہل عبارت تو نگو نہیں سمجھتے میرا غلاصہ گذارش یہ تھا کہ یہ موقع طعن کا
 تھا اور ایسی موقع میں سے لامکان کوتاہی نہیں کیاتے جو امر زیادہ باعث طعن ہوا جسکو
 ترک کر کے حقیقت کو نہیں، ذکر کیا جاتا ہے جب آپنے قصدا حراق عمل طعن میں بیان فرمایا
 حالانکہ آپکے بعض علماء مدعی وقوع نفس احرار کے میں اور وقوع نفس احرار کو جو باہت
 طعن اشد ہوتا ترک کیا تو معلوم ہوا کہ اگر آپکے نزدیک معتبر ہوتا تو ضرور آپ اسکو ذکر کرتے
 اس سے معلوم ہوا کہ وہ ایک نزدیک جتنا قابل اعتبار نہیں قال الفاضل المجیب
 قولہ۔ باقی رہا قصدا حراق جو امور قلبیہ سے ہے اسکا مفصل جواب تحقیقی اپنے موقع پر دیا جائیگا
 یہاں کہ محل اجمال ہے اسقدر کافی ہے۔ اقول۔ اور کس بات کا آپنے جواب عطا فرمایا کہ اگر
 نسبت باقی رہا الخ فرماتے ہیں آپنے شروع ہی سے وہ حال اختیار کی ہے کہ جو امور سمجھنے
 دریافت کچھ بہتی بزعم خود ہم پر ہی منقلب کر دیں اور اس سے آپکو عرض صرف اصلی جواب سے
 پہلو ہتی کرنا ہے بقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی ہم شروع رسالہ میں
 گذارش کر چکے ہیں کہ آپ محض سائل نہیں تھے بلکہ مدعی ہی تھے اور آپنے اپنے دعوی کو
 بلا دلیل ذکر فرمایا تھا تو ہم نے آپ سے آپکے دعوی کی نسبت دلیل طلب کی اور آپکے سوال کا
 اجمالی جواب دیکر آپکو متنبہ کر دیا کہ آپ جواب کے اسوقت سخت ہونگر جبکہ اپنے دعوی کو
 بدلائل ثابت کریں گے۔ چنانچہ اس مخبر میں بزعم خود آپنے اپنی مدعا کو بدلائل ثابت کیا
 گو باعتبار واقع کے ثابت ہوا ہو۔ پس ہم نے یہی اپنے اس رسالہ میں آپکے سوال کا جواب

کیقدر بسط و تفصیل کے ساتھ گزارش کیا پھر آپ کا یہ فرمانا کہ اس سے آپ کی اصلی غرض صرف جواب دہی پہنچانی کرنا ہے محض دعویٰ بے دلیل اور غلط ہوا اور نیز باوجود عدم حتمی جواب کے پھر اچھا طرز اسلی ہی اختیار کیا تھا کہ انکو انظار و بجا بحث میں پہنچانے کے لیے ایک جال تھا سو بھول اللہ فوتہ حسب دعا آپ ایسی بجا بحث کے جال میں پہنسی میں کہ قیامت تک غلط محال ہے قولہ مہندہ سوال میں قصداً اوراق ہی ذکر ہوا ہے اور حوالہ کتاب ہی درج ہے مناسب تھا کہ اس کا جواب تحقیقی یا لازمی تحریر ہونا نہ استدلال غرض کے یہی کیا حاجت تھی جسطرح اصلی سوال کا جواب میں سکوت اختیار فرمائی یہاں ہی خاموش رہتے اقول افسوس بندہ کی گزارش فہم ترین میں نہ آئی بندہ نے جو عرض کیا تھا کہ قصداً سو طلبہ سے ہے یہ ہے اگر سوال کا اچھا جواب تھا اور حاصل اس کا یہ تھا کہ آپ کے قصداً اوراق کا دعویٰ فرمایا اور جو روایت کہ آپ نے ذکر فرمائی اس کی یہ عبارت ہے۔ **وایمر الله ما ذاك بعلمه ان اجتمع هؤلاء المنصفون عندك ان امرهم ان يحرق عليهم البيت اور ان الفاطمہ سے قصداً اوراق ثابت نہیں ہوتا** بلکہ محض تہدید بصرۃ معلوم ہوتی ہے کیونکہ عرف میں ایسی کلمات ایسے مواقع میں محض تہدیداً کہتے ہیں تو دلیل مثبت مدعا نہیں ہوتی اور دعویٰ ثابت ہوا۔ اپنے بجز اس بات کے کہ جو قطع اور کوئی قرینہ ہی یہاں نظر آیا تھا جو مثبت تقسیم غرض میں ایسے پوچ استدلال کے بیچ کٹ کر قطع و حق کیواسطے یہ ایک جملہ ہی کافی تھا۔ بشرطیکہ افہم کر کام لیتے۔ چونکہ اب آپ اس کی تفصیل کے طالب ہیں اور یہ موقع ہی اس کی تفصیل کا ہے۔ اسلیں ہم اس کی تفصیل کے لیے یہی حاضر ہیں لیجیے ذرا متوجہ ہو کر سنیے۔ واقفان مناظرہ مذہبی ذوقین پر حق نہیں ہے جب عادت قدیمہ خود کہ ہمیشہ مذہب میں نئے نئے تراش و تراش کرتے رہتے ہیں شیعہ کے اس مذہب میں ہی رنگ بزرگ کے احوال ہے اول وقوع اوراق کا دعویٰ جو چنانچہ علامہ غوسی نے تجرید میں اور مایا قرطبی اور بعض متاخرین نے ہی کیا۔ اور بعض علما جنہیں

سینہ خدائی بیت نامہ کا جواب

ہماری فاضل محبت ہی میں جب اس دعویٰ کی غلطی پر تہمت ہوئی تو اوس دعویٰ کا انکار کیا اور قصہ
 احراق کا دعویٰ کیا۔ پھر جب جسے علماء کثرت کشتی اجماع تہمت میں گرفتار ہوئی وہاں
 اسکو تہدید و خوف پھیل فرمایا۔ چونکہ وقوع احراق کی نسبت ہمارے فاضل محبت کے دعویٰ نہیں
 بلکہ بعض علماء نے خود مذہب فرمائی اسلیں ہم اسکی تردید کی طرف متوجہ نہیں ہوتی۔ انیسال
 دعویٰ قصد احراق کی طرف عنان توجہ منطف کرتے ہیں۔ ہن اصرع ہو کہ قصد احراق سے مراد
 تقسیم عزم احراق ہے کہ معاذ اللہ مقصود ولی بہتسا کہ خانہ اہلبیت کو جلا دین اور مجرد
 تحویف و تہدید مد نظر نہیں ہے۔ لیکن دعویٰ تقسیم عزم احراق ہی بوجہ چند باطل ہے
 اول یہ کہ جو روایت کا از لہ الخفا سے اس مدعا کے ثبوت میں نقل کی ہے وہ ہرگز اسکو ثبوت
 نہیں اور اس سے استدلال صحیح نہیں کیونکہ اوس میں احتمال مجرد تہدید تحویف کا ہے بلکہ غالب
 سیاق کلام سے مفہوم ہوتا ہے تو استدلال تقسیم عزم احراق پر باطل ہوا۔ دوسری بہکہ الخفا
 میں جو روایت منقولہ میں موجود ہیں قسم عدم مانعہ پر وقع ہے نہ احراق پر اور حاصل ترجمہ اس
 جملہ کا اسطرح ہے کہ خدا کی قسم یہ میرا مانع نہیں ہے امر احراق سے۔ تو اس جملہ سے یہ بھی
 نہیں ثابت ہوتا کہ حضرت فاروق نے فرمایا ہو کہ اگر مجتمع ہوئی تو نہیں مگر جلا دو گنا بلکہ یہ کہ
 کہ اگر مجتمع ہوئی تو مجھ کو یہ امر احراق بیت سے مانع نہوگا اور اس سے تقسیم عزم احراق پر
 استدلال کرنا سراسر سچا ہے۔ تیسری یہ کہ جناب امیر نے بھی قصد میرا بہن جگر روایت
 ہم ابھی اوپر بیان کر آئے ہیں۔ پر نا لگو اسنے کے واسطے جب آپ تشریف لائی تو ملواری خلافت
 عادت تشریف لگلی میں ڈالی ہوئی آئے اور فرمایا لئن قلہ قلعہ لاضر من عتقہ و عتقہ کا لہر بہ
 اور نیز حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے اوکھاڑنے کے بارہ میں جیسا کہ علل الشرائع
 میں آپ کے صدوق نے روایت کی جناب امیر نے قتل و قتال کا ارادہ فرمایا حالانکہ رسول اللہ
 قطعاً مجسم خمار رسول آپ پر حرام تھا تو اگر اسکو بھی مجرد تحویف و تہدید پر محمول فرمایا
 تو ہماری طرف سے بھی یہی فرما دین۔ اور اگر جناب امیر کی تقسیم عزم قتل و قتال کے

قائل ہوئے ہیں تو اپنی محنت بلکہ امامت و خلافت سے ہاتھ دھو بیٹھ کر قبر فاطمی کی روایت
 مخصوصہ جو خاتم النبیین کے عل الشرائع سے ترجمۂ نقل کی ہے ہم ہی اس کو نقل کر کے ہیں بزرگ
 خلیفہ ثانی را خبر وفات حضرت زہرا رسانیدند او بحال جنع و فرغ ہمراہ صدیق مقرب
 عزیزت نزد امیر المومنین حاضر شد و شکایت شروع کرو و گفت نہ علیہ السلام مارا بر جنازہ فاطمی
 اذان قیل است کہ در غسل آنحضرت مارا دخلی نہادی و مجتہد سلیم کردی کہ یا بویکہ گفت کہ ترا باب
 پیغمبر چہ کارست اینہمہ دلیل کدورت و غبار است حضرت امیر فرمود اگر قسم شرعی یا گوئیم تصدیق
 خوابید کہ محفت قدیمی پس در مسجد مقدس داخل شد و گفت کہ دو امر دل اذان بود کہ
 صلی اللہ علیہ وسلم در غسل فاطمہ زہرا در بارہ نماز جنازہ و ما يتعلق بہ وصیت کردہ بودند کہ حاجات
 بدخلی نہ ہی و حاشا کہ ان کلمہ بفرزند خود قسم سلیم کردہ باشم بلکہ چون الف و انس بحجاب مصطفوی
 زائد الوصف و ہشت ستم کہ در عین نماز بروش مبارکش سوار میشد و در اثنا خطبہ دامن مقدس
 بہ یکشید بر آمدن ابو بکر بالائی منبر آن سر قد بروی بشاق آمد فاروق این کلمات طیبات را از منبر
 دہشت و صلاح او بر شش قبر فاطمی بر آئے ادائی نماز جنازہ قرار گرفت پس صحبت منبر کلفت
 گردید و فوت باشتاد و غیظ غضب رسید و قریب بود کہ ذوالفقار از نیام بر آید و مقابلہ عظیم و صحیح
 کرام واقع شود زیرا کہ امیر المومنین قسم شرعی یا نمود کہ بر این تقدیر سر فاروق را از دوش بردارم
 بکہ قبل از میل مطلب دیر از تہ گھزارم پس ہماچرین و انصار ہدایت مجموعی مصطلح افتادند
 دیر از تہ فاروق تن برضاندادند انتہی المخصدہ تعجب ہے کہ جناب قانع باب خیبر قائل قوم
 عا و۔ بعد ازاں بیت اور اسقاط محسن اور ضرب اسواط بضعتہ الرسول سید کائنات اور اسباب
 ہمت زنا کے وقت آب مامور بصبر و سکوت ہوں اور سل سیت کے مامور ہوں اور نماز جنازہ
 کیواسطے پیش قبر مامور بجا و ہوں۔ سع این خیالست و محالست و جنون۔ پس ظاہر ہے کہ ہم
 سب قصہ تہذیبیہ تھا اور مرکز اپکا قصہ مخالف وصیت قتل قتال کا ہوا۔ چوتھی ہے
 کہ صاحب عماد الاسلام نے ہی اس کو مجرد تحریف پر حل کیا وہ بحریر فرماتے ہیں چنانچہ

قلم الکلمین نے نص فرمایا ہے مقتضی تلک مرویات ہواں عصر ہم تبعہ قصد احراق
 بیت فاطمہ واتی بالخطب وجمعہ علی بابہ لا ینہ وقع منہ الا حراق فلعل کار عمر بنہ
 مجرد الخوف۔ میں جب آپ کے علماء نے خود تسلیم فرمایا کہ فاروق کا پہل منس فی نفس تو یہ تھا
 تو آپ کا انکار ادنیٰ ایسی تکذیب سی میں احراق کے پانچویں مرتبہ سے ختم شدہ
 از الہین کلام ابو جعفر بن جبہ نقیب متبعین سے ہویدا ہے کہ قرن اول کے شروع میں
 تمام ہاجرین و انصار خلفاء کے ظاہری زہر و دوس اور عدل داو اور دنا سے نفرت کلی
 کی وجہ سے ان کو حقیقت خلافت کے مستحق ہوئی تھی اور رفتہ رفتہ متاخرین کو اور زیادہ اطمینان
 حاصل ہو گیا اور ظاہر ہے کہ خلفاء کو بھی ان امور کا پاس ہوگا اور خیال کرتے ہوئے کہ ایسا کوئی
 فعل ہے صادر نہ ہو جو باعث سو فتن ہو بلکہ جہاں تک ہو سکے لوگوں کو حسن ظن اور خلوص عقیدت
 دامن میں پہنچا دیں تو ایسی حالت میں علی مخصوص قریب زمانہ وفات سرور کا کتاب میلنا
 الصلوات کے کیونکر ممکن ہے کہ احراق یا قصد احراق البیت کیا ہو اور اگر بالعرض اسی یہ
 فعل صادر ہوا ہو تو انکے ابو جعفر وغیرہ کا فرمانا محض کذب ہوگا۔ چہنئی طرفہ تربیہ ہے کہ خود علماء
 شیعہ میں سے طبری نے مطابق روایت باقر علی کے احتجاج میں روایہ کی جبکہ معقول
 یہ ہے۔ کہ چون خلیفہ ثانی آباد بنہ گفت کہ اگر امیر المومنین از خانہ خود بیرون نہ کیا خانہ اورا
 خواہم سوخت صحابہ از مشینہ ابن قول تغیر شدند و انکار شد یہ کہ وہ نہ جسبند ثانی گفت شما
 گمان بردید کہ من چنین خواہم کرد حالانکہ مقصود من ہتید بود نہ چیز دیگر پس جناب رفتہ
 بواسطہ شخص پیام بوی سر فرستاد کہ من برای گرد آوردن آیات قرآنی در خانہ منوچہی آم
 و مشول تا بلیغ گردیدہ ام در زبانم سو گند جاری شدہ کہ تا ازین اسراف نروم از خانہ بائی
 بیرون نہ کردم و باور دیگر نہ بردازم۔ قطع نظر اس سے کہ فاروق نے اسکی سبب یہ فرمایا
 کہ میرا یہ قول مجرد ہتید کی غرض سے تھا۔ جب میرا صباہ ساکت ہو گئی۔ اس روایت سے
 یہ فائدہ حاصل ہوا کہ صحابہ نے مجھ اس قول (خواہم سوخت) سنی کہ انکار شد یہ کیا اور موافقت نہ

قلم الکلمین نے نص فرمایا ہے مقتضی تلک مرویات ہواں عصر ہم تبعہ قصد احراق
 بیت فاطمہ واتی بالخطب وجمعہ علی بابہ لا ینہ وقع منہ الا حراق فلعل کار عمر بنہ
 مجرد الخوف۔ میں جب آپ کے علماء نے خود تسلیم فرمایا کہ فاروق کا پہل منس فی نفس تو یہ تھا
 تو آپ کا انکار ادنیٰ ایسی تکذیب سی میں احراق کے پانچویں مرتبہ سے ختم شدہ
 از الہین کلام ابو جعفر بن جبہ نقیب متبعین سے ہویدا ہے کہ قرن اول کے شروع میں
 تمام ہاجرین و انصار خلفاء کے ظاہری زہر و دوس اور عدل داو اور دنا سے نفرت کلی
 کی وجہ سے ان کو حقیقت خلافت کے مستحق ہوئی تھی اور رفتہ رفتہ متاخرین کو اور زیادہ اطمینان
 حاصل ہو گیا اور ظاہر ہے کہ خلفاء کو بھی ان امور کا پاس ہوگا اور خیال کرتے ہوئے کہ ایسا کوئی
 فعل ہے صادر نہ ہو جو باعث سو فتن ہو بلکہ جہاں تک ہو سکے لوگوں کو حسن ظن اور خلوص عقیدت
 دامن میں پہنچا دیں تو ایسی حالت میں علی مخصوص قریب زمانہ وفات سرور کا کتاب میلنا
 الصلوات کے کیونکر ممکن ہے کہ احراق یا قصد احراق البیت کیا ہو اور اگر بالعرض اسی یہ
 فعل صادر ہوا ہو تو انکے ابو جعفر وغیرہ کا فرمانا محض کذب ہوگا۔ چہنئی طرفہ تربیہ ہے کہ خود علماء
 شیعہ میں سے طبری نے مطابق روایت باقر علی کے احتجاج میں روایہ کی جبکہ معقول
 یہ ہے۔ کہ چون خلیفہ ثانی آباد بنہ گفت کہ اگر امیر المومنین از خانہ خود بیرون نہ کیا خانہ اورا
 خواہم سوخت صحابہ از مشینہ ابن قول تغیر شدند و انکار شد یہ کہ وہ نہ جسبند ثانی گفت شما
 گمان بردید کہ من چنین خواہم کرد حالانکہ مقصود من ہتید بود نہ چیز دیگر پس جناب رفتہ
 بواسطہ شخص پیام بوی سر فرستاد کہ من برای گرد آوردن آیات قرآنی در خانہ منوچہی آم
 و مشول تا بلیغ گردیدہ ام در زبانم سو گند جاری شدہ کہ تا ازین اسراف نروم از خانہ بائی
 بیرون نہ کردم و باور دیگر نہ بردازم۔ قطع نظر اس سے کہ فاروق نے اسکی سبب یہ فرمایا
 کہ میرا یہ قول مجرد ہتید کی غرض سے تھا۔ جب میرا صباہ ساکت ہو گئی۔ اس روایت سے
 یہ فائدہ حاصل ہوا کہ صحابہ نے مجھ اس قول (خواہم سوخت) سنی کہ انکار شد یہ کیا اور موافقت نہ

ہنسن کی بجائے اور برہم ہو گئی تو کوئی نہ کر سکتا ہے کہ ان صحابہ نے جو بحر اس قول کے تغیر ہو گئی تھی اور
انکار شدہ کیا تھا گھر جلائے گا و اشی سامان احوال جمع کرنے دیا سو اللہ سرسری ہی تسلیم نہیں کر سکتی
کہ وہ ہمتانات جو حضرت شامہ و عثمان خلیفہ کی طرف منسوب فرماتے ہیں مثل ضرب و شتمان سیدہ
و اسحاق و حسن و ثقیف فاختہ وغیرہ خرافات کو ایسے صحابہ جان نہاروں نے باورد و انکار منظور کیا ہوگا
ساترین علی بن ابراہیم بھی اس تاویل کی تفسیر میں مروی ہے۔ حدیثی ابی عن صفوان
بن یحییٰ عن ابی الجاود عن عمران بن یحییٰ عن مالک بن صفیہ عن ابی ذر رحمۃ
اللہ قال لما نزلت هذه الآية يوم تبيض وجوه وتسود وجوه قال رسول الله صلى الله عليه
والآله وسلم تردى حتى يوم القيمة على خمس آيات فرأيت مع عجل هذه الآية اسألهم ما فعلتم
بالتقلين من قبل ان فيقولون اما الاكبر فمرفناه ونبذناه وراء ظهورنا واما الاصغر
فنادينا به وابتغنا وظلمناه فاقول مرد والنار ظلمنا مطمين مسود وجوهكم ثم ترد على
آية فرعون هذه الآية فاقول لهم ما فعلتم بالتقلين من قبل ان فيقولون اما الاكبر
فمرفناه ومرفناه وخالقناه واما الاصغر فنادينا به ونبذناه واقول مرد والنار
ظلمنا مطمين مسود وجوهكم ثم ترد على آية مع سامي هذه الآية فاقول لهم
ما فعلتم بالتقلين من قبل ان فيقولون اما الاكبر ففصينا وتركناه واما الاصغر
فخذناه وصنعنا فاقول مرد والنار ظلمنا مطمين مسود وجوهكم ثم ترد على آية

۱۰ ابو ذر روایت ہے کہ جب یہ آیت پڑھی تو وہ مسود وجہ و نازل علیٰ نوح علیہ السلام نے فرمایا تم لو
میری بہت سیر پاس باغ چٹوئی ہو کر ملے ایک جہد تو اس کے پیڑی کے ساتھ ہر گز میں اسے نہ چھوگا کہ تم میرے پیڑی کے ساتھ کیا کیا
وہ کہیں گے کہ تم نے میرا دل ڈالا اور اس کو پس پشت دل دیا اور تم کے ساتھ نہ ہوئی کی اور اس سے بغض کیا اور اسے کھینچا
میں کہو تم کیا پاس کے پیڑی کے ساتھ آگ میں جاؤ پھر میرے پاس اس است کہ وہ عورت کا جہد آگ میں آگے ہو گا کہ تم نے میرے جہد
تقلید کے ساتھ کیا کیا وہ کہیں گے کہ تم نے میرا دل ڈالا اور اس کی مخالفت کی اور تم کے ساتھ نہ ہوئی کی اور اس سے بغض کیا
نقل کیا میں کہو تم کیا پاس جاؤ گے میں تمہارے پاس جاؤں پھر ایک جہد میں اس کے ساتھ میری پاس کیا میں کہو تم کیا پاس
میرے بعد تقلید کے ساتھ کیا کیا کہیں گے کہ تم نے میرا دل ڈالا اور اس کی مخالفت کی اور تم کے ساتھ نہ ہوئی کی اور اس سے بغض کیا

بہشتیان سیدہ کریم اور بیہ بدعین نصرت و موالات چکے ہیں دیکھیں اور دم غار بنی ہار
 سانس نکالیں اور یہ سوال کچھ شریحان پاک ہی سے نہیں کیا جائیگا بلکہ خود جناب جو صاحب
 راست ہیں وہ ہی اس میں شامل ہونگی اور خود حضرت امیر ہی جواب وہ ہونگے تو یہ کذب اصول
 شیخ پر جناب امیر کی طرف ہی منسوب ہوگا اور سوال مارو ہوگا کہ اتباع و اطاعت قرآن کی اور
 محبت و موالات طبیعت سرور نام کی پیروی ہے کہ جوت عمر فاروقؓ نے گھر جلایا یا جلانے کا
 سامان ہیا کیا چون و چرا نہ کی۔ اور باوجود اوس شجاعت کے جسکا بیان خارج امکان ہے
 بمقابلہ طبیعت کے امانت کرنے والوں کو گنہگار اس سے زیادہ عداوت و دشمنی آپؐ کے ساتھ کرنا
 ہو سکتی ہے۔ لیکن حیرت و تعجب کا مقام ہے کہ جب حضرت سرور کائنات نے تمام
 دفاع آتیہ بیان فرمادی تھی اور تمام حالات واقعہ و حوادث و دواہی کی خبر دیدی تھی
 اور فرمادیا تھا کہ صبر و سکوت کرنا اور ہرگز چون و چرا نہ کرنا۔ پس اس سوال کے کیا معنی
 کہ تم نے ثقلین کے ساتھ کیا کیا۔ اور اگر کسی پہنچ سے یہ سوال صحیح ہو ہی تو یہ جواب
 لغو ہے جواب صحیح یہ ہے کہ ہم نے آپؐ کے ارشاد کے موافق صبر و سکوت کیا چون و چرا نہ کر
 ظلم و ستم برداشت کیا کہی دم نہ مارا ثقلین العیاذ باللہ خراب و خوار ہوئے سر نہ ہلایا پھر کیف
 یہ سوال و جواب مصنوعی غلط ہو یا صحیح ہم کو کچھ بحث نہیں ہمارا مدعا جو کچھ ہے وہ اس سے ثابت
 مگر اس قدر گزارش آتی ہے کہ تفسیر صافی کی دوسری روایت جو اس روایت سے کچھ بزرگ ہے
 اس امر کو مقتضی ہے کہ ظلم و سکوت کرنے والے ہی ظالموں کے ساتھ گرفتار نہ ہوں گے
 قال ابو جعفرؑ و اوحی اللہ الی شعیب النبیؑ معذب من قہیات مائۃ الف واربعین الف
 من شراہم و سبعین الف من خیارہم فقال یارب ہرلا ما لا شر انما بال الاحیاء و اوحی
 اللہ ابو جعفرؑ نے کہا کہ شعیب بنی کیلئے خدا وحی بھیجے کہ میں تیرے قوم کے بدترین کو ایک لاکھ چالیس ہزار کو تیرے
 کو دیکھا اور بہترین بن سے ساٹھ ہزار کو۔ عرض کیا کہ ہر دو گانہ یہ تو بدترین ہیں بلکہ ان کو نہ لے
 اور کی طرف وحی کی۔ ۱۲۔

اللہ عزوجل الیہ انتم راجعون اهل المعاصی ولہ فیضوا الغضب تو اس سے اوجھ حال انصاف
 کرنا چاہی۔ مہزون نے ایسے سخت ظلم غیر سہت کیا اور بدست کی ایسی غضب آگ نہی ساکن
 ہو کر اودنے چین بر چین ہوئے میں کام نکلتا تھا کہ اوجھ کیا حال میں گا شاید اصل تیرے پناہ
 اس روایت کے مدلول کے وہ خیار بھی اذن اسرار کے ساتھ معذب ہوئے بیت شادوم
 از قیب بان دامن کشان گذشتی۔ گوشت خاک اسہم بر باد رفتہ شد۔ آہوین خود ہوا
 کتوری نے بجا ب حضرت خاتم المحدثین کے۔ حضرت فاروق کے اس کا مجر و تحریف پر
 معمول تھا تسلیم کر لیا ہے وہ لکھتے ہیں۔ اما بچہ گفتہ اگر مراد ایشان از قصہ تحریف و تہذیب
 گفتن انیکہ من خواہم سوفت الخ۔ پس ایگو ٹیم کہ فی الواقع مراد علماء شیعہ از قصہ احراق
 بیت نبوت کہ روایات اہلسنت ثابت میکنند ہیں است و اگر این قول از قصہ او دلالت نکند
 لازم آید کہ در قول خود کا ذب بوجہ باشد۔ اور اگر مراد غرض فعل محیب کو ہم خیال ہو کہ آخر عبارت گذشتہ
 کی اور نیز عبارت سابقہ میں دلالت کرتی ہے کہ وہ درجہ اثبات قصہ تحریف کے ہیں اس
 تناقض کے دفع کا آپ ہی فکر فرما دیں۔ جو آپ کو مفتی صاحب کی عبارت میں واقع ہے
 کہ کہیں مدعی اثبات قصہ احراق ہیں اور کہیں مجر و تحریف پر محمول ہونا تسلیم فرماتے ہیں اور
 عجب نہیں کرتا اسکا نتیجہ کہ حضرت مفتی صاحب کو درمیان قصہ تحریف اور قصہ تحریف کی تہ
 ہونی ہوگی کہ جسکی وجہ سے یہہ التباس و اختلاف کلام میں واقع ہوا قول معلوم نہیں کہ قصہ
 امر قلیبیہ کہنے سے کیا کیا مطلب ہے بظاہر تو وہی مطلب ہوگا کہ جو آپ کا خاتم المحدثین سے متعلق
 فرمایا ہے قصہ مور قلیبیہ سے بے شک ہے مگر جگہ اسباب و سامان قصہ کے ظاہر ہوا
 تو بے شک کہہ سکتے ہیں کہ اس کام کے کرنے پر اود ہے اقول فعل کے کرنے
 آادگی و طرح پر ہوتی ہے یا بطور تفصیم عنہم کیے یا بطور مجر و تہذیب و تحریف کے جو
 بظاہر ان دونوں میں کچھ فرق نہیں اور امید واسطے بعض علماء کہ شاید یہ تفسیر ہوگی۔ اور
 طے کہ انہوں نے لکھا کہ فی سبب وہ قصہ نہیں۔

قصہ مور قلیبیہ سے بے شک ہے مگر جگہ اسباب و سامان قصہ کے ظاہر ہوا
 تو بے شک کہہ سکتے ہیں کہ اس کام کے کرنے پر اود ہے اقول فعل کے کرنے
 آادگی و طرح پر ہوتی ہے یا بطور تفصیم عنہم کیے یا بطور مجر و تہذیب و تحریف کے جو
 بظاہر ان دونوں میں کچھ فرق نہیں اور امید واسطے بعض علماء کہ شاید یہ تفسیر ہوگی۔ اور
 طے کہ انہوں نے لکھا کہ فی سبب وہ قصہ نہیں۔

دو نوین فرق باعتبار ازا و فاعل کے ہے اسلیئے مناسب ہے کہ ہم اول ان دونوں فرق تکلیف
 اور اس کے بعد اپنے فاضل مجیب کے اس قول کا جواب دیوں پس واضح ہو کہ قصد علی نفس الامر
 خبری ہے جو اس فعل کے کرنے سے متعلق ہو اور قصد تخویف و تهدید یہ ہے کہ فی حد ذاتہ
 فعل کا کرنا مقصود نہ ہو صرف بظاہر اتقاء خوف کے لیے اس فعل کے اسباب و سامان کو اس
 صورت میں غائب کر دیا جاوے جس سے بظاہر عزم یا بخرم ترشح ہوتا ہو کیونکہ اگر اس سے
 بہتر متحقق ہوگا تو مقصود جو تخویف و تهدید ہے سرگز برآمد ہوگا۔ بلکہ امور مجہد میں بہتہ و خوف
 کہ نسبت جائز ہے کہ لای تو بہ دور و یک فراہی سامان بہ نسبت اسل قصد کے زیادہ ہو
 پس ظاہر سامان جو ان دونوں تمیز کرنا جیسا کہ حضرات شیعہ کرتے ہیں چنانچہ علامہ کشوری
 بھی تحفہ کے جواب میں لکھا ہے۔ واما آنچه گفتند کہ قصد از امور قلبیست کہ بران غیر خدائی
 بجائے دیگرے مطلع نمی تواند شد پس مرفوع است بانکہ امارت و علامات دلیل قصد می باشد
 اور تسلیم انکار غالباً ہمارے فاضل مجیب ہی بدون سہن سمجھی یہ ہی ترانہ فرماتے ہیں
 اس دلیل ہے کہ حضرات کو ان دونوں تمیز نہیں ہوگی۔ اصل سوال میں بخیر ذائقے ہیں۔
 (اور رجعت لینے کے لیے گھر جلدانے کی دھکی دی) اور بعد اس کے قصد اوراق روایت از آلہ انفا
 سر ثابت کرنے میں اس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ آپکو دہکی اور قصد اوراق میں تفرق ہوتا ہے
 حال نہیں ان کا فاعل کے اور ریاضت و قابلیت مقبول کے نے اچھلے قرینہ ہو سکتی ہے مثلاً اگر
 افعال کے صدور میں کہ ان کا فاعل سفاک و بے باک ہو اور اتباع شرع سے مطلق بے بہرہ ہو
 اور محل ہی لائق کشتی و خونی ہو تو ایسی جگہ غالب احتمال تصعیم عزم کا ہو سکتا ہے لیکن جتنا کہ
 وقوع فعل نہ ہو چکر سرگز اسد لال نہیں کیا جاسکتا کہ مقصود نے حد ذاتہ قصد قتل و اوراق پر
 پس جب ایہ امر طری ہو گیا تو اب فاضل مجیب اور انگریز مفتی صاحب کا یہ فرمانا کہ سامان
 و اسباب کے جمع کرنے سے عزم و ہیزم و آتش کے لانے سے عزم ہوا کہ فاروق اوراق بہت
 ہیبت کا عزم یا بخرم رکھتے تھے غلط ہوا۔ کسی شخص کو اس کے قتل کے نسبت کہتا اور

تلوار بھرنے ڈاکٹر کلنٹن بلکہ تواریان سے کھینچنا ایک وال غرم اور قصد پر نہیں ہو سکتی تھی جو
 ایک قریب پر جو جس غرض اور قتل کی دیکھی اور تلوار کے گلے میں ڈاکٹر باہر آنا خود اس پر صریح
 دلیل ہے بشرطیکہ حضرات تبعہ اسکو مجروح و تہید پر حملہ فرادین اسطرح بخش فزائیسی پر
 ارادہ قتل قتال کرنا اور دستا بقصد شمشیر پر ناہی غالباً اسی قسم سے ہوگا اور اگر حضرت
 شیعہ سیکو ہنس دیکھ پر حملہ فرادین اور غرم با مجرم سمجھیں جو کہ آپ اور بکوت تھے
 آپکی عصمت بلکہ اہمیت و خلافت کو سمجھنا لین۔ آپکو مادہ ہوگا جبکہ آپ کے ابن عباس سے ہر گاہ
 بیت المال لوٹ کر نہ آئی تھی اور جناب امیر نے انکو ایک غائب نامہ تحریر فرمایا جو پنج ایام
 میں معقول ہے اور غالباً ہم اسکی نقل اور پر کر آئی ہیں۔ اس میں انکو جناب امیر نے قسم کیا کہ
 کیا لکھا تھا کہ ادا تھی اس سے بغرم با مجرم با تہا ہے یا نہیں۔ غالباً وہ روایت
 یہی آپکو حافظہ سے نکلی ہوگی جو ہم اور بیان کر آئی ہیں۔ جو اصل روایت مجلسی اور طلب
 مرادندی کی کتاب اور مواضع حسنیہ میں ہی مذکور ہے اگر آپکو فراموش ہوگئی جو ہم آپکو یاد دلانے
 میں کہ جناب امام حسینؑ قبر سے فرمایا کہ مجھ کو ملو تم سبکہ چند سنگین عسل کی جو میں سے آئی ہیں
 تیری خدمت میں ہیں دیکھو کہ ایک ہمان کی ناخوش کی ضرورت ہے تھوڑا عجاوہ میں سے
 دس سے چنانچہ ایک سنگ کا موہنہ کو لکر بقدر حاجت لیا تقسیم کے وقت جب حضرت
 مشکو کا مداحہ فرمایا تو مسلولم ہوا کہ ایک سنگ میں کم سے قبر جو دریا گیا اور عرض کیا کہ حضرت
 امام حسینؑ رحمان رسول اللہ کے ایک ہمان کے لیے ضرورت پیش آئی تھیں اور انوں نے
 تھوڑا سا شہد لیا ہے سنتی ہی حکم دیا۔ بلاؤ جب حاضر ہوئی تو نہایت تیزی و خشونت غشیہ
 غضب کے ساتھ درہ جو آپکو ہاتھ میں تھا جناب امام کے ماری کیو اسطرح اڑھا یا۔ یہاں تک جناب
 امام حسینؑ نے نہایت عاجزی سے آپکو غصہ فرو کرنے کے واسطے حق جعفر کے کو یاد دلایا
 اور آپکا غصہ فرو ہوا تو مسلولم نہیں یہ قرآن مجید غشیہ غضب کرنا درہ کا مارنے کو واسطے
 اڑھا نا اور ہر تیل القسمت مال لکھن اللہ میں نصرت کرنا اور جناب امیر کو حقانیت کا جو میں

جناب
 امام حسینؑ
 رحمہ اللہ

ستریم قصبہ شہر والا تھیں یا نہیں اگر نہیں ہیں تو درمیان میں ہے اور اگر ہیں تو قطع نظر کریں
 امام کے غلط ہے کیونکہ آخر میں خود جناب امیر کے ارشاد فرمایا اگر میں نہ دیکھ جاؤں گا کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو میں اپنی دنیا بھروسہ کو مارا تو نے مسلمانوں سے
 پہاڑ کیوں نفع اٹھایا اس سے میری سادہ ہوا کہ آپ کا قصد ہرگز ضرب کا نہ تھا بلکہ صرف اللہ
 و تحریف مد نظر سامی تھی کیونکہ آپ کو یاد تھا کہ حضرت فدائے مبارک صاحبزادہ کو بدتر تھے
 تو ایسی حالت میں غم و باختم مارنے کا کیونکر کر سکتے تھے۔ علاوہ ازیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 علیہ وسلم نے متوفیین جماعت کے لیے عید اہراق فرمایا جو متوفی ملیہ فریقین ہے
 اور یقیناً وہ محمول اور پیر بندہ تحریف کی ہے کیونکہ کوئی شخص سامین سے تارک جماعت کے
 لیے وجوب اہراق کا قائل نہیں ہوا اور اگر وجوہ روایت میں شک و شبہ ہو تو اپنے جہت
 سابق کی تصانیف مثل مواظبہ حسیہ ملاحظہ فرمائیے۔ قولہ میں جب کہ خلیفہ ثانی نے
 قسم یاد کی ہو اور نہ اہواق شل آتش و ہیرم وغیرہ ہی غمزہ لگے ہوں۔ جبکہ اگر کتب معتبرہ
 ایست و ثبات ہے تو اب اس میں کیا شک رہا کیونکہ ہر آدمی جانتا ہے کہ جب کوئی شخص
 آگ لکڑی وغیرہ کسی مکان پر لجاوے اور اس کے مالک سے تقسیم حکم کہ اس گھر کو جلاؤں گا۔ تو
 ضرورتاً بت ہوگا کہ یہ شخص اس گھر کے جلائی کا قصد کرتا ہے اقول اگر اصل حال میں
 آپ ان امور کا ذکر فرماتے تو بے تہیدہ کا اجمالی جواب دینا اور یہ کہنا کہ قصد امور قلبیہ سے ہر
 مورد وطن ہو یا اور جب آپ نے یہ اہم اور وقت ذکر فرمائی ہے ہی نہیں تھے اور صرف اہل
 اذالہ احتیاط پر اکتفا فرمایا تھا اور یہ بھی تعلقہ علامہ کنوری وغیرہ فرمایا ہے وہمراہ جوائے
 کیوں مل وطن ہے۔ راہ ثبوت ان امور کا کہ آگ و ہیرم وغیرہ کا لجاؤنا مذہب سامی تھا جس کے
 ذکر سے کسی معلومت کے سبب اغماض فرمایا۔ تعجب ہے کہ اسد مال فرمائیں اور ایک امر کی ثبات
 درجے ہوں اور ثبات کے وقت پہلو تھی فرمادیں۔ پہلا اگرچہ امور آگ وغیرہ کا تعجب ناگفت
 معتبرہ ایست و ثبات سامی ثابت ہے تو آپ نے اس کو ذکر کیا کہ میں نہیں فرمایا اور روایت آپ نے

اہل بیت الزکریا میں ہر روز ہر حال میں ان کا دعا پڑھنا اور شہادت الیہ

ارادہ خود سے قتل کی ادھین تو یہ امور اشارۃً دیکھائی دیتے ہیں کہ گور نہیں اس کے ذکر میں حیدر علی کی
 ہین تھی اور کرنے بجا تھی فعل ہی ہو تو ردائد واجب الحذف والا سقاط ہوا کرتے ہیں۔ اس
 مقاصد بحالت اور موقوف علیہ دعاوی۔ ہر اس بحث یہ یہ فرمایا کہ اب اس میں کیا شک رہا ہے
 ادوات سے ہے انکو بے شک شک نہ ہوگا۔ لیکن اہل عقل و دانش کا شک تو ایسے خرافات سے
 کیا نہ کر رہا ہو سکتا ہے اور اگر بالضرر من المہنت کو کسی کتاب میں ردایات ضعیفہ دلیلیہ پایا ہی جا
 تو کیا جو قول سائنس جابات سے بخوبی ظاہر و باہر ہے۔ کہ اصول فقہ پر ہی یہ امور مقصد احراق
 بردال میں ہو سکتی۔ اچھا بھر مل محال سمجھنے سلیم کیا کہ یہ امور مقصد احراق پر دال میں ہو
 مثل قصیدہ تہذیب لڑائیہ کا مت الشرس طالعہ فانہار موجود مستلزم غرم با جو غم احراق کو میں کہ اتنا
 حضرت درویش کا قصہ صمیم احراق میں تھا اور تمام اعوان و انصار اور کمر سرکب و معاون تھے
 لیکن ہم جو جتنے ہیں کہ اگر غم صمیم تھا تو اسکو کون منع ہوا اور جب مذاق فاضل محیب و دیگر
 عصا کا راستہ جو عدم وقوع احراق کے قائل ہیں۔ احراق کیوں وقوع میں نہیں آیا ہے
 کلام جمیع الامور دی فاروق کے حامی و مددگار ہو گئے اور جناب امیر و جناب سید و بکد تانہ
 انہم شاید امور بال سکوت ہو گئے۔ اوہوں کچھ چون و چرا لکرائی اور اگر چون و چرا کرتے والی ہوتے
 تو مسلک خلافت میں جو حسب ارشاد جناب قاضی صاحب ٹوستری مقتدا بر سر فروج
 مومنات سے ہی زیادہ منہج تھا چون و چرا کرتے خداوند تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ہی کوئی امداد ہی
 نہیں کی جی جی اس سے منع ہوتے جب باوجود تسلط تام اور غم صمیم اور موجودگی سالان
 اور عدم موانع کے وقوع احراق نہ پایا گیا تو معلوم ہوا کہ عقود و احراق میں یہ تھا بلکہ مقصود
 برد و تحریف و تہدید تھے جو حاصل ہو گئی شاید شاید اسکا بہ جواب دیوین کہ یہ مقصد معاقبت
 تھا جو جماع ہے حاصل یہ کہ اگر یہ اجتماع باقی رہا تو بیشک اگر جلا دہنگا اور وجود
 معلق کے لیے وجود معلق بہ کا ضرور ہے اور وہ نہ پایا گیا تو بقاعدہ اذافات الشط
 فات المشروط وجود معلق بہ مشروط کا بھی جو احراق میں نہ پایا گیا ہم اس کے

حیدر علی کی ہین تھی اور کرنے بجا تھی فعل ہی ہو تو ردائد واجب الحذف والا سقاط ہوا کرتے ہیں۔ اس مقاصد بحالت اور موقوف علیہ دعاوی۔ ہر اس بحث یہ یہ فرمایا کہ اب اس میں کیا شک رہا ہے ادوات سے ہے انکو بے شک شک نہ ہوگا۔ لیکن اہل عقل و دانش کا شک تو ایسے خرافات سے کیا نہ کر رہا ہو سکتا ہے اور اگر بالضرر من المہنت کو کسی کتاب میں ردایات ضعیفہ دلیلیہ پایا ہی جا تو کیا جو قول سائنس جابات سے بخوبی ظاہر و باہر ہے۔ کہ اصول فقہ پر ہی یہ امور مقصد احراق بردال میں ہو سکتی۔ اچھا بھر مل محال سمجھنے سلیم کیا کہ یہ امور مقصد احراق پر دال میں ہو مثل قصیدہ تہذیب لڑائیہ کا مت الشرس طالعہ فانہار موجود مستلزم غرم با جو غم احراق کو میں کہ اتنا حضرت درویش کا قصہ صمیم احراق میں تھا اور تمام اعوان و انصار اور کمر سرکب و معاون تھے لیکن ہم جو جتنے ہیں کہ اگر غم صمیم تھا تو اسکو کون منع ہوا اور جب مذاق فاضل محیب و دیگر عصا کا راستہ جو عدم وقوع احراق کے قائل ہیں۔ احراق کیوں وقوع میں نہیں آیا ہے کلام جمیع الامور دی فاروق کے حامی و مددگار ہو گئے اور جناب امیر و جناب سید و بکد تانہ انہم شاید امور بال سکوت ہو گئے۔ اوہوں کچھ چون و چرا لکرائی اور اگر چون و چرا کرتے والی ہوتے تو مسلک خلافت میں جو حسب ارشاد جناب قاضی صاحب ٹوستری مقتدا بر سر فروج مومنات سے ہی زیادہ منہج تھا چون و چرا کرتے خداوند تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ہی کوئی امداد ہی نہیں کی جی جی اس سے منع ہوتے جب باوجود تسلط تام اور غم صمیم اور موجودگی سالان اور عدم موانع کے وقوع احراق نہ پایا گیا تو معلوم ہوا کہ عقود و احراق میں یہ تھا بلکہ مقصود برد و تحریف و تہدید تھے جو حاصل ہو گئی شاید شاید اسکا بہ جواب دیوین کہ یہ مقصد معاقبت تھا جو جماع ہے حاصل یہ کہ اگر یہ اجتماع باقی رہا تو بیشک اگر جلا دہنگا اور وجود معلق کے لیے وجود معلق بہ کا ضرور ہے اور وہ نہ پایا گیا تو بقاعدہ اذافات الشط فات المشروط وجود معلق بہ مشروط کا بھی جو احراق میں نہ پایا گیا ہم اس کے

جواب میں کہتے ہیں کہ یہ جواب بعینہ ہمارے مدعا کو مثبت ہے کیونکہ اس سے بطریق ثابت ہوا
 کافی حد ذاتہ مقصود اصلی تفریق اجتماع تھے اور یہ لایا ہوا لاف محض اس مقصود کی تحصیل کا آلہ
 اور واسطہ تھا اور نے حد ذاتہ مقصود نہ تھا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ حصول مقصود یعنی تفریق
 بدین تہدید و تخویف کے ممکن نہ تھا پس مثل مشہور۔ ہمان آتش در کاسہ۔ وہی تخویف و تہدید
 طور پر لایا ہوا لاف محمول رہا اور یہ دعویٰ کہ اوراق بیت مقصود تھا غلط ہوا۔ ہر قسم کے
 کہنا سوا اس کی نسبت ہم عرض کر چکے کہ اول ذبیہ حضرات کی خوش فہمی ہے کہ اس قسم کو فعل کے
 تاکد بجا آوری پر سمجھ رہے ہیں حالانکہ وہ قسم عدم مانعیت پر ہے حاصل یہ کہ غارتی نے
 قسم کہا کہ اس روایت منقولہ میں یہ نہیں فرمایا۔ کہ میں گہر جلد زد گا بلکہ یہ فرمایا خدا کی قسم اگر یہ
 جماعت تمہاری پاس مجتمع ہوئی تو یہ مجھ کو امر بالاعراق سے مانع نہ ہوگی۔ پس اس انصاف
 سمجھ سکتے ہیں کہ اس میں نہ اوراق پر قسم ہے نہ مقصد اوراق ہے۔ اور اگر کسی روایت میں اوراق
 ہی پر قسم مردی ہو اگرچہ محکوم بالفعل اس سے کچھ بحث نہیں کیونکہ گفتگو اس میں ہے جو روایت
 فاضل مجیب نے اپنے استدلال میں سید فرمائی ہے تاہم ہماری دعا کے مخالف نہیں کیونکہ ہم
 کہہ چکے ہیں کہ تہدیدیات بظاہر قصد کی نسبت زیادہ مخفی اور جہ کے ساتھ ہر کیونگی ہیں۔ اور
 اگر قسم کے ذکر سے ایسا یہ ہے کہ در صورت عدم قصد کے کذب لازم آوے جتنا پتہ آپ کی حضرت
 کسٹوری نے یہی غالباً یہ فرما کر اپنا تجربہ علمی ہر فرمایا۔ پس ہم کہتے ہیں کہ اول تو کوئی لفظ یہ
 اخبار ہو لیکن حقیقتہ اخبار نہیں بلکہ انشاء تہدید و تخویف مقصود ہے تو اس کو صدق اور کذب
 کی بحث لائق ہی نہیں۔ کیونکہ نہ وہ حکایت نہ اس کے لیے کوئی محلی غنہ نہ اس کو نظاہر و عدم نظاہر
 کچھ واسطہ تو اس کو اول اپنی خوش فہمی سے خبر تسلیم کر لیا۔ پھر آپ ہی اس پر اعتراض کر دیا
 اور یہ صریح بتاؤ علی الفاسد ہے۔ علاوہ ازیں اگر یہ کذب ہو تو وہ قسمیں جو ہم جناب میر کے
 اور پر بیان کر چکے ہیں اور وہ تہدیدیات جو جناب امیر نے فرمائی ہیں۔ بلکہ وہ تہدید جو حضرت
 صلوات اللہ علیہ وسلم نے مختلفین عن الجماعہ کے بارہ میں فرمائی ہیں وہ سب کذب ہو کر پس چوٹی

جواب آپ: یونہی جواب آپ اور آپ کے علامہ کنتوری اسکی طرف سے قبول فرما دیں فقہ
 یہ جواب کو زیر فرماتے ہیں کہ جواب تحقیقی اپنے موقع پر دیا جائے گا یہاں کہ محل اجمال ہے اسقدر
 کافی ہے اس سے سخت حیرت ہر کوئی کہنے اجمالی ہی کو نہ جواب دیا جسکو کافی سمجھتی ہیں اور
 موقع کو نہ ہوگا سوال تو اب کیا جاتا ہے آپ اسکو جواب تحقیقی کا موقع نہیں سمجھتے اور نہ
 اسقدر کہہ کر کہ جو امور تسلیم سے ہے شاید اسکو اجمالی جواب بقدر فرماتے ہیں سبحان
 جواب وہی اسکو کہتے ہیں۔ اقول منشا اس حیرت کا یہ ہے کہ آپ نے اپنے خبر فہم سے کام
 نہیں لیا اگر فہم سے کام لیتے تو یہ حیرت نفرتا تے بغیر اب چوٹا سا لفظ دیکھ کر خیال
 کر لیا کہ یہ کیا جواب ہو سکتا ہے حالانکہ یہ خیال غلط ہے ایک لفظ بہت مضامین مفصل کا
 اجمال ہو سکتا ہے یہ لفظ بغیر کہ چوٹا سا تھا لیکن اگر آپ نامل فرماتے تو آپ کی تہا
 کہ اتصال کے واسطے کافی تھا چنانچہ جواب اسکو آخر آپ کو جدید دعویٰ کے ضرورت پڑی اور آپ
 فراہمی سامان مثل آتش ہیزم وغیرہ کا دعویٰ کیا اور اسکی اثبات سے پہلو ہی کیا اگر جواب
 ایسا ہی نہا کہ اسے ہتا تو اسکو ایسے اس جدید دعویٰ کی کیا ضرورت تھی۔ باقی رہا اجمال اجمال
 کا ہی وہ مقام تھا کہ اول آپ نے آپ کو دعویٰ کی نسبت جواب طلب تھا اور وہ تفصیل کا موقع
 نہ تھا اب آپ نے اپنی دعویٰ کو بڑے غم خود بدلائل ثابت کیا تو اب ہماری لیے یہی تفصیل کا
 موقع آیا اور اگر مختصر بطول ہو گئی تھی تاہم انشویں کا کہہ اندیشہ کیا اور مفصلاً اسکا جواب
 خدمت میں پیش کر دیا سو اس تفصیل سے آپ اس اجمال کو سمجھ بیٹھیں۔ آپ کو حیرت نہا اندیشہ
 رفع ہو جائیگا اور معلوم ہو جائیگا کہ یہ جواب محل اجمال میں کافی ہے قال القاضی المحیب
 قولہ۔ اور جو صاحب ہدایہ شیعہ مسلمہ تھانے دوا مہر کے ترک نسبت تعصب عنی نسبت
 روایات بخاری و مسلم ذکر فرمایا ہے سو اسکی نسبت اسقدر گذارش ہے کہ کلام مخالف
 اگر نظر انصاف سے نہیں دیکھا جاتا تو گوتنی ہی حق کیون نہ تو تاہم تعصب محض و تشل ہی
 نظر آیا کرتے ہے۔ اقول۔ یعنی صاحب ہدایہ کی نسبت یہ لکھا نہا اس میں ہر شیعہ

لکھا ہے شاید الف غلطی سے رہ گیا ہو اور قرینہ ہی ہی چاہتا ہے کیونکہ آپ کی نسبت سلمہ اللہ
 وادام برکاتہم لکھا ہے حضرت مجیب کی غرض ہی صاحب ہادیہ شیعہ ہی ہے کیونکہ
 سناہر ہدایہ شیعہ والے تو انتقال فرما گئے اور یہ حضرت زندہ و سالم ہیں خیر انہیں سے کوئی
 صاحب ہون ہر دو صاحب کی نسبت یہہ اعتراض ہے قدیہ شیعہ والے کی افلاطون و کذابات
 تو تحفہ الاشعرہ اسکی جواب میں دج میں اگر چاہیں تو حضرت مجیب ملاحظہ فرمالین۔ اور ہادیہ شیعہ
 والے حضرت کو اگر ایسی باتیں لکھیں جائیں تو یہ تحریر بجائی خود اسکا جواب اور رسالہ ہو جائے
 مگر حضرت کے ارشاد کی تعمیل میں کچھ گزارش ہوتا ہے بقول العبد الفقیر لے مولانا الفتنۃ
 چونکہ اس قول میں کوئی امر قابل جواب نہیں اسلیٰ اسکی جواب میں کچھ نہیں تحریر ہوتا ہے
 قال الفاضل المجیب - قولہ - کلام مخالف کو انخ یہ فرمانا نفس الامر میں بجا و درست ہے
 مگر اس موقع پر یہ ارشاد بجائی خود نہیں بلکہ یوں مناسب ہے کہ جب تعصب و اپنی مذہب کے پیچ
 انسان پر غالب ہوتی ہے تو گو کوئی امر اسکی انتہا ہی کتب مختصرہ مذہبی میں کیوں نہ مذکور ہو
 اگر ذرا ہی اپنے مذہب کے مخالف پاتا ہے تو صاف انکار کر جاتا ہے یا ایسی گول بات کہتا ہے
 کہ اسکی مذہب کے موید ہو۔ بقول العبد الفقیر لے مولانا الفتنۃ بیشک اس قول میں
 بندہ کا اس امر کو مشن کہتا بجائی خود نہیں تھا بلکہ چونکہ کو کہتا چاہی تھا وہ بندہ نے
 لکھا اور جو مدعی تحقیقات مذہبی کے جناب کو سنا یا تو تھا وہ آپ نے تحریر فرمایا قال الفاضل
 المجیب - قولہ - اور اگر اس باب میں کچھ متاد ہے تو ان امور کو تحریر فرما کر خدام مولانا
 وادام برکاتہم کے پاس بھیج دیں اور قدرت خداوندی کا تا شام شاہدہ فرما دیں۔ اقول - اگر
 کہ کو کہتا چاد و لو بجائی خود یہ جواب ایک رسالہ ہو جائے مگر ارشاد کی تعمیل میں صرف ایک
 زیادت عرض کرتے ہیں اور قدرت خداوندی کے تماشائی کے منظر میں بقول اللہ
 العظیم لے مولانا الفتنۃ - لیجئے ہم ہی حاضر ہیں۔ قولہ قدرت خداوندی
 کا نام حق کو چہا نہیں اقول آپ اور یہہ فرامین ہدی مذہب جناب قدرت

نہ دندی کا یہ ہی کام ہے کہ جس کو جو مادی اصول بہت نصیحت میں نقل اعظم آچا اس وقت
 تک چھپا ہوا ہے مثل اصغر گویا بیست مکتبی پر سید اخذ ثبات مسائل میں سدا اقصیہ رہا
 وصیت نامہ آج تک جہاں ہو ہے اور ظاہر ہے کہ یہ افتقاد پوسیدگی خداوند تعالیٰ کی
 قدرت بلکہ اس کی حکمت پر مبنی تو یہ تو یہ رہا کہ قدرت خداوندی کا کام حق کو جہاں نہیں
 نسبت تعجب انگیز ہے اور اس پر طرفہ غماش یہ ہے کہ باوجود ان پوشیدگیوں کی بہرہ یابی
 خداوند تعالیٰ پر واجب ہے بمانہ و تعالیٰ عن ذلک قولہ اور نیز حضرت حبیب خداوند
 خداوندی تو کیا دیکھا مگر دیکھئے کیا سحر ساری آر دیکھا مگر۔ اقول اگر میں ابی بحر
 سابق میں اپنے نسبت اس کے مبنی ہوتا لیکن جیسا حبیب بیست مجبی کو خطاب کیا تو میں جو
 کچھ کچھ قدرت خداوندی کا قاتل دیکھ لائے کے و اعظم حاضر مومن پر زمانہ قدیم سے
 دستور ہے حق کے ساتھ یہ ہی سلوک ہوا کیا ہے بیشک اب ہی قاعدہ تیر کے کوئی
 دیکو سحر پہنکر۔ شعبہ فرمایا مگر۔ کہانت کسنگر ح کچھ جس کی نسبت پہلے کہا گیا ہے
 وہی اب سی فرمایا مگر اسکی ہلکوت شکایت ہیں جب اسبار و رسل کے ساتھ ایسا ہوا ہے تو
 من تو ایک مدہ گنہگار خطا کار مومن۔ قولہ رسالہ ہدایت میں سوال دوم کے جواب
 واقعہ صفحہ ۱۲ میں آیکے مولانا یہ تحریر فرماتے ہیں۔ اور سقہ انصار اس بات پر مجتمع ہیں
 تہو کہ ایک امیر نصاریں ہو اور ایک ہمارے حین اور حدیث الامتہ من قرین کا انکو کچھ خیال
 نہیں رہا تھا کہ انکو وہ معصوم ہیں تھے کہ سیان اس ہوا و نہر ہو سکر اور اسے تحقیقت ہو
 سکر تو معصوم ہی مامون نہیں اور علم ماکان دیا لیکن ہی انکو نہ تھا تاکہ عیب کیا جادی
 کہ یہ سدا انکو معلوم کون نہ تھا اگر معلوم ہی نہ ہو تو یہی کچھ ہر جن جن میں دہان
 تشریف لے گئے اور اس حدیث کو پس کیا اوس سے انکا وہ ارادہ مستح ہو گیا اور سب
 ابو بکر کے ماتہ پر محنت رہے نہتی بقدر حاجت۔ اگر آپ اسکو بخاری کی روایت کے مطابق
 کر سکتے ہیں تو کیجئے ہم ہی قدرت خداوندی کے تاسی موجود کے منتظر ہیں اقول

جناب میں۔ سوق مبارک صریح وال ہے کہ جو لوگ برسر مخالفت تھے انہوں نے ہمیشہ
 اہل تشیع میں سے کسی مخالفت کو ترک کیا اور سب نے بیعت کر لے باغایت غایت یہ ہر وہ شخص
 ہے کہ تمام حاضرین سقیفہ نے بیعت کر لے مخالفت نے اپنی مخالفت سے دست بردار ہو کر بیعت کی
 توجہ انہوں نے بیعت کر کے تو منافقین جن کو کسی قسم سے مخالفت تھی ہی نہیں انہوں نے
 بلا دے بیعت کی ہو کی دس اور حاشا کہ اس عبارت سے بیعت کرنا تمام صحابہ کا ہجوم تھا
 یا کوئی اہلسنت ہے اس امر کا قائل ہو کہ سقیفہ میں تمام صحابہ نے بیعت کی تھی پس شخص حضرت
 خوش فہمی تھی کہ جو باعث اعتراض کے اس عبارت پر ہوئی اور نیز اس حدیث کی ہے
 جو اپنی زبان سے مذہبی پرمج اور منصب کے بابت فرمایا تھا۔ رہا یہ سوال کہ جب یہ بیعت
 عامہ نہیں ہوئی تھی تو اس بیعت سے تحقق خلافت کیونکر صحیح ہو اس کا جواب یہ ہے
 کہ اگرچہ بیعت عامہ نہیں ہوئی تھی۔ لیکن حضرت صدیق کے احقیتاً خلافت میں صحابہ
 کسی شخص کو نال و انکار نہیں تھا با اتفاق کلمہ اجوں کسوں حضرت کے استحقاق خلافت
 کو قائل تھے تو اگرچہ بیعت واقع نہیں ہوئی لیکن جب کسی کو استحقاق میں تہ وہ نہ تھا تو
 اونکی سکوت بہتر بیعت و قبول کے ہو گیا۔ چنانچہ جب اس کی بیعت عامہ واقع ہوئی تو سب نے
 بقول راجع بیعت کر لے۔ چنانچہ ہم مضمون کو مطاوی ابحاث گذشتہ میں تفصیل نام
 بیان کر آ کر میں۔ مہذبہ اس امر کا تو فیصلہ خود جناب مشکل کیا ہی فرما گئے اور فرما گئے
 کہ اتفاق خلافت کے لیے جمیع اہل حل و عقد کا ہونا کچھ ضرور نہیں چنانچہ فیج البلاستہ
 کے مواقع مختلفہ میں مذکور ہے اور اس کو بھی ہم اسبق میں مفصل بیان کر آ کر میں۔ تو اس
 ثابت ہوا کہ جب بعض اہل حل و عقد نے بیعت کر لے خلافت منعقد ہو گئی اور حاضر و غائب
 ہو گئی۔ پس جو اس سے پہلے وہ حسب ارشاد جناب امیر سبیل المومنین سے منقول ہوا
 اور مستوجب اقبال و استحقاق و غل جنم ہے پس یوم سقیفہ بعض کا بیعت کرنا انفساد
 خلافت کے دھوکا کافی ہوا۔ دوسری جگہ سبنا بظاہر قارض واقع ہے لیکن یہاں

یہ ایسی وقت متحقق ہو جبکہ جمیع افراد صنفیہ ایک امر پر مجتمع ہوں یا اکثر اور اکثر یا سب پر
 میں ہو کہ باقی بہ نسبت اذکر حکم من مدم اور کا نلم یکن سکھ ہوں۔ تو ایسی حالت میں ہی اذکر
 کل پر کیا جاسکتا ہے اور اس کی تکلیف اذکر کے ہوگا تو معلوم ہوگا کہ ابن عباس
 اپنے جواب میں اب جمع الناس سے جمیع الناس مراد لیں گے جبکہ تحقیق بعض اکثریہ سے علاوہ
 اس کے یہ اطلاق ایسا شائع ہے کہ اس کے مدعا نظیرین دستیاب ہو سکتے ہیں۔ تیسری یہ
 کہ سنیے مانا کہ اس عبارت کے اس جملہ میں لفظ (سب) سے تمام صحابہ ہی مراد ہیں تاہم
 ہم کہتے ہیں کہ بخاری کی روایت سے اس عبارت کو ہرگز تعارض نہیں کیونکہ آپ نے
 رسائل منطق میں دیکھا ہوگا کہ تحقیق تناقص کے لیے منجملہ وحداث کے ایک اتحاد نامہ کے
 ہی شرط ہے اگر دو حکم باعتبار ازمنہ مختلفہ کے متعارض ہو گئے تو ان میں کوئی عامل
 تعارض تناقص نہیں کہیگا پس ہم کہتے ہیں کہ عبارت ہا یہ صحیحہ میں یہ جملہ (اور سب) پر
 کہنا بہر بیعت کر لے) جو مذکور ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ انجام کار رفتہ رفتہ سب بیعت کر لے
 جو حاضرین تھے انہوں نے اس وقت بیعت کر لے اور جو غائبین تھے انہوں نے
 یہی بیعت کی۔ اس جملہ میں یہ کہاں مذکور ہے کہ سب حاضرین اور غائبین نے اس وقت
 بیعت کر لے یہ ہرگز اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ اس کا حاصل اس میں یہ ہے کہ سب بیعت
 متحقق ہو گئے۔ پس غلط یہاں سے واقع ہوئی کہ قبہ وقت کے اپنی طرف سے تراش کر
 اوس میں بڑا دی۔ تو اس صورت میں کچھ تعارض درمیان حدیث بخاری اور اس عبارت کے
 باقی نہ رہا۔ چوتھی یہ کہ ممکن ہے کہ عبارت ہا یہ شیعہ کا مدار ان روایات پر ہو جو دربار بیعت
 تمام صحابہ جو وہ جلسہ میں آئے تھے بنی ساعدہ میں بیعت خاعدہ اور دوسری مسجد نبوی میں
 بیعت عامہ واقع ہوئے تھے دارد ہوئی۔ جن میں جناب امیر ہی شامل تھے۔ اور چونکہ بیعت
 ثانیہ جو اکثر ہی روز دوسرے مسجد نبوی میں بیعت اولیٰ کے متصل واقع ہوئی تو گویا ہرگز اس
 ہوئی کہ اذکر تحقیق ایک ہی وقت میں واقع ہوا۔ اور سب صحابہ نے گویا ایک ہی وقت میں

بیعت کی۔ تو اس صورت میں عبارت ہدایہ شیعہ کے اگرچہ معارض روایت بخاری کی ہو
 لیکن دوسری روایات صحیحہ کے جو بیعت واقع ہوئی ہیں موافق ہوئی اور معارضہ روایت
 بخاری سے اس وقت میں جبکہ اور روایات کے موافق ہے کچھ اعتراض نہیں ہو سکتا۔ رہا یہ
 کہ پہلے یہ روایات معارض روایت بخاری کے ہوئی تو بعد ازاں تقاضے ہضم ان روایات کو مع
 وجود تطبیق کے گزشتہ ابحاث میں بیان کر آئی ہیں۔ پانچویں مسئلہ کہ اس لفظ سے جو ہدایہ شیعہ
 میں مذکور ہے، تمام مسلمان ملزمین اور یہ لفظ بخاری کی روایت کے مخالف ہے لیکن جیسا کہ
 اکابر علماء نے پہلی سب مسلمانوں کا بیعت کرنا ابوبکر کے ساتھ تسلیم کر لیا باوجودیکہ آپ کے
 اصول مذہب اور تفصیل روایات کے صریح مخالف ہے تو پھر آپ ہدایہ شیعہ کے مخالف کو
 کس منہ سے کہہ سکتے ہیں آیات بیعت صفحہ ۴۴ پر لکھا ہے۔ رہا یہ امر کہ سب مسلمان نے جو
 اس وقت ہجو ابوبکر صدیق کی بیعت کے یا قرار علماء شیعہ ثابت ہے جیسا کہ شریف مرقی کے
 قول میں ظاہر ہے جو بخاری الاذکار کے مجملہ نقیض میں منقول اور حاکم ترمذی صاحب نے
 یابین القاطع کیا ہے جسے مسلمانان یا ابوبکر بیعت کر دے وہاں رخصت و شہودی باوجودیکہ
 وہ یابین یسوی اور خود ذر و لختہ کے مخالف اور بیعت کنندہ و خارج اسلام ست۔ پس
 جب آپ کے علماء نے باوجود و منافی ہونے نہ مذہب کے سب مومنین کے بیعت کرنا تسلیم کر لیا
 تو اگر ایسے نے ایسا کیا تو کیا عیب ہے کہ ان کا عین مذہب سے اور مخالف کا جواب
 جواب دیوین وہی بخاری طرف سے قبول فرمادین۔ چھٹی بطور تذکر کے آپ کے ہر قاعدہ کے
 موافق ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ الزام انہی مسلمات مذہب ہوا کرتا ہے اور بخاری کی
 روایت ہمارا لازم مذہب ہے عین مذہب نہیں۔ پس اس معارض کا الزام ہدایہ شیعہ
 کی عبارت پر نہیں ہو سکتا۔ قال القاضی المحبیب۔ قولہ۔ منہذ البصر من محال
 کیا جناب قاضی نور اللہ شوستری کا تعصب و تحائف اس سے کچھ کم ہے جو انہوں
 نے بحجاب آیت فانزل اللہ سکینۃ علیہ کر فرمایا اور اس کی نسبت کمال قہر فرمایا ہی

کہ چون این سخن را گوش ناصبان شنید باعث حیرت ایشان گردید و در حلیہ خلاصی از ان لبت
 ایشان برید و صاحب تعصب المکائد نے اپنی گمنامی ہر زبان پر کیا تو قاضی صاحب فرماتے ہیں
 آنچه کاشف صحت بیان مذکور تواند بود است کہ مقدمان مارشوان اللہ علیہ افادہ فرمود
 کہ خدا تعالیٰ و پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کہ اہل ایمان با حضرت پیغمبر بودہ اند انزال سکینہ فرمودہ اند انزال
 آنرا شامل جمیع ایشان دہشتہ انتہی منقول اند آیات بیانات - اب اس عبارت سے ملاحظہ فرمائیے
 کہ قاضی صاحب نے کیسے افتخار کے ساتھ تعصب میں اگر کیا ہے اصل دعویٰ مخالف قرآن
 کو فرمایا ہے اور واضح ہے کہ اس میں قاضی صاحب ہی کی طرف تعصب و مخالفت کا الزام ہے
 بلکہ قاضی صاحب نے جو کہ ہم اپنی بگوئی کو بھی مسمیٰ شریک فرمایا ہے - فاعتبروا اولی الامیان -
 اقول سبحان اللہ جناب قاضی صاحب فرمودہ اللہ مرقدہ کے دعویٰ کو اس سے کیا نسبت - اس میں
 اوسمیں زمین آسمان کا فرق ہے کہ ان وہ امر دافعی اند کہ ان یہ کول کول بات جو بالکل
 بخاری وغیرہ کے مخالف ہے - اس ایک ہی روایت سے آپ کو میر مہدی صاحب کا یہ
 علم و تدبیر بخوبی واضح ہے اور وہ یہ بھی مقام ہے کہ جبکہ ہم سابق میں وعدہ کر آئیں
 ان حضرات پر تو کچھ فیوض نہیں کیونکہ وہ ایک اعلیٰ سر میں مدت تک سرکاری نوکری میں توفل رہا
 اور علم کی طرف توجہ نہ رہی - مگر حضرت محیب لبیب پر نہایت تعجب ہے کہ باوجود دعویٰ مسلم
 و فضل اس عبارت مندرجہ آیات بیانات کو غور سے ملاحظہ فرمایا - اور اپنی علم و فہم سے کام
 نہ لیا - میر مہدی صاحب کے چکنی چٹری باتوں میں آگئے - یہ تو فارسی عبارت ہے اس جگہ
 حضرت میر مہدی صاحب کی وہ چالاکی و دیانت جو عبارات عربیہ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں
 ہندی و فارسی خوان کے سامنی ہی پیش بنائیے - حضرت جو ش منصب اسکو کہتے ہیں اور
 ہٹ دھرمی و حق پوشی اسکا نام ہے - کہ ایک ایسا بے سرو پا دعویٰ کیا کہ جو عبارت اینی
 دعویٰ کے ثبوت میں نقل فرمائی اوسمیں اسکا نشان تک نہیں ہے بلکہ اسکا کلام ہے
 آپ قیاس کر سکتے ہیں کہ جو حوالے ان حضرات نے اور کتابوں کے دیئے ہیں نہیں کیا

کچھ تصرف کیا ہوگا۔ اگرچہ آپکا دعویٰ تعصب و مخالفت کا نسبت جناب قاضی صاحب نے
 مرتد کی اسی عبارت سے جو آپ نے نقل فرمائی رد و باطل ہے۔ تعجب افسوس ہے کہ آپ نے
 عبارت نقل کرتے وقت اس کے الفاظ کے معنی سمجھنے پر توجہ فرمائی۔ اور محض جوش تعصب
 میں آکر اپنے دعویٰ کے مخالفت عبارت نقل کر دی بقول العبد الفقیر لے مولانا الغنی
 یہ عبارت بطور توطیہ و مہتہ کے لکھی گئی ہے۔ اس میں جہتہ آئے ہیں ترابا فرمائی ہیں
 اور کلمہ حقیقت قول آئندہ میں بخوبی منکشف ہو جائیگا۔ اس واسطے کہ کچھ مناسب بنین معلوم
 ہوتا کہ اس کے جواب میں تطویل لاشائیل اور تضييع اوقات لا حاصل کریں۔ ہماری میر مہدی
 صاحب کی چالاک کی اور دیانت اور ہٹ دہری و حق پوشی و جوش تعصب اور پائے سلم
 و تین۔ اور ہمارا جوش تعصب اور مطلب عبارت کو نہ سمجھنا اور آپکا اور آپکا قاضی صاحب کا
 صدق و دعویٰ اور علم و انصاف اور اس دعویٰ کا موافق یا مخالف کتاب اللہ کے ہونا
 سب کچھ واضح ہو جائیگا۔ **قوله** مگر توضیحا لہم آیات بنیات کے ہی عبارت
 منقولہ لکھی ہیں اور حضرت مجیب اور نیز اور دیکھنے والوں سے انصاف کے خواہان ہیں بعد
 نقل عبارت تقریر میر مہدی صاحب کی نقل کر کے اور اس کا جواب گذارش کرتے ہیں۔ وہ تو
 آپ کا شرف صحت بیان نہ کہ تو تانہ بود آنت کہ مقدمان مشائخ ہار ضوان اللہ علیہم افاؤ
 فرمودہ اند کہ خدائی تعالیٰ ہرگز دیکھ سچ جائی کی ملی ازل ایمان با حضرت پیغمبر بودہ اند
 انزال سکینہ نہ نمود الا انکہ نزول انرا شامل جمیع ایشان داشتہ چنانچہ بعضی آیات فرمودہ

و یوم حنین اذا عجبکم کثر تکم فلم تقرعکم شیوا و صاقت علیکم الارض
 بمارحبت ثم ولیتم مدبرین ثم انزل اللہ سکینتہ علیہم ہولہ و علی المؤمنین و در
 دیگر گفتہ فانزل اللہ سکینتہ علیہم ہولہ و علی المؤمنین و چون با حضرت غیر از ابوبکر
 و غار نمود لاجرم خدائی تعالیٰ آنحضرت را در نزول سکینہ منفر و ساخت و اورا بان مخصوص
 کرد ایند بوجہ ایاہ شریکت نہ داشت گفت فانزل اللہ سکینتہ علیہ و ایدہ بجنود کہ تروھا پس اگر

ابو بکر مومن می بود با نستی که خدائی تعالیٰ دین آیت اور اجاری مجری مومنان می نمود در
عموم سیکینہ داخل می فرمود۔ اسے قولہ تبارین نزول سیکینہ مخصوص اوشدہ باشد و ابو بکر
بواسطہ عدم ایمان از فضیلت سیکینہ محروم ماندہ باشد۔ و ایضا نص قرآنی ابادارد انما الذکر در آیت
غار سیکینہ بغیر رسول باشد۔ جناب قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت ہے جو آیات بینا
والے نے اپنے رسالہ میں نقل کی ہے۔ آپ کے ہمدی صاحب جو اسکا خلاصہ تحریر فرماتے
ہیں اسکو ملاحظہ فرمائیے۔ اور انصاف سے کہی کہ کون سے الفاظ عبارت مذکورہ کے انکی خلاصہ
ولایت کرتی ہے آپ کے ہمدی صاحب فرماتے ہیں۔ خلاصہ اس ساری تقریر کا یہ ہے کہ اللہ
جہان تسلی مومنین پر نازل کی ہے تو ان اول رسول پر نازل کی اور بعدہ مومنین پر بھی
نقطہ مومنین پر تسلی نازل نہیں کی تو کیونکر ممکن ہے کہ فارمین پیغمبر صاحب کو چودہ مرتباً
ابو بکر پر تسلی نازل کی ہو۔ پس اس آیت سے ابو بکر کا عدم ایمان ثابت ہوا ایسی اگر
با ایمان ہوتے تو بشمول پیغمبر کے ضرور خداوند نہر ہی تسلی نازل کرتا انتہی بجزدہ
حضرت حبیب اور حضرت امینہ انصاف فرماویں اور متبادمین کو یہ خلاصہ کن افطو فیہ
عبارت کے لکھتا ہے کہ خدا نے جہان تسلی مومنین پر نازل کی ہے تو ان اول رسول پر
نازل کی ہے اور بعدہ مومنین پر۔ الخ۔ عبارت تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ہرگز دیکھ جائی
کہ کسی انزال ایمان یا حضرت پیغمبر و داندہ انزال سیکینہ نہ نمود انما الذکر نزول از اشامل جمیع ایمان
دوستہ الخ۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے کہہ کسی ایسی جگہ کہ ایمان کسی
کوئی شخص حضرت پیغمبر کے ہمسر ہوئی میں تسلی نازل نہیں فرمائی۔ مگر یہ کہ اسکو نازل کر
سکر شامل کہ اس پر چنانچہ جناب قاضی صاحب نے جو آیتیں لکھی ہیں وہ اسی مطلب پر وال
ہیں یہ کہان ہے جہان خدا نے تسلی مومنین پر نازل کی تو ان اول رسول پر
نازل کی اور بعدہ مومنین پر۔ اقول خلاصہ اس ساری تطویل لا حاصل اور طویل
لا حاصل کا یہ ہے۔ کہ مولانا سید ہمدی علی صاحب نے جو خلاصہ کہ عبارت قاضی صاحب

بیان کیا ہے اور میں اور شون نے لکھا ہے۔ خلاصہ اس رسائی تقریر کا یہ ہے کہ خدا نے
 جہان کہیں تین مہینوں پر نازل کی ہے تو وہ ان اول رسول پر نازل کی اور بعد مہینوں پر
 تو یہ جو آدمیوں نے لکھا ہے کہ اول رسول پر اور بعد مہینوں پر یہ غلط ہے۔ اور اس کے
 چالاک فرار دیا ہے اور اس کے جو ش تعصب ٹھہرایا ہے اور اس کے لئے دیا جتنی اور سب دہری اور
 حق پوشی وغیرہ سے تعبیر کیا ہے۔ اب ہم انصاف سے خدا کی ہدایت کو دیکھیں کہ خدا نے فراموش کر دیا
 و فراموش کیا کہ سید ہدی علی نے یہ امر واقع اور نفس الامر کے موافق لکھا یا مخالف اس پر
 دیکھی چالاک اور بددیانتی اور حق پوشی یا اونکی متانت اور دیانت اور حق گوئی۔ اصل
 یہ ہے کہ ہماری فاضل مجیب نے یہ خوب سمجھ لیا تھا کہ اصل اعتراض تو جناب قاضی صاحب
 کے رفع نہیں ہو سکتا تو ایسی ہی جو ش و خرویش اور گمراہی کیونہیں کام نہ نکالو۔ پس
 ب اس کا جواب یہی ہے۔ اول ہم اپنی فاضل مجیب ہی کو متعسف مقرر کرتے ہیں کہ جہاں
 رسول اور مومنین پر سب پر سکینہ نازل ہوا تو وہ ان کے سب اختلافات و نزول سکینہ میں
 برابر تھے اور سب کے اوپر بالاحوال اور بالاعتدال سکینہ نازل ہوا یا یہ کہ نزول سکینہ کا رسول
 اولاً اور بالذات ہی اور مومنین پر ثانیاً و بالعرض ہے۔ اگر امر ثانی ہے تو عین مدعا ہے
 لہذا پکارا و بلاسر ہر جہاں اور اگر اول ہے تو بذاتہ باطل ہے کیونکہ تشریف خداوندی میں جب
 رسول اور مومنین سب شامل ہوں تو ظاہر ہے کہ مومنین کو وہ تشریف براستہ رسول کے ہوگی
 رسول کو وہ تشریف اول حاصل ہوگی اور مومنین کو یہ ہے اور اگر مومنین کو ہی بالذات
 صل ہو تو مساوات لازم آئے۔ دوسری یہ کہ ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت اور آیت ثانیہ و ثانیہ
 و یہی مفہوم ہوتی ہوگی کہ ہر جہاں آیت مذکورہ میں۔ علی ہود و علی المؤمنین۔ واقع
 اور اس میں اول تو رسول کو جو بالاتفاق افضل اور حق پر مقدم دوسری یہ کہ رسول کو اپنے
 یہ کثیر مضاف فرمایا جو کمال خصوصیت اور تشریف پر مال ہے۔ تیسری یہ کہ سکینہ کو
 اپنی ضمیر کی طرف مضاف فرمایا اور رسول کو ہی اپنے ضمیر کی طرف مضاف کیا

آیت خدا کے جواب میں تا ہی اور ان کے مستحق کی طرف
 اور علم کی تائید کی تردید۔

جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اپنے خاص تشریف ادا اپنے خاص رسول ہی کے واسطے ہے اور امین کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ چوتھی یہ کہ تاخیر مومنین کے باوجود اعادہ لفظ جاری کے دلالت پر ہے غرض اس مجموعہ صاف سمجھ میں آتا ہے کہ نزول سکینہ کا اولاً رسول پر ہے اور ثانیاً مومنین پر جیسا کہ صلوة میں بھی یہی امر مہود ہے۔ تیسری یہ کہ اس عبارت میں جو آپ کے قاضی صاحب نے تحریر فرمائی ہے لکھا ہے۔ کہ یکی از اہل ایمان یا حضرت یغیہر بودہ اند۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نزول سکینہ کا مومنین پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت ہی میں ہوا ہے کہ لفظ باجو مصاحبت کے واسطے ہے پس دل سے اور ظاہر ہے کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مصاحبت میں یہ تشریف دیکر مکمل حاصل ہوئی ہے تو بواسطہ برکات مصاحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاصل ہوئی ہوگی تو حق یہ ہے کہ اول رسول کو حاصل ہوئی اور بعد اس کے بالتبع مومنین بھی اور میں شامل ہوں چوتھی یہ کہ اگر یہ روایت دلائل و ثبوت عبارت قاضی صاحب سے مفہوم نہیں ہوتی اور یہ واقعی صحیح ہے تو اس سے کیا اعتراض کو نفوت ہوئی اور کیا یہ دلائل و ثبوت پر کوشش و تشبہا جبر آپ نے یہ غلط شرمچا رکھا ہے۔ اور اگر قطع نظر روایت و ثبوت کے یہ اعتراض اس پر ہے کہ خدا تعالیٰ نے جہان سنی مومنین پر نازل فرمایا۔ تو دن رسول اور مومنین پر سب پر سلی نازل فرمائی۔ اور حاصل اعتراض یہ ہے کہ نزول سنی کا مومنین پر شمول سنی کو جو باہم مسئلہ ایمان کیا گیا ہے یہ غلط ہے اور قاضی صاحب کی عبارت سے ثابت نہیں تو یہ خود آپ کی ہی فوسنہی ہے کہ قاضی صاحب کی عبارت نہیں سمجھی تو ستر صاحب کی عبارت سے بخوبی یہ مضمون ثابت ہو رہا ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔ خدای تعالیٰ ہرگز وہ سچ جائی کہ یکی از اہل ایمان یا حضرت یغیہر بودہ اند انزال سکینہ نہ نمود۔ الا آنکہ نزول آنرا شامل جمیع ایشان و شتہ۔ حاصل اسکا یہ ہے کہ جس بگ خدا تعالیٰ نے سکینہ نازل فرمایا اور حضرت کے ساتھ ایک ہی اہل ایمان سے تھا تو دن نزول سکینہ میں سب کو شامل فرمایا۔ تو اس سے صریح ثابت ہوتا ہے

کہ اور نہ وضع مذکورہ میں نزول تسلی مومنین پرستلزم ثبوت تسلی کو ہی۔ بلکہ ایک دوسرے تفسیر ہی ہے۔
 ہوتا ہے وہ یہ کہ اور نہ مومنین پرستلزم ثبوت تسلی کو ہی اور حاصل ہولو تفسیر کا یہ ہوا
 کہ نزول تسلی مومنین پرستلزم نزول تسلی کو رسول پر ہے۔ اور نزول تسلی رسول پرستلزم
 نزول کو ہی مومنین پر اور دلیل ان قضایا کے ثبوت کے یہ ہے کہ اور نہ مواقع میں
 اگر مثلاً تفسیر اولے صادق نہ آوی یعنی نزول تسلی کا مومنین پر ہوا اور رسول پر نہ تو صحیح
 شمول باطل ہوگا اور اصل دعویٰ قاضی صاحب کے مخالف ہوگا کیونکہ قاضی صاحب کا
 تو دعویٰ درمیان نزول و شمول کے اور نہ مواقع میں تلازم کا ہر دو بیان انفراد ہو گیا
 اور یہ امر ہی ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے جہاں تسلی مومنین پر نازل فرمائی وہ ایسا ہی
 موقع ہے کہ رسول ہی وہاں موجود ہے اور کوئی موقع ایسا یاد نہیں آتا۔ کہ نزول سکینہ کا
 مومنین پر اس موقع میں بیان فرمایا ہو اور رسول مومنین کے ساتھ نہ تو اس سے ثابت
 کہ جہاں تسلی مومنین پر نازل فرمائی تو وہاں رسول پر ہی نازل فرمائی یہ صحیح خلاصہ ہے
 اسکو قاضی صاحب کے عبارت سے ثابت ہونے میں کسی قسم کا تردد نہیں ہے اور یہ مضمون جو
 قاضی صاحب کے عبارت سے ثابت صحیح غلط ہے۔ غرض کہ قاضی صاحب کی اس عبارت کی
 غلط اور مخالف قرآن ہونے میں کچھ شک و شبہ نہیں ہو سکتا کیونکہ اس قدر مطلب کو تو
 اب ہی تسلیم فرماتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے خداوند تعالیٰ
 کہ جس کی ایسی جگہ کہ اہل ایمان سی ہی کوئی شخص حضرت پیغمبر کے ہمراہ ہوئی میں تسلی نازل
 نہیں فرمائی مگر یہ کہ اسکو نزول کو سب کے شامل کہا ہے انتہی تو ہم بموجب اس کی تسلیم
 کہ پوچھتے ہیں کہ یہ جو دو موقع ابتدا سورہ فتح میں مذکور ہیں۔ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ
 فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزِيدَهُمْ مَعَالِيَهُمْ اور لَمْ يَخَفْ بَعْضُ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَهْلِ الْكُفْرِ
 يَأْتِيُونَكَ نَسْتَكْفِيكَ الشَّجَرَةَ فَلَمَّا فَتَى قُلُوبُهُمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ کہ جن میں خاص تسلی
 لے دی جڑی اور بڑی سکین ہر دو اہل ایمان والوں کو جو کہ جو ایمان یافتہ ایمان کے لئے۔ نبی تعالیٰ رضی اللہ

سزاؤ پر جو نہایت کثرت سے مذکور کیا گیا ہے جو کہ ان کے ایمان میں شک پیدا کرنے کے لئے ہے۔

مومنین پر بیان فرمائی ہے۔ اور رسول کو اُس میں شامل نہیں کیا ان دونوں موقوف نہیں آپ کے قاضی حاکم
 یہ قول جہانگیر کے کیے از اہل ایمان با حضرت پیغمبر بودہ اندہ صادق آتا ہے یا نہیں اور ظاہر ہے
 کہ ان دونوں موقوفین میں صحابہ صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں اور نزول سکینہ کا بھی
 اس جگہ ہے اور آپ کے قاضی صاحب ایسے مواقع میں رسول کو واجب اور اذکار فرماتے ہیں۔ تو
 اب دیکھنا چاہیے کہ موافق قول آپ کے قاضی صاحب کے رسول سکینہ کا رسول اور مومنین کے ہر ایک
 مخالف قول قاضی کے افراد ہے قرآن شریف کو لکھ کر جو دیکھتے ہیں تو اس میں تو مخالف دعویٰ
 قاضی صاحب افراد مومنین کا تسلی کے ساتھ معلوم ہوتا ہے اور قرآن قاضی صاحب
 کی تکذیب کرتا ہے یا یوں کہو کہ قاضی صاحب اپنے قول میں قرآن کی تکذیب فرماتے ہیں
 تو ثابت ہوا کہ حسب تحریر سامی یہی قاضی صاحب کا دعویٰ غلط اور مخالف قرآن کے ہے
 جو لوگوں نے جوش تعصب میں اگر بد دل سکے کہ قرآن کو دیکھیں لکھ دیا اب آپ چاہے ہیں کہ
 چند خرافات سے اس الزام کو الٹ لیں جس میں تحریر سے دفع کریں تو پہلا یہ کہ کب ممکن ہے قول
 بلکہ جناب قاضی صاحب علیہ الرحمۃ تو یہ فرماتے ہیں کہ جہاں رسول پر تسلی نازل کی ہے
 اور مومنین بھی رسول کے ساتھ ہوئی ہیں تو مومنین کو بھی یہی تسلی میں شامل کر لیا ہے
 کہ صرف رسول پر ہی نازل فرمائی ہو اور مومنین کا ذکر نہ کیا ہو اور آیت غار میں یہ نہیں ہے
 بلکہ رسول کا ہی ذکر فرما کر اللہ جل شانہ خاموش ہو گیا اقول حضرت مجیب اور ان کے
 ہم مذہب اور اہل انصاف نہ انصاف فرمائیں اور مبتلائیں کہ اگر وہ خلاصہ جو میر مہدی صاحب
 سلمہ نے لکھا تھا غلط تھا جیسا کہ ہماری فاضل مجیب دعویٰ کر آئے ہیں تو یہ جو ہمارے
 فاضل مجیب قاضی صاحب کی عبارت کا مطلب کہا ہے اُس عبارت کے کن لفظوں سے
 غلط ہے کہ خدا تعالیٰ نے جناب رسول پر تسلی نازل کی ہے اور ایمان مومنین بھی
 ہیں تو مومنین کو بھی شامل کر لیا جو الزام کہ آپ سپہ مہدی علی صاحب سلمہ کو دستہ
 اوسے الزام کے خود آپ مستحق ہوئے۔ اگر یہ مطلب جو آیت قاضی صاحب کی عبارت کا

بیان فرمایا ہے صحیح ہے اور عبارت کے الفاظ سے پیدا ہوتا ہے تو وہ مطلب کہ جو سید مہدی صاحب سلمہ نے بطور خلاصہ کے لکھا ہے صحیح ہوگا۔ نہایت فہوس و تعجب ہے کہ سید مہدی صاحب سلمہ کو تو آپ مطعون کرین اور خود آپ اُسے قسم کے معنی بیان فرمائیں اور اہل علم سے کچھ نہ شرمائیں اگر یہ سید مہدی کی چالاکی اور جوشِ تعصب اور ہٹ دھرمی اور حق پوشی تھی تو جو کچھ جناب نے قاضی صاحب کی عبارت کے بیانِ مضمون کے بارہ میں ارشاد فرمایا وہ جناب کی ہی چالاکی اور جوشِ تعصب اور ہٹ دھرمی اور حق پوشی ہوگی سوا لبوا اور لبو کہ قاضی صاحب کی عبارت غلط کی غلط ہے۔ قاضی صاحب کی عبارت سے تین امر استفاد ہیں۔ اول اوس موقع کا ہونا کہ جس میں رسول کے ساتھ مومنین بھی ہوں دوسرا نزولِ سکینہ کا بلا بیان و تعیین منزل علیہ کے۔ تیسرا شمولِ سکینہ کا رسول کو اور مومنین کو سب کو پس منزل علیہ سکینہ کا جیسا رسول ہے ویسی ہی مومنین بھی ہیں۔ چنانچہ لفظ شمول سے بھی میں آتا ہے تو جب ہر دو نو منزل علیہم ہوئی تو اگر انکا منزل علیہم کہنا اور یہ کہنا کہ جس جگہ مومنین پر تسلی نازل فرمائی وہاں رسول پر بھی نازل فرمائی صحیح ہے تو رسول کا منزل علیہم کہنا اور یہ کہنا کہ یہاں رسول پر بھی نازل کی وہاں مومنین پر نازل کی صحیح ہوگا اور غلط ہے تو یہ بھی غلط ہوگا۔ یہاں کذب اور لغاض عبارت شوستری جتنا کا قرآن سے وہ ظاہر ہے کہ ہر دو امرین اولین ہر دو آیات سورہ فتح میں موجود ہیں اور شمول نہیں پایا جاتا۔ نزولِ سکینہ صحیح مذکور ہی حاضر ہونا مومنین کا حضرت کے ساتھ سیاق عبارت سے بالبابہ مفہوم ہوتا ہے و ردیم شمول بھی صحیح ثابت ہے پس اس سے زیادہ کذب اور قرآن کے ساتھ صریح ناقض کیا ہو سکتا ہے۔ اور نیز یہ بھی جناب کو مسائلِ منطوق سے معلوم ہوگا مسئلہ تیسرا لئیہ کے صدق کے لئے واجب ہے کہ تمام مواد میں صدق ہو جب اسکا صدق متحقق دگا اور اس کے کذب کے لئے یہ کچھ ضرور نہیں کہ جمیع مواد میں کذب متحقق ہو اور وقتِ نبیہ کا ذب ہوگا بلکہ ایک ہی تقدیر پر اگر کذب ہو جائیگا۔ تو قضیہ کا ذب ہوگا۔ پس یہ

تفسیر کلیہ جو آپ کے تاضی صاحب نے تحریر فرمایا ہے ہرگز درست ہے۔ چنانچہ جو کہ انکو نزدیک اسکی
یہ ہے دو مواد تھے کہ جہان اسکا تحقق تھا اسلیجہ انہوں نے حکم کلی فرما دیا اور یہ اذکر
معلوم ہوا کہ اسکو فرمات اور یہی جہان یہ حکم تحقق نہیں ہے اگر کلیہ حکم کیا جاوے گا
تو کاذب ہوگا۔ اور معلوم کیونکہ ہو اگر کہہ قرآن سے نقل ہو تو معلوم ہو کہ قرآن شریف
میں ذکر نازل سکینہ کا کہاں کہاں ہے پس اس موقع پر آیت فار کا ذکر کرنا بجائی نہیں
قولہ اور جیسا کہ جناب باری غرہ نے اور جبکہ فرمایا ہے **فَإِنَّزِلَ اللَّهُ سَكِينَةً عَلَى**
رُسُلِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ۔ یہاں ہی اگر سوای رسول کے کسی اور کو نازل سکینہ میں شامل
کرنا منظور ہوتا تو فرمانا کہ علیہ وعلیٰ صاحبہ یا علیہما وغیرہ۔ اور جبکہ حق تعالیٰ نے ایسا
نہیں فرمایا تو جناب تاضی صاحب کا اعتراض نہایت درست و صحیح ہے اقول
اول خطا آپکو تاضی صاحب اور انکو اتباع کے یہ تھے کہ اوس تفسیر کو جو پہلے ذکر ہوا ہے
ہرگز درست ہے۔ کلیہ تسلیم کر لیا حالانکہ اوسکا کلیہ ہونا سراسر غلط تھا۔ دوسری خطا
یہ ہوئی کہ اوس تفسیر کو ایک محتمل میں متعین لکھا اور یہ معنی بیان کیے کہ خدا تعالیٰ
جہان رسول پر تسلی نازل کی اور وہ دن مومنین سے ہی کوئی ہمراہ تھا۔ تو وہ دن اوسکو نازل
کیے شامل فرمایا حالانکہ یہ یقین غلط ہے کیونکہ اوس سے یہ ہی ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ
جہان تسلیم مومنین پر نازل فرمائی اور وہ دن رسول ہی تھے تو وہ دن اوسکو نازل کو
سب کے شامل کیا تیسری غلطی یہ ہوئی کہ آیت فار میں اول تو اپنی خوش فہمی ہے
یہ سمجھ لیا کہ **فَإِنَّزِلَ اللَّهُ سَكِينَةً عَلَيْهِ** کے ضمیر حضرت کی طرف راجع ہے اور پھر اس
بنیاد پر مقدمہ فاسدہ متفرع کیا کہ اگر کوئی رسول کے ہمراہ اہل ایمان سے ہوتا تو اسکا
یہی شامل نازل ضرور کیا جاتا اور جب یہ نہیں کیا گیا تو ثابت ہوا کہ کوئی مومنین
آپ کے ہمراہ نہیں تھا تو معلوم ہوا کہ ابوبکر صدیق مومنین سے نہیں تھے لہذا اگر
اور بنا فاسد علی الفاسد ہے۔ آپکا قصہ یہ کہتا ہے کہ آیت فار میں خدا تعالیٰ نے نازل

سکینہ کا ذکر فرمایا اور سکا منزل علیہ صرف ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے اور یہی اوتسبیل سے جیسا کہ
 خداوند تعالیٰ سورہ فتح میں ارشاد فرمایا ہوا الذی سے انزل السکینۃ فی قلوب المؤمنین
 اور فاذل السکینۃ علیہم اور دامن نزول کو مؤمنین کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے
 اور انکو ساتھ رسول کا ذکر نہیں کیا ایسا ہی آیت غار میں ہی رسول کا ذکر نہیں کیا اور سکینہ کو
 مخصوص بار غار کے ساتھ فرمایا۔ قطع نظر اس سے ہم ہی ایک قاعدہ کلی مقبول قاعدہ
 کلیہ اکبر قاضی صاحب کے لکھتے ہیں۔ اور اہل انصاف سے انصاف کے خوالہ میں۔ وہی ہند
 خداوند تعالیٰ جائیکہ نزول سکینہ بر رسول بیان فرمود ہرگز وہی صحیح جان نزول آنرا
 بر رسول بیان نہ فرمود۔ مگر آنکہ منزل علیہ یعنی رسول را بلفظ رسول کہ دال بر کمال ہندگی
 و تعظیم و نہایت علو تکبریم است تعبیر فرمود لیکن جاب کہ نزول سکینہ بر مؤمنین بیان
 فرمود گاہی انہا را بلفظ مؤمنین تعبیر فرمود چنانچہ علی المؤمنین و فی قلوب المؤمنین۔
 و گاہی بر ضمیر اکتفا فرمود۔ چنانچہ فاذل السکینۃ علیہم ارشاد شد پس اگر در آیت غار
 بیان نزول سکینہ بر رسول منظور خداوندی بودی بر ضمیر اکتفا نہ رفتی بلکہ بلفظ رسول تعبیر
 نہدی و لیکن چون مقصود بیان نزول سکینہ بر ابو بکر صدیق بود و در آن گنجائش ضمیر
 ہم بود پس نہ بر ضمیر اکتفا رفت۔ خدا کے لیے ذرا انصاف کی انگلیں کہو لکہ دیکھیں
 کہ یہ قاعدہ صحیح ہے یا وہ قاعدہ جو آپ کے قاضی صاحب نے خلاف کتاب اللہ ایجاد
 فرمایا ہے۔ بعد اسکو مثل آپ کے قاضی صاحب کے ہم ہی کہہ سکتے ہیں۔ و چون این سخن
 گوش نصیبان خواہند شنید یا بحث حیرت ایشان خواهد گردید و حسیہ خلاصی از آن جان
 ایشان بلب خواہد رسید۔ ثواب فرمائی کہ ہمارا اعتراض صحیح و درست ہر با آپ کے
 قاضی صاحب کا۔ قولہ او شیون نے یہ امر مل بدلائل قاطع ثابت کر دیا ہے
 کہ علیہ کی ضمیر رسول ہی کی طرف پہنچتی ہے نہ کسی غیر کے۔ اقول سبحان اللہ
 آجک حضرت شیوہ سے اپنا اصول نہ ب تو دلائل قاطع سے ثابت ہو ہی نہیں سکا

جو موقوف دلائل قاطعہ پر ہے اور مرجح ضمیمہ کا تو کیا دلائل قاطعہ سے ثابت کیے گئے ہیں یا نہیں
 اصول دین میں سے ہونا دلائل قاطعہ سے ثابت کرین انہ کی عصمت اور ان کی انبیاء و فضیلت وغیرہ
 سب اصول دین میں سے ہیں کسی پر کوئی دلیل قطعی بیان کی ہے۔ مگر یہ دعویٰ ہے کہ
 جیسا کہ آپ کے سید مرتضیٰ کا کہ وہ فروع و مسائل کی نسبت بھی مدعی ہیں کہ وہ قطعیات سے
 ثابت ہیں۔ حالانکہ جمہور علماء شیعہ نے ان کے تکذیب کی ہے ایسا ہی آپ بھی دلائل قاطعہ
 ثبوت کے مدعی ہیں۔ پس ایسے لغو دعویٰ کا جواب جنہر کوئی دلیل قائم ہو بجز سکوت کے
 اور کچھ نہیں۔ قولہ پس جناب قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کا یہ دعویٰ ہے کہ چون
 اس سخن را گوش نا صوابان شنید۔ الخ۔ نہایت ہی سچا اور بہت ہی ٹھیک ہے ورنہ
 شیعوں کا دعویٰ اتنی مدت کا بدون جواب باقی نہ جاتا۔ اگر حضرت مجیب کا حوصلہ ہے
 تو اب جواب دین اقل جناب میر صاحب ایسے مہملات و مخزافات کے جواب میں کسی
 عامل کو بھی تردید نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ اہل سنت کو حیرانی ہو۔ ہاں اگر جملہ باعث
 حیرت ایشان گردید سے مراد ایجاد نے کہ اہل سنت کو اس سے حیرت ہو کہ یہ بات
 یہی کیا اس قابل ہے کہ عقائد کے زبان سے نکلے اور کیا اس لائق ہے کہ اسپر ناز و افتخار
 کیا جائے تو البتہ بجا ہے پہر بعد اسکے جو جملہ بطور دلیل کے تحریر فرمایا ہے وہ شیعوں کا
 یہ دعویٰ الخ۔ اس قابل ہے کہ اہل عقل و انصاف اسپر اذہن کہیں شاید یہ یہی او نہیں
 دلائل قاطعہ سے ہے جس کا ذکر اوپر فرمایا تھا حضرت اگر یہ دعویٰ بالضرر ہے جواب
 باقی ہو تو کیا یہ کچھ مستعجب ہے کہ یہی علماء و راہبی ہو جنکی وجہ سے اسپر التفات ہو گیا
 رہا یہ کہ ہماری فاضل مجیب اب ہم سے جواب کے خواہن ہیں سو بجز اللہ ہم اس سے
 البطل اس بحث میں بخوبی کر چکے اگر سہمت و جرأت ہے تو جواب بدین اور اگر نہیں
 نسلی شاعر ہو اور یہی ہوں ہو تو اور بھی لیجئے وہ یہ کہ قطع نظر اسکے غلط اور خلاف واقع اور
 مخالف قرآن ہو گیا یہ دعویٰ بالکل غلط اور بے دلیل ہے اور اصل سے اسکی بنیاد ہی غلط ہے

کیونکہ اگر بالفرض ہم اپنے مجیب کے خاطر سے تسلیم کر لیں کہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے
 کہ جب خدا نے رسول پر نازل کی اور وہ ان مومنین سے ہی کوئی ہمراہ تھا تو سب کے شامل
 کی اور حضرت کو منفرد نہیں کیا اور یہ سوائے دو جگہ کے واقع نہیں ہوا تو اس سے یہ نتیجہ
 نکالنا کہ خداوند تعالیٰ پر یہ قاعدہ واجب ہو گیا اور کہیں اس کے خلاف نہیں فرمایا گیا سراسر سراسر
 اور عزافت ہے کیونکہ اس کو لزوم پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی نہیں دلالت کرتی یہ محض جناب قاضی صاحب
 کے وسوسوں تخلیقات ہیں جو مادہ سوداوی سے ناشی ہوئی ہیں اگر کوئی دلیل اسپر دلا کر دے
 ہی تو اول اس کے لزوم پر قاضی صاحب ہی بیان فرماتے خیر تو انہوں نے نہیں بیان مالی تو ب
 اگر کچھ حوصلہ ہے تو آپ ثابت کیجئے۔ اور کوئی دلیل لائی اور یوں ہی ایک دعویٰ دلیل
 پر افتخار دنا فرمانا شان عقلا نہیں ہے اور جب یہ کہ ہم تسلیم کر لیں کہ جو مطلب ہماری
 مجیب صاحب نے اپنے قاضی صاحب کی عبارت سے ایجاد فرمایا ہے صحیح ہو ورنہ فی الحقیقت یہ
 قطعاً ہے چنانچہ ہم اجاث گزشتہ میں اس کے بطلان کو بخوبی ثابت کر لی ہیں پس جس طرح دل چاہے
 سے گفتگو کر لیں ہم ہر طرح تحریراً تقریراً حاضرین قولہ آجکیا یہ فرمانا کہ تعصب میں اگر
 کیسا بے اہل دعویٰ مخالف قرآن شریف کے فرمایا ہے بجائے خود نہیں۔ بلکہ آپ نے
 جوش تعصب میں اگر ایسا لکھا ہے اور اس سے بڑھ کر جوش تعصب اور کیا ہو گا کہ بدون سمجھے عبارت
 نقل کر دی اہل عقل و انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ آپ کے قاضی صاحب نے جوش
 تعصب میں اگر مخالف قرآن شریف کے دعویٰ کیا یا اپنے جوش تعصب سے دعویٰ کے
 نسبت ایسا کہا اور یہ بھی معلوم کر سکتے ہیں کہ سمجھنے بدون سمجھے عبارت نقل کی ہے اپنے
 بے سمجھے عبارت کی توجہ یہ فرمائی۔ ہم کچھ نہیں کہتے بجز اس کے کہ کیسی سائنسی اہل انصاف میں سے
 یہ عبارت رکھ دیجئے اور تماشا دیکھ لیجئے قولہ حضرت قاضی صاحب ہرگز جوش تعصب
 میں نہیں آئے اور نہ بے اہل دعویٰ معاذ اللہ مخالف قرآن شریف فرمایا۔ بلکہ ایک ہر طبعی مدلل
 آیات قرآنی بیان کیا ہے آپکا جناب قاضی صاحب کی نسبت لیا فرمانا دعویٰ دلیل ہے

اگر آپ اس اپنی دعویٰ میں سچے ہیں تو بسم اللہ کوئی دلیل لائے اور حضرت قاضی صاحب علیہ السلام
 کو اس سے کورہ فرمائے۔ اور کوئی آیت قرآنی یا حدیث اپنی ہی کتب مجتہدہ سے لے لی
 نقل فرمائے کہ جان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ جل شانہ تسلی نازل فرمائی ہو
 اور رسول کے ہمراہ سونین ہی ہوں تو فقط رسول ہی پر نازل فرمائی ہو اور سونین کو نازل
 نفرمایا ہو۔ اقول ہم دلائل ثابت کہ جو کہیں کہ آگے قاضی صاحب کا دعویٰ خلاف
 واقع مخالف قرآن محض جو جس منصب پر تاسی ہے اور اسکو بخوبی رد کر دیا ہے آپ علیہ السلام
 قوانین افعال کے دہلے ہو کچھ ضرور نہیں کہ ایک ہی طرح پر کیا جادے۔ دن جب آپ
 اس دعویٰ کو دافعی اور مدلل آیات قرآنی تصور فرماتے ہیں تو ایہ ہے کہ ہماری دعویٰ کو
 بھی دافعی اور مدلل آیات قرآنی سمجھیں اور اگر آپ کو ادھمن کلام ہو تو بسم اللہ کوئی دلیل لائی
 اور ثابت کیجئے کہ خدا تعالیٰ نے کہیں رسول پر سکینہ نازل کی ہو اور لفظ رسول سے تعبیر فرمایا
 ہو اور صرف ضمیر پر اکتفا فرمایا ہو قولہ یہ حضرات الہست کی ہی جرأت ہو کہ بے اصل
 دعویٰ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کمال دلیری اور بے باکی یہ ہے کہ جو عبارت سند اقل کے
 میں اور کا خلاصہ مضمون اپنی طبیعت پر مخالف عبارت منقولہ کے تراشی میں اور بے باک
 افتخار اس اپنی ہی تراشی ہوئی مضمون کو رد کرتے ہیں نہ خدا اور رسول سے ڈرتے ہیں نہ اس
 شرم کرتے ہیں کہ کہیں والا جو خدا نے کچھ ہی عقل عطا فرمائی ہوگی کیا کلمہ گاہ یہ حال ہی
 ان حضرات کا فاعلہ و یا ادلی الا یان۔ آپ کے ہمدی صاحب نے جو اس خلاصہ کے رد میں
 لکھا ہے جو کہ خلاصہ ہی صحیح نہیں کیا تو سب بنا فاسد علی الفاسد ہے اقول ایہ
 کذبات اور خرافات کا جواب پس یہ ہے کہ بقول شاعر۔ ع دروغی را نخواستہ دروغی
 ہم کہیں کہ آپ سچ فرماتے ہیں۔ باقی آپ کے مہذب کلمات کا جواب ہم کچھ نہیں دیتے
 قال الفاضل المجیب۔ قولہ تو لہ مارح مقالیہ میں جو عبارت تحریر فرمادین النہ جناب
 مخاطب کا اس مقصود صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ جانی میں حضرات تنبیہ کی

کتب نایاب میں بڑے بڑے شہر و زمین ہی دستیاب نہیں ہوتی اور اگر کہیں حضرات شیعہ کے
 ہا میں تو اہلسنت کو دلائل تک دسترس در انکا حصول ممکن نہیں چنانچہ ایک شخص حضرت شیعہ
 میں سے میری ہی عزایت فرمایا کہ میں اگر میں یا کوئی اہلسنت جس پر احتمال مناظرہ دانی کا ہو
 آدمی مذہبی کتاب لے لے طلب کرتا ہے تو مونہہ چرا جاتے ہیں۔ حالانکہ ہماری شرح کے
 کتاب میں انکا استعمال میں ہوتی ہیں تو جناب مخاطب نے خیال کیا کہ اصل کتاب ہاتھ آئیگی
 نہ استدلال صحیح تصور ہوگا اور بلا وقت میدان مناظرہ ہاتھ آگیا اسلیٰ و اس طرح راہی ہو
 کہ آپ نے تحریر فرمایا کہ تحفہ وغیرہ میں بعض حوالہ درست نہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ بعض
 حوالے بلکہ اکثر درست ہیں تو جو قوت استدلال میں وہ حوالے مذکور ہوں جو درست نہیں اور
 نسبت صاف کتنا چاہیے کہ یہ حوالہ درست نہیں کیونکہ جو عبارت کسی کتاب سے نقل ہوگی
 تو بحوالہ اسی کتاب کے نقل ہوگی ان اصل کتاب سے اسکا اثبات اس وقت ضروری ہوگا جو قوت
 آپ صاف انکار فرمادین گے۔ اور یہ کہیں گے کہ یہ روایت ہماری یہاں نہیں ہے۔ اقول
 حضرت مجیب نے جو کچھ اس قول میں فرمایا ہے عام اہلسنت یہ ہی ہے اصل دعویٰ کرتے ہیں
 اگر یہ بات درست ہوتی کہ کتب شیعہ نایاب ہیں تو انکا خاتم الحدیث اور خاتم التکلیف نے جو
 حوالے نقل فرمائی ہیں وہ کہاں سے نقل فرمائی ہیں۔ بلکہ واقعی امر یہ ہے کہ اہلسنت ہماری
 کتابوں کا دیکھنا اور خریدنا اور اپنے گھر میں رکھنا گناہ سمجھتے ہیں ورنہ ہر قسم کی کتب شیعہ چھپکر
 شائع ہو گئی ہیں اگر جناب مجیب کو شوق کتب بینی کا ہے تو ارشاد فرمائیں کہ نہرست کتب
 مع نشان مقام وغیرہ ارسال خدمت ہو قیمت بھیج کر طلب فرمائیں اور اس نے اصل دعویٰ
 زاتین۔ **یقول النبی الفقیر الی مولانا الغنی**۔ اگرچہ اس قول میں کوئی امر
 ابن بحث جواب نہ تھا تاہم اس قدر گذارش ضرور ہے کہ اگر آپ کی کتب معتبرہ نایاب نہیں ہیں اور
 جگہ ملتی ہیں اور چھپکر شائع ہو گئی ہیں تو یہ فرمائی کہ قطع نظر اور کتابوں سے آپ کا قرآن و جہاد
 میر نے تالیف جمع فرمایا اور ائمہ کے پاس کی بعد دیگرے متواتر چلا آیا۔ اور آخر کو

غیر سربای مین امام زمان کے ساتھ منتفی ہو کوئی دفعہ کیوقت چپکرا شائع ہوا ہے یا نہیں
چھوٹے دنگو سے مین کوئی قرآن علاوہ موجود کے جمع و تالیف ہوا نہ اندہ کے پاس منارث
اگر غامض مین منتفی ہوا علاوہ ازین اصول اربعہ کتنی دفعہ چپکرا شائع ہو چکا مین ہاں
اسی سے شیخ کتب معلوم ہو جائیگا۔ ہند میں کلیسیائی اپنی صرف نو لکھو لئے چھاپی ہے۔ پہلی
استثمار مین لاخضر ہمارے دست مین ہندوستان مین تو چھپو نہیں ایران کی ہلو خیر نہیں ہاں
اصول کے یہ حال ہے تو اور علوم کی کتابوں کا کیا حال ہوگا سادہ اگر چند کتاب مین جو جو بات مہنت مین
تالیف ہوئی اور چھپ گئے تو ان کو شیوع سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کتب مذہبیہ کا شیوع ہے
اور نیز اگر اہل سنت مین سے دو چار کو کسی وجہ سے آپکی کتاب مین ہم پوئج گئی تو یہ بھی دلیل
شیوع کی نہیں ہو سکتی۔ آپکی کتابوں کے دیکھو کاشوق اسوقت تک ہر جناب کو آپ سے
مناظرہ ہے سو اسکی نئی کیفیت کتاب مین جمع سی کی ہوں اور کیفیت جمع کرنیکا ارادہ بھی ہے ہم
آپنے یہ سلسلہ جاری رکھا ہاں اس نہایت کاشکر گزار ہوں جو ارسال فہرست کو بابت تحریر فرمایا
اور گزارش کرنا ہوں کہ اگر مطبع جعفری اور ملک اللہ خان کے علاوہ کوئی اور فہرست ہو تو آپ
غیاث فرمادین۔ متاخرین کے تصانیف مین سوائے قبلہ کعبہ محمد صاحب کے مادہ اسلام
و ذوالفقار و حاتم وغیرہ کا خیال ہے اور کتب مقدسین سے رسائل فضل بن شاہان و سند سلیم
بن قیس و دیگر وغیرہ دیکھنے کو دل چاہتا ہے اگر آپکو یہ سلسلہ جاری رکھنا منظور ہو ورنہ کچھ ضرورت
نہیں کہو ناکا اپنے مذہب کے سخت اور آپ کے مذہب کے فساد مین کچھ شک و شبہ نہیں ہے جو کسی
امر کی تحقیق کے ضرورت ہو۔ فقہاء یہ حکایت جو لکھتے ہیں شاید صحیح ہو مگر یہ کیا ضرورت ہے
کہ وہ اسی غرض سے جو حضرت محیب سمجھ مین مذہبی ہوں شاید کوئی اور غرض ہو۔ جیسا کہ اسی
سہ مین ایک سہ صاحب مین اور انکو یاس در ایک کتب اعداد مین دہ ہلو بھی لکھ چکا
نہیں ہے اور یہ غدر کرتے مین کہ میری چند کتاب مین نہایت عمدہ جو ستون سے خریدی مین
بعض حضرات لیکھتے اور پھر واپس مین جب سہ مین نے عہد کر لیا ہے کہ خواہ کوئی مالک مین کتاب

ہرگز نہ دو جگہ ان میرے مکان پر اگر جو شخص چاہی تھی تو اشیہ مطالعہ کرے یا عبارت نقل کرے یا بجائی
 بلکہ حقہ پانی وغیرہ کی خدمت کرے گا تو کیوں نہیں جائز ہے کہ وہ صاحب ہی جہاں ذکر حضرت جیسے
 کیا ہے اس خیال یا مثل اسکی کسی اور سبب نہ دیتی ہوں۔ **اقول** چونکہ اس جواب کے تحریر میں
 ایک کتاب ہے جو ہمارے عنایت فرما سے ملی بہت مدد پہنچا لہذا اسکو ہم کمال شکر گزار ہیں
 ساتھ لکھتے ہیں اور اسیدو اس طرح ہم اپنے فاضل مجرب کے احتمالات کا جواب جو بمقتضا ع فکر کریں
 بقدر بہت درست و مناسب ہوتی ہیں ہم کچھ جواب نہیں لکھتے **قولہ** معہذا فن مناظرہ کی
 اصول میں یہ دخل نہیں کہ اپنی کتاب بھی مخالف کو دینی لازم ہے مخالف کا فرض ہے
 کہ طرح ممکن ہو خود یہ سامان ہم پہنچا ہے **اقول** بہت درست ہے ہم ہی اسکا انکار نہیں
 کرتے۔ لیکن یہ جب ہے کہ تحقیق حق مد نظر ہو اور جب تحقیق حق مد نظر ہو جیسا کہ آپ نے فرمایا
 تو یہ یہ غلط ہے چنانچہ ظاہر ہے۔ **قولہ** میری اصلی غرض جو حضرت سمجھتے ہیں وہ ہرگز نہ
 نہ تھی بلکہ صرف مطلب یہ تھا کہ اگر حوالہ غلط تحریر ہو تو اسکو رد و بدل میں وقت ضائع نہ ہو **اقول**
 اگر حوالہ غلط تحریر ہو تو رد و بدل کیا اصل کتاب میں جب نہ پایا تو کہہ دیا کہ یہ حوالہ غلط ہے
 خصم یا اسکو ثابت کر گیا ورنہ غلط تسلیم کر گیا لیکن تعلیط ہی یا صرف اجمالی طور پر ہوتی ہی
 کریدون اصل کتاب کے مطابق کیے و ان پر لحاظ کر کے تعلیط کر دی اور یہ تعلیط اسی ہے
 کہ ہمیں خود رد و بدل کی گنجائش ہے یا یہ کہ قطع طور پر ہوتی ہے کہ اصل کتاب سے خوب
 مطابق کر کے جب نہ پایا تو تعلیط کر دی چنانچہ ہم نے لفظ سقیمۃ العرب کے تعلیط کی ہے تو نتیجہ
 تعلیط قابل اعتبار ہے اور اس میں رد و بدل کچھ نہیں ہو سکتا ہے **قولہ** میدان مناظرہ
 بفضل الہی طرح ہمارے ہاتھ ہے خواہ آپ تحفہ وغیرہ سے عبارت نقل فرمائی خواہ خود
 دیکھ کر لکھیں **اقول** باطلست آنچه مدعی گوید۔ **قولہ** تھیں ہم نصف میں آپ کا
 فرمانا کہ جو وقت اسٹہ لال میں حوالے نہ کر ہوں جو درست نہیں۔ انج۔ بہت درست ہے
 اور ہم جس طرح قبول کرتے ہیں بلکہ اس لکھنے سے یہ ہی غرض تھی کہ آپ اس امر کا اقرار کریں

اقول - ح - عمرت دراز باد کہ این ہم نیست است۔ برو نسخ رہو اگر آدمی ہزار جگہ پر
 نہ ہو کہے بہت کے لیے حق پوشی اور ہٹ دھرمی کرے۔ دایک جگہ حق قبول کرے۔ تو
 او کو سزا دین نہیں کہا جاسکتا۔ بہر کیف واجب اس کی تسلیم میں ہو کہ کچھ چون و چرا نہیں ہے
قال الناف **سل المحب** **فولہ**۔ قول صاحب تحفہ وغیرہ کے حوالہ دست نہیں۔ الخ
 جن حضرات کے تحقیقات کے اعتماد پر جناب مخاطب کو بایں طعنت اٹھا رہا ہے۔ وہ تحقیقات
 عند تحقیق خود غلط ہیں۔ اقول۔ اس کے جواب میں نہایت ادب سے فرمایا یہی سولہ ہم ہی عرض
 کرتے ہیں جیانا جناب قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کی نسبت دعویٰ منصب و تملک نہ
 شریف کے بیان میں کیقدر ساین میں بیان ہو چکا ہے اگر مختصر عجیب یہی تھا فرمایا کہ جو
 جانیگر کہ جن تحقیقات کو ہماری حضرت بصدقت از ناز بندید اختیار فرماتے ہیں وہ تحقیقات
 ہی واقعہ میں بجائی خود نہیں اور ہماری علماء کرام رضوان اللہ علیہم نے جو تحریر فرمایا نہایت
 بجاد و درست ہے۔ اب اس تحقیق کا حال یہی جو عجیب نے بصد ناز لکھا ہے ظاہر ہو لیا ہے
النفات **لرط** ہے **يقول العبد الفقير** **لے مولاه** **الغنى قاضی نور اللہ صاحب**
 کو تملک کا حال محقق ہو چکا باقی تحقیقات کا حال بھی معلوم ہو جائیگا اور یہ کیا اصول
 مذہب کے تحقیقات کا حال معلوم ہو چکا مگر افسوس اس کا ہے کہ ہماری فاضل محب صرف یہی
 فرماتے ہیں کہ تحقیقات علماء کو نظر الصادکین اور خود بدولت اس پر عمل نہیں فرماتے۔ سنے تو
 حکم سامی کی تعمیل کی۔ اور دعا یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ آپ کو بھی توفیق عطا فرمادی۔ **قال**
انفاضل المحب۔ قود شتی منہ خردار مدیہ نذرین خاتم الحمد ثین رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ میں
 عبارت **بج البلاغت** ہے جو حضرت ابو بکر کی مدح میں جناب امیر نے فرمایا ہے اسد مال کہ
 علماء شیعہ کی طرف سے جواب نقل کیے ہیں مغلطہ اور فکر فرمایا ہے۔ عمدہ آں تو جہات تردائش
 آست کہ آنجناب گاہ گاہ اوصاف و مبالغہ شیعین۔ الخ۔ اس کے جواب میں علامہ کتوری نے
 لکھا ہے کہ این او عاذ بہ محض است احتیاج این تو جہات شیعہ را وقتی می افتاد کہ کہتے

بجای لفظ فلان لفظ ابو بکر موجود می بود چون لفظ ابو بکر در کتب شیعو موجود نیست ایشان را محتاج است که یک
از توجیهات نیست۔ اقول۔ حضرت آپ کے خاتم المحدثین اس قسم پر ابتداء ہی سے وہ خلاف واقع
گوئی چلی ہیں اور دعویٰ کیا ہے کہ ہم نفع البلاغت سے نقل کرتے ہیں اور جو عبارت نقل کی ہے اس میں نیز
نفع سے بجای لفظ فلان لفظ بلا و ابے بکر نقل کیا ہے حالانکہ کتاب مذکور میں بلکہ کسی روایت میں
بجای لفظ فلان لفظ ابے بکر نہیں ہے بلکہ یہ کہ یہ خود اقرار کرتے ہیں کہ نفع البلاغت میں لفظ
فلان لیکن سید علیہ الرحمۃ نے تحریف کیا ہے چنانچہ تحریف کی عبارت مجنبہ نقل کرتے ہیں وہو مذہ
ومہما ما اور وہ الرضی ایضا فی نفع البلاغة عن امیر المومنین انہ قال للہ بلا لابی بکر
فلقد قوم الاحدود اوی العمد واقام السنۃ وخلف البدعة ذہب نفی الثوب قلیل
الصبا صاحب خیر ہا و سبق مشہاد دی الی اللہ طاعتہ و اتقاہ مجتہد رحل و ترکہم
فی طرق متشعبة لا یتمدی فیہا النصال ویستیقن المسلمون۔ درین عبارت جناب امیر
صاحب نفع البلاغت کہ شریف رضی ست برامی حفظ ذہب خود تصریف کردہ لفظ ابو بکر لفظ
منوہ و بجای اول لفظ فلان آوردہ تا اہلسنت متک نہ تواند نمود الخ۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر آپ خاتم المحدثین
سمجھتی تو پہلی لفظ فلان نفع البلاغت سے نقل کرتے اور لفظ فلان کی تحریف بابی بکر کرتے پھر
جو چاہتے فرماتے اب انکر تحریف تو خود او انکر ہی زبان سے ثابت ہو گئی۔ جناب سید علیہ الرحمۃ
کی تحریف پس حسب و اب مناظرہ اگر کسی کتاب سے ثابت کر لے اور وقت البتہ تحریف جناب سید ثابت
اور پھر نقل جناب سید علیہ الرحمۃ اسی کتاب سے ثابت کر لے اور وقت البتہ تحریف جناب سید ثابت
ہوئی و اولیٰ فلس ہیں۔ اور چونکہ حضرت خاتم المحدثین معی بخیر ہیں تو او کو اثبات اپنی دعویٰ کا
لازم تھا اور یہ کو محض منع کافی ہو کہما تفر رنے علم المناظرہ۔ یقول العبد الفقیر الی مولاه
افضنی۔ اس دانش و انصاف سے التماس ہے کہ مذکور استوجہ ہو کہ اس بحث کو نہیں اور سید
تشریحی اور انکر اولیا و توابع کا مرتبہ نعم و یا یہ انصاف ملاحظہ فرمائیں۔ کہ اول حضرت کنز الدینی
سعد بن محمد سلمیٰ اور تین غلاب فرمایا اور بعد اوسکرا دینی توابع مقلد کیسا دیانت و انصاف کا خون بہا

خطبات مولانا ابوالحسن علی بن محمد باقر
کربلائے معلیٰ کا انکار اور انکار اہل حق

پہنچاؤں علماء ربیعہ کی تحقیقات کے قلیط میں جنہوں نے متحدہ کے جوابات لکھ کر میں بطور تمثیل
 علامہ کتوری کے تحقیق پیش کی تھی جس سے حوالہ کا یہی غلط ہونا ثابت تھا مگر صراحتاً لکھا
 تھا کہ جو جوابات خطبہ اللہ بلاؤ فلان کی تنقید کی طرف سے متحدہ میں بدل ہوئی ہیں ان میں صاحب متحدہ
 رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے عمدہ آن لوجیاں تریزات سن سن کر آج گاہ گاہ ادا سائن
 ودرائح شیعین بنابر استجواب تلویب ناس احم اسکی جواب میں علامہ کتوری نے غور فرمایا کہ اگر
 او کا کذب محض ست الخ اب اس دعویٰ حضرت ستاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت کتوری
 صاحب کے جواب میں صاف واضح ہے کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں کہ یہ توجہات
 جیفراب تنقید کرتے ہیں اور علامہ کتوری اس حوالہ کی تکذیب کر رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ شاہ صاحب
 کا یہ دعویٰ اور یہ حوالہ کذب محض ہے یہ سید سے یہ توجہات کی اور نہ تو کتب ان توجہات
 کی حاجت اور کہیں فرماتے ہیں۔ ان حدیث الا اہلک ساین از من با صبی با یہ سید کا کہ
 شاہ امامہ گفتہ کہ مراد بوبکر ست یا عمر اور کہیں فرماتے ہیں ثبات الدارہ النش اول
 این معنی با ثبات باید رسانید کہ مراد از لفظ فلان اورین کلام بوبکر ست بعد از ان باین
 اوصاف اثبات نفس بوبکر باید نمود۔ اور کسی قول کے جواب میں لکھتے ہیں یہ کوک ارا امیں
 موجه نکرده۔ مگر اس تمام بحث میں واضح ہے کہ علامہ کتوری بنیات خلو کے ساتھ حضرت
 خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ کو قلیط و تکذیب فرما رہے ہیں کہ یہ امر جو صاحب خطبہ
 سید کے طرف منسوب کرتے ہیں محض کذب و دروغ ہے۔ جیسے اور یہ آیات و بنیات فقہ عمر
 ارادہ النعین عرض کیا کہ حضرت شہید کی تحقیقات کا حال یہ ہے کہ یہاں بغیب حوالہ کا انکار
 کرتے ہیں حالانکہ وہ سب امور انکو کتب مغبرہ میں موجود ہیں چنانچہ وہ سب امور مذکور
 بڑی شد و دہ سے آپ کے علامہ کتوری صاحب فرما رہے ہیں کہ وہ سب فاضل فقیر کمال
 ابن مہم بجانی کی شرح میں موجود ہیں۔ پس اس سے صریح ثابت ہوا کہ شاہ صاحب بنی
 حوالہ نہیں دیتے تھے اور آپ کو علامہ کتوری انکی تکذیب میں کا ذب۔ اب ہم الیٰ ہذا

از انکی انصاف کو قسم دیکر پوچھتے ہیں ہمارے فاضل مجیب کے تمام تقریر متعلقہ کو ملاحظہ کر کے
 فرمایا کہ انہوں نے اپنے علامہ کتوری کی طرف سے کیا جواب دیا اور اس الزام کو ادا کیا
 کیونکہ رفع کیا اور کیونکہ ثابت کیا کہ حضرت شاہ صاحب کا ان امور کو شیعہ کی طرف منسوب
 کرنا کذب ہے فرمایا اور یہ فرمایا کہ علامہ ابن مہتمم کا اپنی شرح میں یہ امور ذکر کرنا بطور متزل
 بلکہ بطور استہزا و تمسخر کے ہے معلوم نہیں کہ حضرت مجیب کا یہ فرمانا بطور تمسخر ہے یا واقعی
 اسی حضرت میر صاحب اپنے تو اپنے تمام دین کو ہی تمسخر فرمایا اور دائرہ بحث کا اپنی اوپر
 سنگ کر دیا۔ اس کے خصم نے آپ سے ہی سیکھ کر آپ کے اوپر جہات ستہ کو سدود کر دیا ائمہ کو
 جو کچھ روایت کرتے ہیں۔ غالباً سب تمسخر ختم غدیر کا خطبہ اور تمام وصیتیں سب تمسخر و تمہیل ہیں
 ہمیشہ آیت وَلَا تَخْذُوا آيَةَ اللَّهِ هُزُوًا کے معنی سوچا کرتے تھے سو آج آپ کو بدست
 یہ عقدہ حل ہوا۔ اور خوب سمجھ میں آگیا کہ دین کے ساتھ استہزا اس طرح ہوتا ہے مگر تعجب یہ ہے
 کہ علامہ کتوری کو یہ توجہ نہ ہو چکی اور اس نے عام طور پر نکار کر دیا کہ چون ابوبکر در کتب شیعہ موجود
 نیست۔ اگر انکو یہ توجہ نہ ہو جیتے تو صاف انکار فرماتے اور یہ زور سیاہ جو آج انکو اور
 انکی اتباع کو دیکھنا پڑا دیکھنا نصیب نہوتا۔ بہر کیف جب یہ امور کتب شیعہ میں موجود ہیں
 خواہ بطور تمسخر و استہزا ہیں یا واقعی تو اب حضرت شاہ صاحب کا انکو شیعہ کی طرف منسوب
 کرنا صحیح ہوا اور علامہ کتوری کی تکذیب انہیں کی طرف اولیٰ ہے اور تمسخر و استہزا
 بہتر سخاں کے کچھ سودنیا رہا یہ امر کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دعویٰ کیا ہے
 کہ علامہ رضی نے اس خطبہ میں تحریف کی ہے کہ لفظ ابوبکر کا تھا اس کو جگہ لفظ فلان بنا دیا
 اگرچہ یہ باخلفیہ سے علیحدہ تھا کیونکہ ہمارا مقصود صرف حوالہ کے تکذیب کو بابت بحث تھی
 نہ بابت اثبات تحریف لیکن چونکہ فاضل مجیب نے اپنا مخلص سمجھ کر اسکو چھیڑا ہے تو اسکا
 بھی ثبوت لیجئے۔ علامہ متجرب ابن مہتمم کے اقرار سے ثابت ہے کہ ان اوصاف کا موصوف
 اور ان مذاہب کا مدوح ابوبکر ہیں یا سمر اور ظاہر ہے کہ یہ تعریف و توصیف جناب امیر

۱۰
 ۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

مجمع عام میں فرمائے ہو کہ جہاں صد آدمی تہنیت بخین کے معتقد تھے تو ایسی موقع میں نام
 کنایہ کرنا فہم میں نہیں آتا۔ کیونکہ ایسی متن میں اگر بڑا کہتے تو تہنیت نام سے کنایہ کرنی کی
 ضرورت ہوتی اور جب مع و ثنا قرار ہے بن تو نام سے کنایہ کرنے کی کیا ضرورت ہرگز
 جسکو تھوڑی سے بھی کلام کی فہم ہوگی اور ذوق سلیم ہو گا وہ سمجھ لیگا کہ ایسی موقع تہنیت میں چنانچہ
 کیا اس قدر سبب سے تعریف کرتے معتقد ہو اور ایسی لوگوں میں جہاں نام لینے میں کمی
 قسم کا خوف نہ ہو بلکہ نام لینے سے زیادہ مطلب بڑا رہی ہوتی ہوا متجلب قلب زیادہ حاصل
 ہوتا ہو تو ایسے وقت مروج کے نام سے لفظ فلان کے ساتھ کنایہ کرنا نام کلام کو سہرا
 لغو اور محل کو دیگا۔ اور اپنے اور جگہ ہی مروج و تعریف فرمائی چنانچہ ابن میثم نے اپنی کتاب
 شرح میں لکھا ہے۔ ولعمریہ ان مکا ہنما فی الاسلام لعظیم الخ چنانچہ
 ہم سابق میں بیان کر آئے ہیں۔ تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیر نے بیشک مروج
 نام لیکر توصیف فرمائی ہے لیکن سچے امین تصرف ہوا ہے۔ اب رہا یہ کہ کئی تفسیر
 کیا سوا احتمال یہ بھی کہ یہ شیخ رضی سے اوپر ہوا ہو۔ اور غالب یہ ہے کہ یہ کام حضرت رضی
 ہی۔ کیونکہ اس بزرگ نے بہت خطوبین تصرف کیا ہے اور چالاک فرمائی ہے چنانچہ
 ابن میثم نے تنک ہو کر کہیں اسکو خطبہ سے تفسیر کیا ہے اور کہا ہذا خط عجب بن
 المستد کہیں انکی عادت فرمائی پس جب عموماً اگر مید رضی صاحب کی یہ عادت ہو
 تو ایسے موقع میں جو فاسد فکر غریب کے لیے وبال نہ نکال ہے کیونکہ چونکہ ہو گئے
 تو غالب بلکہ قریب یقین کے یہی ہے کہ یہ تصرف اور تحریف آپ کے سید رضی صاحب کا
 ہی کام ہے اور حضرت علامہ دہلوی کا تحریف فرمانا کہ تشریف رضی نے تصرف کیا ہے صحیح ہے
 رہا یہ کہ حضرت شاہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف آپ تحریف کا الزام لگاتے ہیں
 سو یہ آپ کے اور آپ کے ادن اکابر کے جہنوں نے یہ اعتراض کیا ہے کمال ہی خوش
 فہمی اور دہشت دہی ہے کیونکہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کلام تفسیری کے

نقل کے بعد صاف طور پر فرمایا ہے کہ اس عبارت میں لفظ فلان کی جگہ لفظ ابو بکر تھا اگر شریف صحیح
تحریف کر کے بجائی لفظ ابو بکر کے لفظ فلان لکھ دیا تاکہ اسی طرح سوائے سادہ لال نہ ہو سکی تو
اس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ اس خطبہ کی عبارت میں لفظ ابو بکر نہیں ہے۔ لیکن لفظ
ابو بکر بجائی لفظ فلان کے نسلی لکھ دیا ہے کہ اکابر اسی نے شروع و بیج البلاغت
میں ابو بکر صدیق کے نام کو ترجیح دی ہے پس جو شخص کہ خود بصرہ کہتا ہے کہ اس خطبہ میں
لفظ فلان ہے لیکن ہم نے لفظ ابو بکر جو بیان شروع سے راجح ہے بطور الزام شیعہ اور
مناسبت باب کے لکھ دیا ہے تو اسکو تحریف کہنا البتہ انکار انکار کا یہی کام ہے مگر
جب دلائل سے یہ بھی ثابت ہو کہ علامہ رضی نے اس میں تحریف فرمائی ہے اور اصل خطبہ میں
یا لفظ ابو بکر ہو گا یا عمر اور محض شراح کے اقوال سے ترجیح ابو بکر کے نام کو ثابت ہوتی ہے
تو جب تصریح اس امر کی کر دی کہ رضی نے لفظ فلان نقل کیا اور اصل خطبہ میں ہستاماد
اسکو کتابت ہو چکا ہے کہ اصل لفظ ابو بکر یا عمر بعض شراح کی ترجیح کی وجہ سے ابو بکر کا
لفظ لکھ دیا جاویں تو اسکو کوئی عاقل تحریف نہیں کہیگا۔ علامہ کتوری نے جواب اس نقل
کر حیا کو کار فرمایا۔ اور دعویٰ تحریف کا حضرت شاہ صاحب کی طرف نسبت نہیں کیا
لیکن انکی خوش فہمی یہ ہے کہ وہ اس قول میں تناقض شاہ صاحب کی طرف نسبت کرتے
ہیں اور یہ بھی سراسر لغو ہے اسی جواب سے اسکا بھی اتصال ہو جائے ہے بلکہ بیان بقول
انکی حاجت نہیں۔ **قول** لیکن یا امینہ ہم انکی اس قول کے تکذیب انکو ایک بڑی عالم
کی کتاب سے ثابت کئی دیتے ہیں۔ صاحب جامع الاصول ابن اثیر کہ معتبرین علماء اہلسنت
ہیں کتاب ہدایہ میں لکھتے ہیں ومنہ حدیث علیؑ لہ بلاد فلان لقد قواہم اذ دخل
اخر کسی کتاب اہلسنت میں بجائی لفظ فلان کے لفظ ابو بکر ہوتا تو ابن اثیر کیونکہ کہتے کہ حدیث
علیؑ میں بلاد فلان ہے بلکہ لکھتے کہ بلاد ابو بکر ہے چہ جائے کہ تب شیعہ **اقول** واضح ہو
کہ علماء اہلسنت نے حل لغات حدیث میں مختلف طور پر کتابین لکھی ہیں۔ چنانچہ بعض نسخوں میں

احادیث بخاری کے حلیات میں کتاب لکھ کر اور بعض نے خاص صحیح مسلم کے متعلق اور
 بعض نے دونو صحیحین کے لغات کو لیا اور بعض نے لغات صحاح ستہ کو جمع کیا۔ اور بعض
 مصنفین نے بلا امتیاز صحاح و مسانید و روایات اہل دین و خلاف کی مشتمل لغت مرتب
 کیا چنانچہ صاحب نہایہ نے ہی التمام روایات صحیحہ نہیں کیا اسید اسطر بہت روایات غلط
 و اہل خلاف کو متضمن ہے۔ پس نہایہ کی نقل سے استدلال صحیح نہیں ہے اور اگر کسی
 کتب لغات سے استدلال صحیح ہو تو بہت کم روایات مناقض شیعہ و موافق مذہب اہل حق
 کتاب مجمع البحرین میں موجود ہیں اور نہ ہی استدلال صحیح ہو گا اور اولیٰ یہ جواب دینا کہ یہ
 کتاب لغت کی ہے اور صحت و عدم صحت روایات سے اسکو تسلسل نہیں تو اسے
 استدلال صحیح نہیں صحیح ہو گا۔ چنانچہ بعض روایات بطور نمونہ منقولہ کلام میں خاتم المؤمنین
 ذکر فرمائی ہیں۔ اور چونکہ ان امور کے اعتبار اہلسنت کی طرف سے نہیں ہے تو اولیٰ کا مذکور
 ہو گا اور انکا استدلال احادیث مجمع البحرین سے بیش خود کردہ روایاتی نیست صحیح و درست
 سمجھا جائیگا قولہ پس جناب مفتی صاحب کا یہ فرمانا کہ در کتب شیعہ لفظ ابیہریت
 نہایت صحیح و درست ہے اور آپ کے خاتم المؤمنین کا دعویٰ تحریف محض خلاف ثابت ہوا
 محمد مد علی ذاک اور جب ثابت ہوا کہ لفظ ابیہریت کتب شیعہ میں نہیں ہے تو ان
 توضیحات کر شیعہ کو ضرورت نہیں **اقول** جناب میر صاحب یہ آکر اور آپ کے
 علامہ کنٹوری کی فاحش غلطی ہے۔ کیونکہ یہ کہتا کہ در کتب شیعہ لفظ ابیہریت استعمال
 کیا نہیں ہے اگر یہ سچ ہے کہ کتب شیعہ میں بطور بیان مراد کی لفظ ابیہریت نہیں تو صریح کہہ دیجئے
 کیونکہ علامہ ابن بیثم نے جب لکھا ہے تو اسکا اپنی شرح میں لکھنا صریح اسکا کذب ہے کہ وہ
 وہ عالم استیعی امامی اثنا عشری ہے اور علامہ کنٹوری کی جہل یا خیال کا اسقدر ہلکا و سورا
 نہیں ہے کہ اس میں احتمال ہے علامہ نے شرح ابن بیثم نہ دیکھی ہوگی مگر تعجب تو یہ ہے
 کہ ہمارے فاضل عجیب باوجودیکہ معلوم کر چکے کہ مشروح ابن بیثم کبیر و صغیر میں یہ لفظ موجود

پہر فرمایا میں کہ علامت توری کا لکھنا کہ در کتب شیعہ لفظ ابو بکر نیست صحیح اور درست ہے ابوال
 دین و دیانت و حیا و شرم سے کام لیتے ہیں۔ اور اگر لفظ کتب سے روایات مراد ہے یا متغیر
 کہ اس کلام جناب امیر کی روایات میں کہیں بجای لفظ فلان کے لفظ ابو بکر مروی نہیں ہے
 چنانچہ اس احتمال کے ثبوت پر عبارت سابقہ علامت توری کے دلالت کرتے ہیں احتیاج یہ
 توجیہات شیعہ را وقتی سے افتاد کہ در کتب شیعہ بجای لفظ فلان لفظ ابو بکر موجودی بود اس طرح کہ
 مفہوم ہوتا ہے کہ اس روایت میں لفظ فلان کی جگہ لفظ ابو بکر کے موجود ہونے کا انکار ہے تو یہ
 اس کے بھی زیادہ پورچ اور خلافات ہے کیونکہ یہ کہنا کہ فلان توجیہات کی ضرورت جب ہوتی
 کہ جاری روایات میں جو اس کلام جناب امیر کی نقل کے متعلق ہیں بجای لفظ فلان کے لفظ
 ابو بکر ہوتا اور جب لفظ ابو بکر ہماری روایات میں نہیں ہے تو فلان توجیہات کی کچھ ضرورت
 نہیں ہر سر غلط ہے جسکو ٹھوڑی سی بھی فہم ہو وہ اس فاحش غلط کو معلوم کر سکتا ہے
 اسلی کی اگر بالفرض علماء شیعہ میں سے کوئی شخص نہ لکھ کر بطور مراد کے اور نہ بطور روایت کے
 کہ لفظ فلان سے ابو بکر مراد ہیں یا کسی روایت میں بجای فلان کے ابو بکر مراد ہے اور عقیدہ اوست
 نہ کوہ مونی میں وہ بیعت مجموعی سوای شیعہ رضی اللہ عنہم کے کسی پر صادق نہیں آتی اور
 بروی عقل سلیم کوئی شخص سوای ابو بکر و عمر کے مروج اس طرح کا ہو سکتا ہے تو اس میں
 اگرچہ کسی نے لفظ ابو بکر زبان سے نہ نکالا ہو تا ہم توجیہات کے وجوب سے آپ بری الذمہ نہیں
 ہو سکتے اور شیخ پر واجب ہے کہ اس الزام کو جو اس عبارت سے ناشی ہو توجیہات کے مذہب کے خلاف
 کو بند کریں چہ جائیکہ علماء نے تصریح فرمائی ہو کہ لفظ فلان سے مراد ابو بکر ہے یا عمر توجیہات کا بر علماء
 شیعہ نے تصریح کر دی کہ مصنف ان اوصاف کے حضرت ابو بکر میں یا عمر اور وہ اوصاف مساند
 و متنازع حقیقہ خلاف موصوف کو میں تو آپ ہی فرمائی کہ کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ شیعہ
 کو اس کلام کی توجیہات کے حاجت نہیں اگرچہ علماء نے تعین مبہم فرمائی ہو اور حجاج
 اوسی وقت ہے کہ جب روایت میں لفظ ابو بکر بجای لفظ فلان کے موجود تھا لکھا کہ ابو بکر و عمر

انہوں نے کہہ دیا اور آپ کے علامہ کستوری صاحب کو یہ بھی خبر نہیں کہ شیعہ کو اس کلام کی توجیہات کی
 جیسا وقت ہی ضرورت ہے جبکہ کسی طور پر بھی کتب شیعہ میں لفظ ابوبکر موجود نہ ہو تو اس وقت
 احتیاج توجیہات بلا اول ہوگی جبکہ اگر علامہ شیعہ میں کسی نے ہی تصریح کر دی ہوگی لفظ
 فلان سے مراد ابوبکر بنیامیر ہیں بہر تقدیر علامہ کستوری کے یہ تحریر غلط ہے پھر اس پر جواب کا
 اوکی تصحیح و تائید کرنا ادبی سجا۔ کاش آپ ذرا ہی فہم و انصاف سے کام لیتے قال
 الفاضل المجیب۔ قولہ۔ بجواب اس کے صاحب آیات بنیات سلمہ فراتسہین کہ یہ جواب علامہ
 کستوری کا غلط ہے اور جو ادبوں نے نسبت خاتم المحدثین کے فرمایا ہے (کہ ابراہیم خاتم
 محض ست) دینی اہم علامہ مجیب کی نسبت کتر ہیں۔ کہ ابن جواب کذب محض ست۔ اقول۔
 صاحب آیات بنیات میں یاقوت کہاں کہ علماء کے کام کا جواب لکھ سکین وہ بیچارے ہمیشہ
 فاسی سمجھتے ہیں قاصرین۔ ان اہانت کی صحبت میں رکھ کر آپ کے خاتم المتکلمین وغیرہ کی کتب پر
 دیکھیں اور دونوں اس کے اپنے عقل و علم سے کام لیں یا اپنے شکوک و ظالم علماء کو اراکام یا ادلی
 کلام سے رفع کریں مگر گئی اور چونکہ تو نسیت ایزدی و نسی پہلے ہی سلب ہو چکی تھی۔ اب تکی
 مری سید احمد خاٹما جی کے جو عقیدہ سے نیچری ہو گئی اور ان کے حق میں ازین سوراندہ و
 اور آسمانہ مثل صادق ہو گئی ایسے مذہب متلون مزاج کے بات کا کیا ٹھکانا ہو
 جو کچھ آیات بنیات میں لکھا ہے سب تحفہ و ازالہ الغبن وغیرہ کا ترجمہ کیا ہے ورنہ ان کی یاقوت
 تجانب قاضی صاحب علیہ الرحمۃ کو نقل عیار میں یقین ہے کہ آپ پر بھی ظاہر ہو گئی ہوگی
 يقول العبد الفقير الی مولاه العتبی۔ حضرت میر صاحب سید مہدی علی سلمہ
 کہ نسبت جعفر آپ بڑائی فرمائی کہ وہ سب اس قبیل سے ہی جیسا کہ یہود نے علیہ السلام
 بن سلام کے نسبت بعد ان کے اسلام لانے کے بطور سچو کے کہا تھا کہ شرنا و ابن شرنا تو یہ کیا
 سید مہدی علی صاحب سلمہ کی نسبت بلا کر نہ کہہ قابل استہزاء ہے اور نہ محل شکایت
 اگر اس وقت جو آپ کے علماء عصر میں توفیق خداوندی اور ان کے رہبر ہو اور ان کو نار پر خستیاں کریں

اور یہ کہ یہ نسبت آریستہ کا ہے

اور اہل حق کے گردہ میں داخل ہو جاوے تو آپ اور ان کی نسبت ہی ایسا ہی فرماؤں گا بلکہ اگر توفیق
 موفق حقیقی آپ کی رہبری و سرنگیری فرمادی اور آپ کو باکشاف حق و طریقی نکال کر سائل
 نجات و فلاح پر پہنچا دی اور آپ سنی ہو جاوے تو اور شیعہ آپ کی نسبت ہی بعینہ وہی مانگوں
 کہ جو آپ سید مہدی صاحب کی نسبت فرما رہے ہیں بلکہ مع شی زائد۔ رہا ان کی بیادیت و استقامت
 علمی اور فہم سوین بجائے کہہ سکتا ہوں کہ آپ کے نسبت تو بہت زیادہ ہے اور سلامتی فہم تو
 یقیناً آپ کے گنت توری اور شورتری وغیرہ سب سے زیادہ ہے تعجب یہ ہے کہ اول آپ درگاہین
 کو وہ بجا ہی تو فارسی عبارت سمجھنے سے ہی قاصر ہیں۔ اور پھر آپ ہی تحریر فرماتے ہیں
 کہ اہلسنت کی صحبت میں بھرا آپ کے خاتم المتکلمین کے کتابین و یکمچہ۔ جب ان کا یہ حال ہے
 کہ فارسی عبارت سمجھنے سے ہی قاصر ہیں تو خاتم المتکلمین کے کتابین جنکی فارسی ہی فارسی
 سلیس نہیں۔ بلکہ سید قدر و قین ہے کیونکہ دیکھ سکتے ہیں اور اگر اہلسنت کے فیض صحبت کو
 ادھون نے یہ ملکہ حاصل کر لیا ہے تو پھر یہ الزام بجا ہے اول اس کوئی امی ہونا ہے پھر
 اعلیٰ علم سے کسب علوم کیا کرتا ہے تو اگر ادھون نے اہلسنت کی صحبت میں رہ کر ملکہ حاصل
 کیا ہو تو کیا کمال طعن ہے۔ اور ہم سابق میں بجا اب عبارت قاضی صاحب واضح طور پر
 بیان کر آئی ہیں کہ عبارت فہمی کی بیادیت آپ کو زیادہ ہے یا ادھون کو اس سے واضح ہے کہ سخن
 فہمی کا سلیقہ جناب کو نفا ہی نہیں۔ اور یہ جو لکھا کہ آیات بنیاد میں جو کچھ لکھا ہے
 سب تحفہ ارازالہ العین وغیرہ کا ترجمہ ہے سو یہ کچھ نئی بات نہیں ہمیشہ آپ اور دیگر
 اسلاف یہ ہی لاٹائل دعویٰ فرماتے رہے چنانچہ تحفہ کی نسبت فرماتے ہیں کہ صواعق کا
 ترجمہ نہ ہے کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ صواعق سے سروق ہے اگر ہم ہی ایسی ہی ٹھاقا
 زبان نہ نکالیں تو کہہ سکتے ہیں کہ تالیفات کستوری و جائسی شوہری و مجلسی کے کیا بونکا ترجمہ
 ہو اگر اخذ مضامین کو تالیفات میں سر قہ کہا جائے یا ترجمہ تولد دیا جاوے تو سارے جہان کے تمام
 کتابین متقدمین کے کتابوں کا ترجمہ ہونگی خود آپ کی یہ تحریر جسکا میں جواب لکھ رہا ہوں تو وہ غیر

ترجمہ ہو گا دلم بقل احد لیکن جب نہ خدا کا خوف ہو نہ اہل علم سے کچھ حیا و شرم ہو بہر حال
 چاہی فرمائیں سادہ شکوک و ادھام کو علماء کرام سے منع کرینگے نسبت جو ارقام فرمایا تھا۔ نہایت
 تعجب میرے علماء کرام تو خود ہی اپنے اصول مذہب میں مبتلا رہا و ادھام میں نہیں مینی ملت کیا
 بلکہ یقیناً باطل سمجھتے ہیں اور بجز اعتراف کے چارہ نہیں دیکھتے و لکن اختار و التار علی اعتبار
 اور یہ جو کچھ میں نے عرض کیا ہے حاشا کہ نسخہ مزمل کے طور پر ہو جو کچھ عرض کیا ہو
 واقعی ہے اگر اس میں کچھ شک شبہ ہو تو سنی کہ اسی خطبہ کے بابت ابوالکریب نقیب ابو جعفر استاد
 فاضل مدنی پانگل اور دست و نعل میں چنانچہ قائم الشکلبین نے ازالۃ الغین میں لکھا ہے کہ ان
 مقام اہل حق را بشارتھا و دیگرست سیر حروفی از آن قصص کہم نقیب ابو جعفر استاد
 فاضل مدنی کہ در کلام و فراغت یہ طولی دارد و در اثبات مثالاً اگر شدین چہ سی و کوشش
 بجائے آرد درین مقام علم بر آستان مانداختہ و نقطہ پرستہ فواختہ زیرا کہ مدائنی در شرح
 خود بعد از عبارتیکہ استوری بر آن درین قول مقتفی شدہ میگوید کہ نقیب گفتستم کہ اگر
 بما فرودستی درست کر شود کہ مع شخص ماضی مطابق نفس الامر بود و سچ شکر و تردیدی سپردن
 آن نکرد و چون جناب امیر باین اوصاف معترف شود مایست مع خواہد بود کہ بالا از ادان
 بناسد نقیب سرگو بیان فرود بردہ و بعد از نامل گفت کہ راست سیکوی سہ انتہی کیست و بری
 چون این مطلب را باعث رسوائی مذہب خود ہستہ تذکر آن نہر داشتہ انتہی بلفظ الشرف
 عاقل میری گزارش کے تصدیق فاضل مدائنی کی کلام مستہ بخوبی کر سکتا ہے اور خاموم کر سکتا
 بلکہ اصول تشیع پر جب اصول مذہب سے شکوک و اعتراضات منع نہیں ہو سکتے تو جب یہ
 علماء کیا کر سکتے ہیں آخر فاضل مدائنی کے شبہ کا جواب انکو استاد سے بخوبی تسلیم کے کچھ نہیں آیا
 اگر توفیق خداوندی دونو استاد و تلمیذ کے رہبر ہوتے تو ذرا آگے ہی فکر فرماتے
 کہ جب یہ بیات مسلم ہے کہ جناب امیر نے یہ تعریف فرمائی اداس تعریف سے بالاتر کئی
 تعریف نہیں ہو سکتی کیونکہ مسادق و مثبت خلافت ارشدہ ممدوح کو سچ تو یہ کہ یوں ہم

نوگوں پر خلاف ارشاد جناب امیر کے بدتر لوگ قرار اعتقاد کریں اور کیوں رہے مستحق گرفتاری
 نہ کریں اور کس واسطے باوید فدا لایا میں پریشان پیرین لیکن توفیق و سنگیر نبوی اور تامل
 شہد پناج ہے۔ مَعْنَىٰ لَا يُطِيعُ اللَّهَ عَلَيْهِ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ
 اور جو کچھ آپ نے سید ہند نے علی گڑھ تہذیب کی بابت لکھا اول تو اس کا آپ ثبوت و بجز
 ہمارے نزدیک اس کا کچھ ثبوت نہیں اور یہ محض دعویٰ ہے اصل ہے دوسری یہ کہ سید
 احمد خان صاحب کے دو اصول ہیں اول متعلق دنیا کے جو انکی اصلی غرض ہے۔ دوسرے
 متعلق دین و اعتقاد و اخلاق کے۔ جو اصل کہ ان کے متعلق دنیا کے ہے وہ تو یہ ہے کہ اس
 زمانہ میں اہل اسلام باعتبار مال و دولت اور دنیاوی عزت و حرمت کے دوسرے قوموں سے
 نہایت گری ہوئی اور پستی کے حالت میں ہیں جو ہر مسلمان کے نزدیک قابل نفوس ہے
 اور دنیاوی عزت و حرمت کا حصول بدون اس کے ممکن نہیں کہ یا مال و دولت ہو یا منصب
 جلیلہ پر فائز ہو اور نہایت بڑی سب سے کہ مناصب جلیلہ کا حصول قطعاً علوم و نیادی کے
 حصول پر اس وقت میں باسیاب ظاہر موقوف ہو اور حصول مال ہی یا حرمت و صناعہ
 ہی یا تجارت و زراعت ہو اور انکی تحصیل ہی مال کا تحصیل علوم و نیادیہ پر موقوف ہوتی ہو
 تو اس لیے سید احمد خان صاحب نے گری میں نہایت جوش و خروش کے ساتھ مسلمانوں کی یہودی
 کو لیے یہ قرار پایا کہ علوم و نیادیہ کو ترقی دینا واجب چنانچہ اسی بنا پر انہوں نے علوم
 کہولا اور دین اور دینوں کے تعلیم کو آجکل دنیاوی حیثیت کی اعلیٰ درجہ کی تعلیم سمجھا کر
 جاری کی اور اس طرح سول سروس کے محکمہ سلسلہ ہوئی اور سید احمد خان صاحب کے اس ار
 کہ ہزار مسلمان جو اہل اسلام کی دنیاوی ترقی کے جوش کی آگ ان کے دلوں میں مشتعل
 ہتی مدد و معاون ہو گئی اور ان کے گردہ میں داخل ہو گئی۔ اب ہم اس امر سے قطع نظر کر کے
 کہ بحیث دین کے تحصیل دنیا میں اس قدر کوشش و انہماک کرنا اور دنیا کو دین کے برابر مہتمم
 با نشان سمجھنا اور تحصیل دنیا کو تحصیل دین پر مقدم کرنا بجا ہے یا بیجا دیکھتے ہیں تو کوئی

شخص سوقت اس امر میں مخالفت نظر نہیں آتا کہ وہ بنظر اسباب غامضی ان مسائل کو
 دنیاوی ترقی سامانوں کا عمدہ ذریعہ نہ خیال کرتا ہوگا یہی وجہ ہے کہ صدر اہل اسلام
 جو دنیاوی ترقی کے خواہاں تھے ان کو حامی ہو گئی اور ہزار ہا روپیہ فراہم ہو گیا لیکن اس
 نہ وہ کا فر ہوئی اور نہ احمد اور اگر آپ کے نزدیک دنیا کی تحصیل کے اسباب میں کوشش کرنا
 باعث کفر ہو تو آپ نے انگریزی ملازمت اختیار کر رکھی ہے جو تحصیل دنیا کا ایک ذریعہ
 ہے اور علاوہ اس کے ہزار خاص و عوام شیعہ اس میں مبتلا ہیں اور بہت سے سید احمد خاں
 کو ہر طرح میں داخل ہو گئے ہیں یقین کرتا ہوں کہ آپ ان کو اس درجہ ہرگز دائرہ اسلام سے
 خارج نہ سمجھتی ہو گئی۔ اور ان کی دوسری اصل جو متعلق دین و اعتقادات کی ہے اور ان کی
 نسبت جعفر ہمتے خیرین سخی اور ان کی اعتقادات کی نسبت تجزیات لوگوں کو دیکھے
 کہ سید احمد خاں صاحب ضروریات دین کے منکر من اگر یہ صحیح ہیں تو بیشک بہت ہی
 اصول اسلام ہے لیکن ہم یقین کرتے ہیں کہ جعفر لوگ سید احمد خاں صاحب کے اعتقاد
 اور سیر و دیدہ ہوتے ہیں اکثر ان کو دنیاوی اصل کے وجہ سے ہوتی ہیں اور ہرگز اعتقاد
 میں ان کو سیر و نہین ہوتی۔ لیکن عرف میں عام طور پر بلا امتیاز و تفرقہ کے ہر ایک کو
 جو درمیان سلوک کا حامی ہو گو وہ اعتقادات میں تابع سید احمد خاں صاحب کے ہو یا نہ ہو
 نیچری کہہ دیتے ہیں تو کیا بعید ہے کہ تہدی علی صاحب لہر ہی صرف اصل اول
 دنیاوی کی وجہ سے ان کو معاون ہوں اور ان کو اعتقادات کے تابع ہوں۔ اگر آپ کو اس کا
 یقین ہے کہ سید تہدی علی صاحب کے اعتقادات ہی سید احمد خاں صاحب جیسی
 ہو گئے ہیں۔ تو آپ کی دلیل سے ثابت کیجئے۔ قطع نظر اس سے کہ سہ ماہی کو وہ اعتقاد
 میں ہی سید احمد خاں صاحب کے تابع ہو گئے۔ اور قطعی طور پر وہ نیچری ہو گئی تو یہ کتاب
 آیات و بیانات نوادہ ہوں نے نیچری ہونے سے پیشتر تالیف فرمائی تھی یہ کیوں باطل و اعتبار
 ہو گئی۔ اور اگر بالفرض نیچری ہونے کے بعد ہی لکھی تو بھی جب انہوں نے اہل حق کے

نزدیک حق لکھا ہے تو اونکی تلون نراحی اور تذبذب سے امر حق کیون بے ہنگام نہ ہو گیا
 یہ حضرت کی مناظرہ والی اور خوش فہمی ہی نہیں بلکہ جواب دینے سے اغماض و گریز ہے
قولہ ان آپ کے خاتم المتکلمین نے ارادۃ الغین میں یہ لکھا ہے اسکا جواب گذارش ہے تاہو
 اس قول کے جواب میں صرف یہ ہی کہہ سکتے ہیں کہ جو آیات بنیات والہ نے حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ
 کی نسبت لکھا ہے وہ اونکی ہی نسبت درست ہے **اقول**۔ بیت تو کاری زمین را
 نگو ساختی۔ کہ با آسمان نیز بر داشتی۔ حضرت کا ادعائی علم یہاں تک پہنچا کہ سید مہدی
 علی کے جواب سے آپکو استغکاف ہوا اور خاتم المتکلمین کی تحریر کی غیبت سے آپ جواب دہی پر
 کمر باندہ ہیں چہ خوش سبت را دکا وہ حال اور دعویٰ یہ کہ کچھ خیبت چھا چوان کی کسی نام سے کہجے
 معلوم ہو جائیگا۔ کہ آپ کے حضرت علامہ سے ہیں یا ہماری سید مہدی علی سلمہ قال
الفاضل المحجب۔ قولہ سادہ ثبوت اسکا یہ ہے کہ کمال الدین ابن تیمم بحرانی نے شرح
 نج البلاغت میں لکھا ہے ان ارادۃ تکلابے بکر ان شعبہ من امرادۃ عمر لم یخرج۔ **اقول**۔
 آپ کے خاتم المتکلمین صاحب آیات بنیات کی خوش فہمی پر کمال تعجب ہے کہ جو عبارت سے قول
 جناب مستی صاحب اعلام اللہ مقامہ کی ہے اسکو مذہب اور کفر قول کا نہ کرتے ہیں یہ عبارت
 تو نہایت صاف اور صریح اس بات میں ہے کہ حدیث علی بن لفظ فلان ہے لیکن ارادۃ لفظ فلان
 سے کس کو کیا ہے آیا ابو بکر مراد ہے یا عمر مراد ہے جیسا کہ ابن ابی الحدید سے نقل کیا ہے یا کوئی شخص
 دیگر مراد ہے جیسا کہ ابدال میں قطب راوندی علیہ الرحمۃ سے نقل کیا ہے۔ پس غرض فاضل ابن تیمم
 علیہ الرحمۃ کے اول نقل کرنے سے قول قطب راوندی سے یہ ہے اولاً لا نسلم کہ ابو بکر و عمر مراد ہی
 اور ثانیاً علی التنزل اگر ابو بکر یا عمر مراد ہے تو ابو بکر مراد یا عمر مراد ہے عمر کے مراد لینے سے
 اور وجہ اسکی بیان کی ہے پس یہ الزام ابن ابی الحدید کے رد کر لیے ہیں نہ یہ کہ واقعی سنادر
 اس قول کے قابل ہیں۔ **یقول العبد الفقیر الی مولاه الخ** ہی
 اہل انصاف و دانش خدایا ہماری فاضل محبت کے اس جواب کو دیکھو اور اس شخص کو ذرا سمجھو

قوله وتركهم للحال واعلم ان الشيعة قد اوردوا ههنا سوالا فقالوا ان هذا ما للمباح
التي ذكرها عليه السلام في حق احد الرجلين تناقض ما اجمعت عليه من تحفظهم ولخذها
منصب الخلافه فاما ان لا يكون الكلام من كلامه عليه السلام او ان يكون
اجماعا حظه ثم اجابوا من وجهين احدهما لا نسلم انما في المذكور فانه جائز ان يكون
ذلك المدح منه عليه السلام على وجه استقلال من يتقيد صحة خلافه لتفخين
واستجلاب قلوبهم ببطل هذا الكلام - الثاني انه جاز ان يكون مدح ذلك لاحدهما
في معنى نوبل عثمان بوقوع القسنة في خلافته واضطراب الامر عليه واستتيارده
بيت مال المسلمين هو ونوابه حتى كان ذلك سببا لثوران المسلمين من الامصار
اليه وقتلهم وبنيته على ذلك بقوله وخلف القسنة وذهب ثلث الثوب قليل اليا صاب
خيرها وسبق ثم هاد قوله وتركهم في طرقا من شعبيه فان مفهوم ذلك ان الواو الى بعد
هذا الموصوف قلنا لصف يا هذا هذه الصفات والله اعلم سائمتي بلقضية تو حضرت
ابن هشام نے اپنی شرح کبیر میں تحریر فرمایا ہے اب شرح مختصر کی عبارت یہی سن لیجیے بقول
یقال لله بلاء فلان كما يقال لله درهم والله ابوہ وہی کلمۃ مدح قيل راد بہ مدح عمر

اسے قول ہر کبیر میں حالیہ ہے۔ اور جان کر شیعہ نے جبکہ سوال ادا کیا ہے کہ میں کبیر مدح جو حضرت علیؑ سے ہے اور حضرت
(ابو بکرؓ) کے کہن میں زانی ہے اور اسکی مخالفت جو کبیر سے ہے نہایت غلط کی طرف نسبت کرتے اور منصب خلافت کے کہیں سے جو
اجماع کیا ہے تو انہیں کلام حضرت علیؑ سے کلام نہیں دیکھ کر ہمارا اجماع باطل ہے یہ اسکا ادھن ہے اور مدح پر جواب دیا
ایک تو یہ کہ ہم نے حضرت علیؑ سے کلام نہیں کرتے مگر نہ جانتے ہیں کہ یہ مدح حضرت علیؑ سے ہے یا کسی کلام کے ساتھ ہے
صحت خلافت میں کے صلح جو کی اور انکی کہیں کے طور پر صادر ہوئی ہو۔ دوسری یہ کہ اگر یہ توصیف ایک
اور انکی نسبت عثمان کے قوع کے مقام میں ہو سبب واقع ہوئے تھوئی اسکی خلافت میں اور مضطرب ہونے کے کہ
اور اسکی اور اسکی اب کے اور ان کے بہت المال کو ہیا ملک کبیر اسکی طرف شیعہ نے مسلمانوں کی پریشانی
اور اسکی قتل کا سبب ہوا کہ کبیر نے کہا ہے اس قول سے و خلف القسنة ذهب ثلث الثوب قليل اليا صاب
وسبق لمراسد اس قول سے۔ و ترکہم نے طرف تشبیہ ہے۔ ہاتھیں اسکا مفہوم ہی الف یہ ہے کہ اس برصوت کے بعد
جو خلیفہ ہے وہ ان صفات کے امتداد کے ساتھ تصدق ہے واللہ اعلم۔ اسے میں کہتا ہوں پوتے ہیں
مدح بلاء فلان مدح بکثرت میں مدح درہ اور مدح ابوہ اور یہ مدح کا کلمہ ہے کہا گیا ہے کہ حضرت علیؑ اس سے مدح
مدح کا رادہ کیا ہے۔ ۱۲۔

وقیل بعض الصحابة ممن جاهد فی دین الله فالادوا لاجوجاج والحمد من یأخذ الابل
 فی اسمتها وهو مستعار لآخر القلوب ومذا واما بالزواج والقولیة والفعلیة ولغاثة به
 کتابة عن طهارة من المطاعن والضمیر فی خیرها وشرها للخلافة وان لم یحذر کما لکوننا
 معمودة اولی قد مذکرها والطرف المشبه طرق الفتنة انتهى بلفظه اب ہم بعد نقل عبارت
 علامہ ابن میثم بحرانی۔ اہل انصاف ہی اسید کرتے ہیں کہ خدا کے لیے ہتھیاری سی تکلیف کو ان لوگوں
 تحفہ اثنا عشریہ کے اوّل کتاب کو جو اس خطبہ کے متعلق ہے جبکہ عبارت مذکورہ شرح ہی کا حصہ
 فراموش اور بعد اس کا جواب جو کچھ علامہ کستوری نے تحریر فرمایا ہے بغور دیکھیں اور فرمیں
 کہ علامہ موصوف کا جواب صحیح ہے یا غلط۔ اس کا بیان مفصل تو مقتضی تطویل کو ہے مگر مختصراً
 دیکھیں رفع نظار سے متبعین کے اسکو لکھتے ہیں تاکہ علامہ کستوری کا پایہ علم قدین اور حضرت مجیب کا
 مبلغ فہم والصفات واضح ہو جاوی کہ مناسب کوم ہوتا ہے اول خلاصہ مطالب اس خطبہ کا
 نہایت اختصار کیا بیان کروں۔ پس واضح ہو کہ ابن میثم کی اس شرح سے چند امور حاصل
 ہوئی۔ (۱) یقینین یہی لفظ فلان میں چند اقوال نقل کیے۔ اول سب سے پہلے کہ اسقول
 یہ ہے کہ لفظ فلان سے مراد عمر ہے اور ظاہر یہ ہے کہ جب مطلق منقول ہوا بیان کیا ہے
 تو یہ مراد یا تو منقول اصل مصنف ثمری رضی جامع نہج البلاغت سے ہے۔ چنانچہ علامہ کستوری
 نے محتاج الکفر الخفیہ سے جو حاشیہ منہی تحفہ اثنا عشریہ کا شاہ صاحب علیہ الرحمۃ سے نقل کیا ہے
 کہ شارح ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ فخر کہتا تھا کہ میں نے اس نسخہ میں جو بخط رضی تھا۔ لفظ
 فلان کے نیچے عمر لکھا ہوا دیکھا۔ علامہ کستوری کی عبارت یہ ہے۔ و نیز ابن قول
 منقول است بانہ خود در حاشیہ آن از شرح ابن ابی الحدید کہ از جملہ قائلین بخلافت صحابی

ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ بعض صحابہ کو چہنوں نے اللہ کے دین میں جہاد کیا تھا ارادہ کیا ہے اور آدمی ہے اور جہاد بپاوری
 جو اوٹھ کر نہ زمین پیدا ہو جاتے ہوا ورنہ بیار ہو کر لے سکتا ہے اور انکا علاج قولی اور فعلی زواہر کے ساتھ ہے
 اور کپڑی کی صفائی ستہائی اور سلی مطاعن سے پاکداسنی کے کتایہ ہے اور ضمیر خیر اور ضمیرین خلافت کی طرف ہرگز
 اور کافر نہیں آیا البتہ دیکھیں ہونے یا اور کافر کے مقدم ہونے اور ہرگز نہ رستہ فتویٰ مستترین ۱۲۔

شہد ست نقل کرد و تہذیب عبارتہ و فلان المکتی عندہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ و
 قد وجدت النسخة التي لخط الرضی ابی الحسن جامع تہج البلاغت و تحت
 فلا تفسد حدیثی بذلك فخر بن محمد الموسوی الادب الشاعر و سالت
 عندہ النقیب ابی جعفر یحییٰ بن ابی زبد العلوی فقال لے هو عمر فقلت لا اثنی
 علیہ امیر المومنین هذا القناء فقال نعم و این قول ابن ابی احمد یہ کہ شمس بن است کہ قما
 بن محمد موسوی باور وایت کرد کہ در نسخہ تہج البلاغت کہ بخط سید رضی بود تحت لفظ فلان لفظ بن بود
 اگر چه قول ناصبی را کہ شمس بن بود لفظ ابی بکر است نقص میکند لیکن تصحیح میکند نہ صبا و اگر چه
 عمر باشد - اہمتر بقدر حاجت - تو اس سے صفا معلوم ہوا کہ ابن میثم نے جو مطلق منقول ہوا لفظ فلان
 عمر لکھا ہے تو شاید منقول اصل مصنف سے مراد ہے یا یہ کہ یہ منقول علماء ائمہ ہے - یا منقول ائمہ
 سے ہے یہ کہ کسی سے منقول ہو - عدلہ کے نزدیک یہ نقل قابل استناد و وثوق ہے - و ہر
 قول قطب را دہی کہ نقل کیا اور فرمایا کہ منقول قطب را دہی سے یہ ہر کہ مراد لفظ فلان ہے
 بعض اصحاب میں جو حضرت کے زمانہ میں وقوع فتن سے پہلے وفات پا گئے - او میں
 قول شارح ابن میثم کے نزدیک قابل اعتماد نہیں چنانچہ ہم سکو ثابت کرنا کہ تیسرا قول ابن
 ابی احمد ہر کا نقل کیا اور فرمایا کہ ابن ابی احمد مدبر رح نے فرمایا ہے کہ کلام جناب امیر
 میں اوصاف عشرہ مذکورہ ظاہر و پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت کے مراد میں اس شخص کے
 ہر جو حضرت سے پہلے دلی امر خلافت ہوا کیونکہ تقویم اسو جاج اور مداوۃ امراض بدن حدیث
 متصور نہیں اور وہ تین شخص میں ابو بکر و عمر و عثمان لیکن عثمان مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ
 انکو سبب سے شعب التبارقین ہوا اور وہ فتنہ میں واقع ہوئی اور ابو بکر مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ
 اسے اور لفظ فلان کا کثر سے عمر بن خطاب ہر درپایا میں نے نسخہ ابو الحسن رضی جامع تہج البلاغت کہ خط کا اور لفظ
 فلان کے یہ لفظ عمر بن خطاب کی تفسیر فخر بن محمد موسوی اور شارح نے اور ابو جعفر یحییٰ بن ابی زبد العلوی نقیب
 میں نے اسکو چہا تو اسکو محکو کہا کہ وہ عمر ہے میں نے اسکو کہا کہ امیر المومنین نے اسکو اسکی شاکی اس نے
 کہا ان - ۱۲ -

اور کئی مدت خلافت بہت ہنوی تھی اور ان کا زمانہ فتن سے بعد تھا تو ان پر یہ ہے کہ اگر وہ حضرت
 (۲) علامہ ابن سہیم کے نزدیک یہ تو مسلم تھا کہ موصوف ان اوصاف کا وہ شخص ہے جو حضرت
 امیر سے پہلے ولی امر خلافت ہوا جیسا کہ ابن ابی الحدید کہتا ہے اور یہ بھی فیما بین شارح ابن سہیم
 اور ابن ابی الحدید کے متفق علیہ ہے کہ عثمان مراد نہیں ہے اور یہ بھی باہم متفق علیہ ہے کہ ابن
 ممدوح ان دلائل عالیہ کے میں لیکن یقین میں اختلاف ہے کہ دونوں میں سے کون مراد ہیں ابن ابی الحدید
 کہتا ہے انہر یہ ہے کہ عمر مراد ہیں کیونکہ صدیق بسبب قصر مدت اور بعد عن الفتن کے مراد نہیں ہو سکتا
 شارح ابن سہیم نے اسکو جواب میں فرمایا کہ میں کہتا ہوں - جناب امیر کا ادن اوصاف کے لیے
 ابو بکر کو ارادہ فرمانا بنیت عمر کے استہجوت ہے کیونکہ جناب امیر نے خطبہ ششقیہ میں ادن
 امور کے جو خلافت عثمان واقع ہوئی مدت کی ہے تو پھر ان اوصاف عالیہ کے مصداق
 وہ خلافت و خلیفہ نہیں ہو سکتے - اس سے پہلے ہی معلوم ہوا کہ خطبہ ششقیہ میں خلافت
 صدیقی کی نسبت ایسی مدت نہیں فرمائی جو معارض ان اوصاف کے ہو - پس ابن سہیم کے
 اس تقریر سے واضح ہوا کہ جو قطب الاقطاب شیعہ نے منصوبہ گہرا تہادہ اسکو نزدیک قابل
 اعتبار نہیں اور اسکو نزدیک صحیح یہ ہے کہ لفظ فلان سے خلیفہ مراد ہے اور خلفائے بنی
 صالح خلیفہ صدیق مراد ہیں (۳) بعد یقین یہ ہے کہ علامہ موصوف نے اوصاف عشرہ کو
 ایک ایک کر کے گنا اور شرح و بسط سکویا بیان کیا - (۴) شرح اوصاف میں اس امر کو
 اشکاف کر دیا کہ موصوف ان صفات کا بجز خلیفہ کے دوسرے کوئی شخص موصوف ان
 صفات کا نہیں ہو سکتا - کیونکہ بعض اوصاف کو مطلب کو اس طرح بیان کیا کہ جنکا مصداق
 خلیفہ ہی ہو سکے - اول قوم الامم کے معنی کو بیان کیا کہ ہو کیا نہ عن تقویمہ لا عن وجاہ الخلق
 عن سبیل اللہ الی الاستقامۃ فیہا یعنی تقویم اوو کے کایہ ہی خلق کے کچھ کو خدا کے
 راہ سے سید کرنا اور استقامت کی طرف لانا اور ظاہر ہے کہ یہ مخصوص خلیفہ ہی کے ساتھ ہے
 دوسرا وصفت برواۃ امراض نفسانیہ کے مواظط بالغہ اور زواجر قارۃ قولیہ فعلیہ کے ساتھ

یہ ہی امام ہی کے ساتھ مختص ہے۔ یہ سرائست کا حق میں قائم کرنا اور جو وہی اور علی کرنا
 خلیفہ ہی کا کام ہے۔ جو تھا اور اس طرح میرے فتن کا واقع ہونا اسیر کا ہی منصب ہے۔ اس کا
 وصف اہلہ خیر و سبق شرعاً شایع کہتا ہے کہ دو ضمیرین خیر و شر اور سرائین خلافت کی
 بلع میں اور اصحاب خیر سے مراد یہ ہے کہ اس کا ذکر حاصل کیا اور اس جہر کو جو خلافت میں مقصود
 یعنی اس نے صلہ الصلات کیا اور خدا تعالیٰ کے دن کو قائم کیا جس کا سبب ذاب جزا اور
 اور شرف جلیل دنیا میں حاصل ہونا ہے اور میں شر سے مراد یہ ہے کہ پہلے اس سے کہ خلافت کیا
 فتن واقع ہوں اور خلافت کی وجہ سے خون ریزی ہووت ہو گیا یعنی اس کا خلافت میں کوئی
 فتنہ نہیں ہوا اور خلافت ظلم و عدوان سے پاک صاف رہی۔ اب بعد اس شرح و بحث
 ایسا کہ ن شخص ہے جس کو اس میں نامل ہوگا کہ علامہ ابن تیم کے نزدیک صحیح یہ ہی ہے۔ کہ
 موصوف ان اوصاف کا وہ شخص جو جواب امیر سے پہلے متولی امر خلافت ہوا اور اس کے پیچھے
 دیکھ کر امین شک باقی رہیگا کہ ابن تیم کے نزدیک قطب اوندی کا قول غلط ہے شرح اوصاف
 مذکورہ سے مثل آفتاب روشن ہو گیا کہ ابن تیم کی رائی میں نقطہ فلان مراد احد من السیخین سے ہے
 اور قطب راوندی کا قول ہرگز قابل اعتبار کے نہیں (۵) بعد شرح اوصاف کہ جب ابن تیم
 نے سمجھا کہ موصوف ان صفات کا لامحالہ احد الخلیفین قرار پائے اور ان کو ان اوصاف کے
 ساتھ موصوف ہونے سے مذہب تشیع درہم و برہم ہو جاتا ہے تو اسی اس کو سوال جواب کے
 پیڑ میں اوس مضمون کو ادا کیا اور کہا کہ اچھا شیعہ اُنے سوال وارد کیا ہے وہ یہ کہ یہ تعریف
 و توصیف جو جناب امیر نے ابو بکر یا عمر کے فرمائی ہے ہماری اوس اجماع کے مخالف ہے
 جو کہ ہم نے ان کو نسبت غصب خلافت اور تحریف میں منعقد کر رکھا ہے۔ پس یا تو یہ کلام جناب
 امیر کا کلام نہیں ہے یا ہمارا اجماع و اتفاق غلط اور خطا پر ہے اس کو یہ اس کا جواب نقل
 کرتے ہیں کہ چونکہ شارح کی رائی میں قابل اعتبار نہ تھی اس لیے ان کو تسلیم ہی کہ شرف منسوب کر کے
 ان شیعہ کی گردن پر دہر کر فرمایا کہ شیعہ نے اس کو اور جواب دے میں پہلا جواب تمہید کر کے جاتا

کہ جناب امیر نے یہ تعریف و توصیف متقدمین صحت خلافت شیعین کے اصلاح اور انکے قلوب کو
 اپنی طرف کھینچنے کے غرض سے فرمائی ہو دوسرے جواب یہ ہے کہ جائز ہے کہ یہ روح نوح
 عثمان کے غرض سے بطور تعریف بیان فرمائے ہو کہ انکے ایمان خلافت میں نشی اور ہی حاصل
 یہ ہو کہ جو شخص موصوف ہندہ الصفات کے بعد متولی خلافت ہوا وہ ان صفات کی
 اضراد کے ساتھ متصف ہو۔ اہل علم و دانش و عقل و انصاف ان جوابوں کو معلوم کر سکتے ہیں
 کہ غلط بین یا سچ و ان کے شبہ رفع ہو سکتا ہے یا نہیں انہیں انہیں کہ انکو اختصار مد نظر ہے اور
 خوف تطویل دانگیر در نہ ہم ان جوابوں کے اور انکو قائلین کے بدلائل قلعی کہوتے۔ بہر کیف
 اگر ہم موتو اس سوال جواب سے یہ بات ثابت ہو کہ شارح جو اپنے کئے نزدیک یہ مجاہد
 مخصوص احد الخلیفین کے ساتھ ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہو کہ یہ سوال ہی امامیہ
 بلکہ اثنا عشریہ کی طرف سے ہے اور جواب ہی انہیں کی طرف سے ہے کیونکہ قاعدہ جو جب مطلق شیعہ
 بولایا گیا تو اس سے فرق اثنا عشریہ مراد علی الخصوص جبکہ اطلاق کرنا والا جو دینی شیعہ
 ہو تو اس وقت قطعاً لفظ شیعہ کے اطلاق سے اثنا عشریہ مراد ہو نہ تو اس سے بخوبی ثابت ہو
 کہ احد الخلیفین کا ممدوح جناب امیر یا میں اوصاف عشرہ عالیہ ہونا اور بعض اضراد ہونا
 اور جوابات کا دیا جانا یہ سب مذہب امامیہ اثنا عشریہ پر ہے۔ جبکہ ناظرین خطبہ کی
 شرح جواب میں بیٹھنے فرمائی ہے دیکھ چکے اور اسکی شرح الشرح جو بطور بیان مطالب ہمیں
 گزارش کی تھی وہ بھی ملاحظہ فرما چکے تو اب تہڑی سی گزارش یہ بھی سن لیں کہ خاتم النبیین
 صاحب تحفہ اثنا عشریہ نے اسکی نسبت جو کچھ تحریر فرمایا انحصار اسکو ہی ملاحظہ فرمائی
 اور اسکی جواب میں علامہ گسنوری نے جو کچھ زبان درازی اور ہٹ دھرمی اور حق پوشی
 جو منہ و نقیب میں فرمائی اسکو ہی ذرا توجہ فرما کر دیکھو بعد اسکی لہ انصاف سے
 فرمائیں کہ علامہ گسنوری کا فرمانا حق و صواب ہو یا محض حق پوشی و سعادۃ اصحاب ہے
 علامہ موصوف جواب تحفہ فرماتے ہیں (قولہ) ولہذا اشارہ میں فیج البلاغت از امامیہ

و تعیین سلطان اختلاف کرده اند بعضی گفته اند که مراد ابوبکر است و بعضی گفته اند عمر (ع) (قولنا)
 ان هذا الکلمه بعین الازین ناصبی باید پرسید که کدام شارح امامیه گفته که مراد ابوبکر یا عمر است
 و حال آنکه قبل از این ابی حمزید خیر از قطب اندکی کسر و بیضی این کتاب شریفه منبر حق
 چنانچه ابن ابی حمزید در اول شرح خود گفته و در شرح هذا الکتاب قبله فیما اعلیه
 الا واحد وهو معید بن هبة الله بن الحسن فقیه المعروف بالقطب الوائلی
 و کان من فقهاء الامامیه انتهى الفی ما فرین اس عبارت که جو کستوری نے لکھی ہے ذرا
 شرح ابن سیم کی عبارت سے مطابق کریں اور کچھ کستوری صاحب کے دین و یانے کا نام لکھیں
 اور علامہ کستوری نے جو عبارت کہ لفظ حالانکہ سے لکھی ہے اسکا مطلب تو اولیاد است
 ہی سمجھو ہو گئی کہ انکو علامہ یہ کہا ہے تم کو فرماتے لکھ (قولہ) و دین عبارت سے اس عبارت ابوبکر
 بدہ وصف موصوف نمودہ الخ۔ (قولنا) ثبت الدارۃ الفس اول این شرح و اثبات
 باید دہانید کہ مراد از لفظ فلان دین کلام ابوبکر است بعد از آن باین اوصاف اثبات
 فضل ابوبکر باید نمود (قولہ) سمعہ و توجیہات نزد ایشان است کہ آنجا بگاہ گاہ بعضی
 و الخ شیخین بنابر استجاب قلوب اس و استمال عیائی خود کہ خلیع معتقد حسن سیرت شیخین
 و انتظام امور دین در عهد ایشان بودند میفرمود (قولنا) این ادعا کذب محض است
 احتیاج این توجیہات شیعہ را وقتی سے افتاد کہ در کتب شیعہ بجای لفظ فلان لفظ
 ابوبکر موجود می بود و چون لفظ ابوبکر در کتب شیعہ موجود نیست ایشانرا احتیاج بیک از
 توجیہات نیست پس آنچه ناصبی بعد فقیر این توجیہات از دینا است خود سر کرده از جهت
 ابتناء آن بر فاسد از قبیل بنابر الفاسد علی الفاسد باشد (قولہ) و بعضی از امامیہ چنین گفته
 کہ غرض حضرت امیر توبیخ عثمان قرص برود کہ بر سیرت شیخین زلفت و مستند فساد
 و زمان او بسیار واقع شد (قولنا) بیک از امامیہ این توجیہ نکرده مگر ابن ابی حمزید
 شرح این کلام ابن مقار از الطرف جلودیہ کہ از فرق زیدیت نسبت داده چنانچه

الفته ولما اجاز دیتے من الزید فیقولونہ کلام قالہ فی امر عثمان انصرہ فخرج للذم لرو
 النص لا عماله الخ۔ اب اہل دانش و انصاف سوائی التماس ہے کہ حضرت کنزوری
 صاحب کے ان اقوال کو شرح ابن میثم سے ملا کر دیکھیں پھر اگر خود حضرت کنزوری کا یہی
 فرمایا محض کذب اور انکاب میں ہو تو انکو دیانت و انصاف پر فاتحہ خیر پڑھیں۔ بعد اسکے
 جو کچھ ہمارے فاضل محیب نے انصاف کے انکو نیپوٹی باندہ کر علامہ کنزوری کے اقوال کا
 کی تصدیق کے ہے اسکی کیفیت ملاحظہ ہو اول فرماتے ہیں کہ عبارت ابن میثم کی مصدق
 قول مفتی صاحب کے ہے اور اس سے صاف و صریح معلوم ہوتا ہے کہ حدیث علی میں لفظ فلان ہے
 حضرت محیب جواب تو لکھتے بیٹھے مگر یہ خبر نہیں کہ کس اعتراض کا جواب دے رہی ہیں اس
 دلیل کو باطل کر رہی ہیں یہ کس نے کہا ہے کہ یہ دلیل اس امر کے ثبوت کے لیے ہے کہ حدیث
 میں بجائے لفظ فلان کے لفظ ابو بکر ہے پس آپ ہی اپنے علامہ کنزوری کی طرح بے لکھی
 فرمائے لکھ اور اگر یہ اسکی ہی دلیل ہے تو بانضمام اس کے ہر کسب فاضل متبحر کے نزدیک
 اس شبہ محض یہ ہو گا کہ لفظ فلان سے مراد ابو بکر ہیں اور ظاہر ہے کہ جناب امیر صیبا فصیح و
 بلیغ ہرگز ایسی عبارت ہم نہیں کہہ سکتا کہ اسکو آپ کے قطب الاقطاب جیسے دین و دیانت
 والے غیر محمل پر حمل کریں اور مقصود سے بعد یحیٰ وین تو اس صورت میں محیب کے
 کلام جواب کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ دوسری خطا یہ کہ فرماتے ہیں کہ لیکن ارادہ لفظ
 فلان اس کس کو کیا ہے آیا ابو بکر مراد ہے یا عمر مراد ہے۔ جیسا کہ ابن ابی الحدید سے
 نقل کیا ہے۔ ہرگز ابن ابی الحدید سے ابن میثم نے نقل نہیں کیا ہے کہ ابو بکر مراد ہے یا عمر
 بلکہ یہ نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ مراد خلیفہ ہے لیکن عثمان مراد نہیں ہو سکتا اور ابو بکر
 ہی مراد نہیں ہو سکتی تو عمر مراد ہو گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بھی مثل انہی علامہ
 کنزوری کی شرح ابن میثم کو ملاحظہ نہیں کیا۔ تیسری غلطی یہ ہے کہ فرماتے ہیں
 یا کوئی شخص جس کو عمر مراد ہے جیسا کہ اجتہاد میں قطب و ذری سے نقل کیا ہے یہ بھی محض کذب ہے

ہرگز ابتدا میں قطب راہندی کا قول نقل نہیں کیا بلکہ اول اور آخر لکھا ہے والمنتقل ابن المرح
 بفسلان عمر اس سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے شرح ابن میثم کو نہیں دیکھا اور اگر ابتدا ہی
 مراد ہے تو قطع نظر اس سے کہ مفید نہیں عبارت لائحہ کی مخالف ہے۔ سچوٹی خطا یہ ہے
 کہ فرماتے ہیں کہ غرض ابن میثم کی اول نقل کرنے قول قطب راہندی سے یہ ہے کہ اول لکھا مسلم
 کہ ابو بکر و عمر مراد ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو نزدیک اولیۃ ابتدا و حقیقی مراد ہے
 نہ اضافی حال کہ یہ محض مدعی ہے چنانچہ ہم عرض کر چکے کہ قطب راہندی کا قول ابن میثم سے
 ابتدا میں نقل نہیں کیا۔ علاوہ ازیں مرت نقل اقوال سے یہ غرض پیدا نہیں ہو سکتی کہ
 کہ کوئی دلیل دلالت کرے اور دلیل میں جب نظر کیا جاتا ہے تو اس کے خلاف برواالت کرتے
 ہیں اور سوید ہے کہ قول ابن ابی الجہید کا صحیح ہے اور قول قطب راہندی غلط کیونکہ قول
 ابن ابی الجہید ایک مستحکم دلیل کے ساتھ ذکر کیا ہے جس کا نفع ہونا محال ہے وہ یہ کہ لوشت
 مذکورہ صاف دال میں کہ موصوف ان صفات کا کوئی ایسا شخص ہے جو جناب امیر
 میسر متولی امر خلافت ہوا اور یہ امر اوصاف سے ایسا صاف واضح ہے کہ ہر شخص حکوذاً
 بھی فہم ہوگی سچ لیکھا کہ سوائی خلیفہ کے کوئی دوسرا شخص موصوف ان صفات کا نہیں
 ہو سکتا چنانچہ ہماری ترجیح اوصاف سے بخوبی ثابت ہے اور قول قطب راہندی کا اس درجہ
 بہام و اہمال میں ہے کہ کوئی مائل اس کو قبول و تسلیم نہیں کر سکتا اول تو خود اوصاف
 اس سے ایا کرتے ہیں پھر کوئی وجہ نہیں کہ جناب امیر اس کو بطور کتابہ بیان فرمادیں اور نہ
 ایسا شخص جو اس اوصاف کے ساتھ متصف ہو اس قدر گم نام ہو سکتا ہے کہ اس کو کوئی سچا
 اور آپ کے قطب صاحب ہی بس اس قدر فرمادیں کہ کوئی شخص صحابہ میں سے تھا جو قبل
 وقوع فتن و فسادات پا گیا۔ اس سے تو بہتر یہ تھا کہ آپ کے قطب الاتحاب و خواتم الخوات
 آپ کے صحابہ مقبولین میں سے مثل مقداد و عمار و ابو ذر وغیرہ کے کسی کا نام فرمادیں اور ہم
 ثابت کر چکے ہیں کہ ابن میثم کے نزدیک قطب راہندی کا قول قابل اعتبار نہیں۔ پس یہ

مہل قول کو بلا دلیل دوسرے اقوال بہ اللہ کا بطل سمجھنا ہمارے فاضل مجیب ہی کے شان
 شان ہے۔ مہذب اگر اول بیان کرنا کہ قول کا دلیل اس امر پر ہو کہ اقوال لاختر باطلین
 تو سب سے اول ابن میثم نے لکھا ہے و المنقول ان المراد بظان عمر۔ تو حسب قاعدہ مسلمہ
 مجیب کے لازم آتا ہے کہ یہ قول اس غرض سے ابن میثم نے اول بیان کیا ہو کہ غلط و مکذیب
 قطب راوندی کو فراموشی اور نے الواقع ایسا ہی ہے کہ مقصود و مکذیب راوندی ہے کیونکہ
 بعد اس کے پہلے قول کا موجد ابن ابی الحدید سے نقل کیا تو قطع نظر اس سے کہ اول بیان
 کیا تھا کہ مراد لفظ ظان سے عمر ہے جو بطل قول راوندی تھا اس کے موجد دوسرے قول ابن
 ابی الحدید کا نقل کیا تو دو یقین اس پر متفق ہو گئے کہ مراد عمر ہے اور قطب راوندی کا قول ظناً
 باطل ہوا۔ پانچویں خطا یہ ہے کہ اعتراف کیا ہے کہ ابو بکر یا عمر کا مراد ہونا علی سبیل التمثیل
 حالانکہ کوئی قرینہ اس کی تنزیل ہونے پر دلالت نہیں کرتا بلکہ سابقین میں کوئی قول جو اس
 امر پر دلالت کرتا ہو کہ مراد ابو بکر ہی نہیں ہے بلکہ اقوال سابقہ یا اس امر پر دلالت میں کہ مراد
 عمر میں اور یا اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جل من الصحابہ مراد ہے وہ قول اس پر دلالت نہیں اور
 ایک قطب راوندی کا قول امر ثانی پر پس یہ کہتے کہ ابن میثم نے علی سبیل التمثیل لکھا ہے
 مراد غلط ہے۔ چوتھی خطا یہ ہے کہ فرماتے ہیں کہ ابن میثم نے یہ قول الزام ابن ابی الحدید
 کو رد کی گئی لکھا ہے نہ یہ کہ دفعی شارج اس قول کے قائل ہیں۔ کیونکہ جیسا اس قول سے
 ابطال قول ابن ابی الحدید ہوا اس سے زیادہ تردید قول آپ کے قطب الاقطاب کے ہو کر
 جو زعم جناب شارح کے پسندیدہ تھا اس لیے کہ جو خرابی و مصیبت کہ مذہب تشیع پر عمر ہفت کے
 مراد ہوئے سے واقع ہوئی ہے وہی مصیبت و خرابی ابو بکر کی مراد ہوئے سے واقع ہوئی اور وہ
 مثل مشہور صنادق الکفر۔ قرمن المظہر و وقف تحت المیزاب تو یہ عجیب الزام ہے
 کہ جو الزام ابن ابی الحدید کو دیا تھا وہ اپنے منہ پر لے لیا اگر بالفرض ابن ابی الحدید
 کو الزام دینا تھا تو راوندی کے قول کے دلیل کے ساتھ تا سید کرتے اور اس کو درجہ اہمال سے

نکالتے علاوہ ازمین اگر شارح نے یہ قول محض الزام فرمایا ہے اور خود اس کا قائل نہیں ہے
 تو پھر شرح توصیف میں کیوں اور ان معنی کو ملحوظ رکھا اور کیوں ان کو بھی مواضع شرح کر
 اور شارح میں راوندی کے قول کے طرف کیوں اشارہ کیا ہے یہ کیا پیرہہ اور سہ
 جو سوال کیا وہ بھی اس قول کے موافق لکھا اور جو ابیات دیئے وہ بھی اسی قول مطابق
 تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ شارح کے نزدیک راوندی کا قول تو قطعاً غلط ہے پس
 مراد لفظ فلان سے کوئی تفسیر ہے اور وہ شارح کے نزدیک راجح یہ ہے کہ ابو بکر سے قطع
 نظر اس سے ابن میثم نے اپنے مختصر شرح میں جو شرح کبیر کے بعد مستندین تالیف کی
 ابن ابی الحدید کے اور اخیر قول کو ترک کر دیا اور صرف یہ لکھا قیل الزام مع عمر قبیل بعض
 اصحاب میں جاہلے دین اللہ اور اس میں یہی پہلے اسی قول کو ذکر کیا جو موافق ابن ابی الحدید
 کرتا تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ باعتبار نقل کے ابن ابی الحدید کا قول نہایت قوی ہے
 لیکن عقل کے راہ سے راجح یہ ہے کہ مراد ابو بکر ہوں جسکو شرح کبیر میں یہ نقل قول ابن ابی الحدید
 ذکر کیا لیکن چونکہ فوت نقل کو زحمان ہے اسلیختصر میں اسکو ترک کر دیا اور ابن ابی الحدید
 کا قول کو مختصر ذکر کیا سو یہ کہنا کہ شارح نے یہ قول الزام فرمایا ہے نہ یہ کہ خود اسکا
 قائل ہو سراسر خلافات ہے سیاق عبارت میں اسکا مذکور ہے افسوس کہ علامہ سنوری نے
 تو شرح ابن میثم کو نہ دیکھا تھا ہمارے مجاہد نے یہی تو دیکھا قول ابن ابی الحدید اور دلیل سہی یہ ہے
 کہ جو یہ عدم تطبیق فلان پر سحر بیان کی ہے وہ ابو بکر پر ہی صادق ہے یعنی حضرت امیر نے
 خطبہ شتیبہ میں اگر عمر کی مذمت کی ہے تو ابو بکر کی یہی مذمت کی ہے۔ **قول**
 ابن میثم نے جو یہ عدم تطبیق الزام کو بیان کی ہے اور اسکو وجہ ترجیح پر قرار دی ہے کہ ان میں
 وہ عشر پر ہی صادق آتی ہے خود وہ باطل ہے اور وہ ہرگز وجہ ترجیح کے نہیں ہو سکتی
 اور جب وہ باطل ہوئے اور یہ ترجیح نہیں ہو سکتی تو اسکا الزام ہونا بھی باطل ہوا کیونکہ
 جو دلیل فی نفسہ باطل ہو وہ کیا الزام کی صلاحیت رکھ سکتی ہے پھر اسکو نسبت ہماری

فی فضل کا یہ فرمانا کہ یہ الزام ابن ابی الحدید کے روکی لینی ہے اور اس کے غلط ہونے کو
 اس کے الزام ہونے کی دلیل قرار دینا حضرت کے کمال ہی خوش فہم پر دلالت کرتا ہے علاوہ
 ازین خطبہ تشقیق کے دیکھنے سے واضح ہے کہ خطبہ تشقیق میں ابو یوسف صدیق کے اوّل امور کے
 نسبت جو خلافت میں واقع ہوئی مذمت مذکور نہیں ہے اور عمر فاروقؓ کی نسبت ایسے امور کی
 شکایت مروی ہے تھوڑی سے عبارت خطبہ تشقیق کی یہی ملاحظہ ہو ورنہ خطبہ نہ
 علیہ السلام وہی المعروف بالثقیف والمقصود اما والله لقد فقهنا فلان
 وانه لم یسلم ان یصل منها محل القلب من الریح فیخدر عنی السیل ولا یرقی الی
 الطیر فسدلت دونها ثوبا وطوب عنہا کثما وطفقت ازای بن ابی اصول ابو جندبہ
 او اصبر علی طعۃ عیاء یوم فیہا البکیر ویشیب فیہا الصغیر ویکب فیہا مومن حقیقۃ یوم فیہا
 ان الصبر علی ہاذا اجمی فصبرت فی العیز قدی وفي الحلق شجی اری ترائی تضبا
 حتی فیضی الاول السیل فادلی بہا لفلان بعدہ ثم مثل بقول الاعمش سنان یوحی
 علی کمرہا و یوم حبان اخی جابر فیا عجب ابینا ہو لیتقیہا حیو نہ اذ عقدہا لاخر بعد وفا
 لشد ما نشطر اضر عیہا حوزۃ حناء لیخط لہا و یحشہا ویکثر الضار و فیہا الاعتذار
 منها خصا جہا کو الکی الصعۃ ان استقی لہا حوم وان اسلس لہا القیم فتقی الناس لعمر اللہ
 بجنبہ و شماس و تلون واعتراف فی صبرہ علی طول المدا و شدۃ المحنة انتہی لفظ

ما خدا کی قسم یقین فلان شخص نے بزرگ خلافت کا نفس میں لیا اور وہ خوب جانتا تھا کہ میرے بزرگ خلافت میں وہ ہر کوئی کا بھائی ہے
 (یعنی میں مرکز خلافت ہوں) مجھ کو دیکھتے ہیں اور میری بات کوئی پرندہ نہیں ٹوڑ سکتا میری خلافت کو درمیان میں پرندہ چھوڑ دیا
 اور اس سے پہلے تھی کہ اس باب میں مثال ہمارا تو کئی ہوئی تھی کہ ہم نے جو کچھ کرنا چاہا یا کسی اندیشہ کی چیز میں پڑی عمر والا پڑا میری
 ہو جائے وہ نہ ہوا جانی میری گردن۔ آخر یہ راہی قرار پائی کہ میری اس برقرین مثل ہے جس میں جبرک یا حالانکہ آنگہ میں لٹکا اور حق میں
 عمر کے کسے کہ تھی کہ اپنی میراث کو لٹکا دیتا تھا یا شاکر پہلے سے اپنے راہ کی اور اس کو اپنے بعد فلان کی طرف ڈال گیا میری شہسی کا قول
 میرا لڑکے جبرافری جو اس وقت میں جبرین کے گھر میں رہتا تھا اور اس نے جبرین جابر کے بھائی جان کا نام میں ہوں میں لڑکی کو
 میری جیسے گردن اپنی زندگی میں خلافت کی متقاضی دیتا تھا اچھا کیا ہے میری عمر کے بعد دوسری کے لیے اس کی گرہ بندی کر گیا سخت
 جیسے میں جس کا زخم کھلا ہے اور اس کبر و ہراسے اور غرض اور اس سے فزیدیت جو خلافت کے باکوئی حصہ میں
 نہایت دشوار ہے یہ خلافت کا صاحب مثل جانے زرا اوٹنی کے سوار کے جو اگر ہمارے کچھ تو ناک میٹ جائی اور وہی چھوڑ دی تو
 میری نہیں گ

حائل اس عبارت میں مائل فرماوے کہ ابن میثم نے جو کہا ہے اقول ارادۃ
 لابی بکر اشبہ من ارادۃ لعمرا ذکرہ فی خلاۃ عمرہ و ذہابہ فی خطبۃ المعروفة
 بالثقیفۃ۔ اس عبارت کو کیسا صاف واضح ہے اسکی نسبت فرماتے ہیں کہ غلیظ
 الحکم حشالمس ہے اور اوس میں بکثرت لغزش ہے اور اسکو وجہ سے لوگ خطا و دھراس انزلوں
 اور لغزش میں مبتلا ہو گئے اور خلافت صدیقی کے اند کوئی برائی اور قباحت ذکر نہیں فرمائی
 اور اسی کی طرف ابن میثم نے اشارہ کیا ہے اور فرمایا کہ اسبقت انہما لعلیہ انفسہ کہ نہ
 آپ نے شرح ابن میثم کو ملاحظہ فرمایا اور نہ خطبہ ثقیفہ کو دیکھا اور یوں ہی آپ کچھ سے
 کچھ فرمائے مگر اگر آپ فرما دیں گے۔ کہ میں تو فارسی خوان تھا میں خطبہ ثقیفہ کو جس لہجہ
 اشبہ غیر مانوسہ پوری ہوئی میں اور شرح ابن میثم کو جو بزبان عربی ہے کیونکر دیکھ سکتا تھا
 پس آپکا بطور اگر مگر کی فرمانا کہ اگر عمر کے مذمت اوس میں ہے تو ابو بکر کے بھی ہے اس بنا
 پر ہے کہ نہ اپنے شرح ابن میثم کو دیکھا اور نہ بیح البلاغت کہو لکر دوچار سطرین خطبہ ثقیفہ کے
 پڑھی سو اسکو بھی اپنے دیانت و انصاف کہ ہے مدینہ درج فرما بیجگا زیادہ تو کیا عرض
 کروں۔ **قولہ** بلکہ نظر دقیق مرشد ہے کہ یہ کلام مقام استہزاء و تمسخر میں ہے کہ تو نہیں
 میرے نزدیک تو ابو بکر اس سے مراد ہے کیونکہ عمر کے خطبہ ثقیفہ میں حضرت نے مذمت
 فرما رہے گویا تمہا سکا ہے کہ اگر ابو بکر کے وہاں بھی مع کے ہو تو بیان ہی مع کی ہے
اقول جب میں دیانت اور فہم و انصاف کا یہ حال ہے تو جو چاہیں فرمائیں نہ کہنا
 کو دیکھیں نہ بیان عبارت کو ملاحظہ فرمائیں خدا کے لیکر کوئی شخص اہل انصاف و ہراری
 فاضل محیب کے اس جواب کو عبارت بیح البلاغت سے مطابق کر سکے دیکھو اور حضرت کو
 اونکر فہم و انصاف و دیانت کی داد دو دو۔ جن حضرات کی نظر دقیق کی یہ کیفیت ہو جسکو
 اپنا مرشد اور مادی بنا رکھا ہے تو وہی بر حال اس نظر کے جو کہ محض سرسری ہوگی تعجب
 کہ اگر ابن میثم کو ابن ابی الحدید کے ساتھ استہزاء و تمسخر نظر تھا تو اسکی قول میں سے

عثمان کو کین اختیار کیا بلکہ اگر عمر کے مراد لینے کا استہزاء کرنا مقصود تھا تو بمقابلہ اوسکو
امیر مغویہ کو ذکر کیا ہوتا کہ میرے نزدیک عمر تو مرد نہیں کیونکہ خطبہ ششقیہ میں اپنی مدت
کی ہے امیر مغویہ مروین تو استہزاء نہایت درست ہوتا اور جب ابوبکرؓ نے نسبت عمر کے تہماز نزدیک
ہی بہترین کہ زعم شیعہ جو کالیف و صحابہ کرامیت کو خلافتین اولیین میں عمر کے ہاتھ سے
پونچھ کر ابوبکرؓ کے ہاتھ سے اوسکا عشر عشرتیں ہی نہیں پونچھا تو ایسے حلقین ابوبکرؓ کی مراد ہونے کو
استہزاء و تسخر پر محمول کرنا مراد خلاف عقل سلیم ہے۔ علاوہ ان میں واضح رہی کہ شارح
ابن میثم نے اپنے شرح کے ابتداء میں وعدہ کیا کہ بیان غلط یاد کیا ہے کہ اس شرح میں
بخارج کے کچھ نہ لکھو گا تو کیا وہ وعدہ بیان فراموش ہو گیا کہ خلاف حق ابوبکرؓ کے مدح کے
قابل ہو گئے۔ اور کہاں تک تسخر اور استہزاء سمجھ گیا۔ شارح ابن میثم نے دوسری جگہ نقل کیا کہ
کہنا با میر نے جناب شعبین کے نسبت جواب خط امیر مغویہ کے تحریر فرمایا۔ ولجہری ان
مکانہما فی الاسلام لعظیم و اللہ سبحانہ فی الاسلام مجرح شدید۔ گویا یہ تمام حصہ شرح
ان دو جملوں کو ہے چنانچہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں پس اگر بیان تسخر اور استہزاء ابن ابی کبیر
کو ساتھ ہے تو وہ ان کس کے ساتھ تسخر فرمایا جو ایسے جامع تہریف فرمائی اور نیز کہیں رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع و بصر سے تشبیہ دی گئی کہیں نوح و ابراہیمؑ کے گئے تو کیا
یہ سب آپ کی روایات تسخر اور استہزاء ہیں۔ حضرت میر صاحب یہ تسخر اور استہزاء نہیں
بلکہ خود آپ مصداق اس آیت شریفہ کے ہیں اتخذتموہم سخر یا حتی النوکم ذکرہی
خدا تعالیٰ آپ کی دیدہ بصیرت کہو کہ ہے اور آپ پر حقیقت الامر منکشف اور واضح فرمادی
تو آپ کو معلوم ہو کہ یہ واقعی مدح ہے یا تسخر اور دہر خواجہ جعفرؒ اوصاف و محامد جناب امیر
ضی اللہ عنہ کے نسبت مروی ہوئی ہیں اسطرح خرافات و دلائل سے باطل کرتے ہیں اور تسخر
استہزاء میں اور ان میں اوہر آپ حضرات میں کہ شخصین کے محامد و فضائل کو تسخر اور استہزاء
پر محمول فرماتے ہیں ہمارے نزدیک وہ ہی جہوٹے ہیں اور آپ ہی اپنے دعویٰ میں سچے نہیں

پس را بجات اور مر کو تسلیم ہی ہے جو الفاظ و تصریح کے در بیان ہو اور کہ جسے اللہ بہت
 عزیز قوم ہے اللہم علیٰ جنی وعلیہ استغنی و فی ہر نعم احسنہ یوم یبعثون
قول خصوصاً ابن ابی العزید کے مقابلہ میں کہ وہ قائل خطبہ شقیہ کا ہے اور کہتا ہے
 کہ وہ بے شک کلام حضرت امیر علیہ السلام ہے اول سے آخر تک اور وہیں نہ مٹ نہ ہو جو
 ایک جگہ دست کرنا اور دوسری جگہ اسکی طرح کرنا صریح متناقض ہے اور بقا بلکہ ابن ابی العزید کے
 بیت ٹیک ہے۔ **اقول** اگر شارح ابن ہشیم کا یہ مقصود تھا کہ ابن ابی العزید کہہ دے کہ الزام
 دروغ تو صریح کہنا چاہیے تھا کہ یہ قائل ہے اور مخالف خطبہ شقیہ کے جو جسکو ابن ابی العزید
 نے کلام جناب امیر کا تسلیم کر رکھا ہے اور نیز را جب تھا کہ ابن ابی العزید کی دلیل کا جو اس کے
 مراد ہونی میں بیان کی ہے اول جواب دیتا جیسا دسگو باطل نہیں کیا اور اسکی دلیل کا جو یہ
 نہیں دیا بلکہ بیان اوصاف میں اسکی موافق اور اصناف کا مصداق خطبہ کو تسلیم کر دیا
 تو اسکو کیونکر الزام پر محسوس کیا جا سکتا ہے علم انفس میں جبکہ یہ الزام خود کذب و دروغ ہو
 اور ہنسی اور الزام کا ایسی دلیل ہو جو اوسنی میان نہ کی ہو غرض یہ صریح پر اسکا الزام
 ہونا ٹیک نہیں ہے اور نہ مستحضر ہونا اور اگر ابن ابی العزید کے لیے یہ الزام ہے تو اس
 قول کو آپ کیا کر تیار جو سب سے اول نقل کیا ہے والمقول ان المہار وعلان عمر اور یہ مختصر شرح
 میں تو مجز و نو قول کو اور کہہ لکھا ہے نہیں اور نہیں ہی اول اسکی ذکر کیا جو آپ کے قاعدہ کے
 موافق نقیب راوندی کے قول کے ابطال کے واسطے مقدم کیا گیا ہے لکھا ہے کہ ابن ابی العزید
 نے بیان نہ سوزہ الزام ہے بیان تو صریح اول میں بیان کیا کہ اس لفظ سے غیر مراد ہیں
 پس یہ صریح اسکا الزام ہونے کو کذب ہے اور ہوا نہ مستحضر ہونا ہو نہ ہو بلکہ اس کا ہے
قول اور اگر شارح علیہ الرحمۃ اسکو قائل ہی ہوں تب ہی کچھ ہی نہیں بطور رحمتہ اللہ علی
 الباقی الاول ہو گا اشارہ ہی کافی ہے اسکی تفصیل ہم نہیں لکھتے۔ **اقول** ای حضرت
 میر صاحب انفس کو اپنے تو خلفا رضی اللہ عنہم کی عداوت میں ہم و انصاف

دین و ایمان کو خیر باد کہتے کہ رخصت کر دیا۔ پہلا کچھ تو عقل و فہم و ایمان و انصاف کی کامیابیوں پر
 اگر شارح اس امر کی واقعہ کے قائل ہوں تو کیا میدانِ صاف جو مشابہ کائناتِ نبوت کے ہیں
 بلکہ چشمہ نبوت سے ہی فائض ہوئی ہیں۔ جبکہ اندر پانی جاتے ہیں بروی عقل اور ایمان کے مصداق
 مثل استبحن۔ رحمۃ اللہ علیہ النباش الاول ہو سکتا ہے کیا جو شخص کہ خلق اللہ کے کجی پرستی پر
 لاوی اور انکی امراض نفسانیہ کا علاج کر کے انکو ہلاکت دائمی سے نجات دیوے سنت کو قائم
 کرے اپنی حسن تدبیر سے فتنہ کو نہ اٹھو دے برائیوں کی چرک کی نفی الثوب سلیم العرض دینا
 رخصت ہوا ہو قلیل غیب ہو۔ خلافت کی زیر مظلوب کو جو عدل اور اقامت دین سے جس
 سختی ثواب جزا کا آخرت میں اور ثمرات جلیل کا دنیا میں ہونا ہے پہونچ چکا ہو۔ خلافت کے
 شر سے محفوظ رہے ہو۔ خدا کی اطاعت بجالایا ہو۔ اور تقویٰ کا مرتبہ حاصل کیا ہو اس کے بعد
 لوگوں کا یہ حال ہو کہ وہ جہاں تکوینی شاخ و در شاخ راہوں میں ایسے پریشان ہوں کہ نہ گمراہ و نہ راہ
 ہو سکے اور نہ راہ یاب کو اپنی راہ یافتگی کا یقین ہو سکے تو ایسے شخص کے نسبت کوئی ایمان دار
 کہہ سکتا ہے کہ وہ مصداق اس مسیح مثل کا ہے۔ ذرا تو انصاف کی آنکھیں کھولو۔ اے عالمین
 تو انکی آنکھیں کھول راہ انکو ہدایت فرما۔ انکے قریب مجیب۔ پھر بفرض محال اگر یہ کفر صحیح ہو
 تو اس قول کے نسبت جو آپ کے بزرگوں ہی سے ابن سہم نے ابتداء میں نقل کیا ہے اور فرمایا ہے
 والنقول ان المراد بفلان عمر او مختصر میں فرمایا ہے قیل ارادہ مدح عمر کیا فرمایا گیا وہاں تو
 نہ الزام ہے نہ مستغفری عرفی اس عبارت کو الزام یا سخر پر محمول کرنا مصداق مثل الغرین
 یثبت بلکہ حدیث کا ہے اور اس سے واضح ہے کہ حضرت اسجد ایسے برودات میں گرفتار
 ہیں کہ مفرد و مخلص نہیں سو جتنا ناچار رہے تو منکر کا تہ پانوار تے ہیں قال الفاضل
 مجیب۔ قولہ۔ بلکہ بعینہ اس جواب کو انج۔ اقول۔ ہاں بعض شیعہ سے نقل کیا ہے
 لیکن امامیہ کو اس جواب کی حاجت نہیں جیسا کہ جناب مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے
 یہ کہ انکی کتب میں اس روایت میں ابو بکر یا عمر موجود نہیں بلکہ لفظ فلان سے پس لائیں کہ

ابو بکرؓ مراد ہوں کیون نہیں جائز ہے کہ شخص دیگر مراد ہوں اور علیؓ انزل الکریمؐ یا عمرؓ
 مراد ہوں تو محمول علیؓ وجہ ہنصلاح جیسا کہ قول شارح علی المرتضیٰ جازان چسکون الخ۔
 اس جواب کو تنزیلی ہونے پر یاد آؤ بلند پکار رہا ہے پس تنزیلی جواب کو تحقیقی یا اصلی جواب
 سمجھنا اگر خاتم المسکین یا صاحب آیات بنیاس کی خوش فہمی ہے یقول العبد
 الفقیر الی مولانا الغنی جناب میر صاحب یہ جواب فرماتے ہیں کہ بعض
 شیعہ سے نقل کیا ہے یہ محض ایک کذب و افتراء ہے ہرگز کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو بعض
 بر وال ہو بلکہ الفاظ صاف اس امر پر وال ہیں کہ یہ سوال و جواب تمام اہل شیعہ کی طرف
 سے ہے جو شیخین کی برائی کے قائل ہیں کیونکہ اس عبارت میں واعلم ان الشیعہ اعداء
 ہمناسوا لافعالوا انھنہ المادح التی ذکرھا علیہ السلام حتی احدی الرجلین متافی
 ما اجمعنا علیہ من تحبطتھم و اخذھا مناصب الخلافۃ فاما ان لا یكون الکلام من کلامہ
 علیہ السلام و انیکو را حاصلا خطائہ احوالو امن و جمین لفظ ما اجمعنا علیہ او
 انیکو را اجماعنا خطائہ صریح دلالت کرتا ہے کہ یہ سوال تمام شیعہ کی طرف سے ہے جو شیخین کے
 تحبطہ کے اجماع میں شامل ہیں مسلک شیعہ کا اجماع بیان کرنا دلیل صریح اور کرم و مہم شہول
 کی ہے پس یہ آئی اور آپؐ کتبتودی صاحب وغیرہ کی خوش فہمی ہے کہ اس سے بعض
 شیعہ سوای اپنی مراد لیتے ہیں اور گبر و دار اہل حق سے قرار کر کے اس اجماع سے جو مبنائی
 اصول مذہب کے دست پر وار ہونے میں فاعتماد وایا اولے لایبصار علا و دلائل اس
 سوال کا مبنی اول وہ ہے جو کہ اول ابن مہتم نے لکھا ہے۔ والمقول ان المراد بفلان عمر دہر
 وہ ہے کہ جو لکھا ہے اقول مرادہ لایبے بلکہ استنبہ من مرادہ عمر میری وہ ہے جو کہ شرح
 لے اور جان کہ جو شیخ نے سوال اور کیا ہے کہ میں کیہ مراد جو حضرت علیؓ السلام نہ شخصوں کو کہ عمرؓ میں کیہ کے میں نہ تو انی
 اور کرمی الخ ہے جسیر ہنر انکو خطا کی طرف نسبت کرنے اور منصب خلافت میں لینے کی اجازت کیا ہے اس پر یا تو یہ کلام حضرت
 کلام نہیں لایا یہ کہ ہزار اجاح باطل ہے۔ پہرا سکا انہوں نے جو طرح پر جواب دیا ہے ۱۲۔

اوصاف مذکورہ میں اوصاف کرمی محال کو ایسے شخص میں منحصر اور متعین کیا کہ غیر خلیفہ کا خیال
 قطع ہو گیا اور یہ متینوں امور ظاہری کی بنیادی اعتراض بعض شیعہ غیر امامیہ پر نہیں ہے بلکہ ابن
 میثم نے یا انسا سلم بیان کیا ہے یا اپنی اکابر امامیہ سے نقل کیا ہے قطع نظر اس سے آپ ہی
 کی اکابر یہ فرما گئی کہ مطلق لفظ شیعہ سے امامیہ اور اثنا عشریہ مراد ہوتے ہیں بلکہ اگر آپ تابع فرمایا
 تو یہ بھی ثابت ہو جائیگا آپ کے اکابر تصریح فرما گئے ہیں کہ سوای امامیہ کے اور کوئی شیعہ ہی
 نہیں۔ چنانچہ ان ہی آپ کے حضرت علامہ کنستوری کی نسبت ہماری خاتم التکلیفین رحمۃ اللہ علیہ
 فرمایا ہے کنستوری در سیف ناصری انچہ در بارش بخت در وقت در مقابلہ رشید العلماء وہ
 کردہ ثابت نمودہ باشد کہ غیر اثنا عشریہ حقیقہ شیعہ نیستند و اطلاق لفظ شیعہ بر اثنا عشریہ
 پس جب لفظ شیعہ محض لفظ اطلاق امامیہ ہی مراد ہوتی ہیں ماسوا الا جمیع لفظ شیعہ سے کوئی لفظ
 عن الامامیہ شیعہ نہیں تو انجگہ اگر شیعہ مطلق ہو یا بعض شیعہ ہو تو لا محالہ مراد اس سے
 امامیہ ہو نہ کہ اور آپ کا کنستوری صاحب فرمایا کہ بعض شیعہ سے ماسوا ای امامیہ مراد ہیں ہر
 لغو اور باطل ہوگا اور علامہ کنستوری کا فرمانا کہ امامیہ کو اس جواب کے حاجت نہیں غلط ہوگا مہذب
 مسلم شیعہ غیر امامیہ مراد ہیں لیکن یہ کہنا کہ یہ تو جہات بعض شیعہ غیر امامیہ کے ہیں
 فرع اس امر کے ہی کہ یہ روایت ادنیٰ کہتا ہو نہیں موجود ہو اور جب تک یہ ثابت نہ کریں اس وقت
 اس توجیہ کو بعض شیعہ مجہول کی طرف نسبت کرنا بالکل بے سود ہے اور علامہ رضی کا بیج البتہ
 میں لکھنا ان فرق پر حجت نہیں ہے اور یہ کہنا کہ امامیہ کو ان توجہات کی ادسوف حجت
 ہر جگہ ادنیٰ روایت میں لفظ ابو بکر یا عمر ہو آپ کی اور آپ کے علامہ کنستوری کی غلطی ہے اگر ان فرق
 آپ کی روایت میں لفظ ابو بکر یا عمر بجائی فلان ہو اور آپ کے اکابر علماء ہی نے تصریح کی ہو یا نہ
 وہ اوصاف ہی یقیناً مبہم پر اس طرح دال ہوں کہ عرف ابہام و شرکت کی قطع ہو گئی ہو تو تب
 ہی یہ کہنا کہ محکوم حجتیاج جواب نہیں محض جواب سے پہلو تھی اور غلط سمجھا جائیگا طے فر
 تما شاہ یہ ہے کہ علامہ کنستوری نے توجیہ متصلا حناس و تجلاب قلوب کو یہی کذب ہی قرار دیا

جیسا کہ توجیہ توبیخ عثمان کی نسبت انکار کیا ہے لیکن ہمارے فاضل محبت توجیہ سے متعلق
 کہ شیعہ امامیہ کی طرف سے ہونی کی مشترکین اور فرماتے ہیں کہ اگر علی الترتیل ابو بکر یا عمر مراد ہوں تو محمول علی
 وجہ الاستصحاب جیسا کہ قول شارح جازانہ کن اس جواب کے متثر لی ہونی پر با وازیب
 بکار رہا ہے ہمنے مانا تشری سمہ لیکن علامہ ستوری کا یہ فرمانا کہ این ادھا کذب محض است بجا
 سامی کذب محض ہوا۔ را اس جواب کے متثر لی ہونے کی نسبت اول باب تمام عبارت ابن مہتمم
 ویکہ ہو اور یہ کسی حائل منصف سے دریافت ہی کچھ اور اس کے بعد کچھ قریبی قال الفاضل
 المحجب۔ قولہ۔ بعد اس کے صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وبعض ازمایہ میں گنتی
 کہ عرض حضرت امیر رضی اللہ عنہ توبیخ عثمان وقریش براہ بود۔ اس کے جواب میں علامہ ستوری
 فرماتے ہیں۔ یہ ایک از امامیہ میں توجیہ نکر وہ الخ جواب اس کے صاحب آیات بیات سلمہ فرماتے ہیں
 لیکن یہ جواب علامہ ستوری کا منسل پہلے جواب کے غلط ہے اور اس کو ہی ابن مہتمم نے نقل کیا ہے
 اقول۔ اگر عرض یہ ہے کہ امامیہ سے نقل کیا ہے تو محض دروغ ہے فرمے سے سچ ابن مہتمم
 موجود و کثیر الوجود ہے کہیں لفظ امامیہ کا نام و نشان نہیں ان بعض شیعہ سے نقل کیا ہے کل شیعہ
 کے قائل نہیں یہی کہ قول قطب راوندی خود پہلے نقل کر چکے ہیں اور یہ ضرور نہیں کہ شیعہ سے
 مراد امامیہ ہی ہوں امامیہ انص شیعہ میں بقول العبد الفقیر الی مولانا العبد
 یہی عرض ہے کہ شیعہ سے نقل کیا ہے چہ میں امامیہ ہی داخل بلکہ حسب دعای طائفہ و کمال میں
 درہم دروغ نہیں ہے دروغ یہ ہے جو آپ فرماتے ہیں کہ ان بعض شیعہ سے نقل کیا ہے
 سچ ابن مہتمم موجود شیعہ میں کثیر الوجود ہے اس میں کہیں لفظ بعض کا نام و نشان ہی نہیں
 بلکہ عم اجابوا کے منہم اور ان شیعہ کی طرف عائد ہے جو با قبل میں مذکور میں اور جو خطبہ شیعہ کے
 جامع میں شامل میں اور جن کو مذہب پر سوال اور ہوتا ہے تو مجیب ہی وہ ہی ہونی اور ان میں
 میں دست بر عم خود امامیہ اثنا عشر میں جو عند الاطلاق مراد ہوتے ہیں تو سوال اور جن میں
 ان شرک سے پہلے ہو کر۔ علی الخصوص جبکہ آپ کے علمائے نصرت کی ہو کہ لفظ طلاق

ابوبکر یا عمر مراد ہیں اور یہ امر خود بدیہی ہے کہ ایک قطب راوندی کا ایک قول میں منفرد
 ہونا ہرگز اس امر پر دلیل نہیں ہو سکتا کہ تمام فرقہ امامیہ سے کوئی اسکا قائل نہ ہو۔ پس یہ کہنا
 کہ یہ ضرور نہیں کہ شیعہ سے مراد امامیہ ہی ہوں یا نکل و اہلبات ہی بلکہ لامحالہ لفظ شیعہ سے
 اسجگہ مراد امامیہ ہوگا۔ **قول** اور نیز یہ توجیہ علی التنزل ہے نہ علم تحقیق اور یہ بات
 ظاہر ہے کہ تنزل و تقدیر پر جواب کسی فرقہ کیطرف سے دی جاتے ہیں کوئی اور کو اصل جواب
 اس مسئلہ کا نہیں کہہ سکتا اگر بالفرض شیعہ سے امامیہ ہی مراد ہوں تب ہی یہ اصل جواب
 نہیں ہے سنی علامہ علیہ الرحمۃ کا فرمانا کہ بچک از امامیہ این توجیہ نکرده با نکل مسجد درست ہے
اقول احوال سابقہ میں اس جواب کے تحقیقی ہونے کا اثبات اور تنزیلی ہونے کا ابطال
 ہم بیان کر چکے ہیں قطع نظر اس سے کہ کوئی قرینہ عبارت میں اسکو تنزیلی ہونے پر دلالت نہیں
 کرتا پس اسکی نسبت تنزیلی ہونے کا دعویٰ بالکل غلط اور بے دلیل ہے اور اگر بالفرض یہ جواب
 تنزیلی ہو تو یہی علامہ ستوری کا یہ فرمانا کہ بچک از امامیہ این توجیہ نکرده با نکل کتب و دروغ
 ہی کیونکہ یہ محض اس توجیہ کے وجود سے انکار ہے حالانکہ اسکا وجود علی سبیل التنزل مسلم ہے
 تو مطلق یہ کہنا کہ بچک از امامیہ این توجیہ نکرده دروغ ہوا۔ جو آپ فرماتے ہیں اگر یہ ہی
 نہ عاتما تو آپ کے علامہ یہ فرماتے بچک از امامیہ این توجیہ نکرده الا بن میثم کہ علی التنزل
 بیان کردہ مطلق انکار سے مستفاد ہوتا ہے کہ یہ توجیہ نہ علی تحقیق نہ علی التنزل بیان نہیں کیے گئے
 ثابت ہوا کہ شیعہ سے امامیہ ہی مراد ہیں اور یہ جواب تنزیلی نہیں اور اسکی نسبت علامہ ستوری
 کا انکار اسر غلط اور کذب ہے۔ **قول** یہ ہی واضح راہی عالی ہو کہ شارح ابن میثم علیہ السلام
 حکیم شربین اور بطور محالہ احوال مختلفہ عام شیعہ کو بلکہ اپنے دہشت جن جو اعتراض
 وارد ہوتا دیکھتے ہیں بلکہ اسکو فرض کر کے اپنی سمجھ کے موافق اسکا جواب لکھتے ہیں یہ آپ کے
 خاتم المتکلمین کی سمجھ کی خوبی ہے کہ انکو اصل تحقیقی جواب سمجھ کر الزام نقل کرتے ہیں
اقول۔ ظاہر اس عبارت سے مقصود اثبات عدم توثیق ابن میثم نظر ہے

اور یہ ثابت کرنا ہے کہ وہ طب یا بس احوال مختلف عام شیعوں کو نقل کرتے ہیں اور اپنی دلائل
 میں جو اعتراض وارد ہوتا دیکھتے ہیں اس کو فضا یعنی کذباً و افتراء شیعہ کی طرف منسوب
 کرتے ہیں اور اپنی سمجھ کے موافق اس کا جواب لکھتے ہیں تو ایسی احوال اور ایسی شخص کے احوال
 ازلانا نقل کرنا اور اصلی تحقیقی سمجھنا غائم التعلیل کے سمجھ کی خوبی ہے تو ابن میثم کی نسبت
 یہ دعویٰ محض کذب ہے کیونکہ جو علماء امامیہ نے ابن میثم اور ان کو شرح کی نسبت متناقض
 بیان کیا ہے میں ان کو خلاف ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ محیب الہیک کے نزدیک سب کذب و دروغ
 ہے ابن میثم کے علم و مرتبہ کے تو یہ حالت ہے کہ آپ کے قاضی سوستری نے مجالس المؤمنین میں
 اس کی تخریج اور حکمت پر آپ کے خواجہ خواجگان نصیر الدین طوسی کی شہادت بیان کی ہے اور
 شرح کی حالت یہ ہے کہ شارح نے اپنے شرح خطبہ میں خدا کے ساتھ عہد و عہدوں کیا ہے
 کہ سوامی حق کے کچھ نہ لکھو نہ ادریاصل کی طرف ہرگز میں نہ کرو نہ ادریہ اسلمی کہا ہو گا کہ کچھ
 عموماً علماء رشیدہ تعصب میں اگر نصرت حق چھوڑ دیتے ہیں اور اس کی عبادت یہ ہے نہ سرعت
 فی ذلک بعد ان عاھدت اللہ بجانہ انی لا الضریہ مذہبنا غیر الحق ولا ارتکب
 ہو ہی براحۃ احد من الخلق اور اگر آپ منبع فرماؤ گے تو معلوم کریں کہ آپ کے بعض علماء
 اپنی فہرست علماء میں ابنہ ہی لکھا ہے ومنہم الشیخ الحسن المیثم بن علی بن نصیثم الجہلی
 مصنف شرح نہج البلاغۃ و تحقیق از نکتہ بالذہب علی الاحدق لایا لجر علی
 الادواق پس جس مصنف کا یہ مرتبہ ہوا اور مصنف کی یہ حالت ہوا اس کو عدم توشیح کوئی بزرگ
 بیان کر سکتا ہے حضرت محیب کی اس تقریر سے اہل انصاف ملاحظہ فرما دیں گے کہ شنگنج
 ابحاث اہل حق میں یہاں تک تنگ آئی کہ راہ فرار جہات ستہ سے مسدود کیا کہ انہی عہدہ علماء کے

ابن میثم کی تخریج صحیح ہے کیونکہ ان کے خطبہ میں صراحت ہے کہ انہی عہدہ علماء کے
 کذب کی تردید ہے اور ان کے کتب میں کتب سبیل ساری ہے۔

سے اور میں نے اس شرح کو شروع کیا بعد اس کے کہ خدا سے عہد باندہ کہ جو نہ سب حق کے دوسرے بزرگوں کا داخل ہیں
 کیکی رعایت کیوچہ جو قرآن و حدیث نفسانی کو اختیار نہ کر دیا۔ ۱۲ علی بن محمد اور محمد بن علی بن
 میثم جو انی شرح نہج البلاغۃ کا مصنف ہے اور ان کا لکھوئی ٹیو نمبر سونے کے ساتھ لکھنے کے لائق ہے
 نہ کا قد و ن پر سیاہی سے ۱۲۔

عدم توثیق ثابت کرنے لگی اور اذکو حاطب السبیل قرار دینے لگی۔ تو جو امر الیہ شخص کے ہوتے
 سر ثابت ہوگا اور جو احوال الیہ مستند شخص کے الیہ ہوں اور مستند کتاب میں درج ہونے
 اہل حق اور الزام دینے میں کیوں درین کو نیکم۔ اور الیہ مستندہ نقل سے کیونکہ الزام تمام
 ہو سکتا الزام اول ہی مور سے ثابت رہتا ہے کہ جنکی نسبت خصم اعتراف کرے
 اور اس کے لئے مضر اور اہل حق کے لیج میس رہا اور بیان بحمد اللہ الیہا ہی ہے کہ شارح ابن
 کو نزدیک لفظ فلان ہی مراد یا ابوبکر ہے چنانچہ اسکی عبارت کو صاف واضح ہو اور یہی
 اسکی عبارت سے ہوا ہے کہ اسکی نزدیک قول دندی پسندیدہ نہیں اور نہ اسکی طرف سے
 اسکو میلان ہے تو اس صورت میں ہمارا الزام بحول اللہ قوت نام ہے اور آپکا اور آپکو گتوئی
 صاحب کا انکار نا واقفی ہے یا عناد۔ قول ابیہ سیب کے شارح علیہ الرحمۃ نے
 واعلم ان الشیعة قد اوردوا ہذا سولا الخ میں بطور محاکمہ فرض تسلیم قول نقل کر کے
 اسکو جواب لکھتے ہیں ورنہ آپ ہی فرمائی کہ اگر اس سے مرویہ امامیہ میں اور شارح کی تیز
 ہے تو کوئی شیعہ نے فلان ہی ابوبکر یا عمر یا ان دونوں میں سے ایک مراد لیکر یہ تو جہیں کہیں
 ہیں آخر جو شارح علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں تو کسی کتاب سے لکھتے ہیں یا یوں ہی خیالی کہوری
 دور اس میں اور شرح انج البلاغت ہی موجود ہیں اگر یہ قول شارح کا تحقیقی ہو تو چاہی
 کہ اور کیا یونین ہی یہ تو جہیں نہ کو یہوں ورنہ زبانی دعویٰ کون سنتا ہے اقول اگر یہ
 ہمارے فاضل مجیب کے رای میں محاکمہ کو علی سبیل الفرض تسلیم ہی سمجھتا ہم محاکمہ کی لکھ ضرور
 کہ علی ایک شخص ثالث ہوا یعنی کہ ایک مدعا کی نسبت ایک شخص کی صحت پر استدلال ہوا اور اگر
 کوئی شخص اسکا نقض و ابطال کرے۔ تبصرہ شخص ان دونوں خصمین میں قول فیصل لکھ کر
 حکم ہو سکتا ہے اسطرح مانحن فیہ میں ہی ہماری مجیب پر لازم ہے کہ اول ایک مدعا قرار دینا
 اور بعد اسکو دسپر خصمین بتویر فرمائیں پھر ان دونوں خصمین کے لیج شارح ابن منیم کو حکم
 قرار دیکر فرمائیں کہ اسکا یہ قول فیصل اس نزاع میں وارد ہے جب ہم یہاں تک کہ میں

تو دسج ہوتا کہ اول شارح ابن ہشیم سے بولے نقل کے بیان کیا کہ لفظ فلان سے مراد وہی
 پہراندہی سے نقل کیا کہ ایک شخص مہول اسم المسی صحابین سے مراد ہے پہراندہی سے مراد
 نقل کیا کہ وہ شخص مراد ہے جو کہ خلیفہ ہو چکا ہے لیکن بوجہ سلام ابو بکر و عثمان و علی و عمر
 مراد ہو کر پہر اپنے رائی کہ نسبت عمر کے ابو بکر کا مراد ہونا مستبعد بن ہے ظاہر کے بعد اسلی
 ترمج اوصاف بیان کر کے شیعہ کی طرف اعتراض اس بنا پر نقل کیا کہ لفظ فلان سے مراد
 ابو بکر یا مسرور بن ہیران ہی کی طرف سے مراد جواب نقل کیے تو اب فرمائی کہ محاکمہ شارح نے
 کہا کیا۔ اور خصمین کون کون ہیں۔ اور قول فضیل کونسا قول ہے جو شارح نے لکھا ہے
 اگر یہی دونو جواب قول فضیل میں وقوع نظر اس سے کہ فضیل اپنی طرف سے ہی ہوا ہے
 تمام الزامات کہ ب و دروغ کے جو خاتم المحدثین کی طرف نسبت کرتے ہتھوڑہ سب ان کے
 کہ ب و دروغ ہو گئی سوغض اس قول کی نسبت جو شارح نے نقل کیا ہے محاکمہ ذرفن نے
 کہنا مگر غلط اور ناواقفی ہے۔ اب رہا اس کے سوال کہ اگر یہ بطور فرض تسلیم کیا جائے کہ نہیں ہے
 اور واقعی نقل ہے تو تاؤ کہ یہ کہا نہیں منقول ہے اور کس سید نے لکھا اور کس کتاب میں مذکور ہے
 کیونکہ اگر تحقیق ہے تو لامحالہ یہ تو جہین کنا یونین مذکور ہو کر درندہ زبانی و دعوی کون سناتا ہے
 سواہل علم و انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ اس سوال کا ہمس کیا موقع تھا نقل تو آپ کے ابن ہشیم
 فرماتے ہیں اور آپ سوال ہم سے کہ ابن ہشیم حضرت میر صاحب فراموش کے بامین کیجے
 ہلکواس سے کیا عرض کر آپ کے فاضل متوجہ حکیم نے سچ کہا یا کہ جھوٹ بول دیا جب اس نے ایک
 امر کو نقل کیا۔ پس ہمارے لمبی حجت ہو چکا خواہ فی الواقع کسی سے منقول ہو یا نہ ہو اور کسی نے
 لکھا ہو یا نہ لکھا اور کسی کتاب میں مذکور ہو یا نہ ہو ہماری حجت ہر طرح تمام ہے بلکہ اگر آپ کا
 اور آپ کے کستوری کا فرمانا صحیح ہے اور فی الواقع کہیں نہیں لکھا تو یہ آپ کے فاضل متوجہ
 حکیم پر دوسرا دروغ گوئی کا الزام ہوا کہ خلاف واقع اپنے بزرگوں پر افتراء بانہی ہے میں اور
 اور ذمہ کی طرف وہ امور منسوب کرتے ہیں جو اوہنوں نے فرمائی نہیں لیکن یہ طریقہ کچھ بے ایمانی

بلکہ یہ ہم سر علماء شیعہ کا یہی ہی وتیرہ چلا آیا ہے متقدمین شیعہ ائمہ پر افترا باندھ چکے ہیں اور ائمہ
 اذکی تفصیل و کذب فرمائی ہے تو اگر شارح ایسا کیا ہو تو کچھ خلاف قوم کے نہیں کیا۔ بہرہ
 شارح کا لکھنا ہمارے لیے ثبوت مدعا میں کامل حجت ہو کیونکہ جب ایسی بڑے محقق دار شیعہ
 امامیہ اثنا عشریہ نے ایک سر کو بطور نقل کے بیان کیا یا خود اپنی رائے سے بیان کیا تو وہ ہم
 کو لیے حجت ہو گیا پس اسکی نسبت آپ کا یہ فرمانا کہ یہ خیالی گھوڑی دوڑا تو میں اور زبانی دعویٰ
 کون سنتا ہے ابن میثم کے خلاف شان ہو۔ لیکن آپ جس قدر چاہیں اور سپر تبرائیں جتنی
 چاہیں گا لیا دین اب الزام دہنا محال ہے۔ علاوہ ازیں میں کہتا ہوں کہ کیا ضرور
 اگر یہ تحقیق ہو تو کتنا اولین ہی مذکور ہو۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ او ان علماء امامیہ نے جو معاصرین
 ابن میثم تھے درس تدریس یا بحث گفتگو کے وقت یہ اعتراضات بھی ہوں اور یہ تو جہات
 زبانی کی ہوں۔ اور ابن میثم نے بطور نقل کے اور اپنی شرح میں درج کر دیا ہو اور کیا ضرور
 کہ اگر یہ اعتراضات و جہات شروع میں مذکور ہوں تو ہم یا آپ تک اذکی مطالعہ کی نوبت
 آدمی آخر حاصل مائنی نے اپنی شرح میں جو کچھ لکھا ہے اور اپنی نقیب ابو جعفر سے نقل کیا ہے
 اس سے ہی یہی مدعا تقریباً ثابت ہوتا ہے چنانچہ عبارت فاضل مائنی کی ہم قریب نقل
 کر آئی ہیں۔ اور علاوہ اسکی اور بھی شروع و تراجم اسکی میں اگر آپ کو تصدیق ابن میثم کی منظور ہو۔ تو
 اذکی تلاش و نتیجہ کچھ ورنہ آپ کو اختیار ہے ہمارے لیے بس ہماری الزام کی تکمیل کے واسطے صرف
 ابن میثم کا لکھ دینا ہی کافی ہے قطع نظر اس سے کہ جو سخت تعجب حیرت ہو کہ آپ ابن میثم سے
 قول کو جو شیعہ کی طرف نسبت کیا ہے ہم سے پوچھتے ہیں اور قطب راوندی کے ادس قول کو
 جو آپ کے نزدیک صحیح و مسلم ہے انہیں کو لکھ نہیں دیتے کہ وہ میں کیسا ابہام و اجمال ہے کہ جکا کچھ
 انتہا نہیں وہ فرماتے ہیں کہ مراد ایک رطل صحابہ سے ہے جکا نہ کچھ نام ہے نہ نشان ہے
 اب ہم اسکی نسبت پوچھتے ہیں کہ یہ شخص مدوح کون ہے جکی ایسی صفات کا ملکہ جابا سیر
 بیان فرمائی ظاہر ہے کہ ایسا شخص مجہول نہیں ہو سکتا جسکو کوئی نہ جانتا ہو پس اگر کوئی

میں مسلمان ہے تو متعین کر کے بتلا کر یا اپنے قطب الاقطاب سے رو بابت کچھ روز نہ تھا
 معلوم ہو گا کہ آپ کے قطب الاقطاب کے التزام کے خوف سے عقلی گھوڑی دوڑائی ہو گی تو ایسی زبان
 باتیں جب آپ کو ہم غیب اور متعین ہی نہیں سننی تو ہم کب نہیں کے قال القاضی لمحییہ
 قولہ۔ اور اس کے بعد میں صاحب تحفہ فرماتے ہیں وہند اشارتیں انج البانہ ان الاامہ در تعین
 فدان احدث کردہ انہ بعضے گفتہ اند کہ مراد ابو بکر ست و بعضی گفتہ اند عمر ست اس کے جواب میں
 سلا کیستوری چہا کر فرماتے ہیں۔ ان ندرا لافک میں۔ ازین نامی مایہ پر سید کہ کلام
 شارح المصنف گفتہ کہ مراد ابو بکر یا عمر ست۔ جواب اس کے صاحب آیات تیسارہ لفظ آخری خاتمہ علیہ السلام
 رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بجا تک نہ اہمات علیکم۔ یہ کہ مراد ازین شارح المصنف علیہ السلام
 انج۔ اقول۔ آپ کے خاتمہ الحدیث کے اس قول نے فیصلہ ہی کر دیا کہ کتب تنبیہ میں اس روایت
 میں کتب لفظ فلان ابو بکر نہیں ان اس کے مراد ہی معنی میں بقدر تسلیم و تنزل احتمال ابو بکر یا عمر
 لکھا ہے میں جاب معنی صاحب نے انہ نہیں کیا مگر لفظ ابو بکر بجائی لفظ فلان ہوئے لکھتے نہیں
 میں اسکا انکار نہیں کیا کہ معنی مراد ہی احتمالی میں ہی علی تقدیر تنزل ابو بکر یا عمر نہیں ہے
 یقول العبد الفقیر لے مولانا الغنی۔ سخت حرب اور نہایت تعجب ہے
 کہ آپ اس سلسلے اور سہل عبارتوں میں ایسا فاحش غلیظان کرنے میں۔ اسی اہل سنیہ و اہل اقصا
 و عمل خدا کے لیے ذرا ہمارے عجیب سبب کی اس تقریر کو ملاحظہ فرما دیں جس سے صاف معلوم
 ہو جائے گا کہ عبارت تحفہ کا مطلب سمجھ کر نہ کیستوری کے مدعا تک رسائی ہوئی نہ نہ ازلہ العین
 مضمون ذہن عالی میں آیا۔ یا یہ کہ مضمون سمجھ گئے ہیں لیکن اپنے دیانت و انصاف کے ساتھ
 سر لاچار ہیں معتقد اور اس کے ایسے حقائق باتیں نہ فرمائیں تو کیا کریں دیانت و انصاف کا
 نبوہ آخر کس دلیل سے ہو۔ اس قول میں ادل خلاصہ فاحش یہ ہے کہ فرماتے ہیں خاتمہ علیہ السلام
 کہ اس قول نے فیصلہ کر دیا کہ لفظ تسلیم کر لیا کہ کتب تنبیہ میں اس روایت میں لفظ فلان سے لفظ
 ابو بکر نہیں ناظر مراد ہی معنی کے نہ احتمال ابو بکر لکھا ہے حالانکہ کسی نے صاحب تحفہ نے

نصاب ازالہ النین نے اس امر کا دعویٰ کیا کہ کتب شیعہ میں اس روایت میں بجای لفظ فلان لفظ
 ابو بکر یا عمر مذکور ہے چنانچہ صاحب تحفہ نے بعد دعویٰ تحریف نسبت شریف رضی کے شرار کے
 یقین یعنی مرادی کو قرینہ اور دلیل ثبوت تحریف پر قرار دیا ہے چنانچہ علامہ دہلوی قدس سرہ
 الغریزہ تحفہ میں فرماتے ہیں: درین عبارت جناب امیر صاحب نہج البلاغہ کہ شریف رضی
 برای حفظ مذہب خود تصرّفی کرده لفظ ابو بکر را حذف نموده بجای او لفظ فلان آورده تا نیست
 تسک نتواند نمود لیکن کرامت حضرت امیر ائمتہ کہ او صاف مذکورہ صریح یقین مہم کیست
 چنانچہ بیان خواہ شد و ہم اشارہ میں نہج البلاغہ از امامیہ در یقین لفظ فلان
 اختلاف کرده اند بعضی گفته اند مراد ابو بکر است و بعضی گفته عمر الخ - اس عبارت سر صاف
 واضح طور معلوم ہوتا ہے کہ دعویٰ تحریف کر لیے دو دلیلین ذکر فرمائی اول یہ کہ اصناف
 مذکورہ یقین مہم کرتے ہیں دوسری یہ کہ شرار نے بطور بیان مراد کے ابو بکر یا عمر کو
 بیان کیا ہے اور یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ کتب شیعہ میں اس روایت میں بجای لفظ فلان
 لفظ ابو بکر اور جب کہ یہ دعویٰ مرادی ہونے کو تسلیم کر لیا تو گویا خصم کی دلیل کو قبول
 کر لیا اور دعویٰ ثابت مان لیا اور فیصلہ ہو گیا بشرطیکہ فیصلہ ہو جائے سر آپکی یہ ہی مراد ہو
 اور اگر فیصلہ ہو جائے کہ رفع الزام مراد ہو تو وہ قیامت تک ہی ممکن نہیں آخر آپ کے علامہ
 مستوری ایسی ہی ہر دہات میں گرفتار ہو کر سری ہی سے انکار کرتا شروع کر دیا کہ نہ
 ہمارے شرار میں نے لفظ فلان سے ابو بکر یا عمر مراد لی ہے نہ یقین احمد ہا میں اختلاف کیا
 نہ یہ تو جہیات مذکورہ جو اس امر پر مبنی ہیں کہ علماء امامیہ نے لفظ فلان سے ابو بکر یا عمر کا مراد
 ہونا تسلیم کر لیا ہے علماء امامیہ میں کسی سیاحت میں حالانکہ علامہ مستوری کا یہ فرمانا محض
 غلط اور کذب تھا اور یہ تو جہیات ابن سیثم نے نقل کے تہین اور اگر بغرض محال اسکو تسلیم
 کیا جا دے کہ یہ نقل نہیں بلکہ بچا لے نے اپنی طرف سے لکھا ہے تو یہی چونکہ بچا نے فضل بن عمر
 نامیہ سے ہے اوسیکا لکھنا ثبوت الزام اور انکار مستوری کے بطلان کے لیے کافی ہو گیا

دوسری خطا وہی قدیم خطا ہے۔ کہ اسکو تنزیل فرما رہے ہیں حالانکہ اس دعویٰ کے بموجب
 یہ کہ کوئی دلیل ہے نہ کوئی قویہ ہے بلکہ قطعی قرائن اسکی خلاف بر قاضی ہیں چنانچہ ہم پہلے
 عرض کر چکے ہیں۔ تیسری خطا نہایت فاحشہ و فاسد ہے کہ فرماتے ہیں کہ مفتی صاحب نے انکا
 نہیں کیا یہ نفاذ ہو یا نہ ہو بجائی لفظ فلان ہونے کا کتب شدہ میں اور اسکا انکار نہیں کیا کہ تفسیر لڑی
 احتمالی میں پہلی تفسیر تنزیل ابو بکر یا عمر نہیں ہے۔ اور یہ سراسر کذب و دروغ و خلاف واقع
 ہے اور مصداق سرعہ چہ ولا درست الخ۔ کیا ہی تحفہ کی عبارت موجود ہے اور کوئی کتب پر اسپر
 علامہ کنوری کی عبارت ملاحظہ کیجئے۔ آپ کی کنوری صاحب تحفہ کا قول نقل کر کے فرماتے ہیں
 قول۔ وہبہ اشار میں پنج البدعت از امامیہ در تعیین فلان اقتضائے ذہن بعضی لغتہ کہ مراد ابو بکر است
 و بعضی گفته اند عمر الخ۔ قولنا ان نہ الا انک مبین۔ انہین ماصی با یہ پس یہ کہ کہ امام شافعی
 امامیہ گھٹہ کہ مراد ابو بکر یا عمر است محال آنکہ قبل از بن ابی احمد یہ غیر از قطب راوندی کسی طرح
 این کتاب شریف نہ پرداختہ چنانچہ ابن ابی احمد یہ و اول شرح خود گفته و لہر شرح ہذا
 الکتاب قبلہما اعلامہ الا واحد و هو سعید برہقہ۔ اللہ بن الحسن الفقیہ المعروف
 بالقطب الراوندی و کان من فقہاء الامامیۃ انتہی و نیز ابن ابی احمد بدیش بن محمد بن محمد بن محمد
 بعد دعویٰ اینکہ گفتہ۔ فاما الراوندی فانه قال فی الترح اند علیہ السلام مدح بعض
 اصحابہ بحسن السیرۃ وان الفتنۃ ہی التي وقت بعدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 من الاختیار والاشترق۔ جس شخص کو ذرا ہی عبارت سمجھنے کی تیز ہوگی وہ تحفہ کی عبارت سے
 سمجھ سکتا ہے کہ علامہ راہوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول میں فرمایا ہے کہ شافعیین پنج
 کا امامیہ میں سے باہم اختلاف ہے بعض کہتے ہیں لفظ فلان سے مراد ابو بکر ہے اور بعض کہتے ہیں
 کہ مراد عمر ہے۔ پس اس قول میں بصراحت اس امر کی نسبت دعویٰ ہے کہ کتب شدہ میں
 لفظ فلان سے بطور مراد کے یا ابو بکر یا عمر مذکور ہیں۔ بجواب اسکی علامہ کنوری نے اس
 دعویٰ کی تکذیب کی اور فرمایا۔ ان نہ الا انک مبین یعنی یہ دعویٰ ظاہر ہوتا ہے

اس نامی سے پوچھنا چاہیے کہ کوئی شارح امامیہ نے کہا کہ مراد ابو بکر ہے یا عمر۔ تو اس عبارت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ لفظ فلان سے ابو بکر یا عمر مراد ہونی کی تکذیب ہر اور تحفہ کی عبارت میں۔ اس امر کا دعویٰ کیا کہ کتب شیعہ میں بجائی لفظ فلان کے لفظ ابو بکر یا عمر اس روایت میں موجود ہے اور نہ علامہ کنزوری کی تکذیب اسکی طرف راجع ہر پس آپکا یہ فرمانا کہ مفتی صاحب نے انکار نہیں کیا مگر لفظ ابو بکر بجائی لفظ فلان ہوئے لکھتے شیعہ میں رنج سرا سر دروغ مفروض ہے کسی ایماندار اہل شرم و حیا کا یہ کام نہیں کہ ایسا صریح دروغ بمقابلہ خصم پیش کرے لیکن چونکہ آپکو خوف خدا اور اہل علم سے شرم و حیا غایت درجہ کو ہے کہ کسی کو ایسی نہیں ہو سکتی اسلیے آپ جو چاہیں کریں جو کچھ چاہیں فرمائیں۔ **قال القاضي المجیب**۔ قولہ۔ زیر الکمراد ازین الخ۔ اقول۔ آپ کے خاتم المتکلمین کے یہ تقریر کیا ملمع کار ہے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ اس شارح علیہ رحمۃ کی اور شارح امامیہ نے بھی یہ توجیہ ہو گئی سالہ دینے میں ایسی تقریریں کرنے اہل دیانت کا نہیں بلکہ خاتم المتکلمین نے نہایت چھان بین کی اور بہت سی کتب کے اوراق گردانی تو کتب اول کو اس شرح میں یہ توجیہات علمی سبیل سلیم والتزلل ہاتھ لگیں اول تو وجہات کو جو بتقدیر سلیم تنزل کے گھر میں اور وہ بھی عام شیعہ کے میں شرح میں لفظ امامیہ کا نام نشان تک نہیں ہے الزاماً بمقابلہ خصم پیش کرنا کمال دانائی ہے اور اوسے لفظ مثل زیادہ کرنا اور طرہ ہے۔ **يقول العبد الفقير الى مولاه العتق**۔ اول جواب حضرت علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے آپ کے کنزوری نے اسکا صاف انکار کر دیا تھا سواؤ کا انکار کچھ پیش کیا۔ اور وہ اپنے اس انکار کے سزا پا چکر جو اہل شرم و حیا کے لیے بہت کچھ ہے تو انکی سلب کلمے کے مقابلہ میں اوسکر نقیض ایجاب خبری ثابت کر گئے۔ بلکہ ثابت ہوا کہ انکا انکار محض تصور متبع سے یا عناد سے ناشی تھا اب اپنی اسکا انکار فرمایا کہ سوائی بجزائے کے اور کسی شام نے نہیں لکھا ہے اور حضرت خاتم المتکلمین نے

لفظ مثل کاذباً خلاف دیانت بڑایا افسوس کہ آپکو علامہ کنستوری کا حال دیکھ کر عبرت
 نہوئی اور علامہ کنستوری کے طرح بے تحقیق انکار کر دیا۔ اول بیخ البلاغت کی تمام شرح
 و تراجم ملاحظہ فرمائی اس کے بعد اگر انکار فرمادیں گے تو قابل جواب ہوگا میں یہ کیا کہیں
 کہ آپ نے جمیع شرح و تراجم بیخ البلاغت کے ملاحظہ نہیں فرمائی ہونگے اسلیٰ عرض
 کرتا ہوں معاملہ دینی میں ایسی تقریریں کرنا اہل دیانت کا کام نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اگر
 بحث میں جو عبارت کہ حضرت خاتم التکلیفین نے فاضل مدنی کے شرح کی نقل کی ہے
 اس سے صاف واضح ہے کہ وہ اور اسکا استاد نقیب ابو جعفر بھی اس امر کے قائل
 ہیں کہ مراد لفظ فلان سے ابو بکر یا عمر ہیں نہ انسی کہتا ہے کہ نقیب شرم کہ تعریض کا فرق
 درست پیشو کہ مدح شخص رضی مطابق نفس المراد وہ سچ شکر و تریدی سیرسون آن نگردد
 چون جناب امیرامین اوصاف معترف شود غایت مدح خواہ بود کہ بالا ازان باشد
 نقیب سر بکریان فرو بردہ بعد مال گفت راست میگوئی۔ انتہی۔ اگرچہ اس عبارت میں
 بصراحت نام ابو بکر یا عمر کا نہیں ہے لیکن چونکہ اس اعتراض کا مدار اس کلام کے تعریض ہونے
 پر ہے اور ظاہر ہے کہ تعریض جناب ذی النورین کو ہوگی اور یہ بھی بدیہی ہر کہ انکا تعریض
 بجز ذکر محاسن احد خلیفین سابقین کی نہیں ہو سکتی تو ثابت ہوا کہ اصل کلام بیان
 محامد احد اشخیں کو متضمن ہے اور حاصل اسکا وہی ہے جو بحرانی نے اپنی جواب الثانی
 میں نقل کیا ہے۔ الثانی انہ جازان لیکن مدحہ ذلک لاحد ہائے معرض تعریض
 عثمان الخ و نیز خود حضرت خاتم التکلیفین رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کے اچھن تصریح
 لکھا ہے و از کلمات دیگر شارحین و مترجمین ابن کتاب از امامیہ ہم ترجمہ صدیق
 ایک لکھنوی علی المتبعین لیکن چونکہ علامہ کنستوری کی تذبذب بحرانی کی نقل سے
 بخوبی ہو چکا ہتی اور شارحین سے نقل کے حاجت نہوئی۔ معہذا کیا یہ خاتم التکلیفین کا
 لفظ مثل لکھنا آپ کے اور ایک علامہ کنستوری کی تقریرات سے بھی زیادہ خلاف دیانت ہر

کہ بدارتہ کذب اور دروغ و عوسے فرماتے ہیں کہ میں کہتے ہیں کہ کسی شارح نے لفظ فلان سے ابو بکر
 یا عمر کو مراد نہیں لیا کہ میں کہتے ہیں کہ یہ اوصاف کینی ابو بکر یا عمر پر محمول نہیں کیے کہی فرماتے ہیں
 کہ یہ توجہیات و اعتراض کہ عالم انامیہ نہیں کہیں یہ اس پر فاضل مجیب شاہ چڑھاتے
 ہیں کہ مفتی صاحب نے بجائے لفظ فلان کے ابو بکر یا عمر مراد ہونے کے سوا کسی اور کا انکا
 نہیں کیا حالانکہ اچھا اور بکر علامہ ستوری کا فرمانا بدارتہ خلاف واقع ہے یہ تعجب اور
 کہ با اینہما دعای انصاف یہ تفسیرین خلاف دیانت نہیں معلوم ہو تین آدمی - ع -
 و تین الرضا من کل عیب کلید - رہا توجہیات کا بتقدیر تسلیم و تنزل ہونا اور عام شیعہ
 کطرف منسوب ہونا سوا اس کا جواب ہم پہلے اس سے گذارش کر چکے ہیں حاجت اعادہ نہیں قولہ
 معندہ اپنی خاتم المتکلمین کے اس قول کا یہی جواب سنی قولہ زیرک الخ - اقول کلام ابو بکر
 یا عمر کے یقین جتنی میں سلسلہ ہرگز شرح ابن مہیثم علیہ الرحمۃ موجود نہیں ہے بلکہ پہلی معلوم
 ہو چکا ہے کہ بھرانے علیہ الرحمۃ نے اول قول قطب راوندی علیہ الرحمۃ بیان کیا ہے - تاکہ
 معلوم ہو کہ مراد ابو بکر و عمر نہیں ہے اس کے بعد قول ابن ابی الحدید نقل کیا ہے کہ وہ بعض وجوہ پر
 حضرت عمر کو ترجیح دیتے ہیں کہ یقین ختم کرتا ہے یہ علی التذلل بطور فرض تسلیم قولی لف
 یعنی ابن ابی الحدید فرماتے ہیں کہ در صورت ان ہر دو کے مراد ہونیک بعض وجوہ سے حضرت
 ابو بکر ترجیح رکھتی ہیں بشرطیکہ اس کو استہانہ سمجھا جاوے پس اس کو یقین جتنی ابو بکر یا عمر
 قرار دینا کمال ہی دانائی ہے اقول جناب میر صاحب میں بخلاف کہہ چکتا ہوں
 کہ یہ پہلی تحریر چونکہ اول سے آخر تک ایسی ہی خرافات اور واهیات سے بھر ہوئی ہے
 ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ کوئی اہل علم اس کے جواب میں تسلیم اوٹھائی مگر ہکو اپنی خستہ و
 گراشتادار پس خاطر عنایت فرمائی بندہ منشی عنایت احمد صاحب گنگوہی تسلیم کہ یہ سائنہ
 مجبور کر دیا اور تجر امتثال کے کچھ ہکو چارہ نہیں ہو سکا ناچار تسلیم اوٹھنا پڑا کیا نصاف
 اس کا نام ہے کیا دیانت اس کو کہتے ہیں کہ بدن شرح ابن مہیثم دیکھو اس کی عبارتی

توجیہات یکایک تزییات بلکہ کذب قرار ہے بن شراح ابن میثم نے اول میں قول قطب راہی
 اپنی شرح میں کہاں لکھا ہے سب سے اول قول جو لکھا ہے یہ ہے والقول ان المراد بقلا
 خمس جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعین حتمی ہے اور موجب ہر ایک قائمہ کے دولت
 کرنا ہے کہ قطب راہی کا قول قابل اعتبار کے نہیں اور اس کی تائید ابن ابی عمیر
 سی کا کہ وہی اس امر کا قائل ہے کہ مراد لفظ فلان سے حضرت عمرؓ ہیں اور بعد اپنی راہی ظاہر
 جو قطب راہی کے قول کے سرسبز کذب ہو اور کبھی کہ میں کہتا ہوں کہ ابو بکر کا سراد ہو یا ب
 عمر کے زیادہ متاثر ہوتا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قولین اولین جو حضرت
 عمر کی مراد ہونے پر وال میں وہی چند ان بعد عن الحق نہیں صرف ہر شبہ اور شبہ بچوں کی
 فرق ہے جو اول افضل التفضیل کا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ مراد احد ہا مستلزم مراد آخر کی لفظ
 فلان کے کسی کو نہیں میں سے مراد سلیم کو تو دوسری مراد ہے یا مستلزم ثابت ہو جائیگا
 لیکن قطب راہی کے قول کی سرسبز کذب ہی پس جو کچھ نسبت مراد ہونی اہل شیعہ کے
 بیان کیا ہے وہ بڑا شبہ ہے مفوضاً اوصاف مذکورہ کے جو شرح کی ہے اور چونکہ
 یا تاویل کی گواہی ہے باقی میں چوڑی شرح اوصاف میں صاف ثابت کر دیا کہ مراد
 ان سے کوئی خلیفہ ہے۔ اچانکہ فرض حال چنے تسلیم کیا کہ تعین حتمی نہیں ہے لیکن شراح
 کسی طور پر آخر تعین کو بیان تو کیا ہے جس سے مدار کنویری کا اور اس کی نسبت مراد فلان کا
 ان کی فاضل فاضل ہے یا نہیں پس اگرچہ باقون شرح اگر آپ چاہیں کہ اصل جو کلام
 اور جواب دہ یا آپ کے مدار کے مستند رہی کے بان الزام سے جو کلام حتمی نہیں ہرگز ممکن نہیں
 بلکہ صحت آپ اس کی حمایت فرمائیں اور یہ الزامات زیادہ ہوتے جائیں گے چنانچہ آپ اس بحث
 میں دیکھ ہی رہے ہیں ابھی آگے صاف دیکھ دیا و مضمون سے تو یہ چاہی ورنہ آپ کو کیا
 یہاں سے تا الیوم غرض۔ حقیقی معنی اہم کہتے ہیں کہ اگر شراح بکوائی علیہ الرحمۃ
 فرمایا توجیہات بدون غرض و حکیم تحقیق ہے کی چون اور ان کو نزدیک یہ اصلی ہی

جواب ہوں اور جناب مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے اس شرح کو ملاحظہ فرمایا ہو تو کوئی نسخہ
عیب و نقص کی بات ہی یہ کیا ضرور ہے کہ ہر عالم کی کتاب اور اس کی تحقیق حجت منظر
آپ کو خاتم المتکلمین نے ازالہ الغنہ میں محض اپنی اس توہم سے کہ جناب مفتی صاحب نے اس شرح کو
نہیں دیکھا کیا زبان درازی اور ہرزہ ورائی کی ہے وہ شور و غل مچایا ہے کہ زمانہ کو سر
اڑھایا ہے حالانکہ ایک کتاب کا نہ کھینا یا بروقت تحریر اس کے مضامین کا یا دہنا کچھ بڑی
بات نہیں محض اس توہم سے انکو پایہ تصنیف و تالیف سرگراتے ہیں اور صاحب تحفہ کی ضر
ر نہیں لیتے اور کتب تو ایک طرف اپنی والدہ ماجدہ کی ہی کتاب ملاحظہ نہیں فرمائی کتاب ہی
کو نسخہ جکا اور دیکھو خود حوالہ دیتے ہیں کہ اگر کوئی ان مضامین کو دیکھنا چاہی تو اس کتاب میں
دیکھ کر حیا نہ کی جگہ کسی سر میں انکی یہ بات ثابت کی گئی ہے۔ اور نیز اکثر صحابہ بلکہ
حضرت خلیفہ ثانی جنکو کتاب اللہ والی کا یہ دعویٰ تھا کہ بمقابلہ حکم آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم جسنا کتاب اللہ فرمایا قرآن شریف کی آیت جس میں آنحضرت کے موت کا ذکر ہے بخبر
ہوں اور بیان کرنے خلیفہ اول کے کہیں کہ گویا آج ہی سنی ہے اونکو شائین کچھ
چون و چرا نہ کریں اور سند خلافت و امامت بے تکلف و بدین۔ ان ناالاشی عجب اب
اور یہ حال اکثر کتب میں موجود ہے اگر حق تعالیٰ کو شک ہو تو مدارج النبوت جلد دوم صفحہ ۱۵
مطبوعہ مطبعہ فخر المطابع ہے مطالعہ فرمادیں چونکہ عبارت طویل ہے اس لیے ہم نہیں لکھتے اور
خلافت کا اہم مقام دین ہونا ہی اس مقام میں لکھا ہے اشول حضرت فاضل
مجید کے سبب فہم و انصاف نے بیان ہی اٹھو کہ کہا بی اور ایسی اٹھو کہ کہہ بی کہ کہہ
کرل آیا۔ حضرت پیرنشا اترض سمجھو بلکہ اول عبارت تحفہ دیکھی ہے اس پر مفتی صاحب کا
جواب بغور ملاحظہ فرمائی پھر خاتم المتکلمین کے اعتراض کو بغور ملاحظہ فرمائی اور اس پر جواب
دیکھیے۔ اول حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ العزیز نے تحفہ میں فرمایا کہ امامیہ شرح
نبی البلاغت نے لفظ فلان پر جو پنج البلاغت میں بطور تحریف واقع ہے تین جہوں میں

اختلاف کیا ہے یعنی کہتے ہیں کہ مراد ابو بکر ہے اور بعضی کہتے ہیں کہ اس سے مراد عمرؓ ہے
 اگر ملاحظہ کریں تو یہی فرماتے ہیں کہ یہ سراسر جوہر ہے کسی شارح امامیہ نے مراد ہونا لفظ اذان
 ابو بکر یا عمرؓ کا بیان نہیں کیا دہہ عبارت - انھن الا اذک مبین اذین نامعی ابو بکر
 کہ کہ ام شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابو بکر یا عمرؓ است الخ اس پر حضرت خاتم المسکین رحمۃ اللہ علیہ
 علامہ ستوری کی تکذیب فرمائی اور باین عبارت فرمایا - قوله ان هذا الاذک مبین اول
 سجاہک ذہبتان عظیم - زیرا کہ مراد اذین شارح امامیہ مثل بجائی ہستند ولیکن چون
 این بے نصیب کتب مذکورہ نہ یہ میگوید کہ کہ ام شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابو بکر یا عمرؓ است
 اینک عبارت نہیں الحکماء و المتجربین کمال الدین مذکور بلگوں خود بشنو و خاک زلفت خود
 برزیدہ اس مذکورہ تصنیف بزرگداشت نقل الخ - اس طرح اور چند جگہ آپ کے مفتی صاحب نے حضرت
 خاتم المسکین کے اس بحث میں تکذیب کی اور اپنا بھر جتا یا اور حضرت خاتم المسکین نے
 اسکو جواب میں آپ کے مفتی صاحب کی تکذیب فرمائی اور ابن عثیم کی عبارت نقل کر کے
 اذکر دعویٰ بجز کو توڑا - اب بعد اس نظیر کے آپ اپنی جواب کو مطابقت بجز و خیال فراموش
 کہ آپ کو جواب اور معارضات کو اس سے کیا ربط اور کیا مناسبت ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ آپ
 اسکو جواب میں فرماتے ہیں کہ اگر بحوالہ کی نزدیک یہ توجہیات تحقیقی اور اصلی جواب ہوں
 گویا اذکر نزدیک بدون منزل استہزار کے ممدوح ان اوصاف عالیہ کے اور مراد لفظ اذان
 سے حضرت ابو بکرؓ یا عمرؓ ہی ہوں اور فی الواقع معنی صاحب نے شرح ابن عثیم مذکور
 کو کو شریب اور نقص کی بات ہے ایک کتاب کا نہ کہتے یا رقت تحریر اسکو مضامین کا
 یاد نہ تھا کچھ بڑی بات نہیں کیا ضرور ہے کہ ہر عالم کی کتاب اور اسکی تحقیق سمیتہ نظر ہے لیکن
 ہم کب کہتے ہیں کہ شرح ابن عثیم کا نہ کہنا کچھ سبب اور نقص کی بات ہے اور ہم نے اور ہمارے
 خاتم المسکین رحمۃ اللہ علیہ نے کب کہا ہے ایک کتاب کا نہ کہنا یا اسکو مضامین کا رقت
 تحریر یاد نہ تھا کچھ بڑی بات ہے اور ہم نے کب دعویٰ کیا ہے کہ ہر ایک عالم کی کتاب

اور اسکی تحقیق ہمیشہ مد نظر رہنا ضرور ہے ہمارا اور ہمارے خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ کا ہر حق
توہید ہے اگر مفتی صاحب نے شرح ابن بیثم نہیں دیکھی تھی یا اگر کو یہ مضامین یا وہ نہیں دیکھے
تو یہ زبان و رازی اور ہرزہ درائی کیوں فرمائی کہ کہیں فرماتے ہیں - ان بدالہ انکسین
ازین نا صبی باید پرسید کہ کلام امامیہ گفتہ کہ مراد ابو بکر یا عمر است رکبیں لکھتے ہیں این ادعا
کذب محض است کہیں فرماتے ہیں - ثبت الدلائل فی القش - اول الیمنی با ثبات باید سانیہ
کہ مراد از لفظ فلان درین کلام ابو بکر است الخ - اور کیوں ایسا وادیا کیا کہ زمانہ کو سراپا دیا
جس سے کلام معلوم ہوتا ہے کہ مفتی صاحب نے تمام شروع پنج البلاغت کا ملاحظہ فرمایا ہے
اور تمام شروع کے مضامین اور تمام شراح کی تحقیقات ضبط اور محفوظ ہیں اگر آپ نہیں
جانتے تھے تو لفظ فلان سے شیخین کے مراد ہونے کا انکار اور کلام امامیہ کی توجہات کرنے
کا انکار کس بنا پر کیا اونکو تو دعویٰ تمام شروع کے دیکھ کر اور تمام مضامین کے مستخرج ہونے
کا ہی - اگر باوجود اس بجا نہی کی وہ سمجھتے ہوتے کہیں نہیں جانتا ہوں تو اس شدہ و مدہ کو کتب
انکار کرتے بلکہ یہ کہتے کہ میں نے سوای ابن ابی الحدید کے دوسری شرح نہیں دیکھی یا تمام شروع نہیں
بائیں اس دعویٰ کی تصدیق دیکھ کر نسبت کچھ نہیں کہہ سکتا یا یہ کہ تمام شروع دیکھی
ہی مگر اس موقع کے مضامین مجھ کو یاد نہیں رہی اسے غیر ذراک اور اس میں چند ان نقص
وعیب نہ تھا اگرچہ اس قدر تو اس میں ہی خلل تھا کہ جب کتاب تصنیف فرماتے بیٹھے اور خصم
کو جواب دینی کا ارادہ کیا تو کیا مشکل ہے کہ شروع پنج البلاغت کے اس موقع خاص کو
دیکھیں خصوصاً ایسا امر کہ جب پیر بطلان مذہب کا مدار ہو اور بقول آپ کے بعض شروع ہی
بچھین یہ توجہات نہ کر ہوں نا یا یہ ہوں تو بڑی افسوس کی بات ہے کہ کتاب کہہ لکھ کر کچھ
لین اور یوں ہی دعویٰ فرمائیں جس سے معلوم ہو کہ انکا علم تمام شروع کو مضامین حاد
ہو پس جس طرح رہے کہ نہ اگر مفتی صاحب نے اپنے بجا نہی کا اظہار کیا اور نہ اعتراض علم
علم پر ہی بلکہ محل اعتراض مفتی صاحب کا دعویٰ جو ہے کہ باوجود نہ جانتی کے اپنا علم

و نیز کہ باد افترا و جلا ہی میں اسپر آچکا یہ جواب دینا کہ نہ جاننا کچھ عیب کی استغناء ہے
 نہ محفوظ رہنا کچھ بڑی بات ہے یہ ایسا جواب ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی
 مفتی صاحب کی عبارت کو ہی نہیں سمجھتے ورنہ اتنا تو سمجھتے کہ اعتراض سے بھاننا ثابت ہوتا کہ
 یا جاننا اور ارادہ العین کی عبارت کو ہی نہیں سمجھتے اور نہ اس جواب کو ان کی کچھ لفظوں سے
 علاوہ ان میں اس تقدیر پر کہ بخلافی نے جو کچھ تحریر فرمایا وہ تحقیقی اور رافضی ہو اور ان کی نزدیک
 یہ جواب اصلی جواب ہوں اور مفتی صاحب نے شرح ابن میثم کو ملاحظہ فرمایا ہو یا اور اگر
 مضامین ان کو یاد نہ رہی ہوں حسب بیان علامہ ابن میثم یہ اعتراض ان المادح الخی ذکرہ
 علیہ السلام فی حق احد الرجلین بیانی ما اجمعنا علیہ من خطیئہم ولتخذہما نصب
 الخلافۃ فاما ان لا یكون الکلام منک لک علیہ السلام اذ انیک و نجا ہما خطا
 دار ہوتا ہے اور علامہ بخلافی نے خود جواب شیعہ سے نقل کیے ہیں وہ جواب بدلتہ معلوم ہوتا ہے
 کہ ہرگز صاحبیت رفع اعتراض کے نہیں رہتے چنانچہ حضرت صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہ نے
 دلائل سے اس امر کو ثابت کر دیا ہے تو اب فرمائی کہ ہر دو امور مندرجہ اعتراض میں سے کس کو
 اختیار فرمائے گا کیا آپکا اجماع خطا پر ہے یا یہ کلام جناب امیر کا کلام نہیں ہے اور
 شریف رضی نے من تلقا النفس کذباً بڑا دیا لیکن یہ تو مفسح ہے کہ شریف رضی تو دیر
 راستہ ایسی کلام کو جو صریح مباح نہیں پر دلائل کر کے اپنی خلاف مذہب کیوں بڑا لیا
 احتمال ہوتا ہے، مذہب میں تو ہو سکتا ہے اور منافیات مذہب میں یہ لہر بالکل مفقود ہے نہ تو
 کا عذر غیر سبوح علی الخصوص صاحب شیعہ پر بخلافی لکھا ہوا انگلیا کہ لفظ فذلک کے پہلے
 لکھا ہے نہ شریف رضی کے بڑا لی اور اس کلام کے جناب امیر کی کلام ہونے کا تو
 احتمال باطل نہ تو ثابت ہوتا ہے ہوا کہ آپکا اجماع خطا پر واقع ہے۔ ہوا مطلقاً۔ اگرچہ
 کہ دوش سوانہ کی عبارت سے بھی باطل ہو گا کہ چھ لیکن ادا تفصیل سے معنی کر ادا ہوا
 جناب نے حضرت صاحب تحفہ قدس سرہ العزیز کی نسبت اپنی والدہ ماجدہ کی تصنیفات مذکورہ

بارہ میں فرمایا اور فرمایا کہ ہم کئی جگہ اس سر میں ہم اثرات کر چکے ہیں۔ پس اس کا جواب
 تو یہ ہے کہ یہ بعض جناب کی خوش فہمی ہے کہ آپ نے اپنی عادت کے موافق عبارت
 از ادب استخفاف کے خطاب سمجھ کر میں غلطی کی تھی چنانچہ جس جگہ اس سر میں آپ نے یہ خود
 فرمایا ہے وہیں ہم ہی بخوبی اور سکو باطل کر آئی ہیں حاجت ادا وہ نہیں ہو۔ خود میرا حاشہ
 آپ نے حضرت خلیفہ فاروق رضی اللہ عنہ کے نسبت آیت قرآنی متضمن موت آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم یاد دہانی کی بابت فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ اول نسیان کس قدر دیکھ
 محل اعتراض نہیں یاد آتا ہے کہ بعض شیعہ نے نسیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 پر یہی جائز رکھا ہے۔ خود جناب امیر شیطان لعین کے مہلت یافتہ ہونے کو یہی ہوتی
 ہو اور ابلیس کی تعین سے مستفید ہوتی۔ اور نہ خاتم المتکلمین کا اعتراض نسیان کو بابت ہو
 پس جب نسیان سنانی ہوتے ہیں تو مناقض خلافت کیونکر ہو سکتا ہے۔ مہندہ حضرت
 فاروق رضی اللہ عنہ کا نسیان بوجہ حدیث ہوئی زیادہ فائدہ سہرورد کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
 کو پیش آیا تھا۔ مگر آپ کو مفتی صاحب پر کیا مصیبت پڑی اور ان کو کیا حد مد پیش آیا
 جس کو ان کی ہوش و حواس سلب ہو گئی اور باختہ حواس ہو کر یہ غفلت طامی ہوئی یا نسیان
 پیش آیا اگر حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ العزیز کے اعتراضات کا حد مد مصیبت ہو
 اور ان کا وارعضال ہونا اس کا باعث ہو تو ہم ہی آپ کو مفتی صاحب کو معذور سمجھتے ہیں علامہ ازہرین
 اس موقع میں کہ جو جناب مفتی صاحب کو پیش آیا اور دوسری مواقع میں کہ جس جگہ کتب کا
 نہ دیکھنا یا مضامین کا یاد نہ رہنا کہ عیب یا نقص کا باعث نہیں سمجھا جاتا بلکہ بعید ہے
 وہ یہ کہ جس جگہ کتب کا نہ دیکھنا یا وقت تحسیر مضامین کا یاد نہ رہنا عیب نہیں سمجھا
 جاتا وہ موقع ہے کہ چنانچہ فیما بینہما قسطنطنیہ ہو کہ اس سے اون مضامین کی طرف
 انسانی ذہن کا کم ہو اور انتقال منکر کا ادھر سے او دھر نہ ہو ایسی مواقع میں اگر
 وقت تحریر مضامین یاد نہ رہے یا کتاب کو نہ دیکھ تو معذور سمجھا جاسکتا ہو اور یہ موقع جو

و عقل و کسایت بخوبی معلوم ہو سکتا ہے حالانکہ اس بحث کی غلطیوں کا بھی استیفاء نہیں کیا گیا
بقول العبد الفقیر لے مولانا الفتنہ - بحول اللہ تعالیٰ و قوتہ استقامت کا یا
 علم و دیانت و فہم و فراست ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ کسی پر مخفی نہیں رہ سکتا یہی جماعت مصداق
 ید اللہ علی الجماعۃ و غضب اللہ علی من خالفها کے ہے۔ ان علماء اثنیہ کا
 پایہ علم و دیانت و فہم و فراست قابلِ تمشاہد ہے کہ جن کو اکابر مذہب اذنیٰ زعم میں ہوتے تھے
 کہ بر دی میں مخفی رہے اور مذہب کو دانا کا صند و قیام تھے۔ یہ بند کہا سو بحمد اللہ فریقین کے علم
 و دیانت اور فہم و فراست کی حالت اسی بحث سے بخوبی معلوم ہو سکتی ہے بشرطیکہ
 انصاف کا چشمہ چشم بصیرت پر لگا کر دیکھا جاوے **قول** اگر کسی قدر اس بحث کی
 مفصل جواب میں بیان ہوا ہے کہ علاوہ خلاف واقع بیان کرنے وغیرہ کے علم
 و فضل کا مرتبہ ہی بدرجہ کمال حاصل کیا ہے۔ یہاں تک کہ جو بایں کہ دریں خوان بہمان
 کو معلوم میں نہی ہی کمال مہارت بہم پہنچائی ہے۔ جیسا کہ لہذا و فلان کو بدروغ از
 قسم قسم دروغ فرماتے ہیں حالانکہ کتب نحویہ و لغویہ میں تصریح ہے کہ لہذا و لہذا و لہذا و لہذا
 مثل باب کے کلمات تعجب سے ہے قسم سے ایسا کیا علاقہ۔ اور جواب تشرلی و تقیہ بری کو اصلی
 سمجھتی ہیں نیا للجب اس علم و فضل پر کوئی صاحب خاتم المحدثین اور کوئی صاحب خاتم
 المتکلمین کا خطاب اپنی اہل غلطی پر پاتا ہے ان بدائشی عجاب **اقول** اہل انصاف
 برائے خدا و اس بحث کو جو ہماری فاضل محبت نے بعد ناز و فخر فرمائی ہے سنیں
 اور حضرات علماء اثنیہ کا مرتبہ علم و فضل ملاحظہ فرمائیں کہ واقعی جو بایں کہ اطفال سہ سہ کو معلوم
 ہو نہ کہ حضرات اذنیہ غلطان و پوچھان ہوئے ہیں اور ادنیٰ بھی واقف نہیں مبنی غلط کہا
 بلکہ اذنیہ کمال مہارت بہم پہنچائی ہے۔ آپ اعتراض فرماتے ہیں اور ظاہر یہ ہے
 کہ آپ اپنے علماء اس نقل فرماتے ہوئے۔ کیونکہ آپ تو فرما چکے ہیں کہ میں محض فارسی خوان
 ہوں۔ آپ کو کتب نحویہ و لغویہ سی اور تحقیق لہذا و غیرہ سے کیا تعلق اور نیز اس نقل کے شرع و عبادت

میں اس طرح انوکھا جواب دیا کہ علم و فضل کا
 علم و فضل کا مرتبہ ہی بدرجہ کمال حاصل کیا ہے۔

اس طرف ایمان کی لکھنوی میں۔ اس بحث کو جواب میں مفصل بیان ہوا ہے تو ہر کو یہ کہنا چاہیے
 کہ فاضل مجیب اپنی علماء سے اعتراض نقل کر لے ہیں کہ علماء اہلسنت نے کہ بلا و فلان کو
 بدروغ قسم دروغ فرمایا ہے حالانکہ یہ کلمہ تعجب کا ہے۔ اب ایسا جواب دینی کہ یہ کلمہ
 کا محض کذب اور افتراء اور بیاناں ہے ہرگز علماء اہلسنت نے کہ بلا و فلان کو جو حسب شریع
 فاضل بحالی کلمہ مرجح کا ہے قسم نہیں فرمایا ہے صواعق اور تھوڑا ذرا انہیں میری نظر سے
 بھی گزری ہیں اور غالباً تحفہ کی نسبت یہ اعتراض ہوگا ایسی میں عبارت ان کتاؤں کی نقل کر کے
 اس پر فاضل کو ان کی علماء مجاہدین کے تجوار نقد کے قسم دیکر پوچھتا ہوں تو اس میں کہیں
 عبارت میں کہاں کہاں ہے کہ بلا و فلان کلمہ قسم ہے خواہ یہ شریعت رحمۃ اللہ علیہ صواعق میں ہے
 خطبہ نقل کرنے کے بعد اول جواب و کان منہ علی وجہ استصلاح من یقصد صحۃ
 خلاۃ الشیخین کر ضمن میں فرماتے ہیں فانه اثبت للامام المعصوم انہ کذب عشر کذبات
 صراح مولدہ وحلف عشر حلفات کاذبہ من غیر الجاء ضرورۃ دلالت الیہ فان تفصلاً
 واستجلاب قلوبہم تحصل لجزا کذب والیہین الکاذب اذیر و دہری جگہ کہتے ہیں
 فانه وقوع الفتنہ فی خلافتہ عثمان کا زمعلوما لکل الحد غیر خفی حل یخفی علی
 الناس القصر و انہ حلف عشر حلفات کاذبہ الی ان قال فان المؤمن الالبس لا یرکب
 الکذاب والیہین الکاذب لا یرحصل بالصدق فضلاً عن الا کاذب لا یجان
 الکاذب ذنبہ حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ الغیر تحفہ میں تو جہ اول کے ضمن میں فرماتے ہیں
 لکن برعاً نقل منصف پوشیدہ نیست کہ وہ دروغ ہو کہ کہ قسم اہلسنت بحجاب مضمونی نمودن
 کہ برای غرض سہل فرمایا یعنی دلاری چند کس الخ پہر فرماتے ہیں کہ کہ ام ضرورت بھی انہ
 تاکیرات و سبائغات و ایمان غلط شدہ بود۔ پس یہ عبارتیں میں اس میں کہاں کہاں
 کہ کہ بلا و فلان کلمہ قسم ہے حضرات شیعہ کی یہ عادت ہو کہ اپنی خوش فہمی سے ایک غلط
 مضمون تراش لیا اور اس پر اعتراض کرنے لگے تو یہ مقتضایہ کمال فاضل عسکری کے

اس جگہ یہ سمجھ لیا کہ بلا و فلان کے معنی قسم کے لکھ دین اور سپر ناطق اور بلا شروع کر دیا
 اب یہ کہ شاید اپنی مثال خود دیکھو یہ سوال کی فکر اگر بلا و فلان کے معنی قسم کے نہیں لکھی تو پھر یہ قسم کہاں
 پیدا ہوئی اور کون سا حرف قسم کا عیاں تین پر جو دی جگہ سے قسم کے خواہ نہ ضرور اور بلا شروع ہوئی نہ لکھی
 پس کا جواب یہ کہ اگرچہ چوتھے چوتھے رسال میں لکھا ہے کہ قسم مقدس مفہوم کی ہے چنانچہ غالباً کا فیہ میں جابین
 و تقدیر قسم کا لفظ پس لایا بلا و فلان کا معنی کما حقہ کا ہے بعد اذ کے لفظ تقدیر قسم مقدس پر رال ہے
 اور اس کا جواب واقع ہے معنی للہیب میں لکھا ہے و قال غیرہ (ترجمہ شری) فی نحو
 ولقد علمتم الذین اعدوا منکم قد فی الجملة الفعلیۃ المحجوب بها القسم مثل
 ان واللام فی الجملة الاسمیۃ المحجوب بها القسم فی افادۃ التوکید و دوسری جگہ
 لام تکبیر کے بیان میں لکھا ہے و بعضہم المتصرف المقرون بقدر نحو ولقد کانوا عاہدا و
 اللہ من قبل لقد کان فی یوسف واخوتہ آیات و الصنہ و ان ہذا لام القسم
 جینا میں لکھا ہے ولقد علمتم الذراعت و امنکم فی السبت اللام موطنۃ للقسم
 اس پر محشی عظیم لکھتا ہے ای ممدۃ و معنیہ للقسم المحذوف و قرینۃ علیہ لوان
 عبارات سے معلوم ہوا کہ یہاں قسم مقدس اور تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ کہ بلا و فلان
 فوائد لقد قوم الدووی الحمد الخ اسی حضرت میر صاحب آئم علمائے ہمسریہ اعتراض کے
 اپنی علم فصل کے آپ ہی وکیل سند دیدی پھر اس پر اچھا اسکو ناز و محنت کے ساتھ
 ہمارے مقابل میں لکھنا اور نیا طرہ۔ یہ ایک چوٹی سی بحث ہے جس سے پایہ علم و فضل علماء شیعہ
 و علماء اہلسنت کا بخوبی معلوم ہو سکتا ہے اور یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ علماء اہلسنت
 خطاب خاتم الحرمین اور خاتم المتکلمین کے لائق ہیں یا علماء شیعہ جنکو چوتھے چوتھے مسائل نحو میں
 بھی کمال مہارت ہے۔ خطاب مجتہد اور علم الہیہ اور صدوق کے لائق ہیں۔ راہین
 میثم کے جواب کو تشریح و تقدیر کی کہنا ایسی خطا فاحش ہے کہ جسکو تہوڑی سی عقل و فہم
 ہو وہ بھی اسکو سمجھ سکتا ہے اور اگر فاضل مجیب شرح ابن تیمیہ ملاحظہ فرمائے تو خود اپنی

اس خط پر مبنی ہو جائے مگر قال الفاضل المحیب قولہ۔ اگر تامل کیا جاوے تو جوابات
 تھے ایسی غلطیوں پر مبنی ہیں اس اب انصاف سے فرمائی کہ تہذیب زیادہ مدد العلماء کے قابل ہے
 یا اور سب جوابات مستند علیہ جناب مخاطب۔ اقول آیتے جوابات تھے کب تک کب تک فرماتے
 اگر آپ انکو دیکھتے اور کچھ تامل انصاف سے کام لیتے تو آپ کو کاش کہ جس نے نصف النہار پڑھنا
 ہو جاتا کہ صاحب تھے کی بہت ہی کم ایر قول ہو گئی جو غلطی و خلاف واقع گوئی سے خالی ہوں
 اور حاشا کہ جوابات تھے میں غلط ہو یقول العبد الفقیر لے مولانا اللہ اس خرافات
 و کذب کے جواب میں بجز اس کے کہ ہم سکوت کریں۔ یا ہم ہی جھوٹ بولیں کہ آپ صحیح کہتے ہیں
 اور کچھ جواب نہیں دیتے قولہ اگر آپ کا یہ فرمانا صحیح ہوتا تو اب تک کوئی صاحب
 تو آپ صاحب جوین سے مراد یہ ان ہوتا اور ان کا جواب لکھتا۔ اقول جب اس
 قابل ہی نہیں کہ اہل علم اور کبر جواب کی طرف متوجہ ہوں تو ہمارا اصل مسئلہ لاج الہیال
 مذہب متبع رہتا بجای خود ہائی رہا ہے ہر کو اور کبر جواب لکھنی کے اور ماحق نصیب اور فوات
 کی کچھ ضرورت نہیں ہے علاوہ اس کے ہمارے ہی ایسی کتابیں ہیں جن کا علماء سید نے
 جواب نہیں لکھا تو ہم ہی کہہ سکتے ہیں کہ اگر انہیں غلطی ہوئی تو آپ صاحب جوین سے
 کوئی تو مراد یہ ان ہوتا اور ان کا جواب لکھتا۔ قولہ آپ کے خاتم المسکین کی یہ
 جرات نہ ہوئی مگر ان خال خال جہان کبیر انکو اپنے سمجھ کے موافق ملت تدبر و فکر
 سے جائے انگشت معلوم ہوئی اس قول کو نقل کر کے بہت کچھ شور و غل مچایا۔ مگر اہل فہم
 و انصاف جاننے میں کہ فضول تھا۔ چنانچہ اسی بحث سے جس کو آپ نے بڑی ماز و فخر سے
 تہذیب لکھا ہوا معلوم ہو گیا اقول ہماری خاتم المسکین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف
 میں جو بلاستقلال آپ کے بعض تحریرات کے جواب میں فرمائے تھے بطور ادب و احتساب
 و موقع جوابات تھے وغیرہ کے بخوبی قلعی کہول ہی ہے جس سے صاف واضح ہو کہ یہ
 جوابات قابل التفات طلبہ علوم ہی نہیں ہیں چہ جائیکہ علماء مقصدی جواب ہوں چنانچہ

اہل انصاف و فہم جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں اسی بحث پر جوابی گزرجو بخوبی واضح ہر قول۔
 آپ ہی انصاف فرمادیں کہ جب آپ خود کے ابوہ ملاحظہ ہی نہیں فرماتے تو آپ کیونکر انہی
 استناد و عدم استناد کی بابت کچھ کہہ سکتے ہیں اقول یہ اچھا خیال و زعم بالکل غلط ہے
 جسکی کچھ اہل نہیں قول۔ جانتے والے پر کہنے والے جانتے ہیں کہ کون عہدہ کے
 قابل ہے اقول بیشک آپ ہمارا یہی سدا ہے قال الفاضل الحمید۔ قول۔
 شیعوں کی بعض فرضی کتابیں گہر لیں بنا ب مخاطب کی تحریر سے تو انکا مادہ علمی اسقدر معلوم
 نہیں ہوتا کہ اپنے مذہب کی تمام کتب یا نام کتب مشہورہ پر عبور اور انکی واقفیت ہو۔
 اقول۔ اس پکی شخصیت پر ہم ہی صدا کرتے ہیں میں اپنی کم علمی سے عہدہ اتنی شروع ہی
 میں عرض کر چکا ہوں بقول العبد الفقیر لے مولانا لے الغنی چونکہ اسجد
 فاضل مجیب نے جو ہماری جواب کے عبارت نقل کی ہے اوسمین خلط واقع ہوتا ہے ہمارا ناظر
 اقوال کو یقین اقوال میں تردد و شبہ واقع ہو اسلیف نظر احتیاط عرض کرتے ہیں
 کہ اسجد کے لفظ قولہ ہماری فاضل مجیب کی کلام میں واقع ہے یہ قول ہمارے تحریر میں
 اور ضمیر اسکو راجع بطرف فاضل مخاطب ہو اور بعد اسکو عبارت شیعوں کی بعض فرضی کتابیں
 گہر لیں اصل سوال فاضل مخاطب کا چلہ ہے جسکا جواب ہم نے لکھا ہے اور کہا ہے جناب
 مخاطب کے تحریر سے الخ پس ناظرین یہ خیال فرمادیں کہ توبہ کے قائل فاضل مجیب میں اور ضمیر
 ہماری طرف راجع ہے اور عبارت شیعوں کی بعض فرضی الخ ہماری عبارت ہے جیسا کہ انہی
 مستقام ہوتا ہے فلیتنبہ۔ سابقین میں ہمارے فاضل مخاطب نے ہمارے قولہ کو اپنے توبہ نے
 ساتھ ملا کر پکڑا اور قولہ کر کے لکھا تھا معلوم ہوتا ہے کہ شاید ایک لفظ قولہ اسکو
 کاتب ہی ترک ہو گیا ہو گا یا عمدہ کریمہ مستقیج سمجھ کر چھوڑ دیا ہو گا۔ تعجب ہے کہ با اہل مذہب
 اگر یہ کسر نفس کے طور پر نہیں ہے تو اپنے اصول و فروع میں بلا تکیہ سربہ حق ایقین کا
 کیونکہ پیدا کر لیا معلوم ہوتا ہے کہ اصل ادعا کریمہ دانی ہے اور یہ محض تواضع۔

قولہ لیکن اگر سمانی معاف ہو تو بعد ادب استدراک دیش ہے کہ بندہ فرمان کتب
کتب شریعہ پر عبور نہیں رکھتا اور آفت نہیں کر چاہتا ایہہ اوعامی غم و غفلت اسلئے نہ
فیہ سہی آگاہ نہیں چاہنا امت کو مسائل فروریہ بیان کرنے میں ارادہ نہیں ہے کہ
ہوئی۔ اس مسئلہ کو آپ کتب احادیث وغیرہ حتیٰ کہ کتب فقہانہ میں اہم الہامات لکھا ہے
مگر آپ اسکو اہم الہامات نہیں جانتے یہ محض کتب کلامیہ و عقاید و احادیث وغیرہ پر
ہونے کا حجب معلوم ہوتا ہے ورنہ شاید جہاد کا دعویٰ تو آپکو ہی ہوا قول خیر
فریافت فرمایا تھا کہ مسئلہ امت اہل سنت کے نزدیک اصول دین سے ہے یا فروع
سہ بندہ نے بجا اب اوسکو عرض کیا کہ اہل سنت کے نزدیک مسئلہ امت فروع میں سے ہے
اور اوسکی ثبوت میں حوالہ خاتم المتکلمین کے عبارت کا جو اسوقت سامنی موجود تھی کہنا کافی
سمجھا پس سپر جناب کا فرمان کہ اصل مسئلہ متنازعہ یہاں سے آگاہی نہیں آپ ہی الصاف
فرادین کو یکسو مسجح ہو سکتا ہے اگر آپ کسی مسئلہ میں اوسکو ثبوت کے وقت حوالہ ہی نہیں
العصر یا مفتی کستوری صاحب کا دیون اور مسئلہ بھی مسجح فرما دیں تو کوئی دعویٰ کر سکتا ہے
کہ آپ اس مسئلہ سے آگاہ نہیں حاشا وکلا۔ اور بالفرض اگر میں شیعہ عقاید کا حوالہ دیتا
تو یہی آپ یہی اعتراض فرما سکتی تھی جب تک کہ تمام کتب عقاید و احادیث وغیرہ کی ذکر نہ
جائے حالانکہ کوئی شخص تمام حوالوں کو جمع نہیں کرتا۔ ظاہر ہے کہ حوالہ سے مقصود یہ
ہوتا ہے کہ مسئلہ کی صحت کی نسبت طمانیت ہو جاوے اور یہ مجر و نقل قول کسی معتبر
عالم کے حاصل ہو سکتا ہے علی الخصوص جبکہ سیدی مسائل فروریہ میں سے ہو اور یہ خیر
خاتم المتکلمین کے طرف حوالہ سے بخوبی حاصل ہے پس آپ کی نسبت جناب کا
عدم آگاہی فرمانا عدم آگاہی قانون الصاف سے ہے۔ اگرچہ یہ بات مسلم اور مسجح اور
کہ بندہ کو تمام کتب کلامیہ و احادیث وغیرہ پر عبور نہیں ہے اور نہ بندہ کو دعویٰ تھا اور
مگر تعجب یہ کہ آپ کی جناب مفتی صاحب نے خلاف واضح دعویٰ فرمایا کہ شرح الہامات

میں کہیں یہ تو جہات مذکور نہیں اور جناب نے اسکو نسبت غدر فرمایا کہ کیا ضرور ہے کہ ہر
 عالم کی کتاب اور اسکی تحقیق ہمیشہ منظر ہے ہر ایک کتاب کا نہ کہنا یا بروقت تحریر اسکو
 مضامین کا یا ذریعہ کچھ بڑے بات نہیں اور کچھ عیب و نقص کی بات نہیں کہ اگر ایک
 کتاب کو نہ دیکھا ہو یا اسکو مضامین یاد نہ ہو۔ پس جب آپ کے نزدیک شرح
 رنج البلاغت کو نہ دیکھتے تھے آپکی مفتی صاحب کے تخریر میں کچھ فرق نہ آیا اور انکو کتب
 کی طرف سے یہ غلط فہمی رہا اور برسرِ چشم قبول کر لیا تو ہمنے ایسا کیا قصور کیا تھا
 کہ باوجودیکہ سادہ صحیح عرض کیا اور حوالہ بھی صحیح دیا لیکن ان تمام حوالوں کو جمع نہیں کیا
 اسکو ہماری کتب عقاید و احادیث وغیرہ پر عدم عبور کا سبب قرار دیا اور عدم آگاہی
 اور نادانیت سمجھا۔ آپنے انصاف کے کس قاعدہ کے موافق یہ فیصلہ فرمایا آپکی مفتی صاحب
 باوجود خطا کے ہی تخریر میں اور ہم بے خطا نادان تھے و نادان سمجھو جائیں یہ صریح ہٹ
 دہرمی اور حق پوشی نہیں تو کیا ہے۔ انصاف تو اسکو مقتضی ہے کہ اگر ہکو آپ صرف اس
 وجہ سے طعون کرتے ہیں کہ ہکو کتب احادیث و کلام وغیرہ پر عبور نہیں یا وقت تحریر
 مضامین یاد نہ ہو تو اپنی مفتی صاحب کو ہی اگر دو چند نہیں تو ہماری برابر تو مطعون تمام
 بنائی۔ رہا اہم الہامات کا ذکر کرنا یہ وہ خوش فہمی ہے جو بہت جگہ اس سیر میں آپنے
 ظاہر فرمائی کہ ہم کتنے گتے تھک گئے۔ اور اسکا جواب مفصل سا بقا مذکور ہو چکا ہے۔
 قال الفاضل المحیب۔ قولہ اگر دعویٰ ہے اور اجازت ہو تو بندہ معیار استیذان
 سے اس امر کی بخوبی آزمائش کر سکتا ہے۔ اقول۔ بندہ کو ہرگز دعویٰ نہیں ہے میں کیا
 اور میرا دعویٰ کیا جاہل و ظالم و ناقض ہے میرا ہر سدا ان اقل الخلیقہ بل لاشی فی تحقیقہ
 ہوں اور اسکو جواب میں بجز اسکو کہ جناب نے اپنی مبنی حوصلگی و عالی ظرفی ظاہر فرمائی ہے
 کیا عرض کردن اگر غرور و تکبر معیوب، ممنوع نہ ہوتا تو شاید بخیرال اسکو کہ انکبر مع المتکبر
 صدقہ یہ شعر عرض کیا جاتا۔ ہمت خوش بود گر کجی تجرہ آید بیا + تا سیر و شود ہرگز دروغش باشد

مفصل نہ اسکی تصنیف و تالیف کا زمانہ مشرح بمقابلہ خصم بیان کیا جاوے تو محض لغو ہوگا۔
 یقول العبد الفقیر الی مولاه الغنی - اگرچہ کتب غیر مرثیہ اولہ و مفتوحہ و دستورہ کی
 مثال طلب کرنا ایسا ہی جیسا کوئی غیر معلوم و مجہول کی مثال طلب کرے مگر ہم اپنی حضرت
 فاضل حبیب کو مثال ہی کر سچھا تھے بن سینی کر پڑے بلکہ فریقین کی کتب رجال و فہرستیں
 و علمائین بعض علما کثیر التصانیف کی نسبت تحریر ہے کہ صدہ مجلدات انک تصانیف میں چچا
 ابن شہر آشوب نے معالم العلماء میں فضل بن شاہان کی نسبت لکھا ہے و لہ ما سئو تن
 مصنف او نیز اوی ابن شہر آشوب نے عبد اللہ بن احمد بن ابی زید الانباری کے حاملین
 لکھا ہے لہ ما سئو تن کتبا محمد بن مسعود و عیاشی کی نسبت لکھا ہے کتبہ
 یزید علی مات مصنف محمد بن علی بن بابویہ القمی کے حاملین لکھا ہے لہ انھو
 من تلمذہ مصنف علی بن القیاس اور بیت ہر علمائ کی نسبت اسبطح درج ہو لیکن
 اگر تتبع و تلاش کیجاوے تو بجز چند کتا ہو نہ جو بہ نسبت کل کے بہت قلیل المقدار ہو نہ کیسا
 کہیں پتہ و نشان نہیں ملے گا تو انکو نسبت ہی کہا جاسکتا ہے کہ اگر یہ کوئی کتاب میں ہو تو
 تو موجود اور علمائ کی زبان پر نہ کہ ہو تو ایسی ہی کتاب میں کہ خیر مصنفین کا حال
 کہہ نہ سکے نہ جانتے نہ عالم العلماء کے آخرین آپنے ملاحظہ فرمایا ہوگا اور یہ ہی ہر ایک
 واضح ہے کہ جامع فہرست علمائ کو اول تو استیعاب و استیفا کتب مصنفہ بیان کرنا مقصود
 نہیں ہوتا تھوڑی تھوڑی کتابیں بطور نمونہ درج کر دیں اور اگر استیعاب ہوتا ہی تو اپنی علم
 و حقیقت کے موافق ہے اور ظاہر ہے کہ ضرور نہیں کہ انکا علم ہر ایک شخص کے تمام مصنفات
 و حاد و شال ہو اپنے معاملہ میں ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ اول میں لکھا ہے و الکانت الکتاب
 نقد و لا متحد و آخرین لکھا ہے عم الفہرست الکتاب غیر منحصر اس سے صاف
 معلوم ہوتا ہے کہ انکو استیفا مقصود نہیں - علاوہ ازیں چند کتب در سائل بندہ کے
 میں ہی مذہب شیعہ کے مصنفہ علمائ شیعہ موجود ہیں آپ انکا ہی حال تلاش کر دیجیے

اور متبع کر کے فرما دیں کہ وہ کس کس کے کتابین و رسائل میں۔ و صاف الاشراف کتاب
 الاشراف۔ جزء الکاملہ۔ نوادر الاثر مختصر العویص اگر ایک کتاب کے دستخط ضرور ہے کہ اس کا
 حال اور اس کے مصنف کا حال اور زمانہ تصنف و تسلسل و مترج معلوم ہو کہ اسے تو ان کا یہ ایسی
 ایسی شرح تفصیل کے ساتھ معلوم ہوگا۔ راسحت شہداء کی نسبت جو کچھ مسیروں نے لکھا
 سوا نخرج میں ہمارے سنہ کی صحت کا ذکر کچھ عجاج السالکین ہی پر نہیں ہے بلکہ اور بھی پیش
 معتبر کتابوں سے ثابت ہے چنانچہ ہم آئندہ اس کو نقل کرینگے اس واسطے حضرت علامہ دہلوی صاحب
 تحفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اقتصار عجاج السالکین ہی پر نہیں نسخہ لیا ہے پس جبکہ یہ روایت
 دوسری معتبر کتابوں میں ہی موجود ہے تو اگر بالضرر من عجاج السالکین مفقود و مستور ہو اور اس
 مسئلہ لال صحیح نہ ہو تاہم عاری سے لال کے نسخہ میں بابت ضابطہ تالیف فی الشہداء تیسرین رضی اللہ عنہما
 کے ساتھ کچھ کلام نہیں ہو سکتی۔ غرض کتب کی نسبت ایک بار دعویٰ فرما کر جو کتاب تصنیف ہوئی
 ضرور ہے کہ اس کا اور اس کے مصنف کا حال اور زمانہ تصنف معلوم ہو تاہم بابت بہت ایسی کتابیں
 تصنیف ہوئی جو بعد میں مفقود ہو گئیں اور بہت سی ایسی کتابیں ہیں کہ جن کے مصنفین کا کچھ حال
 معلوم نہیں۔ اکثر کتابیں جو گذشتہ قرون میں زید و سہین اسوقت ان کا نام نشان
 ہی نہیں قاعدہ ہے جب ایک چیز کا مداول کم ہو جاتا ہے پورے ذوق و شہی ہی اول تسلیم
 کی جاتی ہے اور یہ حقیقت معدوم ہو جاتے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ اقلیدس کے بعض معالجان کا
 کہیں پانڈان نہیں مصنفات افلاطون و ارسطو طالس وغیرہ کا اسوقت کہیں نام نشان
 باقی ہے اچھا ان کو رہنے دے و مصنف ابراہیم علیہ السلام کا کہیں عالم میں وجود ہے تو بہت
 و انجیل و زبور اصل کہیں باقی جاتے ہیں۔ علی بن القیاس صدہا بلکہ ہزار ایسی کتابیں
 ہزاروں جہاں ایک زمانہ میں شہور تھے اور بعد میں مفقود ہو گئیں جس کے غرض ان کے بیان سے صرف یہ کہ
 کہ یہ کچھ لازم نہیں کہ اگر ایک شے کا وجود ایک زمانہ میں ہو تو بعد اس کے بھی اس کا وجود
 باقی رہے۔ جیسا کہ ان کتب سماوی کا وجود خارجی مفقود ہو گیا ہے ممکن ہے کہ کتب

یہ ہوں کہ انکا وجود خارجی اور مسلمہ دونو جانتے ہیں اور کوئی دلیل عقلی یا نقلی اسکا استحالة
 پر قائم نہیں ومن اوئی نفسیہ البیان اور تحجاج السالکین لہذا اس جنس سے نہیں کہ جسکا وجود
 مطلق نہ ہو۔ آخر حضرت علامہ کبابی رحمہ اللہ نے صفوایع میں اس سے استثناء کیا حکیم
 محمد دوم سلامت علیہ السلام نے اسکا وجود کی شہادت دی اسکا وجود کی دلیل کافی ہے۔ رہا
 اسکو اہانت کا افتراء سمجھنا اور انکار کرنا اور یہ کہنا کہ اپنی نفع کے لیے گھڑی ہوگی اور چونکہ
 اس باب میں اہانت مستہم میں ایسی انکی شہادت قابل قبول نہیں سوا اسکا جواب ہم غفریب
 بیان کریں گے۔ قال النفا فضل المحبیب قولہ پس یہی اپنی قدامت پر دوسرے پر جنون
 برائے نام تحفہ کے جوابات لکھی ہیں لکھا گیا ہے۔ اقول حضرت اسطیح اپنی ہی اپنی قدامت
 کو دوسرے پر یکے بعینہ وہی مضمون نقل کر دیا ہے لہذا العبد الفقیر الی مولانا اللہ
 اس قول میں قیاس برائے نام تحفہ جوابات کے وقت موقوف خاطر نہیں ہوتی مطلق قدامت سمجھ کر
 معارضہ فرمایا پس یہ معارضہ ہم پر وارد نہیں ہو سکتا قولہ جناب من قدامت ہی بہرہ
 پر معاملات یعنی میں گفتگو ہوا کرتے ہیں اپنی رائے کا دخل کم ہوتا ہے اقول
 چونکہ اپنے اپنے عقل و فہم کے زمام کو اپنے قدامت کے اسرار پر سہر دیا ہے اور اپنی عقل کو دخل
 نہیں دیتے اسلئے اسطر اسطر تقیم سے منفرد امر چاہت ہے ایک طرف ہو گئی ہیں ہم نے
 بحول اللہ وقوتہ اپنا امام کتاب اللہ کو قرار دی رکھا ہے اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 پر مدار کیا ہے اسکا خلاف کسی کی نہیں مانتے جو اسکا موافق ہو وہ علی الراس والعین سمجھتے ہیں
 ایسی ہی جبل المین اسلام کو محکم بگڑی ہوئی ہیں۔ حضرات کے کتاب اللہ جب امام غائب
 غار میں کراہت ہو کر تب شاید کچھ معمول رہا ہو تو ہورنہ اب تک تو صرف مشامین فرارہ و کجیر
 والو بصیر و غیرہ کے رقبہ تقلید زیب جید بلکہ اقرب من جبل الوریہ ہے قولہ مگر ہم میں اور
 آپ میں اسقدر فرق ہے کہ گواہ کے قدامت بلا دلیل ہے کوئی دعویٰ کیوں نہ کریں بدون سوچی
 سمجھ اپنے عقل و علم سے کام لے محض تقلید الیہ تسلیم کر لیتے ہیں چنانچہ از آلہ انیس سے

اپنے پیشمنون نقل کر دیا اور جو مثال آپ کے خاتم المتکلمین نے وہاں لکھی ہے اور سکو اور کیا ب
 متنازعہ فیہ کو مطابق کیا یہ دونوں تامل اور کیا مضمون تسلیم کر لیا۔ آیات منات سے جو عبارت تعلق
 ایت غار آپ ہی نقل کے قرار ہو چا کہ یہ عبارت ہی دعویٰ کو ثابت کرتی ہے یا نہیں جو میر ہدی
 صاحب نے لکھا اسکو بہرہ چشم قبول کر لیا اور یہ دونوں ہم پوچھا یا کہ ہمارے مقابلہ میں یہی
 سئل کر دیا۔ اور ہم میں شتم کی تقلید نہیں کرتے بلکہ اصول میں تقلید جائز ہے نہیں جانتے
 ان مدلل قول کو بیابان تسلیم کرتے ہیں کہ اوپر تمام مقدمات میں کل الوجوہ اپنے نظر سے نگذری
 ہوں۔ اقول گذشتہ بحالت سائل فہم انصاف پر اس طرح روشن ہے کہ قدر کی تقلید
 اور سوچے سمجھے اور بدوینا ہے فہم کو کام لیس آپ کچھ نہیں یا ہم کرتے ہیں۔ فروع کو پھیلانا
 دیکھ دیجئے آپ تو اصول میں انہیں عقل و فہم کی بند کر کے تقلید فرماتے ہیں۔ اس کے پہلے
 وہیں ہونے پر کونسی دلیل قطعی قائم ہے جس سے آپ اسکا اصول دین سے ثابت فرماتے ہیں
 مسئلہ رجعت پر کونسی دلیل قطعی قائم ہے جس سے وجوب اعتقاد ثابت فرماتے ہیں محض
 تقلید پر بے سوچے سمجھے اور اپنے عقل سے کام لیتی مار کا رہا ہے اور یہ جو فرماتے ہیں کہ
 قول کو تسلیم کرتے ہیں۔ پس یہ محض دعویٰ سانی ہے، پس قطب راوندی کے قول پر
 جو اس طرح بلاؤ فلان کے بارہ میں لکھا ہے کہ اس سے مراد ایک شخص صحابہ میں سے ہے
 جو وقوع فتنہ کے پہلے وفات پالیا کونسی دلیل قائم ہے جو آپ نے برخلاف ابن مہیم وغیرہ
 اسکو بے سوچے سمجھے قبول کر لیا کیا مدلل قول ایسی ہی ہوتے ہیں جیسا آپ کے قطب
 راوندی کا قول ہے اور مدلل اقوال کے تسلیم ایسی ہی ہوتی ہے جیسا کہ جناب نے ابن قطب
 الاقطاب کے قول کو تسلیم فرمایا پھر سرفہ ناشایہ ہے کہ فرماتے ہیں کہ اوپر تمام مقدمات
 میں کل الوجوہ اپنے نظر سے نگذری ہوں خیال کرنا چاہیے کہ جب تمام مقدمات اور اس میں کل
 الوجوہ نظر سے نہیں گذری تو اسکا مدلل ہونا آپ کی نزدیک کیونکر ثابت ہوا بجز اس کے آپ نے عقیدہ
 اسکو مدلل خیال کر لیا ہو اور کوئی صورت نہیں درجہ جب موقوف علیہ ہی پورے طور پر

انکو نظر سے نہیں گذرا تو آپ کے نزدیک اسکا مدلل ہونا کیونکر ثابت ہوا قولہ اور تحفہ کے جواب
 جب آپ کو دیکھی ہی نہیں تو آپ کا یہ کہنا کہ برای نام لکھو میں کیونکر صحیح ہو۔ اگر آپ ان جوابوں کو
 دیکھیں اور کچھ بھی عقل و انصاف سے کام لیں تو خود بول اور بشین کر داتی ہیں جواب لا جواب ہیں۔
 اقول اگر عقل و انصاف سے کام لینا ایسا کا نام ہے جیسا کہ جناب نے کام لیا کہ بدہشت
 کا انکار کر دیا اور خلافت بدہشت دعو کو کیا کہیں فرمایا کہ اس میں شتم کے تو جہیات تسخر پر مبنی ہیں
 کہیں تنزل پر نازل کیا کہیں دعوی کیا کہ مد بلا و فلان کو علماء اہل سنت قسم کہتے ہیں کہ
 غیر ذلک من الاکاذیب تو ایسی عقل اور ایسا انصاف جناب کو اور جناب کے اہل مذہب کو
 ہی مبارک ہے اور اگر واقعی عقل و انصاف مراد ہے تو اسکی ہر کسی آپ تو کیا خود ان جوابات
 مصنفین ہی انکو نسبت ایسا دعوی مہونہ سے نہیں نکال سکتے ہیں دعوی محض اس قول کے
 قبیلہ سے ہے جبکہ اشیائی بھی بصیرت والی القاضی المحیب قولہ سوائی کیفیت
 ذرا ملاحظہ ہو خاتم المسدین علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحفہ میں حدیث حجاج ابی الیاس
 سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رضا کی نسبت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ معاملہ مذکور
 میں استدلال فرمایا ہے اسکو جواب میں طعن الزیاح میں لکھا ہے واما حال نام کتاب
 حجاج ابی الیاس گویا کسی از شیعیان زریہ فضلاء عن کو نہ مشہور اچھے متبعین کہ نام
 کتاب را خود دل بدروع ساختہ باشد انتہی مخصص اور علامہ ستوری نے اس سے یہی لہجہ
 پر وازی فرمائی اور صاحب تحفہ کی وضع کرنے پر فریہ ہی عجاوید یہ کہ باب سیویمین
 علماء کتب شیعہ کا ذکر کیا ہے اس کتاب اور اسکو مصنف کا ذکر نہیں کیا۔ انتہی نقلاً عن
 ازالۃ الغین۔ بحجاب اسکو مولانا حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ ازالۃ الغین میں فرماتے ہیں ان
 کتاب یعنی حجاج ابی الیاس خود در صولق و سیف السلول و مانند آن مذکور است و ہم
 نزد حکیم محمد دوم یعنی سلامت علی خان مرحوم بود و از تصنیفات طبری کہ بہ عجاوید الدین و
 امین الدین مشہرت دارد محسوب معدود پس حیالت احمد ہامینی پر عصیت و چہل ست فکیف

دعویٰ جہالت کلاماً انتہی بقدر الحاح جہت اول۔ افسوس کہ آپر بیان ہی عقل و انصاف سے
 کام نہ لیا علامہ علیہ الرحمۃ کے نسبت بلند پروازی تو ظننہ تحریز فرمائی مگر اس کی جواب میں کچھ
 ہی نہ لکھا۔ آپ غور فرمادیں کہ جب آپ کا خاتمہ میں نے اپنا تجربہ جانی کے لیے کتب علامہ تہذیب
 حال لکھا ہے تو جس کتاب سے شیونگی بہت بڑی دعویٰ کو اپنے زعم میں باطل کرنا چاہتا
 میں اگر کہیں کچھ ہی نشان اہل کتاب یا اس کے مصنف و مولف کا پاتی تو ضرور اس کا ہی
 ذکر کرتے۔ یہ ذکر نہ کرنا اس بات پر قوی قرینہ ہے کہ اس نام کے کوئی کتاب کتب تہذیب میں
 نہیں ہے اور نہ اس کا مصنف کوئی مشہور شخص ہے۔ یقول العبد الفقیر لے مولانا
 انصافی نے بحقیقہ یہ افسوس جناب ہی کے حال کی طرف عائد ہے کیونکہ اس بحث
 میں ہی انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب واضح ہو جائیگا کہ عقل و انصاف سے ہم نے کام
 نہیں لیا یا کہ طرز ان جناب والا نے۔ راہ یہ کہ آپ کے علامہ کا جواب تو خود ظاہر ہے اگر علامہ کا
 دعویٰ اذوقت صحیح ہو جبکہ یہ امر ثابت ہو کہ علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو تحفہ میں استیفا کتب
 مقصود ہو بلکہ اس کے دیکھنے سے یہاں تک معلوم ہوتا ہے کہ جن کتابوں نے تحفہ میں استدلال
 فرمایا ہے بیان کتب میں اونکا ہی ہتھانہ نہیں ہے۔ ایا غالباً جناب کو یہی معلوم ہو گا کہ
 خود نفع البلاغت کا جسکی عبارات سے بجا استدلال فرماتے ہیں بیان کتب میں ذکر نہیں
 فرمایا تو اب اس کے نسبت یہی اعتراض فرمائی کہ جس کتاب سے شیونگی بہت بڑی برے
 وعود کو باطل کرنا چاہتا میں اگر کہیں کچھ ہی نشان اس کتاب یا اس کے مولف کا
 پاتی تو ضرور اس کا ہی ذکر کرتے یہ ذکر نہ کرنا اس بات پر قوی قرینہ ہے کہ اس نام کی کوئی
 کتاب کتب تہذیب میں نہیں ہے اور نہ اس کا مصنف کوئی شخص مشہور ہے علیٰ ذلک
 اور بہت کتابیں جنکو روایات سے استدلال کیا ہے اور انکا ذکر نہیں۔ پس خدا کے
 لیے ذرا انصاف سے فرمائیے کہ عقل و انصاف سے کام لینا اس کا نام ہے تا یہ عقل و انصاف
 سے اپنی عقل و انصاف مل رہی ہوگی یعنی ہماری عقل و انصاف سے کام لینا یہ بھی

عین عقل و انصاف ہی سے کام لیتا ہوں۔ قولہ آپ کے خاتم الکلیین نے جو کچھ آتا ہے
 میں اس یا میں لکھا ہے اور آپ کو نقل کیا ہے اس کو جواب میں ہم صرف نجات الہیہ
 کو خاتمہ میں جو کچھ لکھا ہے بتغییر سیر نقل کرتے ہیں اور وہ الفاظ جو مخاطب کے طبع نازک
 پر گراں گذر سکتے ہیں بلکہ بجا کے اذکار الفاظ عام لکھتے ہیں حضرت مجیب سر انصاف کی
 امید ہے وہ ہونے۔ ہر گاہ بروایت بخاری و مسلم کہ اصح الکتاب جمع علیہ المسند میں کہ
 بقول شاد صاحب یہ دونوں کتابیں مختلفہ و موطا اہل انام و جمیع علماء اسلام میں اور شریعت
 و تفسیر بالقرآن میں بدرجہ علیا و پرچہ میں حتیٰ کہ جامع الاصول میں نقل ہے کہ صحیح بخاری کو بخاری
 بلا واسطہ نوہ ہزار علماء و فضلاء نے مستحسب اور ناظرین کتب جہاں پر انکو مضامین ہوش ربا
 محقق نہیں غضب ناک ہونا جناب سیدہ کا مقدمہ مذکور میں حضرت ابو بکر پر اور پھر نہ کلام
 کرنا اور نہ عام مسخر ثابت ہوا تو اب علماء اہل سنت نے ناچار ہو کر حرکتیں نہ لوجی کیں چنانچہ
 خود شاہ صاحب یہ تقلید عوامہ کا بنی بخلاف روایت بخاری و مسلم و بقیہ تصانیف الفرق تیس
 بحکام شیش درجے رضا جناب سیدہ ہو کر روایات موضوعہ و حکایات مصنوعہ مارج البیوۃ
 و کتاب الوفا بقیہ شرح مشکوٰۃ و ریاض البیضاء و فصل الخطاب و کتاب الموافقة ابن سنان
 سے ہوئی حالانکہ ان سب کتابوں میں صرف دو روایتیں ہیں کہ اذاعی و شعبی سے نقل ہوئی ہیں
 یہ دونوں روایتیں شعبی و اذاعی کی باوصف کہ روایات صحاح کذب انکو میں مرسل میں کافی تئید
 المطاہرین۔ ثانیاً کذب یا واقف ارکتب اہل حق سے اثبات رضا چاہا اور استہاد میں عبارت
 مجاہد السالکین محض تقلید کا بنی پیش کے احکیم سلامت علی بن ہارث کہ خلاف واقع گویا میں شاہ صاحب
 سے ہی پس مرتبہ رکھتے ہیں اوہوں نے تخمیناً محتاج السالکین کو مع تفسیر مجمع البیان
 و احتجاج کی تصنیف عماد الدین طبرسی کے بیان کیا یہ محض خط و خلط ہے بلکہ دلیل
 ختم ال داغ حکیم صاحب موصوف ہے کہونکہ مجمع البیان اور محتاج یقیناً عماد الدین
 طبرسی کے نہیں بلکہ مجمع البیان تصنیف ابو علی فضل بن حسن بن فضل طبرسی کی ہے اور

احتیاج تصنیف ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی کی ہے کہ حکیم صاحب نے
ان دو نوکتاؤ کو کہ تا بعت شخصین مختلفین کے بین شخص ثالث کی طرف منسوب کیا ہے نہ
علاء الدین طبرسی کے علاوہ الدین طبرسی علماء برصغیر شیعہ میں کوئی نہیں ہے اگر علاء الدین تصنیف کتاب راہ
مشاہیر علامہ سید سہروردی نے وہ طبرسی نہیں بلکہ طبرسی ہیں۔ پس بیان حکیم صاحب کی تصریح
میں کمال غلطی ہوئی کہ دو نوکتاؤ کو جو دو شخص مختلف کے بین تصنیف ایک شخص متعرض کے
بیان کرتے ہیں مگر حکیم صاحب یہ غلط فہمی کر سکتے ہیں کہ میں نے یہ کتاب دیکھی
تھی اس نے بیوقوف کو لکھی ہے اس سے یہ غرض نہیں کہ علماء برصغیر اس کو دیکھیں بعد اس کے جب لوگ
حیدر علی نے علم حکیم بمقام اہل حق بند کیا تو مقام اثبات کتاب حجاج السالکین و التوفیق
آن تصنیف و توثیق مصنفین مدعی اس کو ہوئی کہ یہ کتاب صاحب صواعق یعنی خواجہ
نصرت اللہ کابلی کے ہیں نظر ہے اور شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے عبارت اس کی بلا
وساطت نقل کی اور حکیم سلامت علی کے ملاحظہ سے گزری یہ بعض دعویٰ لسانیہ قابل التفات
وجواب نہیں۔ اور نیز مولوی حیدر علی نے امارۃ العین میں حجاج السالکین کو منسوب بطریقت
علاء الدین کر کے استدر اور زیادہ کیا کہ یہ علاء الدین معروف بامین الدین طبرسی ہے۔ دہل
نہا الا کذب صراح و پستان بواح۔ بالجملہ اول ابن الدین طبرسی صاحب مجمع البیان
ہرگز مشہور علاء الدین طبرسی نہیں۔ ثانیاً کتاب حجاج السالکین تصنیف ان کا نہیں کسی نے
وہا و التباساً ہی ان کی طرف منسوب نہیں کی۔ چہ خوس۔ خواجہ کابلی و محدث دہلوی کو تو
ہرگز یہ میر نہ ہوا کہ نسبت کتاب و نام مصنف و توثیق ثاب کرتے اب حکیم صاحب
مولوی حیدر علی صاحب بعد خرابی بصرہ چاہتے ہیں کہ چند خرافات سے توثیق کتاب ثاب
ہو جائے اور یہ نہیں سہتی کہ ایسی امور سے موای ثبوت مجرد و عدم میں کچھ فائدہ نہیں
آتا بعد ازاں حاجت۔ اب حضرت محیب المصیب کی خدمت اقدس میں بعد ادب عرض ہے
کہ برائے خدا و رسول انصاف فرمادیں۔ کہ کیا حدیث اب مناظرہ کسی کتاب کے قرین کا ثبوت

اس طرح ہوا کرتا ہے اگر خاتم المتکلمین جو اپنی اور اپنے اہل خلیفہ کے زعم میں حق مناظرہ میں بیٹھ لے
 کر بیٹھتے ہو تو قول کے بعد ہی صاحب کے شیخہ جاری تو اوکثر نام کے کا منتہی میں ایسے بڑے
 فاضل اہل اثر و شکم کے بدل کا یہ کہنا کہ ان کتاب یعنی مجلس السالکین خود در صواب و صیغہ
 سلول و مانند ان مذکور است و ہم پر حکیم صاحب مخدوم یعنی سلامت علی خان مرحوم
 کمال ہی بخیر و صنف پر دال ہے اور ان کتب مذکورہ سر شہادت لازمہ ہوا وہ لفظ علی
 ذہب سے کم نہیں۔ اقول انہوں نے بیان ہی اپنے عقل و فہم سے کام نہ لیا اور جاری
 عبارت کو کہ محض اردو ہی نہ سمجھا کاش اتنا ہی سمجھ لیتے کہ منشا اعتراض کیا ہے اس میں ضرور
 ہوا کہ مگر نقل عبارت سر وضع سابقہ بعض اعتراض کے تقریر کو دیکھ اوس کے بعد اہل انس و نبی و کبریہ
 کہ حضرت عجیب کے جواب کو ان میں اعتراض ہو کیا ربط و تعلق ہے۔ بندہ نے عرض کیا تھا
 کہ علامہ دہلوی قدس سرہ الغیر نے دیاب رصنا حضرت ناظمہ حدیث مجالس السالکین سے
 استدلال کیا تھا جواب اوس کے طعن الرماح میں لکھا کہ وہاں حال نام کتاب مجالس السالکین بگوش کے
 از شیعیان نہ رسید۔ چہ شہادت کہ نام کتاب خود سب بدروع ساتھ باشد مخصوصاً اور علامہ
 کہ توری نے باب بیوم میں مذکور کر کے کہ قرینہ وضع کا قرار دیا اسپر علوی حدیث صاحب علیہ
 کو فرمایا ہے۔ دین کتاب یعنی مجالس السالکین خود در صواب و صیغہ سلول و مانند ان مذکور است
 اس سے صاف ثابت ہے کہ صاحب طعن الرماح نے جو یہ اعتراض کیا ہے کہ اس کتاب کا نام خود
 صاحب تحف کا مضموع ہوا و یہ روایت حضرت علامہ دہلوی کی بنائی ہوئی ہے یہ سراسر کذب ہے
 کیونکہ جب صواب و صیغہ سلول میں اس کتاب کا نام اس روایت کا حوالہ اس کتاب کی طرف موجود
 ہے تو صاحب تحف رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کذب و وضع کی نسبت کرنا محض کذب و بدروع ہے جواب ہا
 یہ کہ اگر آپ اس میں دیکھیں کہ کوئی کتب سلیم کرین اور فرامین کہ یہ وضع و انشاء صاحب تحف قدس سرہ
 نہ تھیں صاحب صواب و صیغہ کا ہو گا۔ بہر کیف اس کا جواب اہل سنت کی ہی ذمہ ہے خواہ اس کا جواب
 یہ ہے کہ قرینہ قطعیہ قائم ہے کہ نسبت کو اس وضع و انشاء کی کچھ ضرورت نہیں کہ نام کتاب بیحد خود گہرین کہ نہ

صاحب کتاب کا نام مجالس السالکین ہے
 اگر کتاب کا نام خود در صواب و صیغہ سلول و مانند ان مذکور است

محمد بن ابی بکر اور ابی بکر سے روایت کی گئی ہے۔

عبارت مختصر و واضح ہے کہ اس روایت کا ذکر کچھ عجیب و غریب ہے لیکن یہ بھی مختصر نہیں بلکہ اور بھی مختصر
 کتابت میں ہر وہی ہے چنانچہ ہم نقل کرینگے۔ پس جبکہ یہ روایت اور بھی معتبر کتابت میں نہ ہو رہے
 تو عقل سلیم کو کیا تسلیم کرتی ہے کہ باوجود وہابی جاننے والے کے معتبر کتابت میں نہ ہو کر ترک کرین
 اور زہنی نام کتاب کا ترجمہ اس روایت کو اس کی طرف نسبت کرین۔ یہ روایت فاضل شہر
 کمال الدین میثم بن علی بن میثم بحرانی نے اپنی شرح کبیر فیج البلاغت میں مصباح
 السالکین میں۔ جبکہ خطبہ میں خدا تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ جس سے مراعات لادہ تجا و زہیر
 کر دینا اور ہرگز باطل کی طرف میل نہیں کر دینا نقل کی ہے ہم اصل شرح مطبوعہ ایران سے
 نقل کرتے ہیں۔ ورویہ لما سمع کلامہا حمد اللہ واثنتی علیہ وصلی علی
 رسولہ ثم قال یا خیرۃ النساء وابنتہ خیر الالباء واللہ ما عدت رای رسول اللہ
 ولا حملت الالبام وان الراید لا یکنذ ب اھلہ قد قلت نابلغت واعظت
 فاحترت نعم اللہ لنا ولک اما بعد فقد دفعت الی رسول اللہ ودابست وخرار
 الی علی واما ما سو ذلک فانی سمعت رسول اللہ یقول انا معاشر الانبیاء لا نورد
 دھارۃ افضنۃ ولا ارضنا ولا عقارار ولا دارا وذلکنا لودت الایمان والحکمۃ
 والصلوۃ والسنۃ وقد حملت بما امرت واصلحت فقال ان رسول اللہ قد
 وهما لی قال فنرضی بہ بذلک فحجاء علی بن ابیطالب وام ایمن فشهد الیہما

۱۔ اور روایت ہو کہ ابوبکر نے جب فاطمہ کا کلام سنا خدا کی حمد و ثناء کی اور رسول پروردگار پر کہا ای عورتو میں
 سب سے بہتر اور پارسو میں سے بہتر اب کے بیٹی خدا کی قسم میں نے رسول اللہ کے واسطے جو چیزیں کہیں کیا اور نہ خدا کی
 حکمت کے کوئی کام کیا۔ اور یہ تحقیق رائہ آپسے اہل کے ساتھ چوٹ نہیں برتا۔
 خدا کا ارادہ کہ ابوبکر کو بخش آج اب میں گفتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیار اور سواری اور غلین میں نے علی کو دیدی
 اور اسو اور کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا فرماتے تھے ہم انبیاء کی جنت سے اور جانی اور زمین
 اوجب یاد میں کسی کو اپنا وارث نہیں چھوڑتے لیکن ہم ایمان اور محبت اور سلم اور سنت وراثت میں
 چھوڑنے میں اور جو کچھ مجھ کو حکم فرمایا تھا میں نے اسے عمل کیا اور خیر خواہی کی۔ فاطمہ نے کہا کہ ابوبکر
 صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مجھ کو میرا دیا تھا ابوبکر نے کہا کہ اسکا کون گواہ ہے۔ تو علی بن ابیطالب اور
 ام ایمن آئی اللہ کی گواہی دی۔ ۱۲۔

طبرسی کی بھی یہی کیا سخت المہ ہو۔ علاوہ ازیں اگر یہ خط اور خط اختلاف داغ ہے تو آپ
 ہی کے اکابر کا ہے جنہوں نے علماء مصنفین کے فہرست کا کچھ کہیںنی احتجاج کیا احمد بن
 ابی طالب کے طرف منسوب کر دیا ہے اور کسی نے ابو علی طبرسی کی طرف منسوب کیا ہے مگر آپ
 تعجب ہو کہ آپ اپنی کتابوں کا ملاحظہ نہیں فرمائی۔ اور بدوین دیکھو اور تلاش کیجئے انکار فرما
 ہیں اس وقت ہمارے پاس تراجم علماء ابن سے مجموعہ معالم العلماء ابن شہر آشوب
 معہ راجعین کے کہ ایک غالباً ابن داؤد کا ہے اور دوسرا سید ابن طاووس کا ہے موجود ہے
 اب ان کے اختلافات و کیفیت سنی جس سے خط اور خط بلکہ اختلاف داغ کے پوری طور
 تصدیق ہو جاوے معالم العلماء ابن ابن شہر آشوب کہتے ہیں شیخ احمد بن ابی طالب
 لہ الکافی فی الفقہ حسن الاحتجاج۔ مفاخر الطالبیہ تاریخ الامم۔
 فضائل الزہرا۔ تو یہ بزرگ احتجاج کو احمد بن ابی طالب طبرسی کے طرف منسوب
 کرتے ہیں اب سنی سید ابن طاووس اپنے رجال میں ابو علی طبرسی کے حال میں کہتے
 ومنہم الشیخ ابو علی فضل بن الحسن بن ابی الفضل الطبرسی المفسر البارع مصنف
 مجمع البیان والجوامع والجمع والکتاب الاحتجاج وکتاب مکرم الاخلاق اس زندگانی
 اور دو کتابوں یعنی کافی اور احتجاج کو جنکو ابن شہر آشوب نے احمد بن ابی طالب
 کو تصنیفات بیان کی تھیں۔ ابو علی کے تالیف بیان کیا۔ آپ کی علامہ مجلسی نے جداول
 بحار میں صفحہ ۱۲ پر صاف لکھا ہے کتاب الاحتجاج ونبی ہذا ایضاً۔
 ابی ابی علی وھو خطا بل ھو تالیف ابی منصور احمد بن علی بن ابی طالب الطبرسی
 غرض اس سے بکویہ ثابت کرنا تھا کہ علماء رشید نے احتجاج کو ابو علی طبرسی کے طرف
 لے کر شیخ احمد بن ابی طالب کی یہ کتابیں ہیں۔ کافی فقہ میں حسن الاحتجاج۔ مفاخر الطالبیہ۔ تاریخ الامم۔ فضائل الزہرا۔
 مجمع البیان وکتاب مکرم الاخلاق۔ وکتاب الاحتجاج۔ وکتاب احتجاج۔ وکتاب احتجاج۔ وکتاب احتجاج۔ وکتاب احتجاج۔
 احتجاج اور کتاب مکرم الاخلاق کا ہے ۱۲ کتاب الاحتجاج اور یہ ابو علی کی طرف ہی منسوب ہے اور یہ
 خطا ہے کہ یہ ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی کی تالیف ہے۔ ۱۲۔

منسوب کیا ہے تو اگر یہ احتمال دماغ ہے تو اگر علم کا ہے نہ حکیم سدست علی خان مرحوم
 کا اور یحییٰ آیکے ابن شہر آشوب نے بیان ابوعلی طبرسی میں لکھا ہے کہ یحییٰ ابوعلی طبرسی
 لہ مجمع الدیارات نے معانی القرآن حسن الکلام اثبات من کتاب الکتاب
 النور المبین الدان حسن اعلام الوری ما اعلام الیسا کا ذاب الدینہ لتخریص
 المصیدہ تو انہوں نے اعلام الوری کو ابوعلی طبرسی کی طرف منسوب کیا ہے اور سید بن
 ابن طاووس نے اسے رجال میں لکھا ہے۔ ومنہم التبیح الفقہ ابو منصور محمد
 ابیطری صاحب کتاب اعلام الوری وغیرہ من المؤلفات علی ہذا القیاس
 ان حضرات کے باہم چند اختلافات ہیں وہ اس میں جو انصاف پر محقق ہوں۔ رہا یہ
 کہ امین الدین ابوعلی طبرسی صاحب جمہور الدین ہیں یا نہیں۔ چونکہ ہمارے پاس اس وقت
 صرف مختصر ترین رسالہ امین مجتہد انوار ایک رسالہ امین لقب امین الدین لکھا ہے۔ اور دو
 رسالوں میں کچھ لقب نہیں لکھا۔ بلکہ ایک رسالہ امین الدین کے بعد کو کثرت کے طور پر
 لکھا ہے تو ہم اس کی نسبت کچھ نہیں کہہ سکتے کہ لقب بسماء الدین ہے یا نہیں اور فاضل
 مجیب اور صاحب نفحات الریاحین کے بجز کا حال تو صاف واضح ہے تو ان کا
 احکام اس میں قابل اعتماد کے نہیں ہو سکتا۔ پس جبکہ یہ بات ثابت ہو چکا کہ روایت
 رضا قاسمی کتب معتبرہ شیعہ میں ثابت و متحقق ہے اور اہل سنت کو اس روایت کو وضع
 کرنے اور کتاب کا نام پریشانی کے کچھ ضرور سے پہنچی تو اس سے صاف عقل سلیم
 باور کر سکتے ہیں کہ یہ کتاب نے الحقیقت علما شیعہ کے کہا بونین سے ہے ہر اگر حکیم
 سلاست علی خان مرحوم نے اس کتاب کو محتاج اسانکین کو بشمول مجمع البیان
 و احتاج ابوعلی طبرسی کی طرف منسوب کر دیا تو اس کے متنازع ہر کون سے دلیل قائم ہے جو کہ
 مانع ہو علی الخصوص جبکہ یہ یہی ثابت ہو گیا ہو کہ احتاج و مجمع ہی اس کی طرف منسوب ہے
 اور صاحب نفحات الریاحین نے جو یہ دعویٰ کیا کہ مولوی حیدر علی رحمہ اللہ مدعی ہیں

کہ شاہ عبد العزیز قدس سرہ نے حجاج السالکین کی عبارت بلا واسطہ نقل کے ازالہ الغش
 کی عبارت اس بحث کے ضمن میں ہمارے پیش نظر نہیں ظاہر ہے کہ مولوی جیسے
 یہ دعویٰ نہیں کیا بیغہ اسلمت کہ اس نام کی کوئی کتاب اہل تشیع میں نہیں اور علم سبیل
 المنزل و السلام سے قبول کیا کہ حکیم سلامت علی نے غلط لکھا اور مولوی حمید علی صاحب
 رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس وجہ سے کہ حکیم سلامت کے قول پر استناد کر لیا خطا کی تو ہی
 ہم کہتے ہیں کہ یہ وضع و افتراء اسلمت کا نہیں ہو سکتا بلکہ اس صورت میں اسکی تاویل
 جو قریب الفہم ہے یہ ہے کہ کچھ یہ نہیں اصل کتاب صواعق میں یہ لفظ مصباح السالکین
 ہوگا کیونکہ ظاہر ہے کہ اسکی قریب المعنی وہ روایت ہے جو ہم نے مصباح السالکین شیعہ
 کبیر نج البلاغت مصنف ابن شیم بخرانی سے نقل کی ہے اور غلطی کا تب سے لفظ مصباح
 میں حروف صداد اور ب کی جگہ لفظ حجاج جاویدیم کے ساتھ لکھا گیا ہو اور ظاہر ہے
 کہ سیف السلول میں یہ روایت صواعق سے لیکھو ہے اور مخفی میں ہی صواعق سے لے کر ہے
 ایسی وہ غلطی کا تب برابر چلا آئی ہو وہ سراقہ نہ یہ ہے کہ سیف السلول کا جو نسخہ ہماری
 پاس موجود دہلی موجود ہے اس میں حجاج السالکین لکھا ہے اور یہ قطعاً غلط ہے کیونکہ اول
 تو یہ باخود صواعق سے ہے اور اس میں حجاج السالکین ہے دوسری یہ کہ حضرت خاتم التکلیفین
 مولانا مولوی حمید علی رحمۃ اللہ علیہ نے ہی لکھا ہے کہ سیف السلول میں حجاج السالکین لکھ کر
 تو مفت سوم ہوا کہ یہ یقیناً سو کا تب ہے اس طرح اگر صواعق کے نسخہ میں نسخ کی غلط ہوئی ہو
 اور یہاں مصباح السالکین حجاج لکھا یا ہو تو کچھ بعید نہیں اور مصباح السالکین شرح
 کبیر ابن شیم بخرانی کا نام ہے جو پنج البلاغت پر ہے اور بالآخر صواعق میں وہ روایت
 روایت بالآخر ہوگی کہ حسین تھانی الفاظ شرط نہیں اور یہ توجیہ علی المنزل و السلام سے
 ایسی کی کہ ہماری پاس اسکی ثبوت کا ایسا ذریعہ کوئی نہیں کہ جس سے اسکی خصلت حکیم
 کا دین ورنہ قرآن سے تو ہر عاقل کو یقین حاصل ہو سکتا ہے کہ شیک یہ کتاب علمائے شیعہ کے

کتاب معتبرہ میں سے ہوا کچھ عجیب نہیں کہ امین الدین بھیرسی کی تصنیفات سے ہو کر نکلا ہو کسی
تفسیر مجمع البیان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علماء شیعہ میں سب سے زیادہ مستحب ہیں
ہو تو کچھ یہ نہیں ہے کہ اس پر یہ روایت نقل کی ہو۔ عرض میری کہ شیعہ میں اس نام کی
کوئی کتاب ہو یا نہ ہو صاحب طعن الرماح کا یہ فرمانا چہ مستبعد است کہ ابن کتاب را خود
بر ربح ساخته باشد اور علامہ کنہی کی اسکی تائید و تقویت کرنا سرسرا نہ لانا قابل ہے۔ اہم
مسائل اربعہ کے معتبر کتاب سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا راضی ہونا حضرت ابو بکر رضی اللہ
عنہ کے ساتھ معاملہ مذکور میں ثابت ہو گیا تو یہ طعن جواب مطاعن میں شیعہ کا بالافتقار رہتا ساکت
ہو اب ہر کچھ ضرورت نہیں رہے کہ بخاری کی حدیث کی بابت کچھ کلام کریں۔ مگر
شیطان اللہ سامعین دوچار لفظ اس کی بابت بھی گزارش کرتے ہیں کہ حدیث بخاری
میں لفظ فوجت فاطمہ کی نسبت اول ہم یہ ہی تسلیم نہیں کرتے کہ فوجت حقیقت اس کے
غضب کے ہیں بلکہ معنی غمت یا نیت کریں کہ اپنے سوال مذکور کے خلاف حق تھا جب
آپ کو معلوم ہوا کہ یہ سوال صحیح تھا تو آپ کو غم لاحق ہوا جبکہ مقررین بارگاہ خداوندی کا
حال ہوتا ہے کہ ترک عزیمت پر بھی آپ کو غم اور ملال لاحق ہوتا ہے حضرت فاضل ثنائی رحمہ اللہ
صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ سیف السلول میں فرماتے ہیں وجوب بندہ فقیر است
کہ در صحیح بخاری در قصہ طلب میراث باین عبارت واقع شدہ است فوجت و لم تکلم
حتی مات و جدت لفظی است مشترک در چند معنی یعنی غصبت و نیت غمت آخر
کہ اسے نہایتہ الجریزی و ریجا و جدت را اصل را می بمعنی غمت استعمال
کرده بعضی روایات فرع کہ روایت حدیث بالمعنی کردند و جدت را بمعنی غصبت نمیدہ
ہماں قسم یاد دستہ و لفظ غصبت روایت کردہ سنن ابی یوسف در حقیقت است
کہ چون فاطمہ جواب ابو بکر سنیدہ و باستماع حدیث پیغمبر دریافت کرد کہ سوال میراث
خلاف شرع واقع شد نہ است کہیدہ بر سوال کردن خود میراث را عملی نہ شد کہ این فعل

چرا از من ظہور شد۔ انتہی لب را حاجت۔ سلمنا کہ وجہ تبعی غضب کے ہو لیکن ہم کہتے
ہیں کہ عیب سن غضبنا فقہ غضبنا میں داخل نہیں ہے کیونکہ غضب کے معنی یہ
ہیں کہ کوئی شخص صرف بغرض اپنی ہوا و نفسانی کے ایسی حرکت کرے جس سے غرض
اور مقصد و حضرت سیدہ کو ناخوش کرنا ہو تو یہ محل وعید ہو نہ یہ کہ شارع کے حکم سے کوئی
فعل واقع اور اتفاقاً بحکم شریعت جناب سیدہ ناراض ہو جاوے تو یہ داخل عیب نہیں
جناب امیر کے ساتھ چند بار ایسی معاملات غلط و غضب کے پیش آئی تھیں اور انکے ایک وہ کہ
ناخوش ہو کر آپ سجد میں جا بیٹھے تھے اور حضرت تشریف لائی اور جناب سیدہ سے پوچھا
این ابن عمک آپ فرمایا غاضبی فخرج ولم یقل عندی خود حضرت تشریف لیکر
و یکہا سجد میں لیٹی ہوئے میں آپ نے قسم یا باتراب فرما کر اوٹھایا سجدہ اور انکے ایک وہ کہ
جناب امیر نے ابو جہل کے بیٹی سے شادی کرنا چاہا تھا اس پر حضرت سیدہ ناخوش ہو کر
اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک فوت شکایت پونچھ اور آپ نے اسکی یقینت فرمائی تھیں
اور انکے ایک وہ کہ ایک لونڈی حضرت جعفر طیار نے بھیج دی تھی اور جناب سیدہ نے
جناب امیر کا سر مبارک اسکی کنار میں دیکھ کر کہ سقد غیظ و غضب فرمایا کہ جناب امیر کے
قسموں کو کہ کوئی امر واقع نہیں ہوا سچا بھانا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر
شکایت فرمائی۔ سجدہ اور انکے ایک وہ کہ جب خلفار نے جو کرنا اہل بیت پر بوجھ سیدہ
شروع کیا اور جناب امیر نے بحکم خدا تالے دیو صیت رسول صلعم صبر و سکوت فرمایا تو جناب
سیدہ یہاں تک ناخوش ہوئیں کہ کلمات سے پیچیدگی جناب امیر مثل جنین پر وہ نشین و خامنیں درخت
گریختہ فرمائی حالانکہ حکم جناب رسالت ہو چکا تھا۔ با فاطمہ لا تصی علیا فان غضب
غضبنا بغضبنا اور یہ واقعہ قریب وفات جناب سیدہ کے ہو پس اگر حکم
من اغضبنا فقد اغضبنا کلیہ ہے تو یہ واقعات ہی داخل عموم حکم ہو کر وعید
میں شمار ہونگے۔ اور اگر کلیہ نہیں تو طعن ہے سر سر لوح ہے تو اس صورت میں جبکہ

سیدہ امینہ و سیدہ زینب و سیدہ فاطمہ و سیدہ خدیجہ

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک کام موافق حکم شریع کیا اور سپہر جناب سیدہ فاطمہ زہرا علیہا السلام
 تو صدیق اکبر پر کوئی طعن اور وعید عاید نہیں ہوئی لیکن اس سبب جناب سیدہ کی شرف و اہمیت
 اتم تر ہے تو اس کے لیے بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ آخر جناب سیدہ
 معصومہ زہرا اور تنہا رکھتے نہیں اور کبھی بچے اختیار صفات نفسانی ظاہر ہو جاتے ہیں
 آخر جناب امام حسین باوجود آنکھیں بڑی ہیانی پر وہ بچہ صلیح و ناخوش نہ آئی بار ظاہر ہی
 کہ حق ایک ہی جانب تھا لہذا اگر جناب سیدہ حضرت ابوبکر کی ناخوشش ہوئی ہوں
 تو کچھ تعجب نہیں۔ لیکن یہ جواب علماء متفقین اہل سنت کے نزدیک ضعیف ہے کیونکہ
 جب دوسری توجیہ اسکی جس سے عبادت و نفاقت دامن جناب سیدہ کے اس الزام سے
 ہو سکتی ہے تو کیا ضرور ہے کہ اس توجیہ کو اختیار کیا جاوے اور یہ کہ وجہات کے
 معنی غمت یا مذمت کے معنی بھی جاوے۔ اس کے بعد گزارش ہے کہ جملہ علم متکلم اگر آپ کے
 نزدیک عام ہو کہ بعد اس قصہ کے مطلق کلام نہیں کی تو غلط ہے کیونکہ احادیث اصل
 الشرائع و سائر غیرہ اس کے کذب میں جنکو خاتم المتکلمین نے ازالۃ الغنیمین میں نقل کیا ہے
 چنانچہ ایک روایت ہم ہی ازالۃ الغنیمین سے نقل کر کے ہیں۔ ہر گاہ فاطمہ زہرا علیہا السلام
 در آخر عمر بیمار شد شیخین برائے عیادت آمدند جو اسٹند کہ پر رانگ حاصل شود تا درخت
 در آئینہ انجناب اذن نداد ابوبکر لیہ ازین عہد کہ بخدا کہ زیر سقف خانہ نہ آوے تا داخل شود
 و در رضا را کو شد پس تمام شب در صقیع بسر برد و پیچ چیز بر او سایہ دار بنوہ و پستری عمر آمد
 نزد علی و گفت تو میدانے کہ ابوبکر مردی پیرست و رفت قلبی دارد و مصاحب یار غار
 بغیرت صلی اللہ علیہ وسلم دبا یقین چہ بار آدمیم و خواستیم کہ نزد قبول نہر حاضر شویم
 و در رضا او کو شیم اگر توانی درین امر کو ش امیر المؤمنین و مومنین بشید کہ من دین امر
 ساعی یبلغ مقصدیم میرسانم پس بخاندہ درآمد و گفت ای دختر من میرا این دو کسٹ دیدی
 کہ بار بار می آئند دل من معذرت می کشاند و مرا تکلیف داند کہ اجازت برای شان حاصل کنم

حضرت زہرا علیہا السلام سے روایت ہے کہ ابوبکر کے پاس سے ان کے پاس نہ آئے تھے۔

فایده فرمود که بخدا اجازت نخواهم داد و نه کلام با آنها خواهم کرد تا آنکه پدر بزرگوار را ملاقات کنم
و دفتر شکایت ایشان باز نمایم امیر المومنین گفت که من ضامن شده ام که ایشان را در خانه
داخل کنم فرمود که اگر این ضمان اتفاق افتاد پس خانه خایه تست در زمان محکومند بلکه
مردان خود را پیروی کنند من مخالفت تو در هیچ چیز نخواهم کرد پس پدر را بگریه و گریه
خواهی امیر المومنین بیرون آمد و شیخین را بر دوش گرفت و او هرگاه جناب فاطمه زهرا را دیدند سلام کردند
و می از ایشان بازگروانید و گفت ای علی پرده بر افکن در پستان فرمود تا روی بختاب با
بسوی دیوار گردانیدند ابو بکر چون این حال مشاهده نمود عرض کرد ای دختر رسول خدا باعث
آیدن ما نیست که خوشنودی را طلبیم و از غنط و غضب تو خود را باز کشیم سوال است
که بخشی از زلات ایگیزی فرمود ای شیخ کلمه بایشان بگویم گفت تا آنکه بخدمت پیغمبر خدا حاضر شویم
و معاملات شمارا شرح دهم باز شیخین معذرت و پوزش را اعاده کردند و عفو و صفح را در خواستند
بعد ازین فاطمه زهرا سوی علی رضی الله عنه التفات نمود و گفت که من حریفی باین مرد پس
خواهم و تا آنکه چیزی سوال میکنم که ایشان از رسول خدا صلی الله علیه و آله و سلم شنیده اند
اگر نصیب من خواهند کرد پس هر چه در رای من خواهد آمد بر آن عمل خواهم نمود شیخین خدا را یاد کردند
بافتند به تکلف به پرس از سخن حق تجاوز نخواهم کرد و بصدق و صفا گواهی خواهم داد
فرمود قسم می دهم شمارا بخدا یاد میکنید باینکه رسول خدا صلی الله علیه و آله و سلم شمارا
وقت نصف شب بسبب امری که حادث شد از جانب علی طلبیده بود و گفتند بخدا یاد میداریم
باز گفت قسم می دهم شمارا که از پیغمبر خدا صلی الله علیه و آله و سلم شنیده اند یا نه که میفرموده اند
پاره از من نیست و من از تویم هر که ادرا ایند می دهم مرا ازیت میرساند هر که مرا در ریخ می آرد
یا یقین خدا را در غضب آرد هر که یا ناز او کند بعد از موت شل شخصی است که انبازد
او را در زندگی من و هر که او را ریخ دهد و حیات من هست شل کسی که انبازد و او را بعد از
مردن من گفتند بخدا از حضرت پیغمبر صلی الله علیه و آله و سلم قطعاً یقیناً شنیده ایم

اس سہ روزہ گفت کہ خدایا میں ترا گواہیہ گیرم و اسی حضار گواہ باشیہ کہ این دو کس ہر اہم و
 حیات و ہم وقت و ذات بیخ و داد و اند کلام بایشان خواہم کہ و بیخ تا آنکہ بفناء خدا ہم شکایت
 از شما نمانیم و افعال اعمال شما یک یک گویم پس ابو بکر بول تو برگشت انتہی یہ روایت
 عمل الشرائع کی ہے جو حضرت خاتم التکلیب سے ازانہ النین میں فارسی میں نقل فرما کر ہے
 اور اس طرح اور روایتیں ہیں جو اس کے ہم معنی لغت الرماح سے نقل کئے گئے انہی صاف و جہ
 ہی کہ جناب سیدہ نے باوجود مکر و سرکہ عہد و پیمان کے اور شتم شرعی کی کہ میں ہرگز اس کے کلام
 نہ کروں گے یحنین کے ساتھ کلام کی تو دعویٰ محوم باطل ہوا اور اعلیٰ الاحادیث کلام سے انکار
 کرنا لغو ہوا پس حضرات شیعہ کو اب بجز اس کے چارہ نہیں کہ جو علم تکلم کو مفید کریں اور مابین
 کہ بعد علم تکلم لفظ رضا وغیرہ مقدم رہے اور معنی یہ کہ یحنین کے ساتھ رضا و خوش روی
 وقت وفات تک کلام نہیں کی قطع نظر اس سے کہ باوجود سعی و سفارش جناب امیر کے
 اگر جناب سیدہ یحنین سے راضی ہوئیں تو مخالفت امیر جناب امیر کے جو امام برحق تھے
 لازم آئی اور نیز اس کے مخالف ہوا کہ میں نہ وہ مطیع شما ام و من مخالفت تو در حدیج میر خواہم
 کرو۔ جیسا کہ روایت بجا و عمل الشرائع میں مذکور ہے اہل حق ہی یہ ہی فوائے میں
 کہ جس علم تکلم مفید ہے بقصد فی امر مذک اوست ذاک المال۔ اور معنی یہ کہ ابو بکر کے
 ساتھ معاملہ مذک اور اس کے مطالبہ کی نسبت وقت وفات تک پہر کلام نہیں کی کیونکہ جناب سیدہ
 پر حقیقت اس امر کی واضح ہو گئی تھی کہ انبیاء کی میراث مالی نہیں ہوتی اور یہ ہی وہی ہوتی
 کہ جناب امیر نے اپنی خلافت کے عہد میں اس جاگیر کو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ورثہ
 میں تقسیم نہیں فرمائی اور نہ بنی فاطمہ کے حوالہ کی بلکہ اوس طرح کرتے رہے جس طرح خلفاء
 سابقین کے زمانہ میں ہوا کرتا تھا چنانچہ سلامہ بخراں صاف شہادت دے رہا ہے
 نہ فعلت الخلفاء بعد وکن لاک الے ان و لے معویۃ قاطعۃ لہما منظران اس سے
 صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر کے زمانہ خلافت میں یہی منصوب رہا اور آپ ہی

او ہمیں اسی طرح کرتے رہی جطرح خلفاء سابقین کرتے تھے یہاں تک عمر بن عبد العزیز
 رحمہ اللہ علیہ نے بنی فاطمہ پر درود کر دیا جس کی نسبت حضرات شیعہ فرماتے ہیں جس کا ابن مہدی
 نقل کرتا ہے قالت الشیعہ فکان اول خلافتہ سر دھا تو اگر مذکور غضوب ہوتا
 اور خلفاء رضاعیہ ہوتے تو جناب امیر معصوم ہی اس فعل میں اور نہ شریک ہیں پس اگر
 خلفاء کا کوئی فعل غیر انی فعل معصوم کے واقع ہوا تو اس فعل کی نسبت انہیں طعن کرنا
 درحقیقت امام معصوم پر طعن ہے اور یہ کہنا کہ خلفاء نہ شریک غضوب حق اور جواد فاضل ہم
 ہوتے تو کیا امام معصوم کے نسبت کہنا ہی ممکن ہو گا و امام معصوم کے نسبت ہی کیونکہ جناب امام حسن
 اس جو رسول اکرم کو امامیت سے اپنی ذات خلافت میں نہ کوٹا یا پس یہ امامین معصومین کے ہوتے
 خلفاء کے فعل ہوتے تو وہ کیونکہ نہ عمل طعن ہو سکتے ہیں پس اس سے ثابت ہوا کہ معاذ مذکور میں
 حقیقت خلفاء کے جانب تھی جو جناب سیدہ پر بعد سنہی حدیث مخمضا شہرا لایند کے
 واضح ہو گئی تھی کہ پھر آپ نے اس معاملہ میں لب کشائی فرمائی اور ائمہ میں سے ہی کہنی
 اور اسکا پیرو نام نہیں لیا پس روایت بخاری سے خلیفہ صدیق رضی اللہ عنہ کے طعن میں اسے لال کرنا
 حضرت عجیب اور ان کے حضرت صاحب نجات الریاضین کے فہم کی خوبی ہے پھر اس پر
 طرہ یہ ہے کہ بمقتضائی کمال فضل و علم و شرم و حیا کے فرماتے ہیں کہ اہل سنت نے ناجا
 ہو سکے مذہبی حرکتیں کیں اور صدق مثل مشہور الزین بیشب کل حشیش کے ہوئی اور کہنا
 واقف ارکب شیعہ سے اثبات رضا جناب سیدہ چاہا حالانکہ بول اللہ وقوتہ اس بارہ میں
 اہلسنت پر کوئی الزام وارد نہیں ہو سکتا اور نہ اسد لال شیعہ کا اسکا صحیح ہو سکتا ہے
 اور جب ان کے علامہ ابن میثم نے لکھ دیا کہ جناب سیدہ راضی ہو گئیں تو یہ کہنا کہ نہ تا واقعہ
 اثبات رضا چاہا کہ نہ واقف ارکب کو اپنی علامہ فاضل متبحر ابن میثم کے طرف شوب کرنا ہے
 اب اس علامہ ابن میثم کی شہادت پر دیکھی کیسی کچھ حرکتیں مذہبی فرمایا بلکہ اہل حق کو
 مردہ ہو کہ ابن میثم نے تو بعد سریر روایت گویا فیصلہ ہی کر دیا اور فرمایا و فی ہذا المقصود

خبط کثیر من الشیخ و شالہم۔ تو خدا سے برائی نے اتر کر فرمایا کہ اے ابنِ آدم! تو نے میری عبادت نہ کی
 میں بتا رہا تھا کہ تیرے پاس میری کتاب ہے اگر وہ علم ہو تو اب اسے کہہ دے
 وہ نہ دیا تو اب اسے کہہ دے۔ فقیر نے کہا کہ میں نے اسے کہہ دیا ہے کہ اسے کہہ دے۔
 و خصل نہ یا اور جو وہ دیکھو علم مناظرہ والی یہی ثبوت کو کہ اس سے سکوت بدرجہا بہتر ہے فقیر نے کہا کہ
 ہمارے سامنے میں کیا اقول حضرت کی خوش فہمی کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں ہے
 عبارت کے مطلب کو نہ سمجھیں تو ہم فارغ الذہن بنائے اس کو کہ انہی احوال مناظرہ والی
 مطلب عبارت کو تو خود نہ سمجھیں اور اولیٰ الزام ہو کہ وہین قول کہ غور فرمائی کہ میری وہ
 عرض سامعین میں گذارش ہوئی کہ آپ بدلتا دلیل اپنے علماء کے دعویٰ سامعین کو تسلیم
 کر لیتے ہیں درست ہو کہ نہیں اقول اس جعفر ابحاث پہلے گذر چکا میں اس پر بخوبی مطلع
 ہوں اور اہل نصافت و نوکاد و دانش نہی بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ اپنے علماء کے دعویٰ سے
 سامعین کو بدلتا دلیل آپ تسلیم فرمائیے میں یا ہم ہر ایک بحث میں جبکا دل چاہے کچھ کہو
 قول تسلیم ہی نہیں کر سکتے بلکہ اگر اس عقائد پر نظر نہ کر کے فقیر یہ بلکہ بطور دہکی بنیاد
 خصم میں کر سکتے ہیں انفس و حیف ہر کہی تو عقل و انصاف سے کام لیا کیجئے اقول
 یہ حیف و انفس دل و انصاف سے کام نہ لیں کی نسبت حضرت حبیب ہی کے عابد حال ہے
 کہ آج کو اپنے علماء کے تقلید میں حق و باطل میں تمیز نہ رہی چنانچہ ہر ایک بحث میں واضح ہو
 ہم کیا کہیں اہل فہم و انصاف خود دیکھ لیں قولہ ایک خاتم الشکاکین کا یہ مندرجہ
 دار تعینات طبری کہ تھا والدین و امین الدین شہرت دار محمد و محمد و۔ دعویٰ نہ کیا
 اگر وہ بدلتا دلیل دعویٰ قابل اعتنا نہیں جواب تو درکنار۔ دعویٰ بے دلیل قبول
 خود نہیں۔ چنانچہ جواب یہی اسی تسیر میں فرماتے ہیں کہ تو دعویٰ بدلتا دلیل کہی تو نقص
 تسلیم ہے جواب یہی کہ لا تسلیم ہے یہی حاجت نہیں کہ نہ دعویٰ بدلتا دلیل خود ہی غیر قبول ہے
 اتنی ہند بہ حاجت۔ یہ تعجب ہے کہ اثبات تو میں کتاب مجاہد السالکین میں ہر چیز پر خود اذ

خاتم التکمیل کے کلام نقل فرماؤ اس اپنے قول کا یہی پانچواں یا زائد قول ہمارا دعوہ سے
اثبات رہنا اگرچہ صریحہ رضی اللہ عنہما ابوالمکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ معاملہ فہم میں
روایات شیعہ میں نہیں اور ظاہر ہے کہ وہ موقوف مجاہد الساکین کے ثبوت توثیق پر نہیں اور
نہ ہماؤ کو سکر اثبات توثیق کی حاجت کیونکہ جب وہ روایت دوسری کتب مستندہ شیعہ میں
وارد ہے تو ہمارا دعائے ثابت ہو اور جب ہمارا دعاد دوسری کتب میں بھی ثابت ہو اور مجاہد الساکین
پر بھی موقوف نہیں تو اس روایت کے وضع کر نیکیا اور نام کتاب کے تراشی کا الزام خود
ہمارے مندرجہ ہو گیا کیونکہ یہ ثابت عقل شاید ہے کہ ہماؤ کتاب کا نام بنانے کی ضرورت اور
ہوتی جبکہ ہمارا اثبات مدعا دوسری پر منحصر و موقوف ہونا تو ایسی وقت میں احتمال تھا
کہ شاید نام کتاب از خود تراش لیا ہو لیکن جب یہ احتمال ہی باطل ہو گیا تو ہماؤ کو سکر
اثبات کی ضرورت کیا باقی رہے اور اس کو سکر اثبات کے واسطے یہ قدر کہنا کافی ہو کہ حکیم
سلامت علیہما ان مرحوم کے پاس تھی اور محمدا الدین و امین الدین طبرسی کی تصنیفات
میں ہے اگر بالفرض یہ ثبوت ضعیف ہو تو ہمارا دعوا کو اس سے کیا ضرر پہنچ سکتا ہے
اسی واسطے ہم نے نقل عبارت خاتم التکمیل صرف آپ کے صاحب طعن الرابع کو ابطال
دعوہ کے واسطے کی تھی کہ وہ اس روایت کو حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ کے وضع و فقہاء
فرماتے تھے نہ ثبوت توثیق میں نہ اس کی ہماؤ حاجت کیا اور بطریق دوسری صاحب طعن الرابع
بخوبی واضح ہے۔ پھر جناب کا یہ نسخہ نامہ۔ ”تفحیح“۔ کہ اثبات کتاب مجاہد الساکین
میں جو اپنے بڑے فرزند سے خاتم التکمیل کے کلام نقل فرمائی اس اپنی قول کا یہی
پاس نہ آیا یا نہ فرما۔ محض حضرت مجاہد کے بخوبی فہم و اصداف سرناشی ہے قول
عجب نہیں کہ صواعق سیفہ مسلک کو ہماری ہی کتاب میں سمجھے ہوں۔ اقول
سبحان اللہ حضرت کے خیالات اور دعوہ و فہم کی یہ کیفیت ہے کہ جو کتاب میں ہماری ترمیم
استعمال میں ہیں ان کی نسبت فرماتے ہیں کہ شاید ہماری کتاب میں سمجھے ہوں کوئی

حضرت سر پوچھے کہ یہ اپنی کیونکر سمجھا یہ کوئی اجتہادی مسئلہ تو ہے نہیں کہ اپنے اجتہاد
 سے یہ کیا ہوتا ہے اگر آپ محدث ہونے کے مدعی ہوں گے تو اس مسئلہ فرشتہ کی زبانی جسکی
 صورت نظر آئی ہوگی معلوم ہوا ہوگا۔ مگر یہ کیا اگر آپ اپنے علماء کی فہم ستون کہ
 جو علماء رشیدہ کے بیان میں یکہین میں ملاحظہ فرمادیں گے تو معلوم ہوگا کہ آپ کے علماء کو تفسیر
 اہلسنت بتدیین میں تمیز نہیں ہے اور علماء اہلسنت کو اپنے علماء میں معذور کیا ہے
 قال الفاضل المحجب۔ قول قیاس کن زکلتا من ہمارا۔ اقول جس
 عرض سے اپنے یہ مصرع ذیاب تحریر فرمایا ہے بے شک اگر ہی حال کے نہایا جیسا
 ہر ہم ہی صا در کے میں بقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی عاتقان
 خود بداند۔ قال الفاضل المحجب قولہ۔ اگر ایسی غلطیوں کا استیفاء کیا جاد
 تو ایک کتاب ضخیم تیار ہو۔ اقول سبحان اللہ کونسی غلطی آپ نے نایت کی بقول
 العبد الفقیر الی مولانا الغنی۔ جب آدمی عقل و انصاف سے کام لے لے
 تو جو موہنہ میں آوی کہے مثل شہور زبان لے اگلی نہ کو نہ کہتے۔ لیکن اگر تسمیر
 و حیا کی نظر سے دیکھیں اور عقل و انصاف سے کام لیں اور اس وقت بہ فراموشی تو اسے مضامین
 نہیں قولہ مقام استدلال میں ایک ایسی کتاب کا جو مثل عنقا معلوم الاستیفاء محمول
 التحکم ہے اور معلوم الاستیفاء ہی آپ کی ہی علماء کے نزدیک ہر حال دینا اور جس قسم کا کر کر
 تو اس کے توفیق کے ثبوت میں یہ کہنا کہ یہ کتاب ہمارے فلان عالم کے پاس ہی اور ہماری
 فلان کتاب میں اسکا نام درج ہے اور یہ دن دلیل کسی عالم حکیم کی طرف نسبت کرنا
 اسیکانام غلطی ہے تعجب ہے کہ حسب مثل مشہور ہندی اور اسچور کو قوال کو ذہنی
 اپنی غلطی ہمارے ذمہ لگاتے ہیں اور دہاتے ہیں کہ اگر ایسی غلطیوں کا استیفاء کیا جاد
 تو ایک کتاب ضخیم تیار ہو۔ غ ان کار از قوا ید مردان چنین کنند۔ اقول
 حضرت یہ کتاب عنقا صفت سہی لیکن ہم گزارش کر چکے کہ اسکا مجہول ہونا ہمارے

استدلال کو یہ مضر نہیں ہے اور آپ کا یہ منہ مانا کہ جب ختم انکار کرے تو اس کا توشیح کے ثبوت
 میں یہ کہنا کہ یہ کتاب الخ مختص خوش فہمی سامعی سے ناشی ہے فی الحقیقت انکار کا جواب
 تو یہ ہے کہ یہ ہی روایت ابن میثم بحرانی نے شرح کبیر فہج البلاغت میں نقل کی ہے
 پس یہ اس امر کا ابطال ہے جو آپ کے صاحب طعن الرماح نے اپنی غلطی سے دعویٰ
 کیا ہے کہ چہ بعد است کہ نام کتاب خودش بدو رخ ساخته باشد۔ اور دفع وافر کو علامہ
 دہلوی قدس سرہ نیز کی طرف نسبت کیا ہے کیونکہ جب اس کتاب پر شہاد کتب ہند میں
 موجود ہے تو یہ کہنا کہ یہ نام علامہ دہلوی رحمۃ اللہ نے وضع کیا ہے غلطی ہے کہ نہیں چنانچہ
 اسی غلطی کے ثبوت میں ہم نے یہ عبارت نقل کی تھی۔ اب ہم آپ ہی سے دریافت کرتے
 ہیں انصاف سے فرمائیں جب یہ اس کتاب کا نام صواعق وغیرہ میں مذکور ہے تو صاحب
 طعن الرماح کا اقرار کو حضرت علامہ دہلوی رح کی طرف نسبت کرنا اور علامہ کنوری کا اس کو
 تائید میں قرینہ قائم کرنا کہ جب باب بیوم میں اسکا ذکر نہیں کیا تو معلوم ہوا خود اپنے
 ساتھ پر واضح ہے دونوں یعنی علامہ کنوری کے اور صاحب طعن الرماح کی خطا ہے کہ
 نہیں افسوس کہ اپنے یا میری گزارش کو سمجھا نہیں یا سمجھ کر دانستہ اغراض فرمایا کہ اصل
 اعتراض کطرف اشارہ کیا اور بیغائہ جوش و خروش فرمایا پس ہم بجز اللہ و قوتہ
 آپ کی ہی غلطی آپ کی ذمہ لگاتے ہیں اپنے غلطی آپ کو ذمہ نہیں لگاتی۔ لیکن آپ ذرا ہم عقل سے
 کام لیجے خصم کی مدعا کو سمجھو اور ناحق و ادبلا فرمائی۔ اس سے صاف ثابت ہو کہ ہم
 جو عرض کیا تھا کہ اگر ایسی غلطیوں کا استیفا کیا جاوے تو ایک کتاب ضخیم تیار ہو صحیح تھا
 اور ہندی کی مثل جو تحریر فرمائی اسکا جواب ہم کیا لکھیں اہل دانش و انصاف سمجھتے
 ہیں کہ وہ جناب ہی کے حسب حال ہوا و نیز اسکا جواب خالی ازہر و نظر انت ہوگا
 اس پر ترک کرتے ہیں قولہ ہن جیسی غلطی ہم نے ثابت کی ہمیں اگر ایسے
 اغلاط کا استیفا کیا جاوے تو ضرور ایک کتاب ضخیم تیار ہو چنانچہ آپ کو جو میں کہتے ہیں تحریر

اور صفحہ کے صفحہ اور ورق کے ورق اسی باب میں لکھی گئی ہیں اگر ہمارے حضرت مجیب کو
شوق ہو تو جو پتہ بخوفہ لا انتظار فرما وینا **اقول** جس قدر غلطیاں آپ نے بزرگم خود تحریر
فرمائی ہیں بجز انہیں اغلاط کے ہونگی جنہیں صفحات و اوراق کچھ گئے ہیں۔ پس اُن کا
حال تو ناظرین اوراق اہل فہم و انصاف پر بخوبی واضح ہے اور باقی کو بھی ان ہی پر
قیاس کر لینا چاہیے پس جبکہ ان جوابات کا یہ حال ہو تو اصل اغلاط ہی کچھ سے خود
قائم رہیں اور علاوہ اُن کے غلط جوابوں کے غلطیاں اور مزید برآں ہوں۔ پس جس قدر
غلطیاں جناب نے ثابت کیں گویا وہ اپنی غلطیاں ثابت کیں اور اپنی ہی غلطیوں کی
بابت کتاب ضخیم تیار ہونا بیان کیا اور یہ ہی ہمنے گذارش کیا تھا قولہ ارادہ تھا
کہ کم سے کم پچاس ساٹھ ایسی غلطیوں حضرت خاتم المحدثین کے ہریتہ نذر کر میں
چنانچہ سید قدر ذہن میں انتخاب بھی کر لی تھیں مگر اس تحریر میں طول ہو گیا اور ہماری
اور عدم الفرستی نے مجبور کر دیا اسلئے اور وقت پر مختصر کرتے ہیں **اقول** ہر کو بھی
خیال تھا کہ کچھ غلطیاں صحابہ شہید و علامہ کنستوری و شہید ثالث و صدوق وغیرہ کے
آخر میں ہیں کچھ کے اور ہماری حافظہ میں موجود ہیں مگر خیال کیا کہ یہ تمام رسالہ حضرات کے
اُن خوش فہمیوں کی اور اغلاط کی تصویر کشی نہ ہو جو اصول مذہب شیعہ کے لئے
بیخ کن ہیں تو اب کیا ضرور ہو کہ اور اُن کی خطاؤں کا اظہار کیا جاوے اور اگر اُن کی غلطیاں
خصم نے تسلیم بھی کر لیں تو ذہب کو اس سے کچھ بہت بڑا صدمہ نہیں پہنچ سکتا ہوا اسلئے
ہمنے اُن ہی ضمنی غلطیوں پر اکتفا کر کے قلم کو روک دیا اور بیشتر بھی صرف آپ کی
تحریر ہی کی وجہ ہمنے گذارش کر دیا تھا اگر آپ اپنی سوال میں اس قصہ کو نہ چھپرتے
تو شاید ہم بھی کچھ نہ لکھتے اور جس قدر جناب نے غلطیاں تحریر فرمائی تھیں اُن کی کیفیت
بخوبی واضح کر دی گئی کہ وہ ہماری غلطیاں نہیں تھیں بلکہ وہ حضرات کی خوش فہمیاں
تھیں اہل حق انصاف بخور و مال کچھ نہیں **قولہ** اگر حضرت نے یہ سلسلہ جاری رکھا

تو پھر کبھی دیکھا جاوے گا انشاء اللہ تعالیٰ باقی و بحث باقی **اقول** نہ ہم اس سلسلہ کے بادی ہیں اور نہ ہم کو اس کے جاری رکھنے سے انکار اپنے آپ کے شیق نے یہ قصہ شروع کیا ہے۔ جہانگاہ اپکا اور انکا دل چاہے جاری رکھیے اور جب دل چاہے ختم کر دیجئے۔ ہم امور محض ہیں اور ہر طرح حاضرین تحریراً تقریراً جس طرح دل چاہے سنبھال لیجئے اور فیصلہ کر لیجئے **قال الفضل** الجلیب قولہ۔ بنابر ان ہنقد قلیل پر اکتفا کر کے تفصیل کو دو سو وقت پر مقرر کرنا ہوں فقط والسلام علی من اتبع الهدی **اقول**۔ جس قدر قلیل پر اپنے اکتفا فرمائی اسی قدر ہم بھی جواب گذارش کر چکے۔ اگر تفصیل سے لکھیں گے تو ہم بھی جواب مفصل کو حاضر ہیں والسلام علی من اتبع الهدی **یقول** العبد الفقیر الی مولاه العینی جس قدر اپنے ہماری جواب میں تحریر فرمایا وہ سب ہم آپ ہی پر منتقل کر چکے اور واضح کر چکے کہ میٹھن اوام باطلہ و خیالات لا طائلہ حتی یسحقن انصاف سے کالیجئے تعصب و نفسانیت کو چھوڑ بیئے۔ اور ابطال حق پر نہ آوہ ہو جائیے۔ و صراط مستقیم اختیار فرمائیے۔ و ما علینا الا البلاغ و الحمد لله اولاً و آخراً دائماً سرمد و صلے اللہ علی سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ و ازواجہ و انبیاءہ و احبابہ اجمعین۔

اسکے بعد جاری فضل مجیب نے دو تحریریں جو بعنوان جواب مولوی پیر محمد خان صاحب سہانپوری ہیں ملحق کی ہیں۔ پہلی تحریر میں بجز شکوہ و شکایت طعن و تنبیہ کے کسی بحث سے تعرض نہیں فرمایا بلکہ لکھا کہ غیبت و تقیہ کی بحث بے محل چٹھ گئے اُس کے جواب کی چنداں حاجت نہیں۔ اور دوسری تحریر میں حدیث بخاری سے جو مضمون تاخیر بیعت تاشش ماہ اور قصد اوراق سے تعرض کیا جس کا مفصل جواب اس تحریر کے مواضع متعددہ میں موجود ہے اُس کے تکرار و اعادہ کی حاجت نہیں۔ اور علاوہ اس کے جیسا کہ حضرات شیعہ کی خدا و رسول پر افتراء بہتان باندھنے کی عادت ہے اُسی عادت قدیمہ کے

موافق گذارنا و افترا بر جو ادیب عالم التزیل تفسیر سورہ نین ایک بی پر انبیاء سے بت پرستی کا
 بہتان باندھنا دل نہ الا کذب صراح و بہتان بواح۔ اول تو یہی مسلم نہیں کہ نزدیک
 نیست بہت پرستی کرنا جائز ہے آپ فریقین میں کیسے نزدیک ثابت فرمادیں کہ اس
 غرض سے کفار کی عبادت خانو میں جانا اور ان کی عبادت تو نہیں شریک ہونا جائز ہو اور
 یاد آتا ہے کہ مع الیاء میں ہے کہ انبیاء کو تو تقیت تک ہی جائز نہیں۔ علاوہ ازیں
 تفسیر عالم التزیل میں ہرگز کسی نبی کے نسبت یہ نہیں لکھا ہے تفسیر عالم التزیل
 کتاب نادور الوجود نہیں ہر جگہ دستیاب ہو سکتی ہے جکا دل چاہے حضرت مجیب کا
 انکار اکابر کے افترا کا جن سے فاضل مجیب نے نقل فرمایا ہے تاہنا
 دیکھ لیوے۔

حضرت مجیب کو جو اس عالم التزیل پر دلائل کیسے بتائے ہیں
 دیکھ کر کہ تو یہ سب کچھ نہیں سمجھتا، ہاں انبیاء پر عبادت کرنا جائز نہیں ہے۔

اب ہم اسکا جواب گذارش کرتے ہیں جو مولوی میر محمد خان صاحب کے پہلی تحریر کے
 ضمن میں یہو خطاب کر کے فرمایا ہے۔

قولہ حضرت مجیب مخاطب کی خدمت اقدس میں بعد ادب گذارش ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
 جواب عطا فرمایا اور زائد گفتگو فرما کر بحث میں طول دیا۔ میرے کسی قول کا جواب دیا
 شرانگہ دلائل جو آپ نے دریافت فرمائی تھی کیا۔ مگر میں نے سوال میں عرض کیا تھا
 کہ اپنے اصول خلافت جو کہیں مل لکھیں اسکا جواب کچھ ہی تحریر ہوا۔ یعنی گذارش کیا تھا
 کہ اہلسنت و جماعت خلفاء ثلاثہ اپنے اصول موضوعہ سے بھی ثابت نہیں کر سکتے غور فرمائی کہ یہ
 کتنا بڑا دعویٰ ہے مگر آپ نے کچھ ہی جواب دیا۔ اقول چونکہ وہ محل آپ کے پہلی
 سوال کے جواب کا نہ تھا اسلیئے ہم نے تفصیلاً عرض نہیں کیا تھا اور مجاہد و دہی موجود
 تھا۔ کاس آپ مال کے نظر سے ملاحظہ فرماتی۔ اور زائد گفتگو کی بنا خود جناب کے
 زائد گفتگو ہوتی تھی اپنے علاوہ سوال کے جب زائد امور کو چھیڑا تو اس پر مہذبہ
 بھی محض عرض کیا اگر آپ زائد گفتگو نہ فرماتی تو نہیں ہی عرض نہ کرتا۔ اور اچھا فرمانا

کہ میری کسی قول کا جواب نہ دیا انصاف سامی سے بعید معلوم ہوتا ہے اسکو جواب میں
بجز اسکو کہ ہم ہی پہلو بولیں اور کہیں کہ آپ نے صحیح فرمایا اور کوئی ہم جواب نہیں دے سکتا
جس سے آپ خوش ہو جائیں۔ ثبوت خلافت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہ اس تحریر میں
بخوبی مفصلاً تحقیقاً و الزاماً عرض کر دیا گیا ہے انصاف کی نظر سے ملاحظہ ہو قولہ
اب یہ عرض ہے کہ اگر آپ کو اس بحث میں طول دینا منظور ہے تو بسم اللہ ہم ہی حاضرین
مگر شرط یہ ہے کہ جسطرح ہم نے آپ کو ہر قول کا جواب لکھا ہے اسی طرح آپ ہی ہمارے
ہر قول کا جواب تحریر فرمادیں اور جو کچھ ہمیں مل ہو اگر کمالت منظور نہیں تو صرف
میرے سوال سابق کا جواب مفصل عطا ہو اقول اگرچہ ہر قول میں نظر نہ تھی لیکن فراموش
سامی کے موافق آپ کو ہر قول کا جواب لکھا ہے اور جو کچھ عرض کیا ہے مل عرض کیا ہے
چنانچہ جناب پر انشاء اللہ تقاضے بعد معائنہ واضح ہو جائیگا قولہ ہم نے شرائط ثلاثہ
لیکی ہیں کتب معتبرہ سے ثابت کر دیں اگر یہ مقبول ہوں تو فرمائی کہ ان شرائط سے مسترد
کون خلیفہ ہے اور اگر مقبول نہیں تو انکو بدلائل و فرمایا اور زیادہ باتوں کو نہ چھیڑی ہے ہم
بحث کو نہایت ہی مختصر کرتے ہیں اقول یہ شرائط ثلاثہ کا ثبوت صرف بزرعم سامی
ہو رہا ہے اور فی حقیقت انکا کچھ ثبوت نہیں چنانچہ جو دلائل جناب نے ثبوت شرائط ثلاثہ میں
فرمائی تھی انکو ہم بدلائل و فرما چکر آپ کو اختیار ہی چاہی بحث کو مختصر فرمادیں یا لکھو
دین نہ ہو آپ کو طول کا کچھ خوف ہے اور نہ اختصار کے خواہش چنانچہ جناب کو اس تحریر سے واضح
ہو جائیگا۔ قولہ اگر آپ اس سیر کا جواب لکھنا منظور نہ ہو تو ہم کو کچھ شکایت نہیں۔
اقول اگر آپ ناخوش ہوں اور میری نقلی و کجیر محمول نفردین تو میں دینی بلاشتہ
عرض کرتا ہوں کہ آپ کی یہ تحریر ہرگز قابل جواب التفات نہ تھی اور میرے گز دل نہ چاہتا تھا کہ اسکو جواب میں
قلم اٹھاؤں اور اپنا تصحیح اوقات گرامی کردن سوا اسکی ماہ و یقیناً نہ ہو اسکی تحریر میں تغزل و تاراج و تزیین
نہی اور کوئی غرض نہیں کہ اگر یہ ہوتا تو یقیناً اسکا جواب لکھنا ضروری کیا۔ و یقیناً اسکی پیشبرد چاہی

متفرق طور پر تحریر کیا تاکہ وسط ذیقعد لازم و متعمم کر کے آج کہ چہارم جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵
بحول اللہ وقت ہوا سکو ختم کر دیا آئندہ بھی مجکو ترک و تحریر میں کچھ دخل نہیں ہے اگر
آپ کے جواب پر قلم اٹھایا اور مجکو اس کی تردید کا ایسا ہوا بشرط زندگی انشاء اللہ تعالیٰ
میں طمان آس کا جواب لکھوں گا ورنہ میں عرض کر ہی چکا ہوں کہ ایسے خرافات و مہملات کے
جواب میں قلم اٹھانے کو میں سراسر تضييع اوقات تصور کرتا ہوں **قولہ** صرف آپ
خلافت خلفائے ثلاثہ اپنی ہی اصول سے بدون اختلاف ثابت فرمادیجئے **اقول**
بحول اللہ و قوت یہ ہم خلافت خلفائے ثلاثہ کو آپ کے بھی اصول پر ثابت کر چکے ہیں آپ اس کو
معتقل انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمادیں اور آپ کو معلوم ہو کہ ہمارے نزدیک مسلامت
فروع میں سے ہر پھر ہم سے یہ کہنا کہ خلافت بلا اختلاف ثابت فرمادیجئے خلاف عقل
ہے کیونکہ غایت مافی الباب وقوع اختلاف اگر ہو گا تو موجب عدم قطع کو ہو گا اور یہ
خود فروع میں ضرور نہیں بلکہ فروع کے ثبوت میں صرف ظن کافی ہے۔ بانیہم ہنہ
بلا اختلاف خلفائے ثلاثہ کے خلافت کو آپ کی اصول پر ثابت کر دیا ہو اور واضح رہے کہ اختلاف
منفی سے وہ اختلاف مراد ہے جو ناشی عن دلیل ہو ورنہ مسقطیات کا انتفاء تو نبوت بلکہ
الہیات میں بھی ممکن نہیں **قولہ** خود فرمائیے کہ ہم کہا تک وسعت دیتے ہیں یہ بھی اس
صورت میں ہو کہ آپ کو بحث منظور ہو ورنہ آپ کی مرضی **اقول** اگر جناب کو وسعت ہی
پسند خاطر ہو تو لیجئے ہم بھی وسعت دیتے ہیں کہ آپ زاید باتوں کو ترک فرمائیے اور صرف
امامت کا اصول میں سے ہونا کسی دلیل قطعی سے ثابت فرمائیے یا امام کے لئے صرف عصمت
ہی ثابت کر دیجئے بشرط ثلاثہ تو آپ کیساتھ ثابت فرمائیں گے۔ اور اگر آپ تحریر کے
تطویل سے گہرا تے ہوں اور بیماری و علیم مصرحتی سے مجبور ہوں تو ہم آپ کو ایک عمدہ بدیر
بتلاتے ہیں کہ آپ کو تحریر فرمادیں ہم حاضر خدمت ہونگے اور بہت جلد فیصلہ ہو جائیگا
اور یہ بھی ہم وعدہ کرتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم آپ کو کسی قسم کی تکلیف ندین گے اور یہ

اس صورت میں ہر کہ آپ کو یا آپ کے شیفت کو بحث منظور ہو ورنہ آپ کی مرضی ہلکو کوئی شکایت
 نہیں ہو یہ صرف اسی لئے عرض کیا ہر کہ آپ کی تحریر سے مترشح ہوتا ہر کہ ال سنت کی بددھشت آپ کے
 دماغ میں یہ سایا ہوا ہر کہ میری تحریر و تقریر کے مقابلہ میں مخالفین میں سے کسی کو مجال
 دم زدن نہیں پس اگر فی الواقع آپ کو یہ خیال ہو اور ال سنت کی نسبت آپ خیال
 کرتے ہوں کہ وہ اپنی اصول کو ثابت نہیں کر سکتے تو آپ دیکھ لیجئے ورنہ آپ کو اختیار ہو
قولہ آخر میں بصد نیاز یہ ہی گذارش ہر کہ اگر اس تحریر میں غلطی ہو ہو تو بنظر
 اصلاح ملاحظہ فرماویں کیونکہ مجھے جیسا جاہل و نادان ہرگز اس لایں نہیں کہ اس بحث میں
 ہو علماء اعلام کا کام ہر کچھ لکھے محض اپنے شیفت دلی کی خاطر سے کچھ لکھا گیا
قول یہ جو کچھ تحریر ہوا محض تواضع و ہضم نفس پر مبنی ہر ورنہ اپنی تحریر بمقابلہ خصم
 ہرگز کوئی شخص اصلاح کے لئے نہیں پیش کرتا۔ اصلاح کے لئے اپنی اساتذہ کی
 خدمت میں پیش کیا جاتا ہر پھر جو کچھ ہمارا منصب تھا اس کے موافق ہمنے حکم کی تعمیل کی
 اور جو کچھ نظر سرسری میں باتیں قابل اصلاح آئیں بصد ادب عرض کر دی۔۔۔
قولہ یہ بھی عرض ہر کہ اگر کوئی کلمہ ناگوار طبع مبارک لکھا گیا ہو تو عند اللہ معاف فرماویں
 میری عرض آپ کو یا کسی کو سنج پھنچانے کی ہرگز نہیں ہر خداوند تعالیٰ عظیم ہے مگر آپ
 جانتے ہیں کہ مباحثہ مذہبی میں احقاق حق و ابطال باطل کے لئے ایسے الفاظ
 بولے اور لکھے جاتے ہیں جو ناگوار طبع مخاطب ہوں۔ و اسلام غیر ختام۔ سر اے عیب
 و شین فرزند حسین عفی عنہ۔ ۲۷ محرم الحرام۔ مطابق ۶ نومبر ۱۸۵۵ء عیسوی
قول یہ جو کچھ تحریر فرمایا محض عنایات و لطافت اور کرم و اخلاق سامی ہر ہر چہ
 بندہ نے بھی الزام کیا تھا کہ کوئی کلمہ ثقیل جو ناگوار طبع سامی ہو حتیٰ الوسع تحریر نہ کروں گا
 تاہم اگر زلت قلم سے کوئی کلمہ جو ناگوار طبع سامی لکھا گیا ہو تو مدد معاف فرماویں کہ میرا
 قصد بھی ہرگز سنج رسانی کا نہیں ہے خداوند تعالیٰ مجھ کو اور آپ کو معاف فرماوے

اور توفیق خیر کی عطا کرے۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین صلی اللہ علیہ وسلم
 اللہ علی سیدنا محمد والہ واصحابہ وازواجہ و احبابہ اجمعین
 قالہ بسمہ ورقمہ بقلمہ کثیر الخطابا والعصا
 کثیر الذنوب والایام **خلیل احمد**
 وقفہ اللہ للتزود لغد عند اقامتہ
 فی بہا و فخر صانہ
 اللہ عن افقہ

والنور

کلیع عشر شہر محرم الاول سنۃ الف و ثلثمائت و اربع مئۃ و سبۃ النقیۃ صلی اللہ علیہ وسلم

انذیر

انشاء تحریر رسالہ ہذا میں حضرت مجیب غائب کا رسالہ سے حسن المثال جو جواب انعام
 مولفہ کرمی پیر جی عنایت احمد صاحب سلمہ قدوسی لکھو ہی کے تالیف ہوا
 بعض احباب کے ذریعہ سے میرے پاس پہنچا اور سکر دیکھنے سے حضرت مجیب کا
 پایہ علم و فضل اور مرتبہ انصاف اور پی بنجونی معلوم ہو گیا۔ چونکہ مسائل خلافیہ کی اکثر
 بحثیں اکی جلی میں اور ایک بڑے سلسلہ کی بحث کے ضمن میں بہت سی چھوٹے
 اور بڑے مسائل میں گفتگو آجاتی ہے اور یہ رسالہ ہدایات الرشید بہت
 سی مسائل خلافیہ کے بحثوں کو شامل ہے جو تفصیل اور میں لکھ کر گئے ہیں۔ بہت
 حسن المثال کے اکثر اور بڑے بڑے بحثوں کے جوابات تو اس رسالہ ہدایات الرشید
 میں آگئے ہیں۔ لیکن حسن المثال کے وہ بعض بحثیں جن کا کوئی قریب تعلق اس

رسالہ کے جھٹوں کے ساتھ نہ تھا اور نہ اس رسالہ میں نہ تھا۔ ارادہ یہ تھا کہ
 کہ خاتمہ رسالہ پر حسن النکاح کے اور نہ جھٹوں کا جبکہ رسالہ ہدایات میں جواب نہیں لکھا
 گیا ہے بطور ضمیمہ جواب لکھو گنا اسید واسطی اشار ابحاث رسالہ ہدایات میں اور نہ تردید
 کی طرف آیا اور نہ ذکر ضمنی ذکر کا یہی اتفاق نہیں ہوا۔ بعد ختم رسالہ ہدایات معلوم
 کہ جامع بین العقول والمنقول حاوی فروع و اصول حافظ کلام اللہ جناب مولانا
 مولوی شمس الدین صاحب دامت اللہ فیہم ساکن قصبہ انہٹہ ضلع
 سہارنپور نرل لہ بیانہ جو میرے بڑے چہرے ہیں اور مخلص میں اس کا جواب غالباً
 تحصیل النکاح باصلاح حسن المقال ہے تحریر فرما رہے ہیں۔ لہذا اس خیال ہے
 کہ تحصیل النکاح حسن المقال کے جواب میں کافی اور اس کی تردید سے معنی ہوگا۔ اور نیز
 بجای خود یہ رسالہ ہدایات ہی کی قدر طول ہو گیا تھا بندہ نے اپنا ارادہ اس کی
 تردید کی بابت جو بطور ضمیمہ تحریر کرنے کا ہوا ملتوی کر دیا۔ ان حضرت مجیب نے
 حسن المقال کے خاتمہ پر جو عبرتیں لکھ کر اپنی کمال تقدس اور دین پر شہادت
 دی ہے اس کی نسبت اس قدر گزارش ہے کہ دل چاہتا تھا کہ ہم ہی چند عبرتیں لکھ
 واقعات جو اولین و آخرین ان حضرات کو پیش آئے مفصل طور پر یہی ناظرین کو
 چنانچہ ابھی مولانا مولوی سید زین العابدین مظلوم کے قتل اور شہید ہونے کے
 بعد جو وہاں بعض اعیان ملتان کے بیان پیش آیا تقریباً اسیکا نمونہ ہے جیسا بعض
 ائمہ رضوان اللہ علیہم کے اعداء کو پیش آچکا ہے۔ لیکن اہل دین و دیانت کے
 نزدیک واقعات عبرت انگیز عبرت حاصل کرنے کے لیے ہوئے ہیں نہ شائبہ
 کو لیے ایلے ہٹے اسکو شعبہ انسانی سمجھ کر محض خداوند تعالیٰ کے خوف سے
 ترک کر دیا اور اس پر تسلیم نہیں اور ہمایا۔ سبحانک و مجدک اشدان لا الہ الا انت
 استغفرک و اتوب الیک اللہم اغفر لی ما قدمت وما اخرت وما انترت

وما ألفت وما أنت لغير منة أنت المقدم وإنما المخرجه لك الله ألفت

تصديق

از جناب سید الیٹ فیض متیاب وہ الوالین زیدہ العارین عارج منارج
ولایت نایج منارج انوار بدایت انور کارلقین و سلیم مرشد صراط
پیغمبر اصحاب طریقت سقینہ ارباب حقیقت گیم مقام منازل لطیف
قافہ سالار مرسل حق یقین مجاز شناس حقیقت دان خلعت پسند جلوت
بیان جبرعہ نوش وحدت الوجود والتجربہ شیخنا شیخ غلام فرید صا
سلمہ اللطیف سجاد نشین چاچران شریف دامت برکاتہ

یہ کتاب جو مولوی صاحب فاضل کمال مولوی خلیل احمد صاحب رزقہ ضالہ افضلہ شیعہ رافضیہ
میں تصنیف فرمائی ہے نہایت مضامین عالیہ و مولوی اور مطابق ملت قدسیہ اہل سنت و جماعت
کے ہے میں بہر مطالعہ اس کتاب کے تصدیق کرتا ہوں کہ جو مولوی صاحب لکھا ہے
فی الاصل صحیح اور درست ہے۔ والسلام علی آتبع الہدیٰ -

الحمد
نجا کیا رفقا غلام فرید ہشتی حنفی عنی عنہ لکھم خود

تقریب و پذیر و تحریر بی نظیر صنعت یک از هر فقره اش ^{۷۰} سوره الهی
 هویدایش و چکیده علم با قوت رقم ناظم نگین خیال ناشر عظیم
 سیاح بحر نکته والی سیاح قلم بیان معانی اسوه الکاتبین مولوی
 عزیز الدین صناخشنوی حضور سرکار ابد قرآنی ریاست هیال و پوخله

هُوَ الْغَزِيرُ الْغَنِيُّ الْمَلْجِئُ

حبذا کلام کتاب کمال * با فضل قاور بهیال * و بعنایت عارف سید الانام و صاحب
 الحسام و سلم * و بغیرت چهار بار و آل ایجاد ال جود و کرم * چه کتابیکه هر حرفش مودیت
 و چه کلامیکه معانی او مفصل و مهذب * پُر از سرخ و خوبی چهار بار * در توصیف
 آل مبارک و اظهار * از هر نقطه او مهر بردل شیعیان * یا هر الف او تیر و دل حسان *
 بهجت انامیه تیر عقیده * و خواج از جبر رنجیده * بی رافضیان ناوک
 نرین * بلکه تفکاک درد از بهر هر مبدین * نشو و شهادت * یا توقع رحمانیت *
 بی ده مجلس عالمان ذوی القول * و تیرگی افزائی ل کانه حسان معقول *
 ل سازیکه سرب نابحق * بحق شاهده قدرت حق * تیر ادب بگردد دشمنان
 ادب * و سینه بدنش حسام تنب * دران ردال الشیخ * ببلای خوب
 شیع * جا بجا عبارتش فصیح بوجه احسن * و در خصم مجیب زهی جواب دران
 ن * و از غلظت ال نفاق * کلمه از معانی ال مذاق * کلیه حالات عقل *

بسط طرائق مثل + روایات ائمه از کتب امامیه + چهار نوبت در سخن مقلدان
 مذہب خفیه + جهان آرا سخنان رنگین + نکته نادر و شیرین + منشور سخن + رفع
 بطن + سحان اللہ چه کلامیت بی بدل کز اوید و شنید بعید + در نام نامی آن
 کلام ہدایات الرشید + از تالیف شیخ عالم سعید ربانی + امام احمد رضا
 کلام نیردانی + رکن دھانی دین خدا و رسول + راست گو عالم منقول و مستقول +
 وحید الدہر شریعت پناہ + مستند و طریقت آگاہ + قاری بابوب و حاجی
 حرمین شریفین + مقبول و معزز سبحان دارین + نایب فقہای مبارک خصال +
 وسید المدین بی مثال + جناب قدس باب مولانا مولوی خلیل احمد صاحب
 عالم الہدیین دام بالفیوض والمواہب + حسب ارشاد و ایداد جناب علی آقا
 قدسی شہاد والاہاد + قدود و دودمان بنی وزیدہ خاندان علی سید صاحب داد +
 مہل خاندان سیادت + شہر دودمان نجابت + منبع فیض ندیم سلطان +
 انضال الناس سبب اسن دامان + اخلاص کیش و محسن من + مراد جهان فیض
 زمین + زہی فوان بر جہار بار رسول + دخی آن مطیع آل رسول مقبول +
 سید غلام مرتضی شاہ صاحب بی ریب و شک منظر جود + شکر ادبی از یک
 پنج و چہ نہ توانم نمود + زیادہ جزاہ اللہ فی الدارین خیرا + و از قصور و ریب
 المنون بگہدار دی را + بمطیع قدوسی طراز طبع گرفته + ز سخی حید
 عبید اللہ سن رونق یافته + حلیہ تمام پوشیدہ پسند دل دانا گردید + در
 دیدہ احباب یقین سرمہ نور کشفہ + التماس بجناب والاہدیان ستودہ آمین +
 بصد عجز و بہتر از نیاز از نیاز مند عقیدت گزین + واحقر البادنیہ ادا گوین
 غریب الدین عفتہ عنہ میرود + کہ با چنین سباق طرز کلام بے محاورہ میستود + اگر
 بنگاہی عظمای دینی فہم نمایند + از راہ والاہدشی و اگر دے معاف فرمایند +

